# "بیسویں صدی میں برصغیر کی دینی فکر: مولانا اشرف علی تھانویؒ اور شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے صوفیانہ اور معاشرتی رجحانات کا تقابلی و عصری مطالعہ"

مقالہ برائے ڈگری

ڈاکٹر آف فلاسفی

علوم اسلامیہ


پیش کنندہ

شازیہ بانو

نمبر PH ISC 04


toobaafoundation.com


زیر نگرانی

ڈاکٹر کلثوم پراچہ

اسسٹنٹ پروفیسر

شعبہ علوم اسلامیہ و تقابل ادیان

دی ویمن یونیورسٹی ملتان

بسم الله الرحمن الرحيم



toobaafoundation.com

# THE WOMEN UNIVERSITY MULTAN

**OFFICE OF THE ACADEMICS DIVISION**

No.1-19/Acad-III/BASR/Notification/WUM/ 26/D
Dated: 01/ 04/2019

**FACULTY:** RELIGION & LANGUAGES

**DEPARTMENT:** ISLAMIC STUDIES & COMPARATIVE RELIGIONS

**NOTIFICATION**

The honorable Board of Advanced Studies and Research in its 6th meeting held on 10th August, 2018, under **Item No.13**, has unanimously approved the PhD Synopsis of Ms. Shazia Bano on

بیسویں صدی میں برصغیر کی دینی فکر، مولانا اشرف علی تھانویؒ اور شاہ عبدلقادر رائپوریؒ کے صوفیانہ اور معاشرتی رجحانات کا تقابلی و عصری مطالعہ

subject to minor improvements ,careful proof reading as mentioned above and verification from concerned Dean. The Board appointed Dr. Kalsoom Paracha as her supervisor.

(FARZANA SULEMAN)
Assistant Registrar (Acad-III)

**Distribution:-**

- The Chairperson, Department of Islamic Studies & Comparative Religions, WUM.
- Dean Faculty of Religion & Languages, WUM.
- The Controller of Examination, WUM.
- The Treasurer, WUM.
- Concerned Supervisor/s.
- Concerned Ph.D Scholar.

**Copy for Information:**

- PS to Honorable Vice Chancellor
- PS to Registrar



toobaafoundation.com

# انتساب

**(الحمد للہ رب العالمین)**

اپنی اس کوشش کو میں اپنے نہایت محترم استاد پروفیسر مفتی ڈاکٹر سعید الرحمٰن صاحب کے نام معنون کرتی ہوں، جنکی دعاؤں اور پر خلوص راہنمائی نے مجھے اس اعزاز سے نوازا۔

اللہ تعالیٰ ان کو صحت والی لمبی زندگی عطا فرمائے (آمین)۔



toobaafoundation.com

# حلف نامہ

میں حلفاً اقرار کرتی ہوں کہ زیر نظر تحقیقی مقالہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے خاص کرم سے میری ذاتی کاوش اور محنت کا ثمر ہے اور میرے علم کے مطابق اس سے قبل یہ مقالہ پاکستان کی کسی یونیورسٹی میں کسی بھی ڈگری کے حصول کیلئے پیش نہیں کیا گیا۔

دستخط مقالہ نگار

شازیہ بانو

رول نمبر PH-ISC-04

سیشن ۲۰۱۶ء تا ۲۰۲۰ء

شعبہ علوم اسلامیہ و تقابل ادیان

دی ویمن یونیورسٹی ملتان



toobaafoundation.com

# سرٹیفکیٹ

میں اس امر کی تصدیق کرتی ہوں شازیہ بانو رول نمبر PH-ISC-04 سیشن 2016-2020 متعلمہ پی۔ایچ۔ڈی نے میری نگرانی میں یہ مقالہ ''بیسوی صدی میں برصغیر کی دینی فکر: مولانا اشرف علی تھانویؒ اور شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے صوفیانہ اور معاشرتی رجحانات کا تقابلی وعصری مطالعہ'' تحریر کیا ہے۔ میں مقالے کے معیار اور مقالہ نگار کے کام سے مطمئن ہوں اور اس امر کی سفارش کرتی ہوں کہ یہ مقالہ برائے ڈگری ڈاکٹر آف فلاسفی کے حصول کیلئے جمع کروایا جائے۔

دستخط نگران مقالہ

ڈاکٹر کلثوم پراچہ
اسسٹنٹ پروفیسر
شعبہ علوم اسلامیہ وتقابل ادیان
دی ویمن یونیورسٹی ملتان



toobaafoundation.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم


## اظہار تشکر

### من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ

"جس نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کیا"

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے ساتھ اللہ کا شکر ہے کہ جس نے مجھے تحقیقی مقالہ تحریر کرنے اور تکمیل تک پہنچانے کی توفیق دی اور درود و سلام اس ہستی محمد ﷺ پر جن کے نور ہدایت نے انسانیت کی جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر شرف آدمیت کی منزل تک پہنچایا۔ اللہ اور رسول ﷺ کی رحمت کا سبب ہے کہ میں اس اعزاز کی مستحق ہوئی کہ علمی کام کو یکجا کر سکی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے چند حضرات کی ہمدردیاں بھی میرے ساتھ کر دیں۔ جنھوں نے میری اس کاوش کو تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔

انسانی فتوحات، کامیابیوں یا معرکوں میں انسان کا اپنا کوئی بھی کمال نہیں ہوتا، یہ صرف اللہ کی نظر عنایت و رحمت ہوتی ہے۔ ورنہ محنت بے شمار دنیا کرتی ہے آج میرا پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ مکمل ہونے جا رہا ہے اور میں اللہ کے ڈر خوف اور رحمتوں کے سائے میں چند سطریں تحریر کر رہی ہوں۔

انسان صرف خواب دیکھ سکتا ہے لیکن ان خوابوں کی تعبیر اللہ کی ذات کے ساتھ منسوب ہوتی ہے۔ میں نے ۲۰۱۵ میں ایم۔فل مکمل کیا اور اللہ نے مجھے گولڈ میڈل سے نوازا۔ میری اس کامیابی میں اللہ تعالیٰ کے بعد میرے اساتذہ اور عزیزوں کی دعائیں شامل تھیں۔

بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان میں پی۔ایچ۔ڈی کی کلاسز کا دور دور تک کوئی امکان نہ تھا میری کئی دوستوں کو اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور اور فیصل آباد یونیورسٹی میں پی۔ایچ۔ڈی کے لیے جانا پڑا، جو کہ میرے لیے ممکن نہ تھا۔ لیکن ۲۰۱۶ میں ویمن یونیورسٹی ملتان کی سربراہ شعبہ علوم اسلامیہ محترمہ پروفیسر قدسیہ خاکوانی صاحبہ کی کوششوں سے یونیورسٹی میں پی۔ایچ۔ڈی کی کلاسز کا اجرا ممکن ہو سکا۔ اور ایک مشکل عمل سے گزر کے ۲۰۱۶ کے آخر میں کلاسز شروع ہو گئیں۔ اپنے استاد محترم ڈاکٹر سعید الرحمٰن سے مشورے کے بعد میں نے بھی پی۔ایچ۔ڈی میں داخلہ لے لیا۔

کلاس ورک کے بعد پھر ایک اور مشکل مرحلہ خاکہ مقالہ کا تھا۔ موضوع کے انتخاب اور اسکی منظوری کے عمل نے حقیقتاً جیسے تھکا دیا تھا۔ بعض اوقات تو مایوسی ہونے لگتی۔ لیکن پھر اللہ کے بعد میرے انہی اساتذہ کرام نے بہت راہنمائی فرمائی۔ مقالہ کے موضوع کی منظوری کے بعد مقالہ لکھنے کا عمل شروع ہوا اور اس ادنیٰ سی اللہ کی بندی کو اللہ نے اسے مکمل کرنے کا شرف بخشا۔

میری سپروائزر ڈاکٹر کلثوم پراچہ، میری بہنوں سے بڑھ کر، جنھوں نے ہر موقع پر میری توقعات سے بڑھ کر میری مدد اور رہنمائی فرمائی۔ آدھی رات کو بھی کچھ پوچھنے کے لیے فون کیا تو انہوں نے میری رہنمائی فرمائی اور کبھی ماتھے پر ایک شکن بھی نہیں آنے دی اور ہمیشہ میرے ساتھ رابطے میں رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو لمبی صحت والی زندگی اور بچوں کی خوشیاں دیکھنی نصیب فرمائے۔ (آمین)۔

میرے بچوں شاہ زیب ناصر، رمشہ ناصر، ماشااللہ دونوں اس وقت ایم بی بی ایس کے فورتھ ائیر اور تھرڈ ائیر کے طالب علم ہیں اور چھوٹے بیٹے ایان اعجاز چوہدری (کلاس پنجم، بلوم فیلڈ ہال سکول) نے اس مقالہ کی تکمیل میں اپنا اپنا حصہ ڈالا اور میری ذمہ داریوں کو خود پر لیا تا کہ میرا دھیان اپنے مقالہ لکھنے پر رہے۔ پیارے بچو! آپ کا بہت بہت شکریہ۔

میں اپنے شوہر ڈاکٹر ناصر جاوید (نشتر ہسپتال، ملتان) کی بھی نہایت شکر گزار ہوں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ مجھ سے زیادہ یہ انکی خواہش تھی کہ میں پی۔ایچ۔ڈی کروں اور انہوں نے پوری طرح میرے کام کے لئے خود کو وقف کیئے رکھا۔ شکریہ ڈاکٹر صاحب!!!




toobaafoundation.com

سب سے بڑھ کر میری ماؤں جیسی ساس (جنہیں میں نے ہمیشہ امی کہا اور امی مانا) وہ تقریباروزانہ پوچھتی رہتیں کہ میرا پی۔ایچ۔ڈی کا کام ٹھیک طرح چل رہا ہے نا اور مجھے بے شمار دعائیں دیتیں۔ میری کامیابیوں میں میری امی جان کی دعاؤں کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ شکریہ امی جان!!! اللہ آپ کا سایہ ہمیشہ ہم پر قائم رکھے (آمین ثم آمین)۔

غرض میں کس کس کے لیے شکریہ جیسا خالی لفظ بولوں کیونکہ واقعی یہ شکریہ والے الفاظ اُن سب کی محبتوں اور خلوص کے سامنے بہت چھوٹے محسوس ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ میرے ان تمام محسنوں پر اپنی رحمتوں کے سایے قائم ودائم رکھے جنہوں نے میری اس حقیر سی کاوش کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد فرمائی۔

اللہ رب العزت مجھ جیسی ادنیٰ سی مقالہ نگار کی اس کاوش کو منظور فرمائے۔ (آمین)

مقالہ نگار

شازیہ بانو



toobaafoundation.com

## رموز و اشارات

| | | |
|---|---|---|
| 1 | ﷺ | صلی اللہ علیہ وسلم |
| 2 | ص | صفحہ نمبر |
| 3 | ج | جلد نمبر |
| 4 | ھ | سن ہجری کو ظاہر کرتا ہے |
| 5 | ء | عیسوی کے لئے |
| 6 | ؑ | علیہ السلام |
| 7 | ؒ | رحمۃ اللہ |
| 8 | م | تاریخ وفات کو ظاہر کرنے کے لئے |
| 9 | َ | زبر |
| 10 | ـ | اختتام کے لئے |
| 11 | س ن | سن اشاعت معلوم نہیں |
| 12 | ایضاً | سابقہ حوالے کے لئے |
| 13 | ت ن | تاریخ نہیں |
| 14 | : | کتاب میں شہر کا نام لکھنے کے بعد اشاعت کو علیحدہ کرنے کے لئے |
| 15 | ؓ | رضی اللہ تعالیٰ عنہ |
| 16 | حضرت عالیؒ | حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کے لئے |
| 17 | حضرت ثانیؒ | حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے لئے |
| 18 | حضرت ثالثؒ | حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ کے لئے |
| 19 | حضرت رابعؒ | حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے لئے |
| 20 | مجدد الملت اور حکیم الامت | حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے لئے |
| 21 | مولانا سندھیؒ | حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کے لئے |
| 22 | حضرت مدنیؒ | حضرت حسین احمد مدنیؒ کے لئے |
| 23 | (       ) | حوالہ دینے لیے |



toobaafoundation.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## فہرست ابواب


| | | | |
|---|---|---|---|
| باب اول: | | بیسویں صدی میں برصغیر کی اسلامی فکر کا مطالعہ | 1 |
| | فصل اول | اسلامی فکر اور اس میں معاشرت اور اصلاح نفس کی اہمیت | 2 |
| | فصل دوم | بیسویں صدی میں برصغیر کی سیاسی و سماجی صورت حال | 31 |
| | فصل سوم | بیسویں صدی میں دینی فکر کے ادارے اور جماعتیں | 74 |
| باب دوم: | | مولانا اشرف علی تھانوی کے صوفیانہ رجحانات کا جائزہ | 122 |
| | فصل اول | مولانا اشرف علی تھانویؒ کے حالات زندگی | 123 |
| | فصل دوم | مولانا اشرف علی تھانوی کی دینی فکر میں شریعت اور طریقت کا باہم تعلق | 170 |
| | فصل سوم | مولانا اشرف علی تھانویؒ کا منہج تصوف، اصطلاحات، اعمال واشغال اور خصائص | 175 |
| | فصل چہارم | مولانا اشرف علی تھانویؒ کی نظر میں صوفیانہ مغالطے | 189 |
| باب سوم: | | شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے صوفیانہ رجحانات کا جائزہ | 199 |
| | فصل اول | شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے حالات زندگی | 200 |
| | فصل دوم | شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی دینی فکر میں تصوف کے مقاصد و مدارج | 244 |
| | فصل سوم | شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کا منہج تصوف، اصطلاحات، اذکار واشغال اور سلاسل | 259 |
| | فصل چہارم | شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی نظر میں تصوف کے مطلوبہ اور غیر مطلوبہ آثار | 270 |
| | فصل پنجم | مولانا تھانویؒ اور مولانا رائے پوریؒ کے صوفی مناہج کا تحلیلی جائزہ | 278 |
| باب چہارم: | | مولانا تھانویؒ اور مولانا رائے پوریؒ کے معاشرتی رجحانات کا مطالعہ | 275 |
| | فصل اول | مولانا اشرف علی تھانوی کی دینی فکر میں معاشرتی اصلاح اور اس کے تقاضے | 276 |
| | فصل دوم | مولانا اشرف علی تھانویؒ کے معاشرتی اصلاح کے منہج میں مطالعہ کتب کی اہمیت | 388 |
| | فصل سوم | شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی دینی فکر میں معاشرتی اصلاح کے تقاضے | 409 |
| | فصل چہارم | شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی نظر میں معاشرتی فساد کی وجوہات | 419 |
| | فصل پنجم | مولانا تھانویؒ اور مولانا رائے پوریؒ کے معاشرتی رجحانات کا تقابلی جائزہ | 430 |
| باب پنجم: | | مولانا تھانوی اور مولانا رائے پوری کے معاشرتی رجحانات کے عصری اثرات | 457 |
| | فصل اول | مولانا اشرف علی تھانویؒ کی نظر میں تحریک خلافت کا کردار | 458 |
| | فصل دوم | مولانا اشرف علی تھانویؒ کا برصغیر میں مسلم قومیت کی تشکیل میں کردار | 472 |
| | فصل سوم | شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی نظر میں برصغیر کی تحریک آزادی کا جائزہ | 489 |
| | فصل چہارم | شاہ عبدالقادر رائے پوری کی فکر کے پاکستان کی دینی تحریکات پر اثرات | 506 |
| | فصل پنجم | مولانا تھانوی اور مولانا رائے پوریؒ کے متعلقین کا پاکستان میں کردار | 519 |




toobaafoundation.com

| | |
|---|---|
| خلاصہ ابواب | 560 |
| نتیجہ بحث | 569 |
| سفارشات | 573 |
| آیات | 575 |
| احادیث | 579 |
| اصطلاحات | 580 |
| اعلام شخصیات | 581 |
| اماکن | 594 |
| مصادر و مراجع | 603 |
| رسائل و جرائد | 613 |
| ضمیمہ | 614 |
| Abstract | 636 |



toobaafoundation.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# مقدمہ

**الحمد للہ الذی علم القرآن وخلق الانسان علمہ البیان لا حول ولا قوۃ الا باللہ و ما توفیقی الا باللہ و الصلوۃ و السلام علی رسول رب العالمین سیدنا محمد المصطفیٰ و علی سائر الانبیاء والملئکۃ و رضی اللہ عن الصحابۃ والتابعین وخص علماء الامۃ بالتوفیق حتی استنبطوا الاحکام من القرآن و السنۃ و سلکوا مسلک الھدایۃ اما بعد!**

اللہ رب العزت جب چاہتا ہے تو کسی سست و کاہل سے دین کی سربلندی کا کام لے کر اسے پستیوں سے اٹھا کر سربلند کر دیتا ہے ساری آبروئیں، عزتیں اسی کے نام سے ہیں۔

اسی لیے اعلان فرمادیا:

قُلِ ٱللَّهُمَّ مَٰلِكَ ٱلۡمُلۡكِ تُؤۡتِي ٱلۡمُلۡكَ مَن تَشَآءُ وَتَنزِعُ ٱلۡمُلۡكَ مِمَّن تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَآءُۖ بِيَدِكَ ٱلۡخَيۡرُۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٞ(آل عمران 26:3)

ترجمہ: کہیے کہ اے اللہ ملک کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہت عطا فرمائے اور جس سے چاہے چھین لے اور جس کو چاہے عزت عطا فرمائے اور جس کو چاہے ذلت دے بے شک تو ہر شے پر قادر ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۃ الفاتحہ میں اپنی وحدانیت، عقیدہ آخرت اور استعانت باللہ کے حقائق کا اظہار فرمانے کے بعد طرز دعا برائے ہدایت انسانیت یوں ارشاد فرمایا ہے:

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین (القرآن ، الفاتحہ : ۵-۷)

"ہمیں سیدھے راستے پر چلا! ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام فرمایا،

جن پر تیرا غضب نازل نہیں ہوا اور نہ جو گمراہ ہوئے!"

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید پڑھنے والے کو بھی کیا کسی سیدھی راہ کی ضرورت ہے؟ تو قرآن مجید کا دوسرا حکم ہے کہ:

واتبع سبیل من اناب الی (القرآن ، لقمان : ۱۵)

"اور ان لوگوں کی راہ پر چلو جو میری طرف رجوع لائے"

اس آیت کی رو سے یہ راستہ انبیائے کرام، صدیقین، صالحین، اولیائے کرام اور صوفیائے عظام و مشائخ کا راستہ ہے جس پر عمل پیرا ہو کر انسان ہدایت کی راہ پر گامزن ہوتا ہے اور ان کی سیرت کے عملی پہلوؤں کو اپنا کر کامیابی و کامرانی کی منزل پر رواں دواں ہوتا ہے۔

یعنی اولیائے کرام اور مشائخ کا تذکرہ کرنا ان کے حالات و واقعات لکھنا، بیان کرنا اور ان کی تعلیمات کو سمجھنا بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے نزول کا ذریعہ ہے پھر نبی کریم ﷺ بھی خاتم النبیین ہیں اور آپ ﷺ پر نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسایت کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اولیائے کاملین کے سلسلے کو جاری رکھا۔ آپ ﷺ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد ہر دور میں ایسے اولیائے کرام و مشائخ آتے رہے ہیں جو مردہ دلوں کو زندہ کرتے رہے اور ایمان کی کھیتیوں کو سیراب کرتے رہے نیز اپنی علمی و روحانی برکات سے دنیا کو نوازتے ہیں۔



toobaafoundation.com

برصغیر میں اسلام صوفیاء کے ذریعے پہنچا۔ان صوفیاء نے اپنے کردار اور عمل سے اس خطے کی عوام کے دل جیتے اور صحیح معنوں میں ان کے دل پر حکمرانی کی۔ان صوفیاء نے اپنی ذات کی نفی کر کے مخلوق خدا کی خدمت کی اور ان کی رہنمائی اور سرپرستی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ان صوفیاء نے خدمتِ خلق کے حوالے سے دو طرزِ عمل اختیار کیے۔

۱۔ ایک طرزِ عمل تو یہ اختیار کیا کہ عوامی سطح پر لوگوں کو دین کی درست رہنمائی فراہم کی۔ان میں تزکیہ نفس اور روح کی بالیدگی کے رجحانات پیدا کیے۔ نیز اصلاح نفس کے انفرادی عوامل کو اجتماعی تقاضوں سے مربوط کیا۔

۲۔ دوسرا طرزِ عمل یہ اختیار کیا کہ وہ عوامل جن سے مخلوق خدا کے حقوق وابستہ تھے اور کسی طور متاثر ہونے کا اندیشہ تھا ان کی حفاظت کے لیے سماج میں اپنا عملی کردار ادا کیا۔ چنانچہ اس ذیل میں انہوں نے حکمرانوں کے طرزِ عمل کے حوالے سے ایک بھرپور متوازن کردار بھی ادا کیا۔

برصغیر میں صوفیاء نے خانقاہی سلسلے کے ذریعے جس طرح عوام کی خدمت کی اسے آج کے معروضی حالات میں سمجھنا اور سمجھانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ آج کے حالات میں جس طرح اکثر صوفی خانوادے اپنے مخصوص ذاتی اور سیاسی مقاصد کیلئے استعمال ہوئے وہ افسوسناک ہی نہیں مایوس کن بھی ہے۔ کیونکہ انکے عزائم صرف ذاتی ترقی ہی رہ گئی اور اجتماعی ترقی مفقود نظر آتی ہے۔

ان حالات میں جبکہ خانقاہی ادارہ اپنے مقاصد سے بہت دور ہو گیا ہے اور اپنی ساکھ کھوتا جا رہا ہے۔ یقیناً وقت کا تقاضا ہے کہ ان مشائخ کی دینی خدمات کا تحلیلی جائزہ لے کر اس کی روشنی میں اپنے مستقبل کا تعین کیا جائے اور دیکھا جائے کہ کیا یہ مشائخ محض رسمی اصلاح نفس کے محدود مقاصد کا کام کرتے ہیں یا اجتماعی حقوق کے حوالے سے بھی انہوں نے کوئی کردار ادا کیا ہے؟

یہ ایک حقیقت ہے کہ برصغیر میں اسلام انہی مشائخ کے توسط سے پھیلا اور ان مشائخ نے بلا تفریق رنگ و نسل اسلام کی حقانیت کے گہرے نقوش اس خطے پر چھوڑے۔ انہی خانقاہوں میں ایک تھانہ بھون اور خانقاہِ رائے پور بھی ہیں۔ جنہوں نے اس خطے کے مخصوص حالات میں حجروں میں گوشہ نشین ہونے کی بجائے قومی و ملی تحریکات کی سرپرستی و رہنمائی کر کے عملی کردار ادا کیا۔ اس خانقاہوں کے مشائخ نے انسانی نفوس کی اصلاح کے ساتھ ساتھ اس خطے میں نظام عدل کے قیام کے لیے بھرپور جدوجہد کی۔ ان خانقاہوں کے بزرگوں نے دین کی جامعیت کے حوالے سے بڑا نمایاں کردار ادا کیا۔

دینی فکر مذہب کے باطنی اور روحانی پہلوؤں سے بحث کرتی ہے۔ دینی فکر کے بغیر مذہب ایک ظاہری ڈھانچہ ہے۔ دینی فکر انسانوں کی پیش کی ہوئی کوئی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ اللہ کی نازل کردہ ہدایت ہے۔ دینی فکر اور فلسفیانہ اور نظریاتی فکر میں بنیادی فرق یہ ہے کہ نظریاتی و فلسفیانہ فکر وہ ہے جو کسی انسان نے پیش کی اور اس نے دلائل بھی خود ہی فراہم کیے اس فکر کو صحیح ثابت کرنے کے لیے کچھ باتیں پیش کیں لیکن دینی فکر کسی انسان کی ایجاد کردہ نہیں ہے۔ بلکہ اللہ کی ہدایت پر مبنی ہے۔ اس کے جو دلائل ہیں وہ بھی وہی ہیں جو اللہ کی نازل کردہ کتاب کے اندر موجود ہیں۔

آج جبکہ ہم ایک اسلامی مملکت پاکستان حاصل کر چکے ہیں لہٰذا عصری مسائل سے نبرد آزما ہونے اور اس کا ازالہ صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ ان صوفیا اور مشائخ کی دینی فکر جو ان کی زندگی کے تجربات کا نچوڑ، سینکڑوں علماء اور اولیاء اللہ کی طویل صحبتوں کا حاصل اور زندگی بھر کے مطالعات کا خاصہ ہے۔ ان کا نفع قیامت تک عام کیا جائے اور صرف ہم ہی اس سے مستفید نہ ہوں بلکہ ہماری آئندہ نسلیں بھی فائدہ اٹھائیں اور پھر وہ بھی یوں ہی اپنے بعد آنے والوں کے لیے پند و نصائح و اخلاص کے ذخیرے، اذکار عشق و محبت، مسائل



toobaafoundation.com

طریقت و شریعت کے مجموعہ، معرفت و حقیقت کے خزانوں کو اپنے پچھلوں کے لیے چھوڑ جائیں اور یہ سلسلہ یونہی قیامت تک چلتا رہے۔

شخصیات پر کام کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ایک مسئلہ ہے کہ دنیا نے آگے بڑھنا ہے اور جو لوگ آج موجود ہیں انہوں نے ماضی کا حصہ بننا ہے۔ تاریخ میں واقعات رونما ہو رہے ہوتے ہیں۔ تاریخ میں انطباق ہو رہا ہوتا ہے تاریخ میں اطلاقی مسائل زیر بحث آ رہے ہوتے ہیں۔ تاریخ پھر شخصیات کا نام ہے۔ شخصیات سے انسان فطری طور پر متاثر ہوتا ہے اور بڑی شخصیات کے ذہن اور فکر سے سوچنا سیکھتا ہے تو تاریخ اس پر اثر انداز ہوتی ہے۔ تاریخ کلچر کو وجود میں لے آتی ہے۔ ہماری ذاتی سوچ اور فکر کے پس منظر میں بڑی حد تک ان ہی شخصیات کی جھلک نظر آتی ہے۔

اس پس منظر کے تناظر میں اور عصر حاضر میں مولانا اشرف علی تھانویؒ (1863ء۔ 1943ء) اور مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ (1873ء۔1962ء) کے صوفیانہ اور معاشرتی افکار و رجحانات کا مطالعہ اس حوالے سے بھی اہمیت کا حاصل ہے۔ بیسویں صدی میں مسلم قومی ریاستوں کے ظہور نے حیات اجتماعی کے دائرے میں مسلمان معاشروں کی تشکیل نو اور بالخصوص مذہب کے کردار کو اہل دانش اور علماء و صوفیاء کے ہاں غور و فکر اور بحث و مباحثہ کا ایک زندہ موضوع بنا دیا۔ مذہب کے اجتماعی کردار کا سوال اپنے مختلف پہلوؤں کے ساتھ ان مفکرین کے غور و فکر اور مطالعہ و تحقیق کا موضوع بنا جو جدید تہذیبی رجحانات کے برخلاف ریاست اور مذہب کے باہمی تعلق کو نہ صرف مضبوط دیکھنا چاہتے تھے بلکہ ریاست کو خالص مذہبی و نظریاتی اساسات پر استوار کرنا چاہتے تھے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کا شمار ایسی طرز فکر کے حاملین میں ہوتا ہے۔

اس دینی فکر کی تشریح ہر صاحب علم اور ایمان لانے والا اپنی زبان میں کرتا ہے اور اپنے حالات کے مطابق کرتا ہے۔ اس کی بنیاد بہر حال ہدایت الٰہی پر ہوتی ہے۔ دین/دینی فکر کے دراصل معنی ہی یہ ہیں کہ وہ غالب و نافذ ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو وہ دین کہلانے کا مستحق ہی نہیں۔ ہمارا دین اسلام دراصل اپنا غلبہ اور نفاذ چاہتا ہے۔ اسلام اگر ایک مکمل نظام حیات ہے جیسا کہ فی الواقع وہ ہے۔ ان الدین عنداللہ الاسلام تو اسے بالفعل قائم کیا جانا چاہیے۔ چنانچہ موضوع کی مذہبی اہمیت یہی ہے کہ مختلف سلاسل کے بزرگوں اور مصنفین نے جو قلبی اصلاح اور شریعت کے اسرار و رموز پر بحث کی ہے، ان کا تحقیقی، تحلیلی و تقابلی مطالعہ و تجزیہ کیا جائے اور یہ عمل موضوع کی مذہبی و دینی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔

اگر مسلمانان برصغیر کی مذہبی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ یہاں کے مسلمانوں کی روحانی زندگی کی اصلاح و تربیت کا کام صوفیاء کے چھ روحانی سلسلوں یعنی چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ، نقشبندیہ، فردوسیہ اور شطاریہ نے انجام دیئے۔ لیکن ان چھ سلسلوں میں بھی چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ اور قادریہ کو شہرت دوام حاصل ہوئی۔ برصغیر پاک و ہند میں اسلام کا فروغ اور اس کی اشاعت ان مشائخ و صوفیائے کرام کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے۔ ان بزرگان دین کی دینی فکر، ان کا بلند کردار، خدا ترسی، عالمگیر محبت، خلوص نیت، اور رسول کریم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں سے وابستگی ان لوگوں کا شعار رہا۔ جس کی بدولت ان حضرات کو انسانوں کے تمام طبقات میں گہری پذیرائی حاصل رہی اور انہی کے باعث برصغیر پاک و ہند کے لاکھوں افراد حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

انگریزوں کی اس ملک میں آمد سے پہلے یہاں تعلیم کا انتظام علمائے دین کے ہاتھوں میں تھا اور جو مدارس قائم تھے ان کے اخراجات پورے کرنے کے لیے امراء اور بادشاہ نے بڑے بڑے قطعات اراضی اور جائیدادیں وقف کر رکھی تھیں۔ برسر اقتدار آنے کے بعد انگریزوں نے یہ اوقاف اپنے قبضے میں لے لیے نتیجتاً یہ مدارس رفتہ رفتہ معدوم و کمزور ہو گئے۔ یہ وہ پرآشوب حالات تھے جن میں ہمارے علماء و



toobaafoundation.com

مشائخ کو یہ محسوس کرنا پڑا کہ سیاسی زوال وانحطاط اور حکومت سے محرومی کے ساتھ ساتھ مستقبل میں مسلمانوں کا علم و مذہب اور قومی و ملی تشخص بھی شدید خطرہ میں ہے۔ وہ تاریخ کے اس فیصلہ سے بے خبر نہ تھے کہ جب بھی کسی قوم نے کسی ملک کو فتح کیا ہے اور اس ملک کے باشندوں پر سیاسی غلبہ و تسلط پایا ہے تو فاتح قوم کے اثرات و خصائص صرف مفتوح قوم کے جسموں تک ہی محدود نہیں رہتے بلکہ مفتوح قوم کے دل و دماغ اور علم و فکر بھی مسخر و متاثر ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ بیسویں صدی کے ان حالات کے پیش نظر علماء و مشائخ نے مسلمان قوم کو انگریز کی تقلید کی رو میں بہہ جانے سے بچانے کے لیے، غلبہ دین اسلام، سیاسی برتری اور انکی تہذیب و تمدن کے تحفظ کے لیے انیسویں صدی کے نصف آخر میں دینی مدارس کھولے تاکہ اسلام کے صحیح نظریات کو قوم کے ذہنوں میں تازہ رکھا جاسکے۔

خدائے بزرگ و برتر نے اپنے خصوصی احسان و اکرام سے امت کے چند بہترین انسانوں کا انتخاب کر کے انکو سرور کائنات ﷺ کے دین کا صحیح وارث بنایا جنھوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے دین اسلام سے بھٹکے ہوئے انسانوں کی صحیح راہنمائی فرمائی۔ تاریخ اسلام کے ابتدائی دور سے لے کر آج تک جس طرح دنیا کے مختلف حصوں اور مختلف ادوار میں ایسی ہستیاں وجود میں آئیں اسی طرح برصغیر کو بھی یہ شرف حاصل ہے کہ رب کائنات نے یہاں بھی ایسے افراد پیدا فرمائے جنھوں نے امت مسلمہ کی ہر محاذ پر رہنمائی فرمائی۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ اس سلسلے کی دو اہم کڑیاں ہیں جنھوں نے برصغیر کے مسلمانوں کی اس وقت رہنمائی فرمائی جب مسلمان انگریزوں کی غلامی کے دن گزار رہے تھے اور سیاسی حالت کی ابتری کے ساتھ ساتھ مذہبی لحاظ سے انتہائی کمزور ہوتے جا رہے تھے۔ دین اسلام کی تعلیمات سے بہت دور غیر اسلامی طور طریقے اور بالخصوص ہندوانہ رسومات کو دین سمجھ کر اپنی زندگی کا حصہ بنا چکے تھے۔ ایسے حالات میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے ہر محاذ پر مسلمانوں کے ہر طبقے کی رہنمائی فرمائی۔ اس حوالے سے مذکورہ مشائخ کے ہزاروں مواعظ انسانیت کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں جو ان کے ظاہری و باطنی کمالات کا مجموعہ تھے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ایک ہزار کے قریب تصنیفات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مشائخ کی دینی فکر کی اہمیت کا کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ تاریخ اسلام میں شورائی نظام میں کمزوری کے بعد اسلامی روایات کے حاملین کو اسی طبقہ کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔

بیسویں صدی برصغیر کی وہ صدی تھی جن میں آئندہ کے لیے سوچ و بچار ہو رہی تھی کہ ایک مسلم معاشرہ کیسے اور کن بنیادوں پر تشکیل دیا جاسکتا ہے۔ بیسویں صدی میں برصغیر میں مسلمانوں میں بہت سی نابغہ روزگار ہستیاں پیدا ہوئیں جنھوں نے اپنی کاوشوں سے اسلام کی سربلندی کے سلسلے میں بے پایاں خدمات سرانجام دیں اور یہ اہل جنوں کا کارواں تھا کہ جہاں جہاں سے بھی گزرا، راہیں جگمگانے لگیں اور ہمیشہ جگمگاتی رہیں گی۔ ان مشاہیر میں تراشے ہوئے ہیروں جیسی چمک دمک تھی اور ان میں سے ہر ایک ہماری تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ اب اس بات کو شدت سے محسوس کیا جارہا ہے کہ نئی نسل اپنے اسلاف کے علم و عمل، بے پناہ فراست و ذہانت، بے مثل سیرت نگاری، بے نظیر تفسیر قرآن اور بے کراں فصاحت و بلاغت سے بے خبر ہوتی جارہی ہے انہیں اسکا علم ہی نہیں کہ ہمارے اسلاف نے سربلندیوں میں کہکشاں کی ہمسری کا دعویٰ کیا تھا اور خود عروج و کمال نے انکی عظمت کے قدم چومے تھے۔ وہ دلوں پر ہی نہیں دماغوں پر بھی حکومت کرتے رہے۔ اگر یہ بھی کہا جائے کہ ان کی دینی فکر نے برصغیر میں ایک نئی اسلامی سوچ کو پروان چڑھایا اور مملکت پاکستان کے قیام کی بنیاد رکھی تو غلط نہ ہوگا۔



toobaafoundation.com

## اہمیت تحقیق (Importance of Research)

تاریخی اعتبار سے یہ موضوع اس لیے اہم ہے کہ بیسویں صدی میں مسلم علماء وزعما نے برطانوی استعمار کے خلاف بھرپور مزاحمت کی جس کے نتیجے میں برصغیر میں آزادی کے امکانات نہ صرف روشن ہوئے بلکہ بالآخر آزادی کی صبح طلوع ہوئی، اس عمل میں برصغیر کی دینی فکر کا بنیادی کردار رہا۔ اس لحاظ سے برصغیر کی دینی فکر کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

دینی فکر مذہب کے باطنی اور روحانی پہلوؤں سے بحث کرتی ہے۔ دینی فکر کے بغیر مذہب ایک ظاہری ڈھانچہ ہے۔ چنانچہ موضوع کی مذہبی اہمیت یہی ہے کہ مختلف سلاسل کے بزرگوں اور مصنفین نے جو قلبی اصلاح اور شریعت کے اسرار ورموز پر بحث کی ہے ان کا تحقیقی و تحلیلی مطالعہ و تجزیہ کیا جائے اور یہ عمل موضوع کی مذہبی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔

قافلہ انسانیت ازل سے ثقافت و تہذیب سے ہی عبارت ہے۔ دینی فکر اور مذہب دونوں ہی اپنے اپنے طور پر ثقافت و تہذیب کو اس حقیقی معاونت سے ہمکنار کرتے ہیں۔ تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو پاکستان اور ہندوستان دونوں ہی ہمیشہ تہذیب و ثقافت کے مرکز رہے ہیں۔ چنانچہ جن بزرگوں اور مشائخ کا تعلق برصغیر سے ہے اور ان کی کتب اور ملفوظات میں تہذیب و ثقافت کے حوالہ سے جو آراء وافکار موجود ہیں ان کا تحقیقی و تحلیلی تجزیہ بھی مقالہ کا موضوع ہوگا۔ یہی اس موضوع کی ثقافتی و تہذیبی اہمیت کا نمایاں پہلو ہے۔

اس مبحث پر اس سے پہلے اس طرز پر کام نہیں ہوا۔ موجودہ دور کی پریشان حالی کے معاشرے میں برصغیر کے علماء حق اور مشائخ باصفا کی دینی فکر ہمارے لیے ایک ہدایت کی صورت رکھتی ہے۔ سماجی برداشت و صبر اور معاشرتی افہام و تفہیم کے لیے اس دینی فکر کا مطالعہ ضروری ہے۔ آج جبکہ انسان روحانی اور اخلاقی طور پر بدحالی اور دین کے حوالے سے فکری انتشار کا شکار ہے اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی ہے کہ اس کا حل کیا ہے؟ تو ضرورت اس امر کی ہے کہ آج کے سماجی، اخلاقی اور روحانی مسائل کو ان صوفیاء کی تعلیمات اور دینی فکر کے تناظر میں سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ آخر وہ کیا فکر تھی جس نے نہ صرف اس خطے میں بسنے والے مسلمانوں کی بلکہ غیر مسلموں کی بھی روحانی تسکین کا سامان کیا۔ اس حوالے سے اس بات کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے کہ نوآبادیاتی دور میں جس طرح اسلامی تعلیمات اور اس کی اقدار متاثر ہوئیں اسے مزید متاثر ہونے سے ان مشائخ نے کس طرح بچایا۔ اور اگر وہ برصغیر کے مسلمانوں کے دلوں میں دین اسلام کی شمع روشن نہ رکھتے تو اس کے ممکنہ نتائج کیا برآمد ہو سکتے تھے۔ نیز آج جبکہ ہم ایک اسلامی مملکت حاصل کر چکے ہیں تو کس طرح عصری مسائل سے نبرد آزما ہو سکتے ہیں۔ اس حوالے سے خاص طور پر مولانا اشرف علی تھانویؒ (۱۸۶۳۔۱۹۴۳ء) اور مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ (۱۸۷۳۔۱۹۶۲ء) کے ارشادات و ملفوظات اور خطبات و تحریرات کا خصوصی مطالعہ پیش کیا جائے گا تاکہ ان مشائخ کی دینی فکر جو ان کی زندگی کے تجربات کا نچوڑ، سینکڑوں علماء اور اولیاء اللہ کی طویل صحبتوں کا حاصل اور زندگی بھر کے مطالعات کا خاصہ ہے۔ ان کا نفع قیامت تک عام ہوتا جائے اور صرف ہم ہی اس سے مستفید نہ ہوں بلکہ ہماری آئندہ نسلیں بھی فائدہ اٹھائیں اور پھر وہ بھی یوں ہی اپنے بعد آنے والوں کے لیے پند و نصائح واخلاص کے ذخیرے، اذکار عشق و محبت، مسائل شریعت و طریقت کے مجموعہ، معرفت و حقیقت کے خزانوں کو اپنے پچھلوں کے لیے چھوڑ جائیں اور یہ سلسلہ یونہی قیامت تک چلتا رہے۔

آج کے دور میں غیر اسلامی افکار، جھوٹی اور بے سند پیری مریدی عام ہے۔ جس نے مسلمانوں کے شیرازہ کو منتشر کر کے انہیں ذہنی پریشانی اور احساس کمتری میں مبتلا کر دیا ہے۔ جس طرح یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اکثر اولیاء اللہ نے اپنی روحانی طاقت اور علوم وافکار کے ذریعے سورج، چاند، ستارے، آگ، ہوا، پانی اور کائنات کے ایک ایک ذرہ کو باذن اللہ مسخر کر کے روحانی طور پر خلیفہ اللہ ہونے کا



toobaafoundation.com

علمی ثبوت دیا ہے۔ بہت سے حضرات نے حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو پاکر دنیا کو علوم معرفت اور نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے منور کر دیا ہے اور عوام الناس کو ان علوم اور روحانی فیض سے مستفیض کیا ہے اسی طرح یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بہت سے نام نہاد اور جھوٹے پیروں اور مرشدوں نے عوام الناس کے بیشتر حصہ کو اپنی پیری مریدی کو آڑ میں من گھڑت اور خود ساختہ طور طریقوں پر ڈال کر قرآن و سنت کے بتلائے ہوئے صراط مستقیم سے بہت دور جا پھینکا ہے۔[1]

آج اگر یہ صاف دل اور سادہ لوح مسلمان غیر شرعی حرکات کے مرتکب ہو کر شرک خفی و جلی میں مبتلا ہو گئے ہیں تو اس کی بھی وجہ یہی انسان نما ابلیس جھوٹے اور کذاب پیر اور ملنگ ہیں جو دراصل استدراج کے مالک ہیں۔ بظاہر مسمریزم، ہپناٹزم، جادو اور ٹوٹکوں کے ذریعے سادہ لوح اور سادہ دل لوگوں کو شریعت اسلامی سے ہٹا کر اپنی طرف راغب کر لیتے ہیں اور پھر خود ساختہ طور طریقوں کو مذہبی افکار و عبادت کے نام سے رائج کر دیتے ہیں اور اس طرح لوگوں کو قرآن و سنت سے ہٹا کر ایسی بدعات میں مبتلا کر دیتے ہیں جو بظاہر تو اچھے کام نظر آویں لیکن حقیقت میں وہ قرآنی احکام سے غفلت میں ڈالنے والے ہوتے ہیں۔[2]

قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ وہ لوگ جو قرآن و سنت کے علاوہ ایسے طور طریقے رائج کر لیتے ہیں۔ جن کے باعث وہ لوگوں کو راہ حق سے ہٹا کر ان خود ساختہ راہوں پر ڈال لیتے ہیں جو مومنین کے مسلک کے خلاف ہوں تو ان پر اللہ ایک شیطان کو مسلط کر دیتا ہے جو انہیں لہو و لعب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ الغرض یہ لوگ خود تو غلط ہوتے ہیں اوروں کو بھی اپنے ساتھ گمراہ کرتے رہتے ہیں۔[3]

مذہب اگر معاشرتی اقدار کا محرک ہو تو انسان کو روحانی غذا ملتی رہتی ہے لیکن جب مذہب کی گرفت ڈھیلی پڑ جائے اور پورا معاشرہ ہی مادیت کے طوفان کی بھینٹ چڑھ جائے تو صوفیانہ و روحانی فکر دبتی چلی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان کے لیے خیر و شر، نیکی اور بدی کے سارے فرق ختم ہو جاتے ہیں۔ آج انسانیت اس موڑ پر کھڑی ہے۔ اس وقت انفرادی، قومی اور بین الاقوامی سطح پر مادیت پرستی نے انسان سے خیر و شر کے تمام امتیازات چھین لیے ہیں۔ جدید ترقی یافتہ مغرب نے جس قدر سائنسی ترقی کی، اس قدر بے راہ روی اور بدکاری کی مرتکب ہو کر اخلاقی قدریں کھو چکی ہیں۔ یہاں تک کہ دور حاضر کا پڑھا لکھا نام نہاد مہذب انسان حیوانات سے بدتر اخلاقی معیار پر پہنچ چکا ہے۔ سامان تعیش کی فراوانی اور عیش و عشرت کے باوجود لوگ پریشان ہیں۔ انہیں ذہنی سکون نہیں ملتا۔[4]

عصر حاضر میں مولانا تھانویؒ اور مولانا رائے پوریؒ کے صوفیانہ اور معاشرتی افکار و رجحانات کا مطالعہ اس حوالے سے بھی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ بعض جاہل بے عمل اور نام نہاد صوفیائے کرام جنہوں نے خانقاہی نظام کو بدنام کرنے میں بنیادی اور مرکزی کردار ادا کیا۔ علم و عمل سے فارغ ایسے کاروباری پیر جو تصوف و طریقت کے پاکیزہ مشن کو باقاعدہ تجارتی دھندا سمجھتے ہوئے حصول شہرت و زر کی اعلیٰ منازل طے

---

1۔ کاظمی، محمد مزمل شاہ، سید، جدید عصری مسائل کے حل میں تصوف کا کردار، مقالہ برائے پی ایچ ڈی، ملتان، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ادارہ شعبہ علوم اسلامیہ، 2003ء، ص 562

2۔ ایضاً

3۔ افغانی، دین محمد، مولانا، تجدید الاسلام، کوئٹہ، اسلامی پریس، 1960ء، ص 44

4۔ کاظمی، محمد مزمل شاہ، سید، جدید عصری مسائل کے حل میں تصوف کا کردار، ص 14



toobaafoundation.com

کر چکے ہیں۔اس وقت بے شمار گدی نشین الاماشاء ایسے ہیں۔(5) جو اقبالؒ کے مصرعے "رہ گئے مجاور خانقاہوں میں یا گور کن (6) کے حقیقی مصداق ہیں اور اکثر صاحبزادگان پر زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن، کی حقیقت فٹ آتی ہے۔

آج کی نوجوان نسل ہمارے ان صوفیاء و مشائخ کی دینی فکر و رجحانات پر عمل کرنے سے الرجک ہیں، اس کا ازالہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ مذکورہ حضرات کی دینی فکر کو تربیت کے ذریعے جدید تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے متعارف کرایا جائے تاکہ اس دورِ زوال میں امت مسلمہ کو پھر سے رازی، غزالی، جیلانی، ہجویری، مجدد الف ثانی، اور شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ اجمعین جیسے مردانِ حق میسر آ سکیں۔

عصر حاضر میں دینی فکر سے دوری کی بدولت درج ذیل مسائل پیدا ہوئے ہیں:

1۔ غیر اسلامی عقائد کی بھرمار ہوئی ہے۔
2۔ غیر اسلامی تصورات اور افکار پیدا ہوئے ہیں۔
3۔ غیر اسلامی صوفیانہ رجحان بنی نوع انسان کے بمنزلہ افیون ثابت ہوا ہے۔
4۔ اس قسم کے تصوف نے مسلمانوں کے قوائے عملی کو مردہ یا کم از کم ضعیف کر دیا ہے۔
5۔ غیر اسلامی تصوف نے مشرکانہ عقائد کی اشاعت کی ہے۔(7)
6۔ غیر اسلامی تصوف نے زندگی کے حقائق سے گریز کا درس دیا ہے۔
7۔ معاشرے میں خاندانی مسائل کا اضافہ ہوا ہے۔
8۔ گروہی تعصبات اور ذہنی دباؤ میں اضافہ ہوا ہے۔
9۔ استحصالی رجحانات اور ناجائز ذرائع آمدنی کو فروغ ملا ہے۔
10۔ عیش پرستی، اسراف و تبذیر، ارتکاز دولت، کسل مندی کے رجحانات پروان چڑھے۔
11۔ خانقاہی نظام کی جگہ درگاہی نظام کی ترویج ہوئی ہے اور درگاہوں کو میراث بنا لیا گیا ہے۔
12۔ تقلید، فکر کے راستے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ بن گئی ہے۔

اس تحقیق کا مقصد یہ بھی تھا کہ بیسویں صدی میں برصغیر کے ان مذکورہ بالا حضرات کی فکری جدوجہد و مساعی اور دین کی اشاعت کے سلسلے میں ان کا مجاہدانہ کردار اور رجحان کھل کر سامنے آئے۔ اور وہ تمام افکار و رجحانات جو آج تک پوشیدہ تھے۔ اہل دنیا پر عیاں ہو جائیں۔ مولانا تھانویؒ اور مولانا رائے پوری ثانیؒ دراصل اللہ تعالیٰ کے وہ مقرب بندے ہیں جنہوں نے ریاضتوں مجاہدوں اور حقائق کا مشاہدہ کرنے کے بعد یہ مقام حاصل کیا تھا۔

## مسئلہ تحقیق (Problem of Research)

ا۔ بیسویں صدی میں برصغیر کی دینی فکر کی تشکیل میں مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے بنیادی رجحانات کیا ہیں؟

---

5۔ ایضاً، ص 16
6۔ اقبال، علامہ، محمد، بالِ جبریل، لاہور، اقبال اکیڈمی، 2002ء، ص 482
7۔ چشتی، یوسف سلیم، پروفیسر، تاریخ تصوف، لاہور، دار الکتاب، اردو بازار، 1973ء، ص 100



toobaafoundation.com

۲۔ ان مشائخ کے فکری رجحانات کن عناصر پر استوار ہیں؟

۳۔ ان مشائخ کا تعلیمی و تربیتی طرز فکر کیا ہے؟

۴۔ ان مشائخ کا صوفیانہ و معاشرتی نقطہ نظر کیا ہے؟

۵۔ ان مشائخ نے اپنے فکری رجحانات کو جس انداز میں پیش کیا اور اپنی تعلیمات کے ذریعے اسے پھیلایا، اس کی حقیقت کیا ہے؟

۶۔ کیا یہ رجحانات باہم مماثل ہیں یا ان میں امتیازی جہات موجود ہیں اور موجودہ تناظر میں ان سے استفادہ کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

## مقاصد تحقیق (Objectives of Research)

۱۔ بیسویں صدی کے نوآبادیاتی دور میں دینی فکر کے رجحانات کا عمومی جائزہ۔

۲۔ برصغیر میں فروغ اسلام میں تصوف کے بنیادی کردار کے تناظر میں مولانا اشرف علی تھانویؒ اور شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے صوفی رجحانات کا جائزہ۔

۳۔ مذکورہ شخصیات کے صوفی رجحانات کی عصری نوعیت کا جائزہ اور درپیش مسائل کے حل میں ان کی افادیت کا تعین کرنا۔

۴۔ نوآبادیاتی دور کے معاشرتی رجحانات کے تناظر میں مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے معاشرتی افکار کی نوعیت کا جائزہ۔

۵۔ موجودہ دور میں درپیش معاشرتی رجحانات کا جائزہ اور مذکورہ شخصیات کے رجحانات کی افادیت کا جائزہ۔

## فرضیہ تحقیق (Hypothesis of Research)

۱۔ برصغیر کی دینی فکر کی تشکیل کے حوالے سے مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے صوفیانہ و معاشرتی رجحانات روایتی نوعیت کے ہیں جس کے تحت رسم خانقاہی کو پختہ کیا گیا اور دینی مسائل سے احتراز برتا گیا۔

۲۔ ان مشائخ کے فکری رجحانات میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔

۳۔ ان مشائخ کے فکری رجحانات میں تنوع پایا جاتا ہے۔

۴۔ اکیسویں صدی میں بھی ان مشائخ کے فکری رجحانات اپنے اندر وزن رکھتے ہیں یا ان میں تجدیدی پہلو موجود ہیں۔

## موضوع پر ہونے والے سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ (Literature Review)

اس حوالے سے ہونے والا سابقہ کام درج ذیل ہے۔

1۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کی علمی خدمات، مقالہ نگار سیف الرحمن، شعبہ تقابل ادیان و اسلامک کلچر، یونیورسٹی آف سندھ، جام شورو حیدر آباد، پاکستان۔

2۔ بیاد حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، ماہنامہ الحسن، اشاعت خاص جلد اول، دوم، جامعہ اشرفیہ، لاہور، 1987ء۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا طریقہ اصلاح، ڈاکٹر سید ابرار علی، بیت العلوم، لاہور



toobaafoundation.com

3۔ مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری صاحب نے "مشائخ رائے پور" کے عنوان سے کتاب لکھی ہے جس میں مشائخ رائے پور کی دینی خدمات کا عمومی تعارف کروایا گیا ہے۔اسی طرح مفتی عبدالخالق آزاد نے ایک کتاب "شاہ عبدالرحیم" کے عنوان سے بھی تحریر کی

4۔ اسی طرح ڈاکٹر محمد حسین نے "حیات طیبہ"، مولانا ابوالحسن علی ندوی نے "سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ اور مفتی محمد سلیمان قاسمی نے "مختصر حالاتِ زندگی حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے عنوان سے کتب لکھی ہیں۔

5۔ ملفوظات کے حوالے سے مولانا محمد انوری نے "ملفوظات رائے پوری" اور مولانا حبیب الرحمن رائے پوری نے "مجالس رائے پوری" اور اس کی تلخیص "ارشادات" کے عنوان سے مرتب کیں۔

6۔ اس حوالے سے اب تک شعبہ علوم اسلامیہ بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے دو تحقیقی مقالات لکھے جا چکے ہیں۔

7۔ نفحات طیبہ تلخیص حیات طیبہ از ڈاکٹر محمد حسین انصاری، ادارہ معارف الاسلام، گوجر خان، س ن

8۔ شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کا نظریہ تصوف (مقالہ برائے ایم۔اے)

9۔ ولی اللہی فکر کے فروغ میں مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کا حصہ (مقالہ برائے ایم۔فل)

10۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ اور تحریک پاکستان، مقالہ نگار: حافظ عبدالرشید، شیخ زید اسلامک سنٹر (SZIC)، یونیورسٹی آف دی پنجاب، قائداعظم کیمپس، لاہور، 2002ء۔

11۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کا منہج تربیت، مقالہ نگار: محی الدین ابوبکر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈ ریلیجس سٹڈیز، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ، 2014ء۔

12۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تصنیف بہشتی زیور کی تدوین نو، مقالہ نگار سید حیدر شاہ، شعبہ علوم اسلامیہ، بلوچستان، یونیورسٹی، 2000ء

13۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تفسیر بیان القرآن کا تنقیدی مطالعہ مقالہ نگار: ریحانہ ضیاء، شعبہ سنی دینیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، انڈیا 1982ء۔

14۔ آداب المعاشرت، علمی کتاب اردو بازار، جامع مسجد دہلی، اشوکا پریس، 1953

15۔ ملفوظات حکیم الامت، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، 1422

16۔ اصلاح الخیال، مکتبہ اشرف العلوم، دیوبند، 1901

17۔ اصلاح القلوب و رسائل سیاسیہ، مکتبہ تھانوی، کراچی، 1994

18۔ شریعت و طریقت، مکتبہ الحق، بمبئی، س۔ن

19۔ حقیقت تصوف، مکتبہ رشیدیہ، لاہور، 1996

20۔ خطبات حکیمالامت، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان 2001

21۔ التکشف من مہمات التصوف، مکتبہ تھانوی، کراچی، 2010

22۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا مجالس رائپوریؒ (شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ) سید شہید اکیڈمی، لاہور، 1992

23۔ جاوید احمد، مولانا، اسلام کا معاشرتی نظام، کراچی، الفاروق جامعہ فاروقیہ، 1438ھ



toobaafoundation.com

## تحقیقی خلاء (Research Gap)

- سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ لینے کے بعد جو کمی یا Research Gap تلاش کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ مولانا تھانویؒ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کے حوالے سے کام تو موجود ہے لیکن اس کا تقابل نہیں ہوا۔
- اسی طرح مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی صوفیانہ اور معاشرتی رجحانات پر اور ان کے عصری اثرات کے حوالے سے بھی کام نہیں ہوا جسے Gap of Knowledge کے طور پر لیا گیا ہے۔
- بیسویں صدی میں برصغیر کی دینی فکر پر اس سے پہلے اس طرز کا کام نہیں ہوا۔

## دائرہ تحقیق (Delimitation of Research)

کوشش کی گی ہے کہ اپنے موضوع کے دائرہ میں رہ کر کام کیا جائے۔ چنانچہ غیر متعلقہ ابحاث سے اجتناب کیا ہے۔ اس حوالہ سے اپنے نگران اور دیگر اساتذہ کی مشاورت سے کام کو علمی و تحقیقی بنانے میں معاونت حاصل کی ہے۔ نیز ایچ ای سی کے وضع کردہ مقالہ نگاری کے اصولوں کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ مذکورہ مشائخ کے صوفیانہ و معاشرتی افکار کو بنیادی طور پر پیش کیا گیا ہے باقی ان کی زندگی کے دیگر پہلوؤں کا ذکر ضمنی طور پر کیا گیا ہے۔ ان کی زندگی کے دیگر پہلو ہمارے موضوع کا حصہ نہیں ہیں۔ ان مذکورہ مشائخ کے ذکر کے علاوہ بیسویں صدی کی دیگر شخصیات کا ذکر بوقت ضرورت کیا گیا ہے۔

## اسلوب تحقیق (Research Methodology)

- کیونکہ زیر بحث موضوع تاریخی اور فکری نوعیت کا ہے، لہٰذا باب اول میں تاریخی منہج، باب دوم اور باب سوم میں بیانیہ منہج، باب چہارم میں تجزیاتی و تقابلی منہج و اسلوب اپنایا گیا ہے۔ جبکہ باب پنجم کا عصری اثرات کے حوالے سے جائزہ لیا گیا ہے۔
- موضوع سے متعلق بنیادی آخذ کا براہ راست اور بلا تعصب خالصتاً علمی، تحقیقی اور تنقیدی طرز پر جائزہ لیا گیا ہے۔
- مواد کے حصول کے لیے قدیم، جدید تمام ذرائع بروئے کار لائے گئے ہیں۔
- مقالہ کی زبان عام فہم اور سلیس ہے۔ تشریح طلب مقامات کی تشریح حواشی میں کی گئی ہے۔
- تحقیقی تقاضوں کی بہتر تکمیل کے لیے متعلقہ (website) سے بھی مواد حاصل کیا گیا ہے۔
- مختلف کتب تصوف، تاریخ اور کتب سوانح سے براہ راست استفادہ کیا گیا ہے، جن کا تفصیلی ذکر فہرست مصادر و مراجع میں کیا گیا ہے۔
- حوالہ جات ہر صفحہ کے آخر میں (foot note) کی شکل میں دیے گئے ہیں۔
- حوالہ جات میں پہلے مؤلف کا نام، کتاب کا نام، شہر کا نام، ادارہ اشاعت، سن طباعت، صفحہ (ص) ذکر کیا گیا ہے۔
- کتاب کے دوبارہ حوالہ میں صرف مؤلف، کتاب اور صفحہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔
- دوبارہ حوالے کی صورت میں ایضاً لکھا گیا ہے۔
- آیات قرآنی کا حوالہ متن میں ہی دے دیا گیا ہے۔
- احادیث مبارکہ کے حوالہ جات اُسی صفحہ کے آخر میں (foot note) کی شکل میں دیئے گئے ہیں۔



toobaafoundation.com

## مشکلات تحقیق

زیر نظر مقالہ میں مقالہ نگار نے اپنی طرف سے اس بات کی کوشش کی ہے کہ بیسویں صدی میں برصغیر کی دینی فکر، مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے صوفیانہ اور معاشرتی رجحانات کا تقابلی و عصری مطالعہ کو محققانہ نقطہ نظر سے پیش کیا جائے تاکہ مطالعہ کرنے والے کو مذکورہ بالا مقالہ کے متعلق مستند معلومات حاصل ہو سکیں۔ لیکن انسان خطا کا پُتلا ہے اس لیے ہو سکتا ہے کہ میری یہ ادنیٰ سی کاوش بھی غلطیوں اور خامیوں سے مبرا نہ ہو۔ صاحب علم سے استدعا ہے کہ اگر اس مقالہ میں کہیں کسی کو کوتاہی نظر آئے، اسے میری کم علمی سمجھ کر اپنے بحر علمی سے اصلاح کرتے ہوئے درگزر فرمائیں اور اگر اس مقالہ میں کوئی اچھائی کا پہلو نظر آئے تو اسے میرے رب کا خاص کرم اور میرے اساتذہ کی رہنمائی تصور کریں۔



toobaafoundation.com

# باب اول:

# بیسویں صدی میں بر صغیر کی اسلامی فکر کا مطالعہ

| | |
|---|---|
| فصل اول | اسلامی فکر اور اس میں معاشرت اور اصلاح نفس کی اہمیت |
| فصل دوم | بیسویں صدی میں بر صغیر کی سیاسی و سماجی صورت حال |
| فصل سوم | بیسویں صدی میں دینی فکر کے ادارے اور جماعتیں |



toobaafoundation.com

# باب اول:

## فصل اول:

## اسلامی فکر اور اس میں معاشرت اور اصلاح نفس کی اہمیت

دین ایک وسیع اور جامع اصطلاح ہے دین کا معنی ہے نظامِ زندگی، سیرت، فرمانبرداری، برتاؤ، سلوک اور حساب واحتساب، ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ برتاؤ یا مخلوق کا خالق کے ساتھ معاملہ، ان سب باتوں کو دین کہا جائے گا۔ صحیح بخاری میں دین کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

الدین الجزاء فی الخیر والشر (8)

دین خیر اور شر کی جزا کا نام ہے۔

قرآن نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ذکر کیا تو دین کا لفظ استعمال کیا:

هُوَ ٱلَّذِيٓ أَرۡسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلۡهُدَىٰ وَدِينِ ٱلۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ وَلَوۡ كَرِهَ ٱلۡمُشۡرِكُونَ (القرآن 61:9)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اسے سب ادیان پر غالب و سربلند کردے خواہ مشرک کتنا ہی ناپسند کریں۔

یعنی دین اُسی نظام کو کہا جا سکتا ہے جو ہر اعتبار سے کامل و اکمل ہو اور انفرادی سطح سے لے کر بین الاقوامی سطح تک زندگی کے ہر گوشے اور ہر پہلو کو محیط ہو اور ہر شعبہ حیات میں مؤثر اور قابل عمل رہنمائی مہیا کر سکتا ہو۔(9)

عام طور پر دین اور مذہب کو ایک دوسرے کے مترادف تصور کیا جاتا ہے۔ جبکہ ان دونوں میں بنیادی فرق ہے۔ دین کل ہے اور کسی بھی نظام کے اصول وضوابط کا نام ہے نیز دین، دنیا اور آخرت کے تمام گوشوں کو محیط ہے۔ اس کے برعکس مذہب جزو ہے جو شرعی عبادات احکامات سے متعلق رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

اسلام دین ہے مذہب نہیں کیوں کہ دین میں زیادہ وسعت اور جامعیت پائی جاتی ہے۔ قرآن حکیم نے کسی بھی جگہ اسلام کو مذہب نہیں بلکہ ہمیشہ دین ہی قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا:

إِنَّ ٱلدِّينَ عِندَ ٱللَّهِ ٱلۡإِسۡلَٰمُۗ (القرآن 19:3)

ترجمہ: بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

وہ نظام حیات جو کمال درجہ جامعیت کی شان کے ساتھ بیک وقت دنیا اور آخرت کو محیط نہ ہو۔ اسے مذہب یا فلسفہ اور نظریہ تو قرار دیا جا سکتا ہے دین نہیں کہا جا سکتا۔ جبکہ دین اسلام کل ہے۔ جس میں معیشت، معاشرت، سیاست سب شامل ہیں۔ مصروف معنوں میں مذہب بندے اور خدا کے اس تعلق کا نام ہے جیسے انسان کے دنیوی معاملات سے کوئی سروکار نہیں۔

---

8۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الامام، جامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب ماجاء فی فاتحۃ الکتاب، 4 : 1623

9۔ القادری، محمد طاہر، ڈاکٹر، شیخ الاسلام، اسلام، لاہور، منہاج القرآن پرنٹرز، اکتوبر 2006ء، ص 17



toobaafoundation.com

اسی لیے ارشاد فرمایا

ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلْإِسْلَٰمَ دِينًاۚ(القرآن 3:5)

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو (بطور) دین (یعنی مکمل نظام حیات پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو (بطور) دین (یعنی مکمل نظام حیات کی حیثیت سے) پسند کیا۔

پس اسلام ایک دین ہے اور اسی کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے پسند فرمایا اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور راستہ اختیار کرے گا تو دیناو آخرت میں ناکام و نامراد ہو گا ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ ٱلْإِسْلَٰمِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي ٱلْآخِرَةِ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ(القرآن 85:3)

ترجمہ: (بے شک اللہ کے نزدیک تو اصل دین اسلام ہے) اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے گا اس سے وہ دین ہر گز قبول نہ کیا جائے گا۔

## اسلام کے تصور دین کا تعارف

دین کا لفظ عربی زبان میں درج ذیل بنیادی تصورات کے لیے استعمال کیا جاتا ہے:-

1۔ کسی صاحب اقتدار کا غلبہ و تسلط۔

2۔ صاحب اقتدار کے آگے جھکنے والے کی اطاعت اور بندگی۔

3۔ قاعدہ و ضابطہ کی پابندی کی جائے۔

اہل عرب اس لفظ کو انہی تصورات میں سے کبھی ایک کے لیے اور کبھی دوسرے کے لیے استعمال کرتے تھے۔ قرآن آیا تو اس نے اس لفظ کو اپنے منشا کے مناسب پا کر اس کو اپنی مخصوص اصطلاح بنا لیا۔ قرآنی زبان میں لفظ دین ایک پورے نظام زندگی کی نمائندگی کرتا ہے۔ جس کی ترکیب چار اجزا سے ہوتی ہے۔

(1) حاکمیت واقتدار اعلیٰ۔

(2) حاکمیت کے مقابلہ میں تسلیم و اطاعت۔

(3) وہ نظامِ فکر و عمل جو اس حاکمیت کے زیر اثر ہے۔

(4) جزا یا سزا جو اقتدار اعلیٰ کی طرف سے اس نظام کی اطاعت کے صلے میں یا سرکشی کی پاداش میں دی جائے۔

قرآن کبھی دین کا اطلاق پہلے اور دوسرے معنی پر کرتا ہے، کبھی تیسرے اور چوتھے معنی پر۔ کہیں ''الدین'' بول کر یہ پورا نظام اپنے چاروں اجزاء سمیت مراد لیتا ہے۔(10)

## دین ایک جامع اصطلاح

یہاں تک تو قرآن اس لفظ کو قریب قریب انہی معانی میں استعمال کرتا ہے جن میں ہر اہل عرب کے یہاں بولا جاتا ہے۔ لیکن اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ وہ لفظ: "دین" کو ایک جامع اصطلاح کی حیثیت سے استعمال کرتا اور اس سے ایک ایسا نظام زندگی مراد لیتا ہے، جس میں انسان کسی کا اقتدار اعلیٰ تسلیم کر کے اس کی اطاعت قبول کرے۔ اس کے احکام و قوانین کے مطابق زندگی بسر کرے، اس کی

---

10۔ حریری، غلام احمد، پروفیسر، اساس اسلام، لاہور، یولیمر پبلکیشنز اردو بازار، 1986ء، ص 14



toobaafoundation.com

اطاعت پر عزت، ترقی، اور انعام کا امید وار ہو اور اس کی نافرمانی پر سزا سے ڈرے۔ دنیا کی کسی زبان میں کوئی ایسی اصطلاح ایسی جامع نہیں ہے جو اس نظام پر حاوی ہو۔

اسلام کا تصور دین رھبانیت سے کسی قسم کا لگاؤ نہیں کھاتا۔ انسان کے رب نے جو حقیقی فرماں روا اور قانون ساز بھی ہے، پوری زندگی کے لیے احکام و قوانین مقرر کیے ہیں۔ اس کے بنیادی عقائد و اعمال مثلاً نماز، حج اور زکوۃ وغیرہ کی ٹھیک ٹھیک ادائیگی کے لیے اجتماعیت کو ضروری قرار دیا ہے کیونکہ اجتماعی فضا سے ہٹ کر بطور خود نماز، روزے کی ادائیگی سے وہ تمام فوائد و مصالح ہر گز نہ حاصل ہو سکیں گے جو شریعت میں مقصود ہیں۔ اور اسلام کے پورے احکام کی بجا آوری اجتماعیت کے بغیر ممکن نہ ہو گی۔

غرض اسلام نہ تو رہبانیت کو درست قرار دیتا ہے اور نہ اس کا دائرہ انفرادی زندگی کے مسائل تک محدود ہے بلکہ وہ تو ایک مکمل ضابطہ زندگی اور ایک کامل اجتماعی مسلک ہے مختصر یہ کہ وہ ایک ایسا مکمل نظام ہے جو انسانی زندگی کے اعتقادی، فکری، اخلاقی، روحانی، معاشرتی اور عملی تمام پہلوؤں کو پوری طرح گھیرے ہوئے ہے۔(11)

عصر حاضر میں اسلام کا مطالعہ مختلف پہلوؤں اور مقاصد کے تحت کیا جا رہا ہے ان میں سب سے خطرناک اور قابل تشویش پہلو اور مقصد یہ ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ دین از کار رفتہ ہو چکا ہے اور اب زمانے کا ساتھ دینے کی اس کے اندر صلاحیت نہیں ہے اور بلا وجہ مسلمان اپنے مذاہب کا راگ آلاپ رہے ہیں۔ اس رجحان کو اتنی تقویت دی گئی کہ عام لوگوں کے ساتھ بہت سے تعلیم یافتہ لوگوں کے نزدیک یہ بات مسلمہ سمجھی جانے لگی۔ ایسی صورت حال میں دین اسلام کی ان خصوصیات اور مشائخ و علماء کی دینی فکر کو اجاگر کرنا وقت کا تقاضا ہے جن سے اسلام کی دائمی حقانیت اور ہمہ گیریت واضح ہو اور غلط فہمی میں رہ کر کوئی شخص دین حق سے محروم نہ رہ جائے۔

مغرب کی طرف سے مسلمانوں پر جو ہمہ گیر یلغار ہوئی ہے اس کا ایک عام اور فوری اثر اور نتیجہ یہ سامنے آیا ہے کہ بہت سے مسلمانوں کا اپنے دین پر ایمان و اعتماد کمزور پڑ گیا ہے یا پڑتا جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ معذرت خواہی کا رویہ اختیار کر لیا ہے اور مغربی افکار کی صراحتاً یا کنایۃً وکالت شروع کر دی ہے۔ ایسی صورت حال میں بھی ضرورت ہے کہ دین اسلام کی خصوصیات اور علماء و مشائخ کی دینی فکر کو نمایاں کیا جائے جن سے ایسے مسلمانوں کا ایمان و اعتماد بحال ہو اور وہ اپنے دین کی حقانیت و صداقت اور ہمہ گیریت کے بارے میں شک و شبہ میں مبتلا نہ ہوں۔(12)

## دین اسلام کی ہمہ گیریت اور اُس کا مزاجِ اعتدال

دین اسلام ایک جامع اور مکمل نظام حیات ہے، جس میں انسانی زندگی کے مختلف اور متنوع گوشوں پر سیر حاصل ہدایات موجود ہیں، انسان اپنی زندگی کے کسی موڑ اور کسی مرحلہ میں کسی ایسی الجھن میں مبتلا نہیں ہوتا، جس میں دینِ اسلام نے اس کی رہنمائی نہ کی ہو۔ عقائد و اعمال اور اخلاق و معاملات کے سبھی پہلوؤں پر حسب ضرورت روشنی نہ ڈالی ہو اس وقت دنیا میں کوئی مذہب اور قانون ایسا نہیں بتایا جا سکتا جو اپنی جامعیت میں اسلام کے ہم پلہ تو کیا اس اک عُشرِ عشیر بھی ثابت ہو سکے۔ اور ماضی میں بھی تاریخ شاہد ہے کہ اسلامی حکومت اپنے سنہرے دور میں نہایت وسیع تھی، جس کا رقبہ مشرق میں ملک چین سے لے مغرب میں اسپین کے پہاڑوں تک تھا، اس وسعت

---

11۔ حریری، غلام احمد، پروفیسر، اساس اسلام، لاہور، پولیمر پبلکیشنز اُردو بازار، 1986ء، ص 14

12۔ کریمی، محمد جرجیس، مولانا، اسلام کی امتیازی خصوصیات، دہلی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، 2012ء، ص 9۔ بجنوری، توحید عالم، مولانا۔



toobaafoundation.com

کے باوجود تاریخ میں یہ نہیں ملتا کہ کسی بھی زمانے میں مسلمانوں نے اغیار کے قانون سے استفادہ کیا ہو یا اسلامی قوانین بنانے اور آئین سازی کے لیے کسی اجنبی و غیر ملکی قانون دار مشیر کار کو بلوایا ہو بلکہ جب بھی اللہ تعالیٰ نے سربراہان لشکر کے ہاتھوں ملکوں کو فتح کرایا، تو علماء کرام کے ذریعہ قانون سازی کے لیے اجتہاد و استنباط کے دروازے کھول دیئے، چنانچہ کسی بھی ضرورت کے متعلق اسلامی شریعت کا دامن تنگ نہیں رہا اور نہ کسی شعبہ میں کوتاہ دستی رہی نہ کسی مسلمان، یہودی، نصرانی کے مفادات سے شریعت ٹکرائی بلکہ سب کے سب اس کے انصاف اور رواداری کے سائے میں خوش عیش رہے جبکہ اسلام اپنے ابتدائی دور میں بدوی ماحول میں پروان چڑھا لیکن اس مربی چونکہ تمام انسانوں کا پالنہار ہے وہ مختلف زمانوں اور مکانوں میں اپنے بندوں کی مصلحتوں سے بخوبی واقف ہے۔ اس لیے قانون اسلامی اور شریعت حق میں وہ جامعیت اور ہمہ گیری ہے جس سے دوسرے ادیان و مذاہب اور آئین و قانون خالی ہیں۔(13)

اسلام پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے ذریعہ اللہ کا نازل کیا ہوا وہ دین ہے جو حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی نازل کیا گیا تھا۔ان تمام انبیاء علیہم السلام کو دین کے قائم رکھنے کا حکم دیا گیا تھا اور ان کے واسطے سے تمام اہل ایمان کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ دین میں اختلاف پیدا نہ کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

شَرَعَ لَكُم مِّنَ ٱلدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِۦ نُوحًا وَٱلَّذِيٓ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ وَمَا وَصَّيۡنَا بِهِۦٓ إِبۡرَٰهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰٓۖ أَنۡ أَقِيمُواْ ٱلدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُواْ فِيهِۚ (القرآن 13:42)

ترجمہ: تمہارے لیے اللہ تعالیٰ نے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا حضرت نوح علیہ السلام کو تاکیدی حکم تھا اور جو وحی کے ذریعہ آپ پر نازل کیا گیا ہے اور جس کا تاکیدی حکم ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا تھا کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ اندازی نہ کرو۔

یہی وجہ ہے کہ اصول دین اور مقاصد شریعت میں تمام انبیاء اور اُن کے آسمانی مذاہب کے درمیان اتحاد ہے، توحید، الوہیت، رسالت، تقدیر، بعث و نشر وغیرہ پر ایمان لانا ہمارے لیے بھی ضروری ہے اور امم سابقہ پر بھی ضروری تھا۔ اسی طرح صدق، امانت، عبادت، احسان، عدل و انصاف اور سخاوت وغیرہ کا اُن کو بھی حکم دیا گیا اور امت محمدیہ بھی ان احکام کی پابند ہے۔

لیکن مقاصد شریعت کے حصول کے طریقوں میں اختلاف ہو سکتا ہے بلکہ ہوتا ہے کہ ہر اُمت کو اُس کے زمانے اور اس کی استعداد کے مطابق تعمیل احکام کی ہدایت دی گئی۔(14)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لِكُلٍّ جَعَلۡنَا مِنكُمۡ شِرۡعَةً وَمِنۡهَاجًاۚ (القرآن 48:5)

ترجمہ: ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے آئین اور طریق عمل مقرر کیا ہے۔

مقاصد شریعت میں اتحاد کے باوجود کیفیت تعمیل یا اُن مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے اسباب کے اختیار کرنے میں جو اختلاف ہوتا ہے اس کو فروعی احکام میں اختلاف کہا جاتا ہے، چنانچہ نماز، روزہ اور انفاق فی سبیل اللہ کے جو تفصیلی احکام میں امم سابقہ اور امت محمدیہ کے درمیان فرق ہے۔ خود امت محمدیہ میں نصوص کی بنیاد پر جو فروعی احکام میں اختلافات ہیں ان کو رحمت فرمایا گیا ہے، اس سے توسع پیدا ہوتا ہے اور اختلاف کرنے والے تمام اہل ایمان کا مقصود رضائے الٰہی کا حصول اور نجاتِ آخرت ہی ہوتا ہے۔(15)

---

13۔ ماہنامہ دار العلوم، شمارہ 3، جلد: 98، دیوبند جمادی الاولی 1435ھ مطابق مارچ 2014ء

14۔ ایضاً

15۔ ایضاً



toobaafoundation.com

وَمَا تَفَرَّقُوٓاْ إِلَّا مِنۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ ٱلۡعِلۡمُ بَغۡيَۢا بَيۡنَهُمۡۚ(القرآن 14:42)

ترجمہ: اور نہیں متفرق ہوئے، مگر علم آجانے کے بعد محض آپس کی ضد کی بنیاد پر۔

آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علم حاصل ہونے کے بعد اختلاف نہیں ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو بغیاً بینھم کے سبب ہوتا ہے اور آیت کریمہ میں جس چیز کو بغیاً بینھم کہا گیا ہے، اس سے مراد تعصب، نفسانیت، عداوت، حب جاہ اور حب مال جیسی چیزیں ہیں جو اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں اور ناپسندیدہ امور کے پیش نظر حق کو تسلیم نہ کرنا، اپنی مزعومہ رائے پر اصرار کرنا اور اختلاف پیدا کرنا ہر گز روا نہیں، کیونکہ امت مسلمہ کا اتحاد اور اس کے بقاودوام کی کوشش ہر فرد کا فریضہ ہے۔ خصوصاً اہل علم اور اربابِ حل وعقد اس کے اولین ذمہ دار ہیں چنانچہ ہر دور میں بھی خواہانِ امت نے اس کو اولیت دی ہے۔[16]

## اسلامی عقائد میں اعتدال

دین اسلام مکمل راہِ اعتدالی کا نام ہے اور اسلام اور شریعت میں کسی بھی گوشہ سے افراد و تفریط نہیں، کیونکہ اسلام کے شیدائیوں کی فضیلت ہی میں اعتدال کو بڑی اہمیت کے ساتھ قرآن کریم نے بیان فرمایا کہ

وَكَذَٰلِكَ جَعَلۡنَٰكُمۡ أُمَّةٗ وَسَطٗا لِّتَكُونُواْ شُهَدَآءَ عَلَى ٱلنَّاسِ(القرآن2:143)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تم کو ایسی ہی جماعت بنایا ہے، جو نہایت اعتدال پر ہے تاکہ تم لوگوں کے مقابلہ گواہ رہو۔

مطلب واضح ہے کہ دوسری امتوں کے مقابلے میں یہ امت معتدل ہے، افراط و تفریط کے درمیان راہ چلنے والی ہے، خواہ اعتقادات ہوں، اعمال واخلاق ہوں یادیگر کارنامے پس اعتقادی اعتبار سے بھی اسلام اور اس کے ماننے والوں میں اعتدال ہوگا جیسا کہ امم سابقہ سے موازنہ کرنے سے عیاں ہوتا ہے کہ پچھلی امتوں میں ایک طرف تو یہ نظر آئے گا کہ اللہ کے رسولوں کو اس کا بیٹا بنالیا اور ان کی عبادت وپرستش کرنے لگے۔

وَقَالَتِ ٱلۡيَهُودُ عُزَيۡرٌ ٱبۡنُ ٱللَّهِ وَقَالَتِ ٱلنَّصَٰرَى ٱلۡمَسِيحُ ٱبۡنُ ٱللَّهِۖ(القرآن9:30)

ترجمہ: کہ یہود کہتے ہیں کہ عزیزاللہ کے بیٹے ہیں اور نصاری کہتے ہیں کہ حضرت مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔

اور دوسری طرف انہی قوموں کے دوسرے افراد کا یہ عالم بھی مشاہدہ میں آئے گا کہ رسول کے معجزات دیکھنے اور پرکھنے کے باوجود جب رسول ان کو کسی جنگ وجہاد کی دعوت دیتا ہے تو وہ کہہ دیتے ہیں۔

فَٱذۡهَبۡ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَٰتِلَآ إِنَّا هَٰهُنَا قَٰعِدُونَ(القرآن5:24)

ترجمہ: کہ جایئے آپ اور آپ کا پروردگار وہی مخالفین سے قتال کریں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔

کہیں یہ بھی نظر آئے گا کہ انبیاء کو خود ان کے ماننے والے طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتے ہیں۔

اور امت محمدیہ ہر قرن اور ہر زمانے میں ایک طرف تو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت اور والہانہ تعلق رکھتے ہیں کہ ان کے قدموں میں اپنی جان ومال، آل واولاد اور عزت آبرو سب قربان کردیتے ہیں۔

اور دوسری طرف یہ اعتدال کہ رسول کو رسول اور خدا کو خدا سمجھتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی اور نعت گوئی میں بھی ایک حدِ اعتدال قائم رکھتے ہیں۔ عبادت اور عمل کے شعبہ میں بھی شریعت حقہ اور اسلام کے اندر وہ اعتدال ہے جس سے ادیان سابقہ

---

16۔ ماہنامہ دارالعلوم، شمارہ3، جلد:98، دیوبند جمادی الاولی 1435ھ مطابق مارچ 2014ء



toobaafoundation.com

ہی دامن ہیں مثلاً پچھلی امتوں میں ایک طرف تو یہ ہے کہ اپنی شریعت اور دین کو چند کوڑیوں کی خاطر فروخت کیا جاتا ہے، رشوتیں لے کر احکام شریعت میں تبدیلی اور ترمیم کی جاتی ہے۔ غلط فتوے صادر ہوتے ہیں اور طرح طرح کے حیلوں اور بہانوں سے شرعی قوانین اور اصول کو بدل دیا جاتا ہے۔ بالفاظِ دیگر عبادات و اعمال سے دامن بچانے کی ہر ممکن تدبیر کی جاتی ہے۔ اور دوسری جانب اُن کی معبدوں اور عبادت گاہوں میں ایسے حضرات بھی دکھائی دیتے ہیں جو دنیا اور دنیا کی تمام جائز و مباح چیزوں تک سے کنارہ کش ہو کر رہبانیت اختیار کیے ہوئے ہوں گے۔ ایسے حضرات اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اور پاکیزہ نعمتوں سے خود کو محروم کر لیتے ہیں۔ اور بے جا سختیاں جھیلنے کو عبادت اور کار ثواب تصور کرتے ہیں۔ امت محمدیہ نے اس کے برخلاف رہبانیت اور ترک دنیا کو انسانیت پر ظلم قرار دیا۔ تو دوسری طرف احکام خدا اور ہدایات نبوی پر مرمٹنے کا جذبہ پیدا کیا کہ قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج کے مالک بن کر بھی دنیا والوں کو یہ دکھلایا کہ دیانت و سیاست میں یا دین و دنیا میں کوئی مخاصمت نہیں اور مذہب صرف مسجدوں اور خانقاہوں کے لیے ہی نہیں آیا بلکہ اسلام کی حکمرانی تو بازاروں، دفتروں، وزارتوں، امارتوں، تعلیم گاہوں اور جنگ کے میدانوں تک میں ہے دین اسلام نے بادشاہی میں فقیری اور فقیری میں بادشاہی کا تصور پیش کیا۔([17])

## معاشرتی اور تمدنی اعتدال

دین اسلام کے علاوہ معاشروں کا حال نہایت افراد و تفریط کا شکار تھا کہ معاشرہ کے حال کا ایک رخ اور تصویر کا ایک پہلو تو یہ تھا کہ دوسروں کے حقوق کی کوئی پرواہ ہی نہیں تھی، نہ پڑوسیوں کے حقوق تھے، نہ رفقاء سفر کے، نہ عورتوں کے حقوق کا کوئی تصور تھا، نہ یتیم اور لاوارث بچوں کے، اور نہ اولاد والدین کے حقوق کو جانتی تھی اور نہ والدین اپنی اولاد کے حقوق سے واقف تھے۔ غرض کہ جس کی لاٹھی اُس کی بھینس والا معاملہ تھا کہ پوری انسانیت کے حقوق پامال ہو رہے تھے اور تصویر کا دوسرا رخ کچھ ایسا تھا کہ کیڑوں اور مکوڑوں کی ہتیا کرنے کو بھی حرام باور کیا جاتا۔ حلال جانوروں کے ذبیحہ کو حرام خیال کیا جاتا اور خدا کے حلال جانوروں کے شکار کو گناہ اور بُرا جانا جاتا وغیرہ وغیرہ امت مسلمہ اور اُس کی شریعت نے ایک معتدل راہ اختیار کی کہ انسانیت کے ہر طبقے کے حقوق کی رعایت کا حکم فرمایا اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ اور مالک کائنات کے حلال کردہ جانوروں کے گوشت کو حلال اور جائز قرار دیا۔

## اقتصادی اور مالی اعتدال

اس باب میں دین اسلام نے اعتدال قائم رکھنے کے لیے زکوۃ، عشر، صدقہ اور خیرات وغیرہ کا ایک معتدل اور منظم دستور اور اصول قائم فرمایا کہ نہ تو سرمایادارانہ نظام کی حمایت و وکالت فرمائی کہ جس میں حلال و حرام کا کوئی امتیاز کیے بغیر اور اسی طرح کی بدحالی و خوش حالی سے صرف نظر کر کے صرف اور صرف زیادہ سے زیادہ مال و دولت جمع کرنے کو انسان کی سب سے بڑی فضیلت اور انسانیت کی معراج سمجھی جاتی ہے اور نہ ہی اشتراکی نظام کی دین اسلام نے پذیرائی کی کہ اس میں شخصی اور انفرادی ملکیت کو سرے سے ظلم قرار دیا جاتا ہے کیونکہ مذکورہ نظاموں میں دولت کو مقصد زندگی بنا لینا ہے حالانکہ دولت انسان کی خادم تو ہو سکتی ہے مگر مقصود و مطلوب نہیں۔ ([18])

---

17۔ ماہنامہ دارالعلوم، شمارہ 3، جلد: 98، دیوبند جمادی الاولی 1435ھ مطابق مارچ 2014ء

18۔ ایضاً



toobaafoundation.com

تاریخ انسانی میں دین اسلام سراپا انقلاب ثابت ہوا ہے اسلام نے انسانی زندگی کے ہر شعبے میں تاریخ ساز تبدیلی پیدا کی ہے دین اسلام نے دنیا کے مذہبی و سیاسی، علمی و فکری اور اخلاقی و معاشرتی حلقوں میں نہایت پاکیزہ اور دور رس انقلاب کی قیادت کی ہے زندگی کا کوئی ایسا گوشہ نہیں جہاں تک آفتاب اسلامی کی کرنیں نہ پہنچی ہوں قافلہ انسانیت، دین اسلام کی آمد سے پہلے ایک بھیانک اور تباہ کن رخ کی طرف محو سفر تھا۔ مجموعی طور پر پوری دنیا کی مذہبی، اخلاقی، معاشرتی، سیاسی، اور علمی حالت نہایت ابتر تھی۔ دین اسلام کی دل گیر صداؤں نے اسے ایک روح پرور، حیات بخش اور امن آفرین منزل کی طرف رواں دواں کر دیا کرہ ارضی مذہبی بے راہ روی، اخلاقی انار کی، سیاسی پستی، طبقاتی کشمکش، علمی و فکری تنزلی اور معاشرتی لا قانونیت کے اس آخری نقطے پر پہنچ چکا تھا۔ جس کے آگے سراسر ہلاکت، شر و فساد اور ہمہ گیر تباہی کی حکمرانی تھی۔ دین اسلام نے دنیا کو اس مہیب صورت حال سے نکال کر سرخروئی اور سرفرازی عطا کی۔([19])

## نام کے اعتبار سے امتیاز

دنیا میں جتنے مذاہب ہیں ان میں سے اکثر کسی مخصوص شخصیت یا خاص علاقہ کی طرف منسوب ہیں۔ اسلام کی یہ خوبی ہے کہ اس کا نام کسی شخصیت یا علاقہ کی مناسبت سے نہیں رکھا گیا بلکہ اس کے نام میں ایک پیغام دیا گیا ہے کہ جو فرد بھی اس دین کو قبول کرے گا وہ امن اور سلامتی میں آجائے گا۔ مولانا ابوالا علی مودودی لکھتے ہیں۔

> "دنیا میں جتنے مذاہب ہیں ان میں ہر ایک کا نام یا تو کسی خاص شخص کے نام پر رکھا گیا ہے یا اس قوم کے نام پر جس میں وہ مذہب پیدا ہوا۔ مثلاً عیسائیت کا نام اس لیے عیسائیت ہے کہ اس کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے، بدھ مت کا نام اس لیے بدھ مت ہے کہ اس کے بانی مہاتما بدھ تھے۔ زرتشتی مذہب کا نام اپنے بانی زرتشت کے نام پر ہے یہودی مذہب ایک خاص قبیلہ میں پیدا ہوا۔ جس کا نام یہودھ تھا۔ ایسا ہی حال دوسرے مذاہب کے ناموں کا ہے مگر اسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ کسی شخص یا قوم کی طرف منسوب نہیں ہے بلکہ اس کا نام ایک خاص صفت کو ظاہر کرتا ہے جو لفظ اسلام کے معنی میں پائی جاتی ہے"([20])

## ازلی، قدیم اور دائمی دین

اسلام اللہ کا پسندیدہ پیغام ہے جس کی مقدس شمع آدم علیہ السلام سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک جملہ انبیاء اپنے اپنے دور میں روشن کرتے رہے اس کی تکمیل اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے فرمائی ہے۔ گویا حضرت آدم علیہ السلام سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے بھی انبیاء آئے انہوں نے اسلام ہی کی دعوت دی۔ مولانا مودودی لکھتے ہیں:

"یہ درحقیقت کوئی جدید العہد مذہب نہیں ہے جس کی بنا پر اب سے 1363 برس پہلے عرب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈالی ہو، بلکہ جس روز پہلے مرتبہ اس کرہ زمین پر انسان کا ظہور ہوا اسی روز خدا نے انسان کو بتا دیا تھا کہ تیری لیے صرف "الاسلام" ہی ایک صحیح طرز عمل ہے۔ اس کے بعد دنیا کے مختلف گوشوں میں وقتاً فوقتاً جو پیغمبر بھی خدا کی طرف سے انسانوں کی رہ نمائی کے لیے مامور ہوئے ہیں۔ ان سب کی دعوت بھی بلا استثناء اسی اسلام کی طرف رہی ہے جس کی طرف بالآخر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو دعوت

---

19۔ قاسمی، محمد اللہ خلیلی، ماہنامہ دارالعلوم، شمارہ 12، جلد: 95، دیوبند، محرم الحرام 1433 ہجری مطابق دسمبر 2011ء۔ ص 1

20۔ مودودی، ابوالا علی، مولانا، دینیات، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، 1960ء، ص 9



toobaafoundation.com

دی۔ یہ اور بات ہے کہ موسیٰ کے پیروؤں نے بعد میں بہت سی مختلف چیزوں کی آمیزش کر کے ایک نظام یہودیت کے نام سے اور مسیح کے پیروؤں نے دوسرا نظام مسیحیت کے نام سے اور اسی طرح ہندوستان، ایران، چین، اور دوسرے ممالک کے پیغمبروں کی امتوں نے مختلف مخلوط و مرکب نظامات دوسرے ناموں سے بنا لیے ہوں لیکن موسی اور مسیح اور دوسرے تمام مصروف وغیرہ معروف انبیاء جس دین کی دعوت دینے آئے تھے وہ خالص اسلام تھا نہ کہ کچھ اور" (21)

## غیر متعصب دین

دین اسلام نسلی تفریق کا خاتمہ کرتا ہے۔ اس کی تعلیمات نسلی تعصبات سے مبرا ہیں۔ اسلام کی تعلیمات اتفاق اور اتحاد پر مبنی ہیں۔ اس میں کسی خاص نسل یا قبیلے کی بنا پر کسی سے نفرت یا دشمنی کی سخت مخالفت کی گئی ہے جب کہ دیگر ادیان ایک دوسرے پر برتری کے دعوی دار ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

إِنَّ أَكۡرَمَكُمۡ عِندَ ٱللَّهِ أَتۡقَىٰكُمۡ(القرآن 13:49)

ترجمہ: در حقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔

اس حوالے سے عماد الحسن فاروقی لکھتے ہیں۔

"اسلامی تصور الٰہ میں خدا تعالیٰ کی رحمت و ہدایت اور فائدہ پہنچانے والی صفات تمام انسانوں (اور بہت سی خصوصیات تمام مخلوقات) کے لیے عام ہے۔ قرآن میں نجات و ہدایت کا وعدہ نسلی یا جغرافیائی اعتبار سے کسی مخصوص قوم یا جماعت میں سے نہیں ہے بلکہ ایمان اور عمل صالح کی شرط کے ساتھ بنی نوع انسان کو محیط ہے دو طرف یہودیت کے بر خلاف، جہاں عہد خداوی، نجات، جزا و سزا وغیرہ اجتماعی حیثیت سے بنی اسرائیل کی پوری قوم کے لیے ہے۔ اسلام میں اللہ تعالیٰ کا عہد ہر انسان سے انفرادی حیثیت سے ہے، اس لیے اس کی نجات، جزا یا سزا بھی انفرادی حیثیت سے ہو گی۔"(22)

## آسان دین

اسلام میں سہولت اور آسانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے انسانوں کو ایسے احکام کا مکلف نہیں ٹھہرایا گیا جو ان کے لیے نا قابل تحمل یا باعث مشقت ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يُرِيدُ ٱللَّهُ بِكُمُ ٱلۡيُسۡرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ ٱلۡعُسۡرَ(القرآن 185:2)

ترجمہ: اللہ تم سے آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور وہ تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا۔

دوسری جگہ فرمایا:-

لَا يُكَلِّفُ ٱللَّهُ نَفۡسًا إِلَّا وُسۡعَهَا (القرآن 286:2)

اللہ کسی کو اس کی برداشت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔

---

21۔ مودودی، ابوالاعلی، مولانا، دین حق، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، 1960ء، ص4

22۔ فاروقی، عماد الحسن، آزاد، دنیا کے بڑے مذاہب، نئی دہلی، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ جامعہ نگر، 1986، ص325



toobaafoundation.com

### وحی پر مبنی دین

دنیا میں سینکڑوں مذاہب اور نظریات پائے جاتے ہیں ان میں سے بعض انسانی ذہن کی اپنی تخلیق ہے اور بعض کا دعویٰ ہے کہ وہ الہامی ہیں یا ان کا نزول اللہ کی طرف سے ہوا ہے اسلام کا تعلق دوسری قسم سے ہے قرآن مجید کی متعدد آیات میں یہ دعوی کیا گیا ہے کہ قرآن اور اس کی تعلیمات اس عظیم ذات کی نازل کردہ ہیں جو ساری کائنات کا خالق و مالک ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى ٱلْقُرْءَانَ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ(القرآن6:27)

ترجمہ: اے (نبیؐ) بلاشبہ تم یہ قرآن ایک حکیم و علیم ہستی کی طرف سے پارہے ہو۔

الٓمٓ تَنزِيلُ ٱلْكِتَٰبِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِن رَّبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ(القرآن2-1 : 32 )

ترجمہ: ا۔ل۔م۔اس کتاب کی تنزیل بلاشبہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔

### دین سعادت

دین اسلام لوگوں کو دنیا و آخرت کی سعادتوں سے ہم کنار کرتا ہے ان کے حصول کے ذرائع اور طریقے بتاتا ہے اور شقاوت و بدبختی سے بچاتا ہے اور اس کی مختلف شکلوں اور قسموں سے آگاہ کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِۦ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ(القرآن 105 : 11 )

ترجمہ: جب وہ (دن) آگے گا تو کسی کو بات کرنے کی مجال نہ ہوگی الا یہ کہ اللہ کی اجازت سے کچھ عرض کرے پھر کچھ لوگ اس روز بدبخت ہوں گے اور کچھ نیک بخت۔

وَأُو۟لَٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلْخَيْرَٰتُ ۖ وَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ(القرآن88 : 9)

ترجمہ: یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

گویا دین اسلام ایک نظام بھی ہے اور ایک عقیدہ بھی۔اس پہلو سے اس کی بعض خصوصیات ہیں، جو دوسرے نظام ہائے زندگی میں نہیں پائی جاتیں۔ان میں سب سے پہلی خصوصیت یہ ہے کہ یہ نظام اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے کسی انسان کا مرتب کردہ نہیں ہے اس پر عمل کرنے والا عنداللہ اجر کا مستحق ہوگا اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ نظام یُسر ہے یعنی آسانی پر مبنی دین میں ہر شخص کے لیے اس کی واقعی استطاعت و طاقت کے مطابق احکام ہیں یہ انسانی فطرت کے مطابق ہے۔دین اسلام نظام اعتدال و توازن پر مبنی ہے۔اور ہر شعبہ حیات میں توازن موجود ہے۔اس نظام حیات کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا عملی نمونہ خود اس کے بیان کرنے والے (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے پیش کر دیا ہے۔اس لیے یہ سوال پیدا نہیں ہو سکتا کہ یہ قابل عمل نہیں ہے اور اس پر چل کر انسانیت فلاح نہیں پاسکتی بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا عملی نمونہ پیش کر کے ان سوالات کا جواب دے دیا ہے۔(23)

### اسلام کا نظامِ معاشرت

23۔ فاروقی، عماد الحسن، آزاد، دنیا کے بڑے مذاہب، نئی دہلی، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ جامعہ نگر، 1986، ص 210



toobaafoundation.com

انسان اپنی فطرت میں جماعتی زندگی کا محتاج ہوتا ہے۔ بغیر اجتماعیت کے اس کی زندگی ناممکن ہے خاندان کی محدود اجتماعیت سے باہر جو ایک وسیع و عریض اجتماعیت ہے اسے معاشرہ کہتے ہیں اور اس کی ابتداء دراصل اُسی وقت ہوگئی تھی جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تھا انسان اپنی پیدائش سے لے کر موت تک معاشرے کا محتاج ہوتا ہے۔ انسان کے اعمال، اغراض اور عادات کی جماعتی زندگی (معاشرہ) کے بغیر کوئی قیمت نہیں ہے۔ فطری طور پر انسان دو چیزوں کا مرکب ہے نسیان اور انس۔ انسان بار بار بھولتا ہے تو اس کے لیے اسے دوسروں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ کیونکہ الگ تھلگ رہ کر اور دوسرے افراد کا تعاون اور اشتراک حاصل کئے بغیر کسی فرد کا زندگی بسر کرنا ممکن نہیں۔ اسی طرح انسان کو محبت و شفقت کی ضرورت ہوتی ہے جس کے لیے اسے معاشرے میں رہنا پڑتا ہے کیونکہ یہ تنہائی میں نہیں ملتی بلکہ معاشرے میں رہ کر ملتی ہے لہٰذا ان سب ضرورتوں کے تحت انسان کو معاشرہ کی ضرورت پڑی۔

## معاشرت کا مفہوم

معاش سے مراد مل جل کر زندگی گذارنا ہے۔ اس سے لفظ ''معاشرت'' ہے جس کے معنی ہیں رہنے سہنے کا طریقہ اور طرز زندگی، کسی کے ساتھ عیش کرنا یا آپس میں مل جل کر زندگی گزارنا ''معاشرت'' ہی سے لفظ ''معاشرہ'' بنا ہے جس کے معنی مل جل کر زندگی بسر کرنا اسی طرح اصطلاح میں مل جل کر رہنے کو ''معاشرت'' کہتے ہیں۔

اصطلاح میں معاشرہ سے مراد لوگوں کا گروہ جو کسی مشترکہ مقصد کے لئے باہم متحد ہو۔ خصوصاً ادبی، سائنسی، مذہبی، فلاحی مقاصد یا شادمانی وغیرہ کے لیے افراد کا ربط وضبط جیسے قوم جو باہمی مفاد اور تحفظ کی بناء پر منظم ہو، کسی خطے کے لوگ یا کسی دور کے لوگ جن میں بلحاظ اطوار، رسومات یا معیارات زیست، یگانگت پائی جائے۔ جماعتی زندگی جس میں ہر فرد کو رہنے سہنے، اپنی ترقی اور فلاح و بہبود کے لیے دوسروں سے واسطہ پڑتا ہے۔ (24)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ ''آداب المعاشرت'' میں فرماتے ہیں کہ شریعت کے پانچ جز ہیں: عقیدہ، اعمال، اخلاق، معاملات اور حسن معاشرت۔ شریعت ان پانچوں اجزا کے مجموعے کا نام ہے مسلمانوں کو ان سب کا اختیار کرنا ضروری ہے معاشرہ عربی لفظ ہے عربی قواعد کی رو سے اس لفظ کا استعمال دو فرد یا دو قوموں کے باہمی سلوک، رہن سہن، طریقہ بود و باش اور ثقافتی انداز پر ہوتا ہے۔

## اسلامی نظام معاشرت کا ارتقاء اور اس کی تکمیل

قافلہ انسانی کے عظیم سرخیل، ابوالبشر، سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد جنت کی راحت بھری زندگی بھی ان کے لیے بے کیف تھی تو خالق کائنات، عالم الغیب اللہ تعالیٰ نے ان کی تنہائی کی وحشت کو انسیت میں بدلنے کے لیے ان کی رفیقہ حیات کو بھی پیدا فرمایا۔ ابھی حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت حوا علیہا السلام کے ساتھ رہنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کی تعلیم دی اور انہیں آپ کی منکوحہ بنا کر دونوں کو جنت میں رہنے کی اجازت دی۔

وَقُلْنَا يَٰٓـَٔادَمُ ٱسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ ٱلْجَنَّةَ(القرآن 35 : 2)

ترجمہ: ''ہم نے کہا: اے آدم تم اور تمہاری رفیقہ حیات دونوں جنت میں مقیم رہو''

پھر ایک قضیہ نامرضیہ کے نتیجے میں یہ دو نفری قافلہ روئے زمین پر آباد ہوا اور ان کے ازدواجی رشتے کی برکت سے راہ رو آتے گئے اور کاروان انسانیت بنتا گیا۔

---

24۔ فاروقی، عماد الحسن، آزاد، دنیا کے بڑے مذاہب، نئی دہلی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر، 1986، ص 36



toobaafoundation.com

الحاصل انسانی معاشرے کی ابتداءایک مرد اور ایک عورت سے ہوئی اور اسلامی معاشرت کی ابتداءانہیں دوافراد کے درمیان نکاح اور اس کے متعلقہ احکام و قوانین سے ہوئی اور باقی تمام رشتے ماں باپ اور بھائی بہن وغیرہ اسی ایک رشتہ نکاح کی فروع کے طور پر ظاہر ہوئے، پھر ہر رشتے کے اعتبار سے حسب ضرورت انتظامی احکام کی بھی ضرورت پڑتی گئی۔اس طرح ''نظام معاشرت'' والٰہی کے ذریعے وجود میں آیا اور اس کی انتہاو تکمیل اسلام کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر ہوئی۔

ٱلۡيَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِينَكُمۡ وَأَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِي (القرآن 3 : 5 )

ترجمہ: ''آج میں نے تمہارا دین تمہارے واسطے مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی''

بہر حال شریعت محمدیہؐ ایک مکمل نظام معاشرت ہی نہیں، بلکہ سارے عالم کے لیے مکمل نظام حیات بھی ہے۔

## افراد معاشرہ کا ذاتی اتحاد اور صفاتی تنوع

جب روئے زمین پر بسنے والے سارے انسان ایک ماں باپ کی اولاد ٹھہرے، تو اس عمومی رشتہ انسانیت اور آدمیت کے لحاظ سے سب ذاتی طور پر متحد اور ایک ہی صف میں کھڑے ہیں۔تاہم مختلف علاقوں اور زمین کے مختلف خطوں میں آباد ہونے کی وجہ سے، ان میں آپس میں مختلف برادریاں، قرابت داریاں اور حیثیتیں قائم ہو گئیں۔ چنانچہ وہی اولادِ آدم مرد و عورت کی شکل میں کہیں شوہر بیوی کی حیثیت رکھتے ہیں، تو کہیں باپ اور بیٹی، کہیں ماں اور بیٹے کی تو کہیں حاکم اور محکوم کی وغیرہ وغیرہ۔

الغرض تمام افرِدِ بشر کا آدمیت کے اعتبار سے متحد ہونے کے باوجود حیثیت اور نوعیت کے لحاظ سے مختلف ہونا، ایک حسین امتزاج ہے جو برائے افتراق و تفریق نہیں بلکہ برائے زینت و مصلحت ہے۔ براءے زینت اس طرح ہے کہ جیسے کسی باغ و چمن کی زیبائش مختلف النوع پھولوں سے ہے اسی چمن انسانیت کی زینت مختلف النوع افراد سے ہے۔

اور'' برائے مصلحت'' اس طرح کہ برادریوں کے اختلاف سے افراد کی شناخت اور تعارف حاصل ہوتا ہے، اگر برادریاں مختلف نہ ہوتیں تو لاکھوں کروڑوں انسانوں میں ہم نام لوگوں کی شناخت کیسے ہو سکتی تھی؟[25]

قرآن کریم اسی عظیم مصلحت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقۡنَٰكُم مِّن ذَكَرٖ وَأُنثَىٰ وَجَعَلۡنَٰكُمۡ شُعُوبٗا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓاْۚ (القرآن 13 : 49 )

ترجمہ: اے انسانو! ہم نے تم سب کو ایک ماں باپ کی اولاد بنایا اور تم کو مختلف شاخوں، خاندانوں، اور برادریوں میں بانٹا، تاکہ تم ایک دوسرے کی شناخت کر سکو۔

## اسلام کا معاشرتی انقلاب

### پہلا کارنامہ انسانی برادری میں مساوات

---

25۔ فاروقی، عماد الحسن، آزاد، دنیا کے بڑے مذاہب، نئی دہلی، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ جامعہ نگر، 1986، ص14



toobaafoundation.com

پوری دنیا ظہور اسلام سے قبل سماجی سطح پر مختلف ناہمواریوں کا شکار تھی۔ کہیں نسلی منافرت اور طبقاتی کش مکش جاری تھی تو کہیں مرد و عورت کے درمیان تشدد اور افراط و تفریط پائی جاتی تھی صنف نازک پر ظلم و ستم کے پہاڑ ٹوٹتے تھے انسان خود انسانوں کے بنائے ہوئے غیر متوازن نظاموں میں جکڑا ہوا تھا۔ عام انسانوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کی کوئی قیمت نہ تھی۔ انسان کو انسان شمار نہیں کیا جاتا تھا۔ عام انسان غلامی اور ظلم کی زنجیروں میں اس طرح جکڑے ہوئے تھے کہ جانوروں کی طرح مجبورِ محض تھے۔

اسلام نے سب سے پہلے انسانوں کے درمیان نبی ہوئی اس عدم مساوات اور ظلم کی دیوار کو پاش پاش کیا۔ انسانی معاشرے کے درمیان مساوات اور انسانی حقوق میں سب کی شرکت اسلام کا ایک اہم انقلابی تصور تھا۔ جس نے دنیا کی تصویر بدل ڈالی اسلام سے پہلے کے معاشروں اور تہذیبوں میں جملہ انسانی طبقات کے درمیان مساوات کا فقدان تھا۔

یہود خود کو اللہ کی اولاد اور اشرف الناس سمجھتے تھے۔ جب کہ دوسروں کی پیدائشی ذلیل اور حقیر سمجھتے تھے۔ ان کی مذہبی کتاب ''تلمود'' کے مطابق یہودی روئے زمین کی سب سے بہترین مخلوق تھے۔ اور دیگر انسانی طبقے خود یہودی نہیں ہو سکتے تھے اور کسی صورت میں ان کے برابر نہیں ہو سکتے تھے۔ اس وقت کی سپر پاور وقت رومن امپائر نے سماج کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا: (1) امراء جنہیں بغاوت کے علاوہ کسی جرم میں سزائے موت نہیں دی جاسکتی تھی۔ (2) متوسط طبقہ جسے غیر معمولی جرم میں سزائے موت دی جاسکتی تھی۔ (3) نچلا طبقہ جس کے افراد کو معمولی جرائم میں قتل کر دیا جاتا تھا، زندہ آگ میں جھونک دیا جاتا تھا۔ ایران والے اپنی قومیت کو عظمت و تقدیس کو نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ہندوستان میں بھی طبقہ واری امتیاز عروج پر تھا۔ خود عرب میں قبائلی تعصب اور جتھ بندی بڑی سخت تھی۔

عالمی تاریکی کے اس مہیب ماحول میں مکہ کی سنگلاخ وادیوں سے یہ نوید جانفزا سنائی دی کہ تمام انسان اصل خلقت کے اعتبار سے برابر ہیں۔

اعلان ہوا کہ:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُواْ رَبَّكُمُ ٱلَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفۡسٖ وَٰحِدَةٖ وَخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالٗا كَثِيرٗا وَنِسَآءٗۚ (القرآن 1 : 4)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلا دیں۔

سارے انسان پیدائشی اعتبار سے برابر ہیں ان میں کوئی اونچ نیچ نہیں کوئی پاک یا ناپاک نہیں، کالے اور گورے، ہندی اور عربی، آرین و سامی، ایشیائی اور یورپی، مشرقی و مغربی سب ایک درجہ کے اور ایک طرح کے حقوق رکھنے والے انسان ہیں۔ اگر بڑائی اور برتری کا کوئی معیار ہے تو وہ صرف تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔

إِنَّ أَكۡرَمَكُمۡ عِندَ ٱللَّهِ أَتۡقَىٰكُمۡۚ (القرآن 13 : 49)

ترجمہ: ''اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ متقی ہو۔''

انسانی برادری میں مساوات اور عالمگیر اخوت کا نعرہ اسلام نے دیا اور اس کو عملی شکل میں دنیا میں رائج کیا۔ مغربی ممالک میں طبقاتی اور نسلی تفریق بیسویں صدی تک موجود تھی اور وہ اس سے آزادانہ ہو پائے۔ آج سے چودہ سو سال قبل عرب میں اسلام کی زیر سر پرستی جس عالمی برادری کی تشکیل ہوئی۔ تب سے آج تک ہر دور اور ہر خطے میں اس عالمگیر اخوت اور مساوات انسانی کا مشاہدہ کیا جاسکتا



toobaafoundation.com

ہے۔ مغرب ہزار علم و فن اور تہذیب و تمدن کے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود دلوں سے نسلی امتیاز ختم کرنے میں بُری طرح ناکام رہالیکن اسلام کی تاریخ بتاتی ہے کہ اسلام نے ایک مختصر مدت میں اس برائی کو ہمیشہ کے لیے دفن کر دیا۔

دوسرا کارنامہ: عورتوں کے ساتھ انصاف

معاشرتی سطح پر اسلام کا دوسرا اہم کارنامہ عورتوں کو ان کا جائز حق دلانا اور معاشرے میں ان کے صحیح کردار کو بحال کرنا ہے ظہور اسلام سے قبل عورتیں معاشرے میں زبوں حالی کا شکار تھیں۔ انسانوں کے خود ساختہ اصولوں نے ہمیشہ اس کے ساتھ بے اعتدالیاں برتیں عرب کے جاہلی معاشرے میں عورت کے ساتھ عمومی بد سلوکی روا رکھی جاتی تھی۔ اور اس کے حقوق پامال کیے جاتے تھے وہ اقرباء وغیرہ کے ترکہ حق دار تو کجا، سامان و حیوان کی طرح وراثت میں منتقل ہوتی تھی۔ ہندوستان میں عورتوں کا براحال تھا۔ بیوہ مستحق طعن و تشنیع سمجھی جاتی اور عموماً شوہر کے ساتھ ستی ہونے پر مجبور کی جاتی۔ یونانی تمدن میں بھی صنف نازک قانونی، اخلاقی، معاشی اور معاشرتی حقوق سے محروم تھی۔ رومن تہذیب میں عورت زمرۂ انسانیت سے خارج تصور کی جاتی تھی۔ ان کے ساتھ جانوروں کا سا سلوک کیا جاتا تھا انگلستان میں کمزور اور بد صورت لڑکیاں سرِ دار چڑھادی جاتی تھیں۔ ایران میں عورتوں کو باعث شرم وندامت سمجھا جاتا تھا۔ الغرض ایک ظالمانہ ماحول تھا صنف نازک ظلم و ستم کے بوجھ تلے کراہ رہی تھی، ہر جگہ اس کے اخلاقی و معاشرتی حقوق پامال کیے جاتے تھے۔

ایسے وقت میں اسلام نے انسانیت کے ضمیر کو جھنجھوڑا اور عورتوں کو ان کا فطری اور قدرتی حق دلایا۔ قرآن کا اعلان ہوا: وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (عورتوں کے ساتھ بھلے انداز میں زندگی بسر کرو) (القرآن، 19:4) وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ (اور عورتوں کو معروف طریقے کے مطابق حقوق حاصل ہیں، جیسے مردوں کو ان پر حاصل ہیں) (القرآن، 2 : 228) اسلام کی یہی انقلاب انگیز پکار تھی جس نے اقوام عالم کو احساس دلایا کہ کسی مخلوق کے ساتھ ظلم سراسر ناجائز ہے۔ اسلام نے عورت کی عزت افزائی کی۔ ایک عورت کے بحیثیت ماں، بیوی، بہن اور بیٹی کے حقوق مقرر کیے۔ اسلام کی ایسی انقلاب انگیز پکار کی وجہ سے غیر اسلامی ممالک میں بھی عورتوں کے حقوق نے ترقی کی، مگر صحیح ربانی تعلیمات کے فقدان اور مذہب بیزاری کی وجہ سے مغربی تہذیب نے اعتدال کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ مغرب کے کوتاہ نظر نام نہاد دانشوروں نے عورتوں کو ان کے مقام سے زیادہ اوپر اُٹھا کر ایک بار پھر انہیں ظلم و ستم کا نشانہ بنا دیا۔ مساوات اور آزادی نسواں کے پردے میں ان کے ساتھ فراڈ کیا جا رہا ہے۔ ڈھنڈورا یہ پیٹا کہ عورتوں کو مردوں کے دوش بدوش لانا ہے، مگر عملاً یہ ہوا کہ انہیں منظر عام پر بازار کا سودا بنا دیا گیا۔

تیسرا کارنامہ: مرد و عورت کے باہمی تعلق کی نوعیت

اسلام سے پہلے عورت اور مرد کے باہمی رشتے میں بڑی بے ہنگمی تھی ساری دنیا فطرت کے خلاف افراط و تفریط کے راستے پر گامزن تھی کوئی مستحکم نہ تھا، جس کی بنیاد پر ازدواجی رشتہ قائم ہوا ایرانی قانون و معاشرت میں ازدواجی تعلقات کے لیے کسی بھی رشتے کا استثنا نہ تھا۔ ایران کے اس شدید شہوانی رجحان کا ایک غیر فطری اور سخت رد عمل یہ ظاہر ہوا کہ ایک حکمراں مانی نے مرد و عورت کا باہمی اجتماع حرام قرار دے دیا۔ پھر مزدک نے تمام عورتوں کو تمام مردوں کے لیے حلال کر دیا۔ جن سے پورا ایران جنسی انارکی اور شہوانی بحران میں ڈوب گیا۔ ہندوستانی مذہب و تمدن میں شہوانی جذبات اور جنسی میلان کو ابھارنے والے عناصر چھائے ہوئے تھے۔ تن پرستی اور نفس پروری کے بالمقابل دوسری طرف نفس کشی اور ریاضت و مجاہدہ جوگ و تپسیا کا سلسلہ جاری تھا۔ خود عرب میں زنا کوئی معیوب بات نہیں تھی اور اس کے بہت سے طریقے رائج تھے۔ غرض دنیا شہوت و تجرد کے دونوں سروں میں تقسیم اور اعتدال و توازن سے محروم تھی۔



toobaafoundation.com

اسلام کی نگاہ میں مرد و عورت انسانی سماج کے دو لازمی جزہیں۔اسلام نے مردوں اور عورتوں سے متعلق نہایت متوازن قانون دیا ہے۔ انسانی حقوق میں مردوں اور عورتوں کو مساوی درجہ دیا گیا ہے، بال بچوں کی تربیت کی ذمہ داری عورتوں پر اور کسب معاش کی ذمہ داری مردوں پر رکھی گئی ہے۔سماجی زندگی کا یہ نہایت ہی زریں اصول ہے۔جس میں خاندان نظام کی بقااور اخلاقی اقدار کی حفاظت اور عورت کو ناقابل برداشت مصائب سے بچانا ہے۔

## اسلام کے معاشرتی احکام و تعلیمات کی بنیاد

اگر بہ غور دیکھا جائے، تو پورا انسانی کنبہ دو منظم رشتوں سے جڑا ہوا ہے، ایک عمومی رشتہ یعنی انسانیت، دوسرے خاندانی قرابت داریاں۔ انسان ان ہی دو رشتوں کی بنیاد پر معاشرتی ذمہ داریوں اور فرائض کو بجالانے کا مکلف ہے۔مرد کو لے لیجیئے۔اگر معاشرے میں اس کی حیثیت شوہر کی ہے تو رشتہ زوجیت کی وجہ سے بیوی پر حاکمانہ اختیار کا مالک ہے۔اور اگر باپ ہے تو رشتہ اُبوت کی وجہ سے وہ حقوق پدری کو انجام دینے کا مکلف ہے، اسی طرح اگر بیٹا ہے تو رشتہ فرزندی کی وجہ سے اس پر والدین کی اطاعت واجب ہے۔

پھر عورت کو لے لیجیئے، اگر معاشرے میں اس کی حیثیت بیوی کی ہے، تو منکوحہ ہونے کی حیثیت سے اس پر اپنے شوہر کی تابع داری میں رہنا ضروری ہے۔اور اگر وہ ماں ہے تو بچوں کو اپنی ممتا کے سائے میں اُن کی دینی تربیت کرنا اس کا فریضہ ہے۔اسی طرح اگر کوئی حکومت کے اختیارات کا حامل ہے، تو محکومین کے ساتھ عدل و انصاف قائم کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔اسی طرح روحانی رشتے سے جڑے ہوئے افراد کو دیکھیے، مثلاً استاد و شاگرد کا رشتہ، کہ شاگرد پر طالبعلمانہ رشتہ کی وجہ سے استاد کی تعظیم و توقیر کرنا ضروری ہے۔

اسی طرح دو افراد کے درمیان نسبتی قرابت نہ بھی ہو تب بھی اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ انسانی ہمدردی کے ناطے ایک مسلمان دوسرے مسلمان شخص کے ساتھ حسن سلوک کا مکلف ہے قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَٰنًا وَبِذِي ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَٰمَىٰ وَٱلْمَسَٰكِينِ وَٱلْجَارِ ذِي ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْجَارِ ٱلْجُنُبِ وَٱلصَّاحِبِ بِٱلْجَنۢبِ(القرآن 36 : 4 )

ترجمہ: اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، نیز رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریب والے پڑوسی، دور والے پڑوسی، ساتھ بیٹھے ہوئے (یا ساتھ کھڑے ہوئے) شخص (اچھا برتاؤ رکھو)

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ رشتہ دار اور غیر رشتہ دار سبھی کے ساتھ حسن سلوک کریں۔خلاصہ یہ کہ معاشرے کا ہر رشتہ قرابت یا رشتہ انسانیت واخوت کی بنیاد ہی نظام معاشرت سے وابستہ اور معاشرتی فرائض کا پابند ہے۔سبحان اللہ! کتنا معقول نظام ہے اسلام کی معاشرت کا!(26)

## اسلام کے معاشرتی نظام کی تصویر کشی

اسلام، افراد و اجتماعیت کو سنوارنے کے لیے اور خوب صورت مثالی معاشری تشکیل دینے کے لیے اقدامات کرتا اور کیسی عمدہ تعلیمات فراہم کرتا ہے۔معاشرتی تعلیم کے چند اہم گوشے درج ذیل ہیں۔

(الف) مہذب اور شائستہ گفتگو کا طریقہ:

---

26۔ جاوید احمد، مولانا، اسلام کا معاشرتی نظام، ص 15



toobaafoundation.com

سب سے پہلے انسان اپنے معاشرے میں، جس چیز سے اپنی شناخت قائم کرتا ہے وہ اس کی بات چیت کا انداز ہے۔ انداز تکلم، گفتگو کی شائستگی، زبان کی مٹھاس اور اس کی حلاوت وگھلاوٹ ایسی چیز ہے جو مخاطب کے جسم پر نہیں بلکہ اس کے قلب و دماغ پر اثر انداز ہوتی ہے، بات کے پر نہیں ہوتے، پھر بھی وہ طاقت پرواز رکھتی ہے۔

حسن کلام کی تاثیر کے پیش نظر قرآن کریم نے مہذب گفتگو کے لیے کیسی جامع تہذیب سکھائی ہے!! فرمایا:

وَقُولُوا۟ لِلنَّاسِ حُسْنًا(القرآن 83 : 2 )

ترجمہ: "لوگوں سے خوب صورت بات کرو۔"

پھر بات میں حسن و جمال کیسے پیدا ہو؟ اس کے لیے قرآن کریم نے دیگر مختلف مقامات پر ''قول'' کی 9 صفات بیان فرمائی:

1۔ قول کریم، عزت کی بات
وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا(القرآن 23 : 17 )

2۔ قول سدید، درست بات
وَقُولُوا۟ قَوْلًا سَدِيدًا(القرآن 70 : 33)

3۔ قول معروف، بھلی بات
وَقُولُوا۟ لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا(القرآن 8 : 4 )

4۔ قول طیب، پاک اور عمدہ بات
مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً(القرآن24 : 14 )

5۔ قول بلیغ، بامقصد اور موثر بات
وَقُل لَّهُمْ فِيٓ أَنفُسِهِمْ قَوْلًۢا بَلِيغًا(القرآن 63 : 4 )

6۔ قول میسور، آسانی کی بات
فَقُل لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا(القرآن 28 : 17 )

7۔ قول لین، نرم بات
فَقُولَا لَهُۥ قَوْلًا لَّيِّنًا(القرآن 44 : 20 )

8۔ قول سلام، رفع شر اور عافیت کی بات
وَإِذَا خَاطَبَهُمُ ٱلْجَٰهِلُونَ قَالُوا۟ سَلَٰمًا(القرآن63 : 25 )

9۔ قول صدق، سچی بات
وَكُونُوا۟ مَعَ ٱلصَّٰدِقِينَ(القرآن 119 : 9 )

قرآن کریم خوب صورت بات کی تشریح ان مذکورہ بالا نو (9) اوصاف سے کرتا ہے تاکہ ہر بات موقع محل اور مخاطبین کے معیار کے مناسب ہو ظاہر ہے کہ جس شخص کی بات ان نو اوصاف سے آراستہ ہوگی وہ اپنے معاشرے کا کیسا فرد بنے گا، کیوں نہیں لوگ اس کی جادو بیانی سے متاثر و مسحور ہوں گے۔ جب گفتگو کی تہذیب کا یہ عالم ہے تو دیگر اعمال واخلاق کی تہذیب پر اسلام نے کتنا زور دیا ہوگا۔

کیوں کہ بات زیادہ اہم انسان کا عمل ہے چنانچہ حسن عمل کے لیے قرآن کریم ایک اصولی ضابطہ بیان کرتا ہے:

خَلَقَ ٱلْمَوْتَ وَٱلْحَيَوٰةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا(القرآن 2 : 67 )

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے موت وحیات کو اس لیے پیدا فرمایا، تاکہ وہ تمہارا امتحان لے کہ کون اچھا عمل پیش کرتا ہے''



toobaafoundation.com

جب حسن کلام کے لیے نو اوصاف کا ہونا ضروری ہے تو عمل جو کلام سے بھی زیادہ اہم ہے، اس کے حسن کے لیے کتنی صفات کا ہونا ضروری ہوگا۔ جب کہ حسن عمل پر ہی ہمارا امتحان ہونا ہے اور اسی پر ہماری کامیابی کا مدار بھی ہے۔(27)

(ب) اسلام کی معاشرتی تعلیم کا دوسرا اہم گوشہ والدین اور قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی ہے۔ والدین کی عظمت و بزرگی ہر معاشرے میں مسلم ضرور ہے لیکن اس حوالے سے قرآن میں فرمایا گیا۔

وَإِن جَٰهَدَاكَ عَلَىٰٓ أَن تُشۡرِكَ بِي مَا لَيۡسَ لَكَ بِهِۦ عِلۡمٞ فَلَا تُطِعۡهُمَاۖ وَصَاحِبۡهُمَا فِي ٱلدُّنۡيَا مَعۡرُوفٗا

(القرآن 15 : 31)

ترجمہ: ''اور اگر وہ تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے جس کا تجھے بھی علم نہیں تو ان کا کہنا نہ ماننا ہاں دنیا (کے کاموں) میں ان کا اچھی طرح ساتھ دینا''

والدین اگر کافر و مشرک بھی ہوں تب بھی ان کے ساتھ بے رخی اور بے تعلقی جائز نہیں، بلکہ حسن سلوک میں کافر والدین بھی مسلم والدین کے برابر ہیں۔ حالانکہ مذہبی اختلاف باعثِ عداوت و بغض ہے، لیکن پھر بھی ایسا جامع ادب سکھلایا گیا، جو ظاہری محبت اور بغض فی اللہ، یعنی محبت و نفرت کا حسین سنگم ہے۔

(ج) اسلامی معاشرت کا تیسرا اور اہم گوشہ مسلمانوں کا باہمی اتحاد و اتفاق ہے۔

آج امت مسلمہ کی سب سے اہم ترین ضرورت اتحاد و اتفاق ہے، یہی ہر مسلمان کے دل کی آواز ہے اس حوالے سے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ

> ''اسلام میں معاشرت کی تعلیم اس طرح دی گئی، جس سے انسان میں تواضع پیدا ہو اور تجربہ کر لیا جائے کہ بدون تواضع کے ہمدردی اور اتفاق پیدا نہیں ہو سکتا اور یہی معاشرت کی جڑ ہے۔''

ایک اور جگہ فرمایا

> ''تکبر اور تکلف تو معاشرے کی جڑیں اکھاڑتا ہے، اس لیے کہ متکبر دوسروں سے بڑا بن کر رہتا ہے، پھر دوسرں کے ساتھ مساوات و ہمدردی کہاں رہی؟!''

حضرت تھانویؒ کے ارشاد سے دو باتیں سمجھ میں آئیں۔

(1) مسلمانوں کا باہمی اتفاق اسلامی تہذیب و معاشرت کا اہم جز ہے۔

(2) باہمی اتحاد، ہمدردی کا اصل ذریعہ تواضع ہے جبکہ تکبر نااتفاقیوں اور نفرتوں کا کلیدی سبب ہے۔

بس یہی حقیقت ہے معاشرے میں اتحاد کے قائم ہونے کی، اگر کوئی فرد یا جماعت اللہ کی رضا کے لیے خود کو چھوٹا بنا لے اور اپنی خودی کو مٹا دے تو وہ دوسرے فرد یا جماعت کے ساتھ یقیناً ضم ہو جائے گا، لیکن اگر کوئی ایک فرد دوسرے کے سامنے نہ جھکے تو یہی تکبر ہے اور یہیں سے انتشار شروع ہو جائے گا۔ پس ثابت ہوا کہ تواضع امت کے جوڑ کا ذریعہ ہے اور تکبر امت کے توڑ کا سبب ہے۔

(د) اسلامی معاشرت کا چوتھا اہم گوشہ نکاح اور خصوصاً عورتوں کے لیے پردے کے احکام ہیں۔

معاشرے سے بدکاری اور بے حیائی کے سد باب کے لیے اسلام نے نوجوان لڑکا اور لڑکی کے سرپرستوں کو ہدایت دی کہ وہ ان کے نکاح میں تاخیر نہ کریں، اسی طرح عورتوں کو نامحرموں کے ساتھ اختلاط سے منع فرمایا، نظر اور شرم گاہ کی حفاظت کی تعلیم دی۔

---

27۔ جاوید احمد، مولانا، اسلام کا معاشرتی نظام، ص 17



toobaafoundation.com

وَٱلَّذِينَ هُمۡ لِفُرُوجِهِمۡ حَٰفِظُونَ(القرآن 5 : 23 )

ترجمہ: ''جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور زنا کے قریب مت جاؤ۔''

یہ کہہ کر بدکاری کے قریب لے جانے والے اسباب پر روک لگائی۔ نیز جذبات سے مغلوب اور زائد قدرت رکھنے والوں کو متعدد شادیاں کرنے کی اجازت دی تاکہ بے نکاحی عورتوں کی کثرت سے معاشرے میں زنا کے اڈے قائم نہ ہوں۔

## معاشرتی مسائل کے حل میں صوفیاء کی تعلیمات کا حصہ

دور حاضر میں اسلام سے دوری کے باعث معاشرہ افراتفری، نفسانیت، اضطراب اور ذہنی پراگندگی کا شکار ہو چکا ہے۔ خلاؤں کو مسخر کرنے والا ہمسائے سے بے خبر ہو چکا ہے۔ افراد معاشرہ کو تعصب، بے راہ روی اور بغض و عناد نے ایک دوسرے سے دور کر دیا ضرورت اس امر کی ہے کہ اخلاقی تربیت کا اہتمام ہونا چاہیے لیکن بدقسمتی سے ہمارا معاشرہ علم کی طرف تو توجہ دے رہا ہے مگر اخلاقیات کی تعلیم ناپید ہے۔

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں روحانی الذہن افراد معاشرے کو صالح بنا سکتے ہیں۔ نفسانی اغراض و مقاصد سے انسانوں میں بعد، دشمنی، عناد، تعصب، بغض، کینہ اور نفرت پیدا ہوتی ہے۔ انسان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو جاتے ہیں ذرا ذرا سی بات افراد معاشرہ کو جہنم کا نمونہ بنا دیتی ہے۔ ان سارے مسائل اور خرابیوں کا ایک ہی حل ہے کہ کتاب و سنت کی طرف رجوع کیا جائے۔ اللہ کے وہ متقی اور صالح بندے جو نفسانی اغراض و آلائشوں سے اپنے آپ کو پاک کرتے ہوئے مخلص کے درجے پر فائز ہو چکے ہیں۔ ان کی صحبت، مجلس اور قربت حاصل کی جائے۔ صوفیاء کرام انسان دوست ہوتے ہیں وہ ہر مذہب و ملت کے لوگوں کو مخلوق خدا سمجھتے ہوئے ان سے محبت اور پیار کرتے ہیں۔

صوفیانہ تعلیمات اور متصوفانہ طریق ہمارے معاشرتی مسائل کو بہتر حل کر سکتا ہے۔ ذیل میں چند معاشرتی مسائل اور ان کے حل کے لیے صوفیانہ طریق کار بیان کیا جاتا ہے۔

### 1۔ غربت

آج ہمارے معاشرے میں ایک اہم معاشرتی مسئلہ غربت ہے جس کی وجہ سے آج ہمارا ملک پسماندہ ممالک کی صف میں کھڑا ہے اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے تعلیمات اسلامی، بالخصوص صوفیاء کی تعلیمات میں واضح رہنمائی ملتی ہے۔ صوفیاء کے نزدیک غربت سے بچنے کا علاج یہ ہے کہ انسان ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اور صبر و شکر کا دامن تھامے رکھے، یعنی جتنا اللہ تعالیٰ عطا فرمائے اس پر راضی ہو جائے اور جو نہ ملے اس کے بارے میں شکوہ نہ کرے۔

صفتِ توکل کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں اسلام کو توکل کے ساتھ لازم و ملزوم دکھایا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَعَلَيۡهِ تَوَكَّلُوٓاْ إِن كُنتُم مُّسۡلِمِينَ (القرآن 84 : 10 )

ترجمہ: "اسی پر توکل کرو اگر تم (واقعی) مسلمان ہو"۔

صبر کرنے والوں کے لیے اللہ کی طرف سے خوشخبری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَنَبۡلُوَنَّكُم بِشَيۡءٖ مِّنَ ٱلۡخَوۡفِ وَٱلۡجُوعِ وَنَقۡصٖ مِّنَ ٱلۡأَمۡوَٰلِ وَٱلۡأَنفُسِ وَٱلثَّمَرَٰتِۗ وَبَشِّرِ ٱلصَّٰبِرِينَ(القرآن 2 : 155)



toobaafoundation.com

ترجمہ: "اور ہم ضرور بالضرور تمہیں آزمائیں گے کچھ خوف اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے اور (اے حبیب) آپؐ (ان) صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیں۔"

شکر کرنے والوں کو اللہ رب العزت کی طرف سے نعمتوں میں اضافہ ہو گا۔

لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ (القرآن 7 : 14)

ترجمہ: ''شکرادا کرو گے تو میں تم پر (نعمتوں) میں ضرور اضافہ کروں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب یقیناً سخت ہے۔

الغرض اگر ہر شخص اللہ کی رضا میں راضی ہو جائے تو پھر معاشرہ کبھی بھی غربت جیسے مسائل کا شکار نہیں ہو سکتا۔ صوفیاء کے نزدیک غرب کا علاج مشکلات پر صبر کرنا، ہر نعمت پر اللہ تعالی کا شکر کرنا اور ہر حال میں اللہ پر توکل کرنا اور اچھے کی امید رکھنا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی معاشرے میں صوفیاء کرام کی ان تعلیمات کو عام کیا جائے تاکہ افراد معاشرہ ان پر عمل کر کے اپنے آپ کو غربت جیسے مسائل سے نجات دلا سکیں۔

## 2۔ فحاشی و عریانی

ہمارے معاشرے کا ایک اور سنگین مسئلہ فحاشی و عریانی ہے جو دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ وقت گذرے کے ساتھ ساتھ تمام اسلامی قوتیں زوال پذیر ہیں۔ دین کا کام کرنے والوں اور مبلغین اسلام کا کوئی پرسان حال نہیں۔ فحاشی و عریانی کی اس بڑھتی ہوئی وبا سے نجات حاصل کرنے کے لیے ہم قرآن و سنت اور صوفیاء کی تعلیمات سے استفادہ کرتے ہیں۔

صوفیائے نقشبند کے ہاں ان کی تعلیمات اور اصطلاحات ہیں ان میں سے ایک اصطلاح "نظر بر قدم ہے "اس کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے قدم پر نظر رکھے(28) '' اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ وہ بد نظری سے بچ جائے گا اور غیر محرموں کو دیکھنے سے انسان میں جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس سے اس کی حفاظت ہو جائے گی صوفیاء اپنے سالکین، مریدین اور وابستگان کو اس کی تعلیم دیتے ہیں۔ اسی طرح صوفیاء کرام عورتوں سے اختلاط وارتباط سے اجتناب کا درس دیتے ہیں۔ عورتوں کی طرح مرد لڑکوں سے بھی خلوت میں ملنے سے منع فرماتے ہیں کہتے ہیں کہ ان کے ہاں بھی شیطان ہوتا ہے۔

تعلیمات اسلامی بالخصوص صوفیائے کرام کے ارشادات کی روشنی میں فحاشی و عریانی کا حل خلوت نشینی ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے فرمایا۔

وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ وَأَدْعُواْ رَبِّي (القرآن 48 : 19 )

ترجمہ: "(حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا) اور میں تم (سب) سے اور ان (بتوں) سے جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو کنارہ کش ہوتا ہوں اور اپنے رب کی عبادت میں (یکسو ہو کر) مصروف ہوتا ہوں۔"

گویا فحاشی و عریانی کا تصوف کی رو سے حل خلوت نشینی ہی ہے اور اس کے فوائد دنیا و آخرت میں بے شمار ہیں۔

## 3۔ مال و دولت کی حرص و ہوس

مال و دولت کی حرص و ہوس انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔ انسان اس حرص و ہوس میں بھول جاتا ہے کہ جو مال وہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے وہ حلال ہے یا حرام اور جب انسان میں حلال و حرام کی تمیز نہیں رہتی تو تب انسان بہت ساری برائیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے ان برائیوں سے بچنے کے لیے آج ضرورت اس امر کی ہے کہ افراد معاشرہ کو مال و دولت کی حرص و ہوس سے محفوظ رکھا جائے۔ اسلامی

---

28۔ naqshabnd sufismsblog.word press.com



toobaafoundation.com

تعلیمات اور صوفیائی کے نزدیک مال و دولت کی حرص و ہوس کو ختم کرنے کا ایک ہی علاج ہے کہ انسان قناعت اختیار کرے قناعت سے مراد میانہ روی ہے۔

قناعت اختیار کرنے والے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَٱلَّذِينَ إِذَآ أَنفَقُواْ لَمۡ يُسۡرِفُواْ وَلَمۡ يَقۡتُرُواْ وَكَانَ بَيۡنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا(القرآن 67 : 25 )

ترجمہ: "اور (یہ) وہ لوگ ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا (زیادتی اور کمی کی) ان دو حدوں کے درمیان اعتدال پر (مبنی) ہوتا ہے"

اسی طرح حدیث مبارکہ ہے۔

عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ من النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: یس الغنبی عن کثرۃ العرض ولکن الغنبی غنی النفس(صحیح بخاری)([29])

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: غنی اور مالداری مال کی کثرت کی وجہ سے نہیں بلکہ (حقیقی امارت) غنی ہونا، نفس (ذہن اور سوچ) کا غنی ہونا ہے"

## اسلام میں معاشرت کی اہمیت

اسلام نے جس طرح فرد کی زندگی کو اہمیت دی ہے، اسے آزادی، مساوات اور عدل وانصاف سے نوازا ہے، وہیں اس نے اس کو معاشرے سے الگ بھی تصور نہیں کیا ہے۔ اسلام نے فرد کے مفادات اور حقوق کے خیال کے ساتھ، اس کو وسیع ترین معاشرے کے ایک ذمہ دار رکن کی حیثیت سے فرائض و واجبات بھی دیئے ہیں۔ مغربی نظام کے برخلاف، اسلام کے معاشرتی نظام میں صالح اجتماعیت اور معاشرہ کا تحفظ وبقا فرد کے تحفظ وبقا کے مقابلے میں کہیں ضروری ہے۔ اسلام نے ایسے صالح معاشرہ کی تشکیل کا خاکہ پیش کیا ہے اور اس کو عملی جامعہ پہنایا ہے جس میں خیر اور نیکی کو خوب پنپنے کا موقع ملے اور شر اور برائی کو سر اٹھانے کا موقع نہ ملے۔

اسلام نے فرد کی آزادی، حقوق اور احترام نفس کو نہ صرف قبول کیا، بلکہ اسے بڑھاوا دیا، لیکن ساتھ ہی معاشرے کو فرد سے زیادہ اہمیت دی، اس لیے فرد کو ایسے کاموں کی اجازت نہیں دی گئی جس سے معاشرے کے مجموعی اخلاقی وفکری ماحول میں کوئی منفی اثر پیدا ہوتا ہو۔ انھی اسباب کی بنیاد پر اسلام نے زنا، بے حیائی، بے پردگی، اور اخلاق باختگی کو کسی صورت میں برداشت نہیں کیا، جب کہ اس کے بالمقابل آج کے مغربی معاشرہ میں فرد کو مرکزیت واہمیت دینے کی روش سے معاشرے کو بے شمار اخلاقی ومعاشرتی برائیوں سے دو چار ہونا پڑ رہا ہے۔ معاشرہ میں فرد کو ہی اہمیت دینے کا معاملہ ہے کہ مغربی معاشروں میں فرد کو لباس، رہن سہن اور من مانے طرز زندگی کو اختیار کرنے میں پوری آزادی دے دی گئی ہے بے پردگی تو کجا، رضامندی کے ساتھ زنا حتی کہ شادی شدہ افراد کا زنا کرنا کوئی جرم نہیں ہے اسی فرد کی آزادی کا کرشمہ ہے کہ ہم جنسی اور غیر فطری شادیاں جائز گردانی جارہی ہیں اور حتی کہ قتل وغیرہ جیسے سخت ترین جرائم کی سزا کے طور پر ملکی قانون میں قتل بالنفس کا کوئی خانہ نہیں ہے۔([30])

---

29۔ بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، امام، الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ سولم وسننہ وایامہ، کتاب 76، حدیث 6446، جلد 8، مکتبہ ترجمان، دہلی، 2004ء۔

30۔ قاسمی، محمد خلیلی، ماہنامہ دار العلوم، شمارہ 12، جلد: 95، ص 8



toobaafoundation.com

غرض اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد کے ادوار میں انسانی حقوق، انسانی اخوت و مساوات اور معاشرتی اصلاحات کا اگر جائزہ لیا جائے تو واضح طور پر محسوس ہوگا کہ اسلام کی بادِ بہاری نے اس گلشن عالم کو کس طرح اپنی سماجی تعلیمات و اصلاحات کے ذریعے معطر اور منور کیا اور اس اسلام انقلاب کی بدولت کس طرح نسل انسانی کو احترام نفس، مساوات اور آزادی کی بے بہا دولت ہاتھ آئی۔ اسلامی انقلاب کے زیر اثر تاریخ میں جہاں بھی یہ معاشرتی نظام قائم رہا، وہاں معاشرہ امن و سکون اور روحانیت و اخلاق کی روشنی سے جگمگاتا رہا۔ آج مغرب کی نام نہاد تہذیب نے صالح معاشرے کے اس ڈھانچہ کو بری طرح متاثر کرنا شروع کر دیا ہے جس کے نتیجے میں انسانی معاشرہ ایک بار پھر انہی تاریک ادوار میں واپس جا رہا ہے، جہاں صرف نفس و شیطان کی حکمرانی تھی، لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے معاشرے کو اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق ڈھالیں، تاکہ پھر وہی خالص اخلاقی و روحانی سکون ہمیں حاصل ہو سکے۔ (31)

## دینی فکر کے حوالے سے تزکیہ نفس کی اہمیت

تزکیہ نفس اسلامی تصوف کی ایک اصطلاح ہے، جس سے مراد نفس کو آلائشوں سے پاک صاف کرنا۔ تزکیہ کا لفظی معنی ہے پاک صاف کرنا، نشو و نما کرنا، اصلاح کرنا۔ (المنجد: تحت حرف الزاء)

اس سے لفظ زکوۃ نکلا ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ (القرآن 87 : 14)

ترجمہ: "بے شک اس نے فلاح پائی جس نے اپنے آپ کو پاک کر لیا۔"

لہذا تزکیہ نفس سے مراد ہے کہ نفس انسانی میں موجود شر کے فطری غلبہ کو دور کرنا اور اسے گناہوں کی ان آلودگیوں اور آلائشوں سے پاک کرنا جو روحانی نشو و نما میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہے ان تمام بدی کی خواہشات پر غلبہ پا لینے کا عمل تزکیہ نفس کہلاتا ہے۔

## تزکیہ نفس، اہمیت، ذرائع اور فوائد

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر جسٹس عبدالمحسن بن محمد القاسم حفظ اللہ نے 15 شوال 1438ھ کا خطبہ جمعہ "تزکیہ نفس، اہمیت، ذرائع اور فوائد" کے عنوان پر مسجد نبوی میں ارشاد فرمایا! جس میں انہوں نے کہا کہ جب تک ہر شخص کو حقوق پورے نہیں ملتے عدل قائم نہیں ہوگا جبکہ انسان پر سب سے پہلے اپنے نفس کے حقوق لاگو ہوتے ہیں۔ ان حقوق میں تزکیہ نفس سر فہرست حق ہے۔ تزکیہ نفس کی اہمیت کے پیش نظر رسولوں کو مبعوث کیا گیا اور انبیائے کرام نے حصول تزکیہ کے لیے دعائیں بھی مانگیں۔ داعیان اسلام بھی تزکیہ کی خاطر کمتر لوگوں کو بھی دعوت دینے سے نہیں کتراتے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سب سے زیادہ یکجا قسمیں اٹھا کر یہی فرمایا کہ تزکیہ نفس حاصل کرنے والا کامیاب ہے۔ مومن حضرات تزکیہ نفس کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔ کیونکہ آخرت میں جنت اور جنت میں بلند مقام انہی کو حاصل ہوگا۔ تزکیہ نفس کے لیے تگ و دو ہر مسلمان پر ضروری ہے اور تزکیہ کے لیے عقیدہ توحید مجرب اور فعال ترین راستہ ہے۔ حصول تزکیہ کے لیے نماز، زکوۃ، حج، روزہ، حقوق العباد کی ادائیگی، حصول تزکیہ کی دعا، ذکر الٰہی، قرآن مجید کی تلاوت، قرآنی تعلیمات پر عمل، آنکھوں اور زبان کی حفاظت، قبرستان کی زیارت، گناہوں سے دور، اور حصول علم نافع، تزکیہ نفس کے شرعی ذرائع میں شامل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کتاب و سنت، تزکیہ نفس کے لیے بنیادی کردار ادا کرتے ہیں اور یہی دین الٰہی اور صراطِ مستقیم ہے دوسرے خطبے میں انہوں نے کہا کہ لوگوں میں جس قسم کی بھی تبدیلی رونما ہو اس کی وجہ لوگوں کے ہی اخلاق یا کردار ہیں تبدیلی ہوا کرتی ہے، یہ اللہ

---

31۔ ایضاً، ص 9



toobaafoundation.com

تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے۔اس لیے اپنے آپ کو سنوارنے اور سدھارنے سے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا تعلق بنانے سے تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں، تاہم مومن کا خاص طریقہ کار یہ ہے کہ وہ خوب محنت اور مشقت کرنے کے باوجود خودستائشی کا شکار نہیں ہوتا۔

عبدالمحسن القاسم حفظہ اللہ نے خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ نفس کا سب سے بڑا حق تزکیہ ہے، اس کے ذریعے نفس تباہی اور مذموم صفات سے محفوظ ہو جاتا ہے اور چونکہ نفس برائی کا بہت زیادہ حکم دیتا ہے نیز اس کے شر سے پناہ بھی مانگی جاتی ہے۔اس لیے نفس کی اصلاح کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں، نیز اصلاح نفس کا عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب بھی ہے

اسی لیے فرمایا:

مَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيَجۡعَلَ عَلَيۡكُم مِّنۡ حَرَجٖ وَلَٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمۡ(القرآن 6 : 5 )

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ تم پر کسی قسم کی تنگی نہیں ڈالنا چاہتا بلکہ وہ تمہیں پاک کرنا چاہتا ہے"

یعنی اللہ تعالیٰ تمہارا ظاہر اور باطن پاک فرمانا چاہتا ہے۔تزکیہ نفس کی اہمیت کے پیش نظر رسولوں کی بعثت کا ایک مقصد تزکیہ نفس ہی تھا، جیسے کہ حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اس امت میں رسول مبعوث فرما جو ان کا تزکیہ نفس کرے، انہوں نے دعا کرتے ہوئے کہا تھا۔

رَبَّنَا وَٱبۡعَثۡ فِيهِمۡ رَسُولٗا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيهِمۡ(القرآن 129 : 2)

ترجمہ: "اے ہمارے رب ان میں، انہی میں سے رسول بھیج جو ان کے پاس تیری آیات پڑھے، انہیں کتاب و حکمت سکھائے اور ان کا تزکیہ کرے"

موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کی جانب بھیجا تو موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا۔

ٱذۡهَبۡ إِلَىٰ فِرۡعَوۡنَ إِنَّهُۥ طَغَىٰ فَقُلۡ هَل لَّكَ إِلَىٰٓ أَن تَزَكَّىٰ(القرآن 18, 17 : 79 )

ترجمہ: "تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے سرکشی اختیار کر لی ہے۔پھر اسے کہو: کیا تجھے اس بات کی کوئی رغبت ہے کہ تیرا تزکیہ ہو جائے"

پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی لوگوں کا تزکیہ کرنے کے لیے مبعوث فرمایا۔

هُوَ ٱلَّذِي بَعَثَ فِي ٱلۡأُمِّيِّـۧنَ رَسُولٗا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمۡ(القرآن 2 : 62 )

ترجمہ: "وہی تو ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اللہ کی آیات سنا کر ان کا تزکیہ کرتا ہے"۔

پھر مومنوں کو اسی نعمت کا احسان جتلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدۡ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَى ٱلۡمُؤۡمِنِينَ إِذۡ بَعَثَ فِيهِمۡ رَسُولٗا مِّنۡ أَنفُسِهِمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ(القرآن 164 :3 )

ترجمہ: "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان پر اللہ کی آیات پڑھتا، ان کا تزکیہ کرتا اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کی جانب دعوت دینے والا یہ ہر کس کو دعوت دیتا چاہے وہ کتنے ہی نچلے طبقے سے کیوں نہ ہوں، صرف اس لیے کہ شاید ان کا تزکیہ ہو جائے اور راہ پا جائیں، فرمان باری تعالیٰ ہے۔

عَبَسَ وَتَوَلَّىٰٓ أَن جَآءَهُ ٱلۡأَعۡمَىٰ وَمَا يُدۡرِيكَ لَعَلَّهُۥ يَزَّكَّىٰٓ(القرآن 3-1 : 80 )



toobaafoundation.com

ترجمہ:   "اُس نے ماتھے پر شکن ڈالی اور چہرہ پھیر لیا(1)اس لیے کہ اُس کے پاس نابینا آگیا(2)اور آپ کو کیا معلوم شاید اس کا تزکیہ ہو جائے۔"

ہمہ قسم کی کامیابی بھی تزکیہ نفس میں ہے، جبکہ عین یقینی خسارہ فقدان تزکیہ سے ہو گا۔اسی بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سب سے زیادہ قسمیں اٹھا کر فرمایا:

قَدۡ أَفۡلَحَ مَن زَكَّىٰهَا وَقَدۡ خَابَ مَن دَسَّىٰهَا(القرآن 10, 9 : 91 )

ترجمہ:   "کامیاب ہو گیا وہ شخص جن نے تزکیہ نفس کر لیا اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہو گیا۔"

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَدۡ أَفۡلَحَ مَن تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ ٱسۡمَ رَبِّهِۦ فَصَلَّىٰ بَلۡ تُؤۡثِرُونَ ٱلۡحَيَوٰةَ ٱلدُّنۡيَا وَٱلۡأٓخِرَةُ خَيۡرٞ وَأَبۡقَىٰٓ إِنَّ هَٰذَا لَفِي ٱلصُّحُفِ ٱلۡأُولَىٰ صُحُفِ إِبۡرَٰهِيمَ وَمُوسَىٰ(القرآن 19-14 : 87 )

ترجمہ:   "وہ کامیاب ہو گیا جس نے تزکیہ نفس کیا اپنے رب کا نام لیا اور نماز ادا کی لیکن تم تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔حالانکہ کے آخرت بہتر ہے اور ہمیشہ رہنے والی ہے یہ باتیں پہلے صحیفوں میں بھی ہیں۔یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں"

مومنوں کی صفات میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ اپنے نفس کا خود تزکیہ کرتے ہیں فرمان باری تعالیٰ ہے۔

وَٱلَّذِينَ هُمۡ لِلزَّكَوٰةِ فَٰعِلُونَ(القرآن 04 : 23 )

ترجمہ:   "اور وہ لوگ جو زکوۃ دینے والے ہیں"

لہذا اگر کسی کا تزکیہ نفس ہو جائے تو یہ اس پر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت اور کرم ہے فرمان باری تعالیٰ ہے۔

وَلَوۡلَا فَضۡلُ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهُۥ مَا زَكَىٰ مِنكُم مِّنۡ أَحَدٍ أَبَدٗا(القرآن 21 : 24 )

آخرت میں جنت بھی اس شخص کو بدلے میں ملے جو اپنی اصلاح کرے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَأَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِۦ وَنَهَى ٱلنَّفۡسَ عَنِ ٱلۡهَوَىٰ فَإِنَّ ٱلۡجَنَّةَ هِيَ ٱلۡمَأۡوَىٰ(القرآن 41- 40: 79 )

ترجمہ:   "ہاں جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا ہو گا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا ہو گا۔تو بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہو گی۔"

پھر جنتیوں میں اعلیٰ ترین درجہ اسی کو ملے گا جو اپنا تزکیہ کر لے فرمان باری تعالیٰ ہے۔

وَمَن يَأۡتِهِۦ مُؤۡمِنٗا قَدۡ عَمِلَ ٱلصَّٰلِحَٰتِ فَأُوْلَٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلدَّرَجَٰتُ ٱلۡعُلَىٰ جَنَّٰتُ عَدۡنٖ تَجۡرِي مِن تَحۡتِهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَاۚ وَذَٰلِكَ جَزَآءُ مَن تَزَكَّىٰ(القرآن 76, 75 : 20)

ترجمہ:   "اور جو اس کے پاس ایمان کی حالت میں آئے اور اس نے عمل صالح بھی کئے ہوں۔تو یہی لوگ ہیں جن کے لیے بلند درجات ہیں۔(ان کیلئے) سدا بہار باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ جزا اس شخص کی ہے جو اپنا تزکیہ کرے گا۔"

تزکیہ نفس کے حصول کے لیے تگ ودو اور محنت تمام لوگوں پر فرض ہے،اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کریں،اور ممنوعہ امور سے بچ جائیں۔کیونکہ اوامر و نواہی دونوں میں اللہ تعالیٰ کی بندگی کے بعد سب سے اہم ہدف تزکیہ اور اصلاح نفس ہی ہے۔تزکیہ نفس کے لیے ایک اللہ کی عبادت سے بڑھ کر کچھ کار گر نہیں، مخلوق کا تزکیہ عقیدہ توحید کے بغیر ممکن نہیں چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے۔



toobaafoundation.com

وَوَيۡلٞ لِّلۡمُشۡرِكِينَ ٱلَّذِينَ لَا يُؤۡتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَهُم بِٱلۡأٓخِرَةِ هُمۡ كَٰفِرُونَ (القرآن41 : 6 ,7 )

ترجمہ: "اور تباہی ہے مشرکوں کے لیے۔ جو اپنا تزکیہ نفس نہین کرتے اور وہ آخرت پر ایمان سے انکاری ہیں"

یہاں زکوۃ سے مراد عقیدہ توحید اور ایمان ہے ان کے ذریعے دل پاکیزہ ہو جاتے ہیں۔ عقیدہ توحید تزکیہ قلب کے بنیادی ترین امر ہے۔

نماز تزکیہ نفس اور بندے کو پاکیزہ بنانے کا ذریعہ ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ ٱلصَّلَوٰةَ تَنۡهَىٰ عَنِ ٱلۡفَحۡشَآءِ وَٱلۡمُنكَرِ(القرآن 45 : 29 )

ترجمہ: "بے شک نماز بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روکتی ہے"

نماز کی وجہ سے نمازیوں کے حالات سنورتے ہیں اور ان کے گناہ بھی مٹ جاتے ہیں۔

مالی زکوۃ اور صدقہ دینے سے بھی تزکیہ نفس اور نفس کی صفائی ہوتی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

خُذۡ مِنۡ أَمۡوَٰلِهِمۡ صَدَقَةٗ تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيهِم بِهَا(القرآن 103 : 09 )

ترجمہ: "ان کے اموال میں سے صدقات وصول کر کے انہیں پاک کریں اور ان کا تزکیہ کریں"

نیز جہنم سے آزادی بھی ایسے شخص کا بدلہ ہے جو اپنے مال کی زکوۃ دے کر تزکیہ نفس کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ٱلَّذِي يُؤۡتِي مَالَهُۥ يَتَزَكَّىٰ (القرآن 18, 77 : 92 )

ترجمہ: "جہنم سے متقی بچ پائے گا۔ جو اپنا مال تزکیہ نفس کے لیے (راہِ الٰہی میں) دیتا ہے"

روزہ بھی نفس کو شر، آفات اور بے حیائی سے روکتا ہے بلکہ روزے داروں کو فحش امور سے بھی بچاتا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ (القرآن 183 : 02 )

ترجمہ: اے ایمان والوں تم پر روزے اسی طرح فرض کیے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔ تاکہ تم متقی بن جاؤ"

حج میں بھی تزکیہ نفس ہے فرمان باری تعالیٰ ہے۔

فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ ٱلۡحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي ٱلۡحَجِّ(القرآن 197 : 02 )

ترجمہ: "جو شخص ان ایام میں حج کا ارادہ رکھتا ہو وہ دوران حج نہ شہوت کی باتیں کرے، نہ گناہ کرے اور نہ لڑائی جھگڑا کرے"

بلکہ جو شخص حج کے مناسک ٹھیک طریقے سے ادا کرتا ہے تو اپنے اس مقبول حج کی بدولت گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔

حقوق العباد سے متعلق اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل بھی تزکیہ نفس کا باعث بنتی ہے چاہے ان احکامات کی تعمیل دل پر گراں گذرے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے۔

وَإِن قِيلَ لَكُمُ ٱرۡجِعُواْ فَٱرۡجِعُواْۖ هُوَ أَزۡكَىٰ لَكُمۡ(القرآن 28 : 24 )

ترجمہ: اگر تمہیں کہا جائے کہ واپس لوٹ جاؤ تو تم واپس چلے جاؤ، یہ تمہارے لیے زیادہ تزکیہ کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی دلوں کو سنوار اور پاک کر سکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

بَلِ ٱللَّهُ يُزَكِّي مَن يَشَآءُ(القرآن 49 : 04 )



toobaafoundation.com

ترجمہ: "بلکہ اللہ تعالیٰ جس کا چاہتا ہے تزکیہ نفس فرمادیتا ہے۔"

کثرت کے ساتھ ذکر کرنے سے بھی شرح صدر ہوتی ہے اور دل صاف ہو جاتا ہے فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

أَلَا بِذِكۡرِ ٱللَّهِ تَطۡمَئِنُّ ٱلۡقُلُوبُ(القرآن 28 : 13 )

ترجمہ: "خبردار! اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے"

جو شخص قرآن کریم کے تلاوت، تدبر، قرآن پر عمل اور قرآن سیکھنے اور سکھانے کا تعلق رکھے تو اس کے نفس کی اصلاح ہو جاتی ہے اور نفس اللہ کا مطیع ہو جاتا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدۡ جَآءَتۡكُم مَّوۡعِظَةٞ مِّن رَّبِّكُمۡ وَشِفَآءٞ لِّمَا فِي ٱلصُّدُورِ وَهُدٗى وَرَحۡمَةٞ لِّلۡمُؤۡمِنِينَ (القرآن 57 : 10 )

ترجمہ: لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت آچکی ہے۔ یہ دلوں کے امراض کی شفا اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے"

علم نافع حاصل کرنے والوں کا تزکیہ نفس علم سے ہوتا ہے، یہی علم ان کا رہنما بن جاتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِي ٱلَّذِينَ يَعۡلَمُونَ وَٱلَّذِينَ لَا يَعۡلَمُونَۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُوْلُواْ ٱلۡأَلۡبَٰبِ(القرآن 39 : 9 )

ترجمہ: "آپ ان سے پوچھیں: کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ مگر ان باتوں سے سبق تو وہی حاصل کرتے ہیں جو اہل عقل و خرد ہوں"

پھر یہ علم اس شخص کو آگے لے کر جاتا ہے یہاں تک کہ وہ تزکیہ نفس کی بلندیوں پر پہنچ کر اہل خشیت میں شامل ہو جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا يَخۡشَى ٱللَّهَ مِنۡ عِبَادِهِ ٱلۡعُلَمَٰٓؤُاْۗ(القرآن 28 : 35)

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اللہ سے علم والے ہی ڈرتے ہیں"

علمائے کرام و صوفیا و مشائخ کی سوانح عمری پڑھنے سے نفس کو ان کی اقتدا کرنے کی مہمیز ملتی ہے اور نفس ان سے جا ملنے کی کوشش کرتا ہے، سلف صالحین رحمہم اللہ کی سیرت پڑھنے والے کو اپنی کوتاہیاں واضح نظر آجاتی ہیں۔

دل اور سینہ سلامت ہوں تو ظاہر و باطن بھی سلامتی والے بن جاتے ہیں۔ اپنے نفس کے خلاف مجاہدہ کرنے والا شخص اپنا مقصود پالے گا۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رقیب سمجھنے سے انسان کمال کے درجے عبور کر کے محسنین کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ تزکیہ نفس محاسبہ نفس پر موقوف ہے۔ اس لیے تزکیہ نفس محاسبے کے بغیر ممکن نہیں، اسی محاسبے کی بدولت انسان کو اپنے عیوب نظر آتے ہیں۔ اور پھر ان کی اصلاح ممکن ہوتی ہے۔[32]

نظریں جھکانے سے بھی تزکیہ نفس ہوتا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

قُل لِّلۡمُؤۡمِنِينَ يَغُضُّواْ مِنۡ أَبۡصَٰرِهِمۡ وَيَحۡفَظُواْ فُرُوجَهُمۡۚ ذَٰلِكَ أَزۡكَىٰ لَهُمۡۗ(القرآن 30 : 24 )

ترجمہ: فضول نظریں گھمانے اور فضول گفتگو کرنے سے پرہیز تزکیہ نفس کے لیے ضروری ہے۔

قبرستان کی زیارت اور موت کی یاد سے روح زندہ اور راہ راست پر رہتی ہے۔ تو یہ انسان کو پاک صاف کر دیتی ہے۔

---

32۔ خطبہ جمعہ مسجد نبوی از عبد المحسن القاسم حفظہ اللہ، تزکیہ نفس، اہمیت، ذرائع اور فوائد، ترجمہ: شفقت الرحمن، 15 شوال 1439ھ/ 29 جون 2018 (Facebook/Khutbat Masjid Nabvi)



toobaafoundation.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَتُوبُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ(القرآن 31 : 24 )

ترجمہ: "اے مومنو! تم سب کے سب اللہ کی جانب توبہ کرو، تاکہ فلاح پا جاؤ"

انسانی نفس کا تزکیہ اور عمل میں عمدگی اس وقت تک نہیں آتی جب تک ان سے متصادم امور معلوم نہ ہو جائیں، یہی وجہ ہے کہ تزکیہ اسی وقت ہوتا ہے۔ جب انسان برائیوں کو یکسر چھوڑ دے، لہذا تزکیہ اگرچہ لغوی طور پر خیر میں اضافے، برکت اور افزودگی پر بولا جاتا ہے لیکن تزکیہ حاصل اسی وقت ہوگا جب برائیاں یکسر معدوم ہوں، تو اس طرح تزکیہ نفس اپنے اندر خیر میں اضافہ اور برائی سے پاکیزگی دونوں جمع کر لیتی ہے۔

تزکیہ نفس کی بنیاد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اطاعت اللہ تعالیٰ کی ہو اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کی، یہی دو چیزیں سبیل اللہ، دین الٰہی، اور صراط مستقیم ہیں، انہی کی بدولت تزکیہ اور اصلاح نفس ممکن ہے، انہی سے تمام لوگوں کو کامیابیاں اور عزتیں ملیں گی۔(33)

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم: ومن تزکی فانما یتزکی لنفسہ والی اللہ المصیرo (القرآن، 19-14 : 87 )

ترجمہ: "اور جو تزکیہ نفس کرے گا تو وہ اپنے لیے تزکیہ کرے گا، اور اللہ کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے"

لوگوں میں رونما ہونے والی تبدیلی چاہے وہ اچھی ہو یا بری، فراخی کی ہو یا تنگ دستی والی، یا اس تبدیلی کا تعلق امن یا خوف سے ہو، یہ تمام تر تبدیلیاں لوگوں کی شخصیات میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کے ماتحت ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُواْ مَا بِأَنفُسِهِمْ(القرآن 11 : 13 )

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے آپ کو خود نہ بدل لیں۔"

لہذا لوگوں کو کچھ بھی ہو اس کا منبع اور سبب خود لوگ ہی ہوتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

أَوَلَمَّآ أَصَٰبَتۡكُم مُّصِيبَةٌ قَدۡ أَصَبۡتُم مِّثۡلَيۡهَا قُلۡتُمۡ أَنَّىٰ هَٰذَاۖ قُلۡ هُوَ مِنۡ عِندِ أَنفُسِكُمۡۗ(القرآن165:03)

خلوت اچھی بنانے والے کی جلوت کو اللہ تعالیٰ اچھا بنا دیتا ہے اللہ سے تعلق رکھنے والے شخص کا اللہ تعالیٰ لوگوں سے تعلق استوار رکھتا ہے۔ آخرت سنوارنے کو کوشش میں لگے رہنے والے کی دنیا کو اللہ تعالیٰ سنوار دیتا ہے۔ مومن اللہ تعالیٰ سے خدشات میں رہتے ہوئے خوب، محنت کرتا ہے اور خوف بھی رکھتا ہے، وہ تزکیہ نفس اور اپنی اصلاح کی بھرپور کوشش کرتا ہے، لیکن اس کے باوجود خود ستائشی میں مبتلا ہو کر پارسائی کا دعویٰ نہیں کرتا فرمان باری تعالیٰ ہے:

فَلَا تُزَكُّوٓاْ أَنفُسَكُمۡۖ هُوَ أَعۡلَمُ بِمَنِ ٱتَّقَىٰٓ(القرآن 32 : 53 )

## اصطلاحاتِ اصلاحِ نفس

اصلاح نفس، قرب خداوندی کے حصول اور دین و دنیا کی سرخروئی حاصل کرنے کے لیے صوفیاء و مشائخ نے چند اصطلاحات وضع کی ہیں۔

1۔ ہوش در دم:

---

33۔ ایضاً



toobaafoundation.com

ہوش در دم سے مراد یہ ہے کہ انسان کا ہر سانس یاد اللہ کے لیے وقف ہو، کسی بھی سانس کو ضائع نہ ہونے دیا جائے۔ جس سانس میں خدا کی یاد نہ ہو وہ لمحہ غفلت میں گذرا سانس کے اندر جاتے اور باہر آتے دونوں میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ لمحہ غفلت نہ ملنے پائے۔

2۔ نظر بر قدم

نظر بر قدم کا مطلب یہ ہے کہ سالک راہ چلنے میں نگاہ اپنے کی پشت پر رکھے تاکہ (بے جا) نظر ادھر اُدھر نہ پڑے اور دل محسوسات متفرقہ سے پراگندہ نہ ہو۔ کیونکہ یہ بات مانع حصول مقصود ہے یا اس بات کا مطلب یہ ہے کہ سالک کا قدم باطن اس کی نظر باطن سے پیچھے نہ رہے۔

3۔ سفر در وطن:

''سفر در وطن'' کا اصل مطلب یہ ہے کہ سفر در نفس۔ انسان کو دنیاوی سفر کی بجائے اپنے اندر کا سفر اختیار کرنا چاہیے دنیاوی سفر اسی قدر اختیار کرے کہ پیر کامل تک رسائی حاصل ہو جائے۔ دوسری حرکت جائز نہیں۔ اگر اپنے پیر کی قربت اور محبت میسر ہو جائے تو انسان کو سفر سے گریز کرنا چاہیے۔

4۔ خلوت در انجمن:

''خلوت در انجمن'' سے مراد یہ ہے کہ انجمن جو تفرقہ کی جگہ ہے۔اس سے تعلق رکھنے کے باوجود از راہ باطن حق تعالی کے ساتھ خلوت رکھے اور غفلت کو دل میں راہ نہ دے۔ یعنی بازار سے گزرتے ہوئے ذکر میں اس قدر مشغول ہو کہ بازار کے شور و غل کو نہ سن سکے۔ شروع میں یہ معاملہ بتکلف ہوتا ہے اور آخر میں بے تکلف۔

5۔ یاد کرد:

''یاد کرد'' کا مطلب یہ ہے کہ ہر وقت ذکر میں مشغول رہے ذکر خواہ زبانی ہو یا قلبی۔[34]

6۔ بازگشت "بازگشت":

بازگشت سے یہ مراد ہے کہ جب ذاکر کلمہ توحید کا دل سے ذکر کرے تو ہر بار حکم توحید کے بعد اپنے دل کی زبان سے یہ کہے کہ خدایا میرا مقصود تو اور تیری رضا ہی ہے۔

7۔ نگاہ داشت

نگاہ داشت کا مطلب یہ ہے کہ قلب کو خطرات و حدیث نفس سے نگاہ رکھے، یعنی کلمہ طیبہ کی تکرار کرتے وقت دل کو تمام وسوسوں سے دور رکھے اور بہتر یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کا ورد جس دم کے ساتھ ہو۔

8۔ یادداشت:

---

34۔ طریقتی، محمد عرفان، تذکرہ مشائخ سیفیہ، لاہور، بہار اسلام پبلکیشنز، جنوری 2020ء، ص 109



toobaafoundation.com

یاد داشت سے مراد یہ ہے کہ دوام آگہی بحق سبحانہ (یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اللہ رب العزت کا ذکر قلب وروح میں سرایت کر جائے)اور یہ دوام آگہی اس حد تک غالب ہو کہ سالک کو اپنے وجود کا بھی شعور نہ رہے۔(اور جب اس بے شعوری کا بھی شعور نہ رہے تو یہ فنائے فنا کہلاتا ہے اور یہی یاد داشت ہے) نگہداشت اور یاد داشت میں فرق یہ ہے کہ نگہداشت میں طالب اپنی کوشش سے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور یاد داشت میں بلا کوشش خود بخود قلب خدا کی طرف متوجہ اور مشغول ہو جاتا ہے۔

9۔ وقوف عددی:

وقوف عددی سے مراد ذکر نفی اثبات میں عدد ذکر سے واقف رہنا ہے یعنی ذاکر اس ذکر میں سانس کو طاق عدد پر چھوڑے نہ کہ جفت پر جیسے 3, 5, 7, 11, 13 وغیرہ۔

10۔ وقوفِ زمانی:

وقوف زمانی سے مراد یہ ہے کہ واقف نفس رہے۔ پاس انفاس، کو ملحوظ رکھے یعنی محاسبہ رکھے کہ سانس حضور میں گذرتا ہے یا غفلت میں۔ بصورت اطاعت شکر بجالائے اور بصورت غفلت و معصیت میں عذر خواہی کرے اور استغفار کرے۔ یہ محاسبہ کہلاتا ہے۔

11۔ وقوف قلبی:

وقوف قلبی سے مراد یہ ہے کہ سالک ہر آن ہر لحظہ اپنے قلب کی طرف متوجہ رہے اور قلب خدا کی طرف متوجہ رہے تا کہ سب طرف کی توجہ ٹوٹ کر معبود حقیقی کی طرف توجہ رہ جائے اور خطرات اور سوسے قلب میں داخل نہ ہوں۔ خصوصاً ذکر کے وقت اس کا پورا پورا خیال رکھے۔ [35]

## محاسبۂ نفس

نفس انسانی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس کے اندر من جانب قدرت، قدرت خیر اور شیر دونوں ودیعت کیا گیا ہے، اب یہ انسان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسے خیر کی راہ پر لگائے اور ثواب کا طالب ہو، ورنہ یہی نفس اس کو ہلاکت کے دہانے پر لے جا سکتا ہے اسی لیے قرآن حکیم میں نفس کی مندرجہ ذیل اقسام کا تذکرہ کیا گیا ہے، نفس مطمئنہ، نفس راضیہ، نفس مرضیہ، نفس لوامہ، نفس امارہ، نفس ملہمہ، اول الذکر چار قسم کے نفوس کا تعلق خیر اور بھلائی سے ہے مطمئین نفس اطاعت الٰہی کا فریضہ انجام دے کر بے خوف اور امن و امان میں رہتا ہے، غموں سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہوتا، نفس راضیہ و مرضیہ کا ذکر بھی سورۃ الفجر میں ایک ساتھ کیا گیا ہے۔ راضیہ وہ نفس ہے جو اللہ کے دیئے پر قناعت کر لیتا ہے اور اسی پر راضی رہتا ہے۔ اللہ ایسے نفس سے کوش ہوتا ہے تو اسے مرضیہ کہا جاتا ہے۔ نفس لوامہ وہ نفس ہے جو انسان کی گناہوں اور معاصی پر اس کی سرزنش کرتا ہے جبکہ نفسِ ملہمہ کے اندر فسق و فجور اور نیکی و صالحیت دونوں کا امکان رہتا ہے۔ نفس امارہ انسان کو برائیوں پر آمادہ کرتا ہے اور اس کا خو گر بناتا ہے۔

---

35۔ طریقتی، محمد عرفان، تذکرہ مشائخ سیفیہ، لاہور، بہار اسلام پبلکیشنز، جنوری 2020ء، ص 110



toobaafoundation.com

غور کریں تو نفس کی چھ اقسام میں صرف نفس امارہ ہی واحد نفس ہے جو برائیوں اور معصیتوں کی منبع ہے جبکہ نفس ملہمہ کے اندر نیکی وبدی دونوں کی موجودگی ہوتی ہے تو یا منجانب شریعت انسان کے نفس کے احوال میں 75 فی صد حالت نیکی کی ہوتی ہے۔ برائی اور معصیت کا امکان صرف 25 فی صد ہوتا ہے۔ مگر افسوس کی بات ہے کہ بالعموم یہ 25 فی صد 75 فیصد پر بھاری پڑتا ہے اور انسان ہمہ وقت برائیوں میں غرق رہتا ہے۔ دراصل وہ نفس کے اندر کی اس روشنی کو محسوس نہیں کر پاتا جو اس کو برابر ہدایت کی طرف گامزن کرتی رہتی ہے اور اس سے خلاف شریعت کام سرزد ہونے پر اس کو ملامت بھی کرتی ہے۔(36)

یہیں سے محاسبۂ نفس کی عظیم الشان ضرورت سمجھ میں آتی ہے جب ایک چوتھائی حصہ بقیہ تین چوتھائی پر بھاری پڑتا ہے تو لازمی بات ہے کہ یہاں چھان بین اور محاسبے کی حاجت ہوگی۔ درحقیقت محاسبۂ نفس کا یہ عمل دو عظیم چیزوں کا متقاضی ہے۔ ایک حوصلہ دوسرا وقت بندہ جب اپنا محاسبہ کرتا ہے اور اعمال کا جائزہ لیتا ہے تو اسے شدید شرمندگی اور ندامت ہوتی ہے۔ اس کے سامنے گناہوں کا انبار لگا ہوتا ہے بہت ممکن ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی کثرت کو دیکھ کر حوصلہ کھو بیٹھے اور ناامید ہو جائے، پھر مایوس ہو کر وہ رجوع الی اللہ کی امید ترک کر کے اسی ڈگر کو ترجیح دے جس پر وہ چل رہا ہے۔

دوسرا اہم تقاضا وقت کا ہے محاسبہ نفس سے ذات کی اصلاح طویل وقفے کی متقاضی ہے کیوں کہ راہ ضلالت سے راہ ہدایت کا سفر کافی صبر آزما ہوتا ہے یہاں بھی انسان نے اگر صبر سے کام نہ لیا تو اس کا اپنی ذات کا محاسبہ اسے کچھ بھی فائدہ نہ پہنچا سکے گا۔ انسان جب روز آخرت کا تصور کرے گا، اس کی ہولناکیوں کو مد نظر رکھے گا تو اس کے اندر احتساب نفس کا داعیہ خود بخود پیدا ہوگا، کیونکہ جب اسے یہ یقین ہو جائے گا کہ ایک دین خود اس کا محاسبہ کیا جائے گا تو یہ چیز اُسے اپنی ذات کا جائزہ لینے پر مجبور کر دے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ محاسبہ نفس انسان کی اصلاح کے لیے واجب عظیم ترین امور میں سے ہے جس کی ضرورت فی زمانناً بہت زیادہ ہوگئی ہے کیونکہ یہی وہ راہ ہے جس پر چل انسان صحیح معنوں میں اپنے دین پر قائم رہ سکتا ہے اور شیطان کے حربے سے خود کو بچا سکتا ہے۔(37)

## تزکیہ نفس احادیث کی روشنی میں

حضرت فضالہ بن عبید (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا:

والمجاهد من جاهد نفسه فی طاعة الله۔(صحیح بخاری) (38)

ترجمہ: ''اور مجاہد وہ ہے جو اللہ کی اطاعت میں اپنے نفس سے مجاہدہ کرے''

انسانی بدن میں دل کو اہم مقام حاصل ہے اس کے تصفیہ پر پورے بدن کی اصلاح کا دارومدار ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

36۔ یاسر اسعد، محابۂ نفس، اُردو نیوز، پاکستان، جمعہ 21 دسمبر 2018ء، ص 1

37۔ یاسر اسعد، محابۂ نفس، اُردو نیوز، پاکستان، جمعہ 21 دسمبر 2018ء، ص 1

38۔ فضل الرحمن، سید، خطبہ حجۃ الوداع، لاہور، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز 1995ء، ص 29



toobaafoundation.com

الا و ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت ، صلح الجسد کلہ واذا فسرد ، فسد الجسد کلہ۔ الا وہی القلب (صحیح بخاری) (39)

ترجمہ: "خبردار جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر وہ صحیح ہے تو سارا جسم صحیح ہے اور اگر وہ فاسد ہے تو سارا جسم فاسد ہے خبردار وہ دل ہے"

آج کے اس پر فتن دور میں امت مسلمہ کی اکثریت راحت طلبی، عیش کوشی، تن آسانی اور سکون پسندی کے گرداب میں پھنس کر اخروی عذاب اور میدان محشر کے مصائب ومشکلات کو بھلا بیٹھی ہے، نہ اپنی اصلاح کی فکر اور نہ ہی اہل خانہ کی بے ایمان زندگی کی تڑپ دامن گیر ہے بلکہ دنیا کی دلفریبیوں ورعنائیوں میں اتنے مست ہیں کہ انجام بد کی خبر نہیں، جبکہ قرآن مجید اپنے دامن حق میں چراغ ہدایت لے کر واضح انداز میں صراط مستقیم پر چلنے کا حکم دیتا ہے اور سب سے پہلے اپنی اصلاح اور پھر اہل خانہ کی اصلاح وتزکیہ کی طرف توجہ دلاتا ہے تاکہ جہنم کی اس آگ سے بچیں جس کا ایندھن انسان اور پتھر بنیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ قُوٓاْ أَنفُسَكُمۡ وَأَهۡلِيكُمۡ نَارٗا وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلۡحِجَارَةُ (القرآن 66 : 6)

ترجمہ: "اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ، جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں"(40)

---

39۔ بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، امام، الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ، باب 2، کتاب ایمان کے بیان میں، حدیث نمبر 52۔

40۔ گنگولی، عبدالکریم ندوی، اصلاح نفس سے غفلت کا انجام، com. مضامین، مطبوعہ 27 جنوری، 2018



toobaafoundation.com

# باب اوّل

## فصل دوم

## بیسویں صدی کے نصف اول میں برصغیر کی سیاسی و سماجی صورتحال

جب ہم برصغیر کی ہزاروں سال پرانی تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ باہر سے آنے والوں کا ایک طویل سلسلہ رہا ہے۔ آریہ، ترک، مغل اور انگریز وغیرہ قوموں کی آمد ہماری تاریخ کی اہم کڑیاں ہیں۔ ان آنے والی قوموں میں سے بعض نے ہندوستان کو اپنا مسکن تسلیم کر کے اس سرزمین کو عزت و افتخار کی نظر سے دیکھا اور اسے سنوارنے اور سجانے میں مصروف ہو گئے۔ انہی میں سے بعض نے دولت و ثروت کی ہوس میں اس سرزمین کو تباہ و برباد بھی کیا اور بعض نے اس کے قدرتی وسائل سے اپنے دامن کو مالا مال کرنے کی کوشش کی۔ انگریز جن کا مقصد ہندوستان کی دولت سے فائدہ اٹھانا تھا، ایسٹ انڈیا کمپنی کی مدد و تعاون سے ملک کے چاروں طرف اپنا قدم جمانا شروع کر دیا اور نئی حکمت عملی کے ذریعے یہاں کی تجارت پر قابض ہو گیا۔ نتیجے میں برصغیر کی معیشت کو کافی نقصان پہنچا اور عوام بدحالی اور تباہ حالی کی طرف گامزن ہو گئی۔ مغلیہ دور کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر بھی اس کی زد میں آ گئے اور ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے انہیں شکست فاش دے کر حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لی۔ نئے قوانین، نئے نظام اور برطانوی تسلط و مظالم کا ایسا سلسلہ شروع ہوا جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ بغاوت کے نتائج اتنے خطرناک تھے کہ اس سے نہ صرف پرانی روایات و اقدار منتشر ہوئیں بلکہ تہذیبی و تمدنی کشمکش و تصادم کا نیا سلسلہ بھی شروع ہوا اور برصغیر کے مسلمانوں کی بقا اور وجود پر ایک سوالیہ نشان لگ گیا۔ انگریزوں کے مظالم میں روز افزوں شدت آنے لگی۔ بغاوت کرنے والوں کو سخت سے سخت سزائیں دی گئیں اور ان عبرتناک سزاؤں کا مقصد تھا کہ ہندوستانی عوام نفسیاتی طور پر پسپا ہو جائیں اس میں حوصلہ اور ہمت باقی نہ رہے۔[41]

### بیسوی صدی کی ابتداء میں برصغیر کی اندرونی سیاست

ابتداً انگریزوں نے مسلمانوں کو اپنے انتقام کا نشانہ بنایا لیکن اس مشکل وقت میں سرسید احمد خان (1817-1898) نے مسلمانوں کی رہنمائی کی اور انہیں وقتی طور پر انگریزوں سے تعاون کے لیے آمادہ کیا۔ کسی حد تک وہ اپنی کوششوں میں کامیاب بھی رہے۔ اور مسلمانوں نے اپنی تمام تر توجہ دینی اور معاشرتی حالت بہتر بنانے پر مرکوز رکھی۔ بیسویں صدی اپنی ابتداء کے ساتھ ہی نئے مسائل کو لے کر آئی۔ ان مسائل نے مسلمانوں کو بے چین کر دیا اور انہیں سرسید کے تعاون کی پالیسی پر نظر ثانی کرنی پڑی۔ اب سرسید زندہ نہیں تھے کہ وہ اپنے اثر و رسوخ سے مسلمانوں کے مسائل انگریزوں سے حل کرا لیں۔ چنانچہ مسلمانوں کو سیاست میں زیادہ سخت رویہ اپنانا پڑا۔ برصغیر میں بیسویں صدی کی پہلی اور دوسری دہائیوں میں کئی ایسے واقعات رونما ہوئے جنہوں نے مسلمانوں کی انگریزوں کے ساتھ روایتی وفاداری کو متزلزل کر دیا اور انہیں اپنے مستقبل کی سیاسی پالیسی کے بارے میں نئے سرے سے سوچنے پر مجبور کر دیا مثلاً

---

41۔ خان، امام الدین، بیسویں صدی میں برصغیر کا سیاسی، سماجی و تہذیبی منظر نامہ اور نگارشات فیض کی فکری جہتیں، مقالہ برائے پی ایچ۔ ڈی، جواہر لال نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی، 2010، ص 8۔



toobaafoundation.com

تقسیم بنگال کی منسوخی اور مسجد کانپور کا خونی حادثہ ایسے واقعات تھے، جنہوں نے مسلمانان ہند کو اپنے مستقبل کے بارے میں پریشان کر دیا۔(42)ان ہر دو واقعات کی اہمیت کے پیش نظر ان کا تفصیلی ذکر کرنا نہایت ضروری ہے۔

## تقسیم بنگال

بنگال کا صوبہ بہت وسیع و عریض تھا، یہ صوبہ بنگال، بہار اور اڑیسہ کے وسیع علاقوں پر مشتمل تھا۔ ۱۹۰۱ء میں بنگال کا رقبہ ۱۸۹۰۰۰ مربع میل اور آبادی سات کڑور اسی لاکھ تھی۔ اتنے بڑے صوبے کا انتظام ایک لیفٹیننٹ گورنر کے لیے چلانا ممکن نہیں تھا۔ صوبے کا دار الحکومت کلکتہ تھا، یہاں سے دور دراز علاقوں کو کنٹرول کرنا ممکن نہ تھا۔ مشرقی بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت تھی اور پسماندگی بھی اس حصہ میں زیادہ تھی۔ زمینوں کے مالک ہندو تھے وہ زیادہ تر کلکتہ میں رہائش پذیر تھے اور مشرقی بنگال کے کاشتکار طبقہ کا استحصال کرتے تھے۔ بنگال میں ذرائع آمد و رفت کی حالت بھی خراب تھی انتظامیہ کے لیے ناممکن تھا کہ وہ کلکتہ سے ذرائع رسل و رسائل کو درست رکھ سکے۔ اس لیے دور دراز کے علاقوں کا مرکز سے رابطہ برائے نام تھا۔ کلکتہ کی بندرگاہ کی موجودگی میں چٹاگانگ کی بندرگاہ کی طرف توجہ نہ دی گئی۔ یہی حال مشرقی بنگال کی صنعت و حرفت کا تھا۔ صوبائی حکومت میں مسلمانوں کی اکثریت کے علاقے مشرقی بنگال کو نظر انداز کیا گیا۔(43)

لارڈ کرزن(1925-1859)کی برصغیر میں آمد سے قبل ہی حکومت صوبہ بنگال کو تقسیم کرنے کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ فروری ۱۹۰۵ء میں بنگال کی تقسیم کی تجویز حکومت برطانیہ کے سامنے پیش کی، جسے معمولی ترمیم کے بعد منظور کر لیا گیا۔ ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو لارڈ کرزن نے تقسیم بنگال کا اعلان کیا۔ نئے صوبے کا نام مشرقی بنگال و آسام رکھا گیا۔ اس میں آسام مشرقی و شمالی بنگال یعنی چٹاگانگ ڈھاکہ اور راجشاہی کی کمشنریاں اور ضلع مالدہ شامل تھا۔ ڈھاکہ کا تاریخی شہر نئے صوبے کا صدر مقام قرار پایا۔ اس نئے صوبے کا رقبہ ۱۰۱۵۴۰ مربع میل تھا اور آبادی تین کڑور دس لاکھ تھی۔ اس میں ایک کڑور اسی لاکھ مسلمان تھے۔ نئے صوبے میں مسلمانوں کی بھاری اکثریت تھی اور انہیں اقتصادی ترقی کی امید ہو گئی تھی۔ اس لیے مسلمانوں نے تقسیم بنگال کی پرزور حمایت کی۔ حکومت کو شکریہ کے تار ارسال کیے اور قرار دادیں منظور کیں کہ اس تقسیم کو ہر حال میں برقرار رکھا جائے۔ مسلمانوں میں سیاسی شعور پیدا ہونے لگا اور حکومت کی مناسب توجہ سے علاقائی مسائل بتدریج حل ہونے لگے۔ عوام کی اقتصادی حالت بہتر ہونے لگی۔ صوبہ کی تجارت بہتر ہوئی ڈھاکہ شہر میں وسعت ہوئی اور بہت جلد یہ شہر مسلمانوں کی سیاسی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا۔(44)

کلکتہ کے ہندوؤں نے اس پر سخت شورش کی۔ کانگریس نے اپنے طور پر مظاہرے کئے۔ ہندوؤں نے انگریزی مال کا بائیکاٹ کیا، مگر آخر کیوں؟ اس بارے میں ڈاکٹر امبیدکر(Ambedkar)لکھتے ہیں۔

The opposition to the Partition of Bangal on the part of Bangali Hindus was due principally to their desire not to allow the Bangali Muslim to take their place in Eastern Bangal. (45)

---

42۔ نیازی، خالد پرویز، بیسویں صدی میں برصغیر کی اسلامی تحریکوں کا تنقیدی جائزہ، ص214

43۔ ایضاً

44۔ حسن ریاض، سید، پاکستان ناگزیر تھا، شعبہ تصنیف وتالیف کراچی یونیورسٹی 1987، ص49۔

45. Waheed-uz-zaman, towards Pakistan, publishers united ltd. Lahore, 1985, P 13 with reference to B.R Ambedkar: Pakistan or partition of India, Bombay, 1946, P 111.



toobaafoundation.com

ترجمہ :۔اصولی طور پر بنگالی ہندوؤں کی طرف سے تقسیم بنگال کی مخالفت کے پیچھے یہ خواہش تھی کہ مشرقی بنگال کے مسلمان اپنی جگہ نہ بنا سکیں۔

آخر کار جب ہندو دباؤ کے زیر اثر انگریزوں نے ۱۶ ستمبر ۱۹۱۱ء کو دہلی دربار میں تقسیم بنگال کی منسوخی کا اعلان کیا تو مسلمانوں پر یہ بات کھل کر آشکارا ہوگئی کہ ہندو، مسلمانوں کا بحثیت قوم، انفرادی یا اجتماعی فائدہ کبھی نہیں دیکھ سکتی بقول ڈاکٹر خالد بن سعید

Disestablishment of the province of East Bangal meant that the Muslims would lose their strong majority position and be once again dominated by the more advanced Hindu community. ([46])

ترجمہ :۔منسوخی تقسیم مشرقی بنگال کا مطلب تھا کہ مسلمان اپنی مضبوط اکثریت کھو کر ہندوؤں کے زیر تسلط آجائیں۔

تقسیم بنگال کی منسوخی سے برصغیر کی سیاست پر دوررس اثرات مرتب ہوئے۔اس سے انگریزوں اور مسلمانوں کے تعلقات پر برا اثر پڑا۔ مسلمانوں کا انگریزوں کے وعدوں پر اعتبار ختم ہو گیا۔ مسلمان اس نتیجے پر پہنچے کہ دہشت اور بدامنی کی تحریک میں انتہا پسندی کے رجحانات نے جنم لیا۔اس سے مسلمانوں میں سیاسی بیداری پیدا ہوئی اور انہوں نے عملی سیاست میں بڑے جوش سے حصہ لینا شروع کر دیا۔ پروفیسر عزیز احمد لکھتے ہیں۔ "ہندوؤں کے سیاسی دباؤ کے تحت ۱۹۱۱ء میں تقسیم بنگال کو منسوخ کر دیا۔اس سال اسلامی دنیا کے دیگر ممالک میں بھی برطانیہ کے غاصبانہ قبضوں کا سلسلہ چل نکلا اور یوں سرسید احمد خان کی برطانیہ سے غیر مشروط وفاداری کا خاتمہ ہو گیا۔

اب مسلمانوں کی سیاست میں تبدیلی آنے لگی۔ مسلمانوں کی قیادت مولانا محمد علی جوہر (1931۔1878)، مولانا ابو الکلام آزاد (1958۔ 1888)، مولانا ظفر علی خان (1956۔1873) جیسے نوجوان اور پرجوش ہاتھوں میں منتقل ہو گئی۔ شاعر مشرق علامہ اقبال (1938۔1877)، مولانا شبلی نعمانی (1914۔1857) اور اکبر الٰہ آبادی جیسے قومی شعراء نے قوم میں ایک نیا ولولہ اور جوش پیدا کر دیا۔ سرسید احمد خان نے علی گڑھ کالج کے قیام کے وقت اس آرزو کا اظہار کیا تھا کہ بہت جلد علی گڑھ کالج ترقی کر کے یونیورسٹی کا درجہ حاصل کرے گا۔ سرسید کی وفات کے بعد دسمبر ۱۸۹۸ء میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس لاہور میں پہلی بار مسلم یونیورسٹی کے قیام کی باقاعدہ قرارداد منظور کی گئی۔ جسے بعد ازاں ہر سال دہرایا جاتا رہا۔ ۱۹۱۰ء کے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس ناگ پور میں سر آغا خان (1957۔1877) نے یونیورسٹی کے قیام پر تقریر کرتے ہوئے خواہش ظاہر کی تھی کہ اگلے سال شاہ انگلستان جارج پنجم کے دورہ برصغیر سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ کوشش کرنی چاہیے کہ یونیورسٹی کی رسم افتتاح بادشاہ معظم کے ہاتھوں سرانجام پائے۔ حکومت ہند نے بھی یقین دلایا کہ اگر بیس لاکھ کی مطلوبہ رقم جمع ہو جائے تو حکومت کو یونیورسٹی کی منظوری دینے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو گی۔([47])

۱۹۱۱ء میں سر آغا خان، نواب وقار الملک (1917۔1841)، مولانا شوکت علی (1938۔1873) اور مولانا محمد علی جوہر نے بڑے جوش سے چندہ جمع کرنے کی مہم شروع کی۔ علی گڑھ کالج کے اسٹاف اور طلباء نے بھی موسم گرم کی تعطیلات چندہ فراہم کرنے کے لیے وقف کر دیں۔ محبان قوم کی یہ کوششیں کامیاب ہوئیں اور تھوڑے ہی عرصہ میں بیس لاکھ روپے جمع ہو گئے۔

---

46. Dr. Khalid bin Saeed: Pakistan formative Phase, 2nd Edition – 1947, Dntario Canada, P31.

47۔ عزیز احمد، پروفیسر، برصغیر میں اسلامی کلچر (اردو ترجمہ ڈاکٹر جمیل جالبی) ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1990ء، ص408۔



toobaafoundation.com

فروری ۱۹۱۱ء میں راجہ محمود آباد کی زیر صدارت مجوزہ یونیورسٹی کے آئین کی تیاری کے لیے کمیٹی قائم کی گئی اور حکومت کے سامنے ایسی مسلم یونیورسٹی کا منصوبہ پیش کیا گیا جسے برصغیر پاک وہند کے ہر حصے کے مسلم کالجوں اور اسکولوں کے الحاق کا اختیار حاصل ہو۔ مگر حکومت نے یہ پابندی عائد کر دی کہ مجوزہ یونیورسٹی کے ساتھ مسلم کا لفظ نہیں ہونا چاہیے نیز صرف علی گڑھ ضلع کے مسلم تعلیمی ادارے یونیورسٹی سے تعلیمی الحاق کر سکیں گے۔ حکومت کے اس جواب سے مسلمانوں کو سخت مایوسی ہوئی اور یونیورسٹی کا قیام معرض التواء میں ڈال دیا گیا۔ بعد ازاں ۱۹۲۰ء میں حکومت نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے قیام کی اجازت دے دی جس کا دائرہ اختیار ضلع علیگڑھ تک محدود تھا اور اسے دوسرے علاقوں کے کسی تعلیمی ادارے کے الحاق کی اجازت نہ تھی۔ مسلم یونیورسٹی کے قیام کے مسئلے پر حکومت کے رویے سے مسلمانوں اور حکومت کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہوگئی اور حکومت کے انکار کو مسلمانوں نے مسلم مسائل سے اس کی عدم دلچسپی قرار دیا اور اس سے مسلم سیاست پر دوررس اثرات مرتب ہوئے۔(48)

## مسجد کانپور کا سانحہ

۱۹۱۳ء میں کانپور کے مقام پر ایک ایسا واقعہ پیش آیا۔ جس نے برصغیر کے مسلمانوں میں غصہ کی لہر دوڑا دی۔ کانپور میں ایک روڈ بنام اے۔ بی روڈ واقع تھی۔ گورنمنٹ نے اس سڑک کو سیدھا کرنا چاہا اس کے ایک طرف مندر اور دوسری طرف مسجد مچھلی بازار واقع تھی۔ اصولی طور پر سڑک کو سیدھا کرتے وقت مندر اس کی زد میں آتا تھا لیکن میونسپل حکام نے مسجد کو نشانہ بنایا اور یہ اقدام صرف اسی لیے کیا گیا کہ میونسپل بورڈ میں ہندوؤں کی اکثریت تھی۔ میونسپل کمیٹی نے مسجد کے ایک حصہ کو توڑنے کے لیے متولی سے چپ چاپ اجازت لے لی۔ جب مسلمانوں کو خبر ہوئی تو انہوں نے احتجاج کیا کہ وقف کی جائیداد میں ایک آدمی اجازت نہیں دے سکتا۔ تمام مسلمانوں نے گورنر متحدہ صوبہ جات سے احتجاج کیا۔ مولانا محمد علی جوہر نے "کامریڈ" میں اور مولانا ظفر علی خان نے "زمیندار" میں مضامین لکھے۔ اس سلسلے میں متعدد احتجاجی جلسے بھی ہوئے۔(49) لیکن میونسپل کارپوریشن نے یکم جولائی ۱۹۱۳ء بحکم مجسٹریٹ کانپور مسجد کو منہدم کر دیا۔ حکومت کے اس عمل سے کانپور اور اطراف کے مسلمانوں میں عام بے چینی پھیل گئی۔

۳اگست ۱۹۱۳ء میں مسلمانان کانپور نے تعمیر کرنے سے روکا اور مجمع کو منتشر کرنے کے لیے فائرنگ کا حکم دے دیا۔ اس ہنگامے میں ۱۲ مسلمان شہید اور ۳۳ زخمی ہوگئے۔ ۱۰۵ افراد کو بمعہ چند لڑکوں کے گرفتار کر لیا گیا اور مقدمہ چلایا گیا۔(50)

اس خبر سے پورے ہندوستان کے مسلمانوں میں غم وغصہ کی زبردست لہر دوڑ گئی۔ ۱۳ اگست ۱۹۱۳ء کو راجہ صاحب آف محمود آباد کی قیادت میں مسلمانوں کا ایک وفد گورنر سے ملا تو اس نے یہ پیش کش کی کہ مسلمانوں کو برآمدہ ہی بنانا ہے تو انہیں مسجد کے شمالی حصہ کی طرف جگہ مہیا کر دی جائے گی۔ اور ماخوذین مقدمہ کو بری کر دیا جائے گا۔ مولانا محمد علی جوہر اور سید وزیر حسن (1947۔1874) سیکرٹری مسلم لیگ حادثہ کانپور کی تحقیق کے دوران انگلینڈ روانہ ہوگئے تاکہ ممبران پارلیمنٹ اور وزیر ہند کو اس حادثہ کے نتائج سے آگاہ کریں۔ یہ وفد ۶ ستمبر ۱۹۱۳ء کو عازم لندن ہو۔ اس کے بعد ۳۰ ستمبر کو مولانا ظفر علی خان بھی انگلستان روانہ ہوگئے۔ وفد

---

48۔ نیازی، خالد پرویز، بیسویں صدی میں برصغیر کی اسلامی تحریکوں کا تنقیدی جائزہ، ص216

49۔ ایضاً

50۔ قدسی، عبید اللہ، آزادی کی تحریکیں، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور



toobaafoundation.com

سے کسی ذمہ دار آدمی نے ملاقات نہ کی۔ لیکن وہاں کے عوام کی ہمدردی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ یہ وفد ۲۰ دسمبر ۱۹۱۳ء کو واپس آیا۔([51])

۱۴ اکتوبر ۱۹۱۳ء کو انگلستان سے ہدایت ملنے پر وائسرائے ہند لارڈ ہارڈنگ (1858-1944) نے خود کانپور پہنچ کر حالات کا جائزہ لیا اور مسلمانوں کا مؤقف درست قرار دیا۔ مسلمانوں کے خلاف مقدمات واپس لے لیے گئے اور سڑک کے اوپر چھت ڈال کر مسجد کے وضو خانے کی تعمیر کے لیے منہدم شدہ جگہ بحال کرنے کا حکم دیا۔ مسجد کا قضیہ طے ہو گیا۔ لیکن اس واقعہ سے انگریزوں اور مسلمانوں کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہوگئی اور ان کے دلوں میں خیال پیدا ہوا کہ انگریز ہر جگہ مسلم دشمن پالیسی پر گامزن ہیں۔([52])

بیسویں صدی کے آغاز میں دنیائے اسلام میں چند ایسے مسائل رونما ہوئے جو مسلمانانِ برصغیر اور برطانوی حکومت کے تعلقات میں کشیدگی کا باعث بنے۔ برصغیر کے مسلمانوں کی نظر میں ترکی کی بڑی اہمیت تھی کیونکہ ترکی کو عالم اسلام میں خلافت المسلمین کے مرکز کی حیثیت اور ترکی کا سلطان عبدالحمید (1842-1918) مسلمانوں کا خلیفہ تھا۔ انیسویں صدی کے دوران جب تک ترکی برطانیہ کا حلیف رہا، برصغیر کے مسلمانوں کو کوئی پریشانی لاحق نہ ہوئی۔ لیکن جب ترکی کی سلطنت میں زوال آنا شروع ہوا اور یورپ کی مختلف طاقتوں نے ترکی کے مقبوضات پر ہاتھ صاف کرنا شروع کئے تو برصغیر کے مسلمانوں کے لیے یہ امر پریشانی کا باعث ہوا۔([53])

## جنگ طرابلس

افریقہ کی ساحلی حکومتیں سلطنت عثمانیہ کے قبضہ میں تھیں۔ ان ریاستوں کو نوآبادیات بنانے کے لیے مغربی ممالک کی توجہ مرکوز تھی۔ چنانچہ انگلستان نے مصر پر، فرانس نے الجزائر اور تیونس پر قبضہ کر لیا۔ ۱۹۰۴ء میں فرانس اور انگلستان میں ایک معاہدہ ہوا، جس میں مصر پر انگلستان کا قبضہ تسلیم کر لیا گیا اور فرانس سے مراکش پر قبضہ کرنے میں مدد کا وعدہ کیا گیا۔ یورپ (جرمنی کے علاوہ) اور عیسائیوں کی یہ تمام کوششیں مسلمانوں کو کمزور کرنے کیلئے تھیں۔ اٹلی سالہا سال سے طرابلس کو غصب کرنا چاہتا تھا۔ بیسویں صدی کے آغاز تک طرابلس سلطنت عثمانیہ کا ایک صوبہ تھا اور اس کی تمام تر آبادی مسلمانوں پر مشتمل تھی۔ اکتوبر ۱۹۱۱ء میں اٹلی نے طرابلس پر حملہ کر دیا۔ اس وقت ترکی کے لیے طرابلس کی حفاظت بہت مشکل تھی۔ ترک اگر خشکی سے اپنی فوجیں بھیجتے تو راستے میں مصر حائل تھا، جس پر انگریز قابض تھے۔ سمندر کا راستہ خود اٹلی کے بحری بیڑے نے روک رکھا تھا کیونکہ ترکوں کے پاس بحری طاقت نہ ہونے کے برابر تھی۔ انور پاشا نے سنوس قبائل کی تنظیم کر کے مقابلہ کیا۔ لیکن اسی دوران جنگ بلقان کے آثار نظر آنے لگے۔ ان حالات میں بابِ عالی نے صلح کی گفتگو کی۔ طرابلس پر اٹلی کا قبضہ تسلیم کر لیا گیا اور اس صلح کو "صلح توازن" کا نام دیا گیا۔([54])

## جنگ بلقان اور ہان اسلامزم کی تحریک

ترکوں کو جنگ طرابلس میں اُلجھا ہوا دیکھ کر بلقانی ریاستوں نے بھی ترکی پر حملہ کر دیا۔ ۸ اکتوبر ۱۹۱۲ء کو مونٹی نیگرو نے سلطنت عثمانیہ کے خلاف اعلان کر دیا۔ یونان، بلغاریہ اور سرویا نے ۱۸ اکتوبر کو اعلان جنگ کر کے فوجیں عثمانی مقبوضات کی طرف روانہ

---

51۔ "الہلال" 6 اگست 1913ء، جلد 3، ص 79، کالم 2۔
52۔ ہمدرد، 7 ستمبر، ص 20-30، دسمبر 1913ء، ص 2، کالم 3-4
53۔ نیازی، خالد پرویز، بیسویں صدی میں برصغیر کی اسلامی تحریکوں کا تنقیدی جائزہ، ص 217۔
54۔ حسن ریاض، سید، پاکستان ناگزیر تھا۔ ص 61۔



toobaafoundation.com

کر دیں۔ اسی دن بلغاری فوجیں تھریس میں داخل ہو گئیں۔ ۲۰ اکتوبر کو "فوق کلیسا" اور ۲۸ اکتوبر کو لولو برگاس کے معرکوں میں ترکوں کو شکست ہوئی۔ سرویا، مونٹی نیگرو اور یونان نے بھی متعدد فتوحات حاصل کریں۔ ۳۰ اکتوبر ۱۹۱۳ء کو لندن میں برطانیہ کی مداخلت پر مذکورہ بالا چاروں عیسائی ریاستوں کے ساتھ ترکی کا ایک معاہدہ طے پایا۔ اسطرح جنگ بند ہوئی اور بلقان پر ترکی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ (55)

بیسویں صدی کے پہلے دو عشروں میں یورپ والوں کی ملکی ہوس گیری کی بدولت دنیائے اسلام عجب مشکل میں گرفتار تھی۔ ساری دنیا کے مسلمان یا تو محکوم ہو چکے یا مقامی مشکلات میں گرفتار کر دیئے گئے تھے۔ لیکن ترک خاص طور پر جو کہ انیسویں صدی کے آخر میں یورپ میں کئے گئے معاہدوں کی پابندی کرتے چلے آئے تھے، اس بات کو سمجھنے پر مجبور کر دیئے گئے تھے کہ اقوام یورپ انہیں کمزور کرنا چاہتی ہیں۔ اس موقع پر برصغیر کے مسلمان برطانوی حکومت کے متعصبانہ طرز عمل اور اسلام دشمنی سے بہت پریشان تھے۔ (56) ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی مسلمانان برصغیر کی نفسیاتی کیفیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔

> "برعظیم پر برطانوی قبضے کے خلاف مخاصمت کی طویل روایت کو آسانی سے فتح نہیں کیا جا سکتا۔ ۱۹۰۷ء میں انگریزوں اور روسیوں کے درمیان جو معاہدہ ہوا۔ اس نے ان مسلم ممالک کے لیے، جو اب تک آزاد تھے تازہ خطرات پیدا کر دیے تھے۔ اپنی آزادی کھونے کے بعد ملت میں دوسری قوموں سے روابط کا نیا شعور پیدا ہو گیا اور برطانیہ عظمیٰ کی حکمت عملی کا مقصد جس حد تک یہ تھا کہ وہ ان قوموں پر اپنا اثر یا اپنی حکومت قائم کرے، اسی حد تک برعظیم کے مسلمانوں میں یہ حکمت عملی نامقبول تھی اور اس سے ایسے ہیجانی رد عمل پیدا ہوئے تھے جو برطانوی حکومت سے مسلمانوں کی وفاداری کو کمزور کرتے تھے" (57)

مسلمان ممالک کے خلاف انگلستان کی کاروائیاں بڑھ گئیں۔ مسلمانان برصغیر نے بیرونی سیاست میں دلچسپی لینی شروع کر دی اور پان اسلام ازم کی تحریک زور پکڑنے لگی۔ سید جمال الدین افغانی نے پان اسلام ازم کی تحریک اس مقصد سے شروع کی تھی کہ مسلمانان عالم کو متحد کر کے خلیفہ المسلمین کے جھنڈے تلے جمع کیا جائے۔ چونکہ اس وقت عالم اسلام میں سلطان ترکی سے زیادہ باوقار اور وسیع کوئی دیگر اسلامی سلطنت نہ تھی۔ اس لیے سید جمال الدین افغانی نے مسلمانان عالم کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ سلطان ترکی کو قانوناً اور اخلاقاً اپنا خلیفہ تسلیم کر لیں۔ سلطان عبدالحمید ثانی (۱۸۷۶ء تا ۱۹۰۹ء) نے بھی اپنے آپ کو عالم اسلام سے بہ حیثیت خلیفہ متعارف کرایا۔ ۱۸۷۷ء کی جنگ روس و ترکی میں مسلمانان ہند نے ترکی کی مالی مدد اسی تصور، یعنی خلافت عثمانیہ سے عقیدت کی بناء پر کی تھی۔ سلطان ترکی اب صرف دولت عثمانیہ کے سربراہ نہ تھے بلکہ وہ عالم اسلام کے خلیفہ بھی تھے۔ حالانکہ ادارہ خلافت صرف سنی مسلمانوں کی حد تک قابل قبول تھا اور شیعہ مسلمان خلیفہ کو مذہبی اور روحانی پیشوا تسلیم نہیں کرتے تھے۔ مگر دولت عثمانیہ پر یورپین عوام کی جارحانہ اور غاصبانہ کاروائیوں نے برصغیر کے شیعہ مسلمان کو خلافت کو بچانے کے لیے آمادہ کیا۔ چنانچہ جنگ طرابلس اور بلقان میں دیگر مسلمانوں کے شانہ بشانہ شیعہ مسلمانوں نے بھی خلافت اور اسلامی سلطنت کو اغیار کے قبضے سے محفوظ و مامون رکھنے کے لیے

---

55۔ ناسک، صلاح الدین، تحریک آزادی لاہور، عزیز پبلشرز، اردو بازار، 1975ء، ص216۔

56۔ نیازی، خالد پرویز، بیسویں صدی کی اسلامی تحریکوں کا تنقیدی جائزہ، ص218۔

57۔ قریشی، اشیاق حسین، ڈاکٹر، برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کراچی یونیورسٹی، طبع چہارم، 1989ء ص135



toobaafoundation.com

ہر قسم کا تعاون کیا۔ پان اسلام ازم کا مطلب مسلمانانِ عالم کا سیاسی اتحاد یا اتحاد اسلام ہے۔ پان اسلام ازم کے بانی سید جمال الدین افغانی (۱۸۳۸۔۱۸۹۷) تھے۔ موصوف نے عالم اسلام کو متحد اور مربوط کرنے کے لیے بین الاقوامی سطح پر کوشش کی۔ انہوں نے متعدد سفر کیے اور زندگی اسلامی اتحاد کے لیے وقف کر دی۔ برصغیر کے مسلمانوں میں سید جمال الدین افغانی کی آمد سے قبل ہی پان اسلام ازم کا تصور پیدا ہو گیا تھا۔ سید افغانی نے چار مرتبہ ہندوستان کا سفر کیا۔ جس میں پہلا ۱۸۵۴ء میں دوسرا سفر ۱۸۵۹ء میں تیسرا سفر ۱۸۵۹ء میں اور چوتھا ۱۸۸۰ء تا ۱۸۸۲ء میں کیا۔ سید جمال الدین افغانی جب چوتھی دفعہ برصغیر آئے تو مسلمانان برصغیر کے رہنما سرسید احمد خان سے ان کے کچھ بنیادی اختلاف پیدا ہو گئے۔([58])

مولانا طفیل احمد منگلوری کے مطابق ان کے اختلافات کی تین خاص وجوہات تھیں۔

۱۔ جمال الدین افغانی سرسید کے علم الکلام اور ان کی توجیہات و تاویلات کو غلط گردانتے تھے۔

۲۔ افغانی سرسید کے مذہبی خیالات و اعتقادات اور ان کی تعلیمی پالیسی کو مسلمانوں کے مستقبل کے لیے سیاسی غلامی میں اضافہ کا باعث خیال کرتے تھے۔

۳۔ سرسید عالم اسلام کے سیاسی اتحاد اور عالم اسلامی کے تصور خلافت کے مخالف تھے اور انہوں نے مسلمانان برصغیر کو پان اسلام ازم کی شرکت سے منع کیا تھا۔([59])

اس کے باوجود پان اسلام ازم کے لیے راہ ہموار ہو چکی تھی۔ ۲۳ جون ۱۹۰۳ء کو لندن میں مسلمانوں کی ایک جماعت بنام "پین اسلامک سوسائٹی" قائم ہوئی۔ اس سوسائٹی کا مقصد یہ تھا کہ سب مسلمانوں کی مذہبی، تمدنی، اخلاقی اور روحانی اصلاح کی جائے۔ اسلامی تعلقات اور رشتہ اخوت کو مضبوط کیا جائے۔ رابطہ کے وسائل مہیا کئے جائیں۔ غیر قوموں میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق جو غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں انہیں دور کیا جائے۔([60])

## برصغیر کے نو آبادیاتی دور کی دینی شخصیات

بیسویں صدی کے آغاز ہی سے برصغیر میں کچھ ایسی شخصیات منصہ شہود پر آئیں جو سرسید کی سرکاری حکمت عملی کی پالیسی کو ناپسند کرنے لگی تھیں۔ ان شخصیات میں سر فہرست مولانا شبلی نعمانی تھے حالانکہ شبلی نعمانی علی گڑھ میں مدرس کی حیثیت سے کام کر چکے تھے۔ شیخ محمد اکرم لکھتے ہیں۔ شبلی قریباً سولہ سال علی گڑھ میں ملازم رہے۔ یہاں انہوں نے آرنلڈ سے فرانسیسی زبان سیکھی اور مستشرقین کی کتابوں تک رسائی حاصل کی اور یہیں سرسید کی باا ثر شخصیت نے ان کی قلب ماہیت کی۔ بقول مولانا مہدی حسن، شبلی نے مولویت علی گڑھ پہنچ کر چھوڑ دی۔ ان کے خیالات کی کایا پلٹی، مذاق، تصنیف اور وسیع النظری غرض یہ جو کچھ ہوئے، سرسید کے دامن

---

58۔ نیازی، خالد پرویز، بیسویں صدی کی اسلامی تحریکوں کا تنقیدی جائزہ، ص218۔

59۔ منگلوری، طفیل احمد، مسلمانوں کا رعشن، حما الکتبی، شیش محل روڈ، لاہور، (س۔ن)، ص273۔ بحوالہ علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ، 12 دسمبر 1887ء

60 ۔ Ishtiaq Hussain Qureshi: The struggle for Pakistan, University of Karachi, Pakistan, 1982, P.37.



toobaafoundation.com

تربیت کا اثر تھا۔ لیکن اس کے باوجود شبلی نے سر سید کی پالیسیوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے میں پہل کی اور اتحاد اسلامی کے موید بنے۔(61)

مولانا شبلی کے علاوہ مولانا ابوالکلام آزاد (1958-1888) تو سر سید کے ہر قول و فعل کے مخالف تھے۔ ان کی شخصیت معمار علی گڑھ کی مکمل ترین ضد تھی لیکن ان کی اہم مخالفت سیاسی میدان میں تھی۔ ابوالکلام کا خیال تھا کہ جو تحریک صرف بر عظیم تک محدود ہو وہ مقامی مسلم ملت کی کوئی خدمت نہیں کر سکتی وہ ہی تحریک مفید ہو سکتی ہے جو تمام دنیا کے مسلمانوں کو اپنی آغوش میں لے لے۔(62)

بیسویں صدی کے آغاز میں سودیشی تحریک بہت کامیاب ہوئی جس میں سودیشی یعنی صرف ہندوستانی اشیاء کا استعمال اور انگریزی اشیاء کے بائیکاٹ کا اعلان کیا گیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد بھی اس تحریک کے اہم رکن تھے لیکن مسلم آبادی کا بڑا حصہ اس سے وابستہ نہیں تھا۔ تعلیم یافتہ مسلمانوں کے ایک خاص گروہ میں اور بڑے بڑے مسلمان زمینداروں اور نوابوں میں علیحدگی پسندانہ رجحان اور انگریزوں سے وفاداری ۱۹۰۶ء میں اپنے عروج کو پہنچ گئی۔ جب ڈھاکہ کے نواب آغا خان اور نواب محسن الملک (1907-1837) کی رہبری میں کل ہند مسلم لیگ قائم ہوئی۔ اس کا قیام ایک وفادار اور قدامت پرست سیاسی تنظیم کی حیثیت سے ہوا تھا۔ یہ جماعت برطانوی استعمار پسندی کی کوئی تنقید یا مذمت نہیں کرتی تھی تقسیم بنگال کی حامی تھی اور سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کے حقوق کے خلاف تحفظ کا مطالبہ کیا۔ کچھ عرصے بعد مسلم لیگ نے وائسرے لارڈ منٹو (1914-1845) کی مدد سے مسلمانوں کے لیے علیحدہ انتخابی حلقوں کا مطالبہ کیا اور تسلیم کرالیا۔ انگریز سرکار کو پوری امید تھی کہ وہ اس ہتھیار کی مدد سے ابھرتی ہوئی قومی تحریک کا گلا گھونٹ سکتی ہے اور مسلمانوں میں ابھرتے ہوئے دانشور گروپ کو قومی تحریک سے دور رکھنے میں کامیاب ہو سکتی ہے۔ لیکن محب وطن مسلمانوں کی نظر میں لیگ کی یہ کمزوری واضح ہوتی جارہی تھی خاص کر تعلیم یافتہ مسلمان نوجوان ملک کے انقلابی قومی نظریوں سے زیادہ سے زیادہ متاثر ہو رہے تھے انقلابی قومی تحریک "احرار" اسی زمانے میں شروع ہوئی۔ اس کے بانی اور رہنما مولانا محمد علی جوہر (1931-1878)، حکیم اجمل خان (1927-1868)، حسن امام، مولانا ظفر علی خان اور مظہر الحق تھے۔ یہ نوجوان نوابوں اور زمینداروں کی وفاداری کی پالیسی کو بہت ناپسند کرتے تھے۔ "اپنی حکومت آپ کے جدید خیالات سے متاثر ہو کر یہ لوگ انقلابی قومی تحریک میں سرگرم شرکت کی وکالت کرتے تھے۔ مسلمان علماء میں بھی اسی قسم کا قومی جذبہ سر اٹھا رہا تھا۔ اس کی رہنمائی کا شرف دیوبند اسکول کو ہے۔ ان علماء میں سب سے پہلے نوجوان مولانا ابوالکلام آزاد تھے۔ ان کی عقلیت پسندانہ سائنسی اور قومی نظریوں کا ترجمہ ان کا اخبار "الہلال تھا۔ مولانا محمد علی جوہر اور مولانا آزاد نوجوان مسلمانوں میں ہمت اور جواں مردی کا جذبہ جگا رہے تھے۔ ان علماء کا خیال تھا کہ اسلام اور قوم پروروں میں کوئی تناؤ اور کوئی تضاد نہیں ہے۔ دسمبر ۱۹۱۱ء میں جب جارج پنجم کی تاج پوشی کا جشن دہلی میں منایا گیا اور اعلان ہوا کہ بنگال کی تقسیم منسوخ کی جاتی ہے تو لیگی حلقوں میں ماتم پڑ گیا اور ان کی نظر میں انگریزوں کی دغابازی کھل کر سامنے آگئی۔(63)

---

61۔ شیخ، محمد اکرام، موج کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1992ء، ص 221

62۔ قریشی، اشتیاق حسین، ڈاکٹر، بر عظیم پاک وہند کی ملت اسلامیہ، ص 336

63۔ خان امام الدین، بیسویں صدی میں برصغیر کا سیاسی، سماجی و تہذیبی منظر نامہ اور نگارشات فیض کی فکری جہتیں، مقالہ پی ایچ ڈی، جواہر لال نہرو یونیورسٹی، دہلی، 2010ء، ص 13



toobaafoundation.com

حکومت برطانیہ کے اس رویے پر نواب وقار الملک نے رد عمل کچھ اس طرح دیا:

"جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے۔ان کی اکثریت کی یہ رائے ہے کہ تقسیم بنگال کی تنسیخ نہایت ناپسندیدہ فعل ہے۔ان وعدوں کی روشنی میں جو کہ تاج کے مالکوں نے مسلمانوں سے بار بار کیے تھے اور تقسیم بنگال کو ایک طے شدہ حقیقت بتلایا تھا۔اتحاد بنگال حکومت انگریزی کی کمزوری کا مظہر ہے اور آئندہ ان سب کے اقوال و فعل پر اعتماد نہ کیا جا سکے گا"(64)

بنگال کے سلسلے میں انگریزوں کے طرز عمل پر مسلم لیگیوں میں غم و غصے کی لہر ابھی دھیمی بھی نہیں پڑی تھی کہ ۱۹۱۱ء میں ترکی کی عثمانی سلطنت اور اٹلی کے درمیان جنگ چھڑ گئی اور ۱۹۱۲ء، ۱۹۱۳ء کے برسوں میں ترکی کو بلقان کی حکومتوں سے لڑنا بھی پڑا۔ جون ۱۹۱۴ء میں پہلی عالمی جنگ شروع ہو گئی۔ایک طرف سلطنت برطانیہ، فرانس، روس اور جاپان تھے (بعد میں اٹلی اور امریکہ بھی اس میں شامل ہو گئے) دوسری طرف آسٹریلیا، ہنگری اور ترکی۔ برصغیر ہندوستان نے برطانیہ کے باج گزار کی حیثیت سے اس کی مدد کی اور اسے اپنی مرضی کے خلاف ملکی وسائل کو جنگ میں جھونک دینا پڑا۔لاکھوں افراد جبریہ بھرتی کے تحت محاذ جنگ پر بھیجے گئے۔اعتدال پسندوں کا خیال تھا کہ جنگ کے خاتمے پر ہندوستانیوں کی وفاداری کے عوض مراعات ملنے کا وعدہ تھا اور ہندوستان کو اس قابل بنانے میں مدد دے گا کہ ہندوستان خود اپنی حکومت بنانے کی منزل کی طرف تیزی سے گامزن ہو سکے گا۔ دوسری طرف جنگ کے زمانے میں انقلابی تحریک نے بھی بہت ترقی کی۔ دہشت پسندوں کے گروہ بنگال اور مہاراشٹر سے بڑھ کر پورے شمالی ہند میں پھیل گیا۔یہی نہیں بلکہ بہت سے ہندوستانی انگریزی راج کا تختہ پلٹنے کے لیے بغاوت کا منصوبہ بنا رہے تھے۔اس منصوبے کی شکل میں ۱۹۱۳ء میں سان فرانسسکو میں مشہور غدر تحریک شروع ہوئی جس کے ذریعے دوسرے ملکوں میں آباد ہندوستانیوں نے غدر تحریک کے ذریعے یہاں کی تحریک میں بہت اہم رول ادا کیا۔

قوم پرستوں کی نظر میں ان میں اتحاد نہ ہونے کی وجہ سے ان کے مقاصد کو دھچکا لگ رہا ہے۔وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ حکومت کے خلاف جدوجہد میں متحد ہونا ضروری ہے۔ قومی جذبات اور قومی اتحاد کے جوش و لگن کی بدولت ۱۹۱۶ء میں کانگریس کے لکھنؤ اجلاس میں دو خاص تاریخی واقعے رونما ہوئے۔ایک تو یہ کہ کانگریس کے دونوں بازو متحد ہو گئے اور دوسری بات یہ ہوئی کہ کانگریس اور کل ہند مسلم لیگ نے اپنے پرانے اختلافات کو پس پشت ڈال کر حکومت کے سامنے مشترکہ سیاسی مطالبے رکھے۔کانگریس اور مسلم لیگ نے کانگریس لیگ پیکٹ پر دستخط کر کے گویا کانگریس اور لیگ کے اتحاد پر مہر لگا دی۔اسی کو "لکھنؤ پیکٹ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ان دو تنظیموں کو قریب لانے کے سلسلے میں تلک اور محمد علی جناح (1876-1948) نے اہم رول ادا کیا کیونکہ ان دونوں کو یقین تھا کہ ہندوستان میں خود ہندوستانی سرکار ہندو مسلم اتحاد کی صورت میں ہی قائم ہو سکتی ہے۔(65)

اس حوالے سے تلک نے اس وقت اعلان کیا تھا:

"کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ ہم ہندو اپنے مسلمان بھائیوں کے سامنے کچھ زیادہ ہی جھک گئے ہیں اگر میں یہ کہوں کہ ہمارے ضرورت سے زیادہ جھکنے کا امکان ہی نہیں تھا تو مجھے یقین ہے کہ میں ہندوستان بھر کے معقول ہندوؤں کے خیالات اور جذبات کی ترجمانی کروں گا خود اپنے دیش کی سرکار بنانے کا حق اگر صرف مسلمان برادری کو ملے تب بھی مجھے کوئی پریشانی کوئی اعتراض نہیں ہو گا اور اگر یہ حق صرف ہندو برادری کی نچلی جات والوں یا نچلی ہندو جاتیوں کو ملے

---

64۔ محمود الرحمٰن، جنگ آزادی کے اردو شعراء، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، اسلام آباد، 1986ء ص 221۔

65۔ خان، امام الدین، بیسویں صدی میں برصغیر کا سیاسی، سماجی و تہذیبی منظر نامہ اور نگارشات فیض کی فکری جہتیں، ص 14۔



toobaafoundation.com

تب بھی مجھے کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔۔۔۔یہ بہت ضروری اور اہم ہے کہ ہم ایک پلیٹ فارم پر متحد کھڑے نظر آئیں۔
نسل اور مذہب سے اوپر اٹھ کر ہر ممکن سیاسی اختلاف سے اوپر اٹھ کر شانہ بشانہ متحد کھڑے ہوں، ایک ہوں" (66)

۱۹۱۹ء میں حکومت برطانیہ نے مرکزی آئین ساز اسمبلی کے ہر ہندوستانی ممبر کی مخالفت کے باوجود رولٹ ایکٹ پاس کیا۔ جس کے تحت حکومت کسی بھی شخص کو مقدمہ چلائے بغیر قید کر سکتی ہے۔گاندھی جی دوسری تمام قوم پرست ہندوستانیوں کی طرح رولٹ ایکٹ کے خلاف تھے۔انہوں نے قومی تحریک کے رخ کو عام آدمی کی طرف زیادہ سے زیادہ موڑا۔اس دور میں ہندوستانیوں میں غیر معمولی بیداری آئی۔ہر طرف ہڑتالیں، دھرنے، جلسے، جلوس اور مظاہرے ہو رہے تھے۔پورے ملک کی فضا ہندو مسلم اتحاد کے نعروں سے گونج رہی تھی۔اب ہندوستانی عوام کسی حالت میں غیر ملکی غلامی و ذلت برداشت کرنے کو تیار نہیں تھے۔لکھنؤ پیکٹ نے مشترکہ ہندو مسلم سیاسی سرگرمیوں کے لیے زمین تیار کر ہی دی تھی۔رولٹ ایکٹ کے خلاف قومی جدوجہد نے بھی ہندوستانیوں کو بہت متاثر کیا۔ہندوستانی عوام گویا سیاسی عمل کے ذریعے دنیا کے سامنے ہندو مسلم اتحاد کا اعلان کر رہے تھے۔سیاسی طور پر باشعور مسلمان عثمانی (ترکی) سلطنت کے لیے انگریزوں اور ان کے اتحادیوں کے اس رویے اور ان اقدامات سے سخت ناراض تھے۔جن کی بدولت ترکی کو تقسیم کیا گیا تھا۔یہ قوم برطانوی وزیر اعظم کے خلاف تھی۔سلطان ترکی کو بہت سے مسلمان خلیفہ کا درجہ دیتے تھے یعنی مسلمانوں کا مذہبی پیشوا مانتے تھے،اس لیے ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت یہ محسوس کرتی تھی کہ مذہبی مرکزوں سے ترکی کے سلطان کے اقتدار کو کم کرنا مناسب نہیں ہو گا۔لہٰذا جلد ہی علی برادران، مولانا آزاد، حکیم اجمل خان اور حسرت موہانی (1880-1951) وغیرہ کی سرکردگی میں ایک خلافت کمیٹی قائم ہوئی اور کل ہند جدوجہد شروع کی گئی۔(67)

ملک میں انقلابی رجحانات کی طرف مائل قوتوں کے فروغ کا عکس جلد ہی کانگریس اور اس کی پالیسیوں کی شکل میں نظر آنے لگا۔ہندوؤں کی سیاسی تنظیم کانگریس کا وجود ۱۸۸۵ء میں عمل میں آ چکا تھا۔سر سید احمد خان نے مسلمانوں کو کانگریس میں شامل ہونے سے منع کر دیا۔وہ مسلمانوں کی سیاسی سرگرمیوں کے بھی خلاف تھے لیکن کانگریس نے ہندوؤں کے سیاسی حقوق کے لیے آواز بلند کی تو مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہو گیا کہ وہ بھی اپنی سیاسی تنظیم قائم کریں۔اس ضرورت کے پیش نظر ۱۹۰۶ء میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس، منعقدہ ڈھاکہ میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی تاکہ مسلمانوں کو ایک سیاسی پلیٹ فارم مہیا کیا جا سکے۔محسن الملک نواب سلیم اللہ خان نے قرارداد پیش کی کہ مسلمانوں کو نمائندہ جماعت "آل انڈیا مسلم لیگ" کے نام سے قائم کی جائے۔وقار الملک نے صدارتی خطبہ دیا۔۱۹۱۲ء میں تقسیم بنگال کی منسوخی کے بعد مسلم لیگ نے ایسے مسائل میں دلچسپی لینی شروع کر دی جو ہند کے تمام باشندوں کے لیے مشترک تھے ابتداء میں قائداعظم ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے لیکن وقت گذرنے کے ساتھ وہ ہندوؤں کے رویے سے بددل ہو گئے۔۱۹۳۰ء تک کانگریس اور مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس ایک ہی جگہ منعقد ہوتے رہے لیکن اس کے بعد ان دونوں بڑی سیاسی جماعتوں کی راہیں الگ ہو گئیں۔آزادی کے حصول کے لیے کانگریس زیادہ پرجوش تھی لیکن مسلم لیگ کو آزادی کے بعد کی صورت حال پر تشویش تھی۔(68) آخر کار فلسفی شاعر علامہ محمد اقبال (1877-1938) نے آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ الہ آباد کی صدارت کرتے ہوئے ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء کو اپنے خطبے میں کہا!

---

66۔ خان، امام الدین، بیسویں صدی میں برصغیر کا سیاسی، سماجی و تہذیبی منظر نامہ اور نگارشات فیض کی فکری جہتیں، ص 14۔

67۔ بپن چندرا، بھارت کا سوتنترتا سنگھرش، ہندی کادھیم کاریانوے ندیشالے، نئی دہلی، 1996ء ص 120۔

68۔ خان امام الدین بیسویں صدی میں برصغیر کا سیاسی و تہذیبی منظر نامہ اور نگارشات فیض کی فکری جہتیں، ص 210۔



toobaafoundation.com

“I would like to see the Punjab, North West Frontier, Sind and Baluchistan amalgamated into a single state. Self-Government within the British empire or without the British empire, the formation of a consolidated North West India Muslim State appears to me to be the final destiny of Muslims, at least of North-West India" ([69])

ترجمہ: "میں پنجاب، سرحدی صوبہ، سندھ، بلوچستان کو ضم کرکے ایک الگ مملکت کی صورت میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ایک خود مختار حکومت راج برطانیہ کے اندر یا راج برطانیہ کے باہر، متحدہ شمال مغربی ہند کی مسلم ریاست میرے نزدیک مسلمانوں کی آخری منزل ہے"۔

برصغیر میں مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ ریاست کے قیام کا تخیل سب سے پہلے علامہ اقبال نے پیش کیا۔آغا خان سوم نے آل انڈیا پارٹیز کانفرنس کے اجلاس منعقدہ کلکتہ میں اسے " صوبوں کی آزادی کی شکل میں پیش کیا۔چوہدری رحمت(1951-1897) علی نے مسلمانوں کی علیحدہ اسلامی ریاست کا نام پاکستان تجویز کر دیا۔اس سے ہندو غضب ناک ہو گئے۔ابتداء میں مسلم قیادت کا طرز عمل بھی سرد مہری پر مبنی تھا۔اس کے باوجود اس تخیل نے توجہ حاصل کرنی شروع کر دی۔([70])

مسلم لیگ نے اپنے سالانہ اجلاس منعقدہ لاہور میں ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو وہ قرارداد منظور کی، جس میں پہلی مرتبہ برصغیر کی تقسیم کو اپنا مقصود بنایا۔قائداعظم نے اپنے صدارتی خطبہ میں کہا!

> "ہندوؤں اور مسلمانوں کا تعلق دو مختلف مذہبوں، فلسفوں اور معاشرتی روایات سے ہے وہ آپس میں نہ شادیاں کرتے ہیں نہ مل بیٹھ کر کھاتے ہیں . زندگی اور مابعد زندگی کے متعلق ان کے خیالات مختلف ہیں۔ہندو اور مسلمان تاریخ کے مختلف ماخذوں سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ان کی مختلف رزمیہ داستانیں ہیں، مختلف ہیرو ہیں۔قوم کی ہر تعریف کے مطابق مسلمان ایک قوم ہیں۔ اس لیے ان کے پاس اپنا وطن، اپنا علاقہ اور اپنا ملک ہونا چاہیے"([71])

اس قرارداد کی منظوری کے بعد " پاکستان " مسلم عوام کے عقیدے میں داخل ہو گیا۔۱۹۴۰ء سے تحریک آزادی ہند کو مسلمانوں نے ''تحریک پاکستان'' میں تبدیل کر دیا، مسلم لیگ اس مطالبہ کی علمبردار تھی۔مسلمانوں نے اس مطالبہ کو پذیرائی بخشی اور جوق در جوق مسلم لیگ میں شامل ہونے لگے۔مسلمانوں میں چند رہنما ایسے بھی تھے جو تقسیم کے حق میں نہیں تھے۔ان کا خیال تھا کہ ہم متحدہ ہندوستان میں رہ کر مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ بہتر طور پر کر سکتے ہیں۔ان کا کہنا تھا کہ آٹھ کروڑ مسلمانوں کو علیحدہ ملک دے کر ہم دس کروڑ مسلمانوں کو ہندوؤں کا یرغمال بنا رہے ہیں۔تقسیم ہند کا مطالبہ کسی طرح بھی ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا لیکن اس سے فرق نہیں پڑا ۔ جیسے ہی پاکستان کا قیام ممکن نظر آنے لگا۔لوگوں کی جذباتی وابستگی پاکستان کے ساتھ بڑھنے لگی۔اس کی وجہ یہ تھی کہ جب سے مسلمانوں نے اپنا سیاسی اقتدار کھو یا تھا، اس وقت سے ایک مسلمان مملکت کی خواہش ان کے شعور میں جاگزین تھی۔مسلمانوں کی دیرینہ خواہش پوری ہو گئی اور ۱۴ اگست کو پاکستان معرض وجود میں آگیا۔([72])

---

69۔ نیازی خالد پرویز بیسویں صدی میں برصغیر کی اسلامی تحریکوں کا تنقیدی جائزہ، ص13۔

70. Dr.I.H Qurashi: The Struggle for Pakistan, publication of the university of Karachi, 1974, P10.

71۔ نیازی خالد پرویز، بیسویں صدی میں برصغیر کی اسلامی تحریکوں کا تنقیدی جائزہ، ص13۔

72 . Prof. Muhammad Muzaffar Mirza: The Great Quaid, Feroz Sons (Pvt) Ltd Lahore 1995, P 254



toobaafoundation.com

انیسویں اور نصف بیسویں صدی کے ہندوستان کی تاریخ مسلمانوں کے درد والم کی ایک طویل داستان ہے۔ جس کی ہر صبح ان کے لیے نئے فتنے کا پیغام لاتی تھی اور ہر رات کی خاموشی میں انہیں ایسا محسوس ہوتا تھا۔ امام شاہ ولی اللہ (1703-1762) کے الفاظ ہیں کہ

"تاریکیوں میں جو ستارے چمک رہے ہیں مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ناگوں کی آنکھیں یا بچھوؤں کے سر ہیں" ([73])

یقیناً ہندوستان کی سیاسی تباہی میں جتنا قصور انگریز سامراج کا تھا اتنا اپنوں کی ریشہ دوانیوں، سہل پسندیوں اور عیاشیوں کا بھی تھا۔ حکمرانوں کے غیر سیاسی رویوں نے ان کے گرد سازشوں کے جال کس دیئے۔ اس حوالے سے پروفیسر خلیق احمد نظامی (1997-1925) لکھتے ہیں کہ:

"بادشاہ ہنگامہ ہائے ناؤنوش میں مدہوش اور عیش و عشرت میں غرق تھے۔ ان کے چاروں طرف امراء کی سازشوں کا ہولناک جال بچھا ہوا تھا۔ صوبوں میں خود مختاریاں اور نوابیاں قائم ہو رہی تھیں۔ سارا ملک سیاسی نبرد آزمائی اور کشمکش کا بازیچہ بن گیا تھا" ([74])

ان کمزور حکمرانوں کی کمزور پالیسیوں کی وجہ سے ملکی سطح پر مرہٹے، سکھ، جاٹ، روہیلے سب میں ملک گیری کی ہوس پیدا ہو گئی تھی۔ ([75])

انگریز سامراج نے سیاسی لحاظ سے خوش حال خطے کو انتشار و افتراق کا گڑھ بنا دیا۔ مسلم حکمرانوں کے سیاسی غلبے کو بتدریج ختم کر کے Divide and Rule کی پالیسی اپنائی۔ یہاں بسنے والی قوموں کو کمزور کر کے آپس میں لڑوا کر اپنے اقتدار کو استحکام بخشا۔ مرکز کو کمزور کر کے طوائف الملوکی کو ہوا دی اور اس کی مکمل سرپرستی کی۔ چونکہ مسلمان ایک غالب اور فاتح قوم کی حیثیت سے اس خطے کو سیاسی وحدت دینے والے تھے اس لیے دور زوال میں ان سے امتیازی سلوک برتا گیا۔ اس ان کو ریاستی امور سے بے دخل اور ملازمتوں سے محروم کیا گیا۔ ڈبلیو۔ ڈبلیو ہنٹر لکھتا ہے کہ:

"مسلمانوں پر حکومت کی ملازمتوں کا دروازہ بند ہے غیر سرکاری ذرائع زندگی میں بھی انہیں کوئی نمایاں جگہ حاصل نہیں" ([76])

وہ خطہ جو سیاسی اور مذہبی لحاظ سے پر امن اور مثالی تھا اس میں باہمی مخالفت، شدت پسندی اور فسادات کو فروغ دیا گیا جان مینارڈ لکھتا ہے کہ:

"ہندو اور مسلمانوں کے مابین عام مخالفت برطانیہ کے عہد میں شروع ہوئی" ([77])

یہ خطہ جو سیاسی آزادی کے حوالے سے شہرت رکھتا تھا اس کو سیاسی غلامی میں تبدیل کر دیا گیا۔ تعلیمی نظام اس طرح کا واضح کیا گیا کہ جس سے سیاسی شعور کی تمام راہیں مسدود ہو گئیں اس کے برعکس خود ساختہ انفرادی مسائل میں لوگوں کو اس قدر الجھایا گیا کہ

---

73۔ نیازی، خالد پرویز، بیسویں صدی میں برصغیر کی اسلامی تحریکوں کا تنقیدی جائزہ، ص 13-14۔

74۔ مجلہ عزم (سیریز نمبر 197) جون 2002ء، ملتان، ص 3۔

75۔ نظامی خلیق احمد، شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، لاہور ادارہ اسلامیات، 1978ء ص 37۔

76۔ قاسمی، شمس القمر، روداد برصغیر، رحیمیہ مطبوعات، لاہور، 2010ء، ص 47

77۔ مدنی حسین احمد، نقش حیات، 17، کراچی دار الاشاعت، س-ن، ص 309۔



toobaafoundation.com

اجتماعی سوچ دم توڑتی چلی گئی۔ ہندوستان کو ہمیشہ غلام رکھنے کی ہوس اور اس کو ہمیشہ لوٹتے رہنے کی ملعون خواہش کی وجہ سے انگریز ہمیشہ یہی پالیسی رکھتے رہے کہ ہندوستانیوں کی ذہانت بالکل برباد کر دی جائے، ان میں علمی بیداری پیدا نہ ہونے دی جائے۔([78])

محاربہ ۱۸۵۷ء کے انتقام میں جن وحشیانہ مظالم کی بارش برسائی گئی تھی جن کے لیے گویا درندوں سے درندگی، پہاڑوں کی چٹانوں سے سنگدلی اور طوفانوں اور زلزلوں سے تباہ کاری چھین لی گئی تھی اس کا لامحالہ اثر یہ تھا کہ ہندوستان کی فضا پر جمود طاری ہو گیا بولنے والوں کی زبانیں بند ہو گئیں اور لکھنے والوں کے قلم انگلیوں سے چھوٹ گئے۔ پھر حواس درست ہوئے تو عوام کی نگاہیں سفید فاموں کے چشم وابرو کی طرف تھیں۔ ان کی عظمت وہیبت دلوں میں اور ان کی خوشامد زبانوں پر تھی پہلے انگریزوں نے ان سے بے نیازی برتی۔ ان کی خوشامدوں کا جواب تحقیر آمیز استغنا سے دیا لیکن پھر ان کی مصلحت نے مجبور کیا کہ وہ ان نیاز مندوں کی حوصلہ افزائی کریں۔ مغل بادشاہ اور ایشائی حکمران حوصلہ بڑھانے کے لیے جاگیریں دیا کرتے تھے مگر کفایت شعار انگریز نے انعامات کا بار اپنے بجٹ پر ڈالنا مناسب نہیں سمجھا صرف لفظی خطابات کو کافی سمجھا اور وفا شعار نیاز مند بھی اس پر خوش ہو گئے۔ چنانچہ ایک عرصہ تک خطابات کی گرم بازاری رہی۔ خان صاحب، رائے صاحب، خان بہادر، راجہ، مہاراجہ سر وغیرہ درجہ بدرجہ خطابات تھے جو نہ صرف وفاداری بلکہ عموماً "ضمیر فروشی" کے معیار پر دیئے جاتے تھے۔([79])

ایک طرف وفاداری اور آستانہ بوسی کی یہ فضا تھی جو پورے ملک پر چھائی ہوئی تھی مگر دوسری طرف وہ سخت جان بلاکش بھی تھے جن کی زبانیں اگرچہ بند تھیں مگر جذبات سرد نہیں ہوئے تھے۔ درد دل کی ٹیس اور زخم جگر کی چسک ختم نہیں ہوئی تھی غلامی کا طوق قانونی طور پر ان کے گلوں میں بھی تھا مگر وہ ان کی حمیت وغیرت کے لیے چیلنج تھا۔ وہ ہمیشہ ایسے اوزاروں کی تلاش میں رہتے تھے جو اس زنجیر کو کاٹ سکیں۔([80])

## بیسویں صدی میں برصغیر کی سیاسی تحریکات

بیسویں صدی میں برصغیر کی ایک اہم قوت احیائے اسلام کی وہ تحریکیں رہیں جنہوں نے اپنے مزاج، ساخت اور روایتی دین داری میں اجتماعیت اور حرکت پیدا کرنے اور ایمان وعدل کی طاقت کو بدلتے ہوئے حالات میں شعوری طور پر منتقل کرنے کی بڑی کوشش کی۔ نئی نسل میں مغرب کے بڑھتے ہوئے منفی اثرات، تشکیک، مذہب سے بیزاری کو روکنے کی جدوجہد کی۔ سماجی اور سیاسی پیچیدگیوں کی تہہ میں دبے ہوئے اسلام کے انقلابی کردار کو از سر نو متحرک کرنے اور اسلام کو انسانی زندگی کی قوت کا سرچشمہ ثابت کرنے میں نمایاں کامیابی حاصل کی([81]) ذیل میں بیسویں صدی میں برصغیر میں اٹھنے والی سیاسی تحریکوں کا تذکرہ، برصغیر کی زبوں حالی اس کی تکلیف دہ سیاسی حالت کو سمجھنے اور ان سیاسی تحاریک کے دینی وفکری اثرات کے حوالے سے جائزہ لیا جاتا ہے۔

---

78۔ مدنی حسین احمد، نقش حیات، 17، کراچی دار الاشاعت، س-ن، ص 184۔

79۔ نظامی خلیق احمد، شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، ص 18۔

80۔ سید محمد قاسم، اسلام کی احیائی تحریکیں اور عالم اسلام، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور 2012ء، ص 69۔

81۔ سید، محمد میاں، اسیران مالٹا، مکتبہ حنفیہ، گوجرانوالہ، ص 13



toobaafoundation.com

## تحریک ریشمی رومال

انیسویں صدی سے پہلے برعظیم پاک وہند میں جتنی تحریکیں چلیں، ان کا مقصد حصول آزادی نہیں تھا، بلکہ اصلاح حکومت کے ذریعے نفاذ شریعت تھا، کیونکہ پاک وہند کی سیاسی نوعیت اور معاشرتی ماحول بدل گیا تھا۔ ۱۸۰۳ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے ملک کے اکثر و بیشتر حصوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ مدراس، بنگال، میسور، دکن، بمبئی، روہیل کھنڈ اور یوپی کے صوبوں پر کمپنی کی بلا شرکت غیرے حکومت قائم ہو چکی تھی۔ ۱۸۵۷ء کے بعد جہاں انگریزوں کی وحشت و بربریت عروج پر پہنچی، وہیں مسلمانوں کی بے کسی اور مظلومیت نے دردمند علماء کو جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ علماء میں سے بعض تو انگریزوں کے خون کے پیاسے تھے۔ ان کے جذبات مشتعل ہونے کا ایک نمایاں سبب یہ بھی تھا کہ شاہ ولی اللہ کے "مدرسہ رحیمیہ" کی عمارت توپوں سے اڑادی گئی تھی، حالانکہ اس مدرسے کی دینی و ملی اہمیت کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا کہ یہ شاہ عبدالعزیزؒ (1823-1745) کی تحریک آزادی کا مرکز رہی۔ ([82])

علماء سے نمٹنے کے بعد انگریزوں نے یکے بعد دیگرے مسلمان حریت پسندوں، مجاہدوں اور مسلم ریاستوں کا قلع قمع کرنے کا کام شروع کیا۔

۱۸۹۵ء میں انہوں نے ریاست چترال پر حملہ کیا۔ ۱۸۸۵ء میں کابل پر حملہ کیا اور اس کے بعد وہ سرحدی مجاہدین پر مسلسل یلغار کرتے رہے۔ اسی طرح مشرق وسطیٰ میں مسلمان حکومتوں کو آپس میں لڑا کر اور گھناؤنی سازشیں کر کے تمام علاقے زیر اقتدار لے آئے۔ پھر نہر سویز پر ان کا قبضہ ہوا۔ ۱۹۰۴ء میں انگریزوں نے اپنی عیاری سے ترکی کے خفیہ طور پر حصے بخرے کیے۔ ۱۹۰۷ء میں ایران کے خلاف سازشیں کی گئی۔ ۱۹۱۲ء میں سروبا، مونٹی نیگرو، یونان اور بلغاریہ نے روس کے اشارے پر آپس میں گٹھ جوڑ کر لیا پھر سب نے مل کر بلقان پر حملہ کیا۔ اس سے پہلے ۱۹۰۸ء میں ترکی میں انقلاب رونما ہوا انور پاشا (1922۔1881) کی قیادت میں ترک فوجیوں نے ایک تنظیم بنائی جس کا نام "اتحاد المسلمین"۔ تھا اس تنظیم کا اولین مقصد یہ تھا کہ ملک میں بادشاہت اور ملوکیت کے نظام کے باعث جو بدنظمی اور طوائف الملوکی پھیلی ہوئی ہے، اسے جمہوری نظام قائم کر کے دور کیا جائے اور مسلمانوں کا خلیفہ جو یورپی ملکوں کے ہاتھوں میں محض ایک کٹھ پتلی بنا ہوا ہے، اس کے اختیارات محدود کر دیئے جائیں۔ چنانچہ اس تنظیم نے ۱۹۰۸ء میں اصلاحات کے پروگرام کا اعلان کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ تنظیم حکومت پر قابض ہو گئی۔ اب ہندوستان کے مسلمانوں کی بھی امیدوں کا مرکز انور پاشا کی ذات بن گئی۔ یہی وہ وقت تھا جب ہندوستان کے حریت پسند علماء نے انگریزوں کے خلاف آزادی کی اور یوں تجدید و احیائے اسلام کی ایک بڑی تحریک چلانے کا عزم کیا۔ اس تحریک کو بعد میں "ریشمی رومال" کی تحریک کہا گیا اس تحریک کے اصل بانی دارالعلوم دیوبند کے صدرِ مدرس شیخ الہند مولانا محمود حسن (۱۸۵۱ء۔ ۱۹۲۰ء) تھے۔ ([83])

بیسویں صدی کی ابتدائی دو دہائی مسلمانان برصغیر کے لیے انتہائی درجہ اضطراری کیفیت کی تھیں۔ برصغیر سے باہر دوسرے اسلامی ممالک کے مسلمان بھی اہل یورپ کے ہاتھوں شکست پر شکست کھا رہے تھے اور خاص طور پر انگریزی سامراج کی سازشوں کا شکار تھے۔ ایسے وقت میں حجروں میں بیٹھ کر جہاد کی صرف تبلیغ کرنا "اہل فتوت" کو گوارا نہ تھا۔ اہل ہند نے دیکھا کہ اہل جنوں کا قافلہ

---

82۔ عابدہ سلطانہ، بیسویں صدی میں احیائے اسلام کی اہم تحریکیں، شعبہ اصول الدین کلیہ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی، 2007، ص4

83۔ قاسم محمود، سید اسلام کی احیائی تحریکیں او عالم اسلام، الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور، لاہور، 2012، ص، 288



toobaafoundation.com

مولانا محمود حسن کی قیادت میں دیو بند کی خانقاہ سے نکل کر برطانوی استعمار کو دعوت مبازرت دینے لگا۔ مسلمانوں کے لیے بڑا نازک دور تھا۔ابتلاء کے اس دور میں ہمیشہ کی طرح علماء آگے بڑھے اور مسلمانوں کی آزادی کے لیے منصوبہ بندی شروع کی۔(84) حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن ابتدائی عمر ہی سے سیاسی شعور رکھتے تھے۔ انگریز کی غلامی پر وہ مطمئن نہیں رہ سکتے تھے جوانی سے ہی انہوں نے آزادی کے لیے کوششوں کا آغاز کیا۔ مولانا سید محمد میاں اس حوالے سے لکھتے ہیں " حضرت شیخ الہند نے ۱۲۹۷ھ (۱۸۷۸ء) میں جماعت بنائی تھی۔ جس کا نام " ثمرہ التربیت "یعنی تعلیم و تربیت کا پھل رکھا تھا۔ایک عرصہ تک یہ جماعت کام کرتی رہی۔ تیس سال بعد ایک دوسرے نام "جمعیت الانصار" سے اس کا ظہور ہوا۔(85)

مولانا عبید اللہ سندھی (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۴۴ء)(86) نے اپنی کابل کی کاروائیوں کی اطلاع حضرت شیخ الہند کو دینا چاہی۔ یہ سب رپورٹیں ریشمی کپڑے پر ۹ جولائی ۱۹۱۶ء کو لکھی گئیں اور اس ہندوستان لے جانے کے لیے شیخ عبدالحق (87) کا انتخاب کیا گیا جو کہ دو طالب علم بھائیوں، اللہ نواز اور شاہ نواز، کا خاندانی ملازم تھا۔اس نے یہ کپڑا یا رومال شیخ عبدالرحیم (1931ء۔1859ء)(88) کو حیدر

---

84۔ قاسم محمود، سید اسلام کی احیائی تحریکیں اوعالم اسلام، الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور، لاہور، 2012، ص، 2090

85۔ مہر، غلام رسول، پروفیسر، سرگزشت مجاہدین، کتاب منزل لاہور، اشاعت اوّل 1956ء، ص 552

86۔ مولانا سید محمد میاں، علمائے ہند کا شاندار ماضی، جلد 5، مکتبہ رشیدیہ پاکستان، چوک 1991ء، ص 103، 120

87۔ مولانا عبید اللہ سندھی ضلع سیالکوٹ کے گاؤں (چیاں والی) میں پیدا ہوئے۔ خاندانی پیشہ زرگری تھا۔آپ کے والد کا نام رام سنگھ ولد جشپت رائے ولد گلاب رائے تھا۔ مولانا سندھی 12 محرم 1289ھ (10 مارچ 1872ء) میں پیدا ہوئے۔ والد آپ کی پیدائش سے چار ماہ قبل وفات پا چکے تھے والدہ انہیں اپنے میکے لے آئیں یہی خالص سکھ خاندان تھا۔آپ کے نانا کی ترغیت پر ہی آپ کے والد سکھ بن گئے تھے آپ کے دو ماموں جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان میں پٹواری تھے۔آپ 1887 میں مڈل اسکول جام پور میں تیسری جماعت میں پڑھتے تھے اسی سکول میں موانا اسمٰعیل شہید کی ''تقویت الایمان'' پڑھنے کا موقع ملا اسی دوران ''تحفہ'' الہند بھی پڑھی اور ان دونوں کتابوں سے متاثر ہو کر خفیہ طور پر اسلام قبول کر لیا۔ تحفہ الہند کے مصنف کے نام پر اپنا نام عبید اللہ رکھ لیا۔ 15 اگست 1887 کو گھر چھوڑ دیا اور سندھ میں حافظ محمد صدیق بھرچونڈی کی خدمت میں پہنچ گئے۔ چند ماہ ان کی صحبت میں رہے اور قادری رشدی طریقہ میں ان سے بیعت کر لی۔ ابتدائی تعلیم سندھ کے مدرسوں سے مکمل کی اور صفر 1306ھ میں دارالعلوم دیوبند پہنچ گئے اور وہاں علوم کی تکمیل حضرت شیخ الہند سے کی۔ شوال 1308ھ میں مولانا تاج محمود امروٹی کے پاس امروٹ ضلع سکھر پہنچے۔ انہوں نے آپ کا نکاح اسلامیہ اسکول سکھر کے ماسٹر محمد عظیم خان یوسف زئی کی لڑکی سے کرا دیا۔آپ کی والدہ آپ کے پاس آخری عمر تک اپنے مذہب پر قائم رہیں۔ اسی دوران حضرت پیر صاحب العلم کی صحبتوں اور ان کی عظیم کتب خانہ گوٹھ پیر جھنڈا لع حیدر آباد سے مستفید ہوئے۔ 1327ھ میں حضرت شیخ الہند نے دیوبند طلب فرمایا۔اس کے بعد زندگی کے آخری لمحہ تک حضرت شیخ الہند کے مشن کو پورا کرتے رہے (مولانا عبید اللہ سندھی، ذاتی ڈائری، مکی دارالکتب چوک اردو بازار، لاہور، 1995ء ص 17۔25

88۔ شیخ عبدالحق کا پرانا نام جیون داس تھا وہ لورنڈرام ساکن موضع وڑچھا تھانہ جنجیال ضلع سرگودھا کا لڑکا تھا۔ 1909ء میں میٹرک سے اسکول چھوڑ دیا۔ 1912ء میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ کچھ عرصہ تک خان بہادر رب نواز خان نے اسے اپنے دونوں لڑکوں کا اتالیق مقرر کیا تھا۔ ان ہی لڑکوں میں سے بڑے لڑکے اللہ نواز نے اس کو ہجرت کی ترغیت دی تھی اور یہ دونوں بھائیوں اللہ نواز اور شاہنواز کے ہمراہ فروری 1915ء میں کابل ہجرت کر گیا تھا۔ جولائی 1916ء میں خطوط لے کر واپس آ رہا تھا۔ ملتان میں خان رب نواز خان



toobaafoundation.com

آباد سندھ پہنچانا تھا اور شیخ عبدالرحیم نے اسے شیخ الہند کو حجاز میں پہنچانا تھا۔ عبدالحق سندھ جاتے ہوئے ملتان میں ریل سے اترا اور اللہ نواز، شاہ نواز کے والد رب نواز سے ملا۔ اس نے خوف یا لالچ میں آکر وہ خطوط رب نواز خان کو دے دیئے۔ رب نواز خان نے یہ خطوط گورنمنٹ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے سر مائیکل اوڈائر (O'Dwyer) کو دیئے[89] اس خط کی تیاری کے سلسلے میں مرتب "تحریک ریشمی رومال" مولانا عبدالرحمن اور عبید اللہ قدسی نے "آزادی کی تحریکیں" میں تحریر کیا ہے کہ "مولانا سندھی (1892۔1944) اور سردار نصر اللہ خان نے مل کر ایک ماہر کاریگر سے ایک ریشمی رومال اس طرح سے بنوایا کہ اس کی بناوٹ میں خط کی پوری عبارت اور حملہ کی تاریخ عربی زبان میں تھی اور اس پر امیر حبیب اللہ خان (1919۔1872) اور اس کے دونوں بیٹوں امیر عنایت اللہ خان (1946۔1888) اور امیر امان اللہ خان (1960۔1892) کے دستخط تھے یہ دستخط ایک مرتبہ سلائی میں آگئے تھے پھر رومال پر زرد رنگ کی روشنائی سے دوبارہ دستخط کرا دیئے تھے۔[90]

افغانستان سے اس خط کو لانے والا ایک کپڑے کا تاجر شیخ عبدالحق، اس تحریک کا معتمد رکن تھا اس کی تلاش میں پشاور رب نواز خان کے گھر چھاپہ مارا لیکن شیخ عبدالحق بمعہ ریشمی رومال فرار ہو چکا تھا اور اس نے رومال شیخ عبدالرحیم کو حیدر آباد میں پہنچا دیا۔ وہاں وہ اس رومال کو اپنی صدری کی اندرونی سطح میں سلائی کر کے چھپانا چاہتا تھا۔ سوئی دھاگہ اس کے ہاتھ میں تھا کہ فوج پہنچ گئی اور شیخ عبدالرحیم وہاں سے فرار ہو گئے۔[91]

ریشمی خطوط کے پکڑے جانے سے تحریک کی ساری سرگرمیاں انگریزوں پر واضح ہو گئیں اور وہ ساری معلومات مل گئیں جن کے لیے برٹش انڈیا کا برسر اقتدار طبقہ سالہا سال سے پریشان تھا۔ انگریزی حکومت نے افغان حکومت سے سخت احتجاج کیا۔ امیر حبیب اللہ خان[92] تو پہلے دوغلی پالیسی پر عمل کر رہا تھا۔ جب یہ احتجاج اس تک پہنچایا گیا تو اس نے حکومت مقتہ ہند اور جنود اللہ کی ساری سرگرمیاں رد کر دیں اور سب لوگوں کو ایک تنگ و تاریک میدان میں مقید کر دیا۔ راجہ مہندر پرتاپ اس سے پہلے ہی افغانستان سے رخصت ہو چکے تھے البتہ مولانا سندھی ان مصائب کے دنوں میں بھی طلباء کے ہمراہ تھے مولانا سندھی ان دنوں کا ذکر اس طرح کرتے

---

نے اسے پکڑوا دیا۔ کچھ عرصہ تک پولیس لائن ساہیوال میں نظر بند رہا۔ لیکن مارچ 1917ء میں یہ پابندی ختم ہو گئی اور ریلوے پولیس میں ہی بھرتی ہو گیا (مولانا سید محمد میاں، تحریک ریشمی رومال کون لیا تھا۔ مکتبہ جاوید دیوبند، س،ن، ص 18)

89۔ شیخ عبدالرحیم بھگوان داس ہندو زمیندار کا لڑکا تھا۔ ہندو سے مسلمان ہوئے۔ درزی کا پیشہ کرتے تھے حیدر آباد میں عبدالحکیم کے مکان کے قریب گاڑی کھاتہ میں رہتے تھے۔ مولانا سندھی کے سر کابل میں مالی امداد مہیا کی تھی۔ تحریک میں ہر طرح سے تعاون کرتے تھے۔ اسلام کے مبلغ تھے اور تعلیم یافتہ ہندوؤں کو مسلمان بنانے میں کوشاں رہے۔ ہندوستان کابل اور حجاز کے درمیان رابطہ کا کام کرتے تھے۔ کانگریس کے مشہور لیڈر مسٹر جاری کرپلائی کے بڑے بھائی تھے، گورنمنٹ نے ان کی گرفتاری کی بڑی کوششیں کی لیکن آخر وقت تک گرفتار نہیں ہوئے۔ متقی اور پرہیزگار تھے۔ کہا جاتا ہے کہ سرہند میں بیمار ہو کر انتقال کر گئے (مولانا سید محمد میاں، تحریک ریشمی رومال (کون کیا تھا)؟ جاوید دیوبند، س۔ن، ص 19

90۔ مدنی، مولانا حسین احمد، نقش حیات، قومی کتاب گھر، دیوبند ضلع سہارن پور، 1953ء، ص 588۔589

91۔ قدسی، عبید اللہ، آزادی کی تحریکیں، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ص 226

92۔ ایضاً، ص 227۔228



toobaafoundation.com

ہیں ہمیں یکم رمضان ۱۳۳۵ھ کو ایک تنگ و تاریک مکان (93) میں لا کر قید کر دیا گیا ہماری نگرانی سردار سپہ سالار نصر اللہ خان سے متعلق تھی۔ ایک عرصہ کے بعد ہماری نگرانی مستوفی الممالک کے سپرد کر دی گئی۔ اب ہم نے مولانا سیف الرحمن کے توسط سے مستوفی کے گھر رہنا شروع کر دیا۔ ہمارے ساتھی اس طرح کو توال حراست میں رہے۔ مستوفی الممالک ہمیں جلال آباد لے گئے ہم وہیں تھے کہ امیر حبیب اللہ خان قتل کر دیئے گئے اور کابل میں امیر امان اللہ خان مستقل بادشاہ بن گئے۔ (94)

انگریزوں نے امیر عبدالرحمن کو روس سے بلا کر افغانستان کے تخت پر بٹھایا تھا۔ اس لیے وہ افغانستان کو اپنی ماتحت ریاست خیال کرتے تھے اور اس کی خارجہ پالیسی میں مداخلت کرتے تھے۔ جب امیر امان اللہ خان کابل کے تخت پر بیٹھے تو انہوں نے قوم سے وعدہ کیا کہ وہ انگریزوں سے افغانستان کا استقلال حاصل کریں گے۔ اس وعدہ کو پورا کرنے کے لیے امیر امان اللہ خان نے مئی ۱۹۱۹ء میں انگریزوں سے جنگ چھیڑ دی۔ مولانا سندھی کو جلال آباد سے کابل بلوایا، ان سے بحیثیت وزیر داخلہ حکومت موقتہ ہند وہی معاہدہ کیا جو ان کے والد نے کیا تھا۔ اس زمانے میں ہندوستان میں بدامنی تھی اور پنجاب اور جلیانوالہ باغ کے واقعہ کی وجہ سے انتشار پھیلا ہوا تھا اس وقت انگریزی فوجیں ہندوستان میں بہت کم تعداد میں تھیں۔

افغانستان کو استقلال حاصل کرنے کے لیے یہ بہترین موقع تھا اس لیے ایک طرف فوجی تیاریاں کی گئیں اور دوسری طرف مولانا سندھی کو ہندوستان کے لوگوں کو افغانی فوجوں کے حملہ سے خبردار کرنے اور ان کو اس فوج کے خیر مقدم پر آمادہ کرنے کا کام سونپا گیا۔ مولانا سندھی نے ایک رات کابل کے چھاپہ خانہ میں خود جا کر ہندوستان کے عوام کے نام ایک پیغام انگریزی اور اردو میں چھپوایا۔ اس پیغام کو اپنے بھتیجے محمد علی اور اللہ نواز کے ذریعے ہندوستان بھجوایا۔ یہ دونوں اپنے فرائض پورے کر کے ایک ماہ بعد بخیریت کابل پہنچ گئے۔ (95)

---

93۔ ان دنوں افغانستان کا بادشاہ امیر حبیب اللہ خان (1915ء تا 1919ء) تھا۔ عیش و عشرت کا دلدادہ تھا اور انگریزوں کا وفادار تھا۔ ولی عہد سردار عنایت اللہ خان معین السلطنت بھی کمزور کردار کا مالک تھا اور اپنے والد کی طرح انگریوں سے ملا ہوا تھا اور افغانستان کو انگریزوں کے خلاف استعمال کئے جانے کا مخالف تھا۔ امیر صاحب کا چھوٹا بھائی سردار نصرؔاللہ خان نائب السلطنت ولی عہد کا رقیب سمجھا جاتا تھا۔ امیر صاحب کو جب کبھی انگریزوں پر دباؤ ڈالنے کی ضرورت محسوس ہوتی وہ نائب السلطنت اور حاجی عبدالرزاق خان کے ذریعے جو دیوبند کے تعلیم یافتہ اور کابل کے قاضی القضاۃ تھے ریشہ دوانی کرایا کرتا تھا۔ امیر صاحب کے دوسرے فرزند امیر امان اللہ خان عین الدولہ اپنی بارسوخ والدہ ملکہ علیہ حضرت کی وجہ سے لوگوں میں ہر دلعزیز تھے۔ اس طرح ملک میں تین سیاسی زمرے (گروپ) موجود تھے۔ ایک امیر حبیب اللہ خان اور ولی عہد سردار عنایت اللہ خان کا گروپ، دوسرا نصراللہ خان معین السلطنت کا حزب، تیسرا سردار امان اللہ خان عین الدولہ کا زمرہ (ظفر حسن ایبک، خاطرات، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ص 89-90

94۔ ظفر حسین ایبک اسی مکان کے بارے میں لکھتے ہیں" ہمیں کوچہ حضرت شور بازار والے گھر سے نکال کر، شہر سے باہر باغ بالا کے نزدیک ناظر محمد اصغر نام گورنر قطغن بدخشاں قلعہ چہ (چھوٹے قلعہ کی مانند گھر) میں نظر بند کر دیا۔ قلعہ چہ کے برج میں سب سے اوپر کی منزل کا کمرہ قبلہ مولانا صاحب کو دیا گیا نیچے کے کمرے میں ہم لاہور طلباء رہا کرتے تھے۔ پشاور اور کوہاٹی، مہاجر ہم سے جدا کر دیئے گئے اس گھر سے ہمارے فراف کو روکنے کے لیے افغانی سپاہیوں نے ہر طرح کی تدبیریں کر رکھی تھیں۔ (ظفر حسن ایبک، خاطرات، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ص 115

95۔ سندھی، مولانا عبید اللہ، کابل میں سات سال (ذاتی ڈائری) مرتب۔ محمد سرور، سندھ ساگر اکادمی، عزیز مارکیٹ اردو بازار، لاہور



toobaafoundation.com

مولانا سندھی اور آپ کے ساتھیوں نے اس جنگ میں بھرپور حصہ لیا۔ ہر محاذ پر "جنود اللہ" کے مخلص اور جانباز نمائندے سرداروں کے ساتھ گئے۔ جن کی خدمات کی حکومت افغانیہ نے نہایت قدر کی اس جنگ میں افغانستان کو کامیابی حاصل ہوئی اور برطانیہ نے افغانستان کے استقلال (خود مختاری) کو تسلیم کر لیا۔ افغان حکومت نے خود مختاری کی شرط پر انگریزوں سے صلح کر لی۔ ۲۷ مئی ۱۹۱۹ء کو عارضی صلح تھی اور ۱۸ اگست ۱۹۱۹ء کو راولپنڈی میں مستقل صلح ہو گئی۔ امیر اللہ خان نے مولانا سندھی اور آپ کے ساتھیوں سے جنگ میں پوری مدد لی۔ سفارت کاری سے لے کر محاذ جنگ تک ان حضرات نے ہر طرح کا تعاون کیا اور اپنی صلاحیتوں کا بہترین استعمال کیا۔ لیکن جب جنگ ختم ہو گئی اور افغانستان کو خود مختاری مل گئی تو امیر امان اللہ خان نے مولانا سندھی اور آپ کے ساتھیوں سے بے رخی برتنی شروع کر دی اور آخر کار مولانا سندھی پر سیاسی اور علمی کاموں میں حصہ لینے پابندی لگا دی اس لیے ان کا اب افغانستان میں رہنا بے سود تھا۔([96])

مولانا سندھی نے اپنی ڈائری میں کابل چھوڑنے کے بارے میں اپنے تاثرات اس طرح لکھتے ہیں امیر صاحب نے ہمیں کابل میں رہ کر حکومت موقتہ میں کام کرنے سے روک دیا تو ہم نے افغانستان سے رخصت ہونے کا فیصلہ کر لیا۔([97])

حضرت شیخ الہند اور آپ کے ساتھی ۱۲ جمادی الثانی کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور آخری جمادی الثانی مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ ۲۰ رجب کو آپ طائف روانہ ہو گئے آپ طائف میں تھے کہ شریف حسین نے انگریزوں کی مدد اور تعاون سے شعبان ۱۳۳۴ھ مکہ مکرمہ پر حملہ کر دیا اور اس کے بیٹے عبداللہ بیگ نے طائف پر حملہ کر دیا۔ طائف میں ترکی کے صرف آٹھ سو مسلح سپاہی تھے۔ ان مسلح افراد نے بے سروسامانی کی حالت میں پورا ماہ رمضان مقابلہ کیا۔ آخر کار غلہ ختم ہو گیا اور لوگ طائف سے نکلنے لگے حضرت شیخ الہند اور آپ کے رفقاء بھی ۶ شوال ۱۳۳۴ھ کو طائف سے روانہ ہوئے اور دس شوال کو مکہ مکرمہ واپس پہنچ گئے۔([98])

ہندوستان میں ریشمی رومال جولائی ۱۹۱۶ء کو انگریزوں نے حاصل کر لیا تھا انگریز پہلے بھی تحریک سے خوف زدہ تھے اور ثبوت کی تلاش میں تھے ان دستاویزات کی بناء پر تمام ثبوت مل گئے چنانچہ ۲۲ صفر ۱۳۳۵ھ کو مولانا حسین احمد مدنی (1879ء-1957ء) کو گرفتار کر لیا گیا۔ دوسرے دن حضرت شیخ الہند اور آپ کے ساتھ مولانا وحید الدین، مولانا عزیر گل (1886-1989) اور حکیم نصرت کو بھی گرفتار کر لیا گیا اور ان چار افراد کو جدہ بھیج دیا گیا اور اس طرح حضرت شیخ الہند ۲۴ صفر کو جدہ پہنچ گئے۔ ایک ماہ جدہ میں گزارا ۱۲ جنوری ۱۹۱۷ء کو خدیو جہاز میں مصر روانہ کر دیا گیا اور جیزہ کی سیاسی جیل میں ڈال دیا گیا۔ یہاں شیخ الہند اور آپ کے چاروں ساتھیوں کو علیحدہ کمروں میں بند رکھا گیا اور ان سے علیحدگی میں بیانات لئے گئے۔ جیزہ کی جیل میں ایک ماہ رکھنے کے بعد ۱۶ فروری ۱۹۱۷ء کو آپ کو جزیرہ مالٹا روانہ کر دیا گیا جو سیاسی اور جنگی قیدیوں کا مرکز تھا۔ ۲۱ فروری کو یہ حضرات مالٹا پہنچ گئے۔

مالٹا میں قیام کے دوران حکیم نصرت حسین ۹ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ کو انتقال کر گئے تھے۔ آزادی کے متوالوں کا یہ قافلہ تین سال دو ماہ جزیرہ مالٹا میں رہنے کے بعد ۲۱ مارچ ۱۹۲۰ء کو جہاز پر سوار کر دیا گیا۔

---

1993ء، ص 91-95

96۔ ایبک، ظفر حسن، خاطرات، ص 139

97۔ ایضاً، ص 214

98۔ سندھی، عبید اللہ، مولانا، ذاتی ڈائری، لاہور، مکی دار الکتب چوک اردو بازار، 1995ء، ص 83



toobaafoundation.com

۷ جون ۱۹۲۰ء کو قافلہ اپنے ایک ساتھی کی کمی سے تین سال سات ماہ بعد بمبئی پہنچا۔ جہاز سے اترنے کے بعد ان لوگوں کو بتایا گیا کہ آپ آزاد ہیں۔ مولانا شوکت علی اور خلافت کانفرنس کے ہزاروں افراد نے آپ کا بمبئی میں استقبال کیا۔ آپ کے یہاں قیام کے دوران مولانا عبدالباری فرنگی (1878-1926) محل اور مہاتما گاندھی (1869-1948) نے بھی آپ سے ملاقات کی۔ (99)

۲۹ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو حضرت شیخ الہند نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا افتتاح کیا۔ سیاست میں مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے جمعیت العلماء ہند قائم کی گئی اس کا پہلا اجلاس ۲۵ دسمبر ۱۹۱۹ کو زیر صدارت مولانا عبدالباری فرنگی محل امرت سر میں ہوا۔ جمعیت العلماء ہند کا دوسرا سالانہ اجلاس ۲۱ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو ہوا، اس اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے حضرت شیخ الہند نے مختصر خطبہ میں فرمایا!

> "اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن انگریز ہے جس سے ترک تعاون فرض ہے تحفظ ملت اور تحفظ خلافت کے خالص اسلامی مطالبہ میں اگر برادران وطن اعانت کریں تو شکریہ کے مستحق ہیں وطن کی آزادی کے لیے برادران وطن سے اشتراک عمل جائز ہے مگر اس طرح کہ مذہبی حقوق میں رخنہ واقع نہ ہو" (100)

حضرت شیخ الہند دہلی میں ڈاکٹر انصاری کے مکان پر قیام پذیر تھے کہ طبیعت بہت خراب ہوئی اور ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء کو وفات پاگئے دہلی میں نماز جنازہ پڑھی گئی پھر میت کو دیوبند لے جایا گیا اور دیوبند میں دفن کئے گئے۔ (101)

## تحریک ریشمی رومال کے اثرات و نتائج

تحریک ریشمی رومال "ولی اللہ تحریک" کی اہم کڑی تھی اس کا مقصد اہل ہند کو بیرونی غلامی سے نجات دلانا تھا۔ اس مقصد کے لیے اہل دارالعلوم دیوبند نے جہاد کا راستہ اختیار کیا۔ اگرچہ وقتی طور پر یہ تحریک کامیاب نہ ہو سکی اور فوری طور پر اس کے نتائج سامنے نہیں آئے لیکن مستقبل کے حالات و واقعات پر اس تحریک نے دور س اثرات ڈالے اور آگے چل کر یہ تحریک قیام پاکستان کا سبب بنی یہ تحریک "تحریک خلافت" کا مقدمہ بنی اور اس تحریک کے زعماء نے عدم تشدد کی پالیسی اختیار کر کے اور سیاسی جدوجہد کے ذریعے آزادی کے حصول کی کوششیں جاری رکھیں اور اس مقصد کے لیے کانگریس سے اشتراک عمل کیا۔ (102) ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی (1903ء۔1981ء) علماء کے کانگریس کے ساتھ سیاسی اتحاد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ صورت حال کے جس پہلو پر نگاہ ڈالتے تھے ان کے ذہن میں یہی خیال آتا تھا کہ برطانیہ کی حمایت کی پالیسی پر نظر ثانی کرنی پڑے گی اور اگر برطانیہ کے ساتھ ناپسندیدہ اتحادیوں جیسا سلوک کرنا ہے تو مسلم ملت کو ہندوؤں سے اتحاد کرنا چاہیے۔ (103)

---

99۔ حسین، سید اصغر، حیات شیخ الہند، ادارہ اسلامیات، انارکلی لاہور، 1977ء، ص 56۔60

100۔ میاں، سید محمد، مولانا، علمائے ہند کا شاندار ماضی، جلد پنجم، مکتبہ رشیدیہ قاری منزل پاکستان چوک، کراچی 1992ء، ص 137۔142

101۔ مدنی، حسین احمد، مولانا نقش حیات، قومی کتاب گھر، دیوبند ضلع سہارنپور، ص 6558۔656

102۔ میاں، سید محمد، مولانا، علمائے ہند کا شاندار ماضی، ص 193۔194

103۔ اصغر حسین، مولانا، حیات شیخ الہند، ص 187۔189



toobaafoundation.com

علماء دیوبند نے برصغیر کی سیاست کو مخصوص طبقہ سے نکال کر عوام تک پہنچا دیا۔ جنگ عظیم اول میں علماء سیاست کے میدان میں اترے تو پرانی سیاست کے بت ٹوٹنے لگے۔ اجتماعی زندگی میں علماء کی آمد سے سیاست نے ایک نیا رخ اختیار کیا اور اس نے حکومت سے اپنی وفاداری کے مضبوط رشتوں کو توڑ کر عوام سے اپنا رشتہ استوار کیا۔ اس تحریک نے آگے چل کر کئی تحریکوں کو جنم دیا۔ اس تحریک کے اثر سے احراری وجود میں آئے۔ جن کی سیاست پر روز اول سے انگریز دشمنی اور مظلوم طبقوں سے ہمدردی کے جذبات کی گہری چھاپ تھی اور جنہوں نے ملک کے غریب عوام کی سیاسی سیادت کو اپنا نصب العین قرار دیا۔([104])

## تحریک خلافت

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد سر سید احمد خان نے (1817-1898) مسلمانوں کو عملی سیاست سے پرہیز اور انگریزوں کی غیر مشروط وفاداری کا سبق دیا تھا۔ اور صرف جدید علوم کے حصول پر توجہ مبذول کرائی تھی سر سید نے مسلمانوں کے لیے برصغیر کی اندرونی اور بیرونی سیاست کو شجر ممنوعہ قرار دیا تھا تا کہ وہ اپنی پوری توجہ اپنی تعلیمی اور معاشرتی ترقی پر مرکوز کر سکیں لیکن انیسویں صدی کے آخر ربع میں امت مسلمہ میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا جس نے تمام دنیا کے مسلمانوں میں سیاسی آزادی اور اتحاد ملت کا جذبہ پیدا کر دیا۔ یہ جمال الدین افغانی (1838-1897)([105]) کی تعلیمات کا اثر تھا کہ جب جنگ عظیم اول کے دوران عثمانیہ سلطنت مشکلات میں گرفتار ہوئی تو مسلمانان ہند نے سر سید کی انگریزوں سے وفاداری اور برصغیر کے باہر کی سیاست سے قطع تعلق کی تعلیم کو ترک کر دیا اور اتحاد بین المسلمین کی تعلیم پر لبیک کہا۔([106]) ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی برصغیر کے مسلمانوں کی اس وقت کی کیفیت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

It was towards the close of the nineteeth century that Turkey began to attrack the attention of Muslim India and to Play a part in her politics. This was due to two factors. The Muslim of India, for Many reasons, had a Strong feeling of identity with the world community of Islam. They had watch with deep anguish the decline in the Political fortunes of Islam during the period when they themselves had been losing Political powers. Therefore, they listened eagerly to Jamal-ud-din Afghanis timely reminder that the Muslims of the world were borthers who should come together and defend Islam against all those who sought to destroy. ([107])

---

104۔ نیازی، خالد پرویز نیازی، بیسویں صید میں برصغیر کی اسلامی تحریکوں کا تنقیدی جائزہ، ص 253

105۔ نیازی، خالد پرویز، بیسویں صدی میں برصغیر کی اسلامی تحریکوں کو تنقیدی جائزہ، ص 253

106۔ ایضاً، ص 253-254

107۔ سید جمال الدین افغانی نومبر 1838 میں افغانستان کے ایک کونٹر نامی قصبے می پیدا ہوئے۔ یہ قصبہ جلال آباد کے قریب ہے ان کے والد سید صفدر خود بھی اپنے دور کے ایک عالم فاضل شخص تھے۔ سید جمال الدین نے اپنی تعلیم اپنے والد ہی سے حاصل کی۔ بعد میں انہوں نے اسلامی دنیا کے کئی علماء فضلاء سے شرعی تعلیم کے علاوہ فلسفہ، ریاضی، نجوم اور تاریخ کے علوم بھی حاسل کیے سید افغانی نے ساری زندگی مسلم ملت میں سیاسی بیدار اور اتحاد اسلام (Pan Islamism) کے لیے وقف کر دی تھی۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے اسلامی ممالک کے لیے کئی سفر کیے۔ کاروبار ہا قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں سید افغانی نے فرانس میں اپنے شہرہ آفاق مصری شاگرد محمد عبدہ کے ساتھ مل کر ایک جماعت ''الجمعیۃ العروۃ الوثقیٰ'' قائم کی اس جماعت کے اغراض و مقاصد کے فروغ کے



toobaafoundation.com

ترجمہ: ’’تقریباً انیسویں صدی کے آخر میں، ترکی نے ہندوستان کے مسلمانوں کو توجہ حاصل کرنی شروع کی اور سیاست میں اپنا کردار ادا کرنا شروع کیا۔ اسکی دو وجوہات تھیں کئی وجوہات کی بنا پر ہندوستانی مسلمان دنیائے اسلام میں اپنی شناخت کو مضبوط احساس دلانا چاہتے تھے اور وہ بہت رنجیدہ ہوئے۔ اسلامی سیاسی انحطاط کو دیکھ رہے تھے جبکہ وہ خود بھی اپنی سیاسی طاقت کھو رہے تھے۔ اسی لیے وہ جمال الدین افغانی کی اس بروقت یاد دہانی کو غور سے سنتے کہ دنیا کے تمام مسلمان آپ میں بھائی ہیں اور انکو اکٹھے ہو کر ان عناصر کے خلاف لوٹ جانا چاہیے جو اسے تباہ کرنا چاہتے ہیں۔

بیسویں صدی کے ابتدائی دو عشرے مسلمانوں کی عظیم سلطنت اور ان کی تہذیب و تمدن کو ختم کرنے کی سازشوں سے عبارت ہیں۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی کثرت تھی یہاں کے مسلمانوں کے مذہبی، معاشی اور معاشرتی اقتدار کو برطانوی حکومت سے جس طرح نقصان پہنچا تھا اور دور غلامی میں جس طرح وہ زندگی گذار رہے تھے یہ ایک فطری بات تھی کہ وہ مسلمانوں کی مرکزی حکومت، خلافت عثمانیہ کے خلاف سازشوں سے پریشان ہوں اور اس کو بچانے کی جدوجہد کریں۔ سلطنت عثمانیہ کو یورپی یلغار سے بچانے کے لیے برصغیر کے مسلمانوں نے تحریک خلافت شروع کی اس تحریک نے ایک طرف انگریزوں پر دباؤ ڈالا کہ وہ عثمانیہ سلطنت کے حصے بخرے نہ کریں، تو دوسری طرف انہوں نے ترکی کو اخلاقی، طبّی اور مالی امداد بہم پہنچائی۔ اس تحریک کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ اس میں علی گڑھ اور دیوبند دنیاوی اور دینی علوم کے دونوں سرچشموں سے فارغ التحصیل حضرات نے حصہ لیا اور شانہ بشانہ مل کر کام کیا۔ علوم کے یہ دونوں مکتب خانوادہ شاہ ولی اللہ سے فیض یافتہ تھے اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد ان کے راستے متوازی خطوط پر جدا ہو گئے تھے۔(108)

تحریک خلافت وقت کی ایک اہم تحریک تھی۔ جس نے ترکی کی خلافت اور برصغیر کی آزادی کی تحریک کو آگے بڑھانے میں بیش قیمت خدمت سرانجام دیں ایک مسلمان ملک کی حیثیت سے "انجمن اتحاد و ترقی ترکی" کے بعد بیرون ترکی جن ممالک و اقوام نے ترکوں کی مدد کی ان میں سے نمایاں نام برصغیر کے مسلمانوں اور ان کی سب سے بڑی ملی تحریک خلافت کا ہے۔ ترکی اس وقت تاریخ کے اس نازک دور سے گزر رہا تھا۔ ان حالات میں بین الاقوامی سطح پر مخالفوں کی ریشہ دوانیوں کا تدراک اور پروپیگنڈے کا جواب دینا ترکی کے لیے ممکن نہ تھا یہ صرف تحریک خلافت اور اس کے رہنما تھے جنہوں نے برصغیر سے لیکر یورپ اور امریکہ تک تصنیف و تالیف کے ذریعے، اخبارات کے ذریعے اور اہم شخصیتوں سے ملاقاتوں کے ذریعے برطانوی حکمران کا ناطقہ بند کر رکھا تھا تحریک خلافت کے رہنماؤں کو سب سے سخت مقابلہ برصغیر میں درپیش تھا۔ کیونکہ وہ ایک طرف انگریزوں کے محکوم اور دوسری طرف ان کی ہمدردیاں انگریزوں کے دشمنوں، ترکوں سے تھیں اور وہ انگریزوں کے خلاف تحریک چلا رہے تھے تحریک کے رہنماء اپنی اس جدوجہد میں کامیاب رہے برطانیہ نے جنگ عظیم اول کے دوران کئی مرتبہ اعلان کیا کہ ہماری حکومت ترکوں کے ساتھ حق و انصاف سے کام لے گی اور اس طرح برصغیر کے مسلمانوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتی رہی ان تسلیوں میں ایک بنیادی بات یہ بھی تھی کہ ترکی کو اس کے دارالحکومت تھریس اور ایشیائے کوچک کی زرخیز زمینوں سے محروم نہیں کیا جائے گا برطانیہ اس طرح کے وعدے وعید کر کے مسلمانوں کو فوج میں بھرتی کرتا رہا اور مسلمان اپنے ترک بھائیوں کے خلاف لڑتے رہے اور ساتھ ہی انگریز رولٹ ایکٹ اور جلیانوالہ

---

لیے انہوں نے ایک ہفتہ وار اخبار العروۃ الوثقیٰ بھی جاری کیا۔ 1892ء میں اسلامی وفاق قائم کرنے کی پاداش میں سلطان ترکی نے آپ کو قید میں ڈال دیا۔ اس قید کے دوران آپ سرطان کے مرض میں مبتلا ہوئے اور 1897ء میں وفات پائی اور افغانستان میں دفن کیا گیا۔ (محمد علی چراغ، اکابرین تحریک پاکستان، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، 1990ء ص230-231)

108۔ نیازی، خالد پرویز، بیسویں صدی میں برصغیر کی اسلامی تحریکوں کا تنقیدی جائزہ، ص260



toobaafoundation.com

باغ جیسے واقعات سے مسلمانان برصغیر کو دبانے کی کوشش کرتے رہے یہ ایسے واقعات تھے کہ پورا برصغیر انگریزوں کے خلاف سرپا احتجاج بن گیا اور انگریزوں کے خلاف جدوجہد میں ہندو بھی مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو گئے مگر جب ۳۰ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو ترکی جنگ سے دستبردار ہو گیا اور جنگ عظیم اول کا خاتمہ (۱۰ نومبر 1918) سے قبل ترکوں اور اتحادیوں میں عارضی صلح ہوئی۔ انگریزوں نے اپنے تمام وعدوں اور یقین دہانیوں کو بالائے طاق رکھ کر شکست یافتہ ترکی کے مقبوضات کو تقسیم کرنا شروع کر دیا۔[109]

۳۰ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو رؤف بے وزیر بحریہ ترکی اور برطانوی امیر البحر کالتھراپ کے دستخطوں سے حسب ذیل شرائط طے ہوئیں۔

1۔ درہ دانیال اور باسفورس کے علاقے اتحادیوں کے حوالے کر دیئے جائیں۔

2۔ ترکی کی کل فوج غیر مسلح کر دی جائے۔

3۔ تمام جہاز اتحادیوں کے حوالے کر دیئے جائیں۔

4۔ اتحادیوں کو یہ حق دیا جاتا ہے کہ وہ جس مقام کو اہم سمجھیں اس پر قبضہ کر لیں۔

5۔ ترکی ریلوے کا انتظام اتحادیوں کے ہاتھ رہے گا۔

6۔ ترکی کی تمام بندرگاہیں اتحادیوں کے لیے کھول دی جائیں گی۔

7۔ تارکی تمام لائینیں اتحادیوں کے استعمال میں رہیں گی۔

8۔ ترکی افواج کے جو لوگ گرفتار ہوئے ہیں۔ وہ سب قید میں رہیں گے۔

9۔ ترکی افواج جو حجاز اور طرابلس میں ہیں ان کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا جائے گا۔

10۔ اتحادی فوج کے جو سپاہی گرفتار ہوئے ہیں۔ وہ فوراً رہا کر دیئے جائیں۔[110]

عارضی صلح کی شرائط سے ہندوستان کے مسلمانوں کو بڑی مایوسی ہوئی۔ اب ان کو اندازہ ہوا کہ مستقل صلح جب ہو گی تو نہ ترکی بچے گا نہ خلیفۃ المسلمین نہ اماکن مقدسہ نہ فلسطین اور نہ بیت المقدس۔ اس پریشانی اور مایوسی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انگریزوں کے وعدے پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا تھا کیونکہ ان کا سابقہ ریکارڈ بھی اچھا نہ تھا یہ وعدے جس طرح پورے کیے گئے ان کی مختصر تفصیل مولانا ابوالکلام آزاد نے مسئلہ خلافت میں اس طرح لکھی ہے۔

1۔ گورنمنٹ برطانیہ نے عراق پر حملہ کیا جس کا بڑا حصہ جزیرۃ العرب کی مقدس حدود میں داخل ہے۔

2۔ ۲۶ نومبر ۱۹۱۴ء کو بصرہ پر قبضہ کیا گیا جو عراق کی بندرگاہ اور زیارت گاہ ہے۔

3۔ ۲۲ نومبر ۱۹۱۵ء کو عراق کی مشہور زیارت گاہ سلمان پارک پر حملہ کیا گیا۔ جہاں حضرت سلمان فارسیؓ کا مقبرہ ہے۔

4۔ مارچ ۱۹۱۷ء بغداد پر قبضہ کیا گیا۔

5۔ ۹ دسمبر ۱۹۱۷ء کو بیت المقدس میں برطانوی فوجیں داخل ہوئیں اور انگریزی قبضہ کا اعلان کیا گیا۔

---

109. Ishtiaq Hussain Qurishi: The struggle for Pakistan, University of Karachi, Pakistan, 1989, P 36.

110۔ نیازی، خالد پرویز: بیسویں صدی میں برصغیر کی اسلامی تحریکوں کا تنقیدی جائزہ، ص263



toobaafoundation.com

6۔ ۵ جون ۱۹۱۹ء کو خاص سرزمین حجاز میں سازش کی گئی اور شریف مکہ سے بغاوت کرائی گئی۔ اس بغاوت سے دارالامن میں کشت وخون کا بازار گرم ہوا اور حدود حرم میں گولہ باری ہوئی۔ ([111])

سیاسی طور پر باشعور مسلمان عثمانی (ترکی) سلطنت کے لیے انگریزوں اور ان کے اتحادیوں کے اس رویے اور ان اقدامات سے سخت ناراض تھے جن کی بدولت ترکی تقسیم کر دیا گیا مختصر یہ کہ جلد ہی علی برادران ، مولانا آزاد ، حکیم اجمل خان (1868۔1927) اور حسرت موہانی (1880۔1951) وغیرہ کی سرکردگی میں ایک خلافت کمیٹی قائم ہوئی اور کل ہند جدوجہد شروع کی گئی۔ ([112])

سید ریاض حسن خلافت کمیٹی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ مسلمان لیڈروں کے ایک اجتماع میں جو ۱۹ ستمبر ۱۹۱۹ء میں لکھنو میں سر ابراہیم (1881-1930) ہارون جعفر کی زیر صدارت منعقد ہوا، ایک مرکزی خلافت کمیٹی قائم کی گئی۔ سیٹھ چھوٹانی خلافت کمیٹی کے صدر اور حاجی صدیق کھتری جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے مولانا شوکت علی اپنی نظربندی سے رہائی کے بعد جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ ([113])

اس کمیٹی کا صدر دفتر بمبئی میں قائم ہونا قرار پایا۔ خلافت کمیٹی کے بڑے مقاصد یہ تھے۔

ا۔ ترکی کی خلافت قائم رکھی جائے۔

ب۔ مسلمانوں کے مقدس مقامات ترکوں کی حفاظت میں رہیں۔

ج۔ ترکوں کی سلطنت کی حدود وہی رہنے دی جائیں جو جنگ سے پہلے تھیں۔ ([114])

کل ہند خلافت کانفرنس ۱۹۱۹ء میں دہلی میں ہوئی جس میں فیصلہ کیا گیا کہ اگر ان کے مطالبے پورے نہ کیے گئے تو وہ سرکار سے ہر قسم کا تعاون بند کر دیں گے۔ اس دور میں مسلم لیگ کی رہنمائی پوری طرح قوم پرور عناصر کے ہاتھ میں تھی۔ لیگ بھی تمام سیاسی مسائل پر نیشنل کانگریس کی پوری حمایت کر رہی تھی۔ دوسری طرف کانگریسی رہنما تلک اور مہاتما گاندھی کی نظر میں کہ خلافت تحریک ہندو مسلم اتحاد کا ایک اچھا موقع اور مسلمان عوام کو تحریک میں شامل کرنے کا ایک بہترین وسیلہ ہے گاندھی جی یہ بات اچھی طرح سمجھتے تھے کہ ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی، سرمایہ دار، مزدور، کسان، دستکار، عورتیں، نوجوان، قبائلی لوگ ومختلف مذاہب کے ماننے والے سبھی لوگ اپنی اپنی الگ اور جداگانہ مانگوں کے لیے جدوجہد کے تجربے سے سبق لیں گے اس حقیقت کو دیکھیں گے کہ ان کی راہ کا روڑا ایک غیر ملکی سرکار ہے۔ انگریزی حکومت نے رولٹ ایکٹ کو منسوخ کرنے پنجاب میں ہونے والی زیادتیوں کی تلافی کرنے یا خود ہندوستانی سرکار بنانے کی قوم پرستوں کی خواہش کا احترام کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ ۱۹۲۰ء میں الہ آباد میں سبھی پارٹیوں کی ایک کانفرنس

---

111۔ نیازی، خالد پرویز، بیسویں صدی میں برصغیر کی اسلامی تحریکوں کا تنقیدی جائزہ، ص 275

112۔ عباسی، محمد عدیل، قاضی، تحریک خلافت، نئی دہلی، ترقی اردو بورڈ، 1978ء، ص 75

113۔ آزاد، ابوالکلام، مولانا، مسئلہ خلافت، سجاد پبلیشرز، حسین منزل پیسہ اخبار، لاہور، 1960ء، ص 333

114۔ خان، امام الدین، ، بیسویں صدی میں برصغیر کا سیاسی، سماجی و تہذیبی منظرنامہ اور نگارشات فیض کی فکری جہتیں، جواہر لال نہرو یونیورسٹی، دہلی، 2010، ص 20



toobaafoundation.com

منعقد کی گئی جس میں اسکولوں، کالجوں اور کورٹ کچہریوں کا بائیکاٹ کا پروگرام مرتب کیا گیا خلافت کمیٹی نے عدم تعاون کی تحریک شروع کی(115) تحریک خلافت کا یہ دور برصغیر کی سیاسی فضا کو اس طرح پیش کر رہا تھا بقول رئیس احمد جعفری:

"یہ زمانہ تھا طوفان کا، حوادث، انقلاب کا، ایسا طوفان جس نے ملک کے طول و عرض میں تلاطم برپا کر دیا۔ ایسے حوادث کا جنھوں نے رونما ہو کر ملک کی سیاست میں ایک نئی زندگی، ایک نئی تڑپ اور ایک نیا ابھار پیدا کر دیا ایسے انقلاب کا جس نے بلند کو پست اور پست کو بلند کر دیا۔۔۔ جس نے حکومت کا رعب ختم کر دیا۔ جس نے پولیس کی لاٹھیوں اور فوج کی گولیوں کا ڈر دل سے نکال دیا جس نے جیل خانوں کو نشاط خانہ اور پھانسی کے تختے کو حاصل زندگی بنا دیا"۔(116)

دوسری جانب کانگریس کا ایک مخصوص اجلاس کلکتہ ۱۹۲۰ء میں ہوا۔ کانگریس نے گاندھی کے اس منصوبے کی پوری حمایت کی کہ جب تک پنجاب اور خلافت تحریک کے ساتھ کی جانے والی زیادتیوں کی تلافی نہ ہو جائے اور سوراج قائم نہ ہو، اس وقت تک سرکار سے عدم تعاون جاری رکھا جائے۔ عوام سے التجاء کی گئی کہ وہ انگریزی سرکار کے تعلیمی اداروں، کورٹ کچہریوں اور آئین ساز اسمبلیوں کا بائیکاٹ کریں، غیر ملکی لباس ترک کر دیں، سرکاری خطابات اور اعزازات لوٹائیں اور چرخہ کاتنا، کھادی بننا شروع کریں۔ اگلے دور میں سرکاری ملازمتوں سے استعفیٰ دینے، عام سول نافرمانی کرنے اور ٹیکس کی ادائیگی سے انکار کرنے کا پروگرام طے پایا۔ جب کانگریس نے عدم تعاون کا نعرہ دیا تو اتر پردیش اور بنگال کے ہزاروں کسانوں نے اسے اپنایا اور تحریک میں شامل ہوئے۔ اتر پردیش کے بعض علاقوں میں مزارعوں نے زمین داروں کو ناجائز لگان دینے سے انکار کر دیا۔ پنجاب میں سکھ کارکن اپنے گرودواروں سے بھرشٹ مہنتوں کو نکالنے کے لیے اکالی تحریک کا سہارا لیا۔(117)

تحریک خلافت بنیادی طور پر ایک مذہبی تحریک تھی جو مسلمانوں کے مذہبی ادارہ "خلافت" کو بچانے کے لیے چلائی گئی۔ اس تحریک میں ہندوؤں نے بھی مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ ہندوؤں کے راہنما گاندھی تھے۔ تحریک میں ہندوؤں کی شمولیت کے لیے وہ سب سے زیادہ سرگرم تھے۔ گاندھی بہت گہری شخصیت کے مالک تھے جو کچھ کہتے تھے ویسے کرتے نہیں تھے اور جو کچھ کر رہے ہوتے تھے ویسا نظر نہیں آتا تھا۔ انہوں نے بظاہر تو مسلمانوں کی ہمدردی میں ہندوؤں کو اس تحریک میں شامل کیا لیکن درپردہ بھی ان کے کچھ مقاصد تھے وہ مسلمان راہنماؤں سے تعلق پیدا کر کے ان کی سیاست کو سمجھنا چاہتے تھے۔ وہ ہندوؤں کو مسلمانوں کے برابر لانا چاہتے تھے وہ ہندوؤں کے ذہنوں سے انگریزوں کا خوف دور کرنا چاہتے تھے اور ہندوؤں کی سیاسی تربیت کرنا چاہتے تھے۔(118)

جواہر لال نہرو اپنی سوانح میں گاندھی کی اس دوہری شخصیت کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں "گاندھی جی اکثر وجدانی طور پر کام کرتے ہیں عوام کے ساتھ ان تعلق بہت عرصے سے ہے۔ اس لیے عظیم الشان اور ہردلعزیز رہبروں کی طرح ان میں بھی یہ معلوم کرنے کا ملکہ پیدا ہو گیا ہے کہ عام لوگوں کا رجحان اس وقت کیا ہے۔ وہ کیا کر رہے ہیں اور کیا کر سکتے ہیں۔ اسی احساس سے متاثر ہو کر وہ

---

115۔ حسن ریاض، پاکستان ناگزیر تھا، کراچی یونیورسٹی، کراچی، 1970ء ص86

116۔ نیازی، خالد پرویز، بیسویں صدی میں خالد پرویز نیازی، بیسویں صدی میں برصغیر کی اسلامی تحریکوں کا تنقیدی جائزہ، ص278

117۔ خان، امام الدین، بیسویں صدی میں برصغیر کا سیاسی، سماجی و تہذیبی منظر نامہ اور رنگارشات فیض کی فکری جہتیں، جواہر لال نہرو یونیورسٹی، دہلی، 2010، ص21

118۔ محمود الرحمٰن، جنگ آزادی کے اردو شعراء قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، اسلام آباد، 1986ء ص271



toobaafoundation.com

اپنے طرز عمل کو بدلتے ہیں اور بعد میں اپنے رفقاء کی حیرت اور خفگی کے خیال سے اپنے فیصلے کو دلائل کے غلاف میں لپیٹ دیتے ہیں کبھی کبھی یہ دلائل ناکافی معلوم ہوتے ہیں۔(119)

فروری ۱۹۲۲ء کو اتر پردیش کے گورکھ پور ضلع کے ایک گاؤں چوری چورا میں کانگریس کی رہنمائی میں ایک جلوس نکلا جس پر پولیس نے گولی چلادی۔ مجمع نے غصے سے بے قابو ہو کر گاؤں کی پولیس چوکی پر حملہ کر دیا اور اسے آگ لگادی جس کی وجہ سے سپاہیوں کی موت ہوگئی باردولی میں کانگریس ورکنگ کی بیٹھک میں یہ تجویز منظور ہوئی کہ ایسی تمام سرگرمیاں ختم ہوں جس سے قانون شکنی ہوتی ہو گاندھی جی اور ان کے نظریے پر بھروسہ رکھنے والے یہ سمجھتے تھے کہ پیچھے ہٹنے کا یہ فیصلہ ان کی جدوجہد کی حکمت عملی کا ایک حصہ ہے لیکن کچھ لوگ خاص کر نوعمر قوم پرست اس فیصلے سے بہت خفا تھے کسی نے کھل کر ان کی مخالفت نہیں کی عدم تعاون اور سول نافرمانی کی اولین تحریک ختم ہوگئی جلد ہی خلافت کا مسئلہ بھی اپنی اہمیت کھو بیٹھا۔ ترکی کے عوام نے مصطفی کمال پاشا کی رہنمائی میں بغاوت کی اور سلطان سے اس کا سیاسی اقتدار چھن گیا۔ انہوں نے ترکی کو جدید سانچے میں ڈھالنے اور ایک سیکولر ریاست بنانے کے لئے کئی اقدامات اٹھائے خلافت کو ختم کیا اور آئین سے اسلام کو علیحدہ کر کے ریاست اور مذہب کو الگ الگ کر دیا۔ عورتوں کو وسیع حقوق دیئے، یورپ کی طرز پر قوانین وضع کیے۔ ان تمام اقدامات نے خلافت تحریک کو ختم کر دیا۔(120)

## تحریک خلافت کے اثرات

1۔ تحریک خلافت بنیادی طور پر ترکی کی خلافت کو بچانے کے لیے اور عثمانی سلطنت کو حصے بخرے ہونے سے محفوظ رکھنے کے لیے چلائی گئی تھی اس سے انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کا جذبہ بھی شامل تھا لیکن بنیادی طور پر بیرونی مسلمانوں کے لیے قربانیاں دینے کی جدوجہد سے آراستہ تھی اشتیاق حسین قریشی اس حوالے سے لکھتے ہیں "ہندوستان کے مسلمان آزادی کے خیال سے جوش میں ضرور آئے مگر تحریک خلافت اصلاً دوسروں کے لیے ایثار نفس کی قسمت آزما جدوجہد تھی اور اس کا مقصد یہ تھا کہ دوسرے ممالک کے مسلمان بھائیوں کو یورپ کی غلامی سے بچایا جائے اگرچہ اس وقت ان کو یہ معلوم نہ تھا مگر ان کے لیے ان کی قربانیاں بہت منفعت بخش ثابت ہوئیں۔ ان ہی قربانیوں نے انہیں بڑے پیمانے پر عوامی تحریک منظم کرنے کے طریق کار کی تعلیم دی۔ ایک ایسے وقت میں جب کہ ان کی خوداعتمادی ختم ہو چکی تھی اسے بحال کیا نیز ان میں سیاسی بیداری پیدا کی۔ تحریک خلافت کے بعد برعظیم کے مسلمان سیاست دان ایک مختلف زبان بولنے لگے۔ انہوں نے اس خیال کو ترک کر دیا کہ وہ ہندوستان میں ہندوؤں یا برطانیہ ہی کے بھروسے پر زندہ رہ سکتے۔ اب وہ مقابلے کے لیے تیسرے فریق کی حیثیت سے اکھاڑے میں اترے۔(121)

2۔ تحریک خلافت کے لیے جس نے جو کچھ کیا۔ نہایت خلوص سے کیا۔ چھوٹے کارکن سے لے کر بڑے لیڈر تک کہیں خود غرضی یا لالچ کا عنصر نہیں تھا ہاں تحریک کے دوران کچھ جذباتی فیصلے بھی ہوئے لیکن اگر ہم ان فیصلوں کو اس وقت کے

---

119۔ امام الدین خان، بیسویں صدی میں برصغیر کا سیاسی، سماجی و تہذیبی منظر نامہ اور رنگارشات فیض کی فکری جہتیں، جوہر لال نہرو یونیورسٹی، دہلی، 2010ء ص 21-22

120۔ نیازی، خالد پرویز، بیسویں صدی میں خالد پرویز نیازی، بیسویں صدی میں برصغیر کی اسلامی تحریکوں کا تنقیدی جائزہ، ص 292

121۔ جواہر لال نہرو، میری کہانی پبلیشرز ندارد، س،ن، حصہ اول، ص 148



toobaafoundation.com

حالات کے تناظر میں دیکھیں تو یہ فیصلے بھی اس جذباتی کیفیت کا نتیجہ تھے۔ سید حسن ریاض اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ خلافت کے لیڈر، خلافت کے رضاکار، خلافت کے کارکن دکھاوے کے نہیں تھے۔ اپنے جوش، کوشش، جدوجہد اور اعتقاد و عقائد کے اعتبار سے بالکل مجاہد تھے اگر اس وقت انہیں کوئی میدان جنگ میں لے جاتا تو یہ مسلمانوں کی قدیم مجاہدانہ روایات کو زندہ کر دیتے۔ (122)

3۔ تحریک خلافت نے مسلمانوں میں زبردست سیاسی شعور پیدا کیا۔ ہندوستانی مسلمان جنہوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شکست کے بعد، اپنی سیاسی زندگی کا آغاز "حکومت سے وفاداری" سے کیا تھا اس تحریک کی بدولت اس قابل ہوئے کہ انگریزوں کی وفاداری کا طوق اپنی گردن سے اتار سکیں۔ (123)

4۔ تحریک خلافت نے مسلمانوں کو سیاسی حکمت اور احتجاج کی تربیت دی۔ تحریک کے سبب پرانی ڈرائنگ روم سیاست اور انگریز حکومت کے حضور عرض داشتیں، میمورنڈم اور رزولیوشن پیش کرنے کی روایت ختم ہو گئی۔ اب درخواستوں کی جگہ ہڑتالوں، جلسوں اور جلوسوں نے لے لی اور تحریک نے مسلمانوں کے "انتہا پسند" اور "وفادار طبقے" کو ایک پلیٹ فارم پر لا کھڑا کیا۔ (124)

6۔ تحریک خلافت پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا کہ ایک غیر ملکی مسئلے میں دل چسپی لی گئی اور اس میں مسلمانان ہند کی قوت عمل اور ہر قسم کے وسائل ضائع کئے گئے اگر اس وقت مسلمانان ہند خلافت کے مسئلے میں دلچسپی نہ لیتے تو تاریخ ہندوستان کے مسلمانوں کو بے حس اور بے حمیت کہتی۔ جو شہرت اور اہمیت انہیں عالم اسلام میں حاصل ہوئی وہ نہ ہوتی اور سب سے بڑھ کر وہ پاکستان کی جنگ لڑنے کے قابل نہ ہوتے۔ یہ تحریک خلافت کا نتیجہ تھا کہ قائداعظم کی ایک آواز پر پوری قوم نے لبیک کہا۔ مسلم لیگ کے صف اول راہنما خلافت تحریک میں نمایاں حصہ لے چکے تھے۔ مولانا شوکت علی (1938-1873)، نواب اسماعیل خان (1884-1958)، مولانا حسرت موہانی (1880-1951)، چوہدری خلیل الزمان (1889-1973) اور سردار مولانا شبیر احمد عثمانی (1887-1949)، عبدالرب نشتر (1958-1899) سب تحریک خلافت کے راہنما تھے۔ (125)

7۔ تحریک خلافت نے سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد پہلی مرتبہ مسلمانوں کو ایک رشتے میں منسلک کر کے انہیں مربوط و منظم کیا۔ بمبئی کے "خلافت ہاؤس" سے جو آواز بلند ہوتی، اس کی بازگشت پشاور، کلکتہ، مدارس، رنگون اور دہلی میں سنی جاتی تھی۔ تحریک خلافت کی بدولت ہندوستانی مسلمانوں کو "مغرب زدگی" سے نجات ملی۔ (126)

8۔ تحریک خلافت کے دوران کچھ جذباتی فیصلے بھی کئے گئے۔ مسلمانوں کو ہجرت افغانستان جیسے ناگوار واقعات سے واسطہ پڑا۔ مصطفیٰ کمال پاشا (1881-1938) کی قیادت میں ترکوں نے خلافت کو ۱۹۲۴ء میں ختم کر دیا۔ جس سے مسلمانان ہند کو

---

122۔ خان، امام الدین، بیسویں صدی میں برصغیر کا سیاسی، سماجی و تہذیبی منظر نامہ اور رنگارشات فیض کی فکری جہتیں، ص 22

123۔ قریشی، اشتیاق حسین، برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ، ص 261

124۔ حسن ریاض، سید، پاکستان ناگزیر تھا، ص 100-101

125۔ ایضاً

126۔ ناسک، صلاح الدین، تحریک آزادی، عزیز پبلیشرز چوک اردو بازار لاہور، 1975ء، ص 246



toobaafoundation.com

جذباتی دھچکا لگا۔ مولانا اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں کہ اس کے باوجود تحریک خلافت مکمل خسارہ نہیں تھی تحریک خلافت کے بغیر مسلمان عوامی تحریکات کے طریقہ کار کو سمجھ نہیں سکتے تھے۔ اور نہ اس کے بغیر مسلم عوام سیاست کے میدان میں داخل ہوتے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ان میں کوئی سیاسی بیداری نہ ہوتی تحریک خلافت کے دوران مسلمانوں کے جوش و خروش نے برصغیر کی سیاسی سرگرمی میں ایک نئی زندگی پیدا کر دی تھی اور اس میدان کو بہت وسیع کر دیا تھا۔ (127)

9۔ ہندو صحافت تحریک خلافت سے قبل ہی خاصی مستحکم ہو چکی تھی مگر مسلم صحافت سرسید کے بعد کوئی خاص مقام پیدا نہ کر سکی تھی۔ تحریک خلافت کے قائدین زور خطابت کے ساتھ زور قلم میں بھی یکتا تھے۔ مولانا محمد علی جوہر نے اعلیٰ صحافت کا وہ معیار قائم کیا جو بہت سارے ہم عصر انگریزی اخبار بھی قائم نہ کر سکے تھے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے لیڈی لارڈ ہارڈنگ کو اگر "کامریڈ" کی کاپی ناشتے کی میز پر نہ ملتی تو وہ فون کر کے اس کے بارے میں استفسار کرتیں۔ مولانا ابو الکلام آزاد نے اپنے خطیبانہ انداز سے اپنے اخبار "الہلال" کے ذریعے مسلمانوں کے ذہنی اور مذہبی رجحان کی آبیاری کی۔ جب کہ ظفر علی خان کی صحافت صحیح عوامی صحافت بن کر ابھری یہ تینوں حضرات کسی قسم کی حکومتی قدغن یا قانون کی پرواہ کے بغیر اپنا مافی الضمیر کھل کر بیان کرتے رہے تحریک خلافت کے دوران صحافت کا جو انداز ان حضرات نے شروع کیا اس نے آگے چل کر تحریک آزادی میں کم تر مالی وسائل کے باوجود مسلم صحافت کو ہندو صحافت کے مقابلے میں کہیں بلند مقام پر لا کھڑا کیا۔ (128)

گاندھی کے تحریک خلافت کے خاتمہ کے اعلان سے اور مصطفیٰ کمال پاشا کے خلافت کے خاتمہ سے تحریک خلافت ختم ہو گئی لیکن اس سے مسلمانوں کو کئی تلخ تجربات ہوئے مسلمانوں اور ہندوؤں کی سیاسی راہیں ہمیشہ کے لیے ایک ہو گئیں جو مسلمان راہنما ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے۔ انہوں نے بھی کانگریس سے علیحدگی اختیار کر لی اور اپنا سیاسی راستہ الگ سے متعین کیا ان ہی خلافتی راہنماؤں میں سے کچھ نے مجلس احرار اسلام کی بنیاد ڈالی اور کانگریس کے اثر و رسوخ سے آزاد ہو کر مسلمانوں کے سیاسی اور مذہبی حقوق کے حصول کے لیے کوشاں رہے بیسویں صدی کی چوتھی دہائی میں یہ تحریک برصغیر کی سیاست میں نمایاں رہی اور قابل قدر خدمات انجام دیں۔ (129)

## مجلس احرار اسلام

ہندو مسلم کا جو اتحاد خلافت کے دور میں ہوا تھا۔ وہ اب اپنے منطقی انجام کو پہنچ رہا تھا۔ سول نافرمانی کی پہلی تحریک ۱۹۲۰ء میں خلافت کے مسئلہ پر شروع ہوئی تھی۔ ہندو اور مسلمانوں نے برسوں ایک ساتھ کام کیا۔ وقتی طور پر فرقہ وارانہ مسائل دب گئے۔ تحریک جب کامیابی کے قریب پہنچ گئی اور گاندھی نے دیکھا کہ حکومت جھکنے والی ہے اور مسلمانوں کو ان کی قربانیوں کا ثمر ملنے والا ہے تو اس نے اچانک تحریک ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ مسٹر گاندھی نے تحریک ختم کی اور فتنہ و فساد کے دروازے کھل گئے۔ ہندوؤں نے موپلوں کی بغاوت کو جو انگریزوں کے خلاف تھی۔ فرقہ ورانہ حملہ قرار دیا اور مسلمانوں کے مقابلے میں جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ انگریزی

---

127۔ محمود، سید قاسم، اسلام کی احیائی تحریکیں اور عالم اسلام، ص 354-355

128۔ ایضاً، ص 356

129۔ قریشی، اشتیاق حسین، برعظیم پاک وہند کی ملت اسلامیہ، ص 371



toobaafoundation.com

حکومت نے وقت سے پہلے سوامی شردھانند (1856-1926) کو رہا کیا اور انہوں نے وہ غرض پوری کر دی جس کے لیے ایسا کیا گیا تھا انہوں نے شدھی کی تحریک جاری کی لالہ لاجپت رائے نے سنگھٹن کی تحریک شروع کی اس کے پروگرام میں قواعد، پریڈ، لکڑی اور تلوار کی مشقیں تھیں اور یہ سب کچھ مسلمانوں سے لڑنے کے لیے تھا۔(130)

مسئلہ خلافت کے ختم ہو جانے کے بعد مجلس خلافت جب بے مقصد ہو کر اندرونی تضادات کا شکار ہو گئی تو اس کے کارکن کچھ کانگریس، کچھ سوشلسٹ و کمیونسٹ جماعتوں میں اور کچھ مسلم لیگ جیسی جماعتوں میں براہ راست شامل ہو گئے لیکن پنجاب کے کارکنان خلافت نے ایک نئی تنظیم بنانے کا فیصلہ کیا۔ جس کا نام "مجلس احرار اسلام" رکھا گیا۔ اس جماعت میں ظفر علی خان (1873-1956)، سید عطاء اللہ شاہ بخاری (1892-1961)، چوہدری افضل حق (1891-1942)، حبیب الرحمن لدھیانوی (1892-1956)، داؤد غزنوی (1895-1962)، مظہر علی اظہر (1895-1974)، صاحبزادہ فیض الحسن (1911-1984)، قاضی احسان احمد شجاع آبادی (1906-1966)، عبدالقیوم پوپلزئی (1901-1981) اور دوسرے نوجوان مثلاً شیخ حسام الدین امرتسری (1897-1967) شامل تھے۔ ظفر علی خان بعد میں مسجد شہید گنج کے مسئلہ پر اختلاف کی وجہ سے احرار سے جدا ہو گئے اور ایک تنظیم اتحاد ملت کی بنیاد رکھی اور شورش کاشمیری (1917-1975) اور دوسرے نوجوانوں کی جماعت ان سے مل گئی۔ داؤد غزنوی نے بھی کانگریس میں شمولیت اختیار کر لی لیکن اس کے باوجود مجلس احرار پنجاب میں کم و بیش دس سال تک ایک سیاسی طاقت رہی۔(131)

پنجاب کے مسلمانوں کی علیحدہ سیاسی تنظیم کا سبب نہرو رپورٹ بنی۔ ان راہنماؤں نے نہرو رپورٹ کو بمعہ مخلوط انتخاب تسلیم کر لیا تھا۔ اس پر دستخط بھی کر دیئے تھے لیکن جب ہندوؤں اور سکھوں نے اس کو تسلیم کر لینے کے بعد دسمبر ۱۹۲۹ء میں کانگریس کے سالانہ اجلاس منعقدہ لاہور میں نہرو رپورٹ کو خود ہی مسترد کر دیا تو پنجاب کے خلافتی لیڈروں کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ اپنے آپ کو ایک علیحدہ سیاسی تنظیم کے طور پر متعارف کرائیں۔ ان راہنماؤں نے گاندھی اور کانگریس کی اس حرکت کو سکھوں کی بے جا حمایت اور مسلمانوں سے ناانصافی قرار دیا۔ نہرو رپورٹ کے خاتمے سے ان مسلمانوں کو بے حد صدمہ پہنچا۔ جنہوں نے ملت اسلامیہ کی ناراضگی کے باوجود صرف آزادی وطن کیلئے نہرو رپورٹ پر دستخط کئے تھے لیکن کانگریسی راہنماؤں نے نہرو رپورٹ کو دریائے راوی میں غرق کرتے وقت ان سے مشورہ لینا بھی مناسب نہ سمجھا۔(132)

مجلس احرار کا سب سے پہلا جلسہ ۲۹ دسمبر ۱۹۲۹ء کو کانگریس کے سالانہ اجلاس کے موقع پر ہوا جس میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے تقریر کی اور کہا کہ "میں چاہتا ہوں کہ مسلمان نوجوان ہندوستان کی آزادی کا ہراول دستہ ثابت ہوں اور آزادی کے حصول کا فخر ہمارے حصے میں آئے اس کے تھوڑے عرصے بعد سول نافرمانی کا آغاز اور کانگریس کے جھنڈے تلے سب نے مل کر قربانیاں پیش کیں۔ کانگریس کی اس تحریک میں احرار کے کارکن روح رواں تھے اور انہوں نے مسلمانوں کے شایان شان قربانیاں دیں۔(133)

---

130۔ نیازی، خالد پرویز، بیسویں صدی میں برصغیر کی اسلامی تحریکوں کا تنقیدی جائزہ، ص 296

131۔ ایضاً

132۔ حسن ریاض، سید، پاکستان ناگزیر تھا، ص 150

133۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور، 1966ء جلد 18، ص 573



toobaafoundation.com

مجلس احرار کا قیام بظاہر ایک جماعت کے طور پر ۱۹۲۹ء میں عمل میں آیا لیکن مجلس احرار کے بانی اس میدان میں نئے نہیں آئے تھے وہ سیاست میں دس سال گذار چکے تھے ان دس سالوں میں وہ سیاست کے داؤ پیچ کو سمجھتے تھے، تحریک خلافت میں وہ عملی طور پر حصہ لے چکے تھے جیلیں کاٹ چکے تھے زیادہ تر مذہبی علماء تھے آزادی کی تڑپ رکھتے تھے ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ درمیانے طبقے کی نمائندگی کرتے تھے اس لیے عوام سے رابطہ رکھتے تھے۔(134)

## مجلس احرار اسلام کے اغراض و مقاصد

حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تعلیمات ہندوستان میں برسوں اپنے مثبت اثرات دکھاتی رہیں۔ان تعلیمات کا مقصد مسلمانوں کی سیاسی، مذہبی، معاشی، معاشرتی اور فکری اصلاح تھا مختلف زمانوں میں شاہ ولی اللہ کی تعلیمات اور فکر نے مختلف تحریکوں کو جنم دیا۔ سید احمد شہید کا سکھوں کے خلاف جہاد ہو یا شیخ الہند مولانا محمود احسن اور مولانا عبید اللہ سندھی کی تحریک ریشمی رومال، دیوبند کی دینی علم پھیلانے کی تحریک ہو یا علی گڑھ کی دنیاوی تعلیم عام کرنے کی تحریک، اسی طرح برصغیر کی اماکن مقدسہ کو آزاد کرانے کی تحریک خلافت ہو۔ یہ سب تحریکیں ولی اللہ سلسلہ کی مختلف کڑیاں تھیں اور سب کا مقصد بھی ایک ہی تھا تحریک خلافت ہی نے اپنے بعد تحریک احرار کو جنم دیا۔ ان کا بنیادی ضمیر اس تحریک سے ابھرا تھا اور انہوں نے آخر دم تک اسی کے طریقہ کار کو نبھانے کی کوشش کی۔ انہوں نے انگریزوں کے خلاف لڑائی میں اپنی شمولیت کو ضروری جانا اور آزادی کی جدوجہد میں شامل ہو گئے۔ یہ اس لیے بھی ضروری تھا کہ مسلمانوں کی دوسری جماعتیں جن پر ٹوڈی اور رجعت پسند مسلمانوں کا قبضہ تھا اس پر امن لڑائی میں خاموشی اختیار کئے ہوئے تھے۔ آزادی کے بعد جب قومیں حقوق کا بٹوارہ کرتی ہیں تو زیادہ حقدار اسی کو سمجھا جاتا ہے جس نے زیادہ قربانیاں دی ہوتی ہیں۔ان وجوہ کی بناء پر پرانے خلافتی راہنماؤں نے اپنی نئی تنظیم "مجلس احرار" قائم کی اور کانگریس سے مل کر انگریزوں سے نبرد آزما ہو گئے کیونکہ وقت اور حالات کا یہی تقاضا تھا۔ مجلس احرار کے اغراض و مقاصد میں مندرجہ ذیل باتیں شامل تھیں۔

1۔ ہندوستان کے لیے پر امن ذرائع سے کامل آزادی حاصل کرنا۔

2۔ سیاسیات ہند میں مسلمانوں کی صحیح راہنمائی کرنا۔

3۔ مسلمانوں کی مذہبی، تعلیمی، اقتصادی اور معاشرتی ترقی کے لیے کوشش کرنا۔

4۔ حکومت الٰہیہ کا قیام(135)

## آزادی کی جدوجہد

کانگریس ہندوستان کی سب سے بڑی جماعت تھی اور آزادی کے حصول میں پیش پیش تھی۔اس لیے ابتداً مجلس احرار نے کانگریس کے ساتھ مل کر آزادی کی جدوجہد میں حصہ لیا۔ لیکن یہ تعاون غیر مشروط نہیں تھا جب بھی مجلس احرار نے محسوس کیا کہ مسلمانوں کے مفادات پر زد پڑ رہی ہے یا ان کے مذہبی جذبات کو مجروح کیا جا رہا ہے تو اس نے کانگریس سے علیحدہ ہو کر اپنا لائحہ عمل اختیار کیا اور صرف مسلمانوں کے حقوق کی پاسداری کی۔ مجلس احرار کی حکمت عملی متزاجی تھی اصلاً واصولاً یہ جماعت استعمار خصوصاً برطانوی استعمار کی سخت دشمن تھی۔ مجلس خلافت کے کانگریس سے پرانے تعلق کی بناء پر آزادی ہند کی تحریک کے معاملے میں کانگریس

---

134۔ حبیب احمد، چوہدری، تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء البیان چوک انار کلی، لاہور، 1966ء، ص 396

135۔ افضل حق، چوہدری، تاریخ احرار مکتبہ مجلس احرار اسلام پاکستان کوٹ تغلق شاہ، ملتان 1968ء، ص 71



toobaafoundation.com

کے استعمار دشمن پروگراموں میں اس کی ہم نوا رہتی تھی لیکن یہ لوگ صرف باہر رہ کر تعاون کرتے تھے۔ کانگریس کی تنظیم کا حصہ بن کر کام نہ کرتے تھے۔ احراری کانگریسی حلقوں میں اس وجہ سے پسندیدہ نظر سے نہ دیکھے جاتے تھے کہ ملک کے آئینی نصب العین نیز مسلمانوں کے حقوق کے سلسلے میں ایک تحفظاتی نقطہ نظر رکھتے تھے اور بعض صورتوں میں مسلم لیگ سے بھی تعاون کر لیتے تھے۔ رنگیلا رسول ([136]) جیسی احتجاجی تحریک اور مغل پورہ کالج جیسے فرقہ وارانہ مسائل میں تو انہوں نے باقاعدہ راہنمائی کی۔ ہندوؤں کو ان کی موثر تنظیم جیش رضا کارانِ احرار کا خوف بھی تھا۔ ([137])

## نمک ستیہ گرہ تحریک

کانگریس نے اپنی سالانہ اجلاس منعقدہ ۲۸ دسمبر ۱۹۲۹ء میں مکمل آزادی کی قرار داد منظور کی اور آزادی ہند کے لیے دوسری اقوام کو بھی ایثار و قربانی کی دعوت دی۔ کانگریس نے سول نافرمانی کی ابتداء نمک سازی سے کی۔ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان میں نمک وافر مقدار میں پیدا کیا ہے لیکن انگریزوں نے اس پر ٹیکس لگا کر عوام کے لیے اس کا حصول مشکل بنا دیا نمک کا لفظ یکایک ایک جادو کا منتر بن گیا۔ گاندھی کی رائے تھی کہ نمک کے محصول کی ادائیگی بند کر دی جائے اور نمک کے قوانین کی خلاف ورزی کی جائے گاندھی جی ۱۳ مارچ ۱۹۳۰ء کو صابرمتی سے ۷۲ آدمیوں کا قافلہ لے کر روانہ ہوا ۱۵ اپریل ۱۹۳۰ء کو ڈانڈی ضلع گجرات (کاٹھیاواڑ) پہنچ گئے۔ اور ۶ اپریل کو انگریزی قوانین کی خلاف ورزی کرنے کا اعلان کیا اس اعلان کے ساتھی ہی سارے ہندوستان میں نمک ستیہ گرہ کی تحریک شروع ہو گئی۔ ([138]) نمک ستیہ گرہ کی تحریک میں زور پیدا ہو چکا تھا۔ گاندھی سمیت ہزاروں کارکن گرفتار ہو چکے تھے۔ مجلس احرار نے اس تحریک میں بھر پور ساتھ دیا۔ احراری راہنماؤں کی کوشش سے ولایتی کپڑے کی ملیں متاثر ہوئیں۔ مانچسٹر کا مال احمد آباد کے مقابلے میں مات کھا گیا۔ اگر دنیاوی درسگاہوں سے ہندو طالب علموں نے جیلوں کو بھرا تو دینی مدارس کے طلباء کی تعداد بھی کم نہیں تھی احرار راہنماؤں کے کندھوں پر یہ بوجھ اس لیے بھی آن پڑا کہ جون ۱۹۳۰ء کو حکومت نے آل انڈیا کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کو خلاف قانون قرار دیا۔ اس کے بعد نئے کارکن آگے بڑھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی گرفتاری کے بعد احرار راہنما چوہدری افضل حق کو آل انڈیا کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کا ممبر نامزد کر دیا۔ انہوں نے دہلی میں اپنی گرفتاری تک سارے ملک کی نافرمانی کی تحریک کو کنٹرول کیا۔ عطاء اللہ شاہ

---

136۔ خالد پرویز نیازی، بیسویں صدی میں برصغیر کی اسلامی تحریکوں تنقیدی جائزہ، ص 309

100۔ مرزا جانباز، کاروان احرار، مکتبہ تبصرہ، لالہ زار کالونی نیو شاد باغ، لاہور، 1993، ج ا، ص 148

138۔ 1927 میں لاہور کے ایک ناشر نے ''رنگیلا رسول'' نامی کتاب شائع کی جس سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے اور اس کے نتیجے میں علم الدین نامی نوجوان نے اس ناشر کو دن کی سعید روشنی میں سرعام قتل کر دیا۔ غازی علم الدین شہید پر مقدمہ چلا۔ عدالت نے موت کی سزا سنائی اور انہیں میانوالی جیل میں پھانسی کی سزا دے دی گئی اس واقعہ سے ہندو مسلم اتحاد کو نقصان پہنچا اور دونوں قوموں میں فسادات پھوٹ پڑے۔ دونوں قومیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے آکھڑی ہوئیں۔ اب لاٹھیوں کی جگہ ان کے ہاتھ میں چھرے اور خنجر تھے۔ ''رنگیلا رسول'' 1920 میں پنجاب کے آریہ سماج اور مسلمانوں کے درمیان برپا ہونے والے مناقشے کا نتیجہ ہے۔

(https://RealisticApproach.org) (https://orchieve.org)



toobaafoundation.com

بخاری دیناج پور (بنگال) سے، مولانا حبیب الرحمن لدھیانہ سے، شیخ حسام الدین امر تسر سے، مولانا مظہر علی اظہر بٹالہ اور مولانا داؤد غزنوی لاہور سے گرفتار ہوئے۔(139)

## گاندھی ارون پیکٹ

پہلی گول میز کانفرنس (۱۲ نومبر ۱۹۳۰ء) کی ناکامی کے بعد ۱۹ جنوری ۱۹۳۱ء کو برطانوی وزیر اعظم مسٹر رمزے مکڈونلڈ(1937-1866) نے اس کانفرنس کو برخاست کر دیا اور اس وقت ہندوستان کے وائسرائے لارڈ ارون(1959-1881) اور گاندھی جی کے درمیان ۵ مارچ ۱۹۳۱ء کو ایک معاہدہ طے پایا۔ اسی پیکٹ کے نتیجے میں ملک بھر کے تمام قیدی جو نمک ستیہ گرہ کی تحریک میں گرفتار ہوئے تھے یا جنہیں سزائیں ہوئیں تھی آزاد کر دیئے گئے لیکن مولانا حبیب الرحمن کو آزاد نہیں کیا گیا۔ جب نمک ستیہ گرہ تحریک ختم ہو گئی اور گاندھی نے وائسرائے ارون کے ساتھ معاہدہ کر لیا تو مجلس احرار نے کانگریس سے اپنا اشتراک عمل ختم کر دیا اور اپنا علیحدہ لائحہ عمل اختیار کیا۔ ۴ مئی ۱۹۳۱ء کو لاہور میں مجلس احرار اسلام کی نئی جماعت کے قیام کا اعلان کیا گیا۔(140)

## مذہبی جماعت

مجلس احرار ایک مذہبی جماعت تھی۔ مجلس احرار کے مذہبی قائدین کا سیاست میں آنا کوئی نئی بات نہیں تھی بلکہ مذہبی علماء کا ایک شاندار ماضی ہے انگریزوں کے خلاف عَلم بغاوت بلند کرنے والوں میں علماء کا یہی گروہ پیش پیش رہا ہے۔ مجلس احرار سیاست کی پرخار وادی میں مذہبی دیوانوں کا ایک ایسا گروہ تھا جو اسلامی تعلیمات سے سر مو انحراف کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔ بیسویں صدی میں یہ لوگ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا عملی نمونہ تھے۔ چوہدری افضل حق نے بیسویں صدی میں مجلس احرار کے کردار کو اس طرح واضح کیا "مجلس احرار موجودہ دور میں صحیح روایات اسلام کی بہترین جانشین ہے۔ ہمارا عمل، ہمارا نظام کار اور ہماری تاریخ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ جہاں ہم مذہبی معاملات میں عوام کی راہنمائی کرتے ہیں، تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ ہمارے راہنماؤں اور رضا کاروں نے ختم نبوت، مدح صحابہ اور شاتم رسول راج پال کی تحاریک میں نمایاں اور اہم حصہ لیا وہیں ہمارے رضا کار سیاسی میدان میں بھی ملک کی کسی ترقی پسند سیاسی جماعت سے پیچھے نہیں رہے یہ سب کچھ نبی امی ﷺ کی تعلیمات کا کرشمہ ہے کہ اس کے نام لیواؤں کی ایک ایسی جماعت آج بھی موجود ہے جسے دیکھ کر مغرب کے منکر انگشت بدندان ہیں کہ ایک طرف تو یہ لوگ مذہب کا دامن نہیں چھوڑتے اور دوسری طرف اقتصادی مساوات اور سیاسی آزادی کے علمبردار اور ان مقاصد کی خاطر قربانی کرنیوالوں میں سب سے پیش پیش ہیں۔ زمانہ آج اس عجیب و غریب مجموعہ کا مطالبہ کر رہا ہے صرف سیاست یا صرف مذہب کی تحریکیں ناکام ہو چکی ہیں یا ناکام ہو جائیں گی لیکن "مذہب و سیاست کا جو امتزاج آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے قائم کیا گیا تھا۔ اس کی زندہ مثال آج بھی دنیا کے سامنے موجود ہے اور خداوند عزوجل کا جتنا بھی ہم احرار شکر گزار ہوں کم ہے کہ اس کی عنایات اور انعام و اکرام کے طفیل اس صدی میں اسلام کے صحیح لائحہ عمل یعنی "اجتماع مذہب و سیاست" پر کاربند ہونے کا شرف صرف ہم غریب "احرار" کو حاصل ہے۔(141)

---

139۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور، جلد 18، 1966ء ص 573-574

140۔ مرزا جانباز، حیات امیر شریعت، المکتبہ تبصرہ، لاہور 1970، ص 133

141۔ نیازی، خالد پرویز، بیسویں صدی میں برصغیر کی اسلامی تحریکوں کا تنقیدی جائزہ، ص 311



toobaafoundation.com

## انگریز دشمنی

بیسویں صدی تحریکات کی صدی تھی۔ جنوبی ایشیاء کے اس حصے کی اکثر جماعتیں اور تنظیمیں اسی صدی میں قائم ہوئیں ان میں سے احرار اسی صدی کے تیسرے عشرے کے آخری ایام میں لاہور میں سامنے آئی اور جلد ہی جانثار کارکنوں کی ایک بڑی تعداد اس کے گرد جمع ہوگئی۔ انگریز سے دشمنی اور اس سے آزادی حاصل کرنے کو مجلس احرار نے سرفہرست رکھا اور اس مقصد کے حصول کے لیے مجلس احرار نے جہاں بے پناہ قربانیاں دیں۔ وہیں بعض اوقات اپنی ہمسایہ قوم ہندو سے بھی تعاون کیا کیونکہ ہندوستان میں تین جماعتیں ایسی تھیں جنھوں نے آزادی کی جنگ لڑی، کانگریس، جمعیت العلمائے ہند اور مجلس احرار۔ یہی وجہ ہے کہ بعض موقعوں اور تحریکوں میں ان جماعتوں نے آپس میں تعاون بھی کیا۔ احرار کا یہ نقطہ نظر تھا کہ "انگریز ہندوستان سے نکل جائے تو ہندو بنیاؤں کے زہریلے نشتر خود بخود ناکارہ ہو جائیں گے۔ احرار انگریز، قادیانیوں اور ہندو والوں سے نبرد آزما تھے لیکن برطانوی سامراج ان کا مرکزی ہدف تھا یہی وجہ ہے کہ دوست دشمن سبھی تسلیم کرتے ہیں کہ مجلس احرار انگریز دشمنی میں تمام حلقوں پر بازی لے گئے۔ (142)

امیر شریعت سید عطاءاللہ شاہ بخاری نے امروہہ میں ۲ مئی ۱۹۳۰ء میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا!

> " خلافت کی تحریک کے بعد ایک اور وقت آیا ہے کہ ہم عالم اسلام کے دشمن فرنگی سے جس کی حکومت میں سورج غروب نہیں ہوتا مگر اسلام کے غروب ہونے کا خطرہ بڑھ رہا ہے ایسی جنگیں لڑیں کہ وہ ہندوستان کو چھوڑنے پر مجبور ہو جائے اگر ہم بحیثیت مسلمان انگریز کو یہاں سے نکالنے میں کامیاب ہو گئے تو اس سے نہ صرف عرب ریاستیں بلکہ تمام بلاد اسلامیہ ہمیشہ کے لیے آزاد ہو جائیں گے " (143)

مجلس احرار کے راہنما عالمان دین اور زاہدان شب بیدار تھے وہ حکومت الٰہیہ پر پختہ یقین رکھتے تھے چنانچہ مجلس احرار نے ۱۹۴۳ء میں سہارنپور میں حکومت الہیہ کی قرارداد پاس کی۔ اسلام دنیا میں حکومت الہیہ اور خلافت ربانی قائم کرنا چاہتا ہے اور اسی اصول پر احرار کاربند ہیں۔ (144)

## معاشی حقوق کی جدوجہد

مجلس احرار نے ہمیشہ غریب شہری اور کسان دیہاتی کے مسائل کے حل کرنے کی کوشش کی۔ یہ ہی وجہ ہے کہ شہری سرمایہ دار اور دیہاتی جاگیردار اس جماعت سے دور رہے مجلس احرار کی ترکیبی سیاست میں جاگیردار اور سرمایہ دار کے مقابلے میں عام زمیندار، کاشتکار اور غریب شہری کے تحفظ کے مقصد پر زور دیا جاتا تھا یہ جماعت سوشلسٹ نہ تھی کیونکہ دین اور دینداری پر بڑا اصرار کرتی تھی لیکن سرمایہ داری اور محنت کے مسائل میں غرباء اور محنت کشوں کو تحفظ دینے کے حق میں تھی۔ مجلس احرار ان معنوں میں ایک عوامی جماعت تھی کہ شہری سرمایہ دار جماعت اور دیہاتی جاگیر دار جماعت سے ذہنی طور پر کبھی مانوس نہ ہوئی۔ (145) اس حوالے سے مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی نے ۱۱ جولائی ۱۹۳۱ء کو اپنے پہلے خطبہ صدارت میں واشگاف الفاظ میں کہا تھا کہ "میرے نزدیک ہندوستان کی

---

142۔ نیازی، خالد پرویز، بیسویں صدی میں برصغیر کی اسلامی تحریکوں کا تنقیدی جائزہ، ص 311

143۔ افضل حق، چوہدری، تاریخ احرار مکتبہ مجلس احرار اسلام پاکستان، کوٹ تغلق شاہ، ملتان، 1968ء ص 63

144۔ خالد پرویز نیازی، بیسویں صدی میں برصغیر کی اسلامی تحریکوں کا تنقیدی جائزہ ص 352

145۔ مرزا جانباز، حیات امیر شریعت، ص 137



toobaafoundation.com

تمام مشکلات کا حل صرف ایک ہے کہ ہندوستان کے مزدوروں اور کسانوں کی تنظیم کی جائے اور بجائے ایک سرمایہ دار حکومت کے غریبوں کی حکومت قائم ہو۔ مجھے یہ کہنے میں پس و پیش نہیں کہ کانگریس کی محنت و قربانی کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ ہندوستان کی حکومت انگریز سے نکل کر سرمایہ دار کے ہاتھ میں چلی جائے۔ اس کا حل یہ ہے کہ مزدور اور کسان پوری طاقت سے کانگریس پر قبضہ کرلیں اور کانگریس سے تمام سرمایہ دار عناصر کو ہمیشہ کے لیے نکال دیا جائے۔(146)

## مجلس احرار کے کارہائے نمایاں

مجلس خلافت اور خلافت سے الگ ہو کر مستقل جماعت کے طور پر مجلس احرار نے کئی کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ مجلس احرار کو کشمیر کی تحریک میں زبردست کامیابی حاصل ہوئی اس تحریک کے دوران کم از کم پنجاب کی حد تک مسلمان کی سب سے مقبول جماعت تھی۔ لیکن مسجد شہید گنج کی تحریک میں عدم دلچسپی کی وجہ سے تحریک کی مقبولیت میں کمی واقع ہوئی ۱۹۳۹ء میں مجلس احرار نے جنگ عظیم دوم میں کانگریس کے ساتھ مل کر فوجی بھرتی کے بائیکاٹ کی مہم چلائی۔ اس طرح احرار نے لکھنؤ کی مداح صحابہ تحریک میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ قادیانیوں کے محاسبہ اور انہیں کافر قرار دینے کی تاریخ بھی احراریوں کے ذکر کے بغیر نامکمل رہتی ہے۔ مجلس احرار نے کسانوں اور مزدوروں کی معاشی حالت کو بہتر بنانے کے لیے بھی ان کے حقوق کے لیے آواز بلند کی۔ اکابرین احرار کا اپنا تعلق چونکہ متوسط طبقہ سے تھا اس لیے انہیں غریب کی مشکلات کا پورا احساس تھا کشمیریوں کا ریاستی جبر و تشدد سے نجات دلانے سے لے کر قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کو طشت از بام کرنے تک احراریوں کی خدمات قابل ستائش ہیں۔(147)

مجلس احرار اسلام نے جس طرح ریاست کشمیر میں مظلوم و مجبور مسلمانوں کو مذہبی اور سیاسی آزادی دلانے کیلئے بھرپور تحریک چلائی اور کسی قسم کی قربانی سے گریز نہیں کیا۔ اسی طرح مجلس احرار نے قادیانیت کا موثر طریقے سے محاسبہ کیا۔ قادیانی ایک طرف برصغیر کے عوام کو انگریزوں کی غلامی پر آمادہ کر رہے تھے اور انگریزی اقتدار کو اپنے سروں پر قائم دیکھنا چاہتے تھے تو دوسری طرف انہوں نے مسلمانوں کے بنیادی عقیدہ "ختم نبوت" کو کمزور اور مشکوک کرنے کی کوشش کی۔ مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کر کے مسلمانوں میں انتشار و افتراق پیدا کر دیا چنانچہ ان کی سازشوں کا بطور جماعت کے سب سے پہلے مجلس احرار نے مقابلہ کیا اور سیاسی و مذہبی دونوں میدانوں میں قادیانیت کا محاسبہ کیا۔ مرزا غلام احمد نے اپنے دعووں کو تدریجی ترقی دی۔ جب مرزا کے عزائم مسلمانوں پر آشکار ہوئے تو ابتدا ہی سے غیور علماء و سیاسی راہنماؤں نے اپنے محدود وسائل کے باوجود اپنی زندگیاں اس باطل فرقہ کی سرکوبی کے لیے وقف کر دیں۔ جن میں مولانا محمد حسین بٹالوی (1840-1920)، مولانا ثناء اللہ امرتسر (1868-1948) اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی (1859-1937) سرفہرست ہیں۔ فکری محاذ پر انور شاہ کشمیری (1875-1933) اور علامہ محمد اقبال نے مسلمانوں کی قیادت کا حق ادا کیا اس طرح اجتماعی طور پر بحیثیت سیاسی جماعت، جس نے سب سے پہلے قادیانیت کا محاسبہ کیا۔ وہ مجلس احرار اسلام تھی اس جماعت کے سربراہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری تھے۔ جس کے ہاتھ پر پانچ صد علماء نے بیعت کر کے انہیں امیر شریعت کا خطاب دیا امیر شریعت نے اس خطاب کا حق اپنے عمل سے ادا کر دیا امیر شریعت قصر باطل پر آسمانی بجلی بن کر گرے اور اپنی پوری جماعت کو اس قادیانی گروہ کے مکروہ چہرے سے نقاب کشائی کے لیے مامور کر کے ملت اسلامیہ پر احسان عظیم کیا۔ رد قادیانیت کو ایک عوامی تحریک

---

146۔ افضل حق، امیر، چوہدری، تاریخ احرار، ص 61-62

147۔ اردو دائرہ معارف اسلامی، جلد 18، ص 574



toobaafoundation.com

کارنگ دے کر قادیانی جماعت کو زچ کر کے رکھ دیا۔ اس تحریک میں چوہدری افضل حق، تاج الدین انصاری (1891-1955)، شیخ حسام الدین، قاضی حسان احمد شجاع آبادی، مولانا محمد علی جالندھری، آغا شورش کاشمیری اور سید ابوذر بخاری (1926-1995) جیسے لوگ اٹھے جنہوں نے قادیانی تبلیغ کے سارے راستے مسدود کر کے اس تحریک کے محاسبے کا حق ادا کر دیا جس اسلامی جماعت نے مسلمانوں کو آزاد اور توانا دیکھنے کا ارادہ کیا ہو اسے سب سے پہلے اس جماعت سے ٹکرانا ناگزیر تھا اس جماعت کے اثر و رسوخ کو کم کئے بغیر آزادی کا تصور کرنا ممکن نہ تھا۔ (148)

چوہدری افضل حق نے مرزائیوں کے سیاسی عزائم کو اس طرح آشکار کیا۔

1۔ برٹش امپیر لزم کے کھلے ایجنٹ ہیں۔

2۔ وہ اعلیٰ طبقہ کا ذہن رکھتے ہیں ارد گرد کی غریب آبادی کا بائیکاٹ کرنا اور دوسرے ذریعوں سے انہیں مرعوب کرنا ان کا دھندا ہے۔

3۔ وہ مسلمانوں میں ایک نئی گروہ بندی کے طلب گار ہیں جو مسلمانوں کی جمعیت کو ٹکروں میں بانٹ دے گی۔

4۔ وہ مسلمانوں میں بطور ففتھ کالم کام کرتے ہیں۔ (149)

مجلس احرار کے زعماء نے ساری تحریک کے دوران مذہب کا دامن نہ چھوڑا اور اسلام کے معاشی اور غریبوں سے بھلائی کے پہلو کو خاص طور پر اجاگر کیا۔ وہ لوگوں کو مذہب کی بنیاد پر متحرک کرتے تھے اور ساتھ ہی بہادری سے جیل بھی جاتے تھے اس لیے کوئی دوسری تحریک ان کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتی تھی۔ (150)

بیسویں صدی میں برصغیر کی دینی فکر کو اجاگر کرنے کے حوالے سے ۱۱ ستمبر ۱۹۳۹ء کی آل انڈیا مجلس احرار اسلام کی ایگزیکٹو کا اجلاس جو امرتسر میں منعقد ہوا اس کی مندرجہ ذیل تاریخی قرارداد نہایت اہمیت کی حامل ہے۔

1۔ ہرگاہ کہ مجلس احرار اسلام ہند انگریزوں کو آگاہ کرتی ہے کہ جب ملک ہمارا ہے۔ فوج میں بھرتی ہم دیتے ہیں۔ روپیہ بھی ہمارا ہے۔ تم انگریز سمندر پار سے آکر ہم پر حکومت کر رہے ہو۔ ان حالات میں تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہماری رائے کے بغیر تم ہمیں ایک ایسی جنگ میں شامل کر لو۔ جس کا ہمارے ملک سے کوئی تعلق نہیں۔

2۔ پھر جب کہ ہم (مسلمان) یہ بھی جانتے ہیں کہ ہمارا اس جنگ میں شریک ہو کر انگریزوں کی طرف سے لڑنا وسط ایشیاء کی عرب ریاستوں کی غلامی کو مزید بڑھانا ہے۔

3۔ بدیں وجہ مجلس احرار اسلام ہند اعلان کرتی ہے کہ ہمارا اس جنگ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہم اس جنگ کے لیے انگریزوں کو فوجی بھرتی دینا چاہتے ہیں اور نہ ہی اس جنگ کیلئے کسی قسم کی مالی امداد دینے کو تیار ہیں۔

4۔ مسلمانان ہند اس وقت تک برطانیہ سے کوئی تعاون نہ کریں گے جب تک اسلامی ممالک سے فوجیں واپس نہیں چلی جاتیں اور ہندوستان کو مکمل طور پر آزاد نہیں کر دیا جاتا۔ پھر مجلس احرار اس بات پر غور کر سکتی ہے کہ مسلمانوں کا موجودہ جنگ میں شریک ہونا انسانی تباہی کا باعث تو نہیں ہو گا۔

---

148۔ احرار، رئیس، عزیز الرحمٰن، مکتبہ مجلس احرار اسلام، ملتان 1963ء ص 153

149۔ نیازی، خالد پرویز، بیسویں صدی میں برصغیر کی اسلامی تحریکوں کا تنقیدی جائزہ، ص 316

150۔ افضل حق، امیر، چوہدری، تاریخ احرار، ص 178



toobaafoundation.com

5۔ مجلس احرار کئی سال سے ہندوستان کی آزادی اور عالم اسلام کی گلو خلاصی کو برطانیہ کے ساتھ اپنے تعاون کی شرط قرار دیتی چلی آئی ہے۔

6۔ ہر گاہ کہ موجودہ دور میں حکومت برطانیہ کو جرمن کے خلاف اعلان جنگ اس بناء پر کرنا پڑا کہ وہ کمزور قوم کی آزادی کی حامی ہے لیکن جمہوریت اور کمزور اقوام کی حمایت پسندی کے باوجود برطانیہ نے ہندوستان اور عالم اسلام بالخصوص فلسطین اور آزاد قبائل (وزیرستان) کے ساتھ اپنے دعویٰ کے مطابق کسی قسم کا عملی ثبوت نہیں دیا۔ اس بناء پر غلام ہندوستان اور غلام مسلمان جو خود اپنے ملک میں غلامی کی وجہ سے زندہ درگور ہیں کیونکر خوشی سے پولینڈ جیسے دور افتادہ ملک کی جدوجہد آزادی کے لیے جان ومال دے سکیں گے۔(151)

## تحریک پاکستان

قیام پاکستان کے بعد تحریک آزادی اور تحریک پاکستان میں فرق روا نہیں رکھا گیا اور تحریک پاکستان ہی کو تحریک آزادی قرار دیا گیا حالانکہ تحریک آزادی کی تاریخ بہت طویل ہے اور اس میں مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم بھی ہم قدم تھے لیکن تحریک پاکستان قدرے مختصر ہے اور یہ تحریک نہ صرف مسلمانوں کی چلائی ہوئی تحریک تھی بلکہ اس سے بعض مسلمان بھی متفق نہ تھے اور وہ برصغیر کی تقسیم پسند نہ کرتے تھے اس بناء پر ان کی آزادی کے حصول کیلئے تمام قربانیوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور ہماری صحافت، ہمارے ذرائع ابلاغ اور ہماری درسی کتب میں ان کا ذکر بھی ممنوع کر دیا گیا۔(152)

جس طرح برصغیر میں اسلام کو پھیلانے میں مسلم صوفیاء نے اہم کردار ادا کیا بالکل اسی طرح بیسویں صدی میں برصغیر کے مسلمانوں کو آزادی دلانے میں مسلم علماء نے بھی اہم کردار ادا کیا بیسویں صدی کے مختلف عشروں میں جن دینی وسیاسی تحریکات نے برصغیر کے مسلمانوں کی دینی وسیاسی فکر کو اجاگر کرنے اہم کردار ادا کیا ان کا تذکرہ فصل ھذا میں کیا جا چکا ہے۔

ہندوؤں کی سیاسی تنظیم کا قیام ۱۸۸۵ء میں عمل میں آ چکا تھا سرسید نے مسلمانوں کو کانگریس میں شامل ہونے سے منع کر دیا۔ وہ مسلمانوں کی سیاسی سرگرمیوں کے بھی خلاف تھے۔ لیکن کانگریس نے ہندوؤں کے سیاسی حقوق کے لیے آواز بلند کی تو مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہو گیا کہ وہ بھی اپنی الگ سیاسی تنظیم بنائیں اس ضرورت کے پیش نظر ۱۹۰۶ء میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس منعقدہ ڈھاکہ میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی تاکہ مسلمانوں کو ایک سیاسی پلیٹ فارم مہیا کیا جا سکے محسن الملک نواب، سلیم اللہ خان نے یہ قرارداد پیش کی کہ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت "آل انڈیا مسلم لیگ" کے نام سے قائم کی جائے۔ وقار الملک نے صدارتی خطبہ دیا اور لیگ کے یہ مقاصد منظور کیے گئے۔

(الف) مسلمانان ہند میں برطانوی حکومت کی وفاداری پیدا کرنا اور حکومت کے کسی قانون یا کاروائی سے متعلق اس کے اداروں کے بارے میں جو غلط فہمیاں پیدا ہوں انہیں دور کرنا۔

(ب) مسلمانان ہند کے حقوق ومفادات کی حفاظت کرنا اور انہیں ترقی دینا اور انہیں حکومت کے سامنے ادب سے پیش کرنا۔

---

151۔ افضل حق، امیر، چوہدری، تاریخ احرار، ص 180

152۔ المشرقی، عنایت اللہ، علامہ، الاصلاح، 31، مارچ 1947ء ص 2



toobaafoundation.com

(ج) مسلمانانِ ہند میں دیگر ملتوں سے عداوت کے جذبات پیدا نہ ہونے دینا۔ سوائے اس کے کہ لیگ کے مقاصد کو کسی قسم کا نقصان پہنچے۔(153)

ابتداء میں مسلم لیگ نے واسطہ "لوکل باڈیز" اور سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کی نمائندگی کے مسئلے سے رکھا۔ ۱۹۱۲ء میں تقسیم بنگال کی منسوخی کے بعد اس نے ایسے مسائل میں دلچسپی لینی شروع کر دی۔ جو برطانوی ہند کے تمام باشندوں کیلئے مشترک تھے۔ ابتداء میں قائدِاعظم ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے لیکن وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ وہ ہندوؤں کے رویوں سے بددل ہوتے گئے۔ ۱۹۳۰ء تک کانگریس، مسلم لیگ اور جمعیت العلماء ہند کے سالانہ اجلاس ایک ہی جگہ منعقد ہوتے رہے لیکن اس کے بعد ان دونوں بڑی سیاسی جماعتوں کی راہیں الگ ہو گئیں۔ آزادی کے حصول کے لیے کانگریس زیادہ پرجوش تھی لیکن مسلم لیگ کو آزادی کے بعد کی صورت حال پر تشویش تھی۔(154) اگرچہ مختلف حالات وواقعات نے مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات پختہ کر دی تھی کہ وہ ہر لحاظ سے ہندوؤں سے ایک جداگانہ قوم ہیں جن کے مفادات نہ صرف ایک دوسرے سے مختلف ہیں بلکہ ایک دوسرے سے متصادم بھی ہیں تاہم مسلمانوں کا علیحدہ قوم کا تصور ابھی نظریاتی تجربہ اور تشریح کا محتاج تھا۔ مسلمان ایک علیحدہ قوم کیوں ہیں؟ ہندوستان کے ساتھ ان کی وفاداری کی نوعیت کیا ہے؟ یہ سوال ابھی تفصیلی بحث کے محتاج تھے۔ اس کمی کو علامہ اقبال نے اپنے مشہور خطبہ "الہ آباد" ۳۰ دسمبر ۱۹۳۰ء کو پورا کیا۔ آپ نے فرمایا!

> "مسلمان مستقل اور مثبت طریق پر ایک علیحدہ قوم اور اپنے اندر قومی وجود اور اپنی مخصوص ثقافتی روایات کو برقرار رکھنے کا شدید جذبہ رکھتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو کسی وسیع تر قومی اتحاد میں ضم یا گم کرنے پر راضی نہیں ہو سکتے۔ "ہندوستانی قومیت" کی آڑ میں مسلمانوں پر ہندو اکثریت کی مطلق اور غیر مشروط حکومت قائم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس ملک میں اتحاد و امن صرف اس صورت میں قائم رہ سکتا ہے کہ مسلمانوں کو علیحدہ قومیت تسلیم کر لیا جائے"(155)

مسلمانوں کیلئے برصغیر میں ایک علیحدہ ریاست کے قیام کا تخیل سب سے پہلے علامہ اقبال نے پیش کیا۔ اس خیال کو آغاخان سوم نے آل انڈیا پارٹیز کانفرنس منعقدہ ۱۹۲۸ء بمقام کلکتہ میں "صوبوں کی آزادی" کی شکل میں پیش کیا تھا۔ علامہ اقبال اور آغاخان سوم کے علاوہ ایک ہستی اور بھی تھی جس کے لیے ایک جداگانہ مسلم ریاست کا قیام بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ وہ چوہدری رحمت علی کی ہستی تھی جو کیمبرج میں طالب علم تھے انہوں نے ایک قدم آگے بڑھایا اور مسلمانوں کی علیحدہ اسلامی مملکت کا نام " پاکستان " تجویز کر دیا اس سے ہندو غضب ناک ہو گئے انگریز اس مسئلہ سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے تھے ابتداء میں مسلم قیادت کا طرزِ عمل بھی سردمہری پر مبنی تھا اس کے باوجود اس تخیل نے توجہ حاصل کرنی شروع کر دی۔ مسلم لیگ نے اپنے سالانہ اجلاس منعقدہ لاہور ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو وہ قرارداد منظور کی جس میں پہلی مرتبہ ہندوستان کی تقسیم کو اپنا مقصود بنایا قائدِاعظم محمد علی جناح نے اپنے صدارتی خطبہ میں کہا:

The Hindus and Muslims belong two different religious Philosophies, They neither intermarry nor Inter dine social customs and literatures. together and indeed, they belong to two different civilization which are based mainly an conflicting ideas and conceptions. Their aspects on Life

---

153۔ نیازی، خالد پرویز، بیسویں صدی میں برصغیر کی اسلامی تحریکوں کا تنقیدی جائزہ، ص 432

154۔ نیازی، خالد پرویز، بیسویں صدی میں برصغیر کی اسلامی تحریکوں کا تنقیدی جائزہ، ص 432

155۔ ایضاً، ص 435



toobaafoundation.com

and of Life are different. It is quite clear that Hindus and Muslims derive their Inspiration from different sources of History. They have different epies, different heroes and different opisades very often, the hero of one is a foe of the other and like wise, their victories and defeats overlap. ([156])

ترجمہ: ہندواور مسلمان دو مختلف تہذیبوں سے تعلق رکھتے ہیں جس میں ان کے نظریات اور عقائد کا ٹکراؤ ہے۔ انکی زندگی کے تمام پہلو مختلف ہیں۔ یہ بالکل عیاں ہے کہ ہندو اور مسلمان تاریخ کے مختلف ذرائع سے اپنی فکر راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ ان کے ماضی مختلف ہیں اور ان کے ہیرو بھی اور بہت اوقات ایک کا ہیرو دوسرے کا دشمن ہوتا ہے اور یہ اس کے برعکس بھی۔ ان کی شکست اور فتوحات متراکب ہیں

اس قرارداد کی منظوری کے بعد "پاکستان" مسلم عوام کے عقیدے میں داخل ہو گیا مسلمانوں نے اپنی جو منزل مقصود مقرر کی تھی اس تک پہنچنے کے لیے ابھی بہت دور تک جانا تھا۔ اس قرارداد کی منظوری پر ہندو مشتعل تھے۔ انہوں نے اسے مادر وطن کے دو ٹکرے کر دینے سے تعبیر کیا اور ایک مقدس گائے کو ذبح کر دینے سے تشبیہ دی۔ انگریز بھی ہندوستان کو تقسیم کرنا پسند نہیں کرتے تھے ان کے خیال میں ایک متحدہ ہندوستان اس علاقے میں استحکام کا ضامن تھا۔ تین بڑے فریقوں میں سے دو فریق تقسیم ہند کے مخالف تھے۔ ۱۹۴۰ء سے تحریک آزادی ہند کو مسلمانوں نے "تحریک پاکستان" میں تبدیل کر دیا۔ مسلم لیگ اس مطالبہ کی علمبردار تھی۔ مسلمانوں نے بڑی تیزی سے اس مطالبہ کو پذیرائی بخشی اور جوق در جوق مسلم لیگ میں شامل ہونے لگے۔ مسلم لیگ اور پاکستان کو مترادف سمجھا جانے لگا۔ مسلمانوں میں چند راہنما اور کچھ سیاسی گروہ ایسے بھی تھے جو تقسیم کے حق میں نہیں تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ہم متحدہ ہندوستان میں رہ کر مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ بہتر طور پر کر سکتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ آٹھ کروڑ مسلمانوں کو علیحدہ ملک دے کر ہم دس کروڑ مسلمانوں کو ہندوؤں کا یرغمال بنا رہے ہیں۔ وہ ہندوستان کی موجودہ جغرافیائی تقسیم کے حق میں بھی نہیں تھے۔ تقسیم ہند کا مطالبہ کسی طرح بھی ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا لیکن اس سے فرق نہیں پڑا۔ جیسے ہی پاکستان کا قیام ممکن نظر آنے لگا۔ لوگوں کی جذباتی وابستگی پاکستان کے ساتھ بڑھنے لگی۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ جب سے مسلمانوں نے اپنا سیاسی اقتدار کھویا تھا اس وقت سے ایک مسلمان مملکت کی خواہش ان کے شعور میں جاگزیں تھی۔ مسلمانوں کی دیرینہ خواہش ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پوری ہو گئی اور پاکستان معرض وجود میں آگیا۔ ([157]) اگر مسلمانان برصغیر کے اس دور کو جو ۱۸۵۷ء کے بعد کی مایوسیوں سے شروع ہوا اور پھر مسلمانوں میں سیاسی بیداری پیدا کرتا ہوا ۱۹۴۷ء کی منزل مقصود پر ختم ہوا۔ ایک نظر میں دیکھا جائے اور اسے ایک تحریک کا نام دیا جائے تو واضح طور پر اس کو چار مراحل میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1۔ پہلا دور جب مسلمانوں کو اپنی علیحدہ شناخت کا احساس ہوا جس کو "دو قومی نظریہ" کا نام دیا گیا۔ یہ احساس سر سید احمد خان کا پیدا کردہ تھا۔ دراصل برصغیر میں اسلام وہ پہلا مذہب ہے جس نے ہندومت میں جذب نہ ہونے اور اپنی انفرادیت برقرار رکھنے پر اصرار کیا تھا۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کی انفرادیت ختم کرنے کیلئے کبھی بھگتی تحریک چلائی تو کبھی شدھی اور سنگھٹن کا سہارا لیا مگر مسلمانوں کے اندر انفرادیت کی خواہش ہر ایسی کوشش کے بعد بڑھتی گئی۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ پاکستان بنانے میں ہندوؤں کی مخالفت کا زیادہ ہاتھ ہے۔ بہ نسبت مسلمان لیڈروں کی کوششوں کے یہ اس لحاظ سے درست ہے کہ مسلم قومیت کا تصور شروع میں ایک چھوٹے

---

156۔ نیازی، خالد پرویز، بیسویں صدی میں برصغیر کی اسلامی تحریکوں کا تنقیدی جائزہ، ص 435

157۔ نور احمد سید، مارشل لاء تک، مکتبہ عالیہ، لاہور، 1993ء ص 104-105



toobaafoundation.com

دائرے سے شروع ہوا مگر آہستہ آہستہ بڑھتا گیا۔ کبھی اس کا فروغ شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز کے ہاتھوں ہوا تو کبھی سر سید احمد خان اور سید امیر علی کے ہاتھوں۔ پھر یہ مسلمانوں کو اپنی منزل مراد تک علامہ اقبال اور قائداعظم کی راہنمائی میں لے گیا۔[158] لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے جیسا کہ عزیز بیان کرتے ہیں۔

"The feeling of separate nationalism received an impetus from Hindus opposition to it. Nationalism thrives on opposition. The more it is crushed the more vigorous its rebith." ([159])

2۔ دوسرا دور اپنے حقوق کا تحفظ ہے علیحدہ نمائندگی کے مطالبہ کی وجہ سے اس کے خالق بھی سر سید احمد خان ہی ہیں۔ تاہم جداگانہ انتخاب کے مطالبے اور مسلم لیگ کے قیام کے بعد مسلم سیاست میں بہت ساری تبدیلیاں آئیں۔ اس دور میں مسلمانوں کے کئی سیاسی لیڈر آئے جن میں آغا خان جیسے معتدل مزاج بھی تھے اور علی برادران، مولانا حسرت موہانی اور نواب محسن الملک جیسے جوشیلے Pan Islamism کے حامی بھی تھے۔ اس دور میں مسلمانوں کا اصل مقصد حقوق کا تحفظ مثلاً جداگانہ انتخاب، صوبہ سندھ اور سرحد میں اصلاحات اور ملازمتوں میں کوٹہ کا حصول شامل تھا۔([160])

3۔ تیسرا دور واضح طور پر علامہ اقبال اور چوہدری رحمت علی جیسے دور اندیشوں کا ہے جس کے بارے میں وی۔ اے سمتھ رقم طراز ہیں کہ

> "Syed Ahmad Khan gave Indian Muslims a sense of separate existance while Iqbal a sense of separate destiny" ([161])

ترجمہ: ایک وقت میں علامہ اقبال اور رحمت علی کے خیالات بظاہر فرضی سے لگے لیکن سات سال کے اندر قائداعظم کے زیر سایہ ایک عملی شکل اختیار کر کے ایک نعرے کا روپ لے لیا۔ علامہ اقبال کے نظریے، رحمت علی کی بصیرت اور مسلمانوں کے خوف نے جناح کی عملی دانش مندی تلے ان سب کو اتنا یکجا کر دیا کہ مسلمان اس سے پہلے کبھی اتنا متحد نہیں ہوئے تھے جتنا برطانوی راج میں سیاسی طور پر اب ہوئے تھے۔

اس دور میں مسلمانوں کی سوچ کا رخ مسلم اکثریت کے علاقوں میں حصول حق خود مختاری تھا۔ جس کو بعد میں رحمت علی نے پاکستان کا نام دیا۔

4۔ چوتھا مرحلہ واضح طور پر قرارداد پاکستان کی منظوری سے حصول پاکستان تک ہے جس میں مسلمانوں کے سامنے واضح منزل تھی اور اس کو تحریک پاکستان کا نام دیا جاتا ہے۔ وی۔ اے سمتھ لکھتے ہیں:

Ideas of Iqbal and Rehmat Ali seemed visionary at the time but within seven years they had been turned into practical programme by the future Quaid-i-Azam with the new name its Slogan or banner. The ideology of Iqbal, the vision of Rehmat ALi and the fears of Muslims were thus united

---

158. Prof. Muhammad Mirza, The Great Quaid, Feroz Sons (Pvt.) Ltd. Lahore, 1995, P 254.

159۔ نیازی خالد پرویز، بیسوی میں برصغیر کی اسلامی تحریکوں کا تنقیدی جائزہ، ص436

160۔ ایضاً، ص436-440

161. K.k. Aziz, THE MAKING OF PAKISTAN, Islamic Book Service, Lahore, 1989, P209.



toobaafoundation.com

by the practical genius of Jinnah to bind Muslims together as never before during the British Period and lead to effect an act of Political creation. ([162])

بہر کیف ہندوستان کو دو مملکتوں میں منقسم کر کے آزاد کر دیا گیا۔ جو علاقہ اس موقع پر منقسم ہو کر مسلمانوں کے لیے ایک نیا ملک بنا وہ مسلم اکثریت کے دو خطوں پر مشتمل تھا۔ جناح نے اسے کرم خوردہ پاکستان مان کر قبول کر لیا۔ یہ نہ صرف ہندوستان کے مختلف خطوں کی علیحدگی تھی بلکہ برصغیر میں رہنے والے مسلمانوں کی تقسیم۔ جس کا اثر آزادی کے بعد ہندوستان اور اس خطے پر نمایاں طور پر ہوا اس ضمن میں عائشہ جلال لکھتی ہیں۔

"مسلم قومیت اور ریاستی حیثیت (Statehood) کے درمیان تفریق کالونی الخلاء (Decolonisation) کی سب سے بنیادی روایت ہے ہندوستان کی مسلم اقلیت، اسلام اور ہندوستانی قومی ریاست کی دوسری وفاداری کے مخصوص الزام کے زد میں ہمیشہ کے لیے آ گئی۔ ([163])

ایس کے دوبے لکھتے ہیں:

> "تقسیم ایک ایسا المیہ تھا جس میں نہ صرف انسانی جان اور مال کو نقصان پہنچا بلکہ انسان اخلاقی طور پر بھی کمزور ہو گیا ہندو پاکستان میں اور مسلمان ہندوستان میں اچانک مشکوک ہو گیا" ([164])

تقسیم نے ان لوگوں کے ذہن پر گہرا زخم لگایا جو اس المیہ سے براہ راست طور پر متاثر ہوئے تھے ہندو فرقہ پرست جماعتوں کو اس امر سے اور تقویت ملی اور وہ اسے حوالے کے طور پر استعمال کرنے لگے کہ ایک بار یہ ملک مسلمانوں کی وجہ سے تقسیم ہو چکا ہے اور انہوں نے اپنے لیے ایک آزاد ملک بنا لیا۔ للٰہذا اگر سرکار ان کی فلاح و بہبود کے لیے کوئی کام کرے گی تو یہ ملک ایک بار پھر شکست و ریخت کا شکار ہو سکتا ہے اور مسلم اقلیت اس بوجھ کے ساتھ یہاں رہ رہی ہے کہ تقسیم کی تمام ذمہ داری انہیں پر ہے۔ ([165])

ایم جے اکبر نے مسلمانوں کی ذہنی کیفیت کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

> "برصغیر کی تقسیم کی ذمہ داری مسلمانوں پر ہے اور یہ احساس جرم ابھی بھی قائم ہے اس کی قیمت ابھی چکانی ہے لیکن اس میں سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ یہ قیمت وہ لوگ نہیں چکا رہے تھے جنہوں نے پاکستان بنوایا بلکہ ہندوستانی مسلمان اس قیمت کو چکا رہا ہے۔۔۔ تقسیم ملک کا احساس اس قدر شدید ہے کہ یہ ارادی یا غیر ارادی طور پر اکثریت کے ذہن میں آ جاتا ہے جو مسلمانوں کو شکست کی نگاہ سے دیکھتا ہے" ([166])

تقسیم نے ہندوستان میں امن و قانون، فرقہ وارانہ فسادات، مہاجروں کی آبادی کاری، صنعتی جمود جیسے متعدد مسائل پیدا کیے جسے قومی قیادت نے خوش اسلوبی سے حل کرنے کی کوششیں کیں۔

---

162۔ نیازی، خالد پرویز، بیسویں صدی میں برصغیر کی اسلامی تحریکوں کا تنقیدی جائزہ، ص436

163. Vincent. A. Smith, C.I.E, the Oxford History of India, Oxford University Press, Karachi, 1983, P 806.

164. Ibid, P 807

165. Ayesha Jalal, Democracy and authoritarian ism in South Asia, A Comparative and historical perspective, Cambridge University Press, 1995, P235.

166. S.K. Dubey, Ethnicity, Regionalism and problems of natural identity in India, Sage publication, New Delhhi, 1987, P 298



toobaafoundation.com

## تحریک تحفظ ختم نبوت

قیام پاکستان کے بعد مسلمانوں کے مقابل نہ انگریز رہے اور نہ ہندو۔ اس لیے مسلمانوں کی جو تحریکیں چلیں وہ مذہبی اور اصلاحی تھیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان تحریکوں کی ابتداء بہت پہلے سے ہو چکی تھی۔ ان ہی تحریکوں میں سے ایک "تحفظ ختم نبوت" تھی جو مرزا غلام احمد قادیانی (1835-1908) کے خلاف چلائی گئی، مرزا غلام احمد انیسویں صدی کے آخر میں پہلے مجدد بنے (167) پھر مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر مسیح موعود بنا (168) اور آخر کار ظلی اور بروزی نبی ہونے کا دعویدار ہوا۔ (169) اس نے مذہب کا لبادہ اوڑھ کر باطل نظریات سے لیس ہو کر ایک طرف مسلمانوں کو کمزور کرنے کی کوشش تو دوسری طرف انگریز کے اقتدار کو استحکام بخشا۔

مرزا غلام احمد کی تحریک کی مخالفت ان کی زندگی میں ہی شروع ہو گئی تھی۔ تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور میں پیر مہر علی شاہ، مولانا ثناءاللہ امرتسری اور مولانا محمد حسین بٹالوی سرفہرست ہیں۔ علامہ اقبال، انور شاہ کاشمیری اور دوسرے مفکرین نے اس تحریک میں فکری محاذ پر کام کیا اور مرزا غلام احمد کے دعاوی کو دلائل و براہین سے رد کیا۔ جماعتی سطح پر جن لوگوں نے قادیانیوں کے محاسبہ کو ایک تحریک کی صورت دی وہ مجلس احرار کے رہنما رضا کار تھے امیر شریعت عطاءاللہ شاہ بخاری کی راہنمائی میں چوہدری افضل حق، قاضی احسان احمد، تاج الدین انصاری اور آغا شورش جیسے لوگ اٹھے اور تحریک منظم کر کے قادیانی تبلیغ کے سارے راستے مسدود کر دیئے مرزائیوں کے تیسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود احمد (1889-1965) سیاسی ذہن کے مالک تھے۔ اس لیے اب ضروری تھا کہ قادیانیت کا مقابلہ سیاسی میدان میں کیا جائے اس مقصد کیلئے مجلس احرار اسلام کے اکابرین آگے بڑھے اور اپنے ایجنڈا پر اس مسئلہ کو سرفہرست رکھا۔ اس سے پہلے کسی شخص کو انفرادی حیثیت میں قادیانیت کے مضبوط مرکز قادیان میں داخل ہو کر اسلام کے احکام کی بجا آوری یا اسلام کی تبلیغ کی ہمت نہ تھی۔ مجلس احرار اسلام میں سب سے پہلے قادیان میں اپنا تبلیغی مرکز قائم کیا اور اس کا سربراہ مولوی عنایت اللہ کو مقرر کیا۔ قادیان میں ایک سہ روزہ کانفرنس منعقد کی اور قادیان میں نماز جمعہ پڑھنے کی ابتداء کی چونکہ یہ سب کچھ جماعتی سطح پر ہو رہا تھا اس لیے اس کو روکنا قادیانیوں کیلئے ممکن نہ تھا ۱۹۵۴ء میں مجلس احرار کی کوششوں سے پاکستان کی تمام مذہبی جماعتیں ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئیں اور انہوں نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کیلئے تحریک چلائی۔ وزیر اعظم پاکستان خواجہ ناظم الدین (1894-1964) نے مارشل لاء نافذ کر دیا۔ اس طرح تحریک تحفظ ختم نبوت کو بزور قوت دبا دیا گیا۔ (170) ۱۹۷۴ء میں ربوہ ریلوے سٹیشن پر ایک واقعہ پیش آیا جس نے پاکستان کے تمام مسلمانوں کو غفلت سے بیدار کر دیا ملک بھر میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کیلئے تحریک چلی۔ پورے ملک میں قادیانیوں کے خلاف ہنگامے شروع ہو گئے۔ قومی اسمبلی میں بھی قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کیلئے قرارداد پیش کی گئی۔ وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو (1928-1979) نے اس معاملہ میں ذاتی دلچسپی لیتے ہوئے کہا

---

167۔ خان، امام الدین، بیسویں صدی میں برصغیر کا سیاسی، سماجی تہذیبی منظر نامہ اور رنگارشات فیض کی فکری جہتیں، جواہر لال نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی، 2010، ص 36

168۔ ایم۔ جے۔ اکبر، ہندوستان اپنے حصار میں، خدا بخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ، س۔ن، ص 256

169۔ مرزا بشیر احمد، سلسلہ احمدیہ، نظارت تالیف، تصنیف، قادیان، 1939ء ص 29

170۔ 1891 سے مرزا قادیانی کی تصنیفات اور دعاوی کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ اس سے پہلے مرزا نے براہین احمدی، سرمہ چشم، شحنہ حق نامی تین کتابیں لکھیں۔ 1891 کے بعد مرزا نے "فتح الاسلام" توضیح مرام اور "ازالہ اوہام" لکھیں۔ ان ہی کتب میں مرزا نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ حکومت پاکستان کی جاب سے مرزا قادیانی کی کتب شائع کرنے بیچنے اور خریدنے پر پابندی عائد ہے۔



toobaafoundation.com

کہ مسلمانوں کا یہ دیرینہ مسئلہ میرے ہاتھوں حل ہو گا ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا ۔پوری قوم میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ پاکستان قوم نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا کہ ۱۸۹۹ء سے شروع ہونے والا یہ مسئلہ آئینی طور پر حل ہو گیا۔ ۱۹۸۴ء میں مرحوم جنرل ضیاء الحق (1924-1988) نے "امتناع قادیانیت آرڈیننس" جاری کیا۔ جس کی رو سے قادیانیوں کیلئے مسلمان کہلوانا شعائر اسلام (اذان، مسجد وغیرہ) استعمال کرنا اور قرآنی آیات کی تحریف کر کے اپنے حق میں استعمال ممنوع قرار دیا۔(171)

اس بات میں شبہ نہیں کہ مرزا نے بیسویں صدی کے پہلے سال ہی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس سے پہلے بھی وہ نبوت اور نبی کا لفظ صاف صاف زبان سے کہے بغیر اپنے آپ کو صفات نبوت اور خصائص نبوت کا حامل قرار دیتے تھے اور اس وقت کے انتظار میں تھے کہ مناسب ماحول میسر آنے پر وہ نبوت کا دعویٰ کر دیں۔ مرزا غلام احمد کا کہنا تھا کہ مجھے صرف نئی شریعت والی نبوت یا اپنی ذات میں مستقل نبوت سے انکار ہے ورنہ ظلی اور بروزی نبوت سے انکار نہیں ہے اور آپ ﷺ کے اتباع میں مجھے خدا نے بروزی رنگ میں نبوت کا مرتبہ عطا فرمایا ہے۔(172)

بیسویں صدی کی ابتداء میں ہی امت مسلمہ اور خاص طور پر برصغیر کے مسلمانوں نے قادیانیت کا محاسبہ شروع کر دیا۔ علماء امت نے ختم نبوت پر کتابیں تصنیف کیں۔ قرآن و حدیث اور آئمہ کے اقوال کی روشنی میں ختم نبوت کی وضاحت کی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ختم نبوت کے بارے میں آیت نازل کی۔ ارشاد الٰہی ہے۔

مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (القرآن احزاب: 40)

ترجمہ: تمہارے مردوں میں سے محمد ﷺ کسی کے باپ نہیں مگر آپ ﷺ اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے ختم کرنیوالے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ان مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل نبی بیتا فاحسنہ و اجملہ الا موضع لبنتہ من زاویہ فجعل الناس یطوفون بہ ویعجبون لہ ویقولون هلا وضعت هذه اللبنة وانا خاتم النبيين(صحیح بخاری) (173)

## آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن

مجلس احرار اسلام کے مولانا لال حسین اختر نے آل پاکستان مسلم پارٹیوں کے مقامی زعماء کی ایک کانفرنس بلوائی۔۔۔ جس میں ظفر اللہ خان کے جلسہ سے پیدا شدہ صورت حال پر غور کیا گیا اور قادیانی مسئلہ سے متعلق مطالبات مرتب کرنے کے لیے ۳ جون ۱۹۵۲ء کو ایک مجلس مشاورت طلب کی گئی۔ اس میں ذیل کے مطالبات مرتب کیے گئے۔

1۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

2۔ چوہدری ظفر اللہ خان کو وزیر خارجہ کے عہدے سے سبکدوش کیا جائے۔

---

171۔ مرزا بشیر احمد، سلسلہ احمدیہ، ص 111

172۔ خالد پرویز نیاز، بیسویں صدی میں برصغیر کی اسلامی تحریکوں کا تنقیدی جائزہ، ص 480

173۔ ایضاً، ص 14



toobaafoundation.com

3۔ تمام کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو ہٹا دیا جائے۔(174)

## تحریک ۱۹۵۴ء کے نتائج واثرات

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء بظاہر ناکام ہو گئی اور مجلس عمل کے مطالبات میں سے کوئی مطالبہ تسلیم نہ کیا گیا لیکن تحفظ ختم نبوت پر اس تحریک نے نمایاں اثرات مرتب کیے۔اس تحریک میں تمام مکاتب فکر کی شمولیت نے یہ ثابت کر دیا کہ قادیانیت کے مقابلہ میں مسلمانوں کی آپس کی تفرقہ بازی کوئی اہمیت نہ رکھتی اور یہ کہ قادیانیت دوسرے فرقوں کی طرح امت مسلمہ کا ایک فرقہ نہیں ہے بلکہ ایک علیحدہ ملت ہے جو اسلام سے خارج ہیں اور مذہبی، معاشرتی، اور سیاسی طور پر ایک علیحدہ گروہ ہیں۔ یہ پاکستان میں ایک غیر مسلم اقلیت کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں۔اس تحریک میں پاکستانی قوم نے بے پناہ قربانیاں دیں۔ایک اندازے کے مطابق ایک ہزار مسلمان اس تحریک میں شہید کر دیئے، اس سے زیادہ مجروح ہوئے اور پندرہ ہزار سے زیادہ گرفتار ہوئے مسلمانوں کی ان قربانیوں کو دیکھتے ہوئے مرزا بشیر الدین محمود اور ان کے مقتدر ساتھی اپنے عزائم سے باز آ گئے اور ان کا ایک قادیانی مملکت کے قیام کا خواب کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا اس تحریک کے نتیجے میں جمہوریت کا خاتمہ ہو گیا۔ ملک غلام محمد گورنر جنرل نے میاں ممتاز دولتانہ کو خواجہ ناظم الدین سے برخاست کرایا اور پھر ایک ماہ بعد خواجہ نظام الدین کو بھی برخاست کر دیا اور قومی اسمبلی توڑ دی گئی۔ مارشل لاء کے نفاذ سے فوجی جرنیلوں کا مزاج سیاسی ہو گیا اور وہ ملک پر حکمرانی کے خواب دیکھنے لگے۔(175)

## امتناع قادیانیت آرڈیننس

۱۹۷۴ء میں آئینی ترمیم ہو گئی لیکن اس پر قانون سازی کا کام نہ ہو سکا۔ مرحوم جنرل ضیاء الحق کے مارشل لاء کا دور تھا۔اس کے باوجود مجلس تحفظ ختم نبوت نے قانون سازی کا مطالبہ کیا اور تحریک چلانے کا فیصلہ کیا آخر اس تحریک کے نتیجے میں ۱۹۸۴ء میں "امتناع قادیانیت آرڈیننس" جاری ہوا۔ جس کی رو سے قادیانیوں کے لیے مسلمان کہنا، مسلمان کہلوانا، شعائر اسلام (اذان مسجد وغیرہ) استعمال کرنا اور قرآنی آیات کی تحریف کر کے اپنے لیے چسپاں کرنا ممنوع قرار پایا۔اس طرح تقریباً ایک صدی سے مسلمان ہند کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں۔ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا اور ملت اسلامیہ فتنہ قادیانیت سے محفوظ ہو گئی۔ علماء لدھیانہ کے فتوے، مولانا ثناء اللہ امرتسری کی عالمانہ اور صحافیانہ کاوشیں، مولانا عبدالحق غزنوی کے مباہلے، حضرت پیر مہر علی شاہ کی تصنیفی اور تقریری احتساب قادیانیت، مجلس احرار اسلام کے اکابرین سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا داؤد غزنوی، چوہدری افضل حق، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی، مولانا مظہر علی اظہر اور ماسٹر تاج الدین انصاری کا جماعتی سطح پر قادیانیت کا سیاسی محاسبہ، مولانا ظفر علی خان کے "زمیندار" کی صحافتی اور علمی سرگرمیاں اور جمعیت العلماء پاکستان کے شاہ احمد نورانی (1926-2003)، مولانا عبدالستار خان نیازی (1915-2001) جمعیت العلماء اسلام کے مفتی محمود (1919-1980) کی مدبرانہ قیادت، مولانا ابو الاعلی مودودی (1903-1979) کی قربانیوں نے آخر کار رنگ دکھایا اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔اس سلسلے میں اگر سابق وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کے کردار کو نہ سراہا جائے تو یقیناً زیادتی ہو گی، جس نے اندرونی و بیرونی دباؤ کے باوجود اس دیرینہ

---

174۔ احمد، مرزا، سلسلہ احمدیہ، ص 111

175۔ ابو عبداللہ محمد اسماعیل بخاری، الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ وسننہ وایامہ، مرکز الر ۱۴ سالہ للدراسات و تحقیق التراث، کتاب الانبیاء، باب ختم النبین، 1938، ص 339



toobaafoundation.com

مسئلہ کو حل کیا اور کسی مصلحت کو خاطر میں نہ لائے اور اپنے اس اعلان پر عمل کر کے دکھایا کہ "انشاء اللہ یہ تاریخی فیصلہ پی پی کی حکومت کرے گی اور نوے سالہ مسئلہ اس گناہ گار کے ہاتھوں حل ہو کر رہے گا۔ حالانکہ ۱۹۵۴ء میں تحریک ختم نبوت زیادہ شدت سے چلی تھی لیکن اس وقت کے گورنر جنرل غلام محمد (1895-1956) نے لادین ڈیفنس سیکرٹری سکندر مرزا (1899-1969) کی تحریک پر مارشل لاء نافذ کر دیا تھا۔ اس وقت کے وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین نے مطالبات کے جواب میں تحریک کے قائدین سے کہا تھا کہ آپ کے مطالبات کو نہیں مان سکتا۔ کیونکہ ظفر اللہ خان (1893-1985) کو وزارت خارجہ سے الگ کرنے کی صورت میں امریکہ ناراض ہو گا اور ہمیں گندم مہیا نہیں کرے گا جس کی ہمیں سخت ضرورت ہے حالانکہ کچھ دنوں کے بعد گورنر جنرل نے انہیں وزارت عظمیٰ سے الگ کر کے ان کی جگہ محمد علی بوگرہ (1909-1963) سفیر امریکہ کو وزیر اعظم مقرر کر دیا تھا۔ محمد خان دولتانہ سے وزارت اعلیٰ پنجاب چھین لی گئی۔ لیکن کسی نے ختم نبوت کی تحریک کی حمایت نہ کی۔[176]

اگر کسی رہنما کی وزارت اس تحریک کی حمایت کی بناء پر چلی جاتی تو وہ پوری اسلامی دنیا میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی اور پاکستان کی تاریخ میں اس کا یہ کارنامہ سنہری لفظوں میں لکھا جاتا۔ یہ اعزاز صرف ذوالفقار علی بھٹو نے حاصل کیا اور قادیانیوں کے دباؤ میں نہ آئے۔ حالانکہ اس وقت بھی قوم میں کئی قادیانی جرنیل موجود تھے بعد میں جنرل ضیاء الحق نے بھی "امتناع قادیانیت آرڈیننس" نافذ کر کے اپنے آپ کو سرخرو کر لیا۔ اب قادیانی سرعام قادیانیت کی تبلیغ نہیں کر سکتے تھے۔ مسلمانوں کی مسجدوں کو استعمال نہیں کر سکتے، اس کے باوجود بھی کچھ اقدامات کرنے کی ضرورت ہے قادیانیوں کو انتخابی فہرستوں میں علیحدہ اندراج کا قانون بنایا جائے قادیانیوں کو دوسری اقلیتوں کی طرح علیحدہ اقلیتی نشست دی جائے۔ شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ بنایا جائے تاکہ کوئی قادیانی مسلمانوں میں گھل مل نہ سکے۔[177]

---

176۔ مرزا، جانباز، حیات امیر شریعت، ص 350

177۔ نیازی، خالد پرویز، بیسویں صدی کی اسلامی تحریکوں کا تنقیدی جائزہ، ص 563



toobaafoundation.com

# باب اول

## فصل سوم

## بیسویں صدی میں دینی فکر کے ادارے، جماعتیں اور خانقاہیں

### بیسویں صدی کے علمی رجحانات

امریکہ میں ایک ٹی وی تنظیم ہے جس کا نام اے بی سی ہے۔ وہ ہر روز شام کو "ورلڈ نیوز ٹونائٹ" کے عنوان کے تحت اس دن کی اہم عالمی خبریں نشر کرتی ہے۔ ۱۶ فروری ۱۹۸۹ء کو اس نے ٹیلی وژن دیکھنے والوں کو جو خبریں بتائیں۔ ان میں سے ایک اہم خبر یہ تھی کہ ریسرچ کرنے والوں کی ایک ٹیم نے رپورٹ دی ہے کہ اسلام دنیا کا سب سے زیادہ تیز رفتار مذہب ہے ان کے جائزہ کے مطابق ۲۰۲۵ء تک دنیا کی آبادی میں ہر چار آدمی میں سے ایک آدمی مسلمان ہو گا۔ امریکہ (پلین فیلڈ) سے ایک انگریزی ماہنامہ شائع ہوتا ہے جس کا نام اسلامک ہورائزن (Islamic Horizons) ہے اس نے اپنے شمارہ مارچ۔ اپریل ۱۹۸۹ء میں اس رپورٹ کا خلاصہ شائع کیا۔ وہ اس کے الفاظ میں یہ ہے:

ABC's "World News Tonight" reported in its February 16, 1989 newscast that a new reliable study showed that Islam is the Fastest growing religion in the world. According to researchers, one out of every FOur people in the world will be Muslim by the year 2025, about One generation from now. At least two reports from Christian Organization last years marked Islam as not only the fastest blooming religion on the Planet but in the United States, as well (P.21) ([178])

نیو یارک میں دسمبر ۱۹۸۸ء میں "مسلم ورلڈ ڈے: کے نام سے ایک اجتماع ہوا اس اجتماع کی کاروائیاں نیو یارک کے پینٹا ہوٹل (Penta Hotel) میں انجام پائیں اس موقع پر امریکہ کی کئی مشہور شخصیتیں بھی شریک ہوئیں ان میں سے ایک امریکہ کے ممتاز بیرسٹر ولیم کنسٹلر (William Kunstler) بھی تھے انہوں نے اپنی تقریر میں اسلام کی غیر معمولی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ:

> "کچھ دنوں بعد اسلام دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہو گا کل وہ دنیا کی آبادی کا چالیس فیصد حصہ ہو جائے اور اگلے بچاس برسوں میں وہ دنیا کی آبادی کی ساٹھ فی صد حصہ ہو گا" ([179])

۱۹۸۰ء میں ڈاکٹر محمد طاہر (حیدر آباد) نے انگریزی زبان میں چھپنے والی کتابوں اور مقالات پر ریسرچ کی ان کا موضوع تھا:

"English Language Material on Islamic Studies".

انہوں نے ۱۹۱۰ء سے لے کر ۱۹۸۰ء تک انگریزی کی اسلامی مطبوعات کا جائزہ لیا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے ۸۰ ہزار چھپی ہوئی چیزوں (References) کے اعداد و شمار جمع کیے۔ انہوں نے پایا کہ اسلام پر انگریزی کتابیں اور مقالے موجودہ زمانے میں اتنے زیادہ چھپے

---

178۔ خان، وحید الدین، مولانا، کاروان ملت، مکتبہ الرسالہ، نئی دہلی، 1992، ص 207

179۔ خان، وحید الدین، مولانا، کاروان ملت، مکتبہ الرسالہ، ص 207



toobaafoundation.com

ہیں کہ ان کو ایک عظیم انفجار (Tremendous Explosion) سے تعبیر کیا جا سکتا ہے انہوں نے بتایا کہ اس زمانہ میں انگریزی اسلامی کتابوں کے اضافہ میں شرح یہ رہی ہے:

۱۹۱۰---25%---۱۹۵۰ ۱۹۵۱---75%---۱۹۸۰

گویا بیسویں صدی کے نصف اول میں اضافہ 25 فیصد تھا، جب کہ اس صدی کے نصف ثانی میں یہ اضافہ 75 فیصد تک پہنچ گیا۔ (180)

انیسویں صدی کے نصف آخر اور بیسویں صدی کے نصف اول میں مسلمانوں کے تمام معروف لیڈر، انگریزوں اور فرانسیسیوں سے لفظی یا عملی لڑائی لڑنے میں مشغول ہو گئے۔ ان کا کہنا تھا کہ اس مغربی استعمار کو اگر ختم نہ کیا گیا تو وہ اسلام کو مٹا ڈالے گا اس لیے سب سے پہلا کام اس سے لڑ کر مسلم دنیا پر اس کے غلبہ کو ختم کرنا ہے۔ لیکن تخلیق پاکستان کے بعد پاکستان کو اسلامی بنیادوں پر مستحکم نہ کیا جا سکا۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ جن موثرات نے اس راہ میں رکاوٹ پیدا کی، ان کا نہ تو تعین کیا جا سکا نہ تدارک۔ ان موثرات کا تدارک نہ کر سکنے کا سبب ہمیں اپنی تاریخ کے اب سے بہت پہلے کے دور میں تلاش کرنا چاہیے یہ واقع خاص توجہ کا مستحق ہے کہ بر عظیم پاک و ہند میں حضرت مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندیؒ (1564-1624) کے مرتبے کا مصلح پیدا ہوا۔ پھر بھی ملک کو استعماریت کا شکار ہونے سے نہ بچایا جا سکا۔

یہ واقعہ چار موثرات کا نتیجہ ہے: ایک یہ کہ تکمیل دین کا تصور مسخ ہو گیا تھا اور دین کامل چند مابعد الطبیعتی عقائد، چند اخلاقی اسباق، چند تمدنی ضوابط، چند معاشرتی اصولوں، چند عدالتی قوانین اور چند رسوم وظواہر میں محدود ہو کر رہ گیا تھا۔ تصور دین کے مسخ ہو جانے کا سبب یہ تھا کہ معیاری دین اور معمول بہ دین میں امتیاز کا شعور زائل ہو گیا تھا۔ نتیجہ یہ تھا کہ جو اصلاحات حضرت مجدد نے تجویز فرما کر جہانگیر سے نافذ کرائیں، ان کے نفاذ کے بعد اس دور کے علماء نے محسوس کیا کہ اب کچھ کرنے کو باقی نہیں رہا؛ حالانکہ ان اصلاحات سے اس ملک میں اسلام کی صرف وہ حیثیت بحال ہوئی تھی جو دین الٰہی اکبر شاہی سے پہلے اسلام کو حاصل تھی۔ (181)

دوسرے یہ کہ ہم زوال پذیر مطلق العنانی کا بدل سیاست میں، اور زوال پذیر جاگیرداری نظام کا بدل معیشت میں تلاش نہ کر سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم دیر تک اپنی سیاسی آزادی کو برقرار نہ رکھ سکے اور معاشی انقلاب کی قیادت ہمارے ہاتھ سے چھن گئی۔

تیسرے یہ کہ ہم زندگی کی وحدت اور اخلاق و معیشت کے ربط کے شعور سے محروم ہو گئے جب مستعمراتی نظام کو غلبہ حاصل ہو گیا تو پوری برطانوی حکومت کے وسائل یہ باور کرانے کے لیے استعمال کئے جاتے رہے کہ اسلام قابل عمل نہیں۔

چوتھے یہ کہ زندگی لادینی نظام کے تابع ہو گئی۔ معاشرہ یوں لادینی ہو گیا کہ پہلے معاشرے میں وحدت کے شعور کی اساس فتاوائے عالمگیری کے حوالے سے حنفی نظام فقہ تھا۔ شرعی عدالتوں کے ختم ہو جانے سے اور برطانوی اقتدار کی سعی سے عمرانی وحدت کے شعور کی بنیاد جغرافیائی وفاداری بن گئی۔ معیشت میں لادینی اندازیوں پیدا ہوا کہ ہماری جاگیریں ضبط کر لی گئیں اور غیر ملکی اقتدار نے اپنے وفادار پیدا کرنے کے لیے غداروں کو جاگیروں کا حق ملکیت دے کر نیا جاگیرداری نظام نافذ کیا تو جاگیردار عوام کے حقوق کی ذمہ داری کے شعور سے آزاد ہو گیا اور صرف اپنے اپنے حقوق کے مطالبے اور نگہداشت کی فضا پیدا ہو گئی۔ نظام تعلیم لادینی ہو گیا۔ نصاب میں مذہب کا کوئی شائبہ

---

180۔ خان، وحید الدین، مولانا، کاروان ملت، مکتبہ الرسالہ، ص 208

181۔ فاروقی، برہان احمد، ڈاکٹر، قرآن اور مسلمانوں کے زندہ مسائل، ص 173



toobaafoundation.com

باقی نہ رہا۔ مذہب انفرادی، نجی، شخصی، باطنی پہلو سے وابستہ ہو کر رہ گیا۔ اب چونکہ زندگی پر عقائد کا کوئی اثر نہ رہا۔ اس لیے عقائد، اوہام باطلہ بن گئے اور عبادات، رسوم وظواہر ہو کر رہ گئیں۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ہماری فکری بنیادیں کھوکھلی ہو چکی تھیں۔ (182)

علوم دینیہ کے وہ تمام نظام جو یونیورسٹی میں پڑھائے جاتے ہیں۔ اسلامی فضائل کے احیاء میں بے اثر ہو گئے ہیں لیکن تعلیم کی نئی مجوزہ پالیسی میں اس حقیقت کو تسلیم کر کے غور کیا جائے تو یہی اثری اسلامی تحقیق اور علوم دینیہ کی تجدید اور تدوین نو کی محرک بن سکتی ہے۔ لیکن اس احتیاج کا شعور اس وقت تک پیدا نہ ہو سکا جب تک علوم اسلامیہ کی منہاجیات (Methodology) کی بے تاثری کا اندازہ نہ ہو اور اس میں موقع پرست اجارہ دار حائل ہیں۔

قیام پاکستان سے لے کر اب تک ہم اپنے آپ کو عمرانی، معاشی، سیاسی اعتبار سے اسلامی نمونے پر ڈھال نہیں سکے۔ اس میں ہمارے دینی اور لادینی نظام تعلیم حائل ہیں۔ (183)

نظام تعلیم تو ایک دو نسلوں کا مسئلہ نہیں کیونکہ تعلیم حیات ملی کو دوام و استمرار عطا کرنے کا عمل ہے۔ اس لیے جب آزادی کی تحریک شروع ہوئی تو سرسید کے نصب العین نے سیاسی تصور کے مقابلے میں دلوں کو گرما نا بند کر دیا تھا اور سوال سامنے آیا تھا کہ ہندوستان کے آزاد ہونے کی صورت میں مسلمانوں کو یہ فیصلہ کرنا ہو گا کہ وہ ہندوستان میں ہندو اکثریت کے غلام بن کر رہنا پسند کریں گے؟ یا شریک مغلوب بن کر رہنا گوارا کریں گے؟ یا اپنی اکثریت کے علاقوں میں ایک بااقتدار قوم کی حیثیت سے رہنا چاہیں گے؟ تیسرا موقف سرسید کے پیش کردہ دو قومی نظریہ کے مطابق تھا۔ اس لیے جب تحریک پاکستان شروع ہوئی تو علیگڑھ اس تحریک کا مرکز بن گیا اور پاکستان وجود میں آ گیا اور اس حصے میں مسلمانوں کو اقتدار حاصل ہو گیا۔ علامہ اقبال کی توجہ سے مسلمانوں کے سیاسی نصب العین اور اس کے حصول کے لائحہ عمل پر مشتمل اس فکر کو جو علی گڑھ میں پیدا ہوئی تھی، قائد اعظم (۱۸۷۶ء۔۱۹۴۸ء) کی تائید اور سرپرستی بھی حاصل ہو گئی۔ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے لیکن اگر دل و ذہن دور غلامی کے انداز فکر و عمل کو بدلنے پر راضی نہ ہوں تو ذہنی غلامی سے نجات ملنا ناممکن ہی رہے گا۔ (184)

## دارالعلوم (دیوبند)

علماء میں اور بالخصوص علمائے دیوبند میں تقسیم ہند سے پہلے سیاسی و فکری سوانحی تصانیف کی روایت محمد طفیل اور دوسرے لوگوں کی تحریروں میں پروان چڑھ چکی تھی۔ (185) دارالعلوم دیوبند کی ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ بمطابق مئی ۱۸۶۶ء میں بنیاد رکھی گئی۔ لیکن اللہ کے کرم اور بانیوں کے حسن نیت سے جلد ہی اس نے ترقی شروع کر دی۔ (186) مولانا محمد قاسم (۱۸۳۳ء۔۱۸۸۰ء) نے شروع ہی سے اسے اپنی سرپرستی میں لے لیا ان کے علاوہ مولانا محمد یعقوب (۱۸۳۳ء۔۱۸۸۴ء) کو اس مدرسے کی توسیع میں بڑا دخل ہے۔ وہ خود ایک

---

182۔ فاروقی، برہان احمد، ڈاکٹر، قرآن اور مسلمانوں کے زندہ مسائل، ص174

183۔ ایضاً، ص193

184۔ فاروقی، برہان احمد، ڈاکٹر، قرآن اور مسلمانوں کے زندہ مسائل، ص202

185۔ عزیز احمد، پروفیسر، ہندو پاک میں اسلامی جدیدیت، ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی، 1990، ص361

186۔ قاسمی، شوکت علی، مولانا، دارالعلوم دیوبند اور مدارس اسلامیہ، مرکزی دفتر رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند، 2018، ص15



toobaafoundation.com

جامع العلوم بزرگ تھے۔ان کے والد (مولانا مملوک علی) سر سید احمد خان۔(۱۸۱۷ء۔۱۸۹۸ء)، مولانا محمد قاسم (۱۸۳۳ء۔۱۸۸۰ء)، مولانا رشید احمد گنگوہی (۱۸۲۶ء۔۱۹۰۵ء)، مولانا محمود حسن (۱۸۵۱ء۔۱۹۲۰ء) کے والد مولانا ذوالفقار علی اور دوسرے کئی علماء کے استاد تھے اور اس وجہ سے ان کا حلقہ اثر بہت وسیع تھا (وہ خود ڈپٹی ایجوکیشنل انسپکٹر کے معزز عہدے پر مامور تھے اور جدید محکمہ تعلیم کے نظام اور طریق کار سے بخوبی واقف تھے)۔۔۔دارالعلوم کے فارغ التحصیل طلبہ میں سے جن بزرگوں نے شہرت حاصل کی۔ان میں مولانا محمود حسن، مولانا اشرف علی تھانوی (۱۸۶۳ء۔۱۹۴۳ء)، مولانا عبدالحق حقانی (۱۸۷۰ء۔۱۹۶۱ء)، مولانا عبداللہ ناظم دینیات علی گڑھ یونیورسٹی، مولانا سید انور شاہ کشمیری (۱۸۷۵ء۔۱۹۳۳ء)، مولانا عبیداللہ سندھی (۱۸۷۲ء۔۱۹۴۴ء)، مولانا شبیر احمد عثمانی (۱۸۸۷ء۔۱۹۴۷ء)، مفتی کفایت اللہ صدر جمعیت العلماء ہند (۱۸۷۵ء۔۱۹۵۲ء) مولانا ثناءاللہ امرتسری (۱۸۶۸ء۔۱۹۴۸ء)، مولانا مظہر الدین (۱۸۷۰ء۔۱۹۴۶ء) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔(187)

بیسویں صدی میں برصغیر کی دینی فکر کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ دیوبند نے قوم کی بڑی مذہبی اور علمی خدمت کی ہے۔دیوبند کا نصاب ضروریات زمانہ کے لحاظ سے ناکافی سہی اور علمائے دیوبند کو حالات زمانہ اور مغربی مستشرقین یا دور حاضر کے مصری علماء کی تصانیف سے اتنی واقفیت نہ سہی، جتنی بعض علماء ندوۃ العلماء کو ہے، لیکن دیوبند کا پیمانہ بہت وسیع ہے وہاں سے ہزاروں علماء اور طلبہ فارغ التحصیل ہو کر نکلے ہیں جنھوں نے ملک ملک کے کونے کونے میں اسلامی علوم کے چراغ روشن کیے، مذہب کی اشاعت کی، بدعتوں اور مضر اخلاق خرابیوں کی اصلاح کی۔یہ درست ہے کہ وہ جدید ضروریات کے لحاظ سے کئی باتوں میں بہت باخبر نہیں لیکن ان میں تقویٰ، پرہیزگاری اور روحانیت دوسروں سے زیادہ ہے۔صرف اسی کا فیض ملک کے دور دراز حصوں میں پہنچانا ملک اور قوم کی قابل قدر خدمت ہے۔مولانا انور شاہ کشمیری کے سوانح حیات میں لکھا ہے "فلسفہ جدید اور جدیدیت" کا بھی آپ نے گہرا مطالعہ کیا۔آپ نے بعض مخصوص تلامذہ کو جدید سائنس کی ایک کتاب بھی پڑھائی تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ اب علماء کو قدیم فلسفہ و ہئیت کے ساتھ ساتھ جدید فلسفہ وہیت بھی حاصل کرنا چاہیے۔علامہ سید رشید رضا مصری ندوہ کے سالانہ جلسے کی تقریب پر ۱۹۱۲ء میں ہندوستان آئے تھے تو آپ دیوبند بھی تشریف لے گئے اور اس دارالعلوم کے متعلق آپ نے فرمایا کہ اگر میں اس دارالعلوم کو نہ دیکھتا تو ہندوستان سے نہایت مایوس ہو کر واپس جاتا اس دارالعلوم نے مجھے بتایا ہے کہ ہندوستان میں ابھی علوم عربیہ اور تعلیمات مذہبی اعلیٰ پیمانے پر ہیں۔(188)

یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ دارالعلوم دیوبند نے برصغیر میں اسلام کی حفاظت و اشاعت، اسلامی علوم کی تعلیم و ترویج، عقائد و شعائر اسلام کے دفاع، ملت اسلامیہ کی دینی و ملی ضروریات کی تکمیل، ملک و ملت کی تعمیر و ترقی اور مسلم معاشرہ کی اصلاح میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔یہ دارالعلوم دیوبند کے اکابر و اسلاف ہی تھے جن کے یقین محکم، عمل پیہم اور مساعی جمیلہ کی بدولت اسلام دشمن طاقتوں کی تمام ترکوششوں کے باوجود ہندوستان کو دوسرا اسپین نہیں بنایا جا سکا۔مدارس اسلامیہ کے کردار کو مزید موثر، فعال اور تابناک بنانے کے دارالعلوم دیوبند کی زیر قیادت ۱۴۱۵ھ میں مدارس اسلامیہ کی کل ہند تنظیم رابطہ مدارس اسلامیہ کا قیام عمل میں آیا۔جس کے بنیادی اغراض و مقاصد میں مدارس اسلامیہ کے نظام تعلیم و تربیت کو بہتر بنانا، مدارس اسلامیہ کے داخلی و خارجی مشکلات کا

---

187۔ محمد اکرام، شیخ، موج کوثر، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1975، ص 207-208

188۔ ایضاً، ص 209-210



toobaafoundation.com

ازالہ، مدارس کے درمیان ربط واتحاد اور ہم آہنگی کو فروغ دینا، اسلامی تعلیم اور ان کے مراکز کے خلاف کی جانے والی کوششوں اور سازشوں پر نظر رکھنا وغیرہ امور شامل تھے۔(189)

دارالعلوم دیوبند کے قیام کے بنیادی مقاصد میں یہ بات شامل تھی کہ لارڈ میکالے نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو نظام تعلیم نافذ کیا تھا اسے ناکام بنا کر اسلامی علوم وفنون کی حفاظت کی جائے۔ایسے جان نثار و سرفروش علماء کی کھیپ تیار کی جائے جو سخت سے سخت حالات میں علوم کتاب و سنت کی تعلیم واشاعت، اسلامی تعلیمات کی حفاظت، ملک وملت کی تعمیر وترقی اور مسلمانوں کی اصلاح کی خدمت انجام دے سکیں۔دارالعلوم دیوبند کے دستور اساسی میں دارالعلوم کے قیام کے مقاصد ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں۔

1۔ قرآن، تفسیر، حدیث، عقائد وکلام اور ان علوم کے متعلقہ ضروری اور مفید فنون آلیہ کی تعلیم دینا، مسلمانوں کو مکمل طور پر اسلامی معلومات بہم پہنچانا اور رشد وہدایت اور تبلیغ کے ذریعے اسلام کی خدمت انجام دینا۔

2۔ اعمال واخلاق اسلامیہ کی تربیت اور طلبہ کی زندگی میں اسلامی روح پیدا کرنا۔

3۔ اسلام کی تبلیغ واشاعت اور دین کا تحفظ اور اشاعت اسلام کی خدمت بذریعہ تحریر وتقریر بجالانا اور مسلمانوں میں تعلیم و تبلیغ کے ذریعے سے خیر القرون اور سلف صالحین جیسے اخلاق واعمال اور جذبات پیدا کرنا۔

4۔ حکومت کے اثرات سے اجتناب واحتراز اور علم وفکر کی آزادی کو برقرار رکھنا۔

5۔ علوم دینیہ کی اشاعت کے لیے مختلف مقامات پر مدارس عربیہ قائم کرنا اور ان کا دارالعلوم سے الحاق رکھنا۔(190)

## مظاہر العلوم (سہارنپور)

انگریزی دور اقتدار میں ہندوستان میں اسلام اور اہل اسلام کو ختم کرنے کی مسلسل اور پیہم کوششیں جاری تھیں اور پوری قوت وشدت کے ساتھ یہاں عیسائیت کو پھیلایا جارہا تھا اور اس کے لیے حکومت اپنی پوری طاقت وقوت خرچ کررہی تھی اور عیسائی مشنریاں اور ان کے مبلغین پوری عیاری اور شاطرانہ چالوں کے ساتھ اس کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ پورے ہندوستان سے اسلام اور مسلمانوں کو فنا کر کے یہاں تثلیث کا بازار گرم کر دیا جائے اور پورے ملک کے بسنے والوں کی ذہنیت مسخ کر دی جائے۔ان تنگ وتاریخ حالات میں ولی اللہ جماعت آگے بڑھی اور اس بڑھتے ہوئے سیلاب کا رخ موڑنے کے لیے جہاں وعظ وتقریر، مناظرے، مباحثے اور تصنیفات و تالیفات کے ذریعے زبردست دینی خدمات انجام دیں۔ وہیں مدارس دینیہ کی صورت میں جابجا اسلامی قلعے اور مذہبی چھاؤنیاں قائم کیں۔ان حضرات کے نزدیک ہندوستان میں اسلام کی بقا اور تحفظ کا واحد ذریعہ اور راستہ یہ تھا کہ یہاں زیادہ سے زیادہ ایسے افراد اور ایسے رجال کار پیدا کئے جائیں(جن میں سے ہر فرد آگے چل کر مستقل ایک جماعت اور مستقل ایک امت ہے)اور جو قرآن وسنت پر پورے عامل اور اس سے مکمل طور پر واقف ہوں اور جن کی حیات کا ایک ایک لمحہ بجائے خود اسلام کی حقانیت وصداقت کی دلیل ہو(191)

---

189۔ قاسمی، شوکت علی، مولانا، دارالعلوم دیوبند اور مدارس اسلامیہ، ص9

190۔ ایضاً، ص16-17

191۔ سہارنپوری، محمد شاہد، سید، علمائے مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات، کتب خانہ اشاعت العلوم، سہارنپور، 1980ء، ص37



toobaafoundation.com

جن حالات میں یہ مدارس دینیہ قائم ہوئے ایسے ماحول میں شعائر اسلام اور احکام دینیہ کا نام لینا ہی اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈالنا تھا۔ لیکن اس وقت اس ولی اللہی جماعت کے ہر فرد کے ذہن میں یہ بات ڈالی گئی اور منجانب اللہ القا کیا گیا کہ مدارس دینیہ کا قیام ہی تحفظ دین کا سب سے بڑا ذریعہ اور سبب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مدارس دینیہ کی اہمیت وافادیت اور ان کی ضرورت وقطعیت کو ثابت کرتے ہوئے مولانا خلیل احمد نے اپنی ایک تقریر میں بڑی قوت کے ساتھ فرمایا تھا کہ :

"یہ اسلامی مدرسے اس تاریکی کے زمانہ میں کہ جہل عالمگیر ہے بمنزلہ آفتاب وماہتاب ہیں جو اپنے نور سے عالم کو منور کر رہے ہیں۔ غور کر کے دیکھو اگر آج یہ اسلامی مدارس صفحہ عالم پر نہ ہوتے تو کیا علوم اسلام عدم کو نہ سدھار جاتے اور بڑے بڑے شہروں میں بھی مسائل کا بتلانے والا نہ ملتا اور ان مدارس کی بدولت شہر شہر، قصبہ قصبہ بلکہ گاؤں میں بھی علماء موجود ہیں جو دین محمدی ﷺ کی اشاعت کر رہے ہیں اور خلقت کو گمراہی سے بچا رہے ہیں۔ تو ایسے مدارس کو جو خلافت نبوت کی بجا آوری کر رہے ہیں کون ایسا مسلمان ہے جو عزت اور محبت کی نگاہوں سے نہیں دیکھے گا" (192)

دار العلوم دیوبند جو اس سلسلۃ الذہب کی سب سے اولین کڑی ہے اسکی بنیاد اور تاسیس میں بھی یہی جذبہ اندرونی اور داعیہ قلبی کام کر رہا تھا۔ مظاہر علوم سہارن پور جو اس سلسلہ کی دوسری اور اہم کڑی ہے۔ یہاں بھی وہی اندرونی جذبات، قلبی واردات اور دل کی لگن سرگرم عمل تھی اور اس کی تاسیس کا محرک اور داعیہ بھی کسی کے دل کی خلش اور بے چینی تھی۔

بہر حال اس مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھنے کے لیے کسی الہامی وقت اور مبارک ساعت کا انتظار تھا اور علم الٰہی میں جو گھڑی اس کے لیے مقدر و مقرر تھی۔ سب حضرات بانیان اس کے انتظار میں تھے آخر کار رجب المرجب ۱۲۸۳ھ بمطابق ۹ نومبر ۱۹۶۶ کو وہ وقت مسعود آیا اور اس تاریخ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی بنیاد رکھدی گئی۔ اس تاریخی واقعہ کی ترجمانی حضرت شیخ زاد مجدہ اس طور پر کرتے ہیں۔

"عرصہ کے ذکر تذکرہ اور تمنا و خواہش کے بعد دفعتہ تاریخ مذکور میں مولانا (سعادت علی صاحب فقیہ سہارنپور) کو جوش و ولولہ پیدا ہوا اور چوک کی مسجد میں مدرسہ کی بنیاد ڈالدی اور مولانا سخاوت علی صاحب انبہٹوی کو جو پہلے انبہٹہ میں پڑھایا کرتے تھے بمشاہرہ تیرہ روپے ماہانہ مدرس عربی مقرر فرمایا" (193)

جو مقدس شخصیتیں مظاہر علوم کو پروان چڑھانے اور اس کو بام عروج تک پہنچانے میں پیش پیش رہیں وہ یہ تھیں:

حضرت مولانا سعادت علی صاحب فقیہ سہارنپوری، قاضی فضل الرحمن قاضی شہر سہارنپورؒ، حضرت مولانا مظہر نانوتویؒ، حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ۔ ان چار حضرات کے علاوہ الحاج شیخ حافظ محمد فضل حق سہارنپوریؒ اور مولانا فیض الحسنؒ کی انتھک مساعی اور قیمتی خدمات کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ (194)

مظاہر علوم کا مسلک اہل سنت والجماعت، حنفیت اور چشتیت ہے۔ مظاہر علوم کے قیام کا اصل مقصد علوم نبوت کی نشر و اشاعت، مسلک ولی اللہی کی حفاظت وصیانت، قرآنی دعوت اور اس کے پیغام کو عام کرنا ہے۔ اس کے لیے جہاں درس وتدریس، فقہ و فتاویٰ، تزکیہ و تربیت سلوک واحسان، تالیف وتصنیف کے ذرائع اختیار کئے گئے وہیں ایسی تمام باطل تحریکوں اور بے دین جماعتوں کا بھی دور اندیشی اور تدبر کے ساتھ مقابلہ کیا گیا۔ جن کا وجود اسلام کے لیے باعث ننگ و عار اور اسلامیان ہند کے لیے، دینی، مذہبی اور اعتقادی اعتبار سے

---

192۔ سہارنپوری، محمد شاہد، سید، علمائے مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات، ص 38

193۔ ایضاً، ص 39-40

194۔ ایضاً، ص 42



toobaafoundation.com

زبردست خطرہ کا سبب بن سکتا تھا۔اکابر مظاہر علوم اور یہاں کے ارباب فتاویٰ کا ہمیشہ یہ طرہ امتیاز رہا کہ انہوں نے حق کے مقابلہ میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کی، کسی مسئلہ کی ذاتی لچک سے فائدہ نہیں اٹھایا۔

برطانوی دور حکومت اور اس کے بعد بھی برصغیر میں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف جو کچھ ہوتا آیا ہے وہ تاریخ دان طبقہ سے مخفی نہیں ہے۔ شاطران فرنگ نے کیسی کیسی گہری سازشیں اسلام کے خلاف تیار کیں۔ کتنے اسلام کے دعویداروں کو "خدمت دین" کے عنوان پر کھڑا کرکے ان کے ذریعہ اسلامی بنیادوں پر تیشے چلوائے۔ قادیانیت، پرویزیت، بہائیت، چکڑالویت یہ سب اسی بدترین قوم کے خبیث باطنہ کے آثار ظاہرہ ہیں۔ان سب کی محنتوں اور تخریبوں کا میدان ہندوستان اور یہاں کا غریب مسلمان رہا ہے۔ جو دینی، مذہبی، سیاسی، سماجی ہر اعتبار سے ان کی توپ و تفنگ کی زد پر تھا۔ جو چیز فوج اور اسلحہ کے بل بوتے پر منوائی جا سکی اس کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا اور جہاں یہ راستہ مفید محسوس نہ ہوا وہاں غلام احمد قادیانی (۱۸۳۸ء۔۱۹۰۸ء)، غلام احمد پرویز (۱۹۰۳ء۔۱۹۸۵ء) جیسے لوگوں کو سامنے لاکر کھڑا کر دیا اور پھر ان کے قلم سے تعمیر کے پردہ میں تخریب کا وہ بازار گرم ہوا کہ الامان الحفیظ، شریعت اسلامیہ کے بنیادی مسلمہ اصول بھی انکے دست برد اور کتربیونیت سے محفوظ نہ رہ سکے۔(195)

تبلیغی جماعت کا سرچشمہ یہی مظاہر علوم ہے۔اس وسیع و عریض جماعت کے ذریعہ جہاں اور جس ملک و قوم میں دینی و اسلامی فضا پھیل رہی ہے۔ جس قدر مکاتب و مدارس قائم ہو رہے ہیں۔ جتنے مبلغین اور داعیوں کی تعداد اور ان صلاحیتوں میں اضافہ ہو رہا ہے وہ سب مظاہر علوم کے صداقات جاریہ میں داخل ہے گویا مظاہر علوم کے سامنے اشاعت دین کا جو منصوبہ تھا اس کو جماعت تبلیغ کی عالمگیری اور آفاقیت نے صرف ہندوستان تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ پورے عالم اسلام میں اس کو پھیلایا۔ جماعت تبلیغ کے موسس اعلیٰ حضرت مولانا محمد الیاس (۱۸۸۵۔۱۹۴۴ء) نے اپنی عمر کا ایک طویل حصہ اور بیش قیمت عرصہ مظاہر علوم کی چار دیواری میں گذار کر وہاں درس و تدریس اور فقہ و فتاوی کی اونچی خدمات دی ہیں۔اس کے علاوہ ایک عرصہ تک آپ یہاں کے درجہ ابتدائی عربی کے سرپرست بھی رہے اور پھر 1350ھ ستمبر ۱۹۳۲ء میں مدرسہ کے تمام معاملات اور کلی و جزئی امور میں سرپرست بنائے گئے۔(196) ایک گرامی نامے میں مدرسہ مظاہر علوم میں دعوت و تبلیغ اور اسکے اساتذہ کو اس کام کی طرف متوجہ کرنے کے لیے حضرت شیخ زاد مجدہ کو تحریر فرمایا:

> "مظاہر علوم کے جلسہ کا ضرور خیال ہے۔ مدرسہ کی خیر چاہو تو تبلیغ میں جس قدر ہو سکے مدرسین کو لگادیں۔اس کی برکات سوچو اور قوت سے متوجہ کرو۔اور انشاءاللہ مطمئن رہو۔کچھ نہیں ہو گا اور اسکے نتیجہ سے مجھے مطلع کرو۔"(197)

حفاظت و تجدید دین کی غرض سے ربط و تسلسل کا یہ غیبی نظام صرف ماضی میں ہی نہیں رہا بلکہ قیامت تک کیلئے یہ فیصلہ کر دیا گیا کہ دین حق کے لیے نیا خون اور نیا عزم و حوصلہ اس امت کو ملتا رہے گا یہاں وقتاً فوقتاً ایسی طاقت اور دینی شخصیتیں میدان میں آتی رہیں گی جو اپنے کردار، حسن عمل اور تعلق مع اللہ کی نسبت قویہ کے ذریعہ اس امت کو صحیح سمت پر چلاتی رہیں گی۔

کسی بھی دینی ادارے اور مدرسہ کے بارے میں اسکی خدمات اور قوت عمل کا اندازہ اس چیز سے کیا جاتا ہے کہ اس ادارہ سے تعلق رکھنے والے افراد نے کہاں دینی و مذہبی خدمات انجام دیں اور کسی قدر اشاعت حق کا فریضہ ادا کیا۔اس اصول پر اگر مظاہر علوم سہارنپور کو پرکھا

---

195۔ سہارنپوری، محمد شاہد، سید، علمائے مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات، ص194

196۔ ایضاً184

197۔ ایضاً، ص185



toobaafoundation.com

جائے تو معلوم ہو گا کہ اس میدان میں بھی اس نے بڑی اہم اور غیر معمولی خدمات انجام دی ہیں اور اس کا دائرہ اثر و نفوذ بڑا وسیع و عریض ہے۔ گذشتہ ایک صدی سے زائد کی تاریخ میں مظاہر علوم نے اصحاب فضل و کامل اور ارباب علم و عمل کی جو ایک بڑی جماعت تیار کی ہے اس نے ملک اور ملک سے باہر کتنی عالی مقام درسگاہوں کو اپنی ذہانت و فراست، علمی صلاحیتوں اور دماغی توانائیوں سے سیراب کیا اور کتنی فراخدلی کے ساتھ ان کی پیش آمدہ ضرورتوں کو پورا کر کے مظاہر علوم کی عظمت اور آفاقیت میں اضافہ کیا۔ (198)

## جامعہ ملیہ اسلامیہ (دہلی)

بیسویں صدی کے ہندوستان کے تعلیمی اداروں میں ایک نہایت دلچسپ ادارہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی ہے، جس کی بنیاد ۱۹۲۰ء میں مولانا محمد علی مرحوم (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۳۱ء) نے چند دوسرے بزرگوں کی رفاقت میں ڈالی تھی۔ اس زمانے میں خلافت اور عدم تعاون کی تحریکیں زوروں پر تھیں۔ چنانچہ قوم کے تعلیمی اداروں کو سرکاری گرانٹ اور سرکاری تعلقات سے آزاد کرانے کی کوشش شروع ہوئی مولانا محمد علی جوہر علی گڑھ گئے۔ بہت سے طلبہ ان کے ہم خیال تھے۔ لیکن کالج کے ارباب حل و عقد کہتے تھے کہ جب تک مسلمانوں کا ایک معقول حصہ سرکاری ملازمت کا خواہاں ہے، اس وقت تک گورنمنٹ سے قطع تعلق عملی حیثیت سے کالج اور قوم کو مفید نہیں ہو سکتا چنانچہ انہوں نے بڑی ہمت اور استقلال سے نئی تحریک کا مقابلہ کیا مولانا محمد علی جوہر علی گڑھ کالج کو تو آزاد بنانے میں کامیاب نہ ہوئے۔ لیکن جو طلبہ ان کی حمایت میں کالج سے علیحدہ ہوئے تھے انہیں لے کر انہوں نے جامعہ ملیہ اسلامیہ کی بنیاد ڈالی۔ جو قائم تو علی گڑھ میں ہوئی لیکن ۱۹۲۵ء میں دہلی منتقل ہو گئی۔ جہاں حکیم اجمل خان مرحوم (۱۸۶۸ء۔۱۹۶۷) اور ڈاکٹر انصاری مرحوم کی مدد اور ڈاکٹر ذاکر حسین (شیخ الجامعہ) کے حسن تدبر اور انتظامی قابلیت سے اس نے دن دونی رات چوگنی ترقی شروع کر دی۔ (199)

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی جانب سے ہمیشہ لیڈران قوم کی نگاہ رہی ہے اور ہر موقع پر لوگوں نے یونیورسٹی کے طلباء اور اساتذہ کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اس وقت علی گڑھ مسلمانان ہند کا تہذیبی و ثقافتی مرکز تھا۔ اس کی حمایت کی بڑی قیمت تھی ایک ایسے وقت میں جبکہ بلاد اسلامیہ، خلافت اسلامیہ اور اماکن مقدسہ سخت خطرے میں گھرے ہوئے تھے۔ اس سے زیادہ خاص بات یہ تھی کہ تحریک کا ایک جزو کالجوں، اسکولوں اور یونیورسٹیوں کا بائیکاٹ تھا۔ اس لیے اس پر کوشش نہ ہوتی کہ علی گڑھ کے لڑکے تعلیم ترک کر کے عدم تعاون کی تحریک میں شریک ہو جائیں۔ خود طلباء میں بھی یہ جذبہ پیدا ہو گیا تھا کہ اس اہم معاملہ پر غور کریں اور عمل کے میدان میں اتریں۔ مولانا ابوالکلام آزاد کو وہاں کے کچھ قائدین طلباء نے مدعو کیا۔ مولانا نے علی گڑھ یونین میں تقریر کی انہوں نے فرمایا کہ ہم یہ سمجھ کر یہاں آئے ہیں کہ تم لوگوں نے شریعت حقہ کے آگے اپنی گردن جھکا دی ہے اور تم کو یہ جاننا مطلوب ہے کہ حالات حاضرہ میں اللہ اور رسول کے احکام کیا ہیں؟ چونکہ حالت ایسی ہے اس لیے میں تم لوگوں سے کہتا ہوں کہ پہلے اس بات کو طے کر لو کہ ہندوستان کا وہ کونسا عالم ہے جو تمہاری نگاہ میں اس امر کا مجاز ہے کہ احکام الٰہیہ کو حالات حاضرہ پر کتاب و سنت کی روشنی میں منطبق کر کے تم کو مطلع کرے اور دعوت عمل کرے۔۔۔ دوسرے دن پھر اجتماع ہوا تو لڑکوں نے کہا کہ ہم آپ ہی کو ہندوستان کا سب سے بڑا

---

198۔ سہارنپوری، محمد شاہد، سید، علمائے مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات، ص 241

199۔ محمد اکرام، شیخ، موج کوثر، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1975، ص 145



toobaafoundation.com

مجتہد اور عالم سمجھتے ہیں تب مولانا نے کہا کہ تم پر حکومت سے عدم تعاون اسی طرح فرض ہے جس طرح نماز، روزہ اور دوسرے ارکان اسلام فرض ہیں اور میں تم کو پکارتا ہوں کہ کالج کی چار دیواری سے باہر نکلو اور کالج کی تعلیم کا بائیکاٹ کرو۔(200)

جامعہ ملیہ کی تاسیس کچھ ایسے حالات میں ہوئی اور اس کی عملی صورت میں کئی باتیں علی گڑھ کالج سے اس قدر مختلف ہیں کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ جامعہ علی گڑھ کے خلاف رد عمل کی حیثیت رکھتی ہے اور اسے سرسید کا ایک مخالف ادارہ سمجھنا چاہیے حقیقتاً ایسا نہیں۔ اگر علی گڑھ یونیورسٹی کی موجودہ صورت کو دیکھا جائے اور سرسید کے ان ارادوں اور منصوبوں سے اس کا مقابلہ کیا جائے۔ جو ابتداء میں علی گڑھ کے متعلق ان کے دل میں تھے تو خیال ہوتا ہے کہ علی گڑھ عملی حیثیت سے سرسید کے زریں خواب کی ایک نہایت معمولی سی تعبیر ہے اور کئی ایسی ضروری باتیں تھیں جن کے سرسید خواہاں تھے لیکن وہ علیگڑھ کو نصیب نہ ہوئیں سرسید جس درس گاہ کا خواب دیکھ رہے تھے اس کے متعلق انہوں نے خود کہا تھا "فلسفہ ہمارے دائیں ہاتھ میں ہو گا" نیچرل سائنس ہمارے بائیں ہاتھ میں اور لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کا تاج سر پر" وہ مغربی علوم کے ساتھ ایمان کامل اور صحیح مذہبی تربیت کو ضروری سمجھتے تھے۔ سرسید علی گڑھ کو قوم کے عام علمی احیاء کا ایک مرکز بنانا چاہتے تھے لیکن سرسید کی خواہشوں اور علی گڑھ کی عملی صورت میں زیادہ فرق غالباً اس وجہ سے ہوا کہ علی گڑھ کالج کا سب سے اہم عملی مقصد ایسے طلباء کی نشوونما ہو گیا۔ جو فتح مند قوم کے علوم و فنون اور زبان حاصل کر کے ملکی حکومت میں حصہ لے سکیں اور سرسید کے جو مقاصد اس اہم ترین مقصد کے متبائن تھے، پس پشت ہو گئے یہ صحیح ہے کہ سرسید سمجھتے تھے کہ سرکاری ملازمت کو زندگی کی معراج سمجھ لینے سے قوم کی نجات نہیں ہو سکتی۔(201)

سرکاری ملازمت کو علی گڑھ کا اہم ترین عملی مقصد بنانے کا برا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں ایک پست درجے کی مادیت اور شدت پسندی پیدا ہو گئی جو نہ صرف طلبہ کی مذہبی ترقی اور روحانی تربیت کے لیے ناساز گار تھی بلکہ جس نے ان کی اصلی دینوی ترقی پر بھی اثر ڈالا اور کالج اپنے چند اہم مقاصد پورا کرنے سے اس حد تک قاصر رہا کہ خود علی گڑھ میں یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ یہ کالج ہی قوم کے تمام امراض کا علاج نہیں اور قومی اصلاح و ترقی کے لیے ایک ایسا تعلیمی ادارہ قائم ہونا چاہیے جس کا بنیادی مقصد اور دستور العمل علی گڑھ کالج سے مختلف ہو چنانچہ خود علی گڑھ کالج کے سیکرٹری اور سرسید کے خلیفہ ثانی نواب وقار الملک نے 1912ء میں ان مسلمانوں کے واسطے جو سرکاری ملازمتوں کے خواستگار نہیں، ایک جداگانہ جامعہ اسلامیہ قائم کرنے کی سکیم پیش کی نواب صاحب کی خواہش تھی کہ یہ نئی یونیورسٹی گورنمنٹ کے اثرات سے آزاد ہو۔(202)

مسلم یونیورسٹی فاؤنڈیشن کمیٹی اس غرض سے ہی تھی کہ حکومت سے مسلمانوں کے لیے ایک ایسی یونیورسٹی حاصل کرے جو مسلمان کی ضروریات کی کفیل ہو۔ مسلمانوں کا مطالبہ یہ تھا کہ یونیورسٹی سارے ہندوستان کے لیے ہو اور اس میں اسلامیہ اسکولوں اور کالجوں کا الحاق ہو سکے گورنمنٹ اس پر راضی نہ تھی ہندو یونیورسٹی بنارس میں مقامی طرز کی قائم ہو چکی تھی اور مسلمان اپنی ضد پر اڑے رہے تھے۔(203)

---

200۔ عباسی، محمد عدیل، قاضی، تحریک خلافت، نئی دہلی، ترقی اردو بورڈ، 1978، ص160

201۔ شیخ، محمد اکرام، موج کوثر، ص146

202۔ ایضاً، ص147

203۔ عباسی، محمد عدیل، قاضی تحریک خلافت، ص171



toobaafoundation.com

ان کا مطالبہ تھا کہ اس یونیورسٹی میں ذریعہ تعلیم اردو ہو لیکن انگریزی ایک لازمی مضمون کے طور پر شامل درس رہے اور طلبہ کی تعلیم میں مذہبی تربیت اور کفایت شعاری کی تعلیم کو خاص اہمیت ہو۔ نواب وقار الملک اپنے خیالات کو عملی جامہ نہ پہنا سکے، لیکن جامعہ اسلامیہ کے متعلق انہوں نے جو مفصل مضمون لکھا تھا۔ اسے پڑھ کر اس بات کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان کی سکیم اور جامعہ ملیہ کی بنا میں سب سے اہم حصہ اس بزرگ (مولانا محمد علی) کا ہے جو علی گڑھ کا اولڈ بوائے تھا اور جس کا بیان ہے کہ تقریباً جو کچھ میں نے حاصل کیا ہے وہ اسی علی گڑھ کا طفیل ہے۔

ان اسباب کی بنا پر ہم جامعہ ملیہ کو سرسید کی دلی خواہش کی تکمیل سمجھتے ہیں ان کی کوششوں کے خلاف رد عمل نہیں سمجھتے۔ جامعہ اس بنیادی الجھن (سرکاری ملازمت کی تلاش) سے آزاد ہے، جس کی وجہ سے علی گڑھ کے کئی اہم مقاصد پورے نہ ہو سکے۔ (204)

جامعہ ملیہ اسلامیہ کی پہلی امتیازی خصوصیت اساتذہ کا ایثار و قربانی ہے جس شخص نے ہمسایہ قوموں کی ترقی کے اسباب پر غور کیا ہے اسے اس ترقی کا ایک اہم باعث تعلیم یافتہ افراد کا ایثار نظر آئے گا۔ ان قابل عزت لوگوں نے کثیر رقمیں خرچ کر کے ہندوستان اور یورپ کی بہترین یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی ہے اس کے بعد نہایت معمولی مشاہروں پر قومی خدمت کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی ہیں۔ ہندو یونیورسٹی بنارس، ڈی۔ اے۔ وی کالج لاہور، سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی پونا میں اس ایثار و قربانی کی بیسیوں مثالیں موجود ہیں۔ مسلمانوں میں اس صفت کا جس کے بغیر قومی ترقی کی امید ایک خیال خام ہے اب تک فقدان رہا ہے لیکن خدا کا شکر ہے کہ جامعہ ملیہ کے اساتذہ اور دوسرے کارکنوں نے ان میں بھی اس کے نمونے پیش کر دیے ہیں۔

جامعہ کی دوسری صفت اساتذہ اور طلبہ کی سادہ زندگی ہے۔

جامعہ کی تیسری اہم خصوصیت صنعت و حرفت کی تعلیم ہے۔ جامعہ نے سرکاری ملازمت کو اپنے طلبہ کا نصب العین نہیں بنایا لیکن طلبہ کے اقتصادی مستقبل کا سوال حل کیے بغیر کوئی درسگاہ زندہ نہیں رہ سکتی ارباب جامعہ اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ چنانچہ انہوں نے دستکاری کو طلبہ کے لیے حصول معاش کا ذریعہ بنایا ہے۔

جامعہ کی ایک اور قابل ذکر خصوصیت یہاں کی علمی زندگی ہے۔ قوم کی اہم ترین تعلیمی درس گاہ ہونے کے باوجود علی گڑھ اشاعت علم و ادب کا مرکز نہ ہو سکا اور وہاں تصنیف و تالیف کا کوئی ادارہ قائم نہ ہو سکا۔ جامعہ اس طرف خاص طور پر متوجہ ہے وہاں ایک اردو اکیڈمی قائم ہوئی ہے جسے ڈاکٹر عابد حسین صاحب جیسے صاحب نظر بزرگ کی راہنمائی حاصل ہے اور پچھلے چند سالوں میں دارالاشاعت جامعہ سے بہت سی کتابیں شائع ہوئی ہیں ان کتابوں میں سے کئی بچوں کے لیے کئی افسانے اور ناول اور بعض سوانحی اور علمی ہیں ان کے متعلق ایک جاذب نظر بات یہ ہے کہ جامعہ نے بہترین ہندو اہل قلم اور قائدین کے خیالات اردو میں منتقل کیے ہیں۔ مسلمانوں نے اپنے انتہائی عروج کے زمانے میں ہندو علماء سے کسب فیض کرنے میں کوئی خفت محسوس نہ کی۔ دور عباسیہ میں سنسکرت کتب کے ترجموں کا خاص اہتمام تھا لیکن جب پٹھانوں اور تاتاریوں کا عروج ہوا تو جہاں عام علمی زندگی میں تقلید اور جمود کا دور دورہ ہوا، وہاں ہندوؤں سے علمی تعلقات کا سلسلہ بھی کمزور ہو گیا اور فیروز شاہ تغلق، اکبر وغیرہ کی شخصی دلچسپی کے باوجود اسلامی حکومت کی آٹھ نو صدیوں میں ہندوؤں کی اتنی کتابیں فارسی میں ترجمہ نہ ہوئی ہوں گی جتنی عربوں نے پچاس سال میں عربی میں کیں۔ یہ عدم توجہی آج بھی جاری ہے لیکن

---

204۔ محمد اکرام، شیخ، موج کوثر، ص 153



toobaafoundation.com

خدا کا شکر ہے کہ کم از کم ایک ادارہ (دارالاشاعت جامعہ) تو ایسا ہے جو برادران وطن کی نشاۃ ثانیہ کے نتائج فکر اردو زبان میں منتقل کرنا گناہ نہیں سمجھتا۔(205)

## ندوۃ العلماء (لکھنؤ)

جدید علم الکلام بالعموم ان لوگوں نے ترتیب دیا، جو عربی اور فارسی کے فاضل تھے، لیکن عام علماء کی جماعت سے انہیں کوئی تعلق نہ تھا اور بالعموم علماء نے ان کی مخالفت کی مگر آہستہ آہستہ علماء میں بھی کچھ لوگ ایسے پیدا ہو گئے جنہیں اس ضرورت کا احساس ہوا کہ اسلامی مدارس کا نصاب ضروریات زمانہ کے مطابق بنایا جائے اور قدیم علماء اور علی گڑھ پارٹی کے بین بین ایک تعلیمی اور مذہبی طریقہ کار قائم ہو چنانچہ اس مقصد کے لیے 1894ء میں لکھنؤ میں ندوۃ العلماء قائم ہوا۔ اس کے مقاصد حسب ذیل تھے:۔

1۔ نصاب تعلیم کی اصلاح، علوم دین کی ترقی، تہذیب اخلاق اور شائستگی اطوار

2۔ علماء کے باہمی نزاع کا رفع اور اختلافی مسائل کے ردو کد کا پورا انسداد۔

3۔ عام مسلمانوں کی صلاح و فلاح اور اس کی تدابیر مگر سیاسی اور ملکی معاملات سے علیحدہ۔

4۔ ایک عظیم الشان اسلامی دارالعلوم کا قیام، جس میں علوم و فنون کے علاوہ علی صنائع کی بھی تعلیم ہو۔

5۔ محکمہ افتاء کا قیام(206)

اس عمدہ خیال کے محرک مولوی عبدالغفور ڈپٹی کلکٹر تھے۔ مگر اس کی تکمیل مولوی سید محمد علی صاحب کانپوری خلیفہ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی کے مبارک ہاتھوں سے ہوئی جو اس کے بانی اور ناظم اول تھے۔ مولانا شبلی اور مولوی عبدالحق دہلوی صاحب تفسیر حقانی نے اس کے قواعد و ضوابط مرتب کیے۔ اکابر قوم مثلاً سرسید، نواب محسن الملک اور نواب وقار الملک نے بھی اس کے اغراض و مقاصد کو پسند کیا اور تقریر و تحریر کے ذریعے سے اس کا خیر مقدم کیا۔ 1998ء میں دارالعلوم کے کچھ ابتدائی درجے کھولے گئے اور 1899ء میں روساء شاہ جہان پور کی فیاضی سے کچھ زمینداری بطور وقف ندوۃ العلماء کو حاصل ہوئی۔ ایک عظیم الشان کتب خانے کی بنیاد بھی ڈالی گئی، لیکن اسی زمانے میں ندوہ پر دو طرفوں سے حملے شروع ہوئے ایک تو سر اینٹونی میکڈانل جنہوں نے صوبہ بہار میں اردو کا قلع قمع کیا تھا اور اب صوبہ جات متحدہ کے گورنر تھے۔ وہ ندوہ کے سخت مخالف ہو گئے تھے اور اس کو سیاسی سازشوں کا ایک آلہ کار سمجھ کر شک کی نظروں سے دیکھنے لگے۔ دوسری طرف سید احمد رضا خان بریلوی نے بعض پرجوش رسائل ندوہ کے خلاف لکھنے شروع کیے اور ندوہ کے مقابلہ میں ایک جنگجو جماعت جددہ قائم ہوئی۔ ندوہ ان دو مخالفوں کے درمیان موت اور زندگی کی کشمکش میں تھا کہ مولانا شبلی حیدر آباد کی ملازمت ترک کر کے ستمبر 1904ء میں لکھنؤ آئے اور ندوۃ العلماء میں ایک بالکل نئے دور کا آغاز ہوا۔ دوسری علمی اور درسی اصلاحوں کے علاوہ ندوہ کے ایک محسن کرنیل عبدالجید نے ندوہ کے متعلق حکام کی غلط فہمیاں دور کیں اور شبلی کے انتساب سے اسے قوم کا اعتماد حاصل ہوا۔ ندوہ کی مالی حالت بہت خراب ہو گئی تھی، وہ اب روبہ اصلاح ہوئی ہز ہائینس آغا خان اور والیان بہاولپور و بھوپال نے سالانہ عطیے مقرر کیے۔ گورنمنٹ سے ایک وسیع قطع اراضی دارالعلوم کے لیے ملا۔ معقول گرانٹ بھی حاصل

---

205۔ محمد اکرام، شیخ، موج کوثر، ص 154-155

206۔ ایضاً، ص 187



toobaafoundation.com

ہوئی۔ایک عظیم الشان کتب خانہ جمع ہوا۔28 نومبر 1908 کو سر جان ہیوٹ لیفٹیننٹ گورنر ممالک متحدہ نے دارالعلوم کی عالیشان عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔(207)

## ندوۃ العلماء کا مسلک

1۔ دین و عقائد کے معاملہ میں ندوۃ العلماء کے مسلک کی بنیاد دین خالص پر ہے جو ہر قسم کی آمیزش اور آلائش سے پاک ہے تاویل اور تحریف سے بلند اور فریب کی دسترس سے دور اور ہر اعتبار سے مکمل اور محفوظ ہے۔

2۔ دین کے فہم اور اس کی تشریح اور تعبیر میں اس کی بنیاد اسلام کی اولین اور صاف و شفاف سرچشموں سے استفادہ اور اس کی اصل کی طرف رجوع پر ہے۔

3۔ اعمال و اخلاق کے شعبہ میں دین کے جوہر و مغز کو اختیار کرنے،اس پر مضبوطی سے قائم رہنے،احکام شرعیہ پر عمل حقیقت دین اور روح دین سے زیادہ قربت، تقویٰ اور صلاح باطن پر ہے۔

4۔ تصور تاریخ میں اس کی بنیاد اس پر ہے کہ اسلام کے ظہور اور عروج کا دور اول سب سے بہتر اور قابل احترام دور،اور وہ نسل جس نے آغوش نبوت ﷺ اور درسگاہ رسالت ﷺ میں تربیت پائی اور قرآن و ایمان کے مدرسہ سے تیار ہو کر نکلی،سب سے زیادہ مثالی اور قابل تقلید نسل ہے اور ہماری سعادت و نجات اور فلاح و کامرانی اس بات پر منحصر ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ اس سے استفادہ کریں اور اس کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔

5۔ نظریہ علم اور فلسفہ تعلیم میں اس کی اساس اس پر ہے کہ علم بذات خود ایک اکائی ہے جو قدیم و جدید اور مشرق و مغرب کے خانوں میں تقسیم نہیں کی جا سکتی، اگر اس کی کوئی تقسیم ممکن ہے تو وہ تقسیم صحیح اور غلط و مضر اور ذرائع و مقاصد کے اعتبار سے ہو گی۔(208)

6۔ استفادہ اور افادہ اور ترک و قبول کے شعبہ میں اس کا عمل اس حکیمانہ نبوی تعلیم پر ہے کہ:

"الحکمۃ ضالۃ المومن حنیث و جدھا فھو احق بھا"(209) حکمت مومن کا گمشدہ مال ہے جہاں بھی وہ اس کو پائے وہ اس کا سب سے زیادہ مستحق ہے یعنی جو چیز صاف و نظیف ہو اس کو لے لو اور جو آلودہ اور کثیف ہو اس کو چھوڑ دو۔

7۔ اسلام کے دفاع اور عصر حاضر کی لادینی قوتوں کے مقابلہ میں اس کی اساس اس ارشاد ربانی پر ہے وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ (القرآن:08: 60) یعنی ان کے مقابلہ کے لیے جتنی قوت تم سے ممکن ہو سکے تیاری کرو۔

8۔ دعوت الی اللہ،اسلام کے محاسن و فضائل کی تشریح اور ذہن و عقل کو اس کی حقانیت و صداقت پر مطمئن کرنا۔

عقائد و اصول میں وہ جمہور اہل سنت کے مسلک کی پابندی اور سلف کے آراء و تحقیقات کے دائرہ میں محدود رہنا ضروری سمجھتا ہے فروعی اور فقہی مسائل کے بارے میں اس کا مسلک و اصول یہ ہے کہ حتی الامکان اختلافی مسائل کو چھیڑنے اور ہر ایسے طرز عمل سے احتراز کیا

---

207۔ محمد اکرام، شیخ، موج کوثر، ص 188

208۔ ندوی، ابوالحسن علی حسنی، سید، ندوۃ العلماء کا مسلک، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، ندوۃ العلماء لکھنؤ، یوپی، انڈیا، 2010، ص 2

209۔ قزوینی، امام ابو عبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ، جامع الترمذی الجامع المختصر من السنن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و معرفۃ الصحیح والمعلول وما علیہ العمل، دارالسلام، ریاض، 2007ء، جلد 5، ص 51



toobaafoundation.com

جائے جس سے باہمی منافرت بڑھے اور امت کا شیرازہ منتشر ہو، سلف صالحین سے حسن ظن رکھا جائے اور ان کے لیے عذر تلاش کیا جائے ، اسلام کی مصلحت اجتماعی کو ہر مصلحت پر ترجیح دی جائے ۔ مختصراً یہ کہ وہ حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (متوفی 1176ھ) کے علمی و فکری اور کلامی و فقہی مدرسہ فکر سے زیادہ قریب اور ہم آہنگ ہے، اس لحاظ سے ندوۃ العلماء ایک محدود تعلیمی مرکز سے زیادہ ایک جامع اور کثیر المقاصد دبستان فکر اور مکتب خیال ہے۔(210)

## مجلس تحقیقات و نشریات اسلام (لکھنؤ)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ (1913-1999) نے مئی 1959ء میں مجلس تحقیقات و نشریات اسلام قائم کی تھی، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مجلس نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سرپرستی دینی و علمی حلقوں میں خاصی مقبولیت اور وقعت حاصل کر لی اور اس کی علمی، دینی، دعوتی خدمات کو قدر اور پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔ مجلس کا قیام کسی تجارتی ادارہ کی حیثیت سے عمل میں نہیں آیا تھا اور نہ اس نقطہ نظر سے اس کا کام انجام دیا گیا، بلکہ اس کے پیش نظر اسلامی، دینی، اصلاحی اور دعوتی کام ہے اسی وجہ سے اس نے دنیا کے مختلف علاقوں میں اپنی کتابیں ہدیہ ارسال کیں۔ مسلم ممالک میں مقیم مسلمانوں اور ان کی تنظیموں کو دینی رہنمائی کے لیے عربی اور انگریزی مطبوعات تقسیم کیں۔ مجلس کے پیش نظر دعوت و تبلیغ اسلام کا جو قابل قدر مقصد ہے اس کی حمایت اور اعانت ہر درد مند مسلمان کی ملی ذمہ داری ہے، مجلس کی سب سے بڑی رفاقت اس کے لٹریچر کو ضرورت کے مطابق جگہ جگہ پہنچانا اور اس کی اشاعت و تعارف ہے تاکہ اس دعوتی مہم کے تحت کام کا دائرہ وسیع ہو اور تعلیم یافتہ طبقہ کے دل و دماغ میں ایمان و یقین کی بنیادیں پختہ ہوں اور اسلام پر اعتماد بحال ہو اور غیر مسلموں میں اسلام کا صحیح تعارف ہو۔ اس کے لیے ملک کے طول و عرض میں اعزازی ممبر بنانے کی مہم شروع کی جارہی ہے، اس کے لیے زر تعاون (ممبری فیس) مبلغ دس ہزار روپے ہوگی، اور اعزازی ممبر کو کتابیں خریدنے پر پچاس فی صد کی خصوصی رعایت بھی دی جائے گی اور یہ معاملہ انشاءاللہ زندگی بھر قائم رہے گا۔(211)

## دارالمصنفین (اعظم گڑھ)

دارالمصنفین اعظم گڑھ علامہ شبلی نعمانی (1857-1914) کے خواب کی عظیم الشان تعبیر ہے۔ شبلی کو بعض ناگزیر حالات کے تحت 1913ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے قطع تعلق کرنا پڑا۔ اس کے بعد وہ اپنے وطن اعظم گڑھ چلے آئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ چنانچہ یہاں آنے کے بعد انہوں نے اپنے اس خاکے میں رنگ بھرنے کا منصوبہ بنایا جیسے انہوں نے ندوۃ العلماء میں قیام کے دوران اپنے ذہن میں ترتیب دیا تھا یہ خاکہ تھا ایک علمی و تحقیقی ادارے اور اس سے متعلق ایک کتابخانے کے قیام کا۔ اس پر انہوں نے بڑی گرم جوشی سے کام کیا لیکن جب یہ منصوبہ اپنی تکمیل کے آخری مراحل میں پہنچنے ہی والا تھا کہ پیغام اجل آگیا اور شبلی اس عظیم منصوبے کو نامکمل اور ناتمام چھوڑ کر مالک حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ البتہ اتنا ضرور ہوا کہ اپنے پیچھے وہ اپنے تلامذہ اور معتقدین و متوسلین کا ایسا حلقہ چھوڑ گئے جس نے ان کے علمی و ادبی کاموں کو آگے بڑھانا اور علمی منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانا اپنے لیے باعث سعادت جانا۔ چنانچہ ان حضرات نے ان کے مذکورہ بالا منصوبے کو عملی جامہ پہنا کر دارالمصنفین کے نام سے اعظم گڑھ میں ایک علمی و ادبی اور تحقیقی ادارہ قائم کیا یہ اواخر 1914ء کی بات ہے، اس کے مقاصد اور دائرہ کار کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی تھی:

---

210۔ ندوی، ابوالحسن علی حسنی، سید، ندوۃ العلماء کا مسلک (کتابچہ)، ص 2

211۔ ندوی، محمد غفران، مولانا، دارالعلوم ندوۃ العلماء، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، لکھنو، س۔ن، ص 1



toobaafoundation.com

1۔ ملک میں اعلیٰ مصنفین اور اہل قلم کی جماعت پیدا کرنا۔

2۔ بلند پایہ کتابوں کی تصنیف وتالیف وترجمہ۔

3۔ تصنیف شدہ کتابوں ودیگر علمی وادبی کتابوں کی طبع واشاعت کا سامان کرنا۔

اور یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ اس پورے عرصہ میں دارالمصنفین نے ان مقاصد کو پورا کرنے کی خلوص نیت سے کوشش کی اور تصنیف وتالیف، ترجمہ اور نشرواشاعت کا اعلیٰ معیار قائم رکھتے ہوئے اہم موضوعات پر کتابیں طبع کیں۔ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنے اور طویل عرصہ تک اعلیٰ معیار برقرار رکھنے کا بنیادی سبب یہ ہے کہ اسے روزاول سے ہی علماء وفضلا اور بلند پایہ محققین و مصنفین کی سرپرستی اور تعاون حاصل رہا۔[212]

ان میں علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالسلام ندوی، مولانا معین الدین ندوی، مولانا عبدالباری ندوی، مولانا ریاست علی ندوی، مولوی ابوظفر ندوی، سید صباح الدین عبدالرحمن، مولانا ضیاء الدین اصلاحی جیسی مایہ ناز اور نابغہ روزگار شخصیات شامل ہیں۔ ان میں ہر ایک شخصیت بجائے خود ایک دبستان اور انجمن کی حیثیت رکھتی ہے ان حضرات کی کوششوں سے دارالمصنفین کی مطبوعات کا معیار ہمیشہ بلند اور دائرہ خاصا وسیع رہا ہے۔ ان کے موضوعات بھی بڑے متنوع رہے ہیں۔ ان میں سیرت نبوی ﷺ، سوانح وتذکرہ، حیثیت، فقہ، تصوف، تاریخ الاسلام، تاریخ ہند (بالخصوص عہد وسطی کی سیاسی وتمدنی تاریخ)، فلسفہ، علم الکلام اور ادبیات جیسے اہم موضوعات شامل ہیں۔ ان میں سے ہر ایک موضوع پر اس عالمی شہرت یافتہ ادارہ نے بڑی معیاری اور وقیع کتابیں شائع کی ہیں۔[213]

دارالمصنفین کا خیال علامہ شبلی کے دل میں نہ جانے کب سے تھا مگر اس کا پہلا اظہار انہوں نے مارچ 1910ء میں ندوۃ العلماء کے اجلاس دہلی میں کتب خانہ ندوہ کی ضرورت کے سلسلہ میں کیا۔ اسی اجلاس میں مولانا سید سلیمان ندوی نے بھی علامہ شبلی کے مشورہ سے دارالعلوم کی جدید عمارت میں کتب خانہ کی ضرورت پر تقریر کی، جس میں انہوں نے بہ صراحت دارالمصنفن کے قیام کی تجویز پیش کی اور فرمایا کہ:

"کتب خانہ کے سوا ایک وسیع کمرہ ارباب قلم ومصنفین کے لیے بنایا جائے جس میں قوم کی ایک جماعت تالیف وتصنیف میں مشغول ہو۔ مادری زبان جس کا گہوارہ طفولیت یہی دہلی ہے۔ ان کی تصنیفات کے ذریعہ سے ترقی دی جائے میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ ہندوستان کے ارباب قلم ومصنفین جن کی تعداد ہندوستان میں ایک مناسب حد تک ہے اس کے مصارف بطور یادگار اپنی جیب سے پورے کریں اور اس عمارت کا نام دارالمصنفین ہو۔"[214]

اس کے بعد اگست 1910ء میں نواب سر مزمل اللہ خان نے سرکاری خطاب ملنے کی خوشی میں علامہ شبلی کو خط لکھا کہ میں آپ کی تصنیفات کی یادگار میں دارالعلوم میں ایک کمرہ بنوانا چاہتا ہوں۔ اس کے جواب میں علامہ شبلی نے ماہنامہ الندوہ (اگست 1910ء) میں ایک نوٹ لکھا اور اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ:

---

212۔ الاعظمی، محمد الیاس، ڈاکٹر، دارالمصنفین کی تاریخ خدمات، خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، 2002، ص 3

213۔ ایضاً، ص 4

214۔ ندوی، سلیمان، سید، مولانا، حیات شبلی، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، 1996ء، ص، 292



toobaafoundation.com

ہم چاہتے ہیں کہ دارالعلوم میں ایک عمارت دارالمصنفین کے نام سے تعمیر ہو جس کا مقصد یہ ہو کہ اس میں تصنیف و تالیف کا ایک دفتر ہو اور اس سے باقاعدہ تصانیف شائع ہوں باہر کے مصنفین اگر چاہیں تو اس میں آکر رہیں۔۔۔نواب مزمل اللہ خان سے ہم درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنی رقم کو اس مد میں منتقل فرمائیں"(215)

اب مسئلہ درپیش تھا کہ دارالمصنفین کہاں قائم کیا جائے۔مولانا مسعود علی ندوی کا خیال تھا کہ ندوہ میں قائم کیا جائے علامہ شبلی کی بھی شروع سے یہی رائے تھی۔بعد میں آپ نے مولانا کے ایک خط کے جواب میں لکھا کہ "بھائی وہ لوگ دارالمصنفین ندوہ میں کب بنانے دیں گے کہ میں بناؤں، میری اصل خواہش یہی ہے لیکن کیا کیا جائے حالانکہ اس میں انہی کا فائدہ ہے۔(216)

علامہ شبلی کے حبیب خاص مولانا حبیب الرحمن خان شیروانی(1370ھ۔1283ھ) نے دارالمصنفین کے لیے اپنے وطن حبیب گنج کو پیش کیا لیکن اس پیش کش کا جواب انہوں نے یہ لکھ کر دیا کہ:

"آپ دارالمصنفین کو حبیب گنج لے جانا چاہتے ہیں تو حضرت میں اعظم گڑھ کو کیوں نہ پیش کروں اعظم گڑھ میں اپنا باغ اور دو بنگلے پیش کر سکتا ہوں"(217)

بیسویں صدی کے اختتام پر اگر عہد رفتہ پر نظر ڈالی جائے تو اردو زبان و ادب کا وسیع دامن، گلہائے رنگارنگ سے رشک چمن نظر آتا ہے اور بلاشبہ اس میں سب سے حسین، رنگین اور دیرپا دبستان شبلی کا ہے اور یہی اس پورے ذخیرہ گل میں گل سرسبد کی حقیقت سے نمایاں ہے دارالمصنفین کا بنیادی مقصد بلند پایہ کتابوں کی تصنیف و تالیف اور ترجمہ ہے چنانچہ اب تک اس کے مصنفین نے دو سو سے زائد بلند پایہ اور اعلیٰ درجہ کی علمی و تحقیقی اور تاریخی کتابیں، تصنیف و تالیف اور ترجمہ کیں نیز ان کے طبع و اشاعت کا بھی اہتمام کیا اور اس آخری مقصد کے لیے دارالمصنفین نے اپنا پریس اور دارالاشاعت قائم کیا۔دارالمصنفین صرف ایک ادارہ ہی نہیں بلکہ ایک زندہ و تابندہ تحریک ہے ایک مملکت علم و دانش ہے۔(218)

## مسلم یونیورسٹی(علی گڑھ)

سرسید احمد خان نے جب ہوش سنبھالا تو ہندوستان میں مشرقی علوم اپنی معنویت اور اہمیت کھو چکے تھا۔انسانی فکر اور علم کی ترقی نے مغربی علوم کی فوقیت ثابت کر دی تھی علم و دانش، سائنس اور ٹیکنالوجی اس منزل پر پہنچ چکے تھے کہ کسی بھی ملک کے لیے ان پر قدرت حاصل کیے بغیر مادی ترقی کرنا ممکن نہیں رہا تھا۔ ہندوستان کے مختلف علاقوں پر انگریزوں کے بڑھتے ہوئے سیاسی اقتدار نے ہندوستانیوں کو مغربی علوم اور ٹیکنالوجی کی برتری کا احساس دلا دیا تھا جس کے نتیجے میں راجارام موہن رائے اور ان کے ساتھیوں نے ہندوؤں کو نئی عالمی حقیقتوں سے اشنا کرنے کی جدوجہد شروع کر دی تھی۔مسلمانوں کی یہ صورت حال تھی کہ سیاسی اقتدار سے محروم ہو چکے تھے، حکومت صرف لال قلعے تک محدود رہ گئی تھی۔(219)

---

215۔ ندوی، سلیمان، سید، مولانا، حیات شبلی، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، 1996ء، ص 292-293

216۔ ندوی، سلیمان، سید، مکاتیب شبلی، مطبع معارف، اعظم گڑھ، حصہ دوم، ص 127

217۔ ایضاً: ص 3

218۔ الاعظمی، محمد الیاس، ڈاکٹر، دارالمصنفین کی تاریخ خدمات، ص 4-5

219۔ نظامی، خلیق احمد، پروفیسر، علی گڑھ کی خدمات، انجمن ترقی اردو(ہند)، نئی دہلی، 1994، ص 7



toobaafoundation.com

سرسید اپنی ذات میں ایک انجمن تو تھے ہی، علمی اعتبار سے بھی ان کی حیثیت ایک ادارہ سے کم نہ تھی۔ انشاء و ادب، تحقیق و تنقید، فلسفہ و مذہب، تاریخ و عمرانیات، غرض جس میں بھی دیکھیں ان کی شخصیت ممتاز اور منفرد نظر آتی ہے انہوں نے نہ صرف خود شاندار علمی و ادبی کارنامے انجام دیئے بلکہ جو بھی ان کے قریب آگیا۔ اس کی شخصیت کو ایک جلا مل گئی اس حوالے سے 1898ء میں شبلی نے دعویٰ کیا تھا۔

"ملک میں آج بڑے بڑے انشاء پرداز موجود ہیں جو اپنے اپنے مخصوص دائرہ مضمون کے حکمران ہیں لیکن ان میں سے ایک شخص بھی نہیں جو سرسید کے بار احسان سے گردن اٹھا سکتا ہو"(220)

حقیقت ہے کہ انیسویں صدی میں مسلمانوں کی علمی اور ادبی زندگی کا سب سے بڑا مرکز علی گڑھ تھا جس کے اثرات بیسویں صدی تک محیط ہیں مولانا ابوالکلام نے سرسید کے وسیع اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے ایک بار کہا تھا "مرحوم سرسید اور ان کے ساتھیوں نے علی گڑھ میں صرف ایک کالج ہی قائم نہیں کیا تھا بلکہ وقت کی تمام علمی اور ادبی سرگرمیوں کے لیے ایک ترقی پسند حلقہ پیدا کر دیا تھا اس حلقہ کی مرکزی شخصیت خود ان کا وجود تھا اور ان کے گرد ملک کے بہترین دماغ جمع ہو گئے تھے ہندوستان کے کسی موقت الشیوع رسالے نے شاید ہی ایسے گہرے اثرات وقت کی دماغ رفتار پر ڈالے ہوں جیسے کہ تہذیب الاخلاق سے مرتب ہوئے۔۔ فی الحقیقت جدید اردو علم و ادب کی بنیادیں اسی رسالے نے استوار کیں اور اس قابل بنا دیا کہ آج ہر طرح کے علمی و ادبی مطالبے ادا کرنے کی اس میں صلاحیت پیدا ہو گئی ہے۔(221)

سرسید نے مذہبی معاملات میں عقلیت، کشادہ ذہنی، بے تعصبی کو رہبر بنا کر مسائل کو حل کرنا چاہا۔ غالباً ہندوستان میں وہ پہلے شخص تھے جس نے مذاہب کے تقابلی مطالعہ کی قدر و قیمت کو پہچانا۔ ان کی انجیل کی تفسیر (تبئین الکلام) اس سلسلہ کی اہم کڑی ہے اور اس سے ایک نئے انداز فکر کا آغاز ہوتا ہے۔ اگر سرسید کچھ عرصہ اور زندہ رہتے تو یہی انداز فکر ہندو مذہب کے مطالعہ کی طرف اختیار کرتے۔ ان کے نزدیک مغرب میں اسلامی اور بانی اسلام کے متعلق جو گمراہیاں پھیلائی جا رہی تھیں ان کا مقابلہ علمی حیثیت سے اور تحقیق کے جدید انداز ہی میں کیا جا سکتا ہے۔ سرسید نے مذہبی عنوانات پر جو کتابیں چھوڑی ہیں وہ یہ ہیں:

1۔ جلاء القلوب بذکر المحبوب: یہ رسالہ 1842 میں شائع کیا گیا اس میں حضور سرور کائنات کی حیات طیبہ درج ہے۔ مواد بیشتر شاہ ولی اللہ کی سرور المحزون اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی مدارج النبوۃ سے لیا گیا ہے مولانا نور الحسن نے اس پر نظر ثانی کی تھی۔

2۔ تحفہ حسن: شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کی مشہور کتاب تحفہ اثنائے عشریہ کے دو ابواب کا ترجمہ ہے 1844ء میں مکمل ہوا۔(222)

3۔ کلمۃ الحق: پیر مرید کے مروجہ طریقوں پر تنقید ہے۔

4۔ راہ سنت در رد بدعت: اس میں ان لوگوں پر تنقید کی گئی ہے جو راہ سنت سے گریز کرتے ہیں یہ رسالہ 1850ء میں ترتیب دیا گیا۔

---

220۔ نعمانی، شبلی، مولانا، مقالات شبلیؒ، مطبع معارف، اعظم گڑھ، جلد دوم، 1931، ص 57

221۔ نظامی، خلیق احمد، پروفیسر، علی گڑھ کی علمی خدمات، ص 12

222۔ ایضاً، ص 19



toobaafoundation.com

5۔ نمیقہ دربیان مسئلہ تصور شیخ: نقشبندی سلسلہ کے مسئلہ تصور شیخ کی تائید میں لکھا گیا ہے۔ سرسید خود نقشبندی سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے اس کے اذکار، اشغال اور اعمال پر ان کا پورا یقین تھا یہ رسالہ 1852ء میں تصنیف ہوا تھا۔

6۔ ترجمہ اجزاء کیمیائے سعادت: امام غزالیؒ کی کیمیائے سعادت کے بعض اجزاء کا ترجمہ جو 1862ء میں کیا گیا تھا۔

7۔ تبیئن الکلام فی تفسیر التوارۃ والانجیل علی ملت الاسلام: 1861ء میں لکھی گئی پہلی جلد غازی پور 1887ء میں شائع ہوئی اس میں انجیل اور قرآن کا تقابلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

8۔ طعام اہل کتاب: 1866ء میں سرسید سے کسی نے استصواب رائے کیا کہ انگریزوں کے ساتھ کھانا کھانا جائز ہے؟ سرسید نے اس رسالہ میں تفصیلی جواب دیا ہے۔

9۔ خطبات احمدیہ: سرولیم میور کی سیرت رسول ﷺ کے جواب میں لکھی گئی تھی میور نے اسلام اور پیغمبر اسلام پر جو مسدانہ اور عامیانہ اعتراض کیے تھے اور جس طرح لوگوں کو گمراہ کرنا چاہا تھا اس سے سرسید کا دل بے چین ہو گیا اور انہوں نے اسی کے جواب کے لیے انگلستان کا سفر کیا اور وہاں کی لائبریریوں کو چھان کر یہ جواب لکھا۔[223]

10۔ تفسیر القرآن: یہ تفسیر 1876ء سے 1891ء تک متعدد اجزاء میں شائع ہوئی یہ سرسید کی سب سے اہم کتاب تھی لیکن سب سے زیادہ تنقید کا ہدف بنی اور نہ صرف ان کے مخالفین ہی نے بلکہ جو لوگ ان سے دیگر مسائل میں اتفاق کرتے تھے، انہوں نے بھی اس پر شدید تنقید کی۔ سرسید کے بعض نظریات سے اختلاف ممکن ہو سکتا ہے لیکن اس تفسیر میں جس طرح عصری رجحانات اور معرکہ دین و سائنس کا خیال رکھتے ہوئے دینی فکر کو نئے انداز سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس کے اثرات بہت دور رس ہوئے بیسویں صدی میں جو کوشش تفسیر کے سلسلہ میں کی گئی ہیں، ان پر سرسید کے اس احساس کا پورا نقش ہے کہ کوئی تفسیر زمان و مکان کے تقاضوں سے بے نیاز ہو کر نہیں لکھی جا سکتی۔ مولانا ابوالکلام آزاد ہوں یا مولانا حمید الدین فراہی، مولانا مودودی ہوں یا مولانا دریا آبادی، سب جگہ اس بنیادی تصور کی کارفرمائی کسی نہ کسی صورت میں نظر آتی ہے۔ اگر سرسید اپنے عہد کے نظریات سے متاثر تھے تو یہ سب مفسرین بھی اپنے حالات زمان و مکان سے بچنے پر قادر نہ تھے۔

11۔ المنظر فی بعض مسائل الامام الغزالی: یہ رسالہ 1879ء میں شائع ہوا اس میں امام غزالی کے بعض رسائل سے بحث کی گئی ہے۔

12۔ ترقیم فی قصہ اصحاب الکھف والرقیم: قرآن کریم میں اصحاب کہف پر جو کچھ لکھا ہے اس کی تفسیر اس رسالہ میں کی گئی ہے یہ سالہ 1889ء میں شائع ہوا۔

13۔ ازالۃ الغین عن الذکر القرنین: قرآن کی ان آیات کی تفسیر ہے جن میں ذوالقرنین کا ذکر ہے یہ رسالہ 1889ء میں شائع ہوا

14۔ رسالہ ابطال غلامی: غلامی سے متعلق ہے 1892ء میں شائع ہوا۔

15۔ الدعا و استجابہ: دعا کی تاثیر سے بحث کی گئی ہے۔ یہ 1892ء میں شائع وہا۔

16۔ تحریر فی اصول التفسیر: تفسیر کے اصولوں سے متعلق ہے 1892ء میں شائع ہوئی۔

---

223۔ نظامی، خلیق احمد، پروفیسر، علی گڑھ کی علمی خدمات، ص 20



toobaafoundation.com

17۔ تفسیر السموات: یہ رسالہ تہذیب الاخلاق میں ایک مضمون کی شکل میں شائع ہوا تھا۔ 1857ء میں کتابی شکل میں شائع ہوا اس میں قرآن کے بعض وہ مقالات پیش کیے گئے ہیں جو یونانی نظریات سے مطابقت رکھتے ہیں۔ [224]

## انجمنیں اور ادارے

سر سید نے اپنی تعلیمی اور اصلاحی تحریک کو ترقی دینے نیز مغربی تعلیم کی جانب مسلمانوں کو راغب کرنے اور ذہنی آزادی کی فضا پیدا کرنے کے لیے متعدد انجمنیں بھی وقتاً فوقتاً قائم کی تھیں ایک طرف ان کا پریس کتابوں کی اشاعت میں سر گرم رہتا تھا، دوسری ان کے قائم کیے ہوئے ادارے اور انجمنیں عوام میں بیداری پیدا کرنے کے لیے جدوجہد کرتے رہتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ سر سید کی ذات علم کا ایک ایسا مینارہ بن گئی تھی جس کی روشنی سے زندگی کے کتنے ہی گوشے منور ہو گئے تھے۔

ان میں سے سائنٹیفک سوسائٹی اور محمڈن (بعد کو مسلم) ایجوکیشنل کانفرنس بہت فعال اور سر گرم انجمنیں تھیں اور ان کے اثرات بھی بہت دور اس اور پائیدار ثابت ہوئے۔ سائنٹیفک سوسائٹی نے بہت سی کتابیں انگریزی سے اردو میں ترجمہ کروائیں اور سائنس پر لیکچروں کا سلسلہ شروع کیا۔ ایجوکیشنل کانفرنس کی حیثیت سر سید کی تعلیمی تحریک کے ہراول کی تھی۔ اس کے اجلاس علی گڑھ، لکھنؤ، الہ آباد، میرٹھ، کلکتہ، رام پور، بمبئی، ڈھاکہ، رنگون، کراچی، امرتسر، پورنہ، سوترت وغیرہ مقامات پر ہوئے اور ان کے ذریعہ مسلمانوں کا ذہن علمی جدوجہد کی طرف راغب کیا گیا۔ سر سید کے نام سب سے ایک بڑا ادارہ کراچی میں ظل احمد نظامی نے Sir Syed University of Engineering and Technology کے نام سے قائم کیا ہے اس کو حکومت پاکستان نے چارٹر بھی عطا کر دیا ہے ظل احمد نظامی نے علی گڑھ سے انجینئرنگ کی ڈگری لے کر پاکستان میں ڈائریکٹر جنرل کے ڈی اے کی حیثیت سے بہت گرانقدر کارنامے انجام دیئے وہ سر سید یونیورسٹی کے چانسلر بھی رہے اور اس کی ترقی کے لیے دن رات کوششیں کیں۔ [225]

## فرنگی محل

شہنشاہ اکبر نے اگرچہ بہت سی باتیں شروع کی مٹادیں تھیں۔ تاہم بعض امور باقی رہ گئے منجملہ ان باقیات صالحات کے یہ قاعدہ اجری تھا کہ جو لوگ دارالحرب کے مسلمانوں کے شہروں میں آکر تجارت کرتے تھے تو ان کو ایک مدت تک اجازت ملتی تھی اور جب وہ مدت تمام ہو جاتی تھی تو وہ اپنے ملک کو واپس ہوتے تھے جائیداد غیر منقولہ نزول سرکاری ہو جاتی تھی۔ اسی بناپر ایک فرانسیسی تاجر لکھنو میں آیا اور اس نے ایک مکان اپنے واسطے تعمیر کروایا جب اسکی مدت گذر گئی تو وہ چلا گیا اور اسکا مکان نزول سرکاری ہو گیا وہ مکان اگرچہ محلہ چراغ بیگ میں واقع تھا مگر مشہور فرنگی حویلی کے ساتھ تھا اور عوام اسکو فرنگی محل کہتے تھے جب اولاد ملا قطب الدین نے سکونت اختیار کی تو اسکی شہرت کی روزافزوں ترقی ہوتی گئی لیکن اس کا نام نہیں بدلا گیا۔ [226]

اورنگزیب کے زمانے میں ملا قطب الدین نے فروغ حاصل کیا وہ قصبہ سہالی میں رہتے تھے، جہاں انصاریوں اور عثمانیوں میں زمینداری پر کچھ جھگڑا تھا۔ ملا قطب الدین انصاری تھے 1103ھ (1691ء) کی ایک رات کو چند عثمانی ان کے گھر پر چڑھ گئے اور ملا کو شہید کر کے ان کا گھر جلا دیا ان کے صاحبزادے ملا محمد سعید سہالوی نے عالمگیر کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی تو فرنگی محل کا علاقہ انہیں

---

224۔ نظامی، خلیق احمد، پروفیسر، علی گڑھ کی علمی خدمات، ص 21

225۔ ایضاً، ص 22-23

226۔ ایضاً ص 26-27



toobaafoundation.com

معافی میں دے دیا گیا ملا قطب الدین نے ملا عبدالسلام کے شاگرد ملا دانیال اور شیخ محب اللہ الہ آبادی کے شاگرد قاضی سے علم حاصل کیا تھا آپ کی تصانیف میں سے ایک شرح عقائد علامہ دوانی پر حاشیہ تھا، جو آپ کے گھر کی تباہی میں تلف ہو گیا۔ اولاد کے معاملے میں آپ بڑے خوش قسمت تھے آپ کے چار بیٹے تھے ایک سے ایک بڑھ کر اور انہی کی وجہ سے ہندوستان میں آپ کا فیض جاری رہا۔[227]

اسی حوالے سے سید سلیمان ندوی ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

"۔۔۔ اکبر کے زمانے میں حکیم فتح اللہ شیرازی نے یہاں معقولات کو فروغ دیا شاہ جہان اور عالمگیر کے زمانے میں ملا عبدالحکیم سیالکوٹی اور میر زاہد ہروی نے منطق اور فلسفے کا درس عام کیا اور انہی کے تلامذہ سے شاہ ولی اللہ فرنگی محل اور خیر آباد کی درس گاہوں میں متاخرین کے معقولات اور شروح و حواشی کی بہار آئی حکیم فتح اللہ شیرازی المتوفی 997ھ کے شاگرد عبدالسلام لاہوری اور ان کے شاگرد ملا عبدالسلام اودھی۔ ان سے ملا قطب الدین سہالوی۔ ان سے ملا قطب الدین شمس آبادی، ملا امان اللہ بنارسی اور قاضی محب اللہ بہاری نے اور ملا قطب الدین ہسالوی کے صاحبزادہ ملا نظام الدین نے ملا امان اللہ بنارسی سے پڑھا۔ مگر نظام الدین کے وارث ملا بحر العلوم ہوئے۔ بحر العلوم سے خیر آباد کا علمی خاندان چلا۔ میر زاہد کا فیض شاہ عبدالرحیم دہلوی کو اور ان سے شاہ ولی اللہ صاحب کو، ان سے شاہ عبدالعزیز کو پہنچا اور ان سے ملک میں عام ہوا"[228]

مولانا نے جو سلسلہ ترتیب دیا ہے۔ اس میں کئی بحث طلب امور ہیں لیکن ان کے باوجود مولانا سلیمان ندوی (183ء۔1884ء) کا مرتب کردہ سلسلہ تاریخ علوم اسلامی دلچسپ اور مفید ہے اور علوم اسلامی کی تاریخ میں فرنگی محل کے بزرگوں کی اہمیت اس سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے۔

ملا قطب الدین کے بیٹوں میں سے سب سے برگزیدہ ملا نظام الدین تھے جن کے نام پر "درس نظامی" مشہور ہے۔ تعلیم آپ نے اپنے والد، حافظ امان اللہ بنارسی اور اس عہد کے ایک اور مشہور اور قابل ذکر استاد مولوی غلام نقشبندی لکھنوی سے حاصل کی تھی۔ تصانیف آپ کی کئی ہیں جن میں حاشیہ شرح ہدایت الحکمت، شرح مسلم الثبوت، حاشیہ شمس بازغہ، حاشیہ شرح عقائد دوانی بہت مشہور ہیں۔ آپ شاہ عبدالرزاق بانسوی کے مرید تھے۔ ان کے ملفوظات بھی آپ نے مرتب کیے آپ کی وفات 1748ء میں، یعنی نادر شاہ کے حملے سے تھوڑی دیر بعد ہوئی۔ آپ کی زیادہ شہرت بطور مدرس کے تھی تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ آپ کے درس و تدریس کے مقابلے میں باقی سب علماء کے درس بے رونق ہو گئے اور ہندوستان میں شاید ہی کوئی ہو گا جس کی شاگردی کا سلسلہ آپ کے شاگردوں یا فرزندوں میں سے کسی تک نہ پہنچتا ہو۔[229]

## درس نظامی

درس نظامی میں، جو ملا نظام الدین کے نام سے مشہور ہے مندرجہ ذیل کتب اور علوم کی تعلیم ہوتی تھی:

1۔ صرف: میزان۔ منشعب۔ صرف میر۔ پنج گنج۔ زبدہ۔ فصول اکبری۔ شافیہ

2۔ نحو: نحو میر۔ شرح مائتہ عامل۔ ہدایۃ النحو۔ کافیہ۔ شرح جامی

---

227۔ رئیس، شیخ الطاف الرحمن، مولوی، احوال علمائے فرنگی محل، مطبع مجتبائی، لکھنو، س۔ن، ص 11

228۔ محمد اکرام، شیخ، رود کوثر، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، 2005، ص 604

229۔ ایضاً ص 603-604



toobaafoundation.com

3۔ منطق: صغریٰ۔ کبریٰ۔ ایساغوجی۔ تہذیب شرحِ تہذیب قطبی مع میر سلم العلوم

4۔ حکمت: میبندی۔ صدرا۔ شمس بازغہ

5۔ ریاضی: خلاصۃ الحساب۔ تحریر اقلیدس مقالہ اول۔ تشریح الافلاک۔ رسالہ قوشجیہ۔ شرح چغمنی باب اول

6۔ بلاغت: مختصر معانی۔ مطول تاما انا قلت

7۔ فقہ: شرح وقایہ اولین۔ ہدایہ آخرین

8۔ اصول فقہ: نورالانوار۔ توضیح تلویح۔ مسلم الثبوت (مبادی کلامیہ)

9۔ کلام: شرح عقائد نسفی۔ شرح عقائد جلالی۔ میر زاہد شرح مواقف

10۔ تفسیر: جلالین۔ بیضاوی

11۔ حدیث: مشکوۃ المصابیح

ملا نظام الدین نے اس درس نظام کی بنیاد ایسے زبردست ہاتھوں سے رکھی کہ باوجود امتداد زمانہ آج تک اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی لیکن صحیح بات یہ ہے کہ درس نظامی کی پائیداری کی وجہ اس کی خوبیوں سے زیادہ کچھ تو علمائے فرنگی محل کا اثر و اقتدار تھا اور کچھ علمائے متاخرین کی عقیدت مندانہ روش۔ ظاہر ہے کہ جس نظام کے ماتحت علما نے خود تعلیم پائی ہو، اس سے انہیں انس ہو جاتا ہے اس کے علاوہ علما نے کوئی ایسا مجتہد ابھی تک پیدا نہیں کیا تھا جو پرانے عربی مدرسوں کے نصاب میں مناسب تبدیلیاں کر کے اسے تبدیل شدہ حالات کے مطابق مفید بنا دے۔(230)

دینی نقطہ نظر سے درس نظامی کا سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ اس میں تفسیر و حدیث پر پوری توجہ نہیں اور منطق۔ حکمت۔ صرف و نحو پر بہت زیادہ زور دیا جاتا ہے فی الحقیقت درس نظامی مذہبی اور روحانی تعلیم کا نظام نہ تھا، بلکہ دینوی نظام تعلیم تھا، جس میں فقہ وغیرہ پر اس لیے توجہ ہو گئی تھی کہ اس کی طلباء کو اسلامی حکومت کے دوران میں قاضی، مفتی اور محتسب بننے کے لیے ضرورت تھی ورنہ زیادہ توجہ منطق، گرائمر اور فلسفہ پر تھی اور نظام تعلیم کا مقصد طلباء کی عام عقلی تربیت اور ذہنی ترقی تھا۔(231)

ایک قوم کے بنانے اور بگاڑنے میں تعلیمی نصاب کو جو دخل ہو سکتا ہے وہ محتاج بیان نہیں، لیکن ہمارے تعلیمی مصلحین بھی بعض بنیادی باتیں نظر انداز کر دیتے ہیں۔ (1) کوئی نصاب تعلیم دوامی نہیں ہو سکتا (2) مختلف مقاصد کے لیے مختلف نصاب ہوں گے۔ ایک انجینئر کو اور طرح کی ضرورت ہے۔ ایک مذہبی عالم کی ضروریات اس سے بالکل مختلف ہیں۔ ہمارے قدیمی مدارس کی قومی نظام میں ایک با عزت جگہ ہے اور ہمارا مذہبی نظام اور قدیم تہذیب برقرار رکھنے میں انہوں نے مفید کام کیا ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ قدیمی نصاب سے چمٹے رہنے کی وجہ سے وہ ہماری مذہبی ضروریات بھی کما حصہ پوری نہیں کر سکتے کئی علوم مثلاً اسلامی تاریخ کا دروازہ انہوں نے اپنے لیے بند کر رکھا ہے فقہ، حدیث، عربی، ادب اور منطق کے لیے وہ کتابیں رائج ہیں جن سے مہینوں کا کام سالوں میں ہوتا ہے ان باتوں میں کچھ وسعت اور لچک آ جائے تو اپنے مقاصد کو یہ مدرسے بہتر طریقے سے پورا کر سکیں۔(232)

بہر کیف علمائے فرنگی محل کے متاخرین احیائے علوم دین کے مذہبی اور روحانی رجحانات کو عہد حاضر تک زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

---

230۔ محمد اکرام، شیخ، رود کوثر، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ص 605

231۔ ایضاً، ص 607-608

232۔ ایضاً، ص 609



toobaafoundation.com

## خیر آبادی خاندان

خیر آبادی کے علمی خاندان میں قابل ذکر بزرگ مولوی فضل امام خیر آبادی (1861ء۔1797ء) تھے، جو دہلی میں صدر الصدور ہوئے ان کا آمد نامہ اب بھی فارسی کے طلباء استعمال کرتے ہیں ان کے صاحب زادے مولوی فضل حق خیر آبادی تھے، جو غالب کے عزیز دوست اور بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔ جنگ آزادی کے بعد آپ رنگون جلاوطن ہوئے اور وہیں 1861ء میں فوت ہو گئے۔ آپ نے علم طبعیات پر کئی کتابیں لکھیں اور عربی میں ایک کتاب " جنگ آزادی ہند " پر مرتب کی تھی۔ آپ کا سلسلہ ء فیض مولوی عبدالحق خیر آبادی نے جاری رکھا، جو رامپور میں تھے، وہ علامہ شبلی کے استاد اور کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ ([233])

## دار العلوم جامعہ رضویہ منظر اسلام

دار العلوم جامعہ رضویہ منظر اسلام کی ناقابل فراموش، تاریخ ساز و یادگار خدمات الخصوص بر صغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش میں اہل سنت کی تاریخ کا درخشندہ باب ہے۔ جس نے ہزاروں کی تعداد میں ایسے اساطین علم پیدا کیے جنہوں نے نہ صرف ایشیائی ممالک اور خطہ بر صغیر بلکہ مختلف ممالک اسلامیہ و بلاد عربیہ اسلامیہ کی ناقابل فراموش ترویج میں مثالی کردار ادا کیا اور مختلف علاقوں اور خطوں میں دینی تعلیم گاہیں قائم کیں۔ ([234])

بر صغیر میں مسلمان بلحاظ عقائد واعمال دو طبقوں میں منقسم ہیں اہل سنت والجماعت، غیر اہل سنت والجماعت 'اور آج تک یہ سلسلہ باقی ہے اہل سنت والجماعۃ میں اگرچہ جزئی اختلافات ضرور ہیں جو صرف نظریاتی اور اجتہادی کہلاتے ہیں، لیکن بنیاد و اصول ایک ہی ہیں باوجود ان جزئی اختلافات کے وہ اہل سنت والجماعت ہی قرار پائے جس کی نظر ائمہ اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کی فقہ سے دی جاسکتی ہے ان مسالک میں مسائل کا اختلاف ہے لیکن یہ اختلاف نہ باہمی ٹکراؤ اور رسہ کشی کا باعث اور نہ تکفیر و تفلیل کا سبب اور نہ ہی عقائد اسلامی میں اختلاف پیدا ہوا لیکن رضا خان بریلوی اختلاف نہایت عجیب و غریب قسم کا ہے جس کی بنیاد بظاہر نہ کسی علیحدہ عقیدہ پر ہے اور نہ علیحدہ مسلک پر، جہاں تک اصول دین کا تعلق ہے ان کا دعویٰ ہے کہ وہ اہل سنت والجماعۃ سے وابستہ اور فروعات میں مسلک حنفی کے پیروکار ہیں۔ سلاسل اربعہ میں منسلک، منصب ارشاد و تلقین میں ان کی خانقاہیں موجود ہیں۔ پیری و مریدی کا سلسلہ ان کے ہاں بھی جاری ہے اور اہل سنت والجماعۃ کے ہاں بھی اور لطف یہ کہ سلسلہ سلوک (تصوف) میں ساری کڑیاں ایک جگہ مل بھی جاتی ہیں اسکے باوجود علماء بریلی اہل سنت والجماعۃ سے بہت دور ہو جاتے ہیں۔ ([235])

بعض حضرات ناواقفیت کی وجہ سے یہ خیال کرتے ہوں کہ مروجہ میلاد عرس، قیام، قوالی، فاتحہ، نذو نیاز، دسواں، بیسواں، چالیسواں وغیرہ وغیرہ کے بدعت یا غیر بدعت ہونے میں دیوبندی اور بریلوی علماء میں جو اختلاف ہے وہی اسکی بنیاد ہو گی؟ لیکن ایسا سمجھنا درست نہیں کیونکہ ان مسائل میں اختلاف کا تذکرہ اس وقت سے چلا آرہا ہے جبکہ بریلویت، رضاخانیت کا لفظ کسی خاص مسلک کا نہ ترجمان بنا تھا

---

233۔ محمد اکرام، شیخ، رود کوثر، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ص 616

234۔ علی، محمد حسن، مولانا، دار العلوم منظر اسلام اور مدرسہ دیوبند، کراچی، انجمن انوار القادریہ، 1981ء ص 1

235۔ مظاہری، محمد عبد الرحمٰن، مولانا، اعلیٰ حضرت احمد رضا خان، حیات اور کارنامے، دہلی ربانی بک ڈپو، 2006ء، ص 4



toobaafoundation.com

نہ عام لوگ ان ناموں سے آشنا تھے یقیناً دیوبند ایک قدیم تاریخی قصبہ کا نام ہے جیسا کہ بریلی ہندوستان کا ایک مستقل ضلع ہے اسکو مسلک ومذہبیت سے کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا اس قسم کے مسائل کو بریلی مسلک یا رضاخانیت کی بنیاد نہیں کہا جاسکتا۔(236)

یہی وجہ ہے کہ ان مسائل یا ان جیسے دیگر مسائل میں علماء رضاخانی کے مسلک ومشرب سے ہٹکر بہت سے علمی حلقے ایسے بھی ہیں جنکی تحقیق ورائے علمائے دیوبند کی تحقیق ورائے سے مختلف ہے مگر اس کے باوجود ان میں کوئی بھی دوسرے کی تکفیر وتفسیق نہیں کرتا بلکہ باہمی عقیدت واحترام کے تعلقات قائم ہیں۔ مثال کے طور پر علماء اہل حدیث، علماء فرنگی محل، علماء ندوۃ العلماء، دارالمصنفین اعظم گڑھ یا اس قسم کے کئی ایک اسلامی حلقے، علمی سلسلے اور خانوادہ مشہورہ کا نام لیا جاسکتا ہے کہ ان حضرات کی نظروفکر علماء دیوبند کی نظروفکر سے کچھ مختلف ہے لیکن جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ ان میں نہ کبھی تکفیری جذبہ کارفرما رہا، نہ باہمی احترام وعقیدت میں فرق آیا اور آج بھی یہی صورت حال ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس اختلاف کو رائے وفکر کا اختلاف کہا جاسکتا ہے جو کبھی بھی فرقہ بندی کا باعث نہیں بنا۔(237)

ارباب علم وبصیرت سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں کہ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی بانی دارالعلوم منظر اسلام بریلی نے جملہ علوم وفنون عربیہ دینیہ اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خان بریلوی سے حاصل کئے۔ ابتدائی کتب میزان ومنشعب وغیرہ مولانا مرزا غلام قادر بیگ بریلوی سے پڑھیں۔ علم جفر وتکسیر کے قواعد سید نا شاہ ابوالحسین احمد نوریؒ سے حاصل کئے، چند کتب علامہ عبدالعلی رام پوری سے پڑھیں۔ ابتدائی تحقیق کے مطابق اعلیٰ حضرتؒ نے علوم وفنون میں ایک ہزار سے زائد کتب ورسائل تصنیف کیے۔ بعد کی تحقیق کے مطابق سو سے زائد علوم میں کتب تحریر فرمائیں اور بعض علوم کے خود موجد ہیں۔ تیرہ سال کی عمر سے لے کر وقت وصال 25 صفر 1340ھ تک ہزاروں فتاویٰ تحریر کئے آپ کا فتاویٰ بارہ طویل ضخیم مجلدات پر مشتمل ہے اردو زبان میں لاجواب وبے مثال ترجمہ قرآن تحریر کیا۔ جو لاکھوں کی تعداد سینکڑوں ایڈیشنوں کی شکل میں مقبولیت ومحبوبیت عامہ وتامہ حاصل کر چکا ہے۔ ترجمہ کنزالایمان کے نہ صرف اردو بلکہ انگریزی، ہندی، سندھی، سواحلی پانچ چھ زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں۔ آپ کا بے مثال نعتیہ دیوان، حدائق بخشش، عالمگیر شہرت ومحبوبیت ومقبولیت کا آئینہ دار ہے۔ آپؒ کی ہر کتاب کا نام ایسا جاذب وبرمحل تاریخی نام ہے جس سے بحساب ابجد سن تالیف وتاریخ بھی معلوم ہوتی ہے اور کتاب کا موضوع ومفہوم بھی منکشف ہوتا ہے۔(238)

آپؒ کے تلامذہ نے دارالعلوم جامعہ رضویہ منظر اسلام کی دینی فکر اور آپؒ کے مسلک کی ترویج واشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا جو درج ذیل ہیں۔

- حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا بریلوی
- صدر الصدور وصدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی رضوی، مصنف بہار شریعت
- ملک العلماء مولانا شاہ محمد ظفر الدین فاضل بہاری
- برہان ملت علامہ مفتی محمد بہان قادری جبل پوری
- محدث اعظم ہند علامہ ابوالحامد سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی
- مولانا شاہ مصطفیٰ رضا بریلوی

---

236۔ مظاہری، محمد عبدالرحمن، مولانا، اعلیٰ حضرت احمد رضا خان، حیات اور کارنامے، دہلی ربانی بک ڈپو، 2006ء، ص6

237۔ ایضاً، ص5

238۔ علی، محمد حسن، مولانا، دارالعلوم منظر اسلام اور مدرسہ دیوبند، ص7



toobaafoundation.com

- مولانا حسن رضا بریلوی
- مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی
- مولانا محمد رضا بریلوی
- مولانا عبد الاحد
- مولانا علامہ سلطان احمد خان بریلوی
- مولانا حافظ یقین الدین بریلوی
- مولانا واعظ الدین
- مولانا عبد الرشید عظیم آبادی
- مولانا سید حکیم عزیز غوث بریلوی
- مولانا سید شاہ غلام محمد بہادری۔[239]

مندرجہ بالا حضرات نے اپنی علمی، تدریسی و تصنیفی کاوشوں کے ذریعے فقہی بصیرت اور افتاء کی مہارت سے دار العلوم منظر اسلام بریلی کی دینی، علمی فکر کو عروج و کمال تک پہنچایا۔

## مدرسۃ الاصلاح (سرائے میر)

دار العلوم کی طرز پر 1909ء میں ضلع اعظم گڑھ کے قصبہ سرائے میر میں مولانا حمید الدین فراہیؒ (1930ء۔1863ء) نے مدرسۃ الاصلاح کی بنیاد ڈالی۔ اس مدرسہ میں تفسیر قرآن اور فہم قرآن پر خصوصیت کے ساتھ توجہ کی گئی۔ مولانا حمید الدین صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں جس طرز کی بنیاد ڈالی تھی، مدرسہ کے اساتذہ و طلبہ اسی طرز پر مطالعہ کرتے ہیں، سادہ رہائش اور تعلیمی فضا کے اعتبار سے یہ مدرسہ ممتاز ہے۔[240]

## دار العلوم (بھوپال)

بھوپال ہندوستان کا ایک بڑا تعلیمی مرکز تھا۔ 1928ء میں ریاستوں کے فتح ہونے پر ایسا نظر آنے لگا کہ نہ صرف بھوپال بلکہ اس پورے علاقہ متوسط (موجودہ مدھیہ پردیش) میں دینی علم کا چراغ گل ہو جائے گا لیکن بعض دردمند اور صاحب عزم و بصیرت علماء کی بروقت توجہ نے اس خطرہ کو زائل کر دیا۔ 1969ء میں مولانا سید سلیمان ندویؒ (جو اس وقت قاضی ریاست اور امیر جامعہ احمدیہ کی حیثیت سے وہاں تشریف رکھتے تھے) کی رہنمائی و سرپرستی اور مولانا محمد عمران خان صاحب ندویؒ کی ہمت و جدوجہد سے بھوپال کی وسیع مسجد "تاج المساجد" میں دار العلوم کے نام سے ایک مدرسہ قائم ہوا، جو نصاب و طریق تعلیم میں دار العلوم ندوۃ العلماء کا پیرو اور مدھیہ پردیش کا ایک اہم دینی و تعلیمی مرکز ہے اور مولانا عمران خان ندویؒ کی امارت و نظامت میں کام کرتا رہا۔[241]

---

239۔ علی، محمد حسن، مولانا، دار العلوم منظر اسلام اور مدرسہ دیوبند، ص 7۔8

240۔ سید ابو الحسن ندوی، ہندوستانی مسلمان، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، لکھنؤ، 1967، ص 141

241۔ سید ابو الحسن علی ندوی، ہندوستانی مسلمان، ص 142



toobaafoundation.com

## جامعہ عثمانیہ (حیدر آباد)

جامعہ عثمانیہ حیدر آباد کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہاں اردو زبان کو، جو ہندوستان کی علمی زبان ہے، ذریعہ تعلیم بنایا گیا۔ اور دوسری زبانوں سے جدید علوم، فلسفہ و حکمت، طبیعات، طب، سیاست و معاشیات اور تاریخ کا بڑا ذخیرہ اردو میں منتقل کر دیا گیا، اس کے علاوہ علمی اصطلاحات کو اردو میں منتقل اور وضع کرنے کا کام انجام پایا۔ اس طرح اس عظیم ادارہ نے اردو زبان و ادب اور علم کی بہت بڑی خدمت انجام دی۔ اس جامعہ کو ہندوستان کے بعض لائق ترین اساتذہ اور ماہرین فن کی تدریسی خدمات حاصل رہی ہیں۔ مثلاً مولانا سید مناظر احسن گیلانی مرحوم صدر شعبہ دینیات، مولانا عبدالباری ندوی استاد فلسفہ جدید دینیات، پروفیسر الیاس برنی استاد معاشیات، ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم استاد فلسفہ جدید، ڈاکٹر میر ولی الدین (فلسفہ) ڈاکٹر حمید اللہ (سیاسیات) پروفیسر ہارون خان شروانی (سیاسیات) ڈاکٹر رضی الدین (ریاضیات) ڈاکٹر محی الدین قادری (اردو) ڈاکٹر سید عبدالطیف (انگریزی)۔ (242)

یہ جامعہ بیسویں صدی کے دور انقلاب میں بھی اپنی بعض قدیم خصوصیات و روایات کی حامل رہی۔ ان یونیورسٹیوں کے علاوہ مسلمانوں نے جابجا اسلامیہ کالج قائم کئے، جن میں کچھ امتیازات کے ساتھ سرکاری نصاب اور مضامین پڑھائے جاتے ہیں شمالی ہند کے تقریباً تمام بڑے شہروں میں ایسے انٹر میڈیٹ اور ڈگری کالج ہیں جنوبی ہند مدراس اور کیرالہ میں بہت سے مسلم کالج ہیں، جن میں مدراس کا نیو کالج، ترچنا پلی کا جمال محمد کالج، کرنول کا عثمانیہ کالج، نواح کالی کٹ کا فاروق کالج خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (243)

عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد نے جب اردو زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے کا فیصلہ کیا تو 1335ھ / 1917ء میں "دارالترجمہ" کی بنیاد پڑی۔ جس نے 358 کتابوں کے ترجمے شائع کیے۔ جس سے ہندوستان کے تمام علمی و ادبی حلقوں نے فائدہ اٹھایا۔ ہندوستان کے متعدد مشاہیر فضلا اور اہل قلم اس ادارہ سے منسلک رہے ہیں جن میں ڈاکٹر مولوی عبدالحق، مولانا عبدالماجد دریابادی، مولانا عبداللہ العمادی، مولانا وحید الدین سلیم پانی پتی، مولوی عنایت اللہ دہلوی، مولوی مسعود علی محوی، قاضی تلمذ حسین گورکھ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ "دارالترجمہ" کا سالانہ بجٹ 261415 روپے تھا۔ 1948ء میں سقوط حیدر آباد کے بعد یہ ادارہ بند کر دیا گیا اور کتب خانہ میں آگ لگ گئی جس کی وجہ سے یہ عظیم علمی سرمایہ جس پر کروڑوں روپے صرف ہوئے تھے تباہ و برباد ہو گیا۔ (244)

## مجلس تحقیقات و نشریات اسلام (لکھنؤ)

لکھنؤ میں مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کے نام سے ایک علمی و تصنیفی ادارہ قائم ہوا۔ جس نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں اسلام کے مقاصد اور تعلیمات کے تعارف کا بیڑہ اٹھایا۔ اس نے تھوڑے عرصہ میں کئی دقیع کتابیں شائع کیں۔ (245)

---

242۔ سید ابوالحسن علی ندوی، ہندوستانی مسلمان، ص 145

243۔ ایضاً، ص 146

244۔ ایضاً، ص 150-151

245۔ ایضاً، ص 147



toobaafoundation.com

## دینی تعلیمی بورڈ اور دینی تعلیمی کونسل

ہندوستان نے 1947ء میں آزادی حاصل کرنے کے بعد اگرچہ اپنے لیے غیر مذہبی طرز حکومت کا فیصلہ اور اعلان کیا تھا اور اس کے دستور نے مختلف فرقوں کو مساویانہ درجہ دیا تھا اور ان کے بنیادی حقوق کی ضمانت دی تھی، پھر بھی بعض ریاستوں نے ایسا نصاب تعلیم جاری کیا جو مسلمانوں کے دینی و تہذیبی ارتداد کا پیش خیمہ تھا اور جو ان کے عقائد اور بنیادی اصولوں کی بیخ کنی کرتا تھا۔ مسلمانوں کو ان خطرات سے بچانے کے لیے اور ان کے ملی وجود اور شعور کو برقرار رکھنے کے لیے دینی تعلیمی بورڈ اور دینی تعلیمی کونسل اترپردیش میں وجود میں آئے، پہلا جمیعۃ العلمائے ہند کی کی سرپرستی میں اور دوسرا مختلف مکاتب خیال کے منتخب نمائندوں کی رہنمائی میں کام کر رہا ہے۔ یہ دونوں ادارے جابجا مدارس و مکاتب قائم کر رہے ہیں اور اپنے اپنے حلقہ اثر میں دینی تعلیمی تحریک چلا رہے ہیں۔[246]

## دائرۃ المعارف (حیدر آباد)

ہندوستان کے عظیم علمی اداروں میں دائرۃ المعارف حیدر آباد کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے جس نے بکثرت بیش قیمت اور اہم علمی و دینی کتابوں کو قدیم ترین کتب خانوں سے نکال کر شائع کرنے کی ذمہ داری لی۔ "دائرۃ المعارف" کا قیام 1888ء میں عماد الملک سید حسین بلگرامی، ملا عبدالقیوم، مولانا انوار اللہ خان استاد میر عثمان علی خاں سابق نظام حیدر آباد کی تحریک پر عمل میں آیا۔ دائرہ نے اب تک حدیث، اسماء الرجال، تاریخ، ریاضیات اور فلسفہ کی ڈیڑھ سو سے زائد ایسی قیمتی و نادر کتابیں شائع کیں جن کو عالم اسلام اور ہندوستان کے علمی حلقے عرصہ دراز سے فراموش کر چکے تھے بڑے بڑے علماء اور اہل درس اور تحقیقی کام کرنے والے فضلاء ان کے نام سنتے تھے، دائرہ کی بدولت یہ کتابیں پہلی مرتبہ منظر عام پر آئیں اور علماء اور محققین نے ان سے فائدہ اٹھایا، دائرہ کی یہ خدمات علمی و دینی اعتبار سے بڑی اہمیت کی حامل ہیں اور وہ ہندوستانی مسلمانوں کا ایک روشن اور لازوال علمی کارنامہ اور ان کے اعلیٰ علمی ذوق اور دینی خدمت کا ثبوت ہے۔ اس عظیم ادارہ کی جلیل القدر خدمات کا اعتراف مشرق و مغرب کے ممتاز علماء و محققین نے بھی کیا ہے۔[247]

1937ء میں جامعہ ازہر کے علماء کا ایک وفد ہندوستان کے دورہ پر آیا تھا وفد کے قائد مشہور مصری عالم شیخ ابراہیم الوہابی نے دائرۃ المعارف کے بارے میں ان الفاظ میں اظہار خیال کیا:

ہم دائرۃ المعارف حیدر آباد کے ذمہ داروں کی اس کامیاب جدوجہد کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو وہ علم و ثقافت اسلامیہ کی نشرو اشاعت کے سلسلہ میں کر رہے ہیں متقدمین علماء و محققین کی قیمتی کتابیں جو عرصہ دراز سے پردہ خفا میں تھیں۔۔۔ دائرہ کے عالی ہمت کارکنوں نے ان کتابوں کو نہ صرف ڈھونڈ نکالا بلکہ تصحیح و مقابلہ اور مفید اضافوں کے ساتھ انہیں شائع کیا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے نہ تو اخراجات کی پرواہ کی اور نہ کتابوں کے حصول کے لیے دور دراز کے سفروں میں انہیں جو دشواریاں اٹھانی پڑیں اور نقل و تصحیح و مقابلہ میں جو دماغ سوزی انہیں کرنی پڑی۔ اس کا انہوں نے کچھ خیال کیا۔[248]

---

246۔ سید ابوالحسن علی ندوی، ہندوستانی مسلمان، ص148

247۔ ایضاً، ص149

248۔ ایضاً، ص150



toobaafoundation.com

## بیسویں صدی کے برصغیر کے اخلاقی وروحانی رجحانات

اقوام وملل اور افراد وامم کے عروج وزوال کی تاریخ جتنی دلچسپ ہے اتنی ہی دلخراش بھی ہے۔اس میں جہاں ایسی روایات نظر آتی ہیں جو سرمایہ فخر وناز ہیں وہاں ایسے اسباب وعلل اور واقعات وحقائق بھی ملتے ہیں،جو قوموں کے لیے سامان عبرت مہیا کرتے ہیں اس لیے باشعور اور ترقی کی آرزومند قومیں اپنی تاریخ کو غیر معمولی اہمیت دیتی ہیں اور اپنے ماضی کی روشنی میں مستقبل کی راہیں متعین کرتی رہتی ہیں۔(249)

تاریخ کے تجزیاتی مطالعہ کے حوالے سے مفتی عبدالخالق آزاد لکھتے ہیں:

"کسی بھی دور کا تاریخی تجزیہ کرنے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ اس دور کی سیاسی،سماجی،معاشی اور تعلیمی حالت وغیرہ کا جائزہ لیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ اس دور میں سماجی اور اجتماعی تقاضوں کی تکمیل کے عملی مظاہر کیا رہا ہے"(250)

اسی طرح کے ایک اصول کا ذکر کرتے ہوئے مولانا عبیداللہ سندھی(1872ء۔1944ء)لکھتے ہیں کہ:

بدقسمتی سے ہمارے مورخین نے تاریخ کو اجتماعی نظر سے دیکھنا چھوڑ دیا ہے۔بجائے اس کے وہ بحیثیت مجموعہ کسی تحریک، حکومت یا اجتماع کو دیکھتے وہ حکمرانوں کی خانگی زندگیوں کے پیچھے پڑ گئے۔(251)

گویا انفرادی نقطہ نظر سے تاریخ کے مطالعہ سے مایوسی،ناامیدی اور اپنی تاریخ سے نفرت وعداوت کے جذبات فروغ پاتے ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ تاریخی مطالعہ کے حوالے سے بنیادی واساسی نکات کو سامنے رکھا جائے۔اسی تناظر میں ہم بیسویں صدی میں برصغیر کی اخلاقی ومذہبی حالات کا جائزہ لیں گے۔

برصغیر قدیم زمانہ سے روحانی پیشواؤں کا مرکز رہا ہے اور انہیں کا اثر تھا کہ انگریزی عروج تک یہاں کے عام باشندے اعلیٰ ترین کریکٹر اور اخلاق کے حامل تھے۔(252) برعظیم میں مذہبی رواداری کے فروغ میں مسلم حکمرانوں کے ساتھ اولیاء اللہ کی انسانیت دوستی کی فکر کو بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔اس حوالے سے ڈاکٹر محمود احمد غازی(1950ء۔2010ء)لکھتے ہیں کہ:

"برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کا بارہ سو سالہ دور حکومت علمی، تعلیمی اور فکری اعتبار سے ایک نمایاں اور قابل ذکر دور ہے یہاں کے اہل علم نے تعلیم کے میدان میں جو روایات قائم کیں،ان سے کسب فیض کے لیے وسط ایشیاء اور موجودہ رشین فیڈریشن کے انتہائی آخری کناروں سے حتی کہ مشرقی یورپ کے علاقے بوسینا سے،مصر سے اور عرب دنیا کے مختلف گوشوں سے اہل علم اور طلباء کسب فیض کے لیے آیا کرتے تھے"(253)

البو کریک نے لکھا ہے کہ:

"ہندوستان میں مختلف مذہبوں کے لوگ ایک دوسرے سے اس قدر قریب ہیں کہ انہیں الگ الگ نہیں کیا جاسکتا"(254)

---

249۔ قاسمی،شمس القمر،روداد برصغیر،رحیمیہ مطبوعات،لاہور،2010ء،ص13

250۔ ایضاً،ص10

251۔ سندھی،عبیداللہ،مولانا،شعور وآگہی،طیب پبلیشرز،لاہور،ص145

252۔ مدنی،حسین احمد،نقش حیات،دارالاشاعت،کراچی،1953ء،ج1ص162

253۔ غازی،محمود احمد،ڈاکٹر،مسلمانوں کا دینی وعصری نظام تعلیم،الفیصل ناشران وتاجران کتب،لاہور،2005،ص55

254۔ میاں،سید محمد،علماء ہند کا شاندار ماضی،مکتبہ رشیدیہ،کراچی،ج1،1992،ص436



toobaafoundation.com

ایسٹ انڈیا کمپنی کے ذریعہ ابتداء میں جن انگریزوں کی آمدورفت ہوئی اور جن کے ہاتھ میں اقتدار کی باگ تھی وہ اصل میں ذلیل وخوار اخلاق والے تھے اور اکثر ایسے بھی تھے جو کہ یہاں پر آکر ایسے ہی بدترین اخلاق واعمال قصداً اختیار کر لیتے تھے۔ کمپنی کے ذمہ دار لوگ ایسوں کو ہی اپنی اغراض کے لیے چنا کرتے تھے۔ چنانچہ مدراس کے بڑے پادری صاحب نے کمپنی کے ڈائریکٹروں کو مندرجہ ذیل الفاظ لکھے تھے کہ "آپ کے ملازموں کی بداعمالیوں سے ہندوستانیوں کی نظروں میں آپ کے خدا کی جتنی بے عزتی ہوتی ہے اور آپ کا مذہب جتنا بدنام ہو رہا ہے اس کی کیفیت اگر آپ کو معلوم ہو جائے تو آپ کے آنسوؤں کی ندیاں بہہ جائیں۔ جو لوگ آتے ہیں ان میں بعض تو قاتل ہیں۔ بعض آدمیوں کی بھگا لیجانے کا کام کرتے ہیں اور بعض انگلستان میں بیویاں چھوڑ کر آتے ہیں اور یہاں پھر شادیاں کر لیتے ہیں۔(255)

انگریزوں نے جو مظالم اور بداعمالیاں ہندوستان میں کی ہیں وہ ڈچوں، پرتگیزیوں، ہسپانیوں وغیرہ کے مظالم سے بدر جہا زائد اور ننگ انسانیت تھے اور ان کا کریکٹر سب سے زیادہ گرا ہوا تھا۔ ایسے کریکٹر والوں کی وجہ سے جو کچھ بربادی اخلاق اور اعمال کی اور جس قدر ان کی وجہ سے ملک میں ابتری ہوئی وہ ظاہر ہے ان بداعمال اور بداخلاق نجس کریکٹر والے انگریزوں نے حسب طبع اپنے گرداگرد ایسے ہی جرائم پیشہ بداطوار لوگوں کو جمع کر لیا اور ان کے ذریعہ سے لوٹ مار، غارت گری اور انسانیت سوز مظالم کا بازار گرم کر دیا۔

اس حوالے سے ٹامس سڈ ہنسم کہتا ہے:

"میں ہمیشہ سے دیکھتا ہوں کہ بمقابلہ اور قوموں کے انگریز غیر ممالک میں سب سے زیادہ چیرہ دستی کرتے ہیں اور ہندوستان میں بھی یہی واقعہ پیش آرہا ہے"(256)

غرض کہ ایسے بدکردار انگریزوں کے اقتدار، ان کے گوشہ گوشہ ملک میں پھیل جانے اور آزادانہ طور پر ایسی بداعمالیاں کرنے سے ملک کی ثروت اور دولت تو برباد ہوئی ہی تھی ان لوگوں کے اخلاق اور اعمال بھی بہت زیادہ بگڑ گئے جو انگریزوں کے حاشیہ نشین اور کارکن تھے۔ وہ انگریزوں کی حمایت حاصل کر کے ہر قسم کے خطروں سے اپنے آپ کو محفوظ پاتے تھے اور من مانی کاروائیاں کرتے تھے نیز عام ہندوستانیوں پر یہ اثر پڑا کہ جو عادتیں اور اخلاق پہلے سے بری سمجھی جاتی تھیں ان کی برائی ان کے دلوں سے جاتی رہی۔ اخلاقی تباہی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ انگریزوں کی بے 0622 ئینی اور یا آئینی (جن کے وہ ہی خود وضع کرنے والے تھے) لوٹ اور غارت گری، دولت اور ذرائع، دولت کی بربادگی کی بناء پر لاکھوں اور کروڑوں افراد اور خاندان فاقہ مست اور کنگال ہو گئے اس لیے جان بچانے اور دنیاوی زندگی سنبھالنے کے لیے لوگ ہر قسم کے جرائم اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے اور ان اخلاق وعادات میں مبتلا ہو گئے جن کو وہ مذہبی اور اخلاقی حیثیت سے برا سمجھتے تھے۔ ملعون غلامی اور ہلاک کر دینے والے فقر وفاقہ نے ان کو ایسی عادتوں کے اختیار کرنے، بے حیائی اور فواحش کے کرنے اور کرانے اور اس قسم کے دیگر نجس اور مکروہ اعمال کا بیشتر ارتکاب کرنے لگے تھے۔ انگریزوں نے عموماً ہندوستانیوں کے ساتھ کسی ہمدردی کا کبھی خیال نہیں کیا۔ یہ پردیسی اور غیر قوم تھے۔ روپیہ کمانے اور ہندوستان کو لوٹ کر اپنا خزانہ بھرنے کا نصب العین دن رات ان کے سامنے رہتا تھا، ان کو کوئی التفات ہندوستانیوں کی بہبودی کی طرف نہ تھا۔ ان کی بلا سے ہندوستانی جئیں یا مریں ان کا کریکٹر بنے یا بگڑے ان کو تو اپنا الو سیدھا کرنا تھا۔(257)

---

255۔ منگلوری، طفیل احمد، سید، مسلمانوں کا روشن مستقبل، نظامی پریس بدایوں، 1930ء

256۔ مدنی، حسین احمد، نقش حیات، ص166

257۔ ایضاً، ص169-171



toobaafoundation.com

ہندوستان میں اخلاقی بربادی کی ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ حکومت کے تمام ذمہ داری والے عہدوں سے ہندوستانیوں کو ایک قلم خارج کر کے تمام بڑے عہدوں پر انگریزوں نے انگریزوں ہی کو مقرر کیا جس سے ہندوستانیوں کے کریکٹر اور اخلاق پر نہایت مضر اور ہلاکت آفرین اثر پڑا اور وہ بدترین اخلاق میں مبتلا ہو گئے۔ اس حوالے سے لارڈ میکالے کہتا ہے کہ:

"زمانہ سابق میں جس طرح زوردار اور بااثر لوگوں کو افیون کے پوست پلا کر کاہل، پست ہمت اور بدعقل بنا دیا جاتا تھا۔ ہمارا نظام سلطنت اسی طرح اہل ہند کو بے کار کر دے گا"(258)

اس طرح ہندوستان میں انسان دشمنی پر مبنی ذہنیت نے مذہبی افتراق اور مذہبی دشمنی کا ایسا بیج بویا کہ پوری قوم رواداری، اتحاد، اخوت اور احترام انسانیت کھو بیٹھی۔ انگریز کی 330 سالہ دور حکمرانی اور منافقانہ، فرقہ وارانہ اور خود غرضانہ پالیسیوں کے نتائج نے برعظیم کو ہلاکت کے گڑھے میں دھکیل دیا۔ اولیاء اللہ اور صالح حکمرانوں کی انسان دوستی اور رواداری کے ارتقائی سفر کو روک دیا گیا۔(259)

اس طرح ایک اور وجہ جو سامنے آئی جو ہندوستانیوں کے اندر عیاری، مکاری، فریب ودھوکہ بازی، رشوت اور جعلسازی وغیرہ کا باعث بنی۔ وہ ہائی کورٹ، سپریم کورٹ اور تمام ادنی کورٹوں کے وہ قوانین اور کارنامے ہیں جن کا تعلق مالیات سے یا فوجداری یا انتظامی امور وغیرہ سے ہے۔ اب صورت حال پہلے سے یکسر مختلف ہو چکی تھی۔ اب مواضعات کے صدر مقامات میں، جو گاؤں سے تیس چالیس میل یا کم وبیش فاصلہ پر ہوتے، جا کر انصاف ملتا اور پھر انصاف ہونے کا انحصار اس امر پر ہوتا کہ مدعی اور مدعا علیہ کے پاس کافی روپیہ اور اثر ہو اور جو شخص جائز اور ناجائز طریقوں سے روپیہ کما کر عدالتوں میں اور حکام کے یہاں حاضری دیتا رہتا وہ تمام گاؤں پر غالب آجاتا۔ (260)

خلاصہ یہ ہے کہ ان عدالتوں اور ان کے قوانین سے ہندوستانیوں کے اخلاق اور اعمال پر نہایت ہی زہریلا اثر پڑا اور ان کے اخلاق انتہائی درجہ میں گرتے چلے گئے اور ہر طرف بداخلاقیوں اور بداعمالیوں کا دور دورہ ہو گیا۔ اس دور میں مسلمانان ہند کی اخلاقی حالت انتہائی زبوں تھی۔ فکر وعمل، اخلاق وعادات، کردار واطوار سب پر انحطاطی رنگ چھایا ہوا تھا۔ زندگی شکر دوام میں تبدیل ہو رہی تھی اور ہر قوم کو سیاسی زوال سے پہلے اور اس کے بعد جو اخلاقی زوال کی منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں وہ نہایت سرعت کے ساتھ طے کی جا رہی تھیں اخلاقی قدروں کی گرفت ڈھیلی پڑ رہی تھی اور سماجی نظام کا سارا ڈھانچہ بگڑ رہا تھا عالمگیر نے "فتاوی عالمگیر" کی تدوین کرا کر جس گرتے ہوئے اخلاقی اور سماجی نظام کو سنبھالنے کی کوشش کی تھی وہ اس کے بعد کے عہد میں منہدم ہو رہا تھا۔(261)

## بیسویں صدی میں برصغیر کے مذہبی رجحانات

"شریعت تلوار کی چھاؤں میں ترقی کرتی ہے" اس نے علماء کو سلطان وقت کی حمایت کرنے اور ان کے ساتھ اقتدار میں شریک ہونے پر تیار کیا، کیونکہ ایک مرتبہ جب علماء کو یہ احساس ہو گیا کہ وہ شریعت کو معاشرہ میں اخلاقی وذہنی طور پر متاثر کر کے نافذ نہیں کر سکتے تو ان کے لیے صرف ایک ہی صورت تھی کہ حکومت کے ساتھ تعاون کریں اور قوت وطاقت کے ذریعہ مسلمان معاشرہ میں اس کا شریعت کا

---

258۔ مدنی، حسین احمد، ص 174

259۔ عبدالرحمن، صباح الدین، سید، اسلام میں مذہبی رواداری، دارالشعور، لاہور، 2010، ص 287

260۔ مدنی، حسین احمد، نقش حیات، ص 177

261۔ نظامی، خلیق احمد، تاریخ مشائخ چشت، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس 2007، ج 5، ص 39-38



toobaafoundation.com

نفاذ کریں۔اس لیے ہندوستان میں ان کی یہ کوششیں رہی کہ وہ حکومت اور اس کے انتظامی اداروں پر قبضہ کریں اور مذہب کے دباؤ کے تحت حکمران کو اس بات پر مجبور کریں کہ وہ حکومت کے عہدوں پر ایسے افراد کا تقرر نہ کرے جو مذہبی نہ ہوں، بدعقیدہ ہوں اور عقلیت کے پرستار ہوں، بلکہ یہ عہدے صرف ان لوگوں کو دیئے جائیں جو مذہبی امور میں ماہر ہوں عالم و فاضل ہوں اور زندگی کے ہر شعبہ میں مذہب کا نفاذ چاہتے ہوں۔([262])

اس حوالے سے عالم مبارک غزنوی نے کہا کہ:

> "دین پناہی سے متعلق جس میں بادشاہ کی نجات ہے یہ ہے کہ وہ دین محمدی ﷺ کے احکام شرعی کے نفاذ کی ذمہ داری متقی، عبادت گزار، دین دار اور خدا ترس لوگوں کے سپرد کریں اور ناخدا ترس، ناحق شناس، حیلہ باز لالچی، فریبی اور اہل معاملہ کو حکومت شرع کی مسند اور طریقت کی سرکردگی، منصب افتاء اور علوم دین کی تدریس سپرد کئے جانے کو روانہ رکھیں"([263])

اس لیے خصوصیت سے ایسے عہدے جن کا تعلق مذہبی امور سے ہوتا تھا، وہ ان علماء کو ملتے تھے۔ان میں قاضی، صدر الصدور، محتسب اور شیخ الاسلام کے عہدے قابل ذکر ہیں، اس حیثیت سے یہ حکمران طبقوں کا ایک حصہ بن جاتے تھے اور ان کی کوشش ہوتی تھی کہ یہ اپنے اثر ورسوخ کو حکومتی معاملات میں زیادہ سے زیادہ استعمال کریں۔جب بھی حکمرانوں کو اپنے عمل اور پالیسی کو جائز ٹھہرانا ہوتا تھا تو ان سے فتویٰ طلب کیے جاتے تھے جو یہ حکمرانوں کی مرضی کے مطابق دیا کرتے تھے۔علماء کے نزدیک جس شخص نے دو باتوں کو پورا کر لیا وہ حکمران ہو سکتا ہے، اول اس کے پاس فوجی طاقت ہو۔کہ وہ اس کے بل بوتے پر اپنے احکامات کو تسلیم کرائے، دوم اگر لوگ اس کے ہاتھ پر اقتدار کے حصول کے بعد بیعت کر لیتے تھے تو پھر وہ جائز حکمران ہوتا تھا۔اس نظریہ کے تحت ہر اس غاصب کو جائز حکمران تسلیم کیا جاتا رہا، جس نے فوجی قوت و طاقت سے اقتدار پر قبضہ کیا جب وہ ایک مرتبہ خدا کے سامنے جوابدہ ہو گیا تو اس نے عوام پر ظلم و ستم ڈھائے کیونکہ بیعت کرنے والوں میں بھی صرف علماء اور اہل حل و عقد کا ہونا کافی تھا اس کے بعد اس جائز حکمران کی اطاعت امت پر فرض ہو گی اس اطاعت کے بدلہ میں حکمران امت کے سامنے جوابدہ نہیں کیونکہ یہ جوابدہی صرف خدا کے سامنے ہے اس کی پوچھ گچھ کرنے والا اس دنیا میں کوئی نہیں رہا۔اس کے نتیجہ میں مسلمان معاشرے میں مطلق العنان بادشاہوں کا عروج ہوا۔اور آمرانہ حکومتی اداروں کی تشکیل ہوئی۔مسلمان معاشرہ سلطان کے لیے طاقت و قوت و دبدبہ اور شان و شوکت کا اس قدر چاہنے والا تھا کہ عہد سلاطین میں لکھی جانے والی کتاب "فتاوی قاضی خان" میں ہے کہ اگر لوگ ایک ایسے شخص پر بیعت کر لیں جس کے پاس شان و شوکت اور رعب و دبدبہ نہیں ہے تو اسے سلطان تسلیم نہیں کیا جائے گا۔لیکن اگر کسی کے پاس طاقت و ہیبت ہے اور بیعت کے بعد وہ لوگوں پر ظلم و ستم بھی کرے تو اسے معزول نہیں کیا جا سکتا۔([264])

طاقت کا یہ تصور برصغیر میں مسلمان معاشرہ کی ذہنیت کی بڑی عمدگی کے ساتھ عکاسی کرتا ہے ایک طبقاتی معاشرہ میں حکمران طبقوں کا تحفظ ان کی مراعات، سہولتیں اور مفادات کا تحفظ صرف اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ حکمران طاقتور ہو اور اس قابل ہو کہ عوام کے احتجاج اور بغاوت کو کچل سکے کیونکہ اقلیت، اکثریت کو بغیر طاقت کے خاموش نہیں رکھ سکتی ہے اس لیے حکمران چاہے غاصب ہو اور

---

262۔ مبارک علی، ڈاکٹر، برصغیر میں مسلمان معاشرہ کا المیہ، لاہور، فکشن ہاؤس مزنگ روڈ 2005، ص 66

263۔ M-Mujeeb, The Indian Muslims, Muslim Manoharlal Pub, Pvt. Ltd., 2003, Pg64

264۔ مبارک علی، ڈاکٹر، برصغیر میں مسلمان معاشرہ کا المیہ، ص 67



toobaafoundation.com

ظلم وستم کا عادی ہو مگر وہ حکمران طبقوں کے مفادات کی غرض سے جائز تھا اور اس کے خلاف ہر قسم کی بغاوت کو مذہب کے خلاف بتایا جاتا تھا۔ حکمران کے اثر ورسوخ کو بڑھانے اور مستحکم کرنے کی غرض سے علماء اسے حامی دین اور پشت پناہ دین وملت کے خطابات دے کر اس کی شخصیت کو معاشرہ میں ابھارتے تھے اور ان حکمرانوں کی سامراجی حکومت کو اسلام کے ذریعہ اخلاقی جواز فراہم کیا جس کے نتیجہ میں برصغیر میں اسلام کا تعلق جنگ وجدل اور غارت گری کے ساتھ مل کر ابھرا۔(265)

برصغیر میں حکومت کے قیام کے ساتھ ہی علماء نے مذہب کے ذریعہ اس کے استحکام کی بنیادیں فراہم کیں۔ اسلام کی برتری کا درس دیا، ہندو مذہب کو کفر اور شرک کہا جس کی وجہ سے ہندو مذہبی وثقافتی طور پر کمتر قرار پائے اور اس منطق سے ان پر حکومت کرنا، ان سے جزیہ لینا، ان کے مندر توڑنا، ان کے تہوار پر پابندی عائد کرنا اور ان کی مذہبی رسومات کو لہو ولعب قرار دینا جائز ہوا اس فرق نے ہندو اور مسلمان معاشرے کو ایک دوسرے سے بالکل جدا کر دیا اور یہی مقصد ان علماء کا تھا کیونکہ ان کا اثر ورسوخ صرف اس وقت تک برقرار رہ سکتا تھا جب تک کہ علیحدگی کے جذبات شدید ہوں۔(266)

ترک فاتحین برصغیر میں حنفی مسلک کو لے کر آئے تھے اس لیے یہاں سنی علماء کا اثر ورسوخ قائم ہوا۔ اور انہوں نے مذہب کی اس تعبیر وتاویل کو یہاں متعارف کروایا جو کہ وسط ایشیا میں علماء کر چکے تھے۔ ہندوستان میں صرف تقلید کی گئی اور کوئی اجتہادی کام نہیں ہوا۔ پورے دور میں ہندوستانی علماء نے وسط ایشیاء وایران اور عربی ممالک کے عالموں کی کتابوں پر یا تو حاشیہ لکھے یا ان کی مزید وضاحت کی، مگر ان میں کوئی اضافہ نہیں کیا، یہاں کے کسی عالم کے لیے باعث فخر بات یہی تھی کہ اس نے کسی مشہور فقہی مسلک کے امام یا کسی غیر ملکی عالم کی کتاب پر کوئی تبصرہ لکھا ہو، بہت ہی کم لوگوں نے کوئی شرح یا تفسیر لکھی تھی۔(267)

علماء کی اکثریت کسی مسئلہ پر فتویٰ دیتے ہوئے پچھلے علماء اور فقہا کی رائے کو دہرا دیتے تھے اور حالات کے مطابق کوئی بات نہیں کہتے تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حنفی فقہ کا ہندوستان میں کوئی ارتقاء نہیں ہوا اور یہ فرضی حالات وتصوراتی ماحول میں کام کرتا رہا۔ فتاوی عالمگیر کو فقہ کی مستند کتابوں کی مدد سے تدوین کیا گیا، مگر اس میں ہندوستان کے سماجی، سیاسی اور معاشی حالات کے مطابق فتویٰ درج نہیں۔ اس میں بھی محض تقلید کی گئی اور اجتہاد سے پرہیز کیا گیا اس لیے بدلتے ہوئے حالات میں فقہ کی مدون یہ کتابیں برصغیر کے مسلمانوں کے مسائل کا کوئی حل نہیں پیش کر سکیں۔(268)

برصغیر کے سنی علماء کا موقف تھا کہ صرف چار فقہی مسلکوں کی تقلید کی جائے تاکہ ہندوستان کے مسلمانوں میں اتحاد برقرار رہے، اگر ان مسلکوں کی تقلید نہ کی گئی اور دوسرے مسلک بھی ظاہر ہوئے تو اتحاد پارہ پارہ ہو جائے گا اس لیے ہندوستان کے مسلمان معاشرہ پر امام غزالیؒ اور امام تیمیہؒ کے افکار کا اثر ہوا امام غزالی اجتہاد کے مخالف تھے اور امام تیمیہ غیر اسلامی عناصر کے خلاف اسلام کی پاکیزگی کے داعی تھے۔ اس لیے ان دونوں کے افکار کے لیے ہندوستان کی فضا راس تھی، جہاں اس کی تقلید کی گئی۔ اجتہاد کے فقدان اور تقلید کے اثرات کی وجہ سے ہندوستان میں راسخ العقیدگی کی جڑیں اس قدر گہری ہو گئیں کہ انہوں نے اس کے خلاف کسی فرقہ، مسلک اور تحریک کو برداشت نہیں کیا اور انہیں سختی کے ساتھ ختم کر دیا۔ نئے خیالات وافکار کو ختم کرنے کے سلسلہ میں انہوں نے جو طریقے اختیار کئے ان

---

265۔ مبارک علی، ڈاکٹر، برصغیر میں مسلمان معاشرہ کا المیہ، ص68

266۔ ایضاً، ص68

267۔ محمد اکرام، شیخ، رود کوثر، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، 2005ء، ص394

268۔ M.Mujeeb, The Indian Muslims, Pg 58-59



toobaafoundation.com

میں قتل کرانا، کتابیں جلانا، قید و بند، ایذائیں، ملازمتوں سے محروم کرنا، اور مالی طور پر ان کے ذرائع آمدنی بند کرنا تھے۔ سنی راسخ العقیدگی سے علیحدہ ہٹ کر جو بھی فرقے تھے ان کے بارے میں اس قسم کی باتیں پھیلائی جاتی تھیں کہ جن سے عوام میں ان کے لیے نفرت پیدا ہو۔۔ چونکہ تقلید پرست علماء نئے پیدا ہونے والے مسائل کا حل پیش کرنے سے قاصر تھے، اس لیے مذہب اور شریعت میں اس راسخ العقیدگی کے خلاف مختلف تحریکیں پیدا ہوئیں جنھوں نے روایتی مذہب سے علیحدہ ہو کر مسائل کا حل پیش کیا، مگر ایسی تمام تحریکوں اور جماعتوں کی سختی سے مخالفت کی گئی اور انہیں قرامطی، الحادی، زندقہ، مانی و منزوک کے پیروکار کہہ کر سختی سے کچل دیا گیا۔ اس وجہ سے روشن خیال لوگوں کی ہمت نہیں رہی کہ وہ اس رجعت پرستی کے خلاف موثر جدوجہد کر سکیں۔

صوفیاء کے وحدت الوجودی طبقے نے جب شریعت کی سختی اور تشدد کی جگہ رواداری اور آزاد خیالی کی تبلیغ شروع کی تو علماء نے ان کے خلاف بھی سخت اقدامات کئے اور حکومت کی مدد سے ان کے اثر کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ اس پر کاری ضرب اس وقت لگی جب تصوف اور شریعت کو ملا کر اسے بھی علماء کے تابع کر دیا، اس سلسلہ میں وحدت الشہود کے نظریہ نے موثر کردار ادا کیا اور صوفیاء و علماء کو آپس میں ملا کر راسخ العقیدگی کی جڑیں اور گہری کر دیں۔ (269)

اس پس منظر کا تجزیہ کرتے ہوئے مولانا عبیداللہ سندھی لکھتے ہیں کہ:

> "غیر ملکی حکمران طبقوں کا سیاسی اور فکری مرکز بخارا تھا۔ بخارا کی فقہ، بخارا کا علم کلام اور بخارا کے علماء کی کتابیں ہندوستان میں آئیں اور یہی مدرسوں کا نصاب بنا۔ اکبر کے عہد تک یہ ہوتا رہا کہ جب کبھی ہندوستان میں مسلمانوں کی قوت کمزور پڑتی تو اس نواح سے تازہ دم مسلمان آ جاتے اور اسلامی حکومت کے لیے یہ لوگ تقویت کا باعث بنتے۔ اکبر نے ہندوؤں کو مراعات دیں اور ایک حد تک مذہب میں ان کا مساوی درجہ ماننے کی بھی جرات کی تو ان غیر ملکی اور ان کے ہم خیال مسلمانوں میں بڑی بے چینی پھیلی، دوسری بات یہ ہوئی کہ اکبر کی سیاست کو چلانے میں شیعوں کا بھی بڑا ہاتھ تھا بخارا چونکہ سنیوں کا مرکز تھا اور یہ لوگ شیعیت کی مخالفت میں بڑے سرگرم بھی تھے یہاں تک کہ بخارا میں جو بھی نقشبندی طریقہ رائج تھا۔ اس میں بھی شیعوں کے خلاف کافی رجحان موجود ہے شیعہ سمجھتے تھے کہ وہ اکبری سیاست کی تائید کر کے دربار سے بخاری اور سنی اثر کو کم کر سکیں گے، چنانچہ جب اکبر کے خلافت رد عمل شروع ہوا تو شیعوں اور ہندوؤں پر عتاب آیا اور سنی حکمران طبقے دونوں کے مخالف ہو گئے"۔ (270)

بہر کیف اس دور میں راسخ العقیدگی کو تقویت ملی اور یہ چیز مسلمان معاشرہ کو زوال پذیر ہونے سے نہ روک سکی۔ ان علماء نے زہد و تقویٰ کی بجائے دنیاوی فوائد حاصل کرنے میں اپنا وقت گزارا چونکہ تعلیمی اداروں پر علماء کا قبضہ رہا اس لیے انہوں نے ان کی مدد سے نہ صرف راسخ العقیدگی کو مضبوط کیا بلکہ آزاد خیالی کے تمام رجحانات کو ختم کرنے کا بھی کام کیا۔ ان اداروں میں جو نصاب پڑھایا جاتا تھا وہ مروجہ عقائد اور روایات کو برقرار رکھنے میں مدد دیتا تھا اس میں اس قسم کی کوئی گنجائش نہیں تھی کہ ذہن میں نئے اور جدید خیالات پیدا ہوں۔ اس لیے وہ تمام علوم جو ذہنی جمود کو توڑتے اور فکر کو برانگیختہ کرتے وہ اس نصاب میں شامل نہیں تھے خصوصیت سے فلسفہ کو تعلیمی اداروں سے بالکل ختم کر دیا تھا کیونکہ انہیں اس بات کا ڈر تھا کہ فلسفہ غور و فکر اور سوچنے کے جذبات پیدا کرتا ہے اور ذہن میں شکوک و

---

269۔ اکرام، شیخ محمد، رود کوثر، ص286

270۔ محمد سرور، ارمغان شاہ ولی اللہ، سندھ ساگر اکادمی، لاہور، 2006ء ص338-339



toobaafoundation.com

شبہات کو پروان چڑھاتا ہے۔ [271] فلسفیوں کے خلاف علماء کا یہ رد عمل مسلمان معاشرہ میں ابتداء ہی سے رہا سلطان التمش کو مشورہ دیتے ہوئے مبارک غزنوی نے کہا تھا کہ:

"فلاسفہ، علوم فلاسفہ اور معقولات فلاسفہ پر اعتقاد رکھنے والوں کو اپنی سلطنت میں نہ رہنے دیں اور جس طرح بھی ممکن ہو علوم فلاسفہ کی تعلیم نہ ہونے دیں اور بد مذہب اور بلا عقیدہ لوگوں کو اہل سنت و جماعت کے مخالفوں کی توہین و تذلیل میں کوشش کرتے رہیں اور کسی بد دین، بد مذہب اور بد عقیدہ شخص کو حکومت میں نہ داخل ہونے دیں"۔ [272]

برصغیر میں مسلمان طبقوں کا زوال اس لیے ہوا کہ راسخ العقیدگی نے ان کے ذہنوں پر تالے لگا دیئے تھے اور سنی العقیدہ جماعت کے علاوہ دوسرے تمام فرقوں کو علیحدہ کر کے اتحاد اور قوت کو توڑ دیا تھا یہ بے حسی اس لیے نہیں تھی کہ لوگ مذہب سے دور تھے بلکہ اس لیے تھی کہ راسخ العقیدگی ان کے مسائل کو حل کرنے میں ناکام ہو گئی تھی اور ان کی محرومیوں میں اضافہ ہو گیا تھا۔ علماء نے عوام سے اپنا رشتہ توڑ کر اپنا تعلق حکمرانوں سے رکھا تھا اس لیے جب حکومت کو زوال ہوا تو اس کے ساتھ ہی ان کا بھی زوال ہو گیا۔ [273]

## تبلیغی جماعت

اس وقت تبلیغی جماعتیں کرہ ارض پر اسلامی زندگی کو استوار کرنے، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے اور ایمان و عقیدہ کو درست کرنے کے لیے جو تحریکیں رہی ہیں ان میں "تبلیغی جماعت" سر فہرست ہے۔ اس کے اثرات بہت وسیع ہیں اس تحریک سے لاکھوں انسانوں کی زندگیوں میں غیر معمولی تبدیلی آئی ہے اس تحریک کے بانی مولانا محمد الیاسؒ (۱۸۸۶۔ ۱۹۴۴ء) نے شروع ہی سے ایمان بڑھانے اور دوسروں کی اصلاح کرنے پر زور دیا۔ انہوں نے اپنی دعوت کے لیے جو اصول مقرر کیے، ان میں خاص طور پر کلمہ، نماز، علم، ذکر اور اکرام مسلم پر زور دیا۔ چنانچہ اس کام کے کرنے والوں کی تمام محنت ان اصولوں کے گرد گھومتی ہے۔ سب سے پہلے وہ کلمہ توحید پر زور دیتے ہیں اور یہ بات ذہنوں میں راسخ کرتے ہیں کہ ساری عظمت، ساری قدرت اور سارا اختیار اللہ تعالیٰ کا ہے۔ وہ تنہا عبادت کے لائق ہے۔ اس کے بعد اس کی عبادت نماز پر زور دیتے ہیں۔ تبلیغی جماعت غیر سیاسی تبلیغی تحریک ہے۔ اس لیے اس میں زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے افراد شامل ہیں۔ ہر شخص اپنا خرچ کرتا ہے۔ امیر کی اطاعت لازم ہے، رہائش مسجد میں ہوتی ہے۔ ہر شخص اپنا سامان خود اٹھاتا ہے۔ تاجر، فوج و پولیس کے ملازمین، علماء، اساتذہ، کسان اور مزدور اس تحریک میں شامل ہو کر ایک دوسرے کے شانہ بشانہ پوری دنیا میں تبلیغ کا کام کر رہے ہیں۔ اس جماعت کا کوئی اخبار نہیں، روداد نہیں، چندہ نہیں، جھنڈا نہیں حتیٰ کہ اس کا اپنا تجویز کردہ کوئی نام بھی نہیں "تبلیغی جماعت" بھی دوسروں کا دیا ہوا نام ہے۔

## تبلیغی جماعت کا تنقیدی جائزہ

تبلیغی جماعت زندگی کے کچھ مخصوص اور متعین مسائل لے کر اٹھی ہے۔ اس کا منشاء صرف یہ ہے کہ مسلمانوں میں جو لوگ نماز اور روزہ سے نابلد ہیں، انہیں نماز سکھائیں اور پڑھائیں۔ ان کے کلمے اور دعاؤں کی تصحیح کرائیں۔ انہیں نماز، روزے کے فضائل سے آگاہ

---

271۔ مبارک علی، ڈاکٹر، برصغیر میں مسلمان معاشرہ کا المیہ، ص 75

272۔ Zia-ud-Din Barni, Tarikh-i-FirozShahi, Sang-e-Meel Publication, 2006, Pg98

273۔ مبارک علی، ڈاکٹر، برصغیر میں مسلمان معاشرہ کا المیہ، ص 80



toobaafoundation.com

کریں،ان کی تعلیم کے لیے اپنا کچھ وقت نکالیں۔ چنانچہ بے شمار لوگ ان کے چلوں میں جاتے ہیں اور گشت کرتے ہیں، مسائل وفضائل سیکھتے ہیں۔ تبلیغی جماعت کا یہ مقصد کبھی نہیں رہا کہ وہ اسلام کو ایک مکمل نظام حیات کی حیثیت میں سمجھے اور سمجھائے تبلیغی جماعت کے کام کرنے کا طریقہ کچھ اسطرح ہے جیسا کہ حضرت محمد ﷺ کے مکی دور میں تھا۔ توحید ورسالت اور آخرت کا یقین پیدا کیا جاتا تھا،اس وقت صرف نماز فرض تھی چنانچہ صرف یہی ادا کی جاتی تھی اور روزے رکھے جاتے تھے لیکن ابھی تک نہ زکواۃ فرض تھی نہ حج اور نہ ہی جہاد کا حکم ملا تھا۔ کفار کے ظلم پر صبر کی تلقین کی جاتی تھی ابھی تک نہ سیاست تھی اور نہ ریاست ،اس لیے سیاسی اور ریاستی اصول وقوانین سے بھی واسطہ نہیں پڑا تھا۔ تبلیغی جماعت کے منشور میں بھی نہ سیاست ہے اور نہ ہی جہاد ہے۔ ملک پر کس قسم کے لوگ حکومت کر رہے ہیں کشمیر کی آزادی کا مسئلہ ہو یا افغانستان کو سوشلزم سے بچانے کا مرحلہ تبلیغی جماعت کو اس سے کوئی غرض نہیں۔ کفار کے ہاتھوں میں مسلمان شہید ہو رہے ہوں ان کے گھروں کو جلایا جا رہا ہو،ان کی عورتوں کی عزتیں پامال کی جا رہی ہوں، جماعت کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ان کا مطالبہ صرف سہ روزہ اور چلہ لگانے کا ہے۔ افغانستان کے مسلمان جب روس جیسی سپر طاقت سے لڑ رہے تھے پوری دنیا کے مسلمان ان کا ساتھ دے رہے تھے، تبلیغی جماعتیں وہاں سکون کے ساتھ تبلیغ کر رہی تھیں اس طرح کشمیر کا مسئلہ اس وقت Burning issue ہے لیکن جماعت کے ساتھیوں نے اپنے بیانوں میں اس مسئلہ کو کبھی نہیں اٹھایا۔ نہ ہی جہاد کی اہمیت وفرضیت کو اجاگر کیا ہے۔ اس طرح جماعت ابھی تک مکی دور سے گذر رہی ہے اور تقریباً ایک صدی گذرنے کے باوجود جماعت پر مدنی دور نہیں آیا کہ یہ اپنے منشور کو زیادہ جامع بنائیں اور جزوی کے بجائے کلی اسلام کی دعوت دیں جس وقت جماعت کا کام شروع ہوا تھا اور جس علاقے سے شروع ہوا تھا اس جماعت کے لیے یہ ۶ نمبر ہی کافی تھے۔(274) لیکن اب ایسا پروگرام ہونا چاہیے کہ یہ افراد ملک اور قوم کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیں۔ تبلیغی جماعت پر یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہیں باطل افکار ونظریات اور ملحدانہ طرز حیات

---

274۔ مولانا محمد الیاسؒ (1944-1886) کے والد مولانا محمد اسماعیل صاحب دہلی کے باہر بستی نظام الدین اولیاء میں رہائش پذیر تھے۔ مولانا الیاسؒ کا بچپن اسی بستی یا پھر اپنے ننھیا کاندھلہ میں گزرا آپ کی والدہ بی بی صفیہ حافظ قرآن تھیں۔ آپ نے بھی بچپن میں قرآن ختم کر لیا تھا۔ 1315ھ ہی میں مولانا رشید احمد کی خدمت گنگوہ میں آگئے۔ آپ نے 8 سال کا عرصہ مولانا گنگوہی کی صحبت میں گزارا۔ آپ مولانا گنگوہی سے بیعت بھی تھے۔ 1323ھ میں مولانا رشید احمد گنگوہی نے انتقال فرمایا۔ مولانا محمد الیاسؒ 1326ھ میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے حلقہ درس میں شرکت کے لیے دیوبند تشریف لے گئے اور ترمذی اور بخاری شریف کی سماعت کی۔ حضرت شیخ الہند کے مشورہ سے بعد ازاں آپ سہارنپور گئے اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری سے تعلق قائم کیا۔ 1328ھ/1910 میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں مدرس مقرر ہوئے۔ 1912ء میں عقد کیا۔ مولانا الیاسؒ نے 1333ھ میں مولانا خلیل احمد اور شیخ الہند مولانا محمود حسن کے ہمراہ پہلا حج کیا۔ نومبر 1943 میں آپ کو پیچش ہوئی اور ایسی ہوئی کہ پھر اچھی نہ ہوئی۔ وفات سے ایک روز پہلے 12 جولائی 1944 کے دن شیخ الحدیث محمد زکریا، مولانا عبدالقادر رائپوری اور مولانا ظفر احمد کو یہ پیغام پہنچا کہ مجھے اپنے ان چند آدمیوں پر اعتماد ہے آپ لوگ جیسے مناسب سمجھیں اس کے ہاتھ پر ان لوگوں کی بیعت کرا دیں۔ حافظ مقبول حسن، قاری داود صاحب، مولوی احتشام الحسن، مولوی یوسف، مولوی انعام الحسن صاحبن، مولوی سید رضا حسن مندرجہ بالا تین افراد نے مشورہ کر کے مولانا کی خدمت میں عرض کیا کہ مولوی یوسف صاحب ماشاءاللہ ہر طرح اہل ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم نے یہی انتخاب کیا ہے تو اللہ تعالٰی اسی میں خیر وبرکت فرمائے گا۔ پہلے مجھے بے اطمینانی تھی اب اطمینان ہو گیا ہے۔ امید ہے کہ ان شاءاللہ میرے بعد کام چلے گا۔(خالد پرویز نیازی، بیسویں صدی کی اسلامی تحریکوں کا تنقیدی جائزہ، ص 591)



toobaafoundation.com

،سے جو آج پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ انہیں ان کے مرکز سے یہ ہدایت ہے کہ وہ ان مسائل پر کوئی اظہار خیال نہ کریں جن کا تعلق اجتماعی معاملات سے ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں، مسلم پرنسپل لاء کیا ہے، سول کوڈ کیا ہے، مسلمانوں کا تعلیمی مسئلہ کس طرح حل ہو اور اس کی کیا اہمیت ہے۔ کہیں فرقہ وارانہ فسادات ہو رہے ہیں تبلیغی جماعت کو کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ جماعت کے افراد اپنے اجتماعی اور انفرادی معاملات کس طرح طے کر رہے ہیں اور ان کا ذاتی کردار کیسا ہے۔ جماعت کو اس کی کوئی فکر نہیں اگر کوئی شخص نماز روزہ کی پابندی کے ساتھ چلوں اور گشتوں میں وقت لگاتا ہے، اجتماعات میں شرکت کرتا ہے اتنا کافی ہے۔ اپنی عملی زندگی میں وہ رشوت لیتا ہے۔ سودی لین دین کرتا ہے، وعدہ خلافی کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے ذخیرہ اندوزی کرتا ہے۔ اپنی ملازمت کے فرائض صحیح طور پر انجام نہیں دیتا، عدالتوں میں جھوٹی کاروائی کرتا ہے ناجائز ذرائع آمدنی رکھتا ہے، اس سے جماعت کوئی باز پرس نہیں کرتی کیونکہ یہ اس کا ذاتی معاملہ ہے۔ (275)

## دعوت اسلامی

بیسویں صدی کی دوسری تبلیغی تحریک "دعوت اسلامی" ہے اس تحریک کی ابتداء ۱۴۰۱ھ میں کراچی سے کی گئی ہے۔ اس تحریک کے بانی مولانا محمد الیاس قادریؒ (پیدائش 1950) ہیں۔ (276) دعوت اسلامی ملک کے اکثریتی طبقہ کی نمائندگی کرتی ہے۔ مولانا امام احمد رضا خان بریلویؒ (1856-1921) (277) کے پیروکار جو اہل سنت والجماعت کہلاتے ہیں اور دیوبندیوں کے مقابلے میں بریلوی بھی کہلاتے ہیں، اس غیر سیاسی تبلیغی تحریک میں کثرت سے شامل ہیں۔ دعوت اسلامی کے پیروکار حضرت محمد ﷺ کی سنتوں کا مکمل اتباع کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اتباع سنت کی دعوت دیتے ہیں۔ ساتھ ہی مشائخ کرام اور پیران طریقت کی بیعت کرنا ان سے عقیدت رکھنا اور ان کا حد درجہ احترام کرنا، ایمان کی تکمیل کیلئے ضروری سمجھتے ہیں۔ اپنی تعلیمی مجلسوں میں قرآن اور احادیث کے بیان کے ساتھ ساتھ مشائخ کرام کی تعلیمات اور ان کی کرامتوں کو بھی بڑی عقیدت سے بیان کرتے ہیں۔ (278)

دعوت اسلامی حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی راسخ العقیدہ سنی حضرات کی عالمگیر غیر سیاسی، خالص تبلیغی تحریک ہے۔ اس کا مقصد مسلمانوں کی اصلاح کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کو بھی دعوت اسلام دینا ہے۔ اس میں ہر مسلمان اپنی زندگی ۷ نکات کے مطابق ڈھالے بلکہ دوسروں کو بھی اس کی بھرپور دعوت دے۔

1۔ ارکان اسلام۔ توحید و رسالت اور دیگر ضروریات دین پر ایمان لانا اور نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے مسائل سیکھنا اور ان پر عمل کرنا۔

2۔ اتباع سنت۔ سرکار دو عالم کی پاکیزہ سنتوں کے مطابق اپنی زندگی کو استوار کرنا۔

3۔ ذکر و درود۔ روزانہ ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن کیلئے وقت نکالنا اور سرور کونین ﷺ پر کثرت سے درود و سلام بھیجنا۔

4۔ حقوق العباد، والدین، اولاد، زوجین، پڑوسیوں اور دیگر مسلمانوں کے حقوق کا ہمشہ پاس کرنا۔

---

275۔ نیازی، خالد پرویز، بیسویں صدی کی اسلامی تحریکوں کا تنقیدی جائزہ، مقدمہ، ص 15

276۔ ایضاً، ص 603

277۔ ایضاً، ص 604

278۔ ایضاً، ص 15



toobaafoundation.com

5۔ کسب حلال، حلال روزی کیلئے جدوجہد کرنا۔

6۔ اخلاص وایثار۔ ہر کام خلوص کے ساتھ کرنا اور دین کے لیے ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار رہنا۔

7۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔ نیکیاں کرنا اور دوسروں کو ان کی رغبت دلانا۔ برائیوں سے بچنا اور دوسروں کو ان سے بچانا۔(279) بہر کیف "تبلیغی جماعت" اور "دعوت اسلامی" جیسی تحریکوں نے بیسویں صدی میں برصغیر کی دینی فکر پر مثبت اثرات مرتب کیے ہیں۔

## تحریک آزادی کشمیر

کشمیر کا مسئلہ برصغیر کی تقسیم کے ساتھ ہی شروع ہو گیا تھا۔ تقسیم کے وقت کشمیر ایک ریاست تھی۔ اس میں جموں، کشمیر، لداخ، گلگت اور بلتستان کے علاقے شامل تھے۔ اس پر ڈوگرہ ہندوؤں کی حکمرانی تھی۔ لیکن ریاست کی آبادی میں مسلمانوں کی واضح اکثریت تھی۔ تقسیم ہند کے قانون کے مطابق ریاستوں کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ چاہیں تو بھارت یا پاکستان کے ساتھ الحاق کر لیں اور اگر چاہیں تو اپنی آزاد اور غیر جانبدار حیثیت برقرار رکھیں۔ ریاست کشمیر کے حکمران ہندو تھے اس لیے انہوں نے ہند کے ساتھ اپنا الحاق کر دیا۔ مسلم عوام نے بغاوت کر دی۔ پاکستان کے مجاہدین نے بھی کشمیر کی مدد کی۔ اسطرح مجاہدین نے ایک تہائی کشمیر پر قبضہ کر لیا۔ دو تہائی کشمیر پر پاکستانی فوجیں قابض ہو گئی۔ لداخ کا علاقہ بھی بھارت کے قبضہ میں چلا گیا۔ گلگت اور بلتستان پاکستان کے قبضے میں آ گئے اس طرح کشمیر کی ریاست تقسیم ہو گئی۔ یہ مسئلہ اقوام متحدہ میں لے جایا گیا۔ اقوام متحدہ میں کشمیریوں کو واضح اکثریت سے یہ حق دیا گیا کہ وہ حق رائے دہی کے ذریعے یہ فیصلہ کریں کہ وہ کس حیثیت میں رہنا چاہتے ہیں۔ 72 سال گذرنے کے باوجود کشمیریوں کو اس کے استعمال کا حق نہیں دیا گیا۔ البتہ پاکستان اور بھارت کے درمیان اس مسئلے پر تین جنگیں ہو چکی ہیں۔ پچھلے 20 سالوں سے کشمیری مجاہدین نے اپنی آزادی کیلئے گوریلا جنگ شروع کر رکھی ہے۔ جون ۱۹۹۹ء میں مجاہدین نے بھارتی فوج کی خالی کی گئی چوکیوں پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح بھارت اور پاکستان کے درمیان کارگل اور دراس کی چوٹیوں پر دو ماہ تک غیر اعلانیہ جنگ جاری رہی اس میں بھارت کا پاکستان کی نسبتاً کئی گناہ زیادہ نقصان ہو رہا تھا کہ امریکی صدر کی ذاتی مداخلت پر پاکستان نے کارگل اور دراس سے اپنے مجاہدین کو واپس بلا لیا اور اس مسئلہ کو مذاکرات سے حل کرنے پر اپنی آمادگی ظاہر کی، لیکن ابھی تک مذاکرات شروع نہیں ہوئے۔(280) اللہ کرے اسی صدی میں یہ مسئلہ حل ہو جائے اور کشمیر کو آزادانہ حیثیت حاصل ہو جائے۔ آمین

موجودہ حکومت مسئلہ کشمیر کو حل کروانے کے لیے پرعزم ہے لیکن ہندوستان کی ہٹ دھرمی اور جارحانہ رویوں کی وجہ سے یہ مسئلہ اس وقت تک حل ہوتا دکھائی نہیں دیتا جب تک عالمی قوتیں اقوام متحدہ میں اس حوالے سے قرارداد پاس نہ کروالیں اور ہندوستان پر دباؤ ڈالیں کہ وہ کشمیر کو ایک آزاد وطن کی حیثیت میں قبول کریں اور بھارت اس کو اپنی انا کا مسئلہ نہ بنائے کا مسئلہ نہ بنائے۔

اور اب حال ہی میں 5 اگست 2019 کو انڈیا نے مقبوضہ کشمیر کا جداگانہ سٹیٹس (Status) ختم کر دیا۔ پورے کشمیر میں کرفیو لگا کر مکاری سے اپنے آئین سے شق 370 اور A-35 کی شق ختم کر دی۔ پاکستان نے پوری دنیا میں اس کے خلاف آواز اٹھائی کیونکہ یہ اقوام

---

279۔ قادری محمد الیاسؒ، نماز کا جائزہ، ص 7

280۔ نیازی، خالد پرویز، بیسویں صدی میں برصغیر کی اسلامی تحریکوں کا تنقیدی جائزہ، مقدمہ، ص 15-16



toobaafoundation.com

متحدہ کی طے کردہ قراردادوں کے بالکل خلاف ایک عمل تھا۔تاحال پورا مقبوضہ کشمیر ایک جیل کی شکل اختیار کر گیا ہے اور دنیا کے میڈیا کو بھی وہاں تک رسائی نہیں دی جا رہی پورے مقبوضہ کشمیر میں خوراک کے مسائل جنم لے رہے ہیں۔

## جماعت اسلامی کی تحریک

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ ریاست حیدر آباد کے ایک ایسے خاندان میں ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوئے جس کی پشت پر روحانی قیادت کا ایک طویل شجرہ نسب تھا۔ مولانا کی اپنی اٹھان بہر حال ان کی اپنی کوششوں کا نتیجہ تھی۔انہوں نے قرآن مجید کو اپنا واحد رہنما بنایا اور اپنی زندگی کو اسلام کی ابدی تعلیم کے مطابق ڈھالا۔ان کی شخصیت انسانوں کے خود ساختہ حصار میں مقید نہیں تھی۔اس ابتدائی دور میں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے سیاسی مسائل کا اسلام کی روشنی میں جائزہ لیا۔اس دور کی ممتاز تصنیف "الجہاد فی الاسلام" ہے جو امن و جنگ کے اسلامی قانون پر ایک شاہکار علمی کارنامہ ہے جس کی دوسروں کے علاوہ خود علامہ اقبال نے بھی تعریف کی ہے اور اس تحریر نے منفرد اسلامی مفکر کی حیثیت سے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو مستند کر دیا۔ ۱۹۳۳ء میں انہوں نے ترجمان کی ادارت سنبھالی، جس کے توسط سے انہوں نے اپنے خیالات کو پھیلانا چاہا۔ابتداء میں ان کی توجہ اسلام کے بنیادی اصول اور افکار و اقدار کی تشریح پر مرکوز رہی۔بعد ازاں انہوں نے اسلام اور مغربی افکار کے تصادم سے پیدا ہونے والے مسائل پر خصوصی توجہ دی۔ایسے پیچیدہ مسائل سے نمٹنے کے لیے انہوں نے قرآن پر مبنی نیا اسلوب واضح کیا۔

۱۹۴۱ء میں انہوں نے جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی، جس کے ذریعے وہ اسلامی خطوط پر اسلامی معاشرے کی تشکیل نو سے متعلق اپنے افکار و تصورات کو ایک باقاعدہ تنظیم کی صورت دینا چاہتے تھے۔[281]

## عقیدہ و مسلک

یہ حقیقت ساری دنیا جانتی ہے کہ ۱۹۴۷ء میں جب برصغیر پر برطانیہ کی حکومت تھی صرف جماعت اسلامی ہی ایک ایسی جماعت تھی جس نے اپنے دستور میں اپنے اس عقیدے کا صاف صاف اعلان کر رکھا تھا کہ

> "ہم اللہ کے سوا کسی کو بادشاہ، مالک الملک اور مقتدر اعلیٰ تسلیم نہیں کرتے کسی کو بااختیار خود حکم دینے اور منع کرنے کا مجاز نہیں سمجھتے اور نہ کسی کو مستقل بالذات شارع اور قانون ساز تسلیم کرتے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت قبول کرتے ہیں"[282]

## نصب العین

اس عقیدے کے عملی نفاذ کے لیے جماعت اسلامی نے اپنے نصب العین میں یہ حقیقت بیان کی کہ جماعت اسلامی کی تمام سعی و جہد کا مقصود عموماً اقامت دین (حکومت الٰہیہ یا اسلامی نظامِ زندگی کا قیام) اور حقیقتاً رضائے الٰہی اور فلاح آخروی کا حصول ہوگا۔

## طریقہ کار

جماعت اسلامی نے اول روز سے اپنے پیش نظر انقلاب کے لیے یہ طریق کار اختیار اور متعین کیا تھا کہ:

---

281۔ جمیلہ مریم، اسلام ایک نظریہ ایک تحریک، سنت نگر میٹرو پرنٹرز لاہور، 1986، ص299

282۔ صولت ثروت، ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، مارچ 1988، ج3، ص94



toobaafoundation.com

1۔ جماعت جمہوری اور آئینی طریق کار کی پابندی کرے گی یعنی تبلیغ و تلقین اور اشاعت افکار کے ذریعے اصلاح انسانیت کی جدوجہد کی جائے گی۔

2۔ جماعت نصب العین کے حصول کی جدوجہد خفیہ تحریکوں کی طرز پر نہیں بلکہ کھلم کھلا اور اعلانیہ کرے گی اور کوئی ایسا ذریعہ یا طریقہ اختیار نہیں کیا جائے گا جو امانت و دیانت کے خلاف ہو اور جس سے فساد فی الارض رونما ہوتا ہو۔(283)

جماعت اسلامی نے اپنے نصب العین کے عملی نفاذ کے لیے جو طریق کار، تنظیمی ڈھانچہ اور سخت ڈسپلن پیش کیا ہے، برصغیر کے حالات اور یہاں کے لوگوں کے مزاج کی موجودگی میں یہ ایک زندہ معجزہ ہے۔ برصغیر میں جماعت سازی کی سوسالہ تاریخ میں یہ کام کوئی اور نہیں کر سکا۔ مختلف شعبہ ہائے زندگی میں جماعت اسلامی کی ایسی تنظیمیں موجود ہیں جو آزاد اور خود مختار ہیں اور اپنے اپنے ضابطوں اور تحریری دساتیر کے تحت اپنے اپنے دائروں میں مصروف عمل ہیں۔ان تنظیموں میں اسلامی جمعیت طلبہ ،جمعیت طلبہ عربیہ، شباب ملی، نیشنل لیبر فیڈریشن، پیام ٹرانسپورٹ، پیغام واپڈا، پریم ریلوے، پیاسی پی آئی اے، پاسلو پاکستان اسٹیل، جمعیت اتحاد العلماء، تنظیم اساتذہ ،اسلامی جمعیت وکلاء، حزب المجاہدین پاکستان، تحریک محنت، انجینئرز فورم، بزنس فورم، ڈاکٹر فورم، کسان بورڈ، جماعت اسلامی، شعبہ خواتین ، اسلامی جمعیت طالبات وغیرہ جیسی مثالی تنظیمیں دعوت الی اللہ اور اسلامی انقلاب کے لیے جماعت اسلامی کا ہر اول دستہ ہیں۔(284)

## قیادت

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ جماعت اسلامی کے قیام ۱۹۴۱ء سے لیکر ۱۹۷۲ء تک امیر جماعت رہے لیکن ۱۹۷۲ء میں خرابی صحت کی وجہ سے جماعت کی عملی قیادت سے علیحدہ ہوئے اگرچہ فکری طور پر آپ آج بھی جماعت اسلامی کے متفقہ قائد اور رہنما تسلیم کئے جاتے ہیں آپ کے بعد آپ کے دست راست اور معتمد ترین ساتھی میاں محمد طفیل محمد(1914-2009)امیر منتخب ہوئے۔انہوں نے سید مودودیؒ کے بعد جماعت کی قیادت کا حق ادا کر دیا۔وہ ۱۹۷۲ء تا ۱۹۸۷ء تک امیر جماعت اسلامی رہے۔۱۹۸۷ء میں انہوں نے اپنی نظر کی کمزور اور صحت کی خرابی کے باعث ارکان جماعت سے خود درخواست کی کہ آئندہ انہیں امیر کی بھاری ذمہ داری کے لیے منتخب نہ کیا جائے۔ چنانچہ اس مردِ درویش کے بعد قاضی حسین احمد(1938-2013) نے ۱۹۸۷ء سے ۲۰۰۸ء تک امارت کی ذمہ داری سنبھالی۔ قاضی صاحب کے بعد سید منور حسن(پیدائش 1944) ۲۰۰۸ء سے ۲۰۱۴ء تک امیر جماعت اسلامی نامزد ہوئے اور انہوں نے اپنے دن اور رات کے تمام لمحات اسلامی انقلاب کے لیے وقف کر دیئے ان کے بعد مولانا سراج الحق ۲۰۱۴ء سے تا حال امیر جماعت اسلامی کی حیثیت اپنے فرائض کی انجام دہی کر رہے ہیں۔(285)

---

283۔ صولت ثروت، ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، مارچ 1988، ج 3، ص 95

284۔ عابدہ سلطانہ، بیسویں صدی میں احیائے اسلام کی اہم تحریکیں، مقالہ پی۔ ایچ۔ ڈی شعبہ اصول الدین، کلیہ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی، 2007ء ص 148-149

285۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، مولانا دستور جماعت اسلامی پاکستان، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، 1950ء، ص 33



toobaafoundation.com

## صوفیاء و علماء کے طرزہائے عمل

صوفیاء کے تمام بڑے بڑے سلسلہ چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور فردوسیہ کا تعلق ہندوستان سے نہیں بلکہ ایران و عراق اور وسط ایشیاء سے تھا بعد میں ان کے پیروکار ان سلسلوں کو ہندوستان میں لائے اور انہیں یہاں رائج کیا۔ ان میں سے تین سلسلے چشتیہ، سہروردیہ اور قادریہ ہندوستان میں کافی مقبول ہوئے، اس کی وجہ یہ تھی کہ ان میں عربی اثرات کے بجائے عجمی افکار غالب تھے اور اسی وجہ سے ان میں غیر عربی رسومات، طور طریق اور عادات کے لیے رواداری تھی، شریعت کی سختی کے بجائے ان کے ہاں وحدت الوجود کا تصور تھا۔ جس میں ہر فرقہ اور مذہب کے لوگوں کو برداشت کرنے کا جذبہ تھا۔ ہندوستان کے ماحول میں جہاں ہندو اور مسلمان دونوں اکٹھے رہتے تھے وہاں نچلے طبقے میں صوفیاء کے سلسلے مقبول ہوئے کیونکہ انہوں نے آپس میں میل جول اور اشتراک کی حمایت کرتے ہوئے انہیں مذہبی جواز دیا۔ اس رد عمل کے طور پر عہد مغلیہ میں نقشبندی سلسلہ شروع ہوا اور اس نے "صلح کل" "وحدت الوجود" اور شریعت کے معاملات میں لچک کی مخالفت کرتے ہوئے صوفیاء نے ان سلسلوں کی مخالفت کی اور وحدت الشہود کے نظریہ کے تحت مسلمانوں کی علیحدگی پر زور دیا۔ اس سلسلہ کو شیخ احمد سرہندی کے پیروکاروں نے ہندوستان میں مستحکم کیا اس کی حمایت کرنے والے سنی امراء تھے۔ جن کے سیاسی مفادات کو اس سے مدد ملتی تھی۔ (286)

علماء کے تشدد کے رد عمل کے طور پر شطاریہ، مداریہ اور قلندر و مجذوب پیدا ہوئے، یہ شریعت کی ظاہری پابندیوں کے خلاف تھے اور اعلانیہ اس کی مخالفت اور خلاف ورزی کرتے تھے ان کے نزدیک زندگی کو شریعت کی پابندیوں میں جکڑ کر بہتر نہیں بنایا جا سکتا تھا۔ اس لیے یہ مذہبی اور دنیاوی پابندیوں سے خود کو آزاد رکھتے تھے۔ ان میں ہر مذہب اور فرقہ کے لوگ شامل تھے۔ ان کے آزادانہ رویہ کی وجہ سے علماء اور حکومت انہیں جہالت و گمراہی میں مبتلا سمجھتے تھے۔ مگر حکومت کو ان سے کسی قسم کا سیاسی خطرہ نہیں تھا، اس لیے وہ ان سے چشم پوشی کرتے تھے۔ صوفیاء کے مقبول ہونے کی وجہ یہ تھی کہ علماء کا رویہ عوام کے ساتھ رعونت اور تشدد کا تھا وہ حکومت کا ایک حصہ ہوتے ہوئے صاحب اقتدار تھے اور ان کے تعلقات بھی امراء اور اعلیٰ طبقوں سے تھے، غیر مسلموں کے ساتھ ان کا رویہ انتہائی سخت تھا اور وہ انہیں کافر و مشرک قرار دے کر انہیں واجب القتل سمجھتے تھے اور ان سے کسی بھی قسم کے سماجی تعلقات کے خلاف تھے۔ علماء کے مقابلے میں صوفیوں کے ہاں قوت برداشت تھی، ہندوؤں اور مسلمانوں کو خدا کی مخلوق سمجھ کر ان سے ہمدردی کرتے تھے اور بادشاہوں کو بھی یہی مشورہ دیتے تھے کہ رعیت کے ساتھ بہتر سلوک کرو۔ (287)

ہندوستان کے سیاسی و سماجی ماحول میں صوفیاء نے عوام کی ضروریات کو پورا کیا اور ان کو وہ حالات ملے جنہوں نے ان کو ہندوستان میں مقبول بنایا مثلاً جب یہاں مقامی لوگ مسلمان ہوئے تو تبدیلی مذہب نے ان کی زندگی میں ایک خلا پیدا کر دیا، کیونکہ اسلام میں خدا کا جو تصور رہے اس میں کوئی شکل و صورت نہیں جو نظروں کے سامنے ہو اور جس سے مرادیں مانگی جا سکیں۔ اس لیے اس کا نعم البدل عوام کو صوفیاء کی شکل میں ملا، جن کے بارے میں ان کے مریدوں نے کرامتوں کے قصے اور کہانیاں پھیلا رکھی تھیں اور جس کی وجہ سے پیر کی شخصیت عام انسانوں کے مقابلہ میں بلند و بالا اور مافوق الفطرت ہو گئی تھی یہ مافوق الفطرت شخصیت نہ صرف انسانی خواہشوں کو پورا کرتی

---

286۔ مبارک علی، ڈاکٹر، برصغیر میں مسلمان معاشرہ کا المیہ، ص 81

287۔ اکرام، شیخ محمد، رود کوثر، ص 441



toobaafoundation.com

تھی، بلکہ انہیں بیماریوں سے بھی نجات دلاتی تھی،اس کے علاوہ یہ خدااور ہندوں کے درمیان واسطہ اور وسیلہ کا بھی کام انجام دیتی تھی۔ (288)

ہمارے ہاں صوفیا کے بارے میں بھی یہ غلط فہمی ہے کہ اسلام کی اشاعت ان کی وجہ سے ہوئی۔اس غلط اور گمراہ کن مفروضہ کی وجہ ان کے عقیدت مند ہیں۔ جنہوں نے ان کے کارناموں کو مبالغہ کے ساتھ بڑھاچڑھا کر پیش کیا ہے۔ورنہ ان صوفیاء نے بھی اسلام کی اشاعت میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ مثلاً سلاطین دہلی کے ابتدائی دور میں معین الدین چشتیؒ اجمیر میں اور قطب الدین بختیار کاکیؒ سے لے کر نظام الدین اولیاء تک یہ بڑے بڑے صوفی جن علاقوں میں مقیم رہے ان میں کبھی بھی مسلمانوں کی آبادی اکثریت میں نہیں رہی، ورنہ اس مفروضے کے تحت تو یہ سارے علاقے مسلمان ہونے چاہیے تھے اس قسم کی کوئی مصدقہ تاریخی معلومات بھی نہیں ہے کہ انہوں نے ہندوؤں کو مسلمان بنانے کے لیے تبلیغ کی ہو مثلاً نظام الدین اولیاء کے سلسلے میں یہ تاریخی حقیقت ہے کہ ان کے ہاتھوں صرف ایک شخص مسلمان ہوا۔(289)

صوفیاء نے ہمیشہ حکمران طبقوں سے مفاہمت کی اور کبھی حکومت کی مخالفت نہیں کی اور نہ ہی انہوں نے سیاسی نظام اور حکومتی اداروں میں کسی تبدیلی کے لیے کوئی تحریک چلائی بلکہ ہر سیاسی تبدیلی کو انہوں نے خاموشی سے تسلیم کر لیا اور ہر امیدوار کو جس نے تخت وتاج پر قبضہ کر لیا اسے جائز حکمران تسلیم کر لیا نظام الدین اولیاءؒ جنہوں نے کئی حکمران خاندانوں کی تبدیلی کو دیکھا، کبھی خود کو سیاست میں ملوث نہیں کیا اور علاؤالدین خلجی اور خسرو خان دونوں کو بادشاہ تسلیم کر لیا چونکہ صوفیاء نے اس حقیقت کا ادراک کر لیا تھا کہ وہ اپنے سلسلہ اور خانقاہ کو اسی وقت محفوظ رکھ سکتے ہیں جب کہ وہ موجودہ برقرار سیاسی نظام کو تسلیم کر لیں اور اس میں کسی تبدیلی کے خواہش مند نہ ہوں۔اس لحاظ سے صوفیاء نے اپنی تعلیمات کے ذریعہ سیاسی نظام اور حکمران طبقوں کو فائدہ پہنچایا۔ کیونکہ ان کے پاس نچلے طبقوں کے محروم لوگ خواہشات وتمناؤں کے ساتھ آتے تھے اور اپنی معاشی وسماجی ناآسودگی کا حل چاہتے تھے اور وہ اس کا علاج ترک دنیا، توکل، قناعت، صبر، عبادت، چلہ کشی مراقبہ اور ذکر میں بتاتے تھے۔اس میں ایک طرف مرید کے دل میں دنیا سے نفرت پیدا کرتے تھے اور اس کے روحانی درجہ کو بلند کرنے میں اسے مصروف رکھتے تھے۔ تو دوسری طرف معاشرہ میں ہونے والی ناانصافیوں، ظلم وستم اور اذیتوں کو برداشت کرنے کا حوصلہ دیتے تھے۔اور اس میں ظلم کے خلاف مزاحمت کے جو بھی جذبات ہوتے تھے انہیں اس ذریعہ سے دبادیا جاتا تھا۔(290)

نہ ہی یہ صوفیاء اپنی تعلیمات سے معاشرہ کے سماجی حالات کو بدل سکے اور نہ ہی معاشرہ میں ذات پات اور اشراف واجلاف کا جو فرق تھا وہ اسے مٹا سکے اور معاشرہ میں سماجی اونچ، برتری وکمتری اسی طرح سے قائم رہی۔اسی وجہ سے ان کے ماننے والوں نے حالات کو جیسے کہ وہ تھے اسی طرح تسلیم کر لیا اور ان میں کسی قسم کی ردوبدل اور تبدیلی کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ محرومیوں کی آگ میں جلنے والوں کو روحانیت کا ایسا ٹھنڈا اسکوں ملا کہ انہوں نے بغاوت، مزاحمت، جدوجہد اور مقابلہ کے تمام خیالات کو دل سے نکال دیا اور حالات پر راضی بہ رضا اور تقدیر کے ہاتھوں خوشی سے گرفتار ہوگئے۔اس لیے صوفیاء ان کی تعلیمات اور خانقاہیں حکومت کے لیے اور حکمران طبقوں کے لیے زبردست سہارا بن گئیں اسی لیے انہوں نے ان کی سرپرستی کی اور ان کو مالی امداد دی جس کی مدد سے یہ لنگر چلاتے تھے اور

---

288۔ مبارک علی،ڈاکٹر، برصغیر میں مسلمان معاشرہ کا المیہ، 83

289۔ محمد اکرام، شیخ،آب کوثر،لاہور،ادارہ ثقافت اسلامیہ، 2005، ص246

290۔ مبارک علی،ڈاکٹر، برصغیر میں مسلمان معاشرہ کا المیہ، 86



toobaafoundation.com

لوگوں میں خیرات و صدقات دیتے تھے اس سے شیخ اور ان کے مریدوں کی ضروریات پوری ہوتی تھیں۔ صوفیاء نے اور ان کی خانقاہوں نے ہندوستان میں مسلمان معاشرہ کے جمود کو اور بڑھایا اور تبدیلی کے تمام جذبات کو سرد و ٹھنڈا کر دیا۔ (291)

## خانقاہی نظام کے دینی فکر پر اثرات

خانقاہی دور میں خانقاہیں اور جاگیریں ذاتی وراثت بن گئیں۔ حکمرانوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے تاویلیں کی جانے لگی اور اجتہاد کی جگہ تقلید نے لے لی۔ تصوف جو کبھی حال تھا، قال بن کر رہ گیا۔ سماع مزامیر (آلات موسیقی) کے ساتھ گانے بجانے اور رقص کا مجموعہ بن گیا۔ مرشد کی اندھی تقلید ہونے لگی۔ قبریں عبرت کی بجائے پوجا اور التجاؤں کے مقامات بن گئیں، مساجد غیر آباد اور درگاہیں آباد ہو گئیں۔ تعویز گنڈے کا کاروبار عام ہو گیا۔ الغرض دینی فکر کی جگہ رسوم و رواج اور خلاف شرع اعمال نے لے لی۔ صوفیاء کے اندر غیر مسنون اذکار اور عبادات بکثرت سرایت کر گئیں حتیٰ کہ ان میں غیر مسنون اذکار اور عبادات کی کثرت سے دماغ ماؤف ہونے لگے تو سکر کی اصطلاح وجود میں آ گئی اور ایسے لوگ مجذوب کہلانے لگے۔ اس دور انحطاط و زوال میں جہاں تک تصوف میں اصلاح اور دینی فکر کو موثر بنانے کا تعلق ہے تو اس میں شیخ احمد سرہندی کا کردار سب سے نمایاں ہے۔ انہوں نے وحدت الوجود کی جگہ وحدت الشہود کا نظریہ پیش کیا۔ بعد میں شاہ ولی اللہ نے وحدت الوجود اور وحدت الشہود دونوں نظریات کو ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی انگریز سامراج نے صوفیاء کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ چنانچہ تصوف ایک سوچی سمجھی ساز کے تحت تصوف کو دنیا بیزاری کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کی گئی۔ خانقاہوں کی افادیت کو ختم کر کے عوام کے ذہنوں اور دلوں میں ایک مخصوص دنیا بزیار فکر کو پروان چڑھایا گیا۔ ان حالات میں مولانا اشرف علی تھانوی (1863ء۔ 1943ء) نے تصوف کی اصلاح اور دینی فکر کو اجاگر کرنے کے حوالے سے بہت کوشش کی۔ تاہم اس سے انکار ممکن نہیں کہ تصوف اور اہل تصوف کی فکر پر بہر حال غیر اسلامی نظریات و رسوم کا غلبہ رہا اور ہے بھی (292) مولانا اشرف علی تھانوی جیسے عالم دین ابن عربی (1165ء - 1240ء) کے نظریات بالخصوص عقیدہ وحدت الوجود کا دفاع کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اقبال (1877ء۔ 1938ء) ابتدائی زندگی میں اسی نظریے کے قائل دکھائی دیتے ہیں اور رومی کے عقیدہ وحدت الوجود پر مشتمل اشعار کو بڑا پسند کرتے ہیں۔ مشائخ چشت کی روحانی فکر کی اساس بھی نظریہ وحدت الوجود ہی تھا اس دور کے تاریخی پس منظر کے حوالے سے اہم رجال تصوف، جن میں زیادہ تر کا تعلق برصغیر سے ہے، ان کے نام یہ ہیں: حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (1899۔ 1817)، سید میاں محمد دیوبندی (1975-1903) نور جھنجھانوی (1843ء۔ 1786ء)، احمد رضا خان بریلوی (1921ء۔ 1856ء)، رشید احمد گنگوہی (1905ء۔ 1826ء)، شاہ عبد الرحیم رائے پوری (1919ء۔ 1853ء)، شاہ عبد العزیز رائے پوری، شاہ عبد القادر رائے پوری (1962ء۔ 1878ء)، مولانا اشرف علی تھانوی (1943ء۔ 1863ء)، پیر مہر علی شاہ (1937ء۔ 1859ء) اور دیگر شامل ہیں۔ تصوف و دینی فکر کی اصلاح کے حوالے سے جتنی بھی کوششیں ہوئیں بہت کم موثر ہوئیں۔ جس کی وجہ سے تصوف کے تصور دین کا عمومی ڈھانچہ زیادہ موثر نہیں ہو سکا۔ ہندو مذہب، بدھ مت، مانوی عقائد، دیگر مذاہب اور مسلمانوں کے تصوف کے باہمی اختلافات پر خواہ کتنا ہی زور کیوں نہ دیں۔ لیکن بحیثیت مجموعی ان سب میں بعض عقائد و اعمال مشترک پائے جاتے ہیں۔ سب تزکیہ نفس اور نفس کشی کے ذریعے سے کسی ایسی منزل تک پہنچنا چاہتے ہیں جہاں خواہشات اور

---

291۔ مبارک علی، ڈاکٹر، برصغیر میں مسلمان معاشرہ کا المیہ، ص 86-87

292۔ بھٹی، امان اللہ، ڈاکٹر، اسلام اور خانقاہی نظام، کراچی، دار السلام، 2008، ص 43



toobaafoundation.com

احساسات مطیع ہو جائیں اور عارف اس مقام تک پہنچ جائے جہاں اسے ذات، ذات مطلق سے الگ معلوم نہ ہو۔ سب اس کے قائل ہیں کہ علم سے زیادہ وجدان اور منطق سے زیادہ کشف و تجربہ سے معرفت حاصل ہوتی ہے ان متصوفانہ نظریات وافعال نے ایک باقاعدہ نظام کی صورت اختیار کر لی جیسے خانقاہی نظام سے موسوم کیا جاتا ہے۔(293)

ہندوستان میں غوریوں کے بعد خانقاہی کو عروج ملا اور وسیع پیمانے پر خانقاہی سلسلوں کا آغاز ہوا۔ دو نئے روحانی سلسلوں چشتیہ اور سہروردیہ کی بنیاد وسطی ایشیاء سے آنے والے بزرگوں نے رکھی۔ جس سے جلد ہی خانقاہوں کا ایک وسیع سلسلہ قائم ہو گیا۔(294)

خانقاہوں کی تعمیر سے مسلمانوں میں مساجد کے ساتھ ایک اور عبادت گاہ کا تاثر ابھرا جس وجہ سے مساجد کی اہمیت کم ہوتی چلی گئی۔ علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ (1945ء۔1987ء) خانقاہوں کو مساجد کی اہمیت میں کمی کا سبب سمجھتے ہیں اس حوالے سے فرماتے ہیں کہ:

"واما بنا الا مكنة الخاصة للتعبد والذكر والا وراد فليس الا تقليلا لشان المساجد و صرف الناس عنها واعطاء التكايا والزوايا والربط مكانتها و شانها "

"اور جہاں تک عبادت، ذکر اور ورد کے لیے مخصوص جگہیں بنانے کا تعلق ہے تو وہ صرف مسجدوں کی اہمیت کم کرنے اور لوگوں کو ان سے پھیرنے اور ان خانقاہوں اور تکیوں کو ان (مساجد) کا مقام و مرتبہ دینے کا مترادف ہے"(295)

نیز فرمایا: مسلمانوں کا یہ عمل عیسائی رہبانیت سے ماخوذ ہے جنہوں نے گرجوں کو ترک دنیا کا سبب بنایا تھا اور مسلمانوں نے خانقاہوں اور تکیوں کو یہ حیثیت دی۔(296)

ابن جوزیؒ کے خیال میں اگر خانقاہیں بنانے والے صوفیاء کا ارادہ صحیح بھی ہو تب بھی وہ چھ وجوہات کی بنا پر خطا پر ہیں۔

1۔ یوں انہوں نے ایک بدعت کی بنیاد رکھی ہے جبکہ اسلام کی بنیاد فقط مسجدیں ہیں۔

2۔ انہوں نے مسجد کی ایک نظیر بنا کر مسجدوں کی رونق کم کرنی چاہی ہے۔

3۔ انہوں نے مسجدوں کی طرف قدم اٹھانے کی فضیلت سے اپنے آپ کو محروم رکھا۔

4۔ انہوں نے نصاریٰ سے مشابہت کی کہ وہ بھی ڈیروں میں تنہا رہتے ہیں۔

5۔ باوجود جوان ہونے کے بعض غیر شادی شدہ رہے حالانکہ ان میں سے اکثر کو نکاح کی حاجت ہوتی ہے۔

6۔ انہوں نے اپنے لیے مشہور نام مقرر کیا ہے کہ لوگ زاہد کہہ کر یاد کریں جس سے لوگ ان کی زیارت کو آتے ہیں اور انہیں بابرکت سمجھتے ہیں۔(297)

برصغیر کے مسلمانوں پر خانقاہی نظام کا یہ اثر ہوا کہ مساجد کی بجائے مزارات اور آستانے زیارت گاہ بن گئے۔ قرون اولیٰ میں مساجد آباد ہوتی تھیں لیکن اب برصغیر میں ہر جگہ مساجد غیر آباد اور درگاہیں پر رونق ملیں گی۔ عوام کا ایک خاص طبقہ ان قبروں کو حاجت روائی کا مرکز اور مکینوں کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنے لگا۔ وہاں کی حاضری عبادت سے زیادہ اہم قرار پائی۔ لوگ فرض عبادت کی پابندی اتنی

---

293۔ بھٹی، امان اللہ، ڈاکٹر، اسلام اور خانقاہی نظام، کراچی، دار السلام، 2008، ص 43-44

294۔ Encyclopedia of Religion, Thomson Gale, USA, 2005, 4/1026

295۔ ظہیر، احسان الٰہی، علامہ، التصوف المنشاء والمصادر، مکتبہ امام بدیع الدین سندھی، 2014، ص 87

296۔ ایضاً، ص 85

297۔ جوزی، علامہ ابن تلبیس ابلیس، القاہر، دار الحدیث، 2002، ص 217



toobaafoundation.com

ضروری نہیں سمجھتے جتنی ان خانقاہوں اور درگاہوں کی حاضری۔ رزق میں اضافے، نوکری کے حصول، اولاد کی طلب، الغرض تمام دنیاوی مرادوں کی برآوری کے لیے قبروں کی زیارت، نذرونیاز اور وہاں سر جھکانے کی وباعام ہوگئی ہے۔(298)

اہل خانقاہ نے اگرچہ علمی وادبی میدان میں نہایت کم خدمات سرانجام دی ہیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے اس میدان میں ایسے منفی و غلط رجحانات کی ترویج کی جن کے اثرات کو زائل کرنا ناممکن نظر آتا ہے۔ علم کی مذمت میں صوفیاء کے اقوال، علم ظاہری، باطنی تقسیم، آیات قرآنی سے غلط استدلال اور احادیث کی تفہیم میں غلط روش سے دین اسلام کو بہت نقصان پہنچا۔ برصغیر میں فوائد الفواد، سیر الاولیاء خیر المجالس، فوائد السالکین، شاہ ولی اللہ (1703ء۔1962ء) کی کتب اور مولانا اشرف علی تھانوی کی کتابوں میں بھی بعض موضوع روایات ملتی ہیں حتیٰ کہ صوفیاء نے تابعین، حکماء اور دیگر لوگوں کے اقوال کو بھی احادیث کی صف میں شامل کر دیا ہے۔ صوفیاء کی لکھی ہوئی کتابیں جن میں شطحیات، سکر و وجد، فنا و بقا، جمع و تفرقہ، مسامرہ و محادثہ، شریعت اور طریقت، حقیقت و معرفت اور حقیقت روح جیسے کئی ایسے موضوعات ہیں کہ جن کی بنیاد قرآن و سنت میں نہیں ملی"۔(299)

خانقاہی سلسلوں کا جو رنگ ڈھنگ جاری ہے وہ مسلمانوں کے ذہنی انحطاط کی پیداوار ہے۔ ہندوستان میں مسلم سلطنت کے زوال کے بعد مشائخ و علماء کی ایک مخصوص جمعیت نے انگریزوں کی کاسہ لیسی کی۔ جہاد کو منسوخ ٹھہرایا۔ پہلی جنگ عظیم میں ترکوں کو مجرم قرار دیا اور کہا کہ وہ فساد فی الارض کے خطاوار ہیں۔ ان لوگوں نے علمائے حق کی تکفیر اور ارباب عزیمت کی مخبری کی۔ ایسے ہی لوگوں کی حمایت کی وجہ سے انگریزوں نے ارباب صدق وصفا کو تختہ دار پر لٹکایا۔ کسی کو کالے پانی بھیج دیا۔ عزیمت کے چراغ گل کر دیئے اور استقامت و قربانی کے پرچم پھاڑ ڈالے۔ راہ حق پر گامزن چند محترم نفوس کو چھوڑ کر اکثر مشائخ کی یہی تاریخ ہے۔(300)

جب کسی قوم میں زمانے اور زندگی کی آزمائشوں سے مقابلے کی اہلیت یا ہمت نہیں رہتی تو وہ اپنی بے بسی پر قانع ہو کر اسی کو حاصل زندگی سمجھنے لگتی ہے۔ نہایت افسوس سے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وقت کے الٹ پھیر اور دیگر بہت سے اسباب کی یکجائی سے یہ نامسعود حالت مسلمانوں پر بھی طاری ہوئی۔ ان کی روح جہاد معدوم ہوگئی اور وہ دشمنان دین پر جھپٹنا اور جھپٹ کر پلٹنا بھول گئے جس کے نتیجے میں خانقاہیں مذہبی اپاہجوں سے آباد ہوتی چلی گئیں۔(301)

## پاکستان میں اہم خانقاہی مراکز اور ان کے فکری اثرات

برصغیر میں اسلام مسلم فاتحین، تاجروں اور صوفیاء کے ذریعے پہنچا۔ ابتدائی دور میں صوفیاء مختلف راستوں سے برصغیر میں داخل ہوئے شیخ صفی الدینؒ (1007ھ۔398ھ) پہلے صوفی تھے جو دسویں صدی عیسویں میں پنجاب میں داخل ہوئے۔(302)

بعض سکالرز کے خیال میں شیخ اسماعیل پہلے صوفی تھے جو پنجاب میں وارد ہوئے ابوالحسن علی ہجویری 1039ء کو شیخ کی تعلیم پر لاہور تشریف لائے اور راوی کے کنارے خانقاہ قائم کی۔

---

298۔ بھٹی، امان اللہ، ڈاکٹر، اسلام اور خانقاہی نظام، ص 53

299۔ ایضاً، ص 202-203

300۔ ایضاً، ص 17

301۔ ایضاً، ص 18

302۔ قدوسی، اعجاز الحق، تذکرہ صوفیائے پنجاب، کراچی، مسلمان اکیڈمی، 1996، ص 38



toobaafoundation.com

زید العابدین (م۔1470ء) بھی ملتان کے اولین صوفیاء میں شمار ہوتے ہیں جو سخی سرور کے والد تھے وہ بغداد سے تشریف لائے تھے۔ ([303])

بہاؤالدین زکریا ملتانی (1170ء۔1262ء) جو کہ سلسلہ سہروردیہ کے پنجاب میں بانی ہیں۔ ملتان میں پیدا ہوئے۔ ان کے آباء و اجداد مکہ سے خوارزم اور بعد میں ملتان سکونت پذیر ہوئے۔

معین الدین چشتی اجمیری (1141ء۔1236ء) سجستان میں پیدا ہوئے، پھر وہ بخارا قرآن کی تعلیم کے لیے گئے۔ وہ شیخ عثمان ہارونی کے پاس اڑھائی سال روحانی تعلیم پاتے رہے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ چلے گئے جہاں انہوں نے خواب میں ہندوستان دیکھا۔ شیخ کے حکم سے چشتی سلسلے کو ہندوستان میں پھیلانے کے لیے یہاں تشریف لائے۔ 1193ء کو وہ دہلی پہنچے، پھر اجمیر سکونت پذیر ہوئے۔ ان کے اس سلسلے کو پنجاب میں فریدالدین مسعود گنج شکر نے تقویت پہنچائی۔

حضرت خواجہ باقی باللہ (1563ء۔1603ء)، جو کہ نقشبندیہ سلسلہ کے برصغیر میں بانی سمجھے جاتے ہیں سمرقند کے نواح سے اپنے شیخ کی ہدایت پر یہاں تشریف لائے اور ایک سال لاہور میں رہے پھر دہلی میں سکونت پذیر ہوئے۔ ([304])

مذکور معلومات سے یہ واضح ہوتا ہے تقریباً اولین ادوار کے پنجاب اور برصغیر کے تمام صوفیاء بیرون ممالک سے تشریف لائے اور انہوں نے یہاں خانقاہی نظام قائم کیا۔ ان میں سے اکثر و بیشتر نے خیبر کا راستہ استعمال کیا جن صوفیاء نے اس خانقاہی نظام کو برصغیر میں متعارف کروایا اور اسے وسعت دینے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ وہ بغداد، شام اور بخارا سے تشریف لائے جو صوفی ازم کے مراکز تھے۔ یہاں ہجرت کے بعد صوفیاء نے اپنے اثرات کو پھیلانے کے لیے خانقاہوں کے سلسلے کو وسیع کرنے پر توجہ دی یہ سلسلہ وقت کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا چلا گیا۔ ([305]) عالم اسلام یا برصغیر کے تمام خانقاہی نظام کے اہم مراکز کا ذکر طوالت کے پیش نظر ممکن نہیں صرف پنجاب میں قائم کردہ اہم خانقاہوں اور مزارات کی تفصیل درج ہے۔

شمال مشرقی اور وسطی پنجاب میں گیارھویں، بارھویں صدی عیسوی کی خانقاہیں اور مزارات:

- حضرت صفی الدین (م1007ء) اُچ ([306])
- حضرت علی بن عثمان ہجویری (م1073ء) لاہور
- حضرت زین العابدین (م1126ء) ملتان ([307])
- حضرت سید یعقوب زنجانی (م1141) لاہور ([308])
- حضرت سخی سرور (م1181ء) ڈیرہ غازی خان

شمالی مشرقی اور جنوبی پنجاب میں تیرھویں، چودھویں صدی عیسوی کی خانقائیں اور مزارات

---

303۔ شاہ، امتیاز حسین، تذکرہ اولیائے ملتان، ملتان، کتب خانہ حاجی نیاز احمد بوہڑ گیٹ، 2012، ص66

304۔ محمد زبیر، ابوالخیر، ڈاکٹر صوفیائے نقشبندیہ، کراچی، ضیاءالقرآن پبلی کیشنز، 2007، ص192

305۔ بھٹی، امان اللہ، ڈاکٹر، اسلام اور خانقاہی نظام، ص68-69

306۔ اعجاز الحق قدوسی، تذکرہ صوفیائے پنجاب، ص39

307۔ شاہ، امتیاز حسین، تذکرہ اولیائے ملتان، ص66

308۔ قادری، محمد دین، کلیم، مدینۃ الاولیاء، لاہور، اسلامک بک فاؤنڈیشن، س۔ن، ص276



toobaafoundation.com

- بہاؤالدین زکریا(م1261ء)ملتان
- فریدالدین مسعودالمعروف گنج شکر،اجودھن(موجودہ پاکپتن)
- شمس تبریز(1276ء)وسطی پنجاب
- شاہ رکن الدین(م1334ء)
- سید جلال الدین(م1382ء)اُچ

الغرض چودھویں صدی کے اختتام تک جنوبی پنجاب کے سوا پورے پنجاب میں خانقاہوں نے ایک حیثیت حاصل کرلی تھی۔تاہم ان کا دائرہ اتنا وسیع نہیں تھا۔

شمال مشرقی پنجاب میں پندرھویں،سولھویں صدی عیسوی کی خانقاہیں اور مزارات:

اس دوران لاہور،ملتان اور اُچ کے درمیان بہت سی خانقاہیں قائم ہوئیں۔ملتان اور اس کے ارد گرد مندرجہ ذیل خانقاہیں وجود میں آئیں۔

- شیر شاہ(م1499ء)ملتان
- سید موسیٰ(م1592ء)ملتان شہر

اُچ اور اس کے گردونواح کی خانقاہیں

- سید صدرالدین(م1429ء)
- شاہ نصیرالدین(م1442)
- میراں شاہ مبارک(م1548ء)

لاہور اور اس کے گردونواح میں قائم ہونے والی خانقاہیں

- شیخ موسیٰ(م1498ء)
- شاہ عبدالجلیل(م1504ء)[309]
- شاہ محمد حضوری(م1535ء)
- شاہ ابواسحاق(م1577ء)
- سید جولان شاہ(م1594ء)
- شاہ حسین(م1598ء)
- غوث بالا پیر(م1551ء) سنگھرہ[310]
- شاہ بہاؤالدین(م1565) حجرہ شاہ مقیم
- شاہ لطیف باری(م1543ء)نور پور[311]

---

309۔ لاہوری،غلام سرور،مفتی،حدیقۃ الاولیاء،لاہور تصوف فاؤنڈیشن،2000ء،ص122

310۔ قادری،محمد دین،کلیم،تذکرہ مشائخ قادریہ،لاہور،مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ،1975ء،ص129

311۔ ایضاًبالا



toobaafoundation.com

شمالی مشرقی، جنوب مشرقی اور وسطی پنجاب میں سترھویں، اٹھارھویں صدی کی خانقاہیں اور مزارات:

اس دور میں چشتیاں، بہاول پور، لاہور، ملتان، اچ اور دیگر علاقوں میں بہت سی خانقاہیں قائم ہوئیں جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

- بابا بلھے شاہ (1757ء) قصور
- پیر سلطان احمد کھٹل (م 1631ء) جلال پور پیروالا
- مخدوم شہاب العصر (م 1782ء) بہاولپور
- نور محمد (م 1790ء) چشتیاں [312]
- نور محمد (م 1789ء) حاجی پور

پاکستان میں اہم خانقاہی مراکز:

- سلطان باہو (م 1691ء) گڑھ مہاراجہ [313]
- عبدالقادر (م 1776ء) پیر کوٹ [314]
- وارث شاہ (م 1741ء) جنڈیالہ شیر خان
- شاہ عبدالرحمن (م 1740ء) بھڑی
- شاہ سلیمان (م 1654ء) بھلوال [315]
- شاہ دولہ دریائی (م 1664ء) گجرات
- سید احمد (م 1725ء) کوٹلہ [316]
- میراں محمد (م 1605ء) لاہور

شاہ شمس الدین (م 1612ء) شاہ کبیر الدین (م 1615ء) شاہ محمد طاہر (م 1630ء) شاہ محمد میر (1635ء) شیخ محمد طاہر (1624ء) اور شاہ مدھوری (م 1646ء) لاہور [317] شاہ ابوالخیر (م 1719ء) شاہ کوٹ

جنوبی، مغربی اور شمالی پنجاب میں انیسویں، بیسویں صدی کی خانقاہیں اور مزارات

- سید صدرالدین (م 1825ء) جہانیاں۔ [318]
- سلطان محمود (م 1823ء) بیلہ (رحیم یار خان)
- میاں خدابخش (م 1852ء) چاچڑاں

---

312۔ لاہوری، غلام سرور، مفتی، حدیقۃ الاولیاء، ص 209

313۔ شارب، ظہور الحسن، ڈاکٹر، تذکرہ اولیائے پاک وہند، لاہور اسلام بک ڈپو، 1999، ص 328

314۔ قادری، محمد دین، کلیم، تذکرہ مشائخ قادریہ، ص 199

315۔ ایضاً، ص 43

316۔ لاہور، غلام سرور، مفتی، حدیقۃ الاولیاء، ص 163

317۔ ایضاً، ص 173

318۔ قادری، محمد دین، کلیم، تذکرہ مشائخ قادریہ، ص 129



toobaafoundation.com

- خواجہ محمد عقیل (م1814ء) مٹھن کوٹ
- اللہ بخش (م1901ء) تونسہ
- نور محمد (م1967ء) چورہ
- مہر علی شاہ (م1937ء) گولڑہ
- ثناءاللہ (م1880ء) جلال پور جٹاں
- شاہ شمس الدین (م1882ء) سیال
- جمال علی (م1951ء) علی پور
- محمد اشرف (م1951ء) کوٹلی لوہاراں (319)
- شیر محمد (م1937ء) شرقپور
- خدا بخش (1950ء) ساہیوال
- رحمت علی (م1970ء) گھنگ ضلع لاہور (320)

پنجاب میں خانقاہی نظام کے وسیع پیمانے پر پھیلنے کی ایک وجہ وہاں کا ماحول تھا خانقاہی سلسلے زیادہ تر دریاؤں کے آس پاس قائم ہوئے۔ لاہور اور ملتان بالخصوص خانقاہی سرگرمیوں کا مرکز رہے۔ صوفیاء خانقاہی نظام کی وسعت کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے۔ وہ اس کے لیے اپنے خلفاء کو مختلف علاقوں میں ذمہ داریاں نبھانے کے تعینات کرتے رہتے تھے۔ (321)

## پاکستانی سیاست اور خانقاہی نظام

برصغیر کی سیاست کے خدوخال اس قدر گنجلک اور پیچیدہ ہیں کہ ان کا صحیح ادراک کرنا بلاشبہ جوئے شیر نکالنے کے مترادف ہے۔ کم و بیش ایک ہزار سال تک پھیلا ہوا مسلم اقتدار مختلف قسم کے سیاسی اتار چڑھاؤ سے بھرپور تھا کہیں جاگیرداری و برادری، کہیں نسل و فرقہ، کہیں زبان و مسلک، کہیں کاروبار و تعلقات، کہیں دوستی و دشمنی کے ایسے جذبات ہیں کہ جن کی بنیاد پر عوام الناس کی ایک کثیر یا قلیل تعداد کو ہمنوا بنایا جا سکتا تھا۔ لہٰذا ہر دور میں عوام الناس کو سیاسی دکان داری چمکانے کے لیے استعمال کیا جاتا رہا۔ اس ضمن میں سیاست دانوں نے بالعموم اور حکمرانوں نے بالخصوص عوام الناس میں پذیرائی حاصل کرنے کی غرض سے خانقاہی نظام کو تمام عناصر سے بڑھ کر بطور ہتھیار استعمال کیا۔ اتنے طویل مسلم دور حکومت سے لے کر آج تک کے ان مذہبی خانوادوں کے سیاست میں کردار کو طوالت کے خدشے کی بنا پر بیان کرنا ممکن نہیں اس لیے صرف پاکستانی سیاست میں ان کے عمل دخل کو زیر بحث لانے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ پاکستانی سیاست اس قسم کی ہزارہا شہادتوں سے بھری پڑی ہے کہ کس طرح مختلف ادوار میں حکمرانوں نے مختلف خانقاہی خانوادے کے ساتھ خصوصی روابط قائم کیے اور ان کے ذریعے سے اپنے اقتدار کو تادیر قائم رکھنے کی کوششیں کیں۔ (322)

---

319۔ قادری، محمد دین، کلیم، تذکرہ مشائخ قادریہ، ص263

320۔ ایضاً

321۔ بھٹی، امان اللہ، ڈاکٹر، اسلام اور خانقاہی نظام، ص73

322۔ ایضاً، ص303



toobaafoundation.com

فیلڈ مارشل ایوب خان(1907ء۔1974ء) سے لے کر نواز شریف(1949ءپیدائش)اور عمران خان(1952۔پیدائش)تک تمام حکمران کسی نہ کسی حوالے سے ان گدی نشینوں سے مشاورت اور عوامی سطح پر حمایت حاصل کرنے کی غرض سے مختلف اوقات میں مختلف آستانوں پر حاضری دیتے نظر آتے ہیں۔ فیلڈ مارشل ایوب خان کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ اکثر اوقات مشاورت کی غرض سے پیر آف دیول شریف کے پاس جاتے تھے۔ بعض ذرائع کے مطابق پیر آف دیول شریف ایوب خان کے روحانی پیشوا بھی تھے۔ صدر ایوب کے اقتدار کے خاتمے کے بعد صدر یحییٰ خان(1917ء۔1980ء) نے بھی پیر آف دیول شریف سے قریبی مراسم رکھے اور مختلف اوقات میں ان سے مشاورت کی۔ جب ذوالفقار علی بھٹو(1928ء۔1979ء) برسراقتدار آئے تو جہاں انہوں نے عوامی سطح پر بے پناہ مقبولیت حاصل کی وہیں بڑے بڑے خانقاہی خانوادوں اور اہل دربار سے رابطے کیے اور انہیں اپنے ساتھ ملا کر رکھا۔ ذوالفقار علی بھٹو نے بطور خاص پیر طالب المولیٰ اور پیر آف رانی پور کو اپنے ساتھ رکھا اور یوں نہ صرف اندرون سندھ اپنا قد کاٹھ بڑھایا بلکہ خود خانقاہی نظام سے منسلک دیگر گدی نشینوں سے بھی روابط کے لیے پیر طالب المولیٰ اور پیر آف رانی پور کی خدمات حاصل کی۔ بعد ازاں طالب المولیٰ (1919ء۔ 1993ء) کو پیپلز پارٹی کا سینئر وائس چیئرمین بھی بنایا۔ بعد میں ان کے بیٹے مخدوم امین فہیم (1939ء۔2015ء)مذکورہ پارٹی کی پارلیمانی پارٹی کے صدر بھی رہے۔ (323)

ذوالفقار علی بھٹو کے اقتدار کے خاتمے کے بعد جب جنرل ضیاء الحق(1924ء۔1988ء) نے عنان اقتدار سنبھالی تو انہوں نے جہاں ملک کی سیاسی و مذہبی جماعتوں سے بطور خاص روابط کیے وہاں انہوں نے ملک بھر کے تمام تر خانقاہی خانوادوں سے بالعموم اور ملتان کے خانقاہی خانوادوں گیلانی، قریشی اور گردیزی خاندانوں سے بالخصوص روابط قائم کیے تاکہ عوام الناس میں اپنے اثر و رسوخ کو بڑھایا جائے۔ صدر ضیاء الحق کے دور میں پیر آف گولڑہ شریف کو خاص طور پر زیادہ مقبولیت ہوئی اور صدر ضیاء الحق نے بعض مواقع پر ان سے مشاورت بھی کی۔ صدر غلام اسحاق خان (1915ء۔2006ء) نے بطور صدر سید طاہر علاؤ الدین (1932ء۔1991ء) کے عرس پر بطور خاص شرکت کی۔ نواز شریف نے اسی سلسلے سے منسلک طاہر القادری کے ساتھ خصوصی تعلقات استوار کیے۔ نواز شریف نے اپنے پہلے دور حکومت میں صوفی برکت علی آف دالووال (1911ء۔1997ء) سے بھی بطور خاص ملاقاتیں کیں اور وزیر اعظم بننے سے پہلے اور بننے کے بعد بھی ان کی خدمت میں حاضری دیتے رہے۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اقتدار اور دولت کا سبب درباروں پر حاضری کی وجہ سے ہے۔ اس لیے شاید ہی کوئی ایسا دربار یا گدی ہو گی جس پر انہوں نے اپنی جبینِ نیاز نہ جھکائی ہو۔ انہوں نے ان درباروں اور گدی نشینوں کی خاندانی طور پر (اپنے باپ اور بھائیوں سمیت) اور سرکاری سطح پر سرپرستی کرتے ہوئے حکومتی خزانے سے خطیر رقوم خرچ کیں۔ (324)

بے نظیر بھٹو(1953ء2007ء) اپنے دور حکومت میں بطور خاص ملک بھر کے خانقاہی خانوادوں سے ملاقاتیں کیں۔ مخدوم طالب المولیٰ کے فرزند مخدوم امین فہیم کو پیپلز پارٹی میں شمولیت کے لیے راضی کیا۔ ان کے علاوہ پیر آف دھنکہ شریف اور دیگر پیروں کے پاس مشاورت کے لیے جاتی رہیں۔ ماضی قریب کے یہ حکمران بیرون ملک بھی ایسے خانوادوں کی تلاش میں مارے مارے پھرتے رہے تاکہ کسی صورت اقتدار کا حصول اور اس میں طوالت کا کوئی سبب بن سکے۔ ان میں سے بعض حکمران اکثر ہمسایہ ملک بنگلہ دیش جاتے رہے۔

---

323۔ بھٹی، امان اللہ، ڈاکٹر، اسلام اور خانقاہی نظام، ص 305

324۔ ایضاً، ص 305



toobaafoundation.com

سابقہ ادوار میں حکومت کرنے والی بے نظیر نے اپنے خاوند کی رہائی کے لیے بطور خاص مجذوبوں کو بلایا۔ نواز شریف کے بعد جنرل پرویز مشرف(1943ء۔پیدائش) بھی اسی روش کو اپناتے ہوئے اپنی تقریروں میں مشائخ کا اکثر تذکرہ کرتے ہوئے سنائی دیتے ہیں اور خود بنفس نفیس بھی حاضری دینے میں سستی کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ مشرف دور میں "صوفی کونسل" کا قیام اس کی واضح مثال ہے۔(325)
اسی طرح موجودہ وزیر اعظم عمران خان بھی اقتدار میں آنے سے پہلے اور بعد میں بھی فرید الدین مسعود المعروف گنج شکر (1179ء۔1266ء) سے منسلک خانوادوں اور گدی نشینوں سے مسلسل رابطہ میں رہے اور حکومتی معاملات میں مشاورت کرتے رہے۔ پاکستان کے حاکموں کی جانب سے مختلف وقتوں میں روحانی پیشواؤں کی جانب سے میلان کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ ایسے روحانی پیشواؤں کو سرکاری حیثیت حاصل ہوگئی اور شاہ کے مصاحبوں (بیوروکریٹس) نے شاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے دھڑا دھڑ ان روحانی پیشواؤں کے درباروں پر حاضری دینی شروع کردی۔ جس سے لوگ کے رجحان میں بے پناہ اضافہ ہوتا چلا گیا۔ حکمرانوں کے ان درباروں پر جانے سے غلط عقائد کو تقویت ملی اور انہیں اپنی من مانیاں کرنے میں آسانی ہوگئی۔

325۔ بھٹی، امان اللہ، ڈاکٹر، اسلام اور خانقاہی نظام، ص305



toobaafoundation.com

# باب دوم:

## مولانا اشرف علی تھانوی کے صوفیانہ رجحانات کا جائزہ

فصل اول　　مولانا اشرف علی تھانویؒ کے حالات زندگی

فصل دوم　　مولانا اشرف علی تھانوی کی دینی فکر میں شریعت اور طریقت کا باہم تعلق

فصل سوم　　مولانا اشرف علی تھانویؒ کا منہج تصوف، اصطلاحات، اعمال واشغال اور خصائص

فصل چہارم　　مولانا اشرف علی تھانویؒ کی نظر میں صوفیانہ مغالطے



toobaafoundation.com

# باب دوم

## فصل اول:

## حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے حالات زندگی

ہندوستان اور پاکستان میں اگر دیکھا جائے تو صوبہ یوپی کو یہ فخر حاصل ہے کہ جس قدر علمائے دین اس خطہ میں پیدا ہوئے اور کسی صوبہ میں شاید ہی ہوئے ہوں گے اور پھر اس صوبہ میں سے کاندھلہ، دیوبند، سہارنپور اور خاص طور پر تھانہ بھون ایسے علاقے ہیں جن میں بڑی بڑی ذی علم و عرفان ہستیاں پیدا ہوئیں۔ تھانہ بھون جس کا پرانا نام تھانہ بھیم تھا اور جس کو "محمد پور" بھی کہتے تھے۔ اس میں تین بزرگ بہت مشہور ہوئے۔ جن میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ، حافظ ضامن صاحب شہیدؒ اور شیخ محمد صاحب محدث تھانویؒ۔ یہ حضرات موجودہ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ میں قیام پذیر تھے۔ جس کا نام اس وقت "دکان معرفت" زبان زد ہو گیا تھا۔

جنگ آزادی کے جہاد شامل میں حافظ ضامن تو شہید ہو گئے اور ناکامی کے بعد حضرت حاجی صاحب مکہ مکرمہ ہجرت فرما گئے اور شیخ محمد محدث تھانویؒ کا انتقال ہو گیا اور یہ "دکان معرفت" جو لوگوں کے لیے اصلاح باطن کا ذریعہ بنی ہوئی تھی اور مرجع خلائق تھی ویران ہو گئی۔[326]

پھر مشیت ایزدی سے اسی قصبہ تھانہ بھون میں 1280ھ میں ایک بچہ پیدا ہوا۔ جس نے اس دکان معرفت کو پھر سے آباد کیا۔ ملک کے گوشے گوشے سے علم و عرفان کے متلاشی پروانہ وار اس خانقاہ کی طرف امنڈے چلے آئے۔[327]

یہ مبارک ہستی حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تھی۔

### ولادت

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ بتاریخ 5 ربیع الثانی 1280ھ (بمطابق 19 ستمبر 1863ء) بروز چہار شنبہ (بدھ) بوقت صبح صادق اپنے ننھیالی مکان واقع محلہ خیل قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر یوپی (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔[328]

### نام و نسب

---

326۔ تھانوی، خلیل احمد، مولانا، الحسن (اشاعت خاص حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ) جلد اول، لاہور، جامعہ اشرفیہ، 1987ء، ص 19

327۔ ایضاً

328۔ سید، ابرار علی، ڈاکٹر، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا طریقہ اصلاح، لاہور، بیت العلوم، 2007ء، ص 57



toobaafoundation.com

افضل المجاذیب حافظ غلام مرتضیٰ پانی پتیؒ کی ہدایت کے مطابق نومولود کا نام "اشرف علی" تجویز کیا گیا "کرم عظیم "(329) سے تاریخ ولادت نکلتی ہے۔(330) حضرت تھانویؒ کے اول میں دو نام تھے۔ مذکورہ نام "اشرف علی" آپؒ کا ننھیالی نام تھا۔ کیونکہ آپؒ کے ننھیال کے مجذوب غلام مرتضیٰ پانی پتیؒ کے ساتھ خصوصی تعلقات تھے۔ لہٰذا ان کا تجویز کردہ نام خواص و عام کی زبان پر مشہور ہو گیا۔ حضرت تھانویؒ کے ددھیال والوں نے آپ کا نام "عبد الغنی" رکھا تھا۔ تاہم آپ کے ددھیالی نام کی تجویز بھی حکمت سے خالی نہ تھی۔ جس کا اندازہ اس وقت ہوا جب حضرت تھانویؒ نے ایک موقع پر اپنے رسالہ "الخطوب المذیبہ" میں کسی مصلحت کی خاطر اپنے عرفی نام کی بجائے اپنا دوسرا نام استعمال کیا۔(331)

آپؒ کا سلسلہ نسب ددھیال سے فاروق اعظمؓ اور ننھیال سے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے جاملتا ہے۔ مولانا کے جد امجد سلطان شہاب الدین علی فرخ شاہ کابل کے رہنے والے اور اپنے وقت کے مشہور مجاہد اور صوفی تھے چنانچہ ان کے نام پر کابل کے کوہستانی علاقے میں ایک گاؤں اب تک درہ فرخ شاہ کہلاتا ہے۔ والد مکرم کا اسم گرامی عبد الحق فاروقیؒ تھا اور ان کے تمام اسلاف علم و عمل کی نعمت سے بہریاب تھے۔(332)

حضرت تھانویؒ کے ددھیال فاروقی اور ننھیال علوی ہیں۔ اس کی زیادہ تحقیق "اشرف السوانح" کے باب وصایا میں موجود ہے حضرتؒ کا سلسلہ نسب آپؒ کے اپنے الفاظ میں یوں ہے:-

اشرف علی بن منشی عبد الحق بن حافظ فیض علی بن غلام فرید شہید بن محمد جلال بن رحمت اللہ بن امان اللہ بن عتیق اللہ خطیب بن حافظ حبیب اللہ بن شیخ آدم بن مولانا صدر جہاں جد اعلیٰ خلیفان موجود در 970ھ بعہد اکبر اول۔(333)

---

329۔ اسلاف سے یہ طریقہ چلا آ رہا ہے کہ بزرگوں کی تواریخ پیدائش اور تواریخ وفات خوبصورت اشعار اور جملوں کی صورت میں نکالتے چلے آئے ہیں۔ جہاں یہ ایک علمی مشغلہ ہے وہاں اس کے اور بھی بہت سے فوائد ہیں، اسی طریقہ پر بزرگوں کی پیدائش کے سن کو یاد رکھنے میں بھی سہولت رہتی ہے، چنانچہ کسی صاحب نے حضرت تھانویؒ کا سن پیدائش کرم عظیم نکالا ہے۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کا جب انتقال ہوا تو مومن خاں مومن جو شعراء کے استاد تھے۔ انہوں نے حضرت شاہ صاحب کی تواریخ وفات پر ایک بہت عمدہ قطعہ کہا۔ جب مومن خاں مومن کا انتقال ہوا تو کسی نے ان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ کہیے کیسی گذری تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میری اس لیے بخشش کر دی کہ میں نے حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کی تواریخ وفات نکالی تھیں۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے سانحہ ارتحال پر بھی حضرتؒ کے اکثر خدام جن میں بڑے بڑے اکابرین کے اسمائے گرامی ہیں۔ جیسے حضرت مفتی محمد حسنؒ، حضرت مفتی محمد شفیعؒ، حضرت مولانا ظفر احمدؒ، حضرت مولانا ادریسؒ اور حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی و دیگر اکابرین نے حضرت کی تواریخ وفات اردو، عربی، فارسی نظم و نثر میں مرتب فرمائیں۔ مولانا خلیل احمد تھانویؒ نے بھی ان حضرات کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضرت تھانویؒ کی زندگی کے اکثر واقعات کی تاریخیں قرآنی آیات میں لاحقے لگا کر نکالی ہیں۔ (تھانوی، خلیل احمد، مولانا، ماہنامہ الحسن، جلد اول، (اشاعت خاص مولانا اشرف علی تھانویؒ)، لاہور، جامعہ اشرفیہ، 1987ء، ص20)

330۔ سید، ابرار علی، ڈاکٹر، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا طریقہ اصلاح، ص57

331۔ خان، عبد الرحمن، منشی، سیرت اشرف، لاہور، رینا آرٹ پریس، 1977، جلد اول، ص54

332۔ سید، ابرار علی، ڈاکٹر، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا طریقہ اصلاح، ص57

333۔ خان، عبد الرحمان، منشی، سیرت اشرف، جلد اول، ص55



toobaafoundation.com

## لقب

سب سے پہلے مطبع محبوب المطابع دہلی کے مالک مولوی مرزا امجد بیگ نے آپ کے ایک ڈاک کے پتہ میں آپ کے نام کے ساتھ آپ کا لقب "حکیم الامت" تحریر فرمایا۔ چونکہ یہ ایک القائی لقب تھا اس لیے خود بخود زبانِ خلق پر جاری ہو گیا اور اکابر علماء بھی اس لقب کا خاص خیال فرماتے، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اگر کسی تحریر میں حضرت تھانویؒ کے نام کے ساتھ "حکیم الامت" کا لقب نہ پاتے تو ناراض ہوتے تھے اور اس کو سوء ادب پر محمول فرماتے۔(334)

## خاندان

تھانہ بھون میں فاروقیوں کے چار مشہور خاندان تھے، خطیب، قاضی، نائب اور محتسب، حضرت تھانویؒ کا تعلق خطیب خاندان سے تھا اور آپؒ کے جد اعلیٰ مولانا صدر جہاں کا شجرہ نسب سلطان شہاب الدینؒ سے ملتا ہے جو ولی کامل تھے فرخ شاہ ان کا لقب تھا۔ اور والی کابل رہ چکے تھے، حضرت شیخ مجدد الف ثانیؒ، حضرت شیخ جلال الدین نیسریؒ اور حضرت فرید الدین گنج شکرؒ بھی سلطان شہاب الدین فرخ شاہ کابلی کی اولاد میں سے تھے، غرض یہ کہ ولایت آپ کا خاندانی ورثہ تھی آگے چل کر آپؒ کا سلسلہ نسب حضرت فاروق اعظم سے جا ملتا ہے اسی طرح آپؒ کے نانا پیر جی نجابت علی بھی ایک بہت بڑے بزرگ تھے۔ باوجود اس کے کہ وہ ریاست کنجپورہ میں وکیل ریاست کی حیثیت سے ممتاز تھے اور آپ کے ننھیالی سلسلہ کے جد اعلیٰ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔(335)

آپؒ کا خاندان ظاہری دولت و وجاہت کے لحاظ سے بھی ایک مقام رکھتا ہے۔ جس نے آپؒ کی طبعیت میں اونچے درجے کا استغناء پیدا کر دیا تھا اور کوئی بڑے سے بڑا دنیادار بھی آپ پر اثر انداز نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ حضرت تھانویؒ خود فرمایا کرتے تھے:۔

بفضلہ تعالیٰ میرے اوپر کسی بڑے سے بڑے رئیس کا بھی محض اس کی ریاست اور وجاہت ظاہری کی بنا پر مطلق اثر نہیں ہوتا کیونکہ یہ خیال ہوتا ہے کہ یہی کیا رئیس ہیں؟ ہم بھی خدا کے فضل و کرم سے گھر کے کھاتے پیتے ہیں۔ ہم کوئی مفلس زادے نہیں الحمد اللہ میں نے ہمیشہ نہایت فراغت کے ساتھ زندگی بسر کی ہے۔۔۔ اس لیے اب کوئی حسرت متاع کے متعلق ایسی باقی نہیں رہی جس کی وجہ سے کسی مالدار کی طرف احتیاج ہو کیونکہ جب چیزوں سے جی بھر جاتا ہے تو اس کا طبعی خاصہ ہے کہ حرص و طمع باقی نہیں رہتی۔(336)

غرض کہ حضرت تھانویؒ کو اللہ تعالیٰ نے ولایت و طریقت اور دولت و ریاست کی جملہ نعمتوں سے نوازا تھا۔

## واقعہ ولادت

آپ کی ولادت کا واقعہ قادر مطلق ذات کی نشانیوں میں سے ایک نشانی مادہ پرستوں کے لیے درس عبرت اور خاندانی منصوبہ بندی کے ماہرین کے لیے ایک چیلنج ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ کے والد ماجد کو خارش کا مرض لاحق تھا اور کسی دوائی سے افاقہ نہیں ہو رہا تھا جس کی وجہ سے وہ سخت پریشان تھے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر ایک طبیب نے ان کے لیے ایک ایسی اکثیر دوائی تجویز فرمائی جو اکسیر ہونے کے ساتھ قاطع النسل بھی تھی۔ انہوں نے تنگئ مرض کی وجہ سے اس دوائی کو استعمال کر لیا اس واقعہ کے بعد کا علم جب آپ کی

---

334۔ سیف الرحمن، مولانا اشرف علی تھانویؒ کی علمی خدمات (تحقیقی مقالہ پی۔ ایچ۔ ڈی) سندھ، جام شورو یونیورسٹی شعبہ تقابل ادیان و ثقافت اسلامی، 1992ء، ص 8

335۔ خان، عبدالرحمان، منشی، سیرت اشرف، جلد اول، ص 56

336۔ مجذوب، عزیزالحسن، خواجہ، اشرف السوانح، ملتان، نیو اسلامی آرٹ پریس، 1985، جلد اول، ص 13



toobaafoundation.com

والدہ ماجدہ ہوا تو بہت پریشان ہوئیں اس لیے کہ پہلے بھی کوئی اولاد نرینہ زندہ نہ رہی تھی آپ کی نانی صاحبہ تک جب یہ بات پہنچی تو انہوں نے حضرت حافظ غلام مرتضیٰ پانی پتی سے شکایت کی حافظ صاحب نے شکایت سنی تو دعا کی اور فرمایا:۔

"یہ عمر و علی کی کشاکش میں مر جاتے ہیں۔اب کی بار علی کے سپرد کر دینا زندہ رہے گا۔

اس مجذوبانہ معمہ کو آپ کی والدہ ماجدہ جو غیر معمولی فہم و فراست کی مالکہ تھی کے سوا کوئی نہ سمجھ سکا آپ کی والدہ نے فرمایا کہ "حافظ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ لڑکوں کے باپ فاروقی اور ماں علوی ہیں اور اب تک جو نام رکھے گئے وہ باپ کے نام پر رکھے گئے یعنی فضل حق وغیرہ اب کی بار جو لڑکا ہو اس کا نام ننھیال کے ناموں کے مطابق رکھا جائے جس کے آخر میں علی ہو۔

حافظ صاحب نے ہنس کر اس معمہ فہمی کی داد دیتے ہوئے فرمایا" واقعی میرا مطلب یہی ہے یہ لڑکی بڑی عقل مند معلوم ہوتی ہے انشاء اللہ اس کے دو لڑکے ہوں گے اور زندہ رہیں گے ایک کا نام اشرف علی خان رکھنا اور دوسرے کا نام اکبر علی خان رکھنا دونوں صاحب نصیب ہوں گے۔ایک لڑکا میرا ہوگا وہ مولوی اور حافظ ہوگا دوسرا دنیادار ہوگا۔(337)

اس کے بعد آپ کے والد تو قاطع النسل دوا استعمال کر کے مطمئن تھے کہ اب اولاد کی بجائے شفا ملے گی لیکن اس مسبب الاسباب ذات نے دوا کو قاطع النسل ہونے کے بجائے افزائش نسل کا سبب بنا دیا اور اپنے خصوصی فضل سے شفا بھی عطا فرمادی۔(338)

## طفولیت

آپ چودہ ماہ کے تھے کہ آپ کے چھوٹے بھائی اکبر علی پیدا ہو گئے۔ماں کا دودھ چونکہ دو بچوں کے لیے ناکافی تھا اس لیے آپ کے لیے ضلع میرٹھ کے ایک دیہات کی قصائن خاتون انار کھی گئی۔ جس کے دودھ سے آپ نے پرورش پائی اس وجہ سے آپؒ کے مزاج میں نرمی کے ساتھ گرمی بھی تھی۔جو کہ اصلاح امت کا کام کرنے والی شخصیت کے لیے ضروری ہے چنانچہ حضرت تھانویؒ مزاحاً فرمایا کرتے تھے "میں نے قصائن کا دودھ پیا ہے اس لیے بھی میرے مزاج میں حدت ہے مگر الحمد للہ شدت نہیں (339) ابھی پانچ سال کے تھے کہ والدہ ماجدہ کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا اس کے بعد آپ اپنی تائی صاحبہ کے پاس رہنے لگے لیکن آپ کے والد صاحب نے آپ کو ماں سے بھی زیادہ محبت دی آپ کو ناز و نعم میں رکھا اور ہر قسم کی آسائشیں مہیا کیں اس کے ساتھ ہی آپ کی تربیت میں کوئی کمی باقی نہ چھوڑی ویسے بھی حضرتؒ کو طبعی طور پر بچوں کی عام عادات، لایعنی کھیل کود اور آوارگی سے نفرت تھی اور اعمال حسنہ کی محبت دل میں جمی ہوئی تھی اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ بارہ برس کی عمر میں تہجد اور وظائف وغیرہ کی پابندی کرنے لگے تھے اور آپ کے مزاج کی لطافت کا یہ عالم تھا کہ بچپن میں ہی کسی کا ننگا پیٹ نہیں دیکھ سکتے تھے کیونکہ دیکھتے ہی آپ فوراً آپ کو قے آجاتی تھی محلہ کے لڑکے صرف آپ کو ستانے کے لیے پیٹ کھول کھول کر دکھاتے تھے اور آپ قے کرتے کرتے پریشان ہو جاتے اسی لیے زیادہ تر خانہ نشین رہتے۔اسی لطیف المزاجی کا یہ اثر تھا کہ اگر کوئی شخص الجھا ہوا کام کرتا یا کوئی بے اصول کام کرتا تو آپ کے سر میں درد ہو لگتا تھا۔(340)

---

337۔ خان، عبدالرحمان، منشی، سیرت اشرف، ص 60

338۔ سیف الرحمن، مولانا اشرف علی تھانوی کی علمی خدمات، ص 13

339۔ خان عبدالرحمان، منشی، سیرت اشرف جلد اول، صفحہ 62

340۔ مجذوب، عزیز الحسن، خواجہ، اشرف السوانح، جلد اول، ص 25



toobaafoundation.com

## تعلیم و تربیت

حضرت تھانویؒ کے متعلق حضرت حافظ غلام مرتضیٰ صاحب نے جو مولوی اور حافظ ہونے کی پیشنگوئی فرمائی تھی، اس کے پورا ہونے کا یوں انتظام ہوا کہ آپ کے والد ماجد نے جو اپنے وقت کے بڑے رئیس اور باحیثیت آدمی تھے۔ آپ کو تو دینی تعلیم کے لیے منتخب فرمایا اور اپنے چھوٹے بیٹے منشی اکبر علی کو دنیوی تعلیم کے لیے کیونکہ حضرت تھانویؒ کا پاکیزہ بچپن اس بات کا متقاضی تھا کہ آپؒ کو تعلیم نبوی ﷺ دلائی جائے۔(341) آپ کی ابتدائی تعلیم کا دور قرآن شریف سے ہوا۔ چند پارے آپ نے کھتولی ضلع مظفر نگر کے رہنے والے اخون جی سے پڑھے، پھر حافظ حسین علی صاحب دہلوی سے جن کا قیام میرٹھ میں تھا، دس سال کی عمر میں حفظ سے فراغت پائی، فارسی کی تعلیم میرٹھ کے استادوں سے حاصل کی، پھر متوسطات تھانہ بھون میں حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانویؒ سے پڑھیں اور فارسی کی انتہائی کتب ابوالفضل تک اپنے ماموں واجد علی سے پڑھیں۔ اس کے بعد دیوبند تشریف لے گئے، عربی کی ابتدائی چند کتابیں حضرت مولانا فتح محمد صاحب سے اور فارسی کی چند کتابیں سکندر نامہ وغیرہ بھی دیوبند میں مولانا منفعت علی صاحب سے پڑھیں۔ عربی کی کتابوں کی تکمیل کے لیے دنیا کی مشہور و معروف درس گاہ دارالعلوم دیوبند میں آخر ذیقعد 1295ھ میں داخل ہوئے، علوم عربیہ کی تمام کتابیں یہیں شروع کیں اور یہیں ختم کیں۔ اس سلسلہ میں 5 سال دیوبند رہنا ہوا اور شروع 1301ھ میں بیس 20 سال کی عمر میں فراغت حاصل کی۔(342)

پھر آپؒ نے قرات کی مشق شہرہ آفاق قاری محمد عبداللہ مہاجر مکیؒ سے بمقام مدرسہ صولیتہ مکہ معظمہ میں فرمائی جو قراء عرب کے نزدیک بھی نہایت جید اور مسلم ماہر فن قاری تھے۔(343)

حضرت تھانویؒ نے اپنے دورِ طالب علمی کو یوں بیان فرمایا ہے "الحمدللہ! میں وہاں جیسا بے داغ گیا تھا ویسا ہی پانچ سال رہ کر بے داغ لوٹ آیا جب فارغ التحصیل ہو گیا اس وقت آزادی کے ساتھ اپنے سب اعزہ سے جا کر ملا اور پھر ان کی دعوتیں بھی قبول کیں۔ اس سے قبل کسی سے میل جول پیدا نہ کیا نہ اعزہ سے نہ طلباء سے، نہ اہل قصبہ سے اگر کوئی میل جول بڑھانا چاہتا تو اس کے ساتھ بے رخی سے پیش آتا یہاں تک کہ لوگ عموماً دماغ دار سمجھتے حالانکہ یہ بات نہ تھی دراصل مجھے اپنا وقت فضول ضائع کرنے سے نفرت تھی" (344)

اس کے علاوہ محدث اعظم مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، قطب عالم حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ سے بھی روحانی طور پر فیض یاب ہوتے رہے اور دعائیں لیتے رہے۔(345) مطالعہ کے شوق اور محنت کے ساتھ ساتھ قوت حافظہ کی برتری کی وجہ سے استادوں کی توجہ کا مرکز بنے رہے۔ آپ کی دستار بندی قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے دست مبارک سے 1300ھ

---

341۔ سیف الرحمن، مولانا اشرف علی تھانوی کی علمی خدمات، ص 15

342۔ شیروانی، وکیل احمد، مولانا، مختصر سوانح، العالمین پریس، لاہور 1986ء، ص 48-49

343۔ خان، عبدالرحمان، منشی، سیرت اشرف، جلد اول، ص 70

344۔ مجذوب، عزیزالحسن، خواجہ، اشرف السوانح، جلد اول، ص 30

345۔ ایضاً، ص 111



toobaafoundation.com

بمطابق 1883ء میں سرانجام پائی۔ دارالعلوم دیوبند کی یہ پہلی جماعت تھی جس کی دستار بندی کی گئی اور سندات فضیلت اس جماعت کو جلسہ میں دی گئیں۔(346)

اس زمانے میں حضرت تھانویؒ کو مناظرے سے بھی دلچسپی تھی چنانچہ آریوں کے مقابلہ میں کئی معرکے سر کیے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب بھی آپ پر خصوصی شفقت فرماتے اور آپ کی محبت و محنت اور صلاحیت کے پیش نظر حقائق و معارف اور نکات و دقائق علمیہ کثرت سے بیان فرماتے تھے اور حضرت تھانوی بھی خوب خوب استفادہ فرماتے آپ کے متعلق آپ کے استاد حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ

"جہاں جاؤ گے تم ہی تم نظر آؤ گے "(347)

## درس وتدریس

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد اساتذہ کی تجویز اور والد ماجد کی اجازت سے 1301ھ میں مدرسہ فیض عام کانپور میں مدرس مقرر ہوئے اور اپنی عملی وتدریسی زندگی کا آغاز کیا۔(348) کچھ عرصہ بعد مدرسہ فیض عام سے علیحدہ ہو کر مدرسہ جامع العلوم میں تدریسی اور تبلیغی خدمات انجام دینی شروع کی۔ اس طرح کانپور میں آپ کا قیام طویل ہو گیا اور 1301ھ سے لے کر 1315ھ تک چودہ سال درس وتدریس کے ساتھ ساتھ دعوت و ارشاد ، تصنیف و تالیف، وعظ و تبلیغ اور فتاویٰ نویسی کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ کو اردو، فارسی اور عربی تینوں زبانوں پر یکساں عبور حاصل تھا۔(349)

حضرت تھانویؒ نے دوران قیام کانپور درس وتدریس کے سلسلہ میں چودہ سال بسر کئے۔ یہی زمانہ منجانب اللہ ان کی ذہنی و روحانی صلاحیت اور استعداد کے نشوونما کا اور علوم ظاہری و باطنی کے بار آور ہونے کا تھا اور اسی زمانہ میں تجربہ و مشاہدہ کی بنا پر عام مسلمانوں کی اصلاح عقائد و اعمال کے لیے دین مبین کی تبلیغ و اشاعت کا ایک بے اختیار جذبہ اور شدید تقاضا دل میں پیدا ہو رہا تھا جس سے حضرت ہمہ وقت متاثر رہنے لگے اور موجودہ انہاک و اشغال کی زندگی سے طبیعت گھبرانے لگی۔ مستقبل میں پیش نظر مقاصد کے حصول کے لیے فراغت قلب و یکسوئی درکار تھی چنانچہ مدرسہ کی ملازمت ترک کرنے کا ارادہ کر لیا اور چند وجوہات و معذرت پیش کر کے آخر کار 1315ھ میں سبکدوشی حاصل کر لی اور اپنے وطن تھانہ بھون تشریف لے گئے اور اس کی اطلاع اپنے پیر و مرشد کو دی وہاں سے جواب آیا بہتر ہوا آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے امید ہے کہ آپ سے خلائق کثیر کو فائدہ ظاہری و باطنی ہو گا اور آپ خانقاہ کو از سر نو آباد کریں۔ میں ہر وقت آپ کے حال میں دعا کرتا ہوں اور آپ کا مجھے خیال رہتا ہے۔(350)

---

346۔ مجذوب، عزیز الحسن، خواجہ، اشرف السوانح، جلد اول، ص 31

347۔ شیروانی، وکیل احمد، مولانا، مختصر سوانح، ص 3

348۔ مجذوب، عزیز الحسن، خواجہ، اشرف السوانح، جلد اول، ص 37

349۔ ایضاً، ص 40

350۔ عارفی، محمد عبدالحئی، ڈاکٹر، مآثر حکیم الامت، لاہور، ادارہ اسلامیات، 1986، ص 58



toobaafoundation.com

## روحانی تربیت وخلافت

اپنی اصلاح اور تربیت باطنی کی فکر طالب علمی ہی کے زمانہ سے تھی، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ دارالعلوم دیوبند تشریف لائے تو آپ نے ان سے بیعت کی درخواست کی مگر حضرت گنگوہیؒ نے طالب علمی کے زمانہ میں بیعت کرنا مناسب نہ سمجھا اور انکار فرمادیا۔ جب حضرت گنگوہیؒ حج کو تشریف لے جانے لگے تو مولانا تھانویؒ نے ان ہی کے ذریعہ حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی خدمت میں دستی خط بھیجا اور اس میں لکھا کہ آپ مولانا سے فرمادیں کہ وہ مجھے بیعت کرلیں، لیکن حاجی صاحبؒ نے بجائے سفارش فرمانے کے خود ہی بیعت فرمالیا۔(351) اس غائبانہ بیعت کے بعد 1301ھ بمطابق 1884ء میں اپنے والد محترم کی معیت میں حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے مکہ معظمہ پہنچ کر حضرت حاجی صاحبؒ سے دست بدست بیعت ہونے کا شرف حاصل ہوا۔(352)

1310ھ میں دوسری مرتبہ حج کو تشریف لے گئے۔ اس وقت مکمل چھ ماہ حضرت حاجیؒ کی خدمت میں حاضر رہے اور علوم باطنی و رموز حقیقت سے آگاہی حاصل کی حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا:

"بس تم پورے کے پورے میرے طریق پر ہو"(353)

اس قلیل عرصہ میں حضرت حاجی صاحبؒ نے آپ کو اخذ بیعت کی اجازت عطا فرمائی اور اپنا خلیفہ خاص بنا کر منصب ارشاد و تلقین پر متمکن فرمایا اور آپ نے برصغیر میں سلسلہ تصوف کو فروغ دیا۔ ہندوستان واپس تشریف لاتے وقت حضرت حاجی صاحب نے وصیت فرمائی کہ:

1۔ دیکھو میاں اشرف علی ہندوستان پہنچ کر تم کو ایک حالت پیش آئے گی عجلت نہ کرنا!

2۔ کبھی کانپور کے تعلق سے دل برداشتہ ہو جاؤ تو پھر دوسری جگہ تعلق نہ کرنا، توکل بخدا تھانہ بھون جا کر بیٹھ جانا۔(354)

حضرت حکیم الامت مکہ معظمہ سے ہندوستان واپس آکر پھر مدرسہ جامع العلوم کانپور میں مصروف درس و تدریس ہوگئے اور اس عرصہ میں تصنیف و تالیف کے علاوہ آپ کے عارفانہ و عالمانہ مواعظ و ملفوظات اور تہذیب و تربیت باطنی کا سلسلہ بھی جاری رہا جس کو اہل ذوق و بصیرت قلم بند کرتے رہے اور 14 سالہ قیام کانپور کے دوران ہی یہ سلسلہ دور دور تک پہنچ گیا۔ اس زمانہ میں ابتداء ہی سے آپ کے علوم ظاہری اور باطنی کے فیوض سے عوام و خواص میں ہر دلعزیزی اور مقبولیت پیدا ہوگئی تھی۔(355)

---

351۔ مجذوب، عزیز الحسن، خواجہ، اشرف السوانح، جلد اول، ص 66-67

352۔ ایضاً، ص 169

353۔ غلام محمد، مولانا، ڈاکٹر، حیات اشرف، کراچی، مکتبہ تھانوی، 1951ء، ص 67

354۔ مجذوب، عزیز الحسن، خواجہ، اشرف السوانح، جلد اول، ص 199-200

355۔ نجم الحسن، از گروہ اولیاء، جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور، 1997ء، ص 7



toobaafoundation.com

## اساتذہ کرام

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے اساتذہ کرام عنایت فرمائے تھے جن کی زندگی علمی اور عملی کمالات، ظاہری و باطنی فیوض و برکات، مجاہدانہ جذبات و کارناموں کا مجموعہ تھی اور جن کا ہر قول و فعل انسانیت کے لیے مینارہ نور ہے اور جن میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے وقت میں مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی راہنمائی فرمائی ان میں سے چند مشہور اساتذہ درج ذیل ہیں:

### مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ

آپ دارالعلوم دیوبند کے مدرس اول علوم ظاہری اور باطنی میں یگانہ روزگار اور صاحب کشف و کرامات تھے۔ آپ کا شمار اولیاء کاملین میں ہوتا تھا اور آپ حاجی امداد اللہؒ کے خلفاء عظام سے تھے اور حضرت تھانویؒ کے خاص الخاص اور تمام اساتذہ سے زیادہ محبوب و محترم استاد تھے حضرت تھانویؒ کے قلب مصفا پر حضرت نانوتویؒ کے انوار باطنی کا اثر تھا کہ حضرت تھانویؒ کو آپ سے انتہا درجہ کی محبت و عقیدت تھی، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جن دنوں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے گنگوہ میں درس حدیث دینا شروع کیا تو بہت سے لڑکے حضرت نانوتویؒ کے پاس سے وہاں چلے گئے لڑکوں نے آپ کو ترغیب دی لیکن آپ نے فرمایا! گو میں سمجھتا ہوں کہ وہاں درس حدیث بہتر ہو گا لیکن مجھے تو اپنے استاد کو چھوڑنا بے وفائی معلوم ہوتی ہے گو یہاں ناغے بہت ہوتے ہیں لیکن جب پڑھاتے ہیں تو سیراب فرما دیتے ہیں۔[356]

اس خصوصی تعلق کی وجہ سے استاد بھی آپ پر خصوصی شفقت فرماتے تھے اور آپ کے سامنے خصوصیت سے حقائق و معارف اور نکات و دقائق علمیہ زیادہ بیان فرماتے تھے۔ حضرت تھانویؒ آپ کے حلقہ درس کی کیفیت یوں بیان فرماتے ہیں کہ ان کا حلقہ درس کیا ہوتا تھا حلقہ توجہ ہوتا تھا یہ حال تھا کہ تفسیر کا سبق ہو رہا ہے آیات کا مطلب بیان فرما رہے ہیں اور آنکھوں سے زار و قطار آنسو جاری ہیں۔[357]

### مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

آپ ایک سچے عاشقِ رسول، جید عالم دین، علوم عقلیہ و نقلیہ کے ماہر اور اسلام کے بے مثال فلسفی تھے علوم و معارف سے بھرپور آپ کی تیس 30 سالہ کے قریب تصنیفات آپ کے علمی کمال کی گواہ ہیں۔ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اپنی کتاب "نقش حیات" میں لکھتے ہیں: علوم و معارف کی وہ گہرائی جو مولانا محمد قاسمؒ نانوتوی کی کتابوں میں نظر آتی ہے شاہ ولی اللہ کے علمی اعتراف کے باوجود کہتا ہوں وہ ان کی کتابوں میں بھی موجود نہیں۔[358]

سر سید احمد جو ایک عرصہ تک مولانا نانوتویؒ کے ہم مکتب رہے ہیں باوجود اختلاف مسلک کے رقم طراز ہیں امام غزالی کے بعد اسلام میں مولانا قاسم نانوتویؒ سے بڑا فلسفی آج تک نہیں گذرا۔[359] مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے عالم اسلام کی سب سے بڑی اسلامی

356۔ خان، عبدالرحمان، منشی، سیرت اشرف، جلد اول، ص 85

357۔ مجذوب، عزیزالحسن، خواجہ، اشرف السوانح، جلد اول، ص 36

358۔ فاروقی، ضیاالرحمان، یورپ کے سنگین مجرم، کراچی، اشاعت المعارف، س۔ن، ص 38

359۔ ایضاً، ص 39



toobaafoundation.com

یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھ کر مسلمانوں کے نظریاتی تشخص کی حفاظت کرنے کے ساتھ ساتھ انگریزی سامراج کے خلاف تحریک جہاد کو منظم کیا آپ فرمایا کرتے تھے کہ :۔

"میری خواہش ہے کہ دارالعلوم کا ہر تعلیم یافتہ انگریز کے محل میں شگاف کردے اور اس مدرسہ کا ہر فیض یافتہ سامراج کے لیے زہر قاتل بنے۔ انگریز کے خلاف بغاوت کے جرم میں خواہ دارالعلوم کی اینٹ سے اینٹ بج جائے جنگ بہر حال جاری رہے گی۔(360)

مولانا نانوتویؒ کے جذبہ جہاد کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جنگ کے سب سے بڑے مرکز شاملی کے محاذ پر علماء اور نوجوان فوجیوں کے طاقتور، دستے کے سالار خود حضرت نانوتویؒ تھے۔ اتباع سنت کا یہ عالم تھا کہ 1957ء کے بعد جب آپ کے وارنٹ جاری ہوئے تو آپ روپوش ہو گئے تین دن کے بعد جب باہر نکلے تو احباب نے دوبارہ چھپ جانے کا مشورہ دیا جواباً آپ نے فرمایا:

مجھے شرم آتی ہے کہ حضور ﷺ غار حرا میں تین روز چھپے ہوں اور میں ان سے ایک ساعت بھی زیادہ روپوش رہوں۔(361)

ترک دنیا کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ حیدر آباد دکن کے نواب نے آپ کو خط لکھا کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لے آئیں دن میں صرف ایک گھنٹہ پڑھانا ہو گا سات سو روپے تنخواہ ملے گی، آپ نے جواباً تحریر فرمایا" مدرسہ سے دس روپے مشاہرہ لیتا ہوں ان میں چھ روپے ماہوار میرا خرچہ ہے اور دو روپے والدہ کو بھیجتا ہوں، میرے پاس باقی دو روپے رکھنے کو جگہ نہیں اتنی تنخواہ کا کیا کروں گا نواب مرحوم اس مرد درویش کے خط سے اتنا متاثر ہوا کہ شوق زیارت کے لیے آیا۔ رخصت ہوتے وقت ایک تھیلی روپوں کی پیش کی آپ نے پہلے والا عذر کیا وہ جاتے وقت ساری رقم آپ کے جوتوں میں ڈال گیا آپ جب اٹھے جوتوں کو جھاڑ کر فرمانے لگے "دیکھو ہم دنیا کو دھتکارتے ہیں تو یہ ہمارے جوتوں میں پڑ رہی ہے یہ کہہ کر آپ آگے چل دیئے۔(362)

غرض یہ کہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ایک جامع صفات شخصیت تھے۔ حضرت تھانویؒ نے ان سے نصاب کی تو کوئی خاص تعلیم حاصل نہ کی تھی البتہ ان کے درس جلالین میں ازراہ عقیدت و شوق تحصیل علم گاہے گاہے شرکت کرتے تھے اس لیے کہ حضرت تھانویؒ کے داخلہ کے ایک سال بعد ہی مولانا نانوتویؒ انتقال فرما گئے تھے۔(363)

## مولانا فتح محمد تھانویؒ

یہ ایک بہت بڑے جید عالم اور کامل درویش تھے۔ پہلے نواب قطب الدین خان دہلویؒ سے بیعت ہوئے ان کے انتقال کے بعد حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے مشرف بخلافت ہوئے۔ یہ حضرت تھانویؒ کے استاد اول تھے جن سے حضرت نے ابتدائی کتب عربی و فارسی پڑھی تھیں۔ حضرتؒ پر خداوند قدوس کا خاص احسان تھا کہ آپ کو بالکل نو عمری میں جب آپ کا دل تمام آلودگیوں سے پاک تھا آپ کو ایسے استاد کامل مل گئے جن کی تعلیم و تربیت آپ کے لیے کلید حسنات ثابت ہوئی چنانچہ حضرت تھانویؒ اعترافاً فرمایا کرتے

---

360۔ فاروقی، ضیاالرحمان، یورپ کے سنگین مجرم، کراچی، اشاعت المعارف، س۔ن، ص36

361۔ مدنی، حسین احمد، مولانا، نقش حیات، کراچی، دارالاشاعت، 1953ء، جلد دوم، ص468

362۔ فاروقی، ضیاءالرحمان، یورپ کے سنگین مجرم، ص40

363۔ سیف الرحمن، مولانا اشرف علی تھانویؒ کی علمی خدمات، ص26



toobaafoundation.com

تھے "جو اصل سرمایہ ہے یعنی دین کی محبت وہ مجھ کو مولانا ہی کے فیض صحبت سے حاصل ہوا کیونکہ مولانا دین کے عاشق تھے مولانا کی برکت سے دین کا یہاں تک شوق بڑھ گیا کہ میں نابالغی میں ہی تہجد پڑھنے لگا تھا"(364)

مولانا فتح محمد تھانویؒ انتہائی منکسر المزاج اور سادہ وضع تھے حضرت تھانویؒ پر بہت زیادہ شفقت فرماتے تھے باوجود استاد ہونے کے بڑی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔

## شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ

آپؒ کا شمار بھی حضرت تھانویؒ کے خاص اساتذہ میں سے ہوتا ہے جن سے حضرت نے درس نظامی کی بہت سی کتب پڑھیں۔ آپ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے شاگرد رشید اور مولانا رشید احمد گنگوہی کے خلیفہ خاص تھے۔ آپ پہلے دارالعلوم دیوبند میں مدرس رابعہ تھے پھر ترقی کر کے مدرس اول ہو گئے آپ نے ساری زندگی سامراجی ظلم کے خلاف جہاد میں گذاری۔ مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر آزادی ہند کی تاریخ سے محمود حسنؒ کا نام نکال دیا جائے تو وہ ادھورے اوراق ہونگے حضرت شیخ الہند بستی دیوبند ضلع سہارنپور کے باشندے تھے اللہ نے آپ کو ذہانت و حافظہ کی بے مثل قدرت سے وافر حصہ عطا کیا تھا۔ پھر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی صحبت نے آپ کے کمالات کو چار چاند لگا دیئے حضرت شیخ الہندؒ ایک دفعہ حضرت تھانویؒ کے پاس آئے اور فرمانے لگے:

"جب دو آدمی ایک جگہ رہتے ہیں تو ان میں کچھ تعلقات ہو جاتے ہیں اور ان تعلقات کی وجہ سے کچھ حقوق بھی ہو جاتے ہیں جن میں کچھ کوتاہیاں بھی ہو جاتی ہیں لہٰذا مجھ سے بھی ضرور کچھ کوتاہیاں ہوئی ہونگی ان کی میں معافی چاہتا ہوں۔ حضرت تھانویؒ فوراً سمجھ گئے کہ طالب علمی کے دور میں جو کبھی شاذونادر پیٹا تھا یہ اسکی معافی کی درخواست ہے اور اس لطیف پیرایہ میں پیش کی جا رہی ہے اس لیے فرمایا حضرت جس چیز کی معافی چاہی جا رہی ہے اس کو میں سمجھ گیا ہوں، توبہ توبہ حضرت وہ تو عین شفقت و رحمت تھی اس کی معافی کیسی یہ جو دو حرف آ گئے ہیں یہ انہی کی تو برکت ہے"(365)

حضرت شیخ الہندؒ ایک متبحر اور جید عالم ہونے کے علاوہ انتہائی زیرک و دانا سیاست دان تھے انہوں نے پورے ہندوستان میں انگریزی مخالفوں کا جال بچھایا یا اپنی تنظیم کے اراکین پیدا کیئے اور عساکر اسلامیہ کی خود کمان کی اس کی پاداش میں آپ کو جن مصائب و تکالیف کا سامنا کرنا پڑا اس کا اندازہ صرف درج ذیل واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ جب شیخ الہندؒ کی میت کو غسل دینے کے لیے تختے پر لٹایا گیا تو دیکھنے والے سکتے میں رہ گئے کہ کمر پر ہڈیوں کے سوا کچھ نام کو نہیں تھا اس کے متعلق آپ کے رفیق جیل اور شاگرد مولانا حسین احمد مدنی سے دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ مالٹا کی جیل کے شب و روز میں شیخ الہند کو تہہ خانہ میں لے جا کر اوندھے منہ لٹا کر کمر پر گرم سلاخیں رکھی جاتیں اور آزادی ہند کے موقف کو تبدیل کرنے پر اصرار کیا جاتا تھا مگر حضرت ایسا جواب دیتے کہ ظلم کرنے والے بھی اشکبار ہو جاتے۔(366)

حضرت شیخ الہند نے طویل عرصہ تک دارالعلوم دیوبند میں درس حدیث دیا آپ کے مشہور تلامذہ میں سے حکیم الامت حضرت تھانویؒ، تبلیغی جماعت کے بانی مولانا محمد الیاس دہلویؒ، مولانا عبیداللہ سندھی، علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مفتی

---

364۔ سیف الرحمن، مولانا اشرف علی تھانویؒ کی علمی خدمات، ص 27

365۔ ایضاً، ص 28

366۔ فاروقی، ضیاالرحمان، یورپ کے سنگین مجرم، ص 52



toobaafoundation.com

کفایت اللہ دہلویؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ہیں حضرت تھانویؒ کو آپ سے بڑی عقیدت و محبت تھی اکثر و بیشتر ان کا ذکر خیر فرماتے بلکہ حضرت تھانویؒ نے آپ کے کمالات علمیہ و عملیہ پر مشتمل ایک رسالہ "ذکر محمود" کے نام سے تصنیف فرمایا۔

سیاسی اختلاف کے باوجود باہمی احترام میں کوئی فرق نہ آیا کیونکہ استاد اور شاگرد کے درمیان یہ اختلاف رائے بالکل اجتہادی قسم کا تھا اور محض اخلاص وللہیت پر مبنی تھا جیسے ائمۂ مجہدین اور سلف صالحین میں شروع سے چلا آرہا ہے۔ دونوں بزرگوں کے درمیان بعض نادان دوستوں اور نافہم مخلصوں نے اختلاف پیدا کرنے کی کوشش بھی کی لیکن وہ ناکام رہے۔ اور آپ کے تعلقات میں فرق نہ آیا۔(367)

حضرت شیخ الہند کی طرف سے حضرت تھانویؒ کی عزت افزائی اور احترام کا اندازہ اس تحریر سے لگایا جاسکتا ہے کہ "یہ میری کوتاہی اور کم ہمتی تھی کہ حضرت کی خدمت میں مکاتبت کا بہت ہی کم اتفاق ہوا اور بعض اوقات اس کی نوبت بھی آئی اور اس کا جواب بھی بالالتزام عطا ہوا تو ان کی حفاظت کا کچھ التزام نہیں ہوا اس وقت کل تین والا نامے محفوظ یاد آتے ہیں ایک تو تفسیر کے متعلق سوال کے جواب میں ہے جو جلد رابع فتاویٰ امدادیہ صفحہ 326 (تین سو چھبیس) میں مطبوع ہو گیا ہے اور ذیل میں برکت کے لیے نقل کرتا ہوں جو حضرت کے مذاق تواضع و شفقت پر دلالت کے لیے بھی دو شاہد عدل سے کم نہیں (368)۔ ان دونوں والا ناموں میں حضرت شیخ الہند نے اپنے شاگرد رشید کو ان الفاظ سے خطاب کیا تھا:

1۔ سراپا فضل و کمال شرفکم اللہ تعالےٰ و جعلکم فوق کثیر من الناس

2۔ معدن حسنات و خیرالت دام ظلکم

ان خطابات سے حضرت شیخ الہند کی نظر میں حضرت تھانویؒ کے مقام و مرتبہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔(369)

## مولانا سید احمد دہلویؒ

مولانا سید احمد دہلویؒ بھی اساتذہ میں سے تھے بہت بڑے ریاضی دان تھے۔ مولانا محمد یعقوب ان کے متعلق فرماتے تھے "خود اقلیدس بھی اگر ذہین ہوگا تو بس اتنا ہی ہوگا ان سے زیادہ نہ ہوگا" علم ریاضی آپ نے بغیر کسی استاد کی مدد کے صرف اپنی فہم و فراست سے خود مطالعہ کر کے حاصل کیا تھا اس کے علاوہ ملا محمود اور مولانا عبدالعلی بھی آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔(370)

غرض اللہ تعالی نے حضرت تھانویؒ کو ہر فن کے لیے ایسے اساتذہ کاملین عطا فرمائے تھے جو اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے اور حضرتؒ پر ان کی اس قدر توجہات و عنایات تھیں کہ کسی دوسرے شاگرد پر اتنی نہ تھیں اور حضرتؒ کو بھی اپنے اساتذہ سے اتنا شدید تعلق تھا کہ دوسروں کو نہ تھا۔ اس حوالے سے کہتے ہیں کہ میں نے پڑھنے میں کبھی محنت نہیں کی جو کچھ اللہ تعالی نے عطا فرمایا اساتذہ اور

---

367۔ سیف الرحمن، مولانا اشرف علی تھانوی کی علمی خدمات، ص 29-30

368۔ خان، عبدالرحمان، منشی، سیرت اشرف، جلد اول، ص 87

369۔ سیف الرحمن، مولانا اشرف علی تھانوی کی علمی خدمات، ص 31

370۔ ایضاً



toobaafoundation.com

بزرگوں کے ساتھ ادب و محبت کا تعلق رکھنے کی بدولت عطا فرمایا اور الحمد اللہ میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اپنے کسی بزرگ کو ایک منٹ کے لیے بھی ناراض نہیں کیا اور جتنا میرے قلب میں بزرگان دین کا ادب ہے آج کل شاید ہی کسی کے دل میں اتنا ہو۔([371])

## علالت و رحلت

حضرت تھانویؒ کی صحت کے متعلق مولانا عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں کہ :

حضرتؒ کی صحت جسمانی مدتوں قابل رشک رہی ایک تو جثہ قدرۃ قوی تھا۔ کاٹھی اچھی تھی اور پھر حضرت کی احتیاط خوئے اعتدال اور ہر بدپرہیزی سے پرہیزی، میلوں چلنے کی عادت، نتیجہ قدرۃ یہ تھا کہ اپنے اصل سن سے 10-15 سال کم معلوم ہوتے تھے اور مدتوں بیماری پاس بھی نہیں پھٹکنے پائی۔([372]) 72 سال کی عمر میں بھی رات کے وقت لکھنے پڑھنے کا کام بے تکلف بلا عینک کی مدد سے کر لیتے تھے۔([373])

مولانا دریا آبادیؒ کا اکثر تھانہ بھون آنا جانا رہتا نومبر 1932ء کے آغاز میں جب ان کی وہاں حاضری ہوئی تو پہلی دفعہ ان کے کان چند ایسے فقروں سے آشنا ہوئے جن کے سننے کے لیے نہ تو وہ تیار تھے اور نہ متحمل کہتے ہیں :

"اب کی بار طبیعت کو ذرا ناساز پایا اور اتنا ہی نہیں بلکہ ایک روز صبح کی مجلس خصوصی میں کچھ الفاظ اس طرح کے ادا فرمائے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ اب اپنا وقت موعود قریب سمجھ رہے ہیں۔ کلمات میں یاس کا پہلو مطلق نہ تھا کچھ اس طرح کا ذکر تھا کہ لکھنے پڑھنے کا جو کام کرنا تھا وہ کر چکا یہ کلمات کچھ اس موثر انداز میں زبان مبارک سے نکلے کہ میرا تو دل لرز گیا"۔

اور یہ خیال کر کے کہ شمع اب جلد ہی بجھنے والی ہے وہیں سر محفل آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے"([374])

مولانا عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں کہ اس کے بعد 1934ء میں پہلی بار حضرتؒ کے زبان و قلم پر اپنے قوی خصوصاً قوائے دماغی کے متعلق ایسے الفاظ آنے لگے۔

"اب میرا دماغ متحمل نہیں رہا"([375])

"اب غائر نظر سے دیکھنے کی ہمت نہیں رہی"([376])

لیکن آخر کہاں تک اور کب تک اب سن 78 سال کا تھا اور ضعف نمایاں ہو چلا تھا۔ وسط 1938ء سے علالت مزاج مسلسل رہنے لگی اور اس کی خبریں مختلف ذرائع سے آتی رہیں۔ سن سن کر ہل بڑھتا رہا اور دعائیں اضطراب و اضطرار کے ساتھ ہونٹوں پر آتی رہیں۔([377])

اس حوالے سے مولانا دریا آبادی کی مزید بیان فرماتے ہیں کہ مولانا تھانویؒ نے مجھے اطلاع خاص بنا بر بے تکلفی ان الفاظ میں بھیجی:

---

371۔ مجذوب، عزیز الحسن، خواجہ اشرف السوانح، ص 70

372۔ دریابادی، عبدالماجد، مولانا، حکیم الامت، لاہور، مکتبہ مدینہ، 1950، ص 530

373۔ ایضاً، ص 298

374۔ ایضاً، ص 249-250

375۔ ایضاً، ص 360

376۔ ایضاً، ص 372

377۔ ایضاً، ص 530



toobaafoundation.com

"مدت سے دماغی کام سے قاصر ہو گیا ہوں اور اکثر ایسی خدمات (علمی فقہی سوالات کے جواب دینے کے) عذر کر کے دوسرے اہل علم کا پتہ دیتا ہوں"

مولانا ڈاکٹر غلام محمد "حیات اشرف" میں لکھتے ہیں کہ:

اصل مرض وفات ضعف معدہ اور ورم جگر تھا جس کے آثار یہ تھے کہ کبھی قبض لاحق ہو جاتا جس سے حضرت اقدس کو سخت الجھن اور اذیت ہوتی اور کبھی دستوں کے دورے ہونے لگتے جس سے شدید ضعف ہو جاتا، مختلف اعضاء پر ورم بھی رہنے لگا تھا آخر زمانہ میں اشتہا مفقود ہو گئی تھی اور اگر اوقات غنودگی کا عالم طاری رہنے لگا تھا ان میں سے اکثر شکایات کم و بیش تقریباً پانچ سال متواتر رہیں اس عرصہ میں علاج برابر جاری رہا جس کے سلسلہ میں ایک بار سہارن پور اور دو بار لکھنؤ بھی معتد بہ مدت تک قیام فرمایا مختلف طبیب بھی بدلے لیکن اگر کبھی افاقہ ہوا تو محض عارضی ہوا مرض کا استیصال کلی کسی علاج سے نہ ہو سکا۔(378)

حضرت تھانویؒ کی آخری فکر نماز اور حقوق کی تھی آپؒ خواجہ صاحب سے آخری ایام میں فرماتے تھے کہ:

"مجھے دو چیزوں کا بہت خیال ہے نماز کا اور حقوق کا"

اسی لیے حضرت تھانویؒ نے اخیر وقت تک ایک نماز بھی قضا نہیں کی بالآخر جب سر کنے کی بھی طاقت نہ رہی تو لیٹے لیٹے تیمم اور اشاروں سے نماز ادا فرمانے لگے اور آخری غشی اور انتقال سے تھوڑی دیر پہلے دریافت فرمایا کہ مغرب میں کیا دیر ہے عرض کیا گیا 10 دس منٹ ہیں فوراً مکرر استفسار فرمایا کہ وقت کے آنے میں یا وقت کے جانے میں آخری وقت میں بھی آپ کی اس شان تدقیق سے سب حیران رہ گئے اس طرح آپ نے آخری وقت امانتوں کا صندوقچہ طلب فرمایا"(379)

16 رجب المرجب 1363ھ مطابق 20 جولائی 1943ء یوم سہ شنبہ کو صبح سے حضرت تھانویؒ فرمانے لگے کہ آج تو ہاتھ پیروں کی جان سی نکل گئی ہے۔ ظہر کے وقت سو تنفس پیدا ہو گیا۔ فرمایا! کہ اتنی شدید تکلیف مجھے عمر بھر نہیں ہوئی مگر کراہنے کی بجائے لفظ اللہ اس انداز سے فرمایا کہ سب کو کچھ تشویش سی ہوئی مگر گھبراہٹ کے آثار قطعاً نہیں پائے جاتے تھے۔ اس وقت کیا تمام بیماری کے دوران میں کوہ استقلال بنے رہے اور اتنی شدید و مدید علالت کی ساری تکالیف کو مردانہ وار صبر و سکون سے برداشت فرماتے رہے غرض کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت کو یہ محسوس ہو گیا تھا کہ یہ میرا آخری دن ہے آپ کو بتلایا گیا کہ شام کو حکیموں نے چوزوں کی یخنی میں چاول ڈالنے کی اجازت دے دی ہے تو فرمایا کہ چاہے میں اس وقت تک رہوں ہی نہیں۔۔۔ آخری غشی سوا گھنٹہ طاری رہی اس کے بعد اخیر تک ہوش نہ آیا البتہ سانس تیزی سے اور آواز کے ساتھ چلتا رہا، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ یٰسین پڑھتے رہے اور آپ زم زم چمچہ سے دہن مبارک میں ڈالتے رہے۔ خواجہ عزیز الحسن صاحب و دیگر حضرات نہایت حسرت سے حضرت کے اس دنیا سے رخصت ہونے کا نظارہ بے بسی کے عالم میں کھڑے دیکھ رہے تھے کہ مستورات نے پردہ چاہا۔ اعزہ اندر رہے اور باقی حضرات نماز عشاء ادا کرنے چلے گئے۔(380)

---

378۔ غلام محمد، ڈاکٹر، مولانا، حیات اشرف، کراچی، مکتبہ تھانویؒ، 1951ء، ص 77

379۔ خان، عبد الرحمن، منشی، سیرت اشرف، ص 703

380۔ سیف الرحمن، مولانا اشرف علی تھانوی کی علمی خدمات، ص 131-132



toobaafoundation.com

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ اس حوالے سے لکھتے ہیں۔

"لشکر اسلام کا سب سے بڑا جرنیل دین کے ہر پر محاذ، ہر معرکہ، ہر ہر مورچہ کا دلاور اپنے جسم کا پورا پورا دین کی راہ میں چور چور کئے ہوئے قلب خاشع، نفس مطمئنہ کے ساتھ ساتھ عالم ناسوت کی بالکل آخری منزلوں سے گذر رہا تھا۔(381)

حضرات ابھی عشاء کی نماز پڑھ رہے تھے کہ آپؒ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔اناللہ واناالیہ راجعون

## تجہیز و تکفین

حضرت تھانویؒ کے انتقال کی اطلاع عام کا کوئی اہتمام نہیں کیا گیا تھا صرف گرد و نواح کے اہل خصوصیت اعزہ اور سہارنپور کے احباب کو دو آدمی بھیج کر اطلاع کروائی تھی لیکن پورے علاقہ میں یہ خبر بجلی کی طرح ہر طرف پھیل گئی اور متعلقین و معتقدین دیوانہ وار ہزاروں کی تعداد میں تھانہ بھون پہنچنا شروع ہو گئے اور سہارنپور سے شرکت کرنے والوں کے اژدھام کی وجہ سے محکمہ ریلوے کو ایک اسپیشل ٹرین سہارنپور تا تھانہ بھون چلانی پڑی۔ مولانا شبیر احمد عثمانی کی زیر نگرانی متعدد علماء صلحاء نے سنت کے مطابق حضرتؒ کو غسل دیا اور جنازہ تیار کر کے باہر لائے جہاں ایک عجیب کہرام مچا ہوا تھا، کوئی رو رہا تھا، کوئی چیخیں مار رہا تھا۔ایک عجیب رقت انگیز منظر تھا جس سے آسمان بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور جونہی جنازہ گھر سے باہر نکلا اس نے ترشح کے ذریعے اس مجدد الملت کو آخری خراج تحسین پیش کیا۔ دفن تک بادل چھائے رہے۔اور تمام راستے میں ترشح سے خوب چھڑکاؤ سا ہو گیا بے پناہ ہجوم کے پیش نظر چارپائی کے ساتھ دو لمبے بانس باندھ دیئے گئے اور چارپائی اٹھانے پر تو مستقل آدمی تعینات کر دیئے گئے۔ اور لوگوں کو بانسوں کی مدد سے کندھا دینے کی ہدایت کی گئی۔ مولانا ظفر احمد عثمانی نے جنہیں نماز جنازہ پڑھانے کی پہلے سے بشارت ہو چکی تھی نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت تھانویؒ کو قبرستان "عشقبازاں" کے وسط میں آخری نیند سلا دیا گیا جو حضرتؒ نے خود زمین خرید کر وقف کیا تھا۔(382)

حضرت تھانویؒ کے لیے کوئی بڑا پر شکوہ مزار نہیں تعمیر کیا گیا۔آپ کے مزار کی سادگی کا نقشہ مولانا عبدالماجد دریابادی نے یوں کھینچا ہے۔

"اسٹیشن سے مزار کا فاصلہ پورے دو فرلانگ بھی تو نہیں اور مزار، آہ مزار، نہ کوئی بلند گنبد، نہ کوئی کلس دار قبہ، نہ چار دیواری ، نہ آستانہ، نہ جنگلہ، نہ کٹہرا ایک اوسط درجہ کی وسعت کا باغ ایک سمت میں ایک مختصر پر فضا عمارت وسط باغ میں چند گز مربع کا ایک مطمع تختہ اور وہی اللہ کے اس شیر کی خواب گاہ، نہ شامیانہ، نہ چھت صرف آسمان کی کھلی ہوئی چھت کے ایک نیچی سی کچی تربت سادگی کی تصویر، صاحب قبر کی بے نفسی کا آئینہ نہ لوح، نہ کتبہ، نہ پھول، نہ چادر چند قدم کے فاصلے پر وصل بلگرامی مرحوم اور دوسرے مخلصین پیشوائی کے شوق میں پہلے ہی سے پہنچے ہوئے، شیخ کی قبر ان سب سے بھی پست، زندگی میں بھی تو اپنے آپ کو اپنے متوسلین سے پیچھے رکھتے تھے۔(383)

---

381۔ دریابادی، عبدالماجد، مولانا، حکیم الامت، ص591

382۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، ص707-708

383۔ دریابادی، عبدالماجد، مولانا، حکیم الامت، ص596



toobaafoundation.com

## مولانا تھانویؒ کے حالات زندگی ایک نظر میں

| | | |
|---|---|---|
| پیدائش | بدھ 5 ربیع الثانی 1280ء | 19 ستمبر سنہ 1863 |
| والدہ محترمہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا | سنہ 1285ھ | سنہ 1868ء |
| تکمیل حفظ قرآن مجید | سنہ 1290ھ | سنہ 1873ء |
| تہجد کے معمول کی ابتداء | سنہ 1292ھ | سنہ 1875ء |
| دینی علوم کی ابتداء | سنہ 1292ھ | سنہ 1875ء |
| ابتدائی تعلیم کی تکمیل | سنہ 1294ھ | سنہ 1877ء |
| دارالعلوم دیوبند میں داخلہ | سنہ 1298ھ | سنہ 1878ء |
| پہلا وعظ | سنہ 1298ھ | سنہ 1881ء |
| مثنوی زیر و بم تحریر فرمائی | سنہ 1298ھ | سنہ 1881ء |
| مولانا گنگوہیؒ عازم حج ہوئے تو خود انہی کے ذریعہ حاجی صاحبؒ سے سفارش کہ مولانا گنگوہیؒ بیعت فرمالیں | سنہ 1299ھ | سنہ 1882ء |
| دستار حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے دست مبارک سے ہوئی | سنہ 1300ھ | سنہ 1883ء |
| دارالعلوم دیوبند سے اعلیٰ تعلیم کی تکمیل اور سند فراغ حاصل کی | سنہ 1301ھ | سنہ 1884ء |
| مدرسہ فیض عام کانپور میں صدر مدرس مقرر ہوئے | سنہ 1301ء | سنہ 1884ء |
| پہلا سفر حج اپنے والد ماجد کی معیت میں | سنہ 1301ھ | سنہ 1884ء |
| حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بیعت | سنہ 1301ھ | سنہ 1884ء |
| حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادیؒ کے فیض دیدار سے مسرور ہوئے | سنہ 1301ھ | سنہ 1884ء |
| آغاز سفر تبلیغی سلسلہ میں | سنہ 1301ھ | سنہ 1884ء |
| والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا | سنہ 1305ھ | سنہ 1888ء |
| دوسرا حج اور خلافت و بیعت کی اجازت | سنہ 1310ھ | سنہ 1893ء |
| کانپور سے ترک ملازمت کے بعد خانقاہ امداد یہ تھانہ بھون میں مستقل قیام | سنہ 1315ھ | سنہ 1897ء |
| تفسیر بیان القرآن لکھنا شروع کی | سنہ 1320ھ | سنہ 1902ء |
| دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن منتخب ہوئے | سنہ 1320ھ | سنہ 1902ء |
| بیان القرآن کی پہلی بار طباعت | سنہ 1326ھ | سنہ 1908ء |
| دور جدید کا آغاز جس میں ظاہری سختی کا برتاؤ بالیلہ متروک فرمادیا گیا | سنہ 1334ھ | سنہ 1916ء |



toobaafoundation.com

| | | |
|---|---|---|
| دوسری شادی | سنہ1334ھ | سنہ1916ء |
| تحریک خلافت کے بارے میں اپنے موقف کی وضاحت | سنہ1339ء | 1920ء |
| تحریک خلافت کے بارے میں رسالہ الروضۃ الناظرہ فی المسائل الحاضرہ لکھ کر اپنے موقف کی مزید وضاحت فرمائی | سنہ1340ھ | سنہ1921ء |
| اطراف آگرہ میں فتنہ ارتداد کی سرکوبی کے لئے مولانا عبدالکریم گمتھلوی اور مولانا عبدالمجید صاحب بچھرایونی کو روانہ کیا | سنہ1341ھ | سنہ1922ء |
| دارالعلوم دیوبند کے سرپرست منتخب ہوئے | سنہ1344ھ | سنہ جون1925ء |
| پاکستان کا ابتدائی خاکہ پیش کیا | سنہ1342ھ | سنہ جون1928ء |
| الور میں جب مدارس دینیہ پر پابندی لگائی گئی تو آپ نے اس کے خلاف رٹ کروائی اور پابندی اٹھوائی | سنہ1346ھ | سنہ1928ء |
| مجلس صیانۃ المسلمین کا قیام | سنہ1349ھ | سنہ1930ء |
| جب وقف کا خلاف شریعت قانون بنانے کی کوششیں کی گئیں تو آپ کی زیر نگرانی میں ایک مسودہ شریعت کے مطابق تیار کیا گیا جس کا اکابر علماء نے بالاتفاق منظور کرلیا | سنہ1352ھ | سنہ1933ء |
| قیام لاہور کے دوران حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری اور جہانگیر کے مقبرے پر گئے اور فاتحہ پڑھی | سنہ1357ھ | سنہ1938ء |
| رحلت، تھانہ بھون | 16رجب سنہ1362ھ | 19جولائی1943ء |
| آپ کی وفات پر مسلم لیگ کونسل نے تعزیتی اجلاس کی قرار داد منظور کی | 1362ھ | 14نومبر1943ء |



toobaafoundation.com

## خانقاہی زندگی

### حقیقت خانقاہ

خانقاہ ایک فارسی لفظ ہے جس کے معنی تربیت گاہ کے بھی ہیں جہاں کتاب وسنت کے مطابق تزکیہ نفس وصحت اخلاق کی عملی تعلیم دی جاتی ہو۔اس کی بہترین مثال اصحاب صفہ کی تربیت گاہ تھی جس میں خود سرکار دوعالم ﷺ انکی عملی تعلیم و تربیت فرماتے تھے چنانچہ حضرت نبی اکرم ﷺ کے طریقہ تعلیم کی ندرت و جامعیت کے پیش نظر ہر دور میں اہل اللہ نے اپنے اپنے علاقہ میں ایسی تربیت گاہیں قائم کیں۔ جن میں رشد وہدایت کے چشمے ابلتے تھے۔ مگر رفتہ رفتہ عجمی تصوف ورہبانیت کا ان پر کچھ ایسا کہر چھایا کہ ان کی اصلیت وحقیقت ہمیشہ کے لیے مستور ہو کر رہ گئی۔ گو اس گہرے کہر میں چشم بینا اکثر و بیشتر حقیقی خانقاہوں کا فی الفور پتہ لگا لیتی۔ مگر چشم ظاہر بین شاذ ہی وہاں تک پہنچ سکتی۔اس لیے جب بھی یہ لفظ کہیں نظر آتا ہے۔ تو ذہن انسانی فی الفور غلط تصورات کا شکار ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اس کی عملی مثالیں اسی مادی دنیا میں بھی موجود ہیں جہاں مختلف علوم وفنون کی علمی و عملی تعلیم و تربیت دی جاتی ہے۔[384]

### وجہ تسمیہ/خانقاہ امدادیہ

تھانہ بھون کی دینی تربیت گاہ کی بنیاد شیخ طریقت حضرت مولانا شیخ محمد محدث تھانویؒ (1810-1876) نے رکھی تھی جو اپنے زمانہ کے اعظم مشائخ و علماء میں سے تھے ان کا شمار اس دور کے "اقطاب ثلاثہ" میں ہوتا تھا حضرت حاجی امداد اللہ (1896-1814) اور حضرت حافظ محمد ضامنؒ ان کے پیر بھائی تھے۔ یہ تینوں حضرات اسی خانقاہ میں ذکر و فکر میں مشغول رہتے تھے جس کی وجہ سے یہ مشائخ میں "معرفت گاہ"، کہلاتی تھی۔ مولانا شیخ محمد 1296ھ میں وفات پا گئے۔ حضرت حافظ محمد ضامنؒ 1857ء کی پہلی جنگ آزادی میں ایک فرنگی کی گولی سے شہید ہوئے اور اس انقلاب کے زمانہ میں حضرت حاجی صاحبؒ مکہ معظمہ کو ہجرت فرما گئے جس کی وجہ سے خانقاہ بے رونق ہو گئی۔ حضرت تھانویؒ نے اپنے شیخ کے ایماء پر 1315ھ میں آکر اسے پھر سے آباد کرنا شروع کیا۔ حضرت حاجی صاحب چونکہ اسی خانقاہ کے حجرہ میں رہائش رکھتے تھے جو اب تک موجود ہے اس لیے اس کے صحن مسجد اور خانقاہ کی عمارت میں بہت زیادہ اضافہ کر کے اس مجموعہ کا نام حضرت حاجی صاحب کے ہی اسم مبارک پر خانقاہ امدادیہ رکھ دیا۔[385]

### محل وقوع

قصبہ تھانہ بھون ایک پرانا قصبہ ہے (ضلع مظفر نگر۔ یوپی۔ ہندوستان) جو سہارن پور اور دہلی، شاہدرہ کے درمیان واقع ہے اس زمانہ میں یہاں کے اسٹیشن کا نام تھانہ بھون ٹاؤن تھا اسٹیشن اور قصبہ کے درمیان چند کھیت کا فاصلہ ہے جہاں سے آبادی شروع ہوتی ہے وہاں آگے چل کر داہنی طرف خانقاہِ اشرفیہ کا پھاٹک ہے جو کافی بلند ہے اور اس میں کواڑ لگے ہیں اس خانقاہ میں مسجد بھی ہے، مدرسہ بھی، کتب خانہ اور مہمان خانہ بھی۔ یہ خانقاہ پختہ لکھوری (چھوٹی اینٹ) سے بنی ہوئی ہے۔ کسی زمانے میں یہ خانقاہ "دکان معرفت" کہلاتی تھی۔[386]

---

384۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، ملتان، ادارہ نشر المعارف چہلیک، 1956ء، ص 429

385۔ ایضاً، ص 429-430

386۔ علوی، مسعود احسن، پروفیسر، خانقاہ اشرفیہ، تالیفات اشرفیہ، لاہور 1988ء، ص 2



toobaafoundation.com

## خانقاہی مجالس

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے پیر و مرشد حضرت حاجی شاہ محمد امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے ایماء اور حکم سے خانقاہ امدادیہ میں سکونت اختیار کی۔اور آخر عمر تک تقریباً ساٹھ سال یہاں قیام فرمایا۔رفتہ رفتہ یہ خانقاہ مرجع خلائق بن گئی۔ملک کے گوشہ گوشہ سے لاکھوں طالبان حق اور تشنگانِ طریق مسلسل آتے جاتے رہے اور حضرت تھانویؒ کی تعلیم و تربیت سے مستفیض ہوتے رہے اور حضرت کے مواعظ و ملفوظات سے بہرہ اندوز ہوتے رہے اسی عرصہ قیام و عرصہ حیات میں حضرتؒ نے دین کے تمام شعبوں میں تقریباً ایک ہزار تصانیف کا ذخیرہ صدیوں تک کے لیے آئندہ نسلوں کے لیے بہم پہنچایا ہے اور ملک کے ہر گوشہ میں حضرتؒ کے فیض یافتہ حضرتؒ کی حیات ہی میں کثیر تعداد میں خلفائے مجازین کی صورت میں موجود تھے جن سے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری ہوا۔(387)

پروفیسر مسعود احسن علوی خانقاہی مجالس میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ طالبین حق کی رشد و ہدایت کے لیے جو انداز مجالست و مخاطبت اختیار کرتے تھے اس حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ مجلس میں حضرتؒ مختصر مختصر مختلف اور گوناگوں مضامین بیان فرماتے تھے البتہ کبھی کسی خاص موضوع پر اتفاق سے تقریر ہو تو دیر تک اور خاص اثر انداز جذبہ سے طویل تقریر بھی فرمایا کرتے تھے۔کبھی اگر کسی نے کوئی بات تحقیق طلب دریافت کی تو اس کی وضاحت فرمادیتے،فقہی مسائل پر بہت کم گفتگو کرتے تھے اگر کسی نے کوئی مسئلہ شرعی پوچھا تو فرماتے تھے کہ اس کے بتانے والے بہت ہیں جہاں چاہو پوچھ لو،مجھ سے تو بس اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت کی باتیں سنو اور یہی محبت دین کے تمام شعبوں کی روح رواں ہے۔(388)

خانقاہی مجالس کے حوالے سے مزید لکھتے ہیں کہ حضرت تھانویؒ اسی انداز محبت میں تصحیح عقائد و زادِ راہ آخرت کی باتیں کر رہے ہیں۔اتباع شریعت و اتباع سنت کے لیے اہتمام اور اس کے حدود متعین فرمارہے ہیں۔اصلاح باطن و تزکیہ نفس کے طریق کو واضح کیا جارہا ہے حسنات و رزائل کی تشریح کی جارہی ہے۔اعمال ظاہر و باطن میں اختیاری و غیر اختیاری،مقصود و غیر مقصود کی حدیں قائم کی جارہی ہیں۔حکایات و روایات سے ان امور کو دل نشین کیا جارہا ہے۔آداب زندگی اور آداب انسانیت کی تعلیم کی جارہی ہے۔حقوق اللہ، حقوق العباد،حقوق النفس کے ادا کرنے کے طریقے بتائے جارہے ہیں اور اس طرح اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عظمت و محبت دل میں اتاری جارہی ہے۔مجاہدہ اور حصول تقویٰ کا معیار قائم کیا جارہا ہے۔روز مرہ کی زندگی اور خانگی حالات اور ازدواجی تعلقات میں خوشگواری پیدا ہونے کی باتیں کی جارہی ہیں۔ملکی و سیاسی حالات پر روشنی ڈالی جارہی ہے۔مختصر یہ کہ حیات طیبہ حاصل کرنے کے لیے اور اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لیے تمام معارف و حقائق سہل لفظوں میں بیان کئے جارہے ہیں۔

غرض کہ حضرت تھانویؒ نے اپنی مجالس رشد و ہدایت میں حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی مجالس مبارکہ کی جھلکیاں پیدا فرمادیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی کے نمونے ہمارے سامنے پیش فرمادیئے۔(389)

---

387۔ علوی،مسعود احسن،پروفیسر،خانقاہ اشرفیہ،ص 3

388۔ علوی،مسعود احسن،تربیت گاہ اشرفیہ،جامع اشرفیہ فیروز پور روڈ،لاہور 1987ء،ص 2

389۔ ایضاً،ص 3



toobaafoundation.com

## خانقاہی نظم وضبط

دنیا میں کوئی حکومت اور کوئی ادارہ نظم وضبط کے بغیر نہیں چل سکتا۔اسی لیے قرآن پاک نے زندگی کے ہر دور اور شعبہ کے لیے حدود و قواعد کی پابندی لازمی قرار دی ہے۔ معلم الاخلاق ﷺ کو بھی مسلمانوں کی داخلی اور خارجی زندگی میں نظم وضبط پیدا کرنے کی غرض سے بھیجا گیا۔ مگر عام طور پر نہ صرف عوام بلکہ خواص کا تصور یہی ہے کہ یہ اصول و قواعد۔ حدود و قیود اور نظم و ضبط صرف انگریزوں کے ہاں تھا۔اسلام ان کا مدعی نہیں ہے جس کی وجہ سے ان کی زندگی کے کسی شعبہ میں بھی باضابطگی نہیں پائی جاتی۔جو کام بھی ہے بے ضابطہ اور بے طریقہ۔اس طرف سب سے پہلے ہندوستان میں حضرت تھانویؒ نے توجہ فرمائی اور انہوں نے مسلمانوں میں ضبط و نظم پیدا کرنے کے لیے اپنے ہاں ہر ہر موقع و محل کے لیے اصول و قواعد تیار کیے۔ان کی خود بھی اور دوسروں سے بھی پابندی کراتے جس کی وجہ سے نافہم لوگ آپ کو سخت گیر کہتے حالانکہ اس دور میں سب سے پہلے امت مسلمہ کو جو سبق حضرت تھانویؒ نے دیا۔اسی کو قائد اعظم نے بھی دہرایا۔ قوم کو مشورہ دیا کہ وہ اتحاد، تنظیم اور یقین سے کام لے چونکہ حضرت تھانویؒ کی یہ اصول پسندی بعض طبائع پر گراں گذرتی تھی اس لیے وہ آپ پر یوں زبان طعن دراز کرتے تھے کہ

"یہ اصول پسندی تو بالکل انگریزیت ہے کہ ملنے کے اوقات مقرر، گفتگو کے طور طریق متعین۔ یہ بھی کوئی درویشی ہے " (390)

لیکن حضرت ایسے تمام کم عقل لوگوں کی باتوں کی پرواہ کیے بغیر اپنی اور تمام واردین کی سہولت کی وجہ سے نظم وضبط کا اہتمام فرماتے تھے۔آپ نے نو واردین کی سہولت کے لیے ایک سوالنامہ چھپا رکھا تھا جسکی تمہید یہ تھی کہ:

"بعض حضرات احقر کے پاس خاص مقاصد کے لیے تشریف لاتے ہیں جن کی بجا آوری ان کے مفصل حالاتِ ضروریہ کے مطلع ہونے پر موقوف ہوتی ہے مگر اکثر کا میرے سوال کرنے پر بھی جواب مجھے نہیں ملتا یا بہت ہی ناتمام ملتا ہے یا کئی کئی بار کے پوچھنے پر ملتا ہے جس سے طبعاً اذیت ہوتی ہے اور اذیت سے تنگی و کدورت جو ان کے مقاصد میں مخل ہوتی ہے چونکہ اس کی وجہ پوچھنے پر اکثر نے تصریحاً یہ وجہ بیان کی کہ زبان سوال سے انتشار ہو جاتا ہے اس لیے سہولت کے لیے نقشہ ذیل تجویز کرتا ہوں کہ یہ نقشہ پیش کر دیا کروں اور وہ اس کی خانہ پری خود یا کسی سے کرا کر مجھ کو عنایت فرما دیا کریں حالانکہ جانبین کو اس میں راحت ہو گی"۔اشرف علی۔(391)

## سوال نامہ

1۔ نام
2۔ وطن اصلی
3۔ اس وقت کس مقام سے آنا ہوا اور اس مقام میں کتنا عرصہ قیام رہا۔
4۔ شغل و وجہ معاش
5۔ موروثی زمین تو آپ کے پاس نہیں
6۔ علمی استعداد اردو یا عربی یا انگریزی میں کس قدر ہے۔

---

390۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، ص432

391۔ سیف الرحمن، مولانا اشرف علی تھانویؒ کی علمی خدمات، ص88



toobaafoundation.com

7۔ اصلی مقصد آنے سے کیا ہے محض ملاقات یا کچھ کہنا یا لکھ کر دینا یا زبانی اور مجمع میں یا تنہائی میں؟

8۔ کسی سے بیعت ہیں یا نہیں اور کس سے؟

9۔ اگر مجھ سے بیعت ہیں تو بیعت کو کتنا زمانہ ہوا اور تعلیم کس کے متعلق ہے؟

10۔ میرے مواعظ و رسائل کیا کیا دیکھے ہیں؟

11۔ اگر مجھ سے کچھ خط و کتابت ہوئی ہے تو وہ پاس ہے یا نہیں اگر ہے تو دکھلایا جائے۔

12۔ کتنا قیام ہوگا؟

13۔ کہاں قیام ہوگا؟

14۔ خانقاہ میں اول بار آنا ہوا ہے یا پہلے بھی آئے ہیں اگر پہلے بھی آئے ہیں تو کتنا قیام ہوا تھا؟

15۔ یہاں کے انتظام بعام کی آپ کو خبر ہے یا نہیں؟

16۔ باہر والا بڑا اعلانِ قلمی دیکھ لیا یا نہیں؟

"اشرف علی"([392])

## اعلان انضباط الاوقات

سوال نمبر 16 میں جس اعلان قلمی کی طرف اشارہ ہے وہ درج ذیل ہے جو نو واردین کی سہولت اور اپنے حرج اوقات کے انسداد کے آپ کی نشست گاہ کے باہر آویزاں تھا:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظم الاوقات تاکہ نہ اہل حاجت کا حرج ہو نہ احقر کا

1۔ صبح سے بارہ بجے تک مجھ کو متفرق ایسے کام رہتے ہیں جو تنہائی میں ہو سکتے ہیں اس وقت کسی سے ملنے میں یا بات چیت کرنے میں تکلیف بھی ہے حرج بھی ہے۔

2۔ البتہ اوپر کے نمبر سے تین اشخاص مستثنیٰ ہیں ایک وہ شخص جو تازہ آیا ہو اور صرف ملاقات کا مصافحہ کرنا چاہتا ہو دوسرا وہ جو جا رہا ہو اور صرف رخصت کا مصافحہ کرنا چاہتا ہو۔ تیسرا وہ شخص جس کو ایسی حاجت ہو کہ اس میں مہلت نہیں ہو سکتی مثلاً دردِ زہ وغیرہ کا تعویز لینا ہو یا فوری ضرورت کا کوئی مسئلہ پوچھنا ہو جس میں تاخیر نہ ہو سکے مگر تینوں اشخاص کو چاہیے کہ آتے ہی کہہ دیں کہ ہمارے اس وقت آنے کی یہ وجہ ہے تاکہ معلوم نہ ہونے سے پریشانی نہ ہو۔

3۔ پھر بارہ بجے سے نماز ظہر سے فارغ ہو کر اپنی مجلس میں بیٹھنے تک میرے قیلولہ و نماز کا وقت ہے اس میں ملاقات سے اور نیز سب خدمات سے معافی چاہتا ہوں۔

4۔ پھر جب ظہر پڑھ کر اپنی مجلس میں حاضر ہو جاؤں اس وقت سے عصر کی اذان ہونے تک عام اجازت ہے بیٹھنے کی، ہر قسم کی بات چیت کی، تعویز وغیرہ مانگنے کی البتہ جمعہ کا دن تعویز دینے سے مستثنیٰ ہے۔

---

392۔ سیف الرحمن، مولانا اشرف علی تھانویؒ کی علمی خدمات، ص 89



toobaafoundation.com

5۔ پھر اذان عصر سے نماز سے فارغ ہونے تک کے لیے وہی قاعدہ ہے جو صبح سے 12 بجے تک کے وقت کا ہے جو نمبر 1 میں مذکورہ ہے اور وہی لوگ یہاں بھی مستثنیٰ ہیں جو نمبر 2 میں مذکور ہیں۔

6۔ عشاء کے بعد علی الاخلاق معذوری ظاہر ہے باستثناء ضرورت شدید۔(393)

## خانقاہی دستور العمل

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جب یہ دیکھا کہ بعض طالبین حاضری خانقاہ کی شرائط کے متعلق بہت گڑبڑ کرتے ہیں اور طے ہونے میں بڑا وقت صرف ہو جاتا ہے تو آپ نے خاص اپنی طرف سے ایک دستور العمل مرتب کر کے طبع کرا لیا اس کے بعد جب بھی کوئی حاضری کی اجازت مانگتا تو اس کو ہر مطبوعہ دستور العمل ارسال کر دیا جاتا۔

خانقاہی دستور العمل طالبانِ تعلق مرکب از مراتب سبعہ

اولاً یہاں کی ابتدائی آمد میں ہر حال میں بدوں مخاطبت و مکاتبت کے سکوت محض کے ساتھ چندے مجالست و مصاحبت بغرض حصول بصیرت و مناسبت۔

ثانیاً یہاں سے جا کر اگر تعلق رکھنا چاہیں اپنے مستقر سے اپنی اصلاح کے متعلق زیارت مناسب کے لیے مراسلت و مکاتبت۔

ثالثاً مکرر آمد میں اگر یہاں کے قیام میں صرف مکاتبت چاہیں تو قبل آمد بذریعہ خط مجھ سے تحقیق موافقت وضروری مناسبت واخذ اجازت مکاتبت۔

رابعاً بعد حصول اجازت نامہ جس کو آنے کے وقت دکھلانا ضروری ہوگا یہاں کے قیام میں صرف مکاتبت بلا مخاطبت

خامساً بعد مناسبت نامہ جو مکاتبت طویلہ سے حاصل ہو سکتی ہے میری اجازت کے بعد یہاں کے قیام میں مکاتبت و مخاطبت (یہ تفصیل بقاء تعلق کی صورت میں ہے)

سادساً اگر اختلاف مذاق کے سبب مناسبت سے مایوسی ہو جائے تو پھر مصلحت کے لیے نہ کہ کدورت کے سبب تجویز مفارقت و مجانبت و مشورہ رجوع بجانب محل مناسبت۔

سابعاً لیکن اس حالت میں بھی اگر خواہش کریں تو طلب دعا و دریافت خیریت کے خط بھیجنے کی اجازت علی المواظبت و بشرط عدم انقباض سکوت کے ساتھ اجازت مجالس و مصاحبت۔(394)

## خانقاہ امدادیہ کے دیگر متفرق قواعد و ضوابط

1۔ حضرت کو بالخصوص و دیگران کو بالعموم ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے کی اجازت نہ تھی۔

2۔ طالبین کو دوسروں کی طرف سے سلام و پیام خط و ہدیہ وغیرہ لانے کی بھی عام طور پر ممانعت تھی۔

3۔ طالبین و نو واردین کو سفارشی خط لانے کی اجازت نہ تھی کیونکہ امر دین میں سفارش کوئی اثر نہیں رکھتی جبکہ وہاں سارا اہتمام ہی دینی تعلیم و تربیت کا تھا البتہ اس سے دوسرے کو اپنی مرضی کے موافق کام کرنے پر مجبور کرنا ہوتا ہے جو حضرتؒ کو پسند نہ تھا۔

4۔ نو واردین کو ہدیہ پیش کرنے کی بھی اجازت نہ تھی تاوقتیکہ یہ کہ مناسبت تامہ پیدا نہ ہو جائے۔

---

393۔ علوی، مسعود احسن، پروفیسر، ماہنامہ الحسن، جلد اول، ص 107-108

394۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، ص 436



toobaafoundation.com

5۔ مسجد یا گھر کو آتے جاتے وقت راستہ میں مصافحہ یا بات چیت کرنا بھی ممنوع تھا کیونکہ آپ اکثر آمد ورفت کے دوران غور و فکر میں مشغول ہوتے تھے۔اور بسا اوقات بالعموم بعد از عصر قریب مغرب گھر واپس جاتے ہوئے راستہ میں کوئی مضمون پڑھتے ہوئے تشریف لے جاتے تھے۔اس طرح کسی کے مصافحہ کرنے یا مخل ہونے سے یکسوئی میں خلل پڑتا تھا۔

6۔ راستہ چلتے وقت پشت کی جانب سے تخاطب کو بہت برا مناتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے امام ابو ابو یوسفؒ کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر تم کو کوئی پشت کی طرف سے خطاب کرے تو اسکا جواب مت دو اس نے تمہاری بڑی اہانت کی ہے اور اس نے تم کو گویا جانور سمجھا کیونکہ جانوروں کو ہی پشت سے خطاب کیا جاتا ہے۔

7۔ راستہ چلتے وقت کسی کا خواہ مخواہ ساتھ ہو لینا بھی ممنوع تھا کیونکہ چلنے میں آزادی نہیں رہتی حضرت امام احمد بن حنبلؒ بھی راستہ میں اپنے ہمراہ کسی کو نہ چلنے دیتے تھے۔

8۔ اس طرح راستہ چلتے وقت پیچھے پیچھے چلنے کی بھی اجازت نہ تھی کہ یہ آپ کے اچانک رک جانے سے پہلے آدمی کو ٹکر لگنے کا امکان تھا اگر کوئی پیچھے چلنا ہی چاہتا ہے تو اتنے فاصلہ پر رہنے کی اجازت تھی کہ پاؤں کی آہٹ نہ آئے۔

9۔ رخصت ہوتے وقت رخصتی ملاقات کے لیے کوئی وقت مقرر نہ تھا صرف اتنی پابندی تھی کہ آتے ہی کہہ دے کہ میں جارہا ہوں کیونکہ اسلام و مصافحہ سے پتہ نہیں چلتا کہ یہ آمد کا ہے یا رفت کا۔

10۔ عین چلتے وقت تعویز وغیرہ کی درخواست یا کوئی دیگر حاجت پیش کرنی بھی ممنوع تھی کیونکہ قلتِ وقت کے باعث جانبین کو تنگی ہوتی تھی۔(395)

مولانا عبدالماجد دریابادی خانقاہ امدادیہ کے قواعد وضوابط کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ :

> "مولانا قواعد وضوابط کے محکوم نہ تھے۔ قاعدے اور ضابطے سب ضرورۃ اور سہولت کے لیے بنائے گئے تھے یہ نہ تھا کہ اپنے اور دوسروں کے ہاتھ باندھ دینے کے لیے خواہ مخواہ کچھ ضابطے عائد کر لیے ہوں۔یہ واقعہ خاص اس لیے درج کیا جاتا ہے کہ مولانا کو ایک گروہ ضابطہ پرستی میں بدنام کر چکا ہے۔بدنامی تمام تر بے جا، ایسے لوگوں نے قریب سے حضرتؒ کو دیکھا نہیں۔"(396)

## تاثرات مجلس

پروفیسر مسعود احسن علوی حضرت تھانویؒ کی خانقاہی مجالس کے تاثرات کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت کی مجلس کے تاثرات بڑے قوی اور دیرپا ہوتے تھے۔خود فرماتے تھے کہ یہاں سے کوئی خالی ہاتھ نہیں جاتا کم از کم کان سب کے کھول دیئے جاتے ہیں، حضرتؒ کا لب لہجہ اب تک کانوں میں گونج رہا ہے۔اس آخر عمر میں حضرتؒ کا فیض روحانی یوں محسوس ہوتا ہے جیسے عالم برزخ سے فیض کی لہریں آتی ہیں آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ "بزرگ بننا ہو، قطب بننا ہو، غوث بننا ہو، کہیں اور جاؤ اور انسان بننا ہو تو یہاں آؤ" اور فرماتے تھے کہ پہلے آدمی بنو کیا بزرگی اور ولایت ڈھونڈتے پھرتے ہو، آدمیت سیکھو، بزرگی بیچاری تو ایک دن میں ساتھ ہو لیتی ہے، مشکل چیز تو شرافت اور شعور انسانیت ہے۔(397)

---

395۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، ص449-450

396۔ دریابادی، عبدالماجد، مولانا، حکیم الامت، لاہور، اشرف پریس، 1975ء، ص98

397۔ علوی، مسعود احسن، پروفیسر، تربیت گاہ اشرفیہ (مضمون)، پبلیشرز حافظ فضل رحیم جامع اشرفیہ، فیروزپور روڈ، لاہور 1987ء، ص6



toobaafoundation.com

آپؒ کسی عذر شرعی پر معمولات چھوٹ جانے سے کبھی تنبیہ اور مواخذہ نہیں کرتے تھے لیکن اگر کوئی بے اصولی بات کرتا یا بے فکری کا ثبوت دیتا، حقوق واجبیہ کا تارک ہوتا، معاملات میں بد انتظامی برتتا یا سلیقہ اور ڈھنگ سے کام نہ کرتا یا کسی کی ناگواری کا باعث ہوتا تو حضرتؒ فوراً تیور بدل لیتے سخت اور تیز لہجہ بنا لیتے اور فوراً اصلاح فرماتے تمام اہل مجلس کو عموماً اور سالکین کو خصوصاً اس طرف توجہ دلاتے کہ یہ تمام چیزیں دوسروں کے لیے اذیت کا سبب بنتی ہیں اور اذیت نہ پہنچانا واجب ہے اور تم سب اس کے مکلف ہو۔(398)

تمام بزرگی، قطبیت، غوثیت اور کشف و کرامات کو نظر انداز کر کے اور تمام غیر ضروری چیزوں کو حذف کر کے حضرتؒ طالبین و مریدین کی صرف دو صفات پر نظر رکھتے تھے ایک تو ان کے اندر انسانیت ہو اور دوسرا اس سے کسی کو ایذا ء نہ پہنچے حضرتؒ ہمیشہ اس کوشش میں رہتے تھے کہ سب سے اول طالب پر مقصود اور اس کے طریق کی حقیقت منکشف ہو جائے تا کہ عمل بصیرت سے ہو سکے۔(399)

## اصلاح رسوم خانقاہی

تربیت باطن کے جو طریقے بزرگوں نے تزکیہ نفس کے لیے تدبیر کے درجہ میں اختیار کئے تھے اور علاج کے لیے تجویز کئے تھے اہل خانقاہ انہی کو مقصود سمجھ بیٹھے تھے، نفس کشی کا سلسلہ، توہم پرستی، شخصیت پرستی، قبر پرستی، چلے کشی، مراقبات، ذوقیات، کیفیات، خواب، مبشرات اور مکاشفات و کرامات و تصرفات اور کچھ غیر مسنونہ اوراد و وظائف اور ذکر و اذکار یہی سب کچھ میراث تھی۔ خانقاہیت کی جو صدیوں سے چلی آ رہی تھی حضرت تھانویؒ نے دین کے پردے میں مسلمانوں کی اس طرح صریح گمراہی کے انجام سے متاثر ہو کر سب خانقاہی رسم و رواج کو ختم کیا۔(400) اور فرمایا کہ تم نے غیر مقصود کو مقصود سمجھ لیا جو چیز مرکب ہے مذہب اور غیر مذہب سے اس کو تم نے فرض و واجب کا درجہ دے دیا۔ ان رسومات ہی کو تم نے منتہائے کمال سمجھ لیا۔ کشفیات اور تصرفات کو تصوف کا اصل ثمرہ سمجھ بیٹھے تم مراقبوں اور حلقوں ہی میں گھر کر رہ گئے۔ نفسانی کیفیات کو روحانی لذت اور وجد و حال کو ارفع حالت سمجھنے لگے۔ مبشرات، فتوحات اور کرامتوں کو فخر و مباہات کا ذریعہ بنا لیا۔ تعطل کو تفویض سمجھ لیا مقصود تمہارے ہاتھ سے نکل گیا اور تم جادہ شریعت و حقیقت سے دور جا پڑے۔(401)

حضرت مولانا تھانویؒ نے تمام خانقاہی رسومات کو حذف کر دیا اور چاروں سلسلوں کی تعلیمات کی تجدید کی اور فرمایا یہ نہ سمجھنا کہ کیفیات باطنیہ اور مقامات روحانیت ہمارے یہاں نہیں الحمد للہ سب کچھ ہے کشف و کرامات و تصرفات وغیرہ اپنے مقام پر سب برحق لیکن پھر بھی ان میں مادیت ہے۔ اللہ تعالی نے اہل حق، اہل اللہ کو اس سے بہتر اور قوی چیز عطا فرمائی ہے وہ ہے روحانیت اور اس کے لطائف و مدارج ہیں مگر روحانیت کی ترقی منحصر ہے تعمیل احکام شرع پر کیفیات اور مکاشفات کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ ساری طریقت اور تمام سلوک کا راز

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ٱهْدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلْمُسْتَقِيمَ صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (القرآن 1: 5 تا 7)

---

398۔ ایضاً، ص7

399۔ ایضاً

400۔ تصوف و سلوک از آثر حکیم الامت، تالیفات اشرفیہ ملتان 1989ء، ص7

401۔ خان، عبد الرحمن، منشی، تصنیفات، خطبات حکیم الامت، تالیفات اشرفیہ، ملتان 1987ء، ص22



toobaafoundation.com

کے اندر مضمر ہے وہ کون لوگ ہیں جن پر انعامات ہوئے؟ انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں انہی کا مسلک اختیار کرو۔ انہی کو تقلید کرنے سے سب کچھ ملے گا یہ اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلے ہیں تم بھی ان کے پیچھے پیچھے ہو لو۔ ان کے یہاں صرف وہی ہوتا ہے جو اللہ اور رسول اکرم ﷺ نے بتلادیا ہے شریعت و طریقت میں صدیوں کے جتنے نشیب و فراز تھے حضرتؒ نے سب ہموار کئے اور پھر حضور ﷺ کی چوکھٹ پر طالبان حق و سالکین طریق کو لا کر کھڑا کر دیا، تربیت باطن دربار رسالت ﷺ سے زیادہ اور کہاں میسر ہو گی۔(402)

## حقیقت خانقاہی اعمال و اسرار

اس حوالے سے مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ بڑے بڑے بزرگان طریقت جنہوں نے روحانی سلاسل کی بنیاد ڈالی تھی ان کے مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اللہ کی مرضی کے مطابق نفس کی اصلاح ہو جائے اور صحیح معنوں میں انسان انسان بن جائے۔ طالبین سلوک، نفس و شیطان کے کید اپنے شیخ سے بیان کرتے ہیں اور وہ صلاح تجویز کرتے ہیں اور اس کے استعمال کے لیے تدبیریں بتاتے ہیں اختلافات استعداد و ہمت کی بناء پر مشائخ سالک کو رذائل سے اجتناب اور حسنات کے اکتساب کے لیے ریاضتیں اور مجاہدے تجویز کرتے ہیں، کسی کے لیے مراقبے اور کسی کے لیے ذکر و اذکار، کسی طالب پر خوف کو غالب کرتے کسی کو رحمت الٰہی کی طرف متوجہ کرتے جیسی جس کے لیے ضرورت سمجھتے اس کو اس طریق پر لگا دیتے۔ مقصود سب کا تزکیہ باطن اور حصول رضائے الٰہی ہوتا ہے یہی حقیقت تھی خانقاہی اعمال اور خانقاہی اسرار کی۔ رفتہ رفتہ نااہل لوگ خانقاہوں پر قابض ہو گئے اور خانقاہی جانشینوں میں وہ صلاحیت نہ رہی جس سے حق و باطل میں امتیاز ہو واجب اور غیر واجب ضروری اور غیر ضروری کو سمجھیں، سنت و بدعت میں فرق جانیں۔ مختلف رسومات اختراع کر کے اہل خانقاہ خود فریبی، ریاکاری اور شخصیت پرستی میں مبتلا ہو گئے اور خانقاہیں صحیح تعلیم سے بیگانہ ہو گئیں۔ اتباع شریعت و سنت کی اہمیت اور اس کا اہتمام نہ رہا۔(403)

مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ گو اصطلاحی عالم نہ تھے مگر حضرتؒ کی طرف زیادہ تر اہل علم ہی گرویدہ تھے حاجی صاحبؒ تصوف کے مجتہد و مجدد تھے، امام تھے مدتوں سے طریق مردہ پڑا تھا۔ حضرتؒ کی برکت سے اس کی تجدید ہوئی فی زمانہ خانقاہوں میں ہر جگہ بیٹھ تو گئے ریاکار اور منافق طریق۔ اب یہ تدابیر اصلاح نفس کی کون بتائے اور کون اس کا طالب ہو۔ حضرت حاجی صاحبؒ کے ادراک روحانی نے یہ بات محسوس کی اور منجانب اللہ ان کے قلب و وجدان پر یہ القاہوا کہ تمام سلاسل کی اصلاح کر کے ان کو ایک سلسلہ میں منسلک کر دیا جائے کیونکہ مقصود سب کا انسان کامل ﷺ کا اتباع ہی تھا جس کا دوسرا عنوان تحصیل رضائے الٰہی ہے اور جس کا طریق یہی اعمال مامور بہا ہیں رہے مجاہدے اور ریاضتیں اذکار و اشغال وغیرہ یہ نہ تو مقصود ہیں اور نہ بذات خود طریق ہیں ایک درجہ میں طریق پر آنے کی اور رسوخ حاصل کرنے کی تدبیریں ہیں اور حصول مقصود کے لیے معاون و معین ہیں۔(404)

## خانقاہی فتنے اور پیری مریدی

---

402۔ علوی، مسعود احسن، پروفیسر، تربیت گاہ اشرفیہ، ص6

403۔ خان، عبدالرحمن، منشی، تصنیفات و خطبات حکیم الامت، ص23

404۔ تصوف و سلوک، ماخوذ از آثر حکیم الامت، جامعہ اشرفیہ لاہور، 1987ء، ص7،8



toobaafoundation.com

جس طرح حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے دور میں اکبر بادشاہ کے فتنہ دین الٰہی کا خاتمہ کیا۔ اسی طرح تقریباً پانچ سو سال بعد اللہ تعالیٰ نے مجدد وقت اور حکیم الامت کو مبعوث فرمایا جنھوں نے مدتوں کا قائم کردہ طلسم خانقاہی توڑ ڈالا۔ مادیت و روحانیت، فلسفہ و نفسیات، اہنساو رہبانیت، جمود و قنوطیت، ایرانی شتریت و متصوفیت، ہندو جوگیوں کی ویدانت سے متاثر ہو کر مبتدعیوں، جاہل صوفیوں، دکاندار پیروں اور گندم نما جو فروش مشائخ نے جو بت تراش رکھے تھے۔ حضرت حکیم الامتؒ نے اپنی تلقین و تقریر و تصنیف و تبلیغ کے ذریعہ سب کو پاش پاش کر دیا۔ پیروں نے اپنی مطلب براری اور تکمیل اغراض نفسانی کی خاطر ایسی خانقاہیں اور لنگر خانے کھولے، کہ بجائے اصلاح باطن، ذکر و تلاوت، تقویٰ و طہارت کے وہاں فحاشی و منکرات کے اڈے بن گئے۔ اولیاء اللہ کے مزارات پر عرس کے ایام میں قوالیوں اور رقص و سرور کے جھمگٹے لگتے تھے۔ حظ نفسانی کو حظ روحانی اور عبادت سمجھا جانے لگا، طبلہ اور سارنگی کی تن تن میں جو مزا ہے وہ بھلا نماز میں کیا آتا۔ اجمیری، کلیری اور ہجویری رحمھم اللہ کے مزارات کے سجادہ نشینوں پر نذرانوں کی بکھیریں اور قبروں کے چڑھاوے، ہدایا شمار ہوتے ہیں۔ وحدت الوجود، وحدت الشہود، ہمہ اوست و ہمہ از اوست، لطائف و دوائر کے چکر اور بھول بھلیوں میں گم ہو کر فرائض و واجبات اور سنن و مستحباب کو فراموش کر بیٹھے۔ حضرت حکیم الامتؒ نے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی ایک چھوٹی سی سہ دری میں بیٹھ کر تمام اسرار و رموز کو فاش کر دیا کہ سینہ بسینہ کوئی چیز نہیں ہے شریعت و طریقت اصل میں ایک جان و دو قالب ہیں۔ یہ پہلا دینی انقلاب تھا جو ایک مجدد کے ہاتھوں برپا ہوا اور الحمد اللہ کامیاب رہا۔ دنیا کو دکھا دیا کہ خانقاہ کس کو کہتے ہیں اور کیسے چلائی ہے جہاں نہ سیاست پر گفتگو ہوتی تھی نہ کسی کی غیبت، نہ کوئی تجارت، نہ کسی کو کسی سے اذیت پہنچتی۔ (405)

## حضرت تھانویؒ کے اخلاق و محاسن

اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم الامت، مجدد ملت محمد اشرف علی تھانویؒ کی فطرت سلیمہ ہی میں متابعت سنت کی صلاحیت ودیعت فرمائی تھی۔ حضرتؒ کا تمام ضابطہ حیات و انداز زندگانی اسی سے مرتب نظر آتا ہے اور یہ چیز آپ کے تمام کارناموں، اشاعت و تبلیغ دین اور انداز تعلیم و تربیت باطن میں ہر طرح ظاہر و نمایاں نظر آتی ہے۔ آپؒ نے اپنے تمام ظاہری و باطنی اعمال کو اسوہ حسنہ رسول ﷺ میں اس طرح ڈھالیا کہ ایک شان محبوبیت پیدا ہو گئی۔ (406)

حضرت تھانویؒ چونکہ ایک جامع صفات شخصیت تھے۔ اگر تمام صفات کو شواہد کے ساتھ بیان کیا جائے تو اس کے لیے کئی دفاتر ناکافی ہوں گے حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ نے "اشرف السوانح" میں آپ کی صفات حمیدہ کی مندرجہ ذیل فہرست مرتب کی ہے:

(1) ادب 02) اخلاص (3) استقلال (4) استغنا (5) استقامت (6) استحضار (7) اعتدال (8) احتیاط (9) امانت (10) ایثار (11) برکت (12) بصیرت (13) تدبر (14) توکل (15) تقویٰ (16) تواضع (17) تاثر (18) ترحم (19) تہذیب (20) تدین (21) تیقظ (22) تحمل (23) حیا (24) حکمت (25) خشیت (26) غیرت (27) سخاوت (28) شجاعت (29) ذہانت (30) قناعت (31) ذکاوت (32) متانت (33) فراست (34) عبدیت (35) محبت (36) شفقت (37) مروت (38) شکر (39)

---

405۔ قیصر، عشرت علی خان، نواب، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی مجددانہ شان تربیت وارشاد، جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ، لاہور 1998ء، ص 5،6

406۔ عارفی، عبدالحئی، محمد، ڈاکٹر، خصوصیات زندگانی (مولانا تھانویؒ)، ص 1



toobaafoundation.com

صبر (40) در گزر (41) زہد (42) رفق (43) عدل (44) سادگی (45) ہمدردی (46) دلسوزی (47) دانشمندی (48) انضباط اوقات (49) اہتمام حقوق (50) اہتمام اصلاح امت (51) آزاد طبعی (52) اہتمام دین (53) احاطہ نظر (54) بے ساختگی (55) بلند نظری (56) ترک مالایعنی (57) تعلق مع اللہ (58) تصلب فی الدین (59) حسن خلق (60) حسن معاشرت (61) حسن تدبر (62) حفظ حدود (63) حفاظت امت (64) حق پسندی (65) حقیقت پسندی (66) حق گوئی (67) خیر خواہی (68) خوش طبعی (69) خلوت و جلوت (70) فراخ حوصلگی (71) حاضر جوابی (72) اولوالعزمی (73) سہولت پسندی (74) خوش انتظامی (75) وسعت خیال (76) صفت شناسی (77) رسائی فہم (78) شان تحقیق (79) شان تربیت (80) مخالفت نفس (81) نگرانی نفس (82) قوت حافظہ (83) لطافت طبع (84) رعایت جذبات (85) صفائی معاملات (86) زندہ دلی (87) رفیق القلبی (88) وقت نظر (89) رجوع الی الحق (90) ملکہ تحریر و تقریر (91) سلامت صدر (92) سلامت فطرت (93) رضا و تفویض (94) مجاہدہ و مراقبہ (95) بیم و رجا (96) قلت کلام (97) شان کرم (98) شان تحقیق (99) اصابت رائے (100) ابوالکلام (101) اصلاح سیاست (102) نوادر علمیہ (103) اصول پسندی (104) طریقہ تعلیم و تربیت (105) سیاست ([407])

ذیل میں حضرت تھانویؒ کا حلیہ مبارک اور مذکورہ بالا عادات وصفات میں سے بعض کے تائیدی واقعات درج کیے جاتے ہیں۔

## حلیہ مبارک

کھلتا ہوا گندمی رنگ، وجیہ چہرہ، سر پر برابر کے بال، ڈارھی گول بھری ہوئی، سر کے بال اور داڑھی میں سفیدی غالب، دونوں بھنوئیں قریب قریب ملی ہوئی، دہرا بدن، میانہ دراز قد، چہرہ گول رعب دار باوقار سنجیدہ اور متین، رفتار نہایت آہستہ، گردن تھوڑی سی خم کرنے کی عادت، جسم کے قویٰ مضبوط اور پُر گوشت، آواز صاف و نرم، پیشانی پر ہلکا سا نشان سجدہ، آنکھیں بارونق پر کیف ہمیشہ نیچے کی جانب جھکی ہوئی جن میں ایک خاص اثر و رعب تھا۔ ([408])

## ملبوسات

چکن ڈوریہ یا تن زیب کی پنچ کلی ٹوپی، کرتہ زیادہ تر چکن کا زیب تن فرماتے تھے۔ اندر ایک بنڈی بند دار، کرتے کا بٹن اوپر کا ہمیشہ کھلا ہوا، شرعی پاجامہ، ازار بند کپڑے کا جس میں کنجیوں کا گچھا بندھا ہوا، کپڑے نفیس اور عمدہ وضع دار، رومال کا بڑا چار خانہ کا، جمعہ کے دن دھاری دار عمامہ زیب فرق مبارک، کپڑے ہفتہ میں دو بار ضرور تبدیل فرماتے تھے جمعہ کے روز عطر لگاتے تھے۔ سردیوں میں اونی عبا زیب تن فرماتے تھے۔ سردیوں میں عام طور پر سر پر رومال باندھ لیتے تھے اور اونی گرم چادر اوڑھے رہتے تھے۔ صبح و شام گرم موزہ پہنتے تھے بعد میں اونی موزے وغیرہ پہننا چھوڑ دیا تھا۔ پر تکلف اور قیمتی لباس پہننا کبھی پسند نہیں رہا۔ ہمیشہ سادہ لباس پہنا مگر صاف ستھرا رہنے کا ہمیشہ طبعاً اہتمام رہا۔ بستر وغیرہ میں کوئی خاص اہتمام پسند نہ تھا بجز اس کے کہ بستر صاف ستھرا ہو۔ شب میں تہ بند باندھ کر آرام فرماتے تھے۔ سردیوں میں روئی کی مرزئی اور روئی کا چوغہ استعمال فرماتے تھے اور صافہ باندھتے تھے پلنگ یا کوئی چیز ٹیڑھی یا بے ترتیب بچھی ہو تو ناگوار گذرتی تھی۔ ([409])

---

407۔ مجذوب، عزیز الحسن، خواجہ، اشرف السوانح، ملتان، نیو اسلامی آرٹ پریس 1985ء، جلد سوم، ص 149

408۔ عارفی، عبدالحئی، محمد، ڈاکٹر، خصوصیات زندگانی (مولانا تھانویؒ)، ص 3

409۔ عارفی، عبدالحئی، محمد، ڈاکٹر، خصوصیات زندگانی (مولانا اشرف علی تھانویؒ مضمون)، ص 3



toobaafoundation.com

جمعرات کے دن حجامت بنواتے تھے۔ سر کے بال پیچھے کچھ پٹوں کی طرح تھے۔ چہرہ پر کہیں بال درست کرنے کے لیے استرہ کا استعمال نہ کیا جاتا تھا۔ ہفتہ میں دھوبی ایک بار کپڑے لاتا اس حوالے سے کاپی میں تاریخ واندراج رہتا تھا۔(410)

## ادب

دین ادب کے مجموعہ کا نام ہے اسی لیے حضرت تھانویؒ اپنے اساتذہ، بزرگوں اور بڑوں کا انتہائی احترام وادب کرتے تھے اور اپنی طرف سے کسی کو ناراضگی کا موقع نہ دیتے تھے آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ "الحمدللہ! میں نے اپنے بزرگوں کے ساتھ کبھی ظاہراً یا باطناً اختلاف نہیں کیا اور ہر طرح ادب ملحوظ رکھا حالانکہ مجھ کو سینکڑوں احتمالات سوجھتے تھے لیکن میں نے ہمیشہ ہی سوچا کہ ہم کیا جانیں اور اگر کبھی کوئی بات سمجھ میں بھی آتی تب بھی دل کو یہ کہہ کر سمجھالیتا کہ یہ کیا ضروری ہے کہ کوئی بات بھی بلا سمجھے نہ رہے دراصل طالب تحقیق کے لیے پہلے تقلید ہی ضروری ہے بعدہ تقلید کی برکت سے تحقیق کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے جیسے اگر بچہ اپنے استاد کی تقلید نہ کرے اور پڑھاتے وقت اسے کہے کہ اس بات کی کیا دلیل ہے کہ یہ الف ہے ب نہیں ہے تو بس وہ پڑھ چکا"(411)

ادب کے معاملے میں آپ ہم مسلک اور مختلف المشرب بزرگوں کے درمیان قطعاً کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔ جب آپ خانوادہ نقشبندیہ کے بزرگ مولانا شاہ فضل الرحمنؒ کو دوسری مرتبہ ملنے کے لیے مراد آباد روانگی کی غرض سے سواری پر سوار ہوتے تو آپ نے سوچا کہ "ہم لوگوں کے اعمال اچھے نہیں اور اکثر بزرگوں کو قلب کی تاریکی کا احساس ہو جاتا ہے مولانا بھی شدید اسی وجہ سے ڈانٹ ڈپٹ فرمایا کرتے تھے اس لیے اپنے قلب کو پاک وصاف کر کے حاضر خدمت ہونا چاہیے" یہ خیال آتے ہی آپ سواری سے اتر پڑے وضو کر کے استغفار پڑھتے ہوئے پاپیادہ اس طرف چل کھڑے ہوئے حالانکہ وہ گرمی کا موسم تھا دوپہر کا وقت تھا اور آپ روزہ سے تھے۔(412)

## احتیاط

اسلام نے ہر ایسے کام میں جو انسان کے لیے مضرت کا سبب بن سکتا ہے احتیاط کی تعلیم دی ہے اسی لیے حضرت تھانویؒ ہر معاملہ میں انتہائی محتاط رہتے تھے اور یہ آپ کی احتیاط کا نتیجہ تھا کہ آپ نے اس بات کی تاکید کر رکھی تھی کہ اگر کوئی عورت خط لکھے تو شادی شدہ ہونے کی صورت میں اپنے خاوند کے دستخط کرا کر بھیجے ورنہ اپنے کسی محرم کے دستخط کرائے۔ شوہر کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے محرم کے دستخط معتبر نہیں سمجھتے تھے تاکہ بصورت اختلاف عقائد میاں بیوی میں بعد میں لڑائی نہ ہونے لگے کہ ان کو خط کیوں لکھا۔(413)

---

410۔ ایضاً، ص4

411۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، کمالاتِ اشرفیہ، ملتان، ادارہ تالیفات اشرفیہ 2001، ص201

412۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، ملتان، ادارہ نشر المعارف چہلیک، 1956ء، جلد اول، ص316

413۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، ملتان، ادارہ نشر المعارف چہلیک، 1956ء، جلد اول، ص317



toobaafoundation.com

بیعت کے لیے مستورات کے سفر کو ناپسند فرماتے تھے اور خط کے ذریعہ بیعت کرنے کو ترجیح دیتے تھے۔اور اگر کوئی مستورہ دربار اشرفیہ تک پہنچ جاتی تو اس سے اس وقت تک گفتگو نہ فرماتے تھے۔جب تک اس کا کوئی محرم پاس نہ بیٹھا لیتے تھے۔اسی طرح حضرت کے کئی دوسرے قواعد وضوابط بھی ایسے تھے جو احتیاط پر مشتمل تھے۔(414)

## استغناء

استغناء ایک ایسی صفت جس کی وجہ سے انسان معاشرہ میں باعزت و باعظمت بن جاتا ہے اور انسان میں جرات اور حق گوئی کی صفات پیدا ہو جاتی ہے خداوند تعالی نے حضرتؒ کی طبیعت میں بھی استغناء کوٹ کوٹ کر بھرا تھا یہی وجہ ہے کہ آپؒ کو امراء وزراء اور مال وزر تو کیا عوام سے بھی استغناء تھا اور آپ نام نہاد حلم ومروت سے قطعاً کام نہ لیتے تھے کوئی بڑے سے بڑے آدمی بھی اگر آپ کی مجلس میں کوئی ناگوار حرکت کرتا تو اس کو مجلس سے اٹھا کر ایسا سبق سکھاتے کہ عمر بھر یاد رکھتا اسی طرح مالی استغناء بھی آپ میں بہت زیادہ تھا اسی لیے ہدایا قبول کرنے کی بھی آپ کے ہاں سخت حدود وقیود تھیں اسی لیے جب تک یہ یقین نہ ہو جاتا کہ اس کی کوئی غرض نہیں اس وقت تک ہدیہ قبول نہ کرتے حتی کہ اگر کوئی دعا کے لیے کہتا تو اس وقت تک اس کا ہدیہ بھی قبول نہ فرماتے امراء سے استغناء کا یہ عالم تھا کہ حیدر آباد دکن کے والی کے پاس اکثر علماء مشائخ وظیفہ ومنصب کی آرزو لے کر جاتے لیکن حضرت تھانویؒ کو اس سے ملنے کو بھی عار تھا حضرت کا موقف تھا کہ امراء سے علماء کا خلط کرنا اس میں امراء کا تو کوئی معتدبہ نفع نہیں بلکہ اہل علم کے اور غربا کے دین کا نقصان ہوتا ہے اس لیے میں اس کو ناپسند کرتا ہوں۔(415)

## استقلال

اللہ تعالی نے آپ کو استقلال کی دولت سے بھی خوب نوازا تھا۔بڑے بڑے حادثات،مصائب اور تکالیف میں بھی آپ کے معمولات زندگی اور ضروری مشاغل میں کوئی خاص فرق نہیں پیدا ہوتا تھا اور نہ ہی چہرہ سے صدمہ کا اظہار فرماتے تھے آپ کو اپنے خواہر زادہ مولانا سعید احمد سے اتنی محبت تھی کہ عشق کی حد تک پہنچ چکی تھی جب ان کا انتقال ہوا تو آپ صدمہ سے فرماتے تھے کہ قلب میں بار بار خیال پیدا ہوتا ہے کہ کام چھوڑ کر قبر پر جاؤں لیکن بتکلف اس تقاضے کو روکتا ہوں اس کے مقتضا پر عمل نہیں کرتا اور اپنے آپ کو برابر کاموں میں مشغول رکھتا ہوں کیونکہ میں خوب جانتا ہوں کہ اگر ایک بار اس کے تقاضے پر عمل کیا۔پھر عادت پڑ جائیگی اور آپ کا یہ استقلال اس موقف کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالی حاکم بھی ہیں اور حکیم بھی ہیں حاکم ہونے کی حیثیت سے تو انہیں اپنی مخلوق محکوم کے ظاہر و باطن میں ہر طرح کے تصرفات فرمانے کا ہر وقت کامل اختیار اور پورا حق حاصل ہے کسی کو مجال نہیں کہ چون وچرا کر سکے۔اور حکیم ہونے کے اعتبار سے ان کا ہر تصرف حکمت پر مبنی ہوتا ہے گو وہ حکمت ہماری سمجھ میں بھی نہ آوے چونکہ بفضلہ تعالی اللہ جل شانہ کا حاکم اور حکیم ہونا اچھی طرح ذہن نشین ہو گیا ہے اس لیے بڑے سے بڑے حادثہ میں بھی جس کو پریشانی کہتے ہیں۔وہ الحمدللہ مجھ کو کبھی نہیں ہوتی طبعی اثر ہونا اور بات ہے۔(416)

---

414۔ سیف الرحمن، مولانا اشرف علی تھانویؒ کی علمی خدمات، ص56

415۔ ایضاً، ص57

416۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، ص249



toobaafoundation.com

## اعتدال

ہر چیز کو اس کے صحیح مقام پر رکھنے کا نام اعتدال ہے۔ جس کو چھوڑ کر مسلمان آج افراط و تفریط کی تاریکیوں میں بھٹک رہا ہے آج قوم کا مزاج یہ ہے کہ اگر کسی سے عقیدت و محبت ہے تو اس کو پوجنا شروع کر دیتے ہیں اور اگر اس سے اختلاف ہو گیا تو گالیاں شروع کر دیتے ہیں غرض یہ کہ توازن و اعتدال منقود ہو گیا ہے مگر حضرت تھانویؒ اعتدال کا بڑا اہتمام فرماتے تھے بقول مولانا عبدالماجد دریاآبادی (1892-1977) حضرت کے ہاں دینوی حکام، روسا، عہدداروں کے ساتھ معاملت میں بھی خاص اعتدال ملحوظ رکھا جاتا تھا یعنی نہ ان لوگوں کی طرف گرنا جیسا کہ بعض مشہور خانقاہوں میں دستور ساپڑ گیا ہے اور نہ ان سے اپنے کو بالکل کھینچے رکھنا جیسا کہ بعض غیر محقق مشائخ نے تقویٰ اور درویشی کا مقتضا سمجھ لیا ہے۔(417)

## انکسار

انسان خواہ کتنے ہی بلند مرتبہ پر کیوں نہ فائز ہو دوسروں کو اپنے سے بہتر اور محترم سمجھے اور اپنا حقیر سا کام کرنے میں بھی عار محسوس نہ کرے اسی کا نام انکساری ہے۔ حضرت تھانویؒ کی بلندی کا یہی راز ہے کہ آپ انتہائی درجہ کے منکسر المزاج تھے ایک دن آپ کے بھائی منشی اکبر علی صاحب نے آپ کو کہا کہ اب آپ بڑے آدمی ہو گئے ہیں اطراف واکناف میں آپ کی شہرت ہے کم از کم سیکنڈ کلاس میں تو سفر کیا کریں۔ حضرت تھانویؒ نے جواب دیا "میں کیا کروں میری طبیعت کے خلاف ہے میں ریل میں گنواروں، بھنگیوں اور چماروں کے بیٹھتا ہوں شان کیا چیز ہے۔ دو دن بعد بھنگی چمار بھی مٹی ہوں گے اور میں بھی۔(418)

## ایثار

اپنے تقاضوں کو دوسروں کے جذبات کا خیال کرتے ہوئے قربان کر دینے کا نام ایثار ہے جو ایک عظیم اخلاقی صفت ہے اور یہ بات یقینی ہے کہ جس معاشرہ کے لوگوں میں جذبہ ایثار ہو گا وہ معاشرہ جنت کا نمونہ ہو گا حضرت تھانویؒ میں بھی جذبہ ایثار بہت زیادہ تھا جس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ آپ نے باوجود دارالعلوم دیوبند کے مدت دراز تک سرپرست رہنے کے جب کچھ اختلاف ہو گیا تو آپ نے بجائے اس کے کہ عام لوگوں کی طرح اس منصب سے چمٹ جاتے کمال نفسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس منصب سے فوراً علیحدہ ہونے کا فیصلہ کر لیا اس موقع پر اعلان فرمایا:

چونکہ آج کل مدرسہ دیوبند کے ارکان میں نیز بعض مسائل انتظامیہ میں غیر معمولی اختلاف ہے جس کو بنا بر حسن ظن اختلاف اجتہادی کہنا احوط ہے اور من جملہ ان مسائل کے احقر کی سرپرستی کی نوعیت کا مسئلہ بھی ہے جو میری آزادی طبیعت پر سب سے زیادہ گراں بھی ہے اور آئندہ ناگوار آثار کے ترتب کا بھی احتمال ہے اس لیے احتیاطاً و اخذاً بالعزیمۃ حضرت سیدنا حسن کی سنت کے اتباع میں نفس پرستی ہی سے اپنے کو معزول کرتا ہوں جو حقیقت میں تجدید اعادہ استعفاء سابق ہے امید ہے کہ اس کے بعد بقیہ مسائل جلد ہی سہولت سے حل ہو جائیں گے لیکن مدرسہ کی ہر خدمت مقدورہ سے انشاءاللہ تقاعد نہ ہو گا۔(419)

---

417۔ دریابادی، عبدالماجد، مولانا، حکیم الامت، لاہور، مکتبہ مدینہ، 1943ء، ص 59-60

418۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، کمالات اشرفیہ، ص 375

419۔ دریابادی، عبدالماجد، مولانا، حکیم الامت، ص 463



toobaafoundation.com

## توکل

حضرت تھانویؒ کی تمام زندگی توکل سے عبارت تھی۔ جب ایک دفعہ آپ پر بمبئی میں قاتلانہ حملہ ہوا تو آپ نے تھانہ پر کوئی رپورٹ درج نہیں کروائی اور دوسرے دن صبح بغیر احتیاطی تدبیر کے بازار میں پھرتے رہے۔ اسی طرح بریلی میں جو آپ کے مخالفین کا مرکز تھا باوجود احباب کے اصرار کے آزادنہ پھرتے تھے اور آپ فرماتے تھے کہ "بمبئی میں بہت مخالفین ہیں مگر وہاں بھی لوگوں نے اصرار کیا کہ بیان کیجئے میں نے وہاں بھی کھل کر بیان کیا اور جگہ کھلے بندوں آزادی کے ساتھ ادھر ادھر آتا جاتا رہا تنہا بھی اور جماعت کے ساتھ بھی۔ اس طرح بعض احباب نے بریلی میں بھی منع کیا کہ یہاں معاندین اور مخالفین کی بہت بڑی تعداد ہے حفاظت کا کچھ انتظام کر کے آنا جانا چاہیے اس طرح ادھر ادھر نہ پھرنا چاہیے لیکن میں نے کہہ دیا کہ یہ سب فضول اوہام ہیں بلا حکم خدا کچھ نہیں ہو سکتا اور اگر خدا کو ہی منظور ہو تو پھر لاکھ حفاظت کیجئے کیا ہو سکتا ہے۔ اسی طرح حضرت تھانویؒ میں مالی توکل بھی انتہا درجہ کا تھا۔(420)

## تقویٰ

عبادات، معاملات، معاشرت، اور انسانی زندگی کی تمام حرکات و سکنات اور گفتار و کردار کا اللہ تعالیٰ کی مرضی کے عین مطابق بنانے اور نہی عن المنکر سے طبعی نفرت پیدا ہو جانے کا نام تقویٰ ہے نیز متقی کے لیے ضروری ہے کہ دل میں دنیا کی قدر نہ ہو دل کو اس سے خالی رکھے اور بے ضرورت سامان جمع نہ کرے اس حوالے سے حضرت مولانا تھانویؒ نے فرمایا۔

دنیا کو آدمی جس قدر مختصر کرے اسی قدر راحت ہے جس کی نظر اللہ اور ماعند اللہ پر ہے اس کی نظر میں سونا چاندی تو کیا دنیا و مافیھا بھی کچھ نہیں حضور ﷺ نے اپنے لیے، اپنے جگر گوشوں اور خاص لوگوں کے لیے دنیا کو پسند نہیں فرمایا اور ایک دینار بھی رکھنا گوارا نہ فرمایا۔ (421)

حضرت تھانویؒ کا تادم آخر اسی پر عمل رہا معاملات اور معاشرت میں آپؒ کا تقویٰ بے نظیر تھا۔ آپ پر خوف محاسبہ کا یہ عالم تھا کہ 1305ھ میں جب آپ کے والد کا انتقال ہوا تو آپ نے ترکہ کی وصولی سے قبل حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے دریافت فرمایا کہ اگر جائیداد نہ رکھوں تو کیسا ہے؟

مولانا نے لکھا "اگر رکھو رخصت ہے نہ رکھو جب بھی حق تعالیٰ تم کو روزی سے پریشان نہ کرے گا۔ اس جواب پر آپ نے مستقل ذریعہ آمدنی والی جائیداد متروکہ اراضی کے بدلے نقد قیمت لے کر مکان بنوایا اور حج ثانی کر لیا۔ اس قسم کے کئی اور واقعات ہیں۔(422)

## حیاء

اخلاق حسنہ میں سے حیاء ایک نہایت اعلیٰ صفت ہے بلکہ ایمان کی ایسی شاخ ہے کہ اسے کاٹ دیا جائے تو ایمان کا سارا درخت ہی سوکھ جائے گا۔ حیا در اصل اسی طبعی خاصہ کو کہتے ہیں جو بدی سے دور رکھتا ہے اور حقدار کی حق رسی میں کوتاہی نہیں کرنے دیتا غرض یہ کہ حیا ایک ایسا فطری اور بنیادی وصف ہے جس کو انسان کی سیرت سازی میں بہت دخل ہے حضرت تھانویؒ پر حیا کا اتنا غلبہ تھا کہ

---

420۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، ص 253

421۔ سیف الرحمن، مولانا اشرف علی تھانوی کی علمی خدمات، ص 63

422۔ ایضاً، ص 64



toobaafoundation.com

فرماتے تھے "حیاء کے غلبہ سے کبھی ایسا ہو جاتا کہ پیر پھیلا کر سونا مشکل ہو جاتا اور بیت الخلاء میں ستر کھولنا اور بھی زائد باعثِ شرم معلوم ہوتا ہے یہ حالت رفیعہ ہے پھر غلبہ کے بعد اعتدال ہو جاتا ہے جو اس سے ارفع ہے۔(423)

یہی وجہ تھی کہ آپ کسی عورت سے دوبدو ہو کر بے تکلف گفتگو نہ فرما سکتے تھے سواری میں بھی ایسی جگہ ڈھونڈتے جہاں سامنے اور کوئی نہ ہو۔ دوران سفر نظر اٹھا مسافروں کو نہ دیکھتے کہ مبادا کسی عورت پر نظر پڑ جائے بیعت کے وقت عورتوں کو بے پردہ سامنے آنے کی اجازت نہ دیتے۔ ایک مرتبہ ایک بڑی ریاست کی وزیر زادی بمعہ اپنے شوہر بغرض بیعت تھانہ بھون پہنچی اور آپ کی اہلیہ کی معرفت بے پردہ حاضری کی اجازت چاہی حضرت نے صریح انکار کی بجائے تدبرانہ جواب دیا کہ اگر ان کو کچھ کہنا سننا نہ ہو تو خیر اجازت ہے میں خود اپنی نظریں نیچی کر لوں گا میرا کیا حرج ہے اور اگر انہوں نے کچھ کہنا سننا ہو تو میری طبیعت ہی کچھ ایسی ہے کہ میں عورت سے دوبدو گفتگو کرتے ہوئے شرماتا ہوں۔ اگر تم مجھ سے چہرہ کو کھول کر گفتگو کرو گی تو میں گفتگو نہ کر سکوں گا میں اپنی طبیعت سے مجبور ہوں لہٰذا اگر گفتگو کرنی ہے تو پردہ کی آڑ میں کرے" حضرتؒ کے اس حکیمانہ جواب پر اس عورت کو مجبوراً پردہ میں گفتگو کرنا پڑی۔(424)

## اتفاق امت

حضرت تھانویؒ اتحاد بین المسلمین کے بہت بڑے داعی تھے۔ آپؒ نے ساری زندگی اپنے قول، فعل اور کردار کے ذریعہ مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کا درس دیا۔ طالب علمی کے زمانہ میں جو آپ کو مناظرہ کا شوق تھا۔ اس سے بھی آپ نفرت کرنے لگے تھے۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ کسی مناظرہ کی جب خبر سنتا ہوں کہ اہل بدعت کے مقابلہ میں اپنی جماعت غالب آگئی ہے تب بھی صدمہ ہوتا ہے کہ عوام کیا کہتے ہونگے کہ مولوی آپس میں لڑ رہے ہیں ایسے مناظروں سے عوام کو ضرر پہنچتا ہے۔ مناظروں اور جوابی رسالوں نے اہل باطل کو بہت فروغ دے دیا ہے ورنہ اگر بے پروائی برتی جاتی اور ان کے رد میں کوئی التفات ہی نہ کیا جاتا تو ان کو اتنی اہمیت حاصل نہ ہوتی جتنی اب حاصل ہو گئی ہے البتہ اہل باطل کا اثر مٹانے کے لیے حق کی تقریر و اشاعت بار بار اول جا بجا کرنا نافع ہے" اسی لیے حضرت تھانویؒ اپنے مواعظ میں اہل باطل کا نام لیے بغیر سب کچھ فرما جاتے تھے۔(425)

## خیر خواہی

حضرت تھانویؒ امت کے بہت بڑے خیر خواہ تھے اور ہر نماز کے بعد پوری امت کے لیے خیر و بھلائی اور امن و سلامتی کی دعا فرمایا کرتے اور دنیا کے کسی بھی حصے میں اگر خلق خدا پر کوئی مصیبت لاحق ہوتی تو آپ انتہائی پریشان ہو جاتے تھے جب آپ نے ترکوں کی شکست کی خبر سنی تو ملول ہوئے فرماتے تھے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ہمیشہ راحت ہی راحت میں رکھا اس لیے میں نے کبھی یہ نہ جانا کہ غم کیسا ہوتا ہے لیکن اب معلوم ہوا کہ غم اس کو کہتے ہیں کیونکہ ترکوں کی شکست اور مسلمانوں کی ذلت و خواری کا قلب پر اتنا شدید صدمہ ہوا کہ کھانا پینا بھی تلخ ہو رہا ہے" ایسا ہی جب بہار میں قیامت خیز زلزلے آئے تو آپ حالات سن سن کر اس درجہ متاثر تھے کہ بے چین ہو جاتے اور بار بار بے اختیار منہ سے ایسے پُر درد دعائیہ کلمات نکلتے پاس بیٹھے والوں کے کلیجے منہ کو آ جاتے تھے اور بسا اوقات تو اتنا اثر

---

423۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، ص 255

424۔ ایضاً

425۔ ایضاً، جلد اول، ص 331



toobaafoundation.com

ہوتا کہ فرماتے زیادہ دل برا کرتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے کہ کہیں یہ ہمدردی نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کی شکایت کی حد تک نہ پہنچ جائے بڑا مشکل معاملہ ہے۔[426]

## عادات طیبہ

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ابتداء عمر ہی سے پاک وصاف رہنے کا اور ہر کام وقت پر اور سلیقہ کے ساتھ کرنے کا اہتمام کا رہا اور ہمیشہ اس کا خیال کہ میری وجہ سے کبھی کسی کو کوئی ناگواری یا میری بات ناگوار خاطر نہ ہوا کثر وبیشتر شروع ہی سے اپنے حالات و اعمال کا جائزہ لیتے رہنے کی عادت تھی۔ فرماتے تھے کہ اہل تعلقات سے ان کے فرق مراتب کے ساتھ میں نے جو بھی معاملہ رکھا الحمد اللہ عمر بھر اس کو اسی طرح نبھایا۔ میں روپیہ کو کبھی بائیں ہاتھ سے نہیں لیتا اور کبھی جوتا وغیرہ داہنے ہاتھ میں نہیں لیتا۔ دستی رومال کے ایک کونہ میں گرہ لگا لیتے تھے تاکہ صرف اسی طرف سے ناک وغیرہ صاف کی جائے ایک وقت میں کوئی کھانے پینے کی چیز اگر زیادہ مقدار میں سامنے آتی تو حضرت پر بار ہوتا تھا فرماتے تھے کہ تھوڑی مقدار میں اگر چیز ہو تو کھانے پینے میں انشراح رہتا ہے ضرورت ہوتی ہے تو اور طلب کر لیتا ہوں۔[427]

فرماتے تھے کہ جب راستہ پر چلتا ہوں تو اچھا راستہ دوسروں کے لیے چھوڑ دیتا ہوں اس معاملہ میں مویشیوں تک کی رعایت رکھتا ہوں۔ کسی کا راستہ میں معتقدانہ انداز میں پیچھے چلنا پسند نہ فرماتے تھے کہتے تھے کہ چلنا ہو تو برابر رہ کر چلو ورنہ فاصلہ سے چلو کہتے کہ اللہ تعالیٰ کی چھوٹی چھوٹی نعمتوں کی بھی میرے دل میں بڑی قدر رہتی ہے۔ کاغذ کے ٹکڑے فیتہ، تاگا اور کوئی ایسی حقیر چیز جو کسی کام میں آسکتی ہو اس کو بھی اٹھا کر محفوظ کر لیتا ہوں۔ وقت پر اس کا کام میں آجانا بڑی راحت کا سبب معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جس نعمت کے اجزائے کثیرہ سے اپنی ضرورت اور لذت پوری ہوتی ہو اس کے اجزائے قلیلہ کو تلف کرتے ہوئے میرا دل لرزتا ہے میری عادت یہ ہے کہ اول تو حتی الوسع کسی کی چیز عاریتاً نہیں لیتا اور کبھی کسی مجبوری سے کوئی چیز لینی پڑی تو فراغت کے بعد اس کو فوراً ہی پہنچا دیتا ہوں تاکہ قلب مطمئن ہو جائے۔[428]

## طبعی ومزاجی کیفیت

حضرتؒ کے مزاج مبارک میں اس قدر سادگی اور بے تکلفی تھی کہ عام نظر میں کوئی بھی خصوصی بات مابہ الامتیاز معلوم نہ ہوتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امور شرعیہ اور اعمال سنت حضرتؒ کے امور عادیہ بن گئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرتؒ نہایت لطیف مزاج اور نازک طبع تھے۔ کوئی بات بھی حد اعتدال سے ہٹی ہوئی نہ خود اپنے لیے اور نہ دوسرے کے لیے پسند تھی ہجوم سے طبعیت پر بوجھ ہوتا تھا فرماتے تھے کہ ہاں مجھے یہ مرض ہے کہ دو چار اپنے ہم خیال احباب پاس رہیں بالکل تنہائی کو بھی جی نہیں چاہتا اور یہ تو بارہا فرمایا کرتے تھے کہ بس کام کے سامنے آتے ہی اس کی فکر سوار ہو جاتی ہے اور جی چاہتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اس سے جلد فراغت ہو جائے اگر کوئی ضروری بات یا کام یاد آجاتا تو کاغذ پر لکھ لیتے۔ چھوٹے بچوں سے حضرتؒ کو بہت دلچسپی تھی کبھی کبھی بچوں کے ساتھ بڑی

---

426۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، جلد اول، ص 332

427۔ عارفی، عبدالحئی، محمد، ڈاکٹر، خصوصیات زندگی (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، ص 4

428۔ ایضاً، ص 5



toobaafoundation.com

خوش طبعی اور مزاح فرمالیا کرتے تھے فرماتے تھے کہ اطباء نے مقویات و مفرحات کی بڑی فہرست لکھی ہے لیکن دو چیزیں چھوڑ دیں ایک تو روپیہ جو مقویات میں بڑا درجہ رکھتا ہے اور دوسرے چھوٹے بچے جو مفرحات میں بڑا اثر رکھتے ہیں۔

فرمایا کہ میں کھانے پر اصرار کرنے کو پسند نہیں کرتا کسی کو بے بھوک کھلانا زہر دینا ہے اسی طرح مہمان کو اس کی مرضی کے خلاف ٹھہرانے پر اصرار، بھی ناپسند تھا۔ حضرتؒ کے مزاج میں غیرت بہت زیادہ تھی۔ اگر کوئی زیادہ کثیر رقم یا کوئی بہت زیادہ قیمتی ہدیہ استعمال اشیاء کا پیش کرتا تو نہایت متواضعانہ انداز سے معذرت فرمالیتے۔ (429)

## رجوع الی الحق

یہ ایسی صفت ہے جو انسانی عظمت کی علامت ہے لیکن بڑے بڑے اہل علم میں منقود نظر آتی ہے کہ قبول حق میں اپنی کمزوری اور توہین سمجھتے ہیں لیکن حضرت تھانویؒ اس معاملہ میں سب سے آگے تھے اگر آپ پر کوئی کسی قسم کا علمی اعتراض کرتا اور وہ قابل قبول ہوتا تو اس کو قبول فرما کر اپنی تحقیق سابق سے بلا تامل رجوع کر لیتے اور ترجیح میں شائع بھی فرمادیتے تاکہ دیکھنے والے جس کو چاہے ترجیح دیں اسی طرح آپ نے بعض اعتراضات کے جواب لکھنے کا باضابطہ انتظام فرمالیا تھا جس کا مجموعہ "حکایات الشکایات مع روایات الحکایات" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ ایک شخص نے آپ کو خط میں بے ہودہ اعتراضات لکھ کر بھیجے تو آپ نے اسے جواباً لکھا کہ "مجھ میں اس سے بھی زیادہ عیوب ہیں مگر مجھے تو اپنے عیوب کی اشاعت کی توفیق نہیں ہوتی تم ان کو مشتہر کر دو تاکہ لوگ دھوکہ میں نہ رہیں۔ (430)

## منت شناسی

آج کے دور میں منت شناسی ناپید ہو گئی ہے۔ حضرت تھانویؒ چونکہ منت شناس تھے اس لیے اپنے جملہ کمالات کو حضرت حاجی امداد اللہؒ کی طرف منسوب فرماتے تھے اور انتہائی وثوق سے فرمایا کرتے تھے کہ "مجھے اپنی حالت اچھی طرح معلوم ہے آخر حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں حاضری کے بعد ذہن میں آنے لگیں وہ اس سے پہلے کبھی خواب و خیال میں بھی نہ آتی تھیں لہٰذا یہ حضرت حاجیؒ کا فیض نہیں تو اور کیا ہے اور بقائے فیض کی شرط یہ ہے کہ اپنے شیخ کے ساتھ عمر بھر اعتقاد اور امتنان کا تعلق قائم رکھا جائے۔ (431)

## فضولیات سے انقباض

حضرت تھانویؒ قیمتی اور ضرورت سے زیادہ سامان اپنے استعمال میں نہیں رکھتے تھے فرماتے تھے کہ مجھے تو اس تصور سے ہی وحشت ہوتی ہے کہ میری ملک میں ضرورت سے زیادہ چیزیں ہوں۔ اس حوالے سے تائیدی واقعہ درج کیا جاتا ہے:

ایک نفیس قالین سہ دری میں بچھانے کے لیے حضرت خواجہ صاحب نے پیش کیا تو ان کی خوشی کے لیے بچھالیا۔ خطوط تحریر فرمارہے تھے، فرمایا کہ دیکھئے جب قلم کو دوات میں ڈال کر اٹھاتا ہوں خیال ہوتا ہے کہ کہیں سیاہی گر کر دھبہ نہ پڑ جائے الجھن ہونے لگی اور یکسوئی جاتی رہی، مضامین کی آمد میں فرق آگیا اگر معمولی گدا ہوتا تو دھبہ پڑنے کا خیال بھی نہ ہوتا خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ اس کو معمولی ہی سمجھیں دھبہ پڑنے کا کچھ خیال نہ فرمائیں۔ فرمایا کہ طبیعت اس کو گوارا نہیں کرتی کیونکہ ہر چیز کے ساتھ اس کی حیثیت کے

---

429۔ عارفی، عبدالہ، محمد، ڈاکٹر، خصوصیات زندگانی (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، ص5، 6

430۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، ص259

431۔ ایضاً، ص259-260



toobaafoundation.com

موافق برتاؤ کرنا چاہتا ہوں۔ پھر دوسرے دن وہ اٹھا دیا اور فرمایا کہ اصل وجہ یہ ہے کہ ایسی چیز پر بیٹھنے سے مجلس خواہ مخواہ بارعب ہو جاتی ہے۔ پاس بیٹھنے والوں پر رعب پڑتا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ کسی کے قلب پر میری ذرا ہیبت نہ ہو۔ لوگ مجھ سے بالکل بے تکلف رہیں تا کہ جو کچھ جس کے جی میں آوے پوچھ سکے۔(432)

## ہمدردی

آج کل زبانی انسانی ہمدردی کا تو عام چرچا ہے مگر عملی ہمدردی کا جذبہ عنقا ہے مگر حضرت تھانویؒ کے قول و فعل میں کبھی تضاد نہیں پایا گیا۔ آپ کے ہاں صرف زبانی ہمدردی کا دستور ہی نہ تھا بلکہ عملی ہمدردی میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ اپنے سفر بہاولپور کے سلسلہ میں فرمایا کہ جب میں بہاول پور گیا تو سخت گرمی تھی۔ جیل خانے کے قیدیوں کو پنکھا کھینچنے کے لیے بلایا گیا پہلے یہ بات مجھ ناگوار گزری اور چاہا کہ ان کو واپس کردوں لیکن اس کے ساتھ یہ خیال بھی آیا کہ جیل کی زندگی سے ان بے چاروں کو تھوڑی دیر کے لیے اس ذریعہ سے رہائی تو مل جاتی ہے یہ سوچ کر میں نے ان کو واپس کر دینے کا خیال تو دل سے نکال دیا اور انتظار کرتا رہا جب سب لوگ چلے گئے تو میں نے ان قیدیوں سے کہا کہ پنکھا بند کر دو۔ پھر جی چاہے تو سو رہو یا بیٹھے رہو۔ کیونکہ بیگار لینا جائز نہیں ہے جب کھانا آیا تو ان قیدیوں کو بھی کھانا دلوایا۔ پھر تو ہر قیدی یہ خواہش کرتا تھا کہ میں بلایا جاؤں۔(433)

## خلفاء و مجازین و تلامذہ

خانقاہ اشرفیہ امدادیہ تھانہ بھون وہ روحانی مرکز ہے جہاں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ مسند ارشاد پر جلوہ افروز تھے وہاں انسان سازی کا کام بڑی باقاعدگی اور سلیقہ سے ہوتا تھا اور اس زمانہ میں حضرت حکیم الامتؒ کی ذات بابرکت سے خانقاہ اشرفیہ امدادیہ کو وہ مرجعیت حاصل تھی جو گیارھویں صدی کے آغاز میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی ذات اقدس سے سرہند کو حاصل تھی، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم الامت سے تجدید دین کا کام جس عظیم الشان طریقہ پر لیا وہ اہل نگاہ سے پوشیدہ نہیں۔ اس تجدیدی و اصلاحی خدمات کے لیے ضروری تھا کہ وقت کے علماء و فضلاء اس مجدد اعظم کی طرف رجوع کرتے تاکہ اصلاحی مساعی عام ہو جائیں اور ہر مقام میں اس کا شیوع ہو جائے چنانچہ یہی ہوا کہ غیر منقسم ہندوستان کے علماء کبار کی اکثریت، بڑے اصحابِ بصیرت اور ارباب فکر یہیں سے اپنے دامنوں کو علم و معرفت کے جواہرات سے بھر کر لے جاتے یہ ایک ایسی جامعیت تھی جو اس دور میں اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے خاص کر دی تھی، علماء ہوں کہ فضلاء، صحافی ہوں کہ شعراء، اہل قلم ہوں کہ ارباب معرفت، سب اپنے اپنے ظرف کے مطابق اس مخزن سے اپنے اپنے نہاں خانوں کو پر کرتے اور بامراد واپس ہوتے تھے۔ ویسے تو حضرت تھانویؒ کے فیض علمی و روحانی سے ہزاروں افراد فیض یاب ہوئے اور سینکڑوں حضرات رشد و ہدایت کی منازل طے کر کے آسمان علمیت و روحانیت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے جن کی نورانیت سے پورا عالم اسلام منور ہو گیا۔(434)

حضرت تھانویؒ کے چودہ سالہ قیام کانپور کے درمیان مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں طلباء نے جامع العلوم میں داخلہ لے کر آپؒ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور بیشتر طلباء ایسے تھے جو باقاعدہ فارغ التحصیل ہو کر معقولات اور منقولات کے ماہر

---

432۔ عارفی، عبدالحئی، محمد، ڈاکٹر، خصوصیات زندگانی (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، ص7،8

433۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، ص260

434۔ بخاری، اکبر شاہ، محمد، حافظ، حکیم الامت کے ممتاز تلامذہ و خلفاء، جامعہ اشرفیہ، لاہور، 1998ء، ص1



toobaafoundation.com

بنے۔ تلامذہ کی کل تعداد تو معلوم نہیں البتہ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ نے جامع العلوم میں حضرت تھانویؒ کی صدر مدرسی کے زمانہ کے کاغذات سے مرتب کردہ 54 طلباء کی ایک فہرست "اشرف السوانح" کے آخر میں دی ہے پھر ان میں سے بھی بعض باکمال اور ارشد تلامذہ ایسے ہیں جنہوں نے علم و عمل کی زندگی میں ایک نام پیدا کیا اور وہ مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہوئے ان کے مختصر تعارف کی تفصیل یہ ہے۔(435)

## حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ

آپ دار العلوم دیوبند کے ممتاز فضلاء میں سے تھے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نانوتوی کے ارشد تلامذہ میں سے اور حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے اکابر خلفاء میں سے تھے حضرت حکیم الامتؒ کے یہاں آپ کی بڑی قدر و منزلت تھی، ذکی الطبع اور تیز فہم علماء میں سے تھے آپ کی تقریر معروف اور مشہور تھی، زبردست مناظر تھے، مبتدعین اور قادیانیوں کو توبہ کے دروازہ آپ ہی نے پہنچایا، عرصہ دراز تک دربھنگہ اور مراد آباد وغیرہ میں صدارت تدریس کے فرائض انجام دیئے اور آخر میں دار العلوم کے عہدہ نظامت تعلیم اور پھر نظامت تبلیغ پر فائز ہوئے، دار العلوم میں درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا، آپ کی نمایاں اور غیر معمولی خطابت نے ملک کے گوشہ گوشہ کو مستفیض کیا، آپ کو ردبدعات اور رد قادیانیت سے خاص شغف تھا اور اس سلسلہ میں آپ کی بہت سی قابل قدر تصانیف شائع ہو چکی ہیں، 21 دسمبر 1951ء کو باآواز بلند کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے رحلت فرمائی۔(436)

## مولانا محمد اسحٰق بردوانی

آپ ایک ذہین اور صاحب حافظہ جید عالم دین تھے جو پنشن کے بعد لوجہ اللہ تدریسی خدمات انجام دیتے رہے حضرت تھانویؒ نے آپ کو جامع العلوم کانپور میں اپنا جانشین اور مدرس اول بنایا تھا آپ ایک عرصہ تک جامع العلوم کو حضرت تھانویؒ کے انداز پر چلاتے رہے پھر مدرسہ عالیہ کلکتہ یونیورسٹی میں مدرس دینیات ہو کر تشریف لے گئے وہاں سے مدرسہ عالیہ ڈھاکہ تبادلہ ہو گیا پھر وہیں پر پانچ سو روپے مشاہرہ پر پہنچ کر پنشن پائی۔ حافظہ اتنی بلا کا تھا کہ تدریسی مشاغل کے باوجود صرف چھ مہینہ میں قرآن پاک مکمل حفظ کر لیا۔ اور طالب علمی کے زمانہ میں نحو کی مشہور کتاب "کافیہ" آپ کو ازبر یاد تھی جس کو ہمیشہ دہراتے رہتے تھے درس و تدریس میں آپ کا بعینہ حضرت تھانویؒ جیسا تھا آپ کو حضرت تھانویؒ نے اپنا خلیفہ مجاز بھی بنا دیا تھا۔(437)

## مولانا محمد رشید کانپوریؒ

آپؒ بڑے ذہین و ذکی اور نہایت خوش فہم، خوش اخلاق اور متواضع تھے۔ حضرتؒ کی موجودگی میں ہی آپ جامع العلوم میں مدرس ہو گئے تھے۔ مولانا محمد اسحٰق مدرس اول اور آپؒ مدرس دوم تھے علم فقہ سے خصوصی مناسبت کی وجہ سے افتاء کا کام بھی احسن طریقے سے انجام دیتے تھے مولانا محمد اسحٰق صاحب کی کلکتہ روانگی کے بعد تھوڑے ہی دنوں میں آپ کو بھی مشاہرہ پر وہیں بلا لیا ابھی آپ کی عمر زیادہ نہ تھی کہ آپ پر فالج کا حملہ ہوا اور آپ انتقال فرما گئے۔(438)

---

435۔ سیف الرحمن، مولانا اشرف علی تھانویؒ کی علمی خدمات، ص 46

436۔ بخاری، اکبر شاہ، محمد، حافظ، حکیم الامت کے ممتاز تلامذہ و خلفاء، ص 2

437۔ مجذوب، عزیز الحسن، خواجہ، اشرف السوانح، ملتان، ادارہ تالیفات اشرفیہ، 2013ء، جلد اول، ص 94

438۔ سیف الرحمن، مولانا اشرف علی تھانویؒ کی علمی خدمات، ص 47



toobaafoundation.com

## حضرت علامہ سید سلیمان ندوی(1884-1953)

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی کا ذکر باب پنجم کی فصل پنجم میں کیا گیا ہے۔

## مولانا صادق الیقین کرسوی ؒ

آپؒ حضرت مولانا گنگوہیؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ انتہائی لطیف الطبع، ذکی الحسن، ذہین اور عالم با عمل تھے، تقویٰ کا بہت زیادہ اہتمام تھا ایک بار حضرتؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے اس کا اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر مواخذہ نہ فرمائیں کہ تو اتنا متقی کیوں تھا۔ آپ کو رسومات و بدعات سے سخت نفرت تھی اس پر کسی کا لحاظ نہ کرتے تھے ایک دفعہ مولود شریف کے مسئلہ پر والد ماجد سے کشیدگی پیدا ہوگئی تھی پھر حضرت تھانویؒ نے ان کے والد کو مفصل خط لکھا جس کی وجہ سے سب اختلاف دور ہوگئے وہ خط مکتوب محبوب المکتوب کے نام سے شائع ہو چکا ہے آپ کے ہاں قلت بعام اور قلت منام کا بھی بہت اہتمام تھا اسی وجہ وہ نحیف الجثہ ہو گئے تھے آخر جوانی ہی میں انتقال فرما گئے تھے۔(439)

## مولانا فضل حق بارہ بنکیؒ

یہ حضرتؒ کے شاگردوں میں سے سب سے پہلے فارغ التحصیل ہوئے۔ جید عالم تھے بالخصوص علم فلسفہ میں مہارت تامہ حاصل تھی ایک دفعہ آپ نے علم فلسفہ کے مشہور مقام "شناۃ بالتکریر" کی امتحانی تقریر ایسی عمدہ تحریر فرمائی کہ اس کو مدرسہ میں بطور یادگار محفوظ کر لیا گیا۔ آپ نے قنوج میں کافی عرصہ علمی خدمات انجام دیں۔(440)

## مولانا شاہ لطف الرسول بارہ بنکیؒ

انتہائی فہیم، عاقل اور ذی استعداد عالم تھے حضرت مولانا تھانویؒ کے مشہور رسالہ "قصد السبیل الی مولی الجلیل" کی تسہیل بھی آپ نے فرمائی تھی۔ حضرت حاجی امداد اللہؒ سے بذریعہ خط بیعت ہوئے مگر تعلیم کا سلسلہ چونکہ حضرت تھانویؒ سے تھا اس لیے انہی کے خلیفہ مجاز ہوئے آپ انتہائی درویش صفت، متواضع اور خشیت الٰہی ہی سے مغلوب انسان تھے آپ نے سب سے پہلے حضرتؒ کے وقف کردہ قبرستان میں جگہ پائی۔ شعبان 1344ھ میں خانقاہ تھانہ بھون میں انتقال فرمایا۔(441)

## مولانا حکیم محمد مصطفی بجنوریؒ

آپ حضرت تھانویؒ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں، بہترین عالم، حافظ اور مصنف تھے۔ ادب عربی اور معقولات میں خوب مہارت حاصل تھی۔ حضرت تھانویؒ کی تقریر کے دوران عربی میں نوٹ لے کر پھر اردو میں پھیلایا کرتے تھے اس طرح بے شمار مواعظ قلمبند فرمائے۔ حضرت تھانویؒ کی شہرہ آفاق تصنیف "الانتباہات المفیدہ عن الاشتباہات الجدیدہ" جو بعد میں اسلام اور عقلیات کے نام سے شائع ہوئی اس کی بہت عمدہ اور نفیس شرح آپ نے کی ہے اس کے علاوہ رسالہ "شوق وطن" کی تسہیل، معلومالت اشرفیہ، مناجات مقبول کے عربی حصہ کا اردو ترجمہ "بہشتی زیور" کے حصہ نہم اور بہشتی گوہر میں مندرجہ مجربات، مجالس الحکمۃ، امثال عبرت اور طبی جوہر

---

439۔ ایضاً، ص48-49

440۔ مجذوب، عزیز الحسن، خواجہ، اشرف السوانح، ص96

441۔ ایضاً، ص97



toobaafoundation.com

وغیرہ آپ کی تصنیفات ہیں آپ کو تقویٰ کا بہت زیادہ اہتمام تھا ایک دفعہ سفر حج کے دوران موٹر ڈرائیور نے جب نماز کے لیے موٹر روکنے سے انکار کر دیا تو حکیم صاحب چلتی موٹر سے کودنے کے لیے تیار ہو گئے لیکن خدا کی شان موٹر میں ایسی خرابی پیدا ہو گئی کہ وہ خود بخود رک گئی اور تمام سواریوں کے ساتھ آپ نے باجماعت نماز ادا کی۔ آپ بہت بڑے حکیم بھی تھے مساکین غرباء اور طلباء کا مفت علاج کرتے تھے۔ آپ اتنے لطیف الطبع اور ذکی الحسن تھے کہ بعض اوقات کشش تحریر سے اخلاق و مزاج کی کیفیت معلوم کر لیتے تھے اور فاسق و متقی کے قارورہ میں فرق محسوس کر لیتے تھے۔ (442)

## مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ

مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ کا ذکر باب پنجم کی فصل پنجم میں کیا گیا ہے۔

## مولانا سید اسحق علی کانپوریؒ

نہایت سلیم الفطرت، متواضع اور صاحب نسبت بزرگ اور ذی استعداد مدرس تھے۔ الہ آباد یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر بھی رہے اور حضرت تھانویؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔

## مولانا مظہر الحق راموئ

آپؒ رامو ضلع چاٹگام کے رہنے والے تھے اور بنگال کے معروف علماء میں سے تھے عربی و فارسی زبان میں نظم و نثر پر قادر تھے۔

## مولانا سعید احمد اٹاویؒ

آپ گو باقاعدہ تدریسی شعبہ سے منسلک نہیں رہے لیکن دیگر امور میں حصہ لے کر دین کی بڑی خدمت کی آپ گھر کے بڑے رئیس اور ریاست گوالیار میں بعہدہ جج ممتاز تھے۔ (443)

## مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ

مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ کا تذکرہ باب پنجم کی فصل پنجم میں کیا گیا ہے۔

## مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوریؒ

مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری کا تذکرہ باب پنجم کی فصل پنجم میں کیا گیا ہے۔

## مولانا خیر محمد جالندھریؒ

مولانا خیر محمد جالندھریؒ کا تذکرہ باب پنجم کی فصل پنجم میں کیا گیا ہے۔

## مولانا عبد الرحمن کاملپوریؒ

مولانا عبد الرحمن کاملپوریؒ کا ذکر باب پنجم کی فصل پنجم میں کیا گیا ہے۔

## حضرت مولانا اطہر علی سلہٹیؒ

---

442۔ سیف الرحمن، مولانا اشرف علی تھانویؒ کی علمی خدمات، ص 50-51

443۔ ایضاً، ص 51



toobaafoundation.com

حضرت مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کا ذکر باب پنجم کی فصل پنجم میں کیا گیا ہے۔

## مولانا ظفر احمد عثمانیؒ

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کا ذکر باب پنجم کی فصل پنجم میں کیا گیا ہے۔

## شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ

مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کا ذکر باب پنجم کی فصل پنجم میں کیا گیا ہے۔

## حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کا تذکرہ باب پنجم کی فصل پنجم میں کیا گیا ہے۔

آپؒ دار العلوم دیوبند کے ممتاز فضلاء میں سے تھے۔ حضرت مولانا بدر عالم میر ٹھی مہاجر مدنیؒ، حضرت علامہ کشمیری کے ارشد تلامذہ اور حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے خاص الخاص محب اور محبوب تھے۔ ابتدائی تعلیم حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے حاصل کر کے دار العلوم دیوبند سے تعلیم علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ فراغت کے بعد دار العلوم ہی میں تدریس کی خدمت انجام دی۔ فن حدیث میں خاص دلچسپی اور لگاؤ تھا۔ کئی بار حضرت علامہ کشمیریؒ سے ترمذی اور بخاری کی سماعت فرمائی اور علامہ کشمیریؒ کے علوم کے ترجمان کی حیثیت سے خدمت حدیث سر انجام دیتے رہے۔ آپؒ کے علمی شاہکاروں میں فیض الباری شرح بخاری، ترجمان السنہ اور جواہر الحکم وغیرہ تالیفات قابل قدر کارنامے ہیں۔ دار العلوم دیوبند میں تدریسی خدمات کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں درس حدیث دیا پھر تقسیم ملک کے بعد دار العلوم اسلامیہ ٹنڈوالٰہ یار میں بطور شیخ الحدیث درس حدیث میں مشغول رہے آخری تقریباً پندرہ سال مدینہ منورہ میں گذارے جہاں آپ کا فیض علمی و روحانی بہت عام پھیلا اور ہزاروں لوگ مستفید و مستفیض ہوئے۔ 1965ء میں مدینہ منورہ میں رحلت فرمائی۔(444)

## حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کا تذکرہ باب پنجم کی فصل پنجم میں کیا گیا ہے۔

## حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحیی عارفی

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحہ عارفیؒ کا ذکر باب پنجم کی فصل پنجم میں کیا گیا ہے۔

## مجازین صحبت و مجازین بیعت

حضرت تھانویؒ اس بات کے متمنی اور خواہشمند تھے کہ میرے انتقال کے بعد فیوض و برکات اور رشد و ہدایت کا یہ چشمہ جاری رہے آپکی خواہش تھی کہ میرے سپردین کے جتنے کام ہیں وہ سب میرے بعد بھی بدستور چلتے رہیں اور کسی کو میرے نہ ہونے کا اس بناء پر افسوس نہ ہو کہ فلاں دین کا کام اب کون کرے گا اس مصلحت سے بھی میں اپنی مختلف دینی خدمات کو وقتاً فوقتاً دوسروں کے سپرد کر کے ادھر ادھر منتقل کرتا رہتا ہوں۔(445)

---

444۔ بخاری، اکبر شاہ، محمد، حافظ، حکیم الامت کے ممتاز تلامذہ و خلفاء، ص 10

445۔ مجذوب، عزیز الحسن، خواجہ، اشرف السوانح، جلد دوم، ص 353



toobaafoundation.com

اسی لیے حضرت تھانویؒ نے اصلاح امت کے لیے جہاں اور کئی دستور العمل بنائے تھے وہاں آپ نے سلسلہ مجازین قائم کرکے اس بات کا بھی اہتمام فرمایا کہ ان کے بعد بھی اشاعت طریق کا سلسلہ جاری رہے لہٰذا آپ نے اپنے مجازین اور منتسبین کو دو حصوں پر منقسم فرمایا:

1۔ مجازین صحبت 2۔ مجازین بیعت

## مجازین صحبت

ایسے حضرات جو آپؒ کی تعلیم و تربیت اور فیض صحبت سے اپنے اندر تلقین کی کافی صلاحیت رکھتے تھے ان کو شرائط بیعت کے مفقود ہونے کے باوجود تلقین بلا بیعت کی اجازت دے دیتے تھے تاکہ ایک طرف وہ بقدر اہلیت لوگوں کو فیض پہنچائیں اور دوسری طرف اپنی مزید اصلاح و تکمیل کی فکر کریں تاکہ اجازت بیعت کا درجہ حاصل ہو آپکی یہ تجویز کہاں تک مفید اور کارگر ثابت ہوئی اس کا اظہار حضرت تھانویؒ نے ان الفاظ میں فرمایا:

الحمدللہ! میرا یہ خیال کہ اس قسم کی اجازت دے دینا خود اجازت یافتگان کے لیے بہت نافع ہوگا، بالکل صحیح نکلا کیونکہ ان میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہو جس پر اس اطلاع کے ملتے ہی گریہ طاری نہ ہوگیا ہو اور اپنی ناکارگی پیش نظر ہو کر خود اپنی فکر اصلاح نہ دامن گیر ہوگئی ہو جیسا کہ ان کے اطلاع یابی کے بعد کے خطوط سے ظاہر ہوا۔

## مجازین بیعت

مجازین صحبت میں سے جن سے جملہ شرائط بیعت پائی جاتیں ان کو خلفاء مجاز بیعت بنادیا جاتا، مجاز بیعت صرف ان اصحاب کو بنایا جاتا تھا جو متقی ہوں، خود اپنی اصلاح کیے ہوئے ہوں، ان کو طریق سے مناسبت پیدا ہو چکی ہو، لیکن محض علمی مناسبت نہیں بلکہ ان میں دوسروں کی بھی اصلاح کرنے کی اہلیت پیدا ہوگئی ہو، اوصاف مذکور میں ان کو بقدر ضرورت رسوخ بھی حاصل ہوگیا ہو اان سے یہ توقع بھی ہو کہ گو فی الحال ان کو اوصاف مذکورہ میں رسوخ کا درجہ ضرور یہ حاصل ہے لیکن وہ آئندہ ترقی کرکے اس رسوخ کا درجہ کاملہ بھی حاصل کرلینگے۔(446)

حضرت تھانویؒ کے ہاں اجازت بیعت و تلقین کے لئے یہ ضروری نہ تھا کہ وہ پہلے بیعت ہو چکا ہو بلکہ ان اصحاب کو جن میں بیعت و تلقین کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ان کو مجاز بنادیتے تھے اور بذریعہ خط ان کو اطلاع فرمادیتے تھے اور ساتھ ہی یہ بھی تحریر فرماتے کہ اس اجازت کی اطلاع خاص خاص احباب سے کردی جائے تاکہ استفادہ کرسکیں، آپ کی اجازت اکثر ان الفاظ سے ہوتی:

بے ساختہ یہ قلب میں آیا کہ آپ کو بیعت و تلقین کی اجازت دے دی جائے لہٰذا توکل علے اللہ آپ کو اجازت دیتا ہوں اللہ تعالیٰ نفع کو عام اور تام فرمائے اگر کوئی رجوع کرے تو انکار نہ کریں۔(447)

حضرت تھانویؒ مجازین کا پورا نام اور پتہ اپنے پاس محفوظ رکھتے تھے پھر ان کو تنبیہات وصیت کے تتمات میں جو گاہے بگاہے شائع ہوتے اشاعت فرمادیتے تھے تاکہ کوئی غیر مجاز لوگوں کو دھوکہ نہ دے سکے اور یہ اس لیے کیا جاتا کہ بعض ارباب غرض نے خود کو مجاز ظاہر کرکے لوگوں کو دھوکا دیا تھا اسی طرح غیر اہل علم مجازین کو صرف عوام کے لیے اجازت ہوتی اور اجازت یافتگان کی فہرست

---

446۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، جلد دوم، ص324

447۔ مجذوب، عزیزالحسن، خواجہ، اشرف السوانح، جلد دوم، ص350



toobaafoundation.com

میں ایسے مجازین کے نام کے آگے لفظ "للعوام" کا اضافہ فرمادیتے تھے البتہ بعض ایسے غیر اہل علم مجازین کو اجازت عامہ بھی مل جاتی جن کے بارے میں توقع ہو کہ اہل علم کو ان کی طرف رجوع کرنے میں استحقاف بھی نہ ہوگا اور وہ اہل علم کی تسلی بھی کر سکیں گے ان کے نام کے آگے "للعوام" کا اضافہ نہ فرماتے

حضرت تھانویؒ اپنے خلفاء مجازین کی عملی تربیت کے لیے طالبین کو بکثرت ان کے سپرد کر دیتے تھے تاکہ امر تربیت میں ملکہ تامہ حاصل ہو جائے چنانچہ مجازین اپنے شیخ کے مشورہ سے طالبین کی اصلاح و تربیت فرماتے جس کے نتیجہ میں ہزاروں مسلمانوں کو فائدہ پہنچا اور متعدد طالبین ان کی تعلیم و تربیت کی برکت سے انہیں کی طرف سے صاحب اجازت بھی ہو گئے جس پر حضرت تھانویؒ انتہائی خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا کرتے تھے اور بمسرت فرمایا کرتے تھے کہ:

الحمدللہ اب اپنے چند احباب ایسے آگے ہیں جو بفضلہ تعالیٰ طریق کو اچھی طرح سمجھ گئے ہیں اور امید ہے کہ ان شاءاللہ تعالیٰ آئندہ بھی ان کے ذریعہ اشاعت طریق کا سلسلہ جاری رہے گا۔(448)

غرض کہ حضرت تھانویؒ کے اس دستور العمل سے مجازین کو اسی طرح فائدہ پہنچتا جیسے ایک طب کے طالبعلم کو اپنے استاد طبیب کے مطب میں بیٹھ کر اس کی نگرانی میں کام کرنے سے فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح آپکے سلسلہ خلافت میں ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ آپ کو جن مجازین کے حالات نہ پہنچتے یا مشتبہ حالات سننے میں آتے ان کے نام مجازین کی فہرست سے خارج فرمادیتے لیکن ان کو اہانت سے بچنے کی خاطر ان کے نام شائع نہیں فرماتے تھے بلکہ اخراج کی یہ صورت ہوتی کہ آئندہ مجازین کی فہرست میں ان کے نام شائع نہ فرماتے:

مزکورہ بالا خلفائے مجازین کی فہرست ، سیرت اشرف۔ جلد 2 صفحہ نمبر 374 تا 355 کے مطابق ترتیب دی گئی ہے جس کو منشی عبدالرحمان خان صاحب نے 1955ء میں اشرف السوانح۔ میں مندرج فہرست کے مطابق ترتیب دیا تھا اور اس میں ممنوع الاجازت خلفاء کے نام بھی حذف کر دیئے گئے راقم الحروف نے ان ناموں کو حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دیا ہے اور جن خلفاء کے جدید پتے اور تاریخ وفات معلوم ہو سکی اس کو بھی درج کر دیا ہے۔

## حضرت تھانویؒ اکابرین و معاصرین کی نظر میں

عقل پرستوں کے ماہرین تعلیم و نفسیات کو تو یہ راز اب معلوم ہوا کہ محض تحریر و تقریر سے ذہنیتیں نہیں بدل سکتیں تا وقتیکہ اس غرض کے لیے خاص ماحول یا تربیت گاہیں پیدا نہ کی جائیں جن میں کچھ عرصہ کے لیے طلباء الگ تھلگ رہ کر ایک مشترک زاویہ نگاہ کے ماتحت زندگی بسر کرنا سیکھیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا کے ہر نظام تعلیم میں ایک تربیتی نظام کی گنجائش موجود ہے مگر شمع نبوت کے پروانے اس راز کو روز اول سے ہی پا گئے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ زیادہ تر اپنا وقت مجلس نبوی ﷺ میں گذار کر تعلیمات اسلام کی عملی تربیت حاصل کرتے رہتے تھے تب ہی سے بزرگوں کی صحبت حاصل کرنے کی بنیاد پڑی کیونکہ علم و معرفت کے جو اسرار و اسباق اس سے حاصل ہو سکتے ہیں وہ اوراق سے ممکن نہیں جو منازل محض بزرگوں کی نظر و توجہ سے دنوں میں طے کی جا سکتی ہیں وہ مجاہدات و ریاضات سے برسوں میں بھی طے ہونی محال ہے۔

---

448۔ ایضاً، ص 353



toobaafoundation.com

حضرت تھانویؒ بھی اپنی کامیابی کا راز اس صحبت اکابرین و بزرگان کو ہی بتاتے تھے کہ "نہ کبھی طالب علمی میں میں نے محنت کی نہ اس طریق میں کبھی مجاہدات و ریاضات کیے جو کچھ اللہ نے عطا فرمایا وہ سب اپنے حضرات اکابرین و اساتذہ اور مشائخ کی دعا و توجہ اور میری طرف سے غایت درجہ ادب و عقیدت کا ثمرہ ہے میں نے کبھی کسی بزرگ کو ایک منٹ کے لیے بھی مکدر نہیں کیا" (449)

ذیل میں حضرت تھانویؒ کے فضائل و اوصاف اور علمی و عملی کمالات کے حوالے سے ان کے اکابرین کی رائے کو پیش کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے سلسلہ امدادیہ کے امام شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی رائے کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن کی بدولت حضرت تھانویؒ اس مرتبہ عالیہ پر متمکن ہوئے اور فیض عالم کا باعث بنے۔

## حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

حضرت شیخ العرب والعجم حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ حضرت تھانویؒ کے شیخ و مربی تھے ان حضرت حاجیؒ کی خصوصی عنایات و توجہات تھیں۔ حضرت حاجیؒ نے بارہا حضرت تھانویؒ سے فرمایا کہ "بس تم پورے پورے میرے طریق پر ہو" اور جب کبھی حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی کوئی تحریر یا تقریر دیکھنے یا سننے کا اتفاق ہوتا تو خوش ہو کر فرمانے لگتے کہ "جزاکم اللہ" تم نے تو بس میرے سینہ کی شرح کر دی" اگر علوم و معارف کی تقریر کے دوران میں حاضرین مجلس میں سے کوئی شخص ارشاد فرمودہ کسی مضمون پر کچھ سوال کرتا تو بجائے خود جواب دینے کے حضرت تھانویؒ کی طرف اشارہ فرمادیتے کہ ان سے پوچھ لینا، یہ خوب سمجھ گئے ہیں" حالانکہ حضرت تھانویؒ فرماتے تھے کہ میں غایت ادب سے حضرتؒ کے سامنے ہمیشہ خاموش ہی بیٹھا رہتا تھا اور بہت ہی کم کبھی ضرورت کے وقت ہی کچھ بولنے کا اتفاق ہوتا تھا۔ (450)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے یہ بشارت بھی دی کہ تم کو تفسیر اور تصوف سے خاص مناسبت ہو گی چنانچہ حضرت تھانویؒ کی ان دونوں سے مناسبت اظہر من الشمس ہے" (451)

## قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

حضرت گنگوہیؒ حضرت حاجیؒ کے خلیفہ ارشد تھے اور اکابر علماء دیوبند میں حضرت گنگوہیؒ کا بہت بلند مقام تھا وہ اہل حق کے نزدیک قطب الارشاد اور اہل علم کی نظر میں امام الفقہاء تھے، حضرت مولانا گنگوہیؒ کی حضرت تھانویؒ پر بہت ہی خاص عنایت تھی اور باوجود ہر طرح بڑے ہونے کے حضرت تھانویؒ کا بہت ہی لحاظ فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ جب حضرت تھانویؒ قیام تھانہ بھون کے ابتدائی زمانہ میں حاضر خدمت ہوئے تو حضرت گنگوہیؒ چار پائی سے اتر کر فرش پر بیٹھ گئے جہاں سب حاضرین بیٹھے ہوئے تھے حضرت تھانویؒ کو بہت خجلت ہوئی اور عرض کیا کہ حضرت! اب تو اکثر حاضری کا اتفاق ہوا کرے گا اور میں تو خادمانہ طور پر حاضر ہوتا ہوں، خادموں ہی کا سا برتاؤ فرمایا کریں، حضرت گنگوہی نے یہ فرما کر حضرت تھانویؒ کی خجلت کو دور فرمایا کہ "نہیں میں بہت دیر سے لیٹا ہوا تھا

---

449۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، ملتان، ادارہ نشر المعارف چہلیک، 1956ء، ص 95

450۔ بخاری، اکبر شاہ، حافظ، حکیم الامت اکابر دیوبند کی نظر میں، جامعہ اشرفیہ، لاہور 1998ء، ص 1،2

451۔ مجذوب، عزیز الحسن، خواجہ، اشرف السوانح، ملتان، ادارہ تالیفات، اشرفیہ 2006ء، جلد اول، 192



toobaafoundation.com

اس لیے آ بیٹھا ہوں. اس کے بعد سے خیال رکھا۔ ایک بار کسی خادم نے عرض کیا کہ حضرتؒ! مولانا تھانویؒ تو اپنے کو حضرتؒ کا ادنی خادم سمجھتے ہیں اور پیر کا سا ادب کرتے ہیں آپ کیوں اتنا لحاظ فرماتے ہیں فرمایا "تم تو اندھے ہو میں تو اندھا نہیں "(452)

حضرت گنگوہیؒ کی خدمت اقدس میں جب حضرت تھانویؒ حاضر ہوتے تو حضرت گنگوہیؒ حضرت حاجی صاحبؒ کا تذکرہ بہت ذوق وشوق سے فرماتے اور فرماتے کہ "بھائی جب تم آجاتے ہو تو زندہ ہو جاتا ہوں "ایک بار کچھ لوگوں نے بعض اخلاقی امور کے متعلق حضرت تھانویؒ کی کچھ شکایت کرنا چاہی تو حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ میں ان کی کوئی شکایت نہیں سننا چاہتا کیونکہ وہ جو کام کرتے ہیں حق سمجھ کر کرتے ہیں نفسانیت سے نہیں کرتے۔

ایک بار غایت تواضع سے فرمایا کہ بھائی مولانا تھانویؒ نے حضرت حاجی صاحبؒ کے پکے پھل کھائے ہیں یعنی حضرت حاجی صاحبؒ کے اخیر زمانہ کے فیوض و برکات خاص کیے ہیں اور ہم نے کچے پھل کھائے ہیں یعنی ہم حاجی صاحبؒ کے شروع زمانہ کے مستفیدین میں سے ہیں۔(453)

ایک بار حضرت تھانویؒ کا گنگوہ میں وعظ ہو رہا تھا اس وقت جو کوئی حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا، اس سے فرماتے کہ ایک عالم حقانی کا وعظ ہو رہا ہے وہاں جاؤ۔ میرے پاس کیوں آئے ہو. حضرت تھانویؒ کو بھی حضرت گنگوہیؒ سے اس درجہ عقیدت تھی کہ میں نے ایسا جامع ظاہر و باطن بزرگ کوئی نہیں دیکھا، یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کے ساتھ میری عقیدت استدلالی ہے اور مولانا گنگوہیؒ کے ساتھ غیر استدلالی۔ دلائل سوچنے سے بھی ذہن ابا کرتا ہے کہ مولانا گنگوہیؒ تو بزرگ ہیں ہی دلائل قائم کرنے کی کیا حاجت ہے بلکہ دلائل کا سوچنا بھی خلاف ادب سا معلوم ہوتا ہے۔(454)

## حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ

حضرت تھانویؒ کو اللہ تعالیٰ نے اساتذہ کرام بھی ایسے عطا فرمائے تھے کہ ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ اپنے وقت کا غزالیؒ اور رازیؒ تھا ان میں سب سے زیادہ مقتدر ہستی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ سابق مدرس اول دیوبند کی تھی جو نہ صرف فن درس و تدریس اور علوم ظاہرہ میں یگانہ روزگار اور ہر فن میں ماہر تھے بلکہ بہت صاحب باطن، شیخ کامل اور صاحب کشف و کرامت اور اولیاء کاملین میں سے تھے اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلفائے عظام میں سے تھے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ حضرت تھانویؒ کے خاص الخاص اور سب اساتذہ سے زیادہ محبوب و محترم استاد تھے۔ حضرت تھانویؒ نے مولانا یعقوبؒ سے بڑے بڑے فیوض و برکات حاصل کیے۔ حضرت تھانویؒ پر حضرتؒ کی بہت ہی خاص نظر عنایت و توجہ تھی اور بے حد شفقت فرماتے تھے چونکہ حضرت مولانا محمد یعقوبؒ کو مولانا تھانویؒ کے فہم خداداد اور استعداد کا اچھی طرح اندازہ ہو چکا تھا اور یہ معلوم تھا کہ حضرت تھانویؒ کو علوم سے دلچسپی بھی ہے۔ حقائق سے مناسبت بھی ہے اور غوامض کو سمجھتے بھی ہیں اور قدر بھی کرتے ہیں، اس لیے حضرت تھانویؒ کی موجودگی میں خاص طور سے حقائق و معارف اور نکات و حقائق علمیہ بیان فرماتے رہتے تھے۔ اعتماد کی بنا پر حضرت تھانویؒ سے طالب علمی ہی کے زمانے میں افتاء کا کام بھی لیتے تھے۔ صلاحیت کی بناء پر کبھی کبھی اپنی جگہ نماز کا امام بھی بنا دیتے تھے حضرت مولانا یعقوبؒ

---

452۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، ص97-98، جلد دوم

453۔ بخاری، اکبر شاہ، حافظ، حکیم الامت اکابر دیوبند کی نظر میں (مضمون)، ص3

454۔ محمود حسن، سید، حکیم الامت تھانویؒ، کراچی، مکتبہ بیت العلم، س۔ن، ص30



toobaafoundation.com

نے حضرت حکیم الامتؒ کے ایک خواب کی تعبیر میں یہ بشارت دی تھی کہ انشاءاللہ تعالیٰ دنیا تمہارے قدموں سے لگی پھرے گی اور تم اس کی طرف رخ بھی کروگے۔ تم کو دین و دنیا دونوں کی عزت حاصل ہوگی۔(455)

1300ھ میں حضرت تھانویؒ کی دستار بندی حضرت مولانا گنگوہیؒ کے مقدس ہاتھوں سے ہوئی تھی حضرتؒ نے جب یہ سنا کہ دستار بندی ہونے والی ہے تو اپنے ہم سبقوں کو ساتھ لے کر حضرت مولانا یعقوب کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا کہ حضرت! ہم نے سنا ہے کہ ہم لوگوں کی دستار بندی کی جائے گی اور سند فراغ دی جائے گی، حالانکہ ہم ہر گز اس قابل نہیں ہیں۔ لہٰذا اس تجویز کو منسوخ فرمادیا جائے ورنہ اگر ایسا کیا گیا تو مدرسہ کی بڑی بدنامی ہوگی کہ ایسے نالائقوں کو سند دی گئی، یہ سن کر حضرت مولانا یعقوبؒ کو جوش آگیا اور فرمایا کہ تمہارا یہ خیال بالکل غلط ہے چونکہ یہاں تمہارے اساتذہ موجود ہیں اس لیے ان کے سامنے تمہیں اپنی ہستی کچھ نظر نہیں آتی اور ایسا ہی ہونا چاہیے جب باہر جاؤ گے تب تمہیں اپنی قدر معلوم ہوگی، خدا کی قسم جہاں تم جاؤ گے بس تم ہی تم ہو گئے باقی سارا میدان صاف ہے اطمینان رکھو" یہ تھا مقام حضرت تھانویؒ کا استاد گرامی کی نظر میں آپ واقعی اشرف العلماء تھے اور اپنے اکابر کے محب و محبوب تھے۔(456)

## حکیم الامت تھانویؒ حضرت شیخ الہند کی نظر میں

حضرت شیخ الہند نے اپنے ایک سرفراز نامہ میں حضرت تھانویؒ کے لیے القاب میں "مخدوم و مکرم" کے الفاظ لکھے تھے حضرت تھانویؒ بے حد شرمندہ ہوئے اور ایک عرضیہ میں اپنی اس خجلت کو ظاہر کر کے درخواست کی کہ ایسے الفاظ تحریر نہ فرمائے جایا کریں لیکن اس کے بعد جو والا نامہ آیا پھر اس میں وہی الفاظ تھے۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ میری درخواست منظور نہ ہونے سے معلوم ہوا کہ حضرتؒ کو اسی میں راحت ہے۔

سیاسی تحریک کے زمانہ میں باوجود اختلاف رائے کے حضرت شیخ الہندؒ نے حضرت تھانویؒ سے وہی تعلقات شفقت باقی رکھے۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ بھی ہمیشہ حضرت شیخ الہندؒ کا غایت درجہ احترام فرماتے رہے اور موقع بہ موقع نہایت عقیدت کے ساتھ حاضر خدمت ہوتے رہے اور حضرت شیخ الہندؒ کے خلوص وایثار اور خدمت اسلام واہل اسلام نیز دیگر کمالات علمیہ و عملیہ کو اکثر بکمال عقیدت نہایت لطف لے کر بیان فرماتے رہتے تھے اور بڑے محبت کے انداز میں شیخ الہندؒ کی بجائے شیخ العالم اور شیخ الکل فرماتے تھے ان حالات سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ یہ اختلاف محض اجتہادی اختلاف تھا ورنہ جابجا اصل مقصود یعنی خیر خواہی اسلام واہل اسلام میں بالکل متحد تھے ایسے امور اجتہادیہ میں تو استاذ اور شاگرد کا اختلاف آئمہ مجتہدین اور سلف صالحین کی سنت ہے اور کمال دیانت کی دلیل۔ غرض تحریکات کے متعلق حضرت تھانویؒ اور شیخ الہندؒ کی رائے میں جو اختلاف تھا وہ محض اخلاص وللہیت پر مبنی تھا۔ ایک مرتبہ بعض لوگ حضرت تھانویؒ کی شکایت میں آپس میں گفتگو کر رہے تھے اور حضرتؒ کے متعلق برے بھلے الفاظ کہہ رہے تھے، کچھ الفاظ حضرت شیخ الہندؒ کے کانوں میں پڑ گئے، کمرے سے باہر تشریف لائے بہت خفاء ہوئے اور یہ فرمایا کہ "افسوس تم ایسے شخص کی شکائتیں کرتے ہو جس کو میں اپنا بڑا سمجھتا ہوں" اللہ اللہ کیا شان تواضع ہے حالانکہ حضرت شیخ الہند حضرت تھانویؒ کے استاذ مکرم تھے۔(457)

---

455۔ محمود حسن، سید، حکیم الامت تھانویؒ، کراچی، مکتبہ بیت العلم، س۔ن، ص32-33

456۔ ایضاً، ص34

457۔ محمود حسن، سید، حکیم الامت تھانویؒ، کراچی، مکتبہ بیت العلم، س۔ن، ص42



toobaafoundation.com

## حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ

آپؒ مولانا گنگوہیؒ کے خلیفہ اعظم تھے، حضرت تھانویؒ سے بہت محبت کرتے تھے۔ حضرت سہارنپوریؒ کی جو عنایات و توجہات حضرت تھانویؒ پر تھیں۔ ذیل میں اسی حوالے سے واقعات نقل کیے جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا سہارنپوریؒ نے ایک خاص معتقد سے فرمایا تھا کہ مجھے اشرف علی سے اس وقت سے محبت ہے جس وقت اس محبت کی خبر انہیں بھی نہ تھی، حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ باوجود میرے کم مرتبہ ہونے کے گاہ گاہ مجھ کو ہدایہ سے بھی مشرف فرمایا ہے۔ حضرت سہارنپوریؒ حضرت تھانویؒ کے وعظ کو نہایت شوق و رغبت سے ساعت فرماتے تھے۔ ایک بار فرمایا کہ تھانوی کے بیان میں کہیں انگلی رکھنے تک کی گنجائش نہیں ہوتی۔ (458)

ایک تقریب میں اتفاق سے تھانہ بھون سے حکیم الامت تھانویؒ سہارنپور سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ اور دیوبند سے شیخ الہندؒ حضرت مولانا محمود حسنؒ ایک قصبہ میں جمع ہوگئے مگر بعض عوارض کی بناء پر حضرت تھانویؒ تو بلا شرکت واپس آ گئے اور دیگر حضرات نے ان عوارض کی طرف التفات نہیں فرمایا اور شرکت فرمالی، حضرت مولانا سہارنپوریؒ سے بعد میں کسی نے اس کی وجہ دریافت کی تو کیا تواضع کا جواب ارشاد فرمایا کہ "ہم نے تو فتویٰ پر عمل کیا اور مولانا تھانویؒ نے تقویٰ پر عمل کیا"۔ (459)

حضرت مولانا خلیل احمدؒ جب کسی تحریر میں حضرت تھانویؒ کے نام کے ساتھ حکیم الامت لکھا ہوا نہ پاتے تو بہت ناراض ہوتے اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے جب قلوب رجال میں ان کے لیے ایک لقب ڈال دیا ہے تو اس کو چھوڑنا نہیں چاہیے کہ اس میں حضرت حق کے ساتھ سوءادب ہے۔ (460)

حضرت مولانا سہارنپوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے مولانا تھانویؒ کی نسبت وعظ کے وقت زیادہ پھیلتی ہے اس لیے امت کو مولانا تھانوی کے وعظ سے جس قدر نفع ہوتا ہے کسی اور کے وعظ سے نہیں ہوتا۔ مولانا تھانویؒ کے ہوتے ہوئے کسی کا وعظ کہنا منہ چڑانا ہے۔ (461)

## حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوری

آپؒ حضرت مولانا گنگوہیؒ کے خلفائے عظام میں سے تھے اور بڑے صاحب فیض اور بابرکت بزرگ تھے حضرت حکیم الامتؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوری صاحبؒ کے ساتھ بھی میرا اعتقاد وجدانی اور غیر استدلالی تھا دل یہی گواہی دیتا تھا کہ شاہ صاحب بزرگ ہیں ان کے اکثر خدام میں سادگی دینداری اور انکساری کا ایک خاص رنگ نمایاں ہے جو شاہ صاحبؒ کے صاحب برکت ہونے کی دلیل ہے۔

ایک بار حضرت تھانویؒ حضرت رائپوریؒ کی عیادت کے لیے رائپور تشریف لے گئے، مرض سے صحت ہو چکی تھی صرف کمزوری باقی رہ گئی تھی حضرت رائپوری کمرہ کی چھت پر جو خلوت خانہ تھا اس میں قیام فرماتے اور حضرت تھانویؒ باغ کے صحن میں،

---

458۔ بخاری، اکبر شاہ، حافظ، حکیم الامت اکابر دیوبند کی نظر میں (مضمون)، ص 7

459۔ ایضاً، ص 8

460۔ مجذوب، عزیز الحسن، خواجہ، اشرف السوانح، جلد سوم، ص 370

461۔ ایضاً، ص 370



toobaafoundation.com

حضرت رائپوری کو حضرت تھانویؒ کے آرام کا اس درجہ خیال تھا کہ بار بار نیچے جا کر دریافت فرماتے کہ کسی چیز کی ضرورت اور کسی قسم کی تکلیف تو نہیں ہے یہاں تک کہ نگرانی کا یہ حال تھا کہ رات کو جس وقت بھی میری آنکھ کھلی تو یہ دیکھا کہ شاہ صاحب موجود ہیں۔ بعض ثقہ حضرات سے معلوم ہوا کہ حضرت رائپوری اپنی علالت کے زمانہ میں عیادت کرنے والوں کے وقت، ہجوم سے پریشان ہو کر فرمانے لگے کہ مولانا تھانویؒ کے اصول بڑی راحت کے ہیں۔(462)

## حضرت مولانا سید احمد حسن امروہیؒ

حضرت مولانا امروہیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے بہت محبوب ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ آپ اکابر علمائے دیوبند میں سے تھے آپؒ کا اور حضرت تھانویؒ کا مختلف جلسوں میں، مختلف مقامات پر بارہا ساتھ رہا اور دونوں حضرات کو تقریر کرنے اور ایک دوسرے کی تقریر سننے کا اتفاق ہوا۔ دونوں حضرات ایک دوسرے کا بہت ادب اور لحاظ فرماتے حالانکہ تھانویؒ اُن سے عمر میں بہت چھوٹے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت تھانویؒ امروہہ میں حضرت مولانا سید احمد حسن امروہی کے مہمان ہوئے تو حضرت امروہیؒ بیت الخلاء میں خود اپنے دست مبارک سے استنجے کے ڈھیلے اور پانی کا لوٹا رکھ آئے، حضرت تھانویؒ کو سخت گراں گذرا اور بہت پس وپیش حالت میں فرمایا کہ ڈھیلے تو متبرک ہو گئے اب استنجا کس چیز سے کیا جائے لیکن مولانا نے بغایت تواضع فرمایا کہ کیا ہوا اگر میں نے رکھ دیئے۔ حضرت تھانویؒ اس واقعہ کو نقل کر کے فرمایا کرتے تھے کہ "ہماری جماعت میں مولانا امروہیؒ بہت نفیس لباس پہنتے تھے جو بظاہر تکلف کی حد تک پہنچا معلوم ہوتا تھا چنانچہ مجھ کو بھی یہی گمان تھا لیکن اس واقع سے بھی مولانا کی تواضع اور سادگی کا بے حد معتقد ہو گیا اور سمجھ گیا کہ مولانا کی خوش لباسی کا منشاء مزاج کی نفاست و لطافت تھی نہ کہ تکلف"۔(463)

## مولانا عبد الماجد دریا بادیؒ

آپؒ حضرت تھانویؒ کے معاصرین میں سے تھے۔ حضرت مولانا عبد الماجد دریا بادیؒ، حضرت تھانویؒ کے ساتھ اپنے تعلقات اور آپؒ کے خصائل کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ شیخ کی تلاش، جب سے میں از سر نو مسلمان ہوا (تقریباً 1920ء سے) جب ہی سے تھی۔ حضرت تھانویؒ کے شروع شروع میں بالکل معتقد نہ تھے بلکہ کہنا چاہیے کہ سیاسی اختلافات کی بنا پر دل کو آزردگی سی تھی اور مریدین نے تشدد کے وہ قصے بیان کر رکھے تھے کہ نام سے وحشت ہونے لگی تھی۔۔۔ جولائی 1928ء میں تھانہ بھون حاضری کی اجازت مل گئی، آمد و رفت شروع ہو گئی دیکھا تو دید شنید سے بھی بڑھ کر رہی اور زیارت سماعت سے کہیں بہتر نکلی۔ 1928ء سے 1943ء تک 15، 16 سال سلسلہ آمد و رفت کا برابر رہا۔(464)

حضرت مولانا عبد الماجد دریا آبادی بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ کو صحت و مرض قوت و ضعف، حزن و نشاط کے ہر موقع پر دیکھا ہے اس لیے آنکھوں دیکھی شہادت دے رہا ہوں۔ نظم و انتظام کے تو آپ بادشاہ ہی تھے افراط و تفریط اکثر بزرگوں اور اولیائے امت میں ہوا کرتی ہے کوئی خصلت میں بہت زیادہ بڑھا ہوا اور کوئی خصلت میں کم توازن و اعتدال حضرات انبیاء کا خاصہ ہوتا ہے اسی

---

462۔ بخاری، اکبر شاہ، حافظ، حکیم الامت اکابر دیوبند کی نظر میں (مضمون)، ص 9

463۔ خان، عبد الرحمن، منشی، سیرت اشرف، ص 100-101

464۔ دریابادی، عبد الماجد، مولانا، حکیم الامت اور معاصرین، العالمین پریس، لاہور 1987ء، ص 1



toobaafoundation.com

سیرت انبیائی کی جھلک آپ میں دیکھنے میں آئی۔ ہر کام اپنے وقت پر، ہر چیز اپنی مقررہ جگہ پر، کھانے پینے، چلنے پھرنے، سونے جاگنے، اٹھنے بیٹھنے، سب کے ضابطے، سب کے آداب، ہر گفتگو ایک مقصد لئے ہوئے۔ زبان پر اتنا قابو میں نے کسی بزرگ کا نہ پایا۔ رسوم سے اجتناب، نمائشی تکلفات سے احتراز، بس اپنے کام سے کام، دوسروں کی زحمت سے بچانے کا کامل اہتمام، بندوں کی خدمت عبادت کے درجے میں بس یہی خصوصیات مجلس اشرفی میں دیکھنے میں آئے۔(465)

سیاسی و مذہبی اختلافات میں لوگ علی العموم حد سے آگے نکل گئے اور سب وشتم میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی لیکن حضرتؒ نے اپنے قلم سے جوابی تکفیر بھی نہ کی۔ کتابیں ہزاروں کی نہیں لاکھوں کی تعداد میں بکیں، کوئی دوسرا ہوتا تو لکھ پتی بن جاتا۔ یہاں کاپی رائٹ تک قبول نہ کیا۔ معتقدوں میں اچھے خاصے رئیس واہل ثروت موجود تھے لیکن نذرانہ بس خصوصی مخلصوں ہی سے قبول فرماتے اور ان کے لیے بھی حدود مقرر تھے۔۔۔ علوم دین ظاہری میں جو پایہ تھا۔ خصوصاً تفسیر میں، اس کی نظیر بھی ہر دور میں آسانی سے نہیں مل سکتی۔ تفسیر اس قابل ہے کہ اس کی بھی شرحیں اور حاشیے لکھے جاتے اور کم سے کم اس کے وقت اشاعت تک تو بے نظیر ہی سمجھا جاتا تفسیر تو خیر تفسیر ہے، ترجمہ قرآن تک زبان و سلاست کے پہلو سے بھی اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ جہاں تک علوم باطنی کا تعلق ہے یعنی اسلامی سلوک (معرفت و روحانیت تصوف سے الگ) اصلاح نفس کا تعلق ہے ان شاءاللہ اس دعوے کی لاج اللہ رکھ لے گا کہ تاریخ امت میں کوئی ہستی، مرشد، مربی و مصلح ان سے برتر نظر نہیں آتی۔ امام غزالیؒ کا مرتبہ بے شک بہت بلند ہے بلکہ یہ کہنے دیجئے کہ حضرت تھانویؒ کے زمانے سے قبل انہیں کا مرتبہ بلند ترین ہے لیکن تربیت السالک وغیرہ میں جیسی جیسی گتھیاں سلجھ کر آگئی ہیں ان کے بعد امام تھانویؒ کا پلہ کچھ بھاری ہی نظر آئے گا " حکیم الامت " جس کسی نے ان کا لقب اول بار رکھا وہ بجائے خود بھی ایک حکیم اور عارف اور ترجمان حقیقت تھا!(466)

## مولانا تھانویؒ خود اپنی نظر میں

بہ قسم کہتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو کسی مسلمان سے حتی کہ ان مسلمانوں سے بھی جن کو فساق وفجار سمجھتے ہیں فی الحال(467) اور کفار سے احتمالاً فی المآل (468) فضل نہیں سمجھتا اور آخرت میں درجات حاصل ہونے کا کبھی مجھے وسوسہ بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ درجات تو بڑے لوگوں کو حاصل ہوں گئے۔ مجھے تو جنتیوں کی جوتیوں میں بھی جگہ مل جائے تو اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہو اس سے زیادہ کی ہوس ہی نہیں ہوتی اور اتنی ہوس بھی بربناء استحقاق نہیں۔(469) بلکہ اس لیے کہ دوزخ کے عذاب کا تحمل نہیں اور یہ جو میں بضرورت اصلاح زجر و توبیخ کیا کرتا ہوں تو اس وقت یہ مثال پیش نظر رہتی ہے جیسے کسی شہزادے نے جرم کیا ہو اور بھنگی جلاد کو حکم شاہی ہوا ہو کہ اس شہزادے کو درے لگائے تو کیا اس بھنگی جلاد کے دل میں درے مارتے وقت کہیں یہ بھی وسوسہ ہو سکتا ہے کہ میں

---

465۔ ایضاً، ص 3،2

466۔ ایضاً، ص 7

467۔ مجذوب، عزیز الحسن، خواجہ، اشرف السوانح، جلد اول، ص 258
میں کوئی ایسی خوبی ہو جو مجھ میں نہ ہو اس لیے میں خود اپنے آپ کو ان سے افضل نہیں سمجھتا۔

468۔ کفار سے اس احتمال کی وجہ سے افضل نہیں سمجھتا کہ ممکن ہے انجام کار موت سے پہلے وہ مسلمان ہو کسی بلند مرتبہ پر فائز ہو جائے تو احتمال ہے کہ۔۔۔ وہ افضل ہے۔

469۔ یہ بھی تمنا اس لیے نہیں ہے کہ میں اس کا مستحق ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ سے فضل کی امید ہے



toobaafoundation.com

اس شہزادے سے افضل ہوں۔ غرض کوئی مومن کیسا ہی بداعمال ہو میں اس کو حقیر نہیں سمجھتا بلکہ فوراً یہ مثال پیش نظر ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی حسین اپنے منہ پر کالک مل لے تو اس کا جاننے والا کالک کو برا سمجھے گا لیکن اس حسین کو حسین ہی سمجھے گا اور دل میں کہے گا کہ جب کبھی بھی صابن سے منہ دھولے گا پھر اس کا وہی چاند سا منہ نکل آئے گا غرض مجھ کو صرف فعل سے نفرت ہوتی ہے فاعل سے نفرت نہیں ہوتی۔"(470)

470۔ اپنے کو فاسقوں فاجروں یعنی گناہ گاروں سے افضل نہیں سمجھتا اس لیے کہ ہو سکتا ہے ان کی کوئی نیکی عنداللہ مقبول ہو یا ان



toobaafoundation.com

# باب دوم

## فصل دوم

## مولانا اشرف علی تھانویؒ دینی فکر میں شریعت اور طریقت کا باہم تعلق

### طریقت اور بنیادی اصطلاحات کا تعارف (طریقت، حقیقت، معرفت)

شریعت احکام تکلیفیہ کے مجموعہ کا نام ہے اس میں اعمال ظاہری اور باطنی سب آ گئے اور متقدمین کی اصطلاح میں لفظ فقہ کو اس امر کا مترادف سمجھا جاتا ہے متاخرین کی اصطلاح میں شریعت جزو متعلق باعمال ظاہرہ کا نام "فقہ" ہو گیا اور دوسرے جزو متعلق باعمال باطنہ کا نام "تصوف" ہو گیا اور ان اعمال باطنی کے طریقوں کو طریقت کہتے ہیں پھر ان اعمال کی درستی سے قلب میں جو جلاء اور صفا پیدا ہوتا ہے اس سے قلب پر بعض حقائق کونیہ متعلقہ اعیان واعراض (حقائق ولوازمات) بالخصوص اعمال حسنہ و سیئہ، حقائق الٰہیہ صفاتیہ و فعلیہ بالخصوص معاملات بین اللہ اور بین العبد منکشف ہوتے ہیں۔(471)

### شریعت اور طریقت کا باہم تعلق

اس حوالے سے مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ اپنی تصنیف "شریعت و طریقت کا تلازم" میں حضرت تھانویؒ کے ایک مکتوب کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"شریعت تمام سعادات دینویہ وآخرویہ کی کفیل ہے اور طریقت وحقیقت خادمان شریعت ہیں حضرتؒ تحریر فرماتے ہیں کہ شریعت کے تین جزو ہیں علم، عمل، اخلاص جب تک یہ تینوں جزو متحقق نہ ہوں، شریعت متحقق نہیں ہو گی، شریعت متحقق ہو گی تو رضائے حق سبحانہ حاصل ہو گی اور یہ رضائے باری ہیں تمام سعادات دینویہ و آخرویہ سے بلند و بالا ہے پس شریعت ہی تمام سعادت دارین کی ضامن ہے اب کوئی مقصد نہ رہا کہ اس مقصد کے لیے شریعت کے علاوہ کسی امر کی احتیاج ہو۔ طریقت و حقیقت جن کے ساتھ صوفیہ ممتاز ہیں دونوں شریعت کے جزء سوم یعنی اخلاص کی تکمیل کی خدمت انجام دیتے ہیں پس ان دونوں کی تحصیل سے غرض تکمیل شریعت ہی ہے نہ کہ کوئی اور امر علاوہ شریعت کے احوال و مواجید علوم و معارف جو صوفیہ کو اثنائے راہ میں حاصل ہوتے ہیں وہ مقاصد نہیں ہیں بلکہ ان کی حیثیت ان خیالات کی سی ہے جن سے اطفال طریقت کی تربیت ہوتی ہے ان سب چیزوں سے آگے بڑھکر مقام رضا تک پہنچنا چاہیے کیونکہ یہی وہ مقام ہے جہاں مقامات جذب و سلوک کی انتہا ہے اس لیے کہ منازل طریقت و حقیقت کو طے کرنے سے مقصود سوائے تحصیل اخلاص کے اور کچھ نہیں اور اخلاص رضائے باری تعالی کو مستلزم ہے تجلیات و مشاہدات عارفانہ سے گذار کر دولت اخلاص اور مقام رضا تک ہزار میں سے کسی ایک کو پہنچایا جاتا ہے۔ کوتاہ نظر لوگ احوال و مواجید کو مقاصد میں اور مشاہدات و تجلیات کو مطالب میں شمار کرتے ہیں اسی وجہ سے زندان وہم و خیال میں گرفتار اور کمالات شریعت سے محروم رہتے ہیں۔ مجھے یہ حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں کامل دس سال کے بعد اس راہ میں چل کر واضح ہوئی ہے اور شاہد

---

471۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت وطریقت، ص 34



toobaafoundation.com

شریعت کماحقہ جلوہ گر ہوا ہے ہر چند کہ میں شروع سے بھی احوال و مواجید میں گرفتار نہ تھا اور حقیقت شریعت کی تحقق کے علاوہ کوئی مقصد میرے پیش نظر نہ تھا لیکن بعد عشرہ کاملہ پورے دس سال کے حقیقت امر پورے طریقہ پر ظاہر ہوئی۔ (472)

اسی حوالے سے مولانا کاندھلویؒ، حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے مکتوب کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"کمالات ولایت صورت شریعت کا نتیجہ ہیں اور کمالات نبوت حقیقت شریعت کا ثمرہ، پس کمالات ولایت اور کمالات نبوت میں سے کوئی کمال ایسا نہیں ہے جو دائرہ شریعت سے باہر اور شریعت سے مستغنی ہو"(473)

شریعت کی حاجت پر مسلمان کو ایک ایک سانس، ایک ایک پل، ایک ایک لمحہ پر مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو تو یہ حاجت اور زیادہ ہے کہ راستہ جس قدر باریک و کٹھن ہوتا ہے رہنما کی حاجت بھی اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے اور رہنما یہاں پر شریعت ہے۔۔۔ شریعت ایک عمارت ہے اسکی بنیاد عقائد اور چنائی عمل ہے پھر ظاہری اعمال وہ دیواریں ہیں جو اس بنیاد پر تعمیر کی گئیں اور جب وہ تعمیر اوپر چڑھ کر آسمانوں تک بلند ہو جاتی ہے تو طریقت کہلاتی ہے دیوار جتنی اونچی ہو گی اسی قدر زیادہ اسے بنیاد کی حاجت ہو گی بلکہ عمارت میں ہر اوپر والے حصے کو نیچے والے حصے کی حاجت ہوتی ہے اگر نیچے سے دیوار نکال دی جائے تو اوپر والا حصہ بھی گر جائے گا تو وہ شخص احمق ہے جسے شیطان نے نظر بندی کر کے اس کے اعمال کی بلندی آسمانوں تک دکھائی اور دل میں یہ بات ڈالی کہ تم تو زمین کے دائرے سے اوپر گذر گئے ہو تمہیں ان نیچے والے حصوں کی کیا حاجت اور پھر اس احمق نے شیطان کے دھوکے میں آ کر بنیادوں سے تعلق توڑ لیا تو نتیجہ وہ نکلا جو قرآن مجید نے فرمایا "اس کی عمارت اسے لے کر جہنم میں گر پڑی (القرآن، 109:9) ان باتوں سے اسی لیے اولیائے کرامؒ نے جاہل صوفی کو شیطان کا مسخرہ کہا ہے۔ نبی ﷺ نے بھی فقیہ کو عابد پر فضیلت دی ہے۔(474)

## طریقت میں مرشد اور اس کی صحبت کی اہمیت

حضرت مولانا حاجی شاہ امداد اللہ مہاجر مکیؒ وہ مقتدر ہستی ہے جو سر چشمہ ہے جمیع انہار فیوض و برکات کا جن سے آج امت محمدیہ شرقاً و غرباً متمتع و منتفع ہو رہی ہے اور جن کے آب طاہر و مطہر سے دنیائے اسلام کا ایک بہت بڑا حصہ سیراب ہو رہا ہے۔ جن سے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو شرف بیعت حاصل تھا۔ حضرت حاجیؒ کی ایسی بابرکت ہستی تھی کہ جس کے محض تصوف سے اور ادنی ذکر سے بھی قلب میں ایک انشراح اور روح میں کیفیت پیدا ہوتی ہے چنانچہ حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ

"حضرت حاجی صاحب کے ادنی ذکر سے بھی میرے دل میں ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ میں اس وقت اپنے حواس میں نہیں رہتا گو دیکھنے والوں کو پتہ نہ چلے لیکن مجھ پر تو وہ حالت طاری ہوتی ہے مجھے تو اس کا اچھی طرح اندازہ ہے۔(475)

یہ حضرت حکیم الامتؒ کا انتہائی ادب و عقیدت اور انتہائی منت اور ادائے حق محبت تھا کہ ساری عمر اپنے تمام کمالات کو اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ ہی کی طرف منسوب فرماتے تھے اور نہایت وثوق کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تو اپنی حالت اچھی طرح معلوم ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں حاضری کے قبل بھی تو میں تحصیل علوم اور درس و تدریس میں لگا ہوا تھا

---

472۔ کاندھلوی، زکریا، محمد، مولانا، شریعت و طریقت کا تلازم، ص93-94

473۔ ایضاً، ص94

474۔ قادری، شاہ احمد رضا، مولانا، شریعت و طریقت، ملتان، مکتبہ المدینہ، 2003، ص10-11

475۔ دریابادی، عبدالماجد، مولانا، اشاعت خاص ماہنامہ الحسن، لاہور جامعہ اشرفیہ، جلد اول، ص434



toobaafoundation.com

لیکن وہ باتیں جو حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں حاضری کے بعد ذہن میں آنے لگیں وہ اس سے پہلے کبھی خواب وخیال میں بھی نہ آتی تھیں لہٰذا یہ حضرت حاجی صاحبؒ کا فیض نہیں تو اور کیا ہے۔(476)

فرمایا کہ میں بڑی مشکل سے کسی سے بدگمان ہوتا ہوں بڑی چشم پوشی کرتا ہوں اور جب کسی پر خفا ہوتا ہوں تو محض اصلاح کے لیے ہوتا ہوں بغض اس وقت بھی نہیں ہوتا ہے یہ حضرت حاجی صاحبؒ کی برکت ہے۔۔۔اللہ کا شکر ہے کہ مدتوں کے بعد طریق زندہ ہوا ورنہ مردہ ہو چکا تھا۔ طریقت میں افراط و تفریط پیدا ہو گئی تھی۔ منکرین غلو انحراف کی حد کو پہنچ گیا تھا تو متبعین کا بدعات کی حدود میں داخل ہو گیا تھا اب طریق بحمد اللہ بے غبار ہے۔ اب صدیوں تک کسی نئے نظام کی ضرورت نہیں رہی اور جب ضرورت ہو گی اللہ تعالیٰ اپنے کسی اور خاص بندے کو پیدا فرما کر اپنا کام لیں گے۔ الحمد اللہ چودھویں صدی میں طریق کی حقیقت واضح ہو گئی ہے اور یہ سب حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی دعا کی برکت ہے۔(477)

## تزکیہ نفس اور تطہیر قلب کی اہمیت

اس حوالے سے مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ

> "حضرات صوفیاء کے ہاں سب سے زیادہ زور دل یا قلب و باطن ہی کی صفائی ستھرائی، پاکیزگی وطہارت پر ہے بلکہ اصطلاحاً تصوف نام ہی خصوصیت کے ساتھ قلب و باطن کی تطہیر و تزکیہ کا ہے لہٰذا قدرۃً صوفی سے بڑھ کر اور کس کی دنیاوی زندگی مزیدار، صاف ستھری، پاک و پاکیزہ یا حیات طیبہ ہو سکتی ہے دل اگر بیمار و بے لطف ہے تو جسم کی صحت اور کھانے پینے کا بھی لطف نہیں"(478)

## اصول طریقت اور صوفیانہ دستور العمل (طریقت و شریعت کا باہم تعلق)

- علم شریعت کو لازم پکڑو کیونکہ شریعت ہی تمہاری وہ کشتی ہے کہ جب اس میں رخنہ پڑ جائے تو تم بھی ہلاک ہو جاؤ گے اور جتنے بھی اس میں سوار ہیں وہ سب ہلاک ہوں گے۔
- اللہ تعالیٰ کے محبوب اور محب بننا چاہو تو اعمال میں ہمت کر کے شریعت کے پابند رہو۔
- کمال مقصود یہ ہے کہ اقتضاءات بشریہ سب بدرجہ کمال موجود ہوں پھر مستقل رہو کہ شریعت سے تجاوز نہ ہو۔
- ظاہری جسم کے (خلافِ شریعت) مقتضیات پر عمل مت کرو۔ تب تم کو عروج روحانی ہو گا۔
- جب کوئی مرض یاد آ جائے۔ اس کو فوراً نوٹ کر لیا کرو (اور اس کو دور کرنے کی کوشش کرو) اور ایک ہفتہ تک دیکھو کہ وہ زائل ہوا یا نہیں اگر زائل نہ ہوا ہو تو نفس کو اور مہلت نہ دو بلکہ مصلح کو اطلاع کر دو۔
- اگر کوئی شخص ایک شیخ کی خدمت میں خوش اعتقادی کے ساتھ ایک معتد بہ مدت تک رہے مگر اس کی صحبت میں کچھ تاثیر نہ پائے تو اسے کہ دوسری جگہ اپنا مقصود تلاش کرے کیونکہ مقصود اللہ تعالیٰ ہے نہ کہ شیخ

---

476۔ دریابادی، عبدالماجد، مولانا، مقامات سلوک (مضمون) جامعہ اشرفیہ، لاہور 1989، ص 2

477۔ ایضاً، ص 3

478۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف وسلوک، ص 288



toobaafoundation.com

- شیخ اول سے بداعتقاد نہ ہو ممکن ہے کہ وہ کامل مکمل ہو مگر اس کا حصہ وہاں نہ تھا اسی طرح اگر شیخ کا انتقال قبل حصول مقصود کے ہو جاوے یا ملاقات کی امید نہ ہو جب بھی دوسری جگہ تلاش کرے اور یہ خیال نہ کرے کہ قبر سے فیض لینا کافی ہے دوسرے شیخ کی کیا ضرورت ہے کیونکہ قبر سے فیض تعلیم نہیں ہو سکتا۔(479) البتہ صاحب نسبت کو احوال کی ترقی ہوتی ہے سو یہ شخص تو ابھی محتاج تعلیم ہے ورنہ کسی کو بھی بیعت کی ضرورت نہ ہوتی۔ لاکھوں قبریں کاملین بلکہ انبیاء کی موجود ہیں اور بلاضرورت محض ہوس ناکی سے کئی کئی جگہ بیعت کرنا بہت برا ہے اس سے بیعت کی برکت جاتی رہتی ہے اور شیخ کا قلب مکدر ہو جاتا ہے اور نسبت قطع ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور ہرجائی مشہور ہو جاتا ہے۔
- مشہور ہے کہ اپنے پیر کو سب سے افضل سمجھے۔ ظاہراً اس میں اشکال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ(القرآن 12: 76)

"اور ہر علم والے سے دوسرا علم والا بڑھ کر ہے"

اتنا سمجھے کہ میری تلاش سے زندہ لوگوں میں اس سے زیادہ نفع پہنچانے والا شخص مجھ کو نہیں مل سکتا

- شیخ سے اگر کوئی فعل قابل اعتراض سرزد ہو جائے تو اعتراض نہ کرے یا تو تاویل کرے یا یوں سمجھ لے کہ اولیاء معصوم نہیں ہوتے ہیں اور توبہ سے سب معاف ہو جاتا ہے مگر یہ اس شیخ کے لیے ہے جو شرع کا پابند صاحب استقامت ہو اور اتفاقاً اس سے کوئی فعل ہو جائے اور اگر اس نے فسق و فجور کو عادت بنا رکھا ہو وہ ولی نہیں اس کے قول و فعل کی تاویل کچھ ضروری نہیں، اس سے علیحدگی اختیار کرے۔
- صالحین کی مجالس و صحبت کو غنیمت جانو۔ جس شخص کے اندر یہ تین باتیں ہوں ایک یہ کہ فقیہ ہو، دوسرے محدث ہو۔ تیسرے صوفی ہو۔ اس کی صحبت غنیمت ہے۔
- شیخ کے ماسوا دوسرے شیخ کی خدمت میں دو شرط سے جا سکتا ہے ایک تو یہ کہ اس کا مذاق اپنے شیخ کے خلاف نہ ہو دوسرے یہ کہ اس سے تعلیم و تربیت میں سوال نہ کرے۔(480)
- معصیت سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ اول خود ہمت کرے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ہمت طلب کرے۔
- مجاہدہ میں غلو نہ کرے۔(481)

## طریقت میں رذائل اخلاق کے علاج کی اہمیت

باطنی رذائل میں اکبر و اشد بلکہ کم و بیش تمام رذائل کی جڑ یا ام الرذائل کبر ہے، جو ایک اعتبار سے کفر سے بھی اشد ہے اس لیے کہ کفر بھی در اصل کبر ہی سے پیدا ہوا ہے۔(482) قرآن پاک کی کثیر آیات اس کی شاہد ہیں۔ مثلاً

قَالَ ٱلَّذِينَ ٱسۡتَكۡبَرُوٓاْ إِنَّا بِٱلَّذِيٓ ءَامَنتُم بِهِۦ كَٰفِرُونَ (القرآن07:76)

---

479۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت و طریقت، ص409-410

480۔ ایضاً، ص410

481۔ ایضاً، ص414

482۔ ایضاً، ص257



toobaafoundation.com

ترجمہ: تو (سرداران) مغرور کہنے لگے کہ جس چیز پر تم ایمان لائے ہو۔ ہم تو اس کو نہیں مانتے

اس کو مٹانے یا اس پر قابو پانے کی فقط ایک ہی راہ ہے کہ بندہ کی نظر اپنے عجز و عبدیت اور خدا کی کبریائی و عظمت پر ہو یعنی بندہ بندہ رہے خدانہ بنے۔۔۔ اور خدا کے سامنے اپنی خودی کو مٹانا اور فنا کرنا یہی سارے تصوف کی جان اور اکابر صوفیہ کی تعلیم کا نچوڑ ہے صوفیانہ وحدۃ الوجود نرا فلسفہ نہیں، اس کا بھی بڑا مفاد یہی ہے کہ جب ہمارا وجود تک ہمارا نہیں تو ہمارے صفات و کمالات ہمارے کیا ہوتے۔ لہٰذا جب اپنا کچھ ہے ہی نہیں تو پھر مانگے کی یا پرائی چیز پر اکڑنا حماقت و سفاہت کے سوا کیا ہے اور یہ مانگے کا وجود یا ہستی بھی ایسی نام کی ہستی ہے کہ اگر ہستی حق کی کبریائی و عظمت پر نظر ہو، تو یہ نظر تک نہیں آسکتی۔ (483)

حضرت تھانویؒ اس بات کو ایک مثال کے ذریعے واضح کرتے ہیں

"تحصیلدار اس وقت تحصیلدار ہے کہ گورنر کے سامنے نہ ہو، لیکن اس کے سامنے آتے ہی اس کی تحصیلداری ہیچ ہے حتی کہ اگر گورنر کے سامنے اس کو کوئی حضور کہہ دے تو عرق عرق ہو جائے گا۔ بس یہی حالت وحدۃ الوجود کی ہے میں بقسم کہتا ہوں کہ جس وقت حضور خداوندی ہوتا ہے، اپنی تعظیم سے بلکہ اپنے کو موجود کہنے سے بھی شرم آتی ہے اور جس قدر حضور میں ترقی ہوگی۔ اس کیفیت میں ترقی ہوتی جائے گی" (484)

---

483۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف و سلوک، ص 265

484۔ ایضاً، ص 266



toobaafoundation.com

# باب دوم

## فصل سوم

## مولانا اشرف علی تھانویؒ کا منہج تصوف، اصطلاحات، اعمال واشغال اور خصائص

### طریقت میں بیعت کا تصور (طریقت وشریعت کا باہم تعلق)

۱۔ بعض مرید صاحب کشف وکرامت بننا چاہتے ہیں تو اس کا خود شیخ میں ہونا ضروری نہیں، تو مرید اس کی کیا ہوس کرے۔

۲۔ بعض سمجھتے کہ پیر بخشش کے ذمہ دار ہو جائیں گے۔

۳۔ بعض چاہتے ہیں کہ پیر صاحب ایک ہی نظر میں کامل کر دیں گے۔ اگر اسطرح کام بن جاتا، تو صحابہؓ کو بھی کچھ نہ کرنا پڑتا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کون کامل النظر ہو گا۔ کہیں بطور خرق عادت ایسا ہو بھی گیا، تو خوارق میں دوام ولزوم نہیں اور اس بھروسہ پر رہنا بڑی غلطی ہے"

۴۔ بعض چاہتے ہیں کہ خوب جوش وخروش، شورش ومستی پیدا ہو۔ گناہ آپ سے آپ چھوٹ جائیں۔ خواہش ہی مٹ جائے نیک کاموں میں ارادہ ہی نہ کرنا پڑے بس ایک محویت کا عالم رہا کرے۔ یہ خیال پہلے خیالوں سے پاکیزہ سمجھا جاتا ہے لیکن منشا اس کا بھی ناواقفی ہے یہ امور منجملہ کیفیات واحوال کے ہیں۔ جو اختیار سے خارج ہیں اور اگرچہ محمود ہوں مقصود نہیں بلکہ ایسی خواہشوں میں نفس کا ایک خفی کید ہوتا ہے کہ وہ طالب ہے۔ راحت ولذت وشہرت کا اور ان کیفیات میں یہ سب امور حاصل ہیں۔۔۔ پھر ایسا شخص دو قسم کی خرابیوں میں مبتلا ہوتا ہے۔ اگر یہ کیفیات حاصل ہو گئیں، تو اپنے آپ کو صاحب کمال سمجھنے لگتا ہے یا کم از کم طاعات کو حقیر سمجھنے لگتا ہے اور اگر حاصل نہ ہوں، تو ان کے غم میں مرنے لگتا ہے اور جو غیر اختیاری امور کا طالب ہو گا ہمیشہ مبتلائے غم وپریشانی رہے گا"

۵۔ بعض سمجھتے ہیں کہ پیر صاحب کے عملیات بڑے مجرب ہیں بوقت ضرورت ان سے تعویذ گنڈے لے لیا کریں گے یا پیر صاحب بڑے مقبول الدعوات ہیں۔ معاملات ومقدمات میں ان سے دعا کرایا کریں گے سب کام ہو جایا کریں گے۔ گویا ساری خدائی پیر صاحب کے قبضہ ہے یا خود ہم ایسی ہی چیز سیکھ لیں گے۔ بلکہ ایسے لوگ تمام تر بزرگی کا معیار انہی عملیات اور ان کے آثار کو سمجھتے ہیں، جو محض دنیا کی طلب ہے اس لیے فاسد در فاسد ہے۔

٦۔ بعض یہ سمجھتے ہیں کہ ذکر وشغل کرنے سے کچھ انوار نظر آیا کریں گے۔ یا کچھ آوازیں سنائی دیں گی۔ اول تو ذکر وشغل پر نہ ان آثار کا مرتب ہونا ضروری ہے اور نہ ذکر وشغل سے یہ مقصود ہے دوسرے یہ کہ یہ انوار واصوات وغیرہ بعض اوقات خود اس کے دماغ کا تصرف ہوتا ہے عالم غیب کی اشیاء میں سے نہیں ہوتی (محض اس کا تخیل اور وہم ہوتا ہے) تیسرے بالفرض اسی عالم کی چیزیں منکشف ہو گئیں تو فائدہ کیا کسی عالم کے منکشف ہو جانے سے قرب نہیں بڑھتا۔ قرب کے لیے تو اطاعت بنائی گئی ہے۔ بعض اوقات شاطین کو ملائکہ نظر آنے لگتے ہیں مگر وہ شیطان کے شیطان ہی رہتے ہیں پھر مرنے کے بعد تو مومن کافر سب ہی کو اس عالم کے بہت سے حقائق منکشف ہو جائیں گے۔ تو کیا اس سے قرب مقصود سب کو حاصل ہو جائے گا"([485])

485۔ ندوی، عبدالرحمان، مولانا، تجدید تصوف وسلوک، ص101تا103



toobaafoundation.com

## بیعت کی ضرورت

اس معاملہ میں فریقین نے افراط و تفریط سے کام لیا ہے ایک فریق اس کو سرے سے بدعت قرار دیتا ہے دوسرا اسے لازم سمجھتا ہے بیعت سے اصل مقصد رضائے حق کو سمجھنا اور اس پر کاربند رہنا ہے بیعت دراصل پیر اور مرید کے درمیان ایک معاہدہ ہوتا ہے کہ پیر اسے احکام شرعیہ کے بجالانے اور ذکر کی مداومت کی تاکید کرے اور مرید اس کا نسبتاً زیادہ خیال رکھے مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"شیخ اسی کی تعلیم کرتا ہے اور مرید کاربند ہوتا ہے اگرچہ کوئی کیفیت معلوم نہ ہو نہ اس کے زعم کے مطابق کوئی کمال حاصل ہو۔ تب بھی آخرت میں اس کا ثمرہ، جو کہ رضا ہے ظاہر ہوگا اور اس رضا سے دخول جنت وبقائے حق اور دوزخ سے نجات میسر ہوگی، شیخ کی طرف سے اس کی تلقین کا وعدہ اور مرید کی طرف سے اس کے اتباع کا عہد یہی حقیقت ہے پیری، مریدی کی۔۔۔اور گو یہ تعلیم اور اس پر عمل بدوں بیعت کے بھی ممکن ہے لیکن بیعت میں طبعاً یہ خاصہ ہے کہ شیخ کو توجہ زیادہ ہو جاتی ہے اور مرید کو فرمانبرداری کا پاس زیادہ ہو جاتا ہے مگر لوگوں نے یوں سمجھ رکھا ہے کہ جو بھید ہیں فقیری کے، وہ جو انچھر ہیں پریم کے وہ مریدوں کو ہی بتائے جاتے ہیں۔ مرید کرتے ہی پیر بس پریم کے دو انچھر بتادے گا اور ہم اللہ والے ہو جائیں گے۔ میاں خدا اور رسول ﷺ کا نام لو اور احکام بجالاؤ بس یہی انچھر ہیں۔ اصلاح نفس کے طریقے پیر سے پوچھو یہی بھید ہیں اگر کوئی کہے کیا باطنی طریق بس یہی ہے تو ہم بآواز دُہل کہیں گے کہ ہاں یہی ہے اور اس طریق میں کبھی کبھی بڑے بڑے حالات پیش آئیں گے۔ بڑی بڑی کیفیات بھی طاری ہوں گی مگر یہ مقصود نہیں"(486)

## اثبات بیعت اور اس کی حقیقت

پیری و مریدی یا بیعت وارادت کی حقیقت وضرورت میں بھی بہت افراط و تفریط سے کام لیا گیا ہے ایک طرف اس کو سرے سے بعضوں نے بدعت سمجھ رکھا ہے اور دوسری طرف ایک رسم بنا رکھا ہے کہ بس دست بوسی وپابوسی کرلی، باقی خود کچھ کرنے کرانے کی ضرورت نہیں، حالانکہ:

> "نری پیری و مریدی میں کچھ نہیں رکھا اصل کام خود چلنا ہے اور کسی رہبر کا ہاتھ پکڑنا، اگرچہ (رسمی) مرید کسی سے بھی نہ ہو، یہ مطلب نہیں کہ سلسلہ میں داخل ہونے سے برکات کچھ نہیں، لیکن اس کو اصل الاصول سمجھنا بڑی غلطی ہے آج کل پیروی و مریدی کے متعلق وہ جہل پھیلا ہوا ہے کہ الامان والحفیظ"(487)

بیعت کی اصل حقیقت خود لفظ بیعت وارادت اور مرید کی اصطلاح بلکہ لفظی معنی ہی سے واضح ہو جاتی ہے ارادہ محض آرزو اور تمنا کا نام نہیں بلکہ مراد کو پورا کرنے کے لیے ضروری اسباب ووسائل کی بہم آوری میں لگ جانا یا منزل مقصود کی طرف چل پڑنا ہے بس مرید بھی اصطلاحاً وہ ہے جو اپنی دینی خصوصاً باطنی و قلبی اصلاح ودرستی کو مراد و منزل بنا کر اس کے ضروری وسائل اختیار کرتا اور اس کی طرف بڑھتا ہے اور بیعت کے معنی ہیں اس منزل مقصود کے لیے کسی زیادہ واقف کار کو رہبر ورفیق بنالینا اور اس کے پیچھے یا ساتھ چلنا تاکہ نہ صرف گمراہی کے خطرات سے حفاظت ہو بلکہ راستہ سہولت وراحت سے قطع ہو بالفاظ دیگر اپنے سے زیادہ واقف وماہر مصلح

---

486۔ کیلانی، عبدالرحمان، مولانا، شریعت وطریقت، ص515،514

487۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف وسلوک، ص97



toobaafoundation.com

کے ہاتھ میں اپنے کو اس طرح سونپ دے جیسے مریض کسی حاذق طبیب کے حوالے اپنے کو کر دیتا ہے اور دوا پرہیز میں کاملاً اس کی تجویز وہدایات پر عمل کرتا ہے۔(488)

مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ:

کامل کی صحبت میں بعض اوقات کوئی گر ہاتھ آجاتا ہے، یا کوئی حالت ایسی قلب میں پیدا ہو جاتی ہے، جو ساری عمر کے لیے مفتاح سعادت بن جاتی ہے ہر وقت ہر ساعت مراد نہیں ہے بلکہ وہی قوت اور وہی ساعت مراد ہے، جس میں یہ حالت میسر ہو، تاہم ہر صحبت میں اس خاص بات کا احتمال ہے اس لیے ہر صحبت کا اہتمام کرنا چاہیے اس سے ہر صحبت کا مفید اور نافع ہونا ظاہر ہے اور اس حالت کو صد سالہ ساعت کے قائم مقام بتلانے کی ایسی مثال ہے، کہ اگر کسی کے پاس سو اشرفیاں ہوں تو بظاہر اس کے پاس اسباب اور سامان کچھ نہیں ہے لیکن اگر ذرا تعمق کی نگاہ سے دیکھا جائے تو ہر چیز اس کے قبضے میں ہے، کیوں کہ اشرفیوں سے اسباب خرید ا جا سکتا ہے۔اسی طرح اگر اس کے اندر وہ کیفیت پیدا ہو تو بظاہر خاص طاعات میں سے اس کے پاس کچھ نہیں مگر حکماً ہر چیز ہے۔(489)

## تصوف کا اعلیٰ مرتبہ اور اس کی حقیقت

اس حوالے سے مولانا تھانویؒ نے باطن کو دوام ذکر میں مشغول رکھنا تصوف کے اعلیٰ مرتبہ کا لازم جزء ٹھہرایا ہے اس سے مراد بھی دل ہی کی یادداشت اور توجہ ہے یعنی حق تعالیٰ کی یاد دل میں اس طرح بس جائے کہ زندگی کی ہر حرکت و سکون میں اس کی رضاو ناراضی، اس کی محبت و عظمت، اس کی سزاو جزاء، عذاب و ثواب پیش نظر ہو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ بجز بشری سہو و خطا یا غفلت کے دیدہ و دانستہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی یا چھوٹے بڑے معاصی کے قریب جانا اس کے لیے عملاً ناممکن ہو گا اکبر الاعمال نام ایک وعظ میں ذکر کو سب سے بڑا عمل قرار دے کر ذکر کی اسی حقیقت و علامت کو واضح فرمایا گیا ہے کہ ذکر حقیقی سارے معاصی سے بچنے اور تمام اوامر کے بجالانے کو مستلزم ہے۔(490)

فرمایا کہ:

> "لوگ سوالاکھ مرتبہ اللہ اللہ کہنے کو ذکر اللہ سمجھتے ہیں، مگر یہ بھی حقیقت ذکر نہیں، صورت ذکر ہے اور ذکر کے آثار سے ہے، ورنہ اگر اس کو حقیقت ذکر حاصل ہوتی، تو یہ شخص دوسرے اعمال کا تارک نہ ہو سکتا، حالانکہ بعض سوالاکھ دفعہ اللہ اللہ کرنے والے بھی دوسرے اعمال سے معرا ہیں،(491)

تصوف کی نسبت یہ علمی و عملی ایسی عام غلطی ہے کہ دوسروں کا تو ذکر ہی کیا، خود عام و غیر محقق صوفیہ تک اس میں مبتلا ہیں کہ کثرت و دوام ذکر محض اسی لفظی ولسانی یا زیادہ سے زیادہ اصطلاحی قلبی ذکر کو سمجھ لیا ہے، جس کو قلب کا جاری ہونا کہتے ہیں اسی وعظ میں فرماتے ہیں کہ

"بتلاتا ہوں، اس کو ایک مقدمہ سے سمجھیے وہ یہ کہ آپ نے دیکھا ہو گا کہ بعض مرتبہ شریف آدمی کے دل میں بعض جرائم کا تقاضا ہوتا ہے، جیسے چوری وغیرہ، چنانچہ بعض شریف آدمی بھی چوری کرنے لگتے ہیں محض اسی وجہ سے کہ طبیعت کا تقاضا ہے اور یہ

---

488۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت و طریقت، بمبئی، مکتبۃ الحق، 1975ء ص 59

489۔ ایضاً، ص 69

490۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف و سلوک، ص 52

491۔ ایضاً



toobaafoundation.com

تقاضا اس وجہ سے نہیں کہ ان کا پیشہ چوری کرنا ہے بلکہ محض احتیاج کی وجہ سے کیونکہ احتیاج بری بلا ہے، یہ انسان کو بری سے بری جگہ لے جاتی ہے ایک تو یہ منظر ہے اس کو سامنے رکھیے۔

اب اس کے مقابل دوسری جماعت کو دیکھیے، کہ باوجود تقاضا و افلاس کے چوری نہیں کرتے، چوری تو کیا کرتے، سرکاری مالگزاری کو بھی نہیں ٹالتے، بلکہ اپنی زمین اور جانور بیچ کر مالگزاری ادا کرتے ہیں، گو گھر میں فاقہ ہو جائے، اس میں غور کیجئے کہ پہلی جماعت چوری پر کیوں اقدام کرتی ہے اور دوسری جماعت مالگزاری تک کیوں ادا کرتی ہے حالانکہ احتیاج و افلاس میں دونوں برابر ہیں وجہ اس کی صرف یہ ہے کہ ان کو ایک چیز یاد آئی جو پہلی جماعت کو یاد نہیں آئی یعنی قید و سزا وغیرہ کی رسوائی، اور بس اب سمجھو کہ ذکر کی حقیقت بھی یہی ہے اور یاد بھی اس کو کہتے ہیں۔ محض علم کا نام یاد نہیں، کیونکہ چوری پر سزائے قید و سزائے تازیانہ ہونا پہلی جماعت کو بھی معلوم تھا مگر یہ سزا و قید اس کے پیش نظر نہ تھی۔ اس لیے وہ جرائم سے نہ رک سکی اور دوسری جماعت کے پیش نظر پوری طرح تھی اس لیے وہ اقدام نہ کر سکی"(492)

ایک اور بہت بڑی غلطی کا ازالہ فرمایا گیا ہے کہ جنت و جہنم کی یاد کو حقیقی ذکر سمجھنا تو الگ رہا۔ حقیقی تصوف کے درجہ سے اس کو فروتر خیال کیا جاتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوجنت و جہنم پر نظر ہو حالانکہ یہ عین عبدیت ہے، اور انبیاء علیھم السلام تک اس کی یاد اور رغبت و رہبت سے بے نیاز نہ تھے البتہ غلبہ حال سے معذوری ہے اس شبہ کے ازالہ کے لیے ارشاد ہوا کہ :

"اس پر شاید یہ سوال ہو کہ اسکا حاصل تو یہ ہوا کہ جنت و دوزخ کی یاد ذکر اللہ ہے۔ حالانکہ یہ تو ذکر جنت و نار کا ہوا، اللہ کی یاد نہ ہوئی جواب یہ ہے کہ ثواب کی یاد اللہ ہی کی یاد ہے، جیسے کہا جاتا ہے کہ قانون کو یاد کرو، اس کا یہی مطلب ہے کہ قانون کا یاد کرنا ہی ہتھکڑی اور جیل کا یاد کرنا ہے"(493)

## اعمال طریقت میں مجاہدہ، مراقبہ، شارطہ، محاسبہ، مجاہدہ کے اصول اربعہ

## تصوف کے ارکان

اس کے دو رکن ہیں مجاہدہ اجمالی جس کے اصول اربعہ قلت منام، قلت طعام، قلت کلام، قلت اختلاط مع الانام میں شیخ کامل کی تعلیم کے مطابق توسط کو ملحوظ رکھے نہ اس قدر کثرت جس سے غفلت و قساوت و کاہلی پیدا ہو نہ اس قدر قلت جس سے صحت و قوت زائل ہو جائے۔ نفس کے مطالبات دو قسم کے لیے ہیں حقوق و حظوظ۔ حقوق تو وہ ہیں جن سے قوام بدن و بقائے حیات ہے ان کو باقی رکھے اور حظوظ (لذات) جو ان سے زائد ہیں ان کو فانی کرے۔(494)

سالکان طریق نے حزن و غم کو اعلیٰ درجہ کا مجاہدہ قرار دیا ہے کہ اس سے نفس کو پستی و شکستگی حاصل ہوتی ہے جو کہ آثار عبودیت سے ہے اور یہ امر مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے یہاں سے یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ سالک کو جو قبض پیش آ جاتا ہے، وہ علامت اس کے بعد وطرد کی نہیں کیا عجب اس کا تصفیہ و مجاہدہ مقصود ہو۔ ہرگز اس کی شکایت نہ کرے سرِ تسلیم خم کر کے اپنا کام کرتا رہے۔(495)

---

492۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف و سلوک، ص 53

493۔ ایضاً، ص 54

494۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، جامع المجددین، مکتبہ الاشرفیہ، الہور، 1950ء، ص 432

495۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، تعلیم الدین، دارالاشاعت، کراچی، س، ن، ص 112



toobaafoundation.com

غرض مجاہدہ کے معنی نفس کو اس کے حقوق تک سے محروم کر کے خواہ مخواہ مصیبت میں ڈالنے کے بالکل نہیں، بلکہ جہاں تک ہو سکے بلا ضرورت نفس کو مشقت میں ڈالنے کے بجائے سہولت وراحت کا راستہ اختیار کرنا چاہیے فرمایا کہ:

"طریق میں مقصود حاصل کرنے کی دو صورتیں ہیں، ایک مشکل، ایک سہل" تو سہل کو کیوں نہ اختیار کیا جائے، ایک صاحب نے عرض کیا کہ کچھ مجاہدہ بھی تو درکار ہے فرمایا مجاہدہ سے مراد یہ تھوڑا ہی ہے، کہ مشقت یا سختی میں پڑو، ایک کنواں یہاں مدرسہ میں ہے، ایک جلال آباد میں، جو دو ڈھائی میل ہے۔ تو کیا آپ اس کو افضل سمجھیں گے، کہ مثلاً وضو کے لیے پانی وہاں سے لایا کریں، مجاہدات وریاضات مقصود بالذات تھوڑا ہی ہیں، مقصود کے معین، اصل چیز تو مقصود تک پہنچ جانا ہے"(496)

## اشغال کا مقصد اور حیثیت

اشغال کا مقصود اصلی یہ ہے کہ قلب کا انتشار جو بوجہ تشویش افکار کے ہے دفع ہو کر جمعیت خاطر اور خیال کی یکسوئی حاصل ہوتا کہ اس کے خوگر ہونے سے توجہ تام الی اللہ جو کہ مبتدی کو بوجہ غیب ہونے مدرک کے اور مزاحم ہونے افکار مختلف اور حسیات حاضرہ کے متعذر ہے۔ سہل ہو جاوے۔ اشغال مختلفہ اسی کے حیل وطرق ہیں۔ نماز میں سترہ کا حکم، اس عمل کا ماخذ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ بتصریح علماء اسرار مقصود سترہ اس کی تدبیر ہے۔ غرض جتنے اشغال ہیں وہ جمع خاطر ہی کے لیے ہیں۔ مقصود بالذات نہیں اور اس میں مشائخ نے یہاں تک وسعت کی ہے کہ جوگیوں تک سے بعض اشغال لیے ہیں مثلاً حبس دم جوگیوں کا شغل ہے مگر چونکہ یہ ان کا مذہبی شعار نہیں اور خطرات دفع کرنے کے لیے نافع ہے۔ اس لیے اس کو بھی اپنے ہاں لے لیا ہے۔ اور اس میں کچھ حرج نہیں نہ اس میں تشبہ ممنوع ہے۔(497)

کیونکہ جو چیز کسی دوسرے فرقہ کا نہ مذہبی شعار ہو نہ قومی۔ محض تدبیر کے درجہ میں ہو اس کو تدبیر کی حیثیت سے کسی نفع کے لیے اختیار کرنے میں کوئی محذر شرعی نہیں ہے چونکہ جس دم بھی دفع خواطر کی محض ایک طبعی تدبیر ہے۔ اس لیے اس کا استعمال جائز ہے کیونکہ یہ اخذ تدبیر میں ہے نہ کہ کسی مذہبی یا قومی شعار میں۔ اور اس کے جواز کی دلیل خندق کا واقعہ ہے تو یہ انتظام وتدبیر فارسیوں کا کوئی قومی مذہبی شعار نہ تھا۔ محض ایک تدبیر تھی اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دے دی۔(498)

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے باقی اشغال و مراقبات، احوال وکیفیات، کشف وکرامات، بیعت ونسبت وغیرہ کی جو حیثیت و حقیقت تصوف کے اس متن متین دستور العمل کو "قصد السبیل" میں واضح فرمایا، اس کا اندازہ صرف اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس راہ کے قصد کرنے والوں کو چار طبقات عامی مشغول، عامی فارغ، عالم مشغول، عالم فارغ میں تقسیم فرما کر عامی مشغول وفارغ دونوں کے لیے اشغال کی سرے سے ممانعت فرمائی ہے کہ:

> "اس میں طرح طرح کے خطرات ہیں جن کا تحمل عامی سے نہیں ہو سکتا" "عالم مشغول" تک کے دستور العمل میں یہ قید ہے کہ شیخ سے دور رہ کر شغل نہ کریں، البتہ چندے شیخ کے حضور میں اگر یہ کام کیا ہو اور وہ اب بھی اس کو تجویز کرے، تو مضائقہ نہیں"(499)

---

496۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف وسلوک، ص 77

497۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت وطریقت، 273

498۔ ایضاً، ص 274

499۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف وسلوک، ص 65



toobaafoundation.com

ورنہ تصوف کے اس تجدیدی دستور العمل کی رو سے متعارف صوفی بننے کی اجازت صرف "عالم فارغ" یعنی ایسے علماء ہی کو ہے، جو ایک طرف دین و شریعت کا پورا علم رکھتے ہیں، اور دوسری طرف فکر معاش سے فارغ ہیں تا کہ نہ جاہل صوفیوں کے خلاف شرع رسوم و بدعات کا شکار ہو سکیں۔ اور نہ اشغال و مراقبات یا ان کے ثمرات و کیفیات وغیرہ کے عدم تحمل کی وجہ سے حدود سے تجاوز کر سکیں َچنانچہ "عالم فارغ کے دستور العمل میں ان چیزوں کی حسب ضرورت اجازت کے باوجود ان کی حدود حیثیت پر پوری طرح متنبہ فرما دیا گیا۔([500])

## خاص ذکر و شغل کرنے والوں کو نصیحت

ہر بات میں رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر چلنے کا اہتمام کرو۔ اس سے دل میں بڑا نور پیدا ہوتا ہے۔۔۔ کسی مسلمان کو اگرچہ وہ چھوٹے درجے کا ہو حقیر مت سمجھو، مال و عزت کی طمع و حرص مت کرو۔ تعویذ گنڈوں کا شغل مت رکھو، اس سے عام لوگ گھیرتے ہیں، جہاں تک ہو سکے ذکر کرنے والوں کے ساتھ رہو، اس سے دل میں نور اور ہمت و شوق بڑھتا ہے، دنیا کا کام بہت مت بڑھاؤ اور بے ضرورت اور بے فائدہ لوگوں سے زیادہ مت ملو اور جب ملنا ہو تو خوش خلقی سے ملو اور جب کام ہو جاوے تو ان سے الگ ہو جاؤ خاص کر جان پہچان والوں سے بہت بچو، یا تو اللہ والوں کی صحبت ڈھونڈو یا ایسے معمولی لوگوں سے ملو جن سے جان پہچان نہ ہو، ایسے لوگوں سے نقصان کم ہوتا ہے، اگر تمہارے دل میں کوئی کیفیت پیدا ہو یا کوئی علم عجیب آوے تو اپنے پیر کو اطلاع کرو، پیر سے کسی خاص شغل کی درخواست مت کرو، ذکر میں جو اثر پیدا ہو سوائے اپنے پیر کے کسی سے مت کہو، اگر درویشی کتابیں دیکھنے کا شوق ہے تو پہلے تعلیم الدین "کا حصہ پنجم اور "کلید مثنوی" دیکھو۔([501])

## تصوف تو گویا نام ہی کبر یا خودی کو مٹانے کا ہے

حضرات صوفیہ کے ہاں تو اس تکبر کے مٹانے پر اتنا زور ہے کہ تصوف نام ہی ہو گیا ہے اپنے کو مٹانے اور فنا کر دینے کا۔۔۔ واقعی کبر سے بڑھ کر کوئی دینی و اخلاقی بیماری نہیں۔ دنیا میں ساری خرابیاں و فسادات خواہ انفرادی ہوں یا اجتماعی سب بواسطہ یا بلا واسطہ اسی بڑائی کا نتیجہ ہیں اور اس بڑائی یا کبر کا علاج دین و یوم دین یا انجام و آخرت پر نظر ہونے کے سوا کوئی اور قطعاً نہیں۔ اس معاملہ میں حق یہ ہے کہ حضرات صوفیہ کا مذاق بڑا دقیق و عمیق ہے اور ان کا مذاق پیدا کیے بغیر خالی کتابی علم و دین سے بھی یہ مرض ہر گز دفع نہیں ہو سکتا۔ خود حضرت تھانویؒ کا ایک جواب اسی مذاق کا کیسا عجیب ہے فرماتے ہیں کہ :

"ایک شخص نے مجھ سے دریافت کیا کہ یزید پر لعنت کرنا کیسا ہے۔

میں نے جواب دیا کہ مرنے کے بعد قبر میں جائز ہے جب یہ اطمینان ہو جائے کہ ہماری حالت یزید سے اچھی ہے ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آج اس پر لعنت کریں اور کل ہماری حالت اس سے بھی بدتر ہو تو یزید کہے گا کہ سبحان اللہ آپ دنیا میں کس سرخروئی کی بناء پر مجھ پر لعنت کیا کرتے تھے اب گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو۔ کسی کو کانا وہ کہے جس کو اپنے اندھے ہونے کا اندیشہ نہ ہو اگر یزید برا تھا تو اس کا کیا اطمینان کہ ہم اس سے اچھے رہیں گے "([502])

---

500۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف و سلوک، ص 65

501۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، قصد السبیل، ادارہ المعارف، کراچی، 1973ء، ص 62-61

502۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف و سلوک، ص 261



toobaafoundation.com

حضرت تھانویؒ اسی تناظر میں بیان فرماتے ہیں کہ گناہ سے توبہ نہ کرنا بھی کبر ہے فرمایا کہ:

بندہ اگر اس وجہ سے توبہ نہ کرے کہ میرے گناہ اس قدر ہیں کہ توبہ سے کچھ فائدہ نہ ہوگا یہ بھی حماقت اور شیطان کا جال ہے ۔کیونکہ گویہ صورۃً شرمندگی ہے لیکن حقیقت میں یہ کبر ہے کہ اپنے کو اتنا بڑا سمجھتا ہے کہ گویا اس نے حق تعالیٰ کا کچھ نقصان کردیا ہے کہ اب اس کو وہ معاف نہیں کرسکتے "([503])

## مراقبہ

حق تعالیٰ کی ذات وصفات یا کسی مضمون کا دل سے اکثر احوال میں یا ایک محدود وقت تک اس غرض سے کہ اس کے غلبہ سے اس کے مقتضا پر عمل ہونے لگے ،تدبر تام سے متوجہ ہونا اور اس کا تصور مواظبت کے ساتھ رکھنا مراقبہ کہلاتا ہے جو اعمال مقصودہ قلب میں سے ہے ان مراقبات سے تصور ناقص راسخ ہو جاتا ہے اور اسی رسوخ میں مشائخ عوام سے ممتاز مراقبہ کے متعلق دو چیزیں اور ہیں ایک مشارطہ کہ مراقبہ سے پہلے ہے دوسری محاسبہ جو مراقبہ کے بعد ہے مشارطہ یہ کہ روزانہ صبح کو اٹھ کر تھوڑی دیر تنہائی میں بیٹھ کر اپنے نفس کو خوب فہمائش کرے کہ دیکھو فلاں فلاں مت کیجیو۔اس کے بعد مراقبہ یعنی نگہداشت اس معاہدے کی رکھنا جب دن ختم ہو پھر سوتے وقت محاسبہ کرے۔یعنی صبح سے شام تک جو اعمال کیے ہیں ان کو تفصیلاً یاد کرے جو نیک کام کیے ہوں ان پر شکر الٰہی بجالائے۔ جو بُرے کام کیے ہوں یا نیک کاموں میں کوئی آمیزش ہو گئی ہو اس پر نفس کو ملامت کرے۔([504])

مراقبہ محبت حق کے حوالے سے مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ:

> "یہ مراقبہ کیا کرے کہ حق تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے اور حق تعالیٰ مجھ کو چاہتے ہیں یہ مراقبہ بے حد مفید ہے اس سے بندہ خواہ کیسی ہی مصیبت اور پریشانی میں ہو مگر جہاں یہ مراقبہ کیا ساری پریشانی رفوچکر کیونکہ یہ یقین کرے گا کہ جب اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے تو اس مصیبت میں ضرور میرا کچھ فائدہ ہی ہوگا ورنہ محبت میں محبوب کو کون تکلیف دیتا ہے"۔([505])

حضرتؒ مراقبہ رزق کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ:

"خدا اگر کسی کو بے فکری سے کھانے کو دے تو یہ نعمت ہے لیکن اس میں ایک مضرت بھی ہے کہ کبر ناز وعجب، غرور، غفلت غریبوں کی تحقیر، کمزوروں پر ظلم اس سے پیدا ہوتے ہیں اس کا علاج اور تدارک یہ ہے کہ تدبر و تفکر (مراقبہ) سے کام لے اور سوچے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنا فضل فرمایا ہے ورنہ میں بالکل نااہل تھا۔ مجھ میں کوئی کمال بھی نہ تھا بلکہ اپنے گناہوں پر نظر کرکے سوچے کہ میں سزا کا مستحق تھا اور اگر بالفرض مجھ میں کوئی کمال بھی تھا تو مجھ سے بہت زیادہ کمال رکھنے والے پریشان حال پھرتے ہیں۔ پھر اس کا فضل ہی تو ہے جو اس نے مجھے ان نعمتوں سے سرفراز۔فرمایا۔اب میں ناز کس پر کروں"([506])

---

503۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت وطریقت، ص398

504۔ ایضاً، ص278

505۔ ایضاً، ص398

506۔ ایضاً، ص279



toobaafoundation.com

## تھانوی مسلک کی خصوصیات

### اتباع شریعت

بعض لوگ تقویٰ کے ساتھ عشق و مستی سیکھنے کے لیے اہل اللہ کے ساتھ رہتے ہیں لیکن بوجہ عدم اتباع اور عدم اجتناب عن المعاصی باوجود ساتھ رہنے کے بھی گویا ساتھ نہیں ہیں۔ اس لیے صحبت اہل اللہ کا فائدہ اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب اتباع شیخ اور گناہوں سے اجتناب نصیب ہو اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَكُونُواْ مَعَ ٱلصَّٰدِقِينَ (آلقرآن 119:9)

اور کُو نُو ا مَعَ الصَّادِقِينَ کی تفسیر علامہ آلوسی نے فرمائی یعنی صادقین کے ساتھ رہنے کا مقصد یہ ہے کہ ان ہی جیسے ہو جاؤ غرض اتقو اللہ شریعت ہے اور کونوا مع الصادقین طریقت ہے مراد یہ ہے کہ شریعت و دین و تقویٰ سیکھو لیکن میرے عاشقوں سے سیکھو تاکہ تمہارا تقویٰ عشق و مستی کے ساتھ ورنہ تقویٰ کی صورت ہو گی حقیقت تقویٰ سے بے خبر رہو گے۔([507])

تصوف کے نام سے اور جو طرح طرح غلطیاں اور گمراہیاں مسلمانوں اور خصوصاً نام نہاد صوفیوں اور درویشوں میں گھس گئی ہیں۔ ایک ام اغلاط یہ ہے کہ طریقت کو شریعت سے کوئی جداگانہ بلکہ معاذ اللہ مافوق حقیقت قرار دے کر "فقیری میں اتباع شریعت کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔ حضرت تھانویؒ اس گمراہی کی تردید میں حضرت شیخ اکبر (ابن عربی 1165،1240)"کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"جو حقیقت شریعت کے خلاف ہو وہ زندیقہ اور مردود ہے اور اللہ کی طرف ہمارے لیے اس کی شریعت کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ پس جو شخص شریعت کے خلاف کسی راہ کا قائل ہو وہ جھوٹا ہے"([508])

### حقیقت شناسی و تواضع

بعض خاص اہل امتیاز و وجاہت نے حضرت تھانویؒ سے بیعت کی درخواست کی تو حضرتؒ نے پیشتر ہی سب معاملات کو صاف صاف مگر نہایت لطافت و متانت اور تہذیب و شائستگی کے ساتھ تحریر فرمایا:۔

> آپ نے اپنی محبت سے جو خدمت مجھ سے لینا چاہی ہے اگرچہ میں اس کا اہل نہیں مگر احباب کی خدمت سے انکار بھی نہیں لیکن چونکہ آپ سے دلی خلوص اور بے تکلفی ہے اس لیے خیر خواہی سے حسب ذیل امور کو آپ کی نظر میں لانا چاہتا ہوں تاکہ بصیرت سے رائے قائم فرما سکیں کسی مغالطہ کا احتمال نہ رہے پھر جو رائے قائم فرمائی جائے گی میں اس کا اتباع کرنے کو تیار ہوں۔

1۔ میں ایک خشک طالب علم ہوں۔ اس زمانہ میں جن چیزوں کو درویشی کے لوازم میں سے سمجھا جاتا ہے جیسے محفل میلاد شریف، عرس، گیارہویں نیاز، فاتحہ، قوالی و مثل ذلک میں ان سب سے محروم ہوں اور اپنے دوستوں کو بھی اسی خشک طریقہ پر رکھنا پسند کرتا ہوں۔

---

507۔ اختر، حکیم محمد شاہ، مولانا، خزائن شریعت و طریقت، کراچی، کتب خانہ مظہری، 2009ء، ص 304

508۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، جامع المجددین، ص 452



toobaafoundation.com

2۔ میں نہ صاحب کشف ہوں، نہ صاحب کرامت، نہ صاحب تصرف، نہ عامل، بس اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے احکام پر مطلع کرتا رہتا ہوں۔

3۔ اپنے دوستوں سے کسی قسم کا تکلف نہیں کرتا نہ میں اپنی حالت چھپاتا ہوں نہ اپنی کوئی تعلیم نہ کوئی مشورہ امور دینیہ کا، پھر عمل کرنے پر کسی کو مجبور نہیں کرتا عمل کرتا ہوا دیکھ کر خوش اور عمل سے دور دیکھ کر رنجیدہ ہوتا ہوں۔

4۔ میں کسی سے نہ کوئی فرمائش کرتا ہوں نہ کسی کی سفارش، اسی لیے بعض اہل الرائے مجھ کو خشک مزاج کہتے ہیں میرا مذاق یہ ہے کہ ایک کو دوسرے کی رعایت سے کوئی اذیت نہ دوں خواہ لفظی ہی اذیت ہو۔

5۔ سب سے زیادہ اہتمام مجھ کو اپنے لیے اور اپنے دوستوں کے لیے اس امر کا ہے کہ کسی کو کسی قسم کی اذیت نہ پہنچائی جائے خواہ بدنی ہو جیسے مار پیٹ، خواہ مالی ہو جیسے کسی کا حق مار لینا یا ناحق کوئی چیز لے لینا، خواہ آبرو کے متعلق ہو جیسے کسی کی تحقیر، کسی کی غیبت خواہ اذیت نفسانی ہو جیسے کسی۔۔۔ کو کسی تشویش میں ڈال دینا یا کوئی ناگوار ورنج دہ معاملہ کرنا اور اگر غلطی سے کوئی بات ایسی ہو جائے تو معافی چاہنے سے عار نہ کرنا۔

6۔ نمبر 5 کا مجھ کو اس قدر اہتمام ہے کہ کسی کی وضع کو خلاف شرع دیکھ کر صرف شکایت ہے مگر نمبر 5 کی کوتاہی دیکھ کر بے حد صدمہ ہوتا ہے اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس سے نجات دے۔[509]

## غفلت و معصیت سے پرہیز

حضرت تھانویؒ ہر وقت اپنے نفس کی نگرانی اور دیکھ بھال رکھتے تھے اور بوجہ دائمی مجاہدہ نفس دائمی ترقی فرماتے رہتے۔ یہ وہی اعمال باطنہ ہیں جن کے بارے میں حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ وہ سالک کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتے ہیں اور دوسروں کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا ایسے شخص کو قلندر کہتے ہیں اس کو عبادت نافلہ کا اتنا اہتمام نہیں ہوتا جتنا اپنے قلب کی نگہداشت کا اور اعمال قلبیہ کا۔[510]

فرمایا کہ عام لوگوں میں سے تو اگر کسی کے اندر ننانوے عیب ہوں ایک بھلائی تو میری نظر بھلائی کی طرف جاتی ہے اور ان ننانوے عیبوں پر نہیں جاتی اور جس نے اپنے آپ کو تربیت کے واسطے میرے سپرد کیا ہو تو اس میں اگر ننانوے بھلائی ہوں اور ایک عیب ہو تو میری نظر اس عیب پر جاتی ہے ان ننانوے بھلائیوں پر نہیں جاتی۔ اپنے نفس کے محاسبہ سے بحمد اللہ کبھی غافل نہیں ہوتا جب کسی طالب یا سالک سے کچھ مواخذہ کرتا ہوں تو اپنے نفس پر بھی نظر رکھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے مواخذہ سے پناہ مانگتا رہتا ہوں۔[511]

کئی بار فرمایا کہ گو میں اعمال میں تو بہت کوتاہ ہوں لیکن الحمد للہ اپنی اصلاح سے غافل نہیں ہمیشہ یہی ادھیڑ بن لگی رہتی ہے کہ فلاں حالت کی یہ اصلاح کرنی چاہیے فلاں حالت میں یہ تغیر کرنا چاہیے غرض کہ کسی حالت پر قناعت نہیں اور گو میں نجات کو اعمال پر منحصر نہیں سمجھتا ہوں لیکن بندے کے ذمے یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ اس کے اوامر کو بجالائے اور نواہی سے اجتناب رکھے اس لیے مجھ کو اپنے اعمال کی کوتاہی پر سخت ندامت ہے اور ہمیشہ اپنی اصلاح کی فکر رہتی ہے۔[512]

---

509۔ دریابادی، عبدالماجد، مولانا، تصوف و سلوک، ص 6

510۔ دریابادی، عبدالماجد، مولانا، مقامات سلوک، ص 11

511۔ ایضاً، ص 14

512۔ ایضاً، ص 15



toobaafoundation.com

## باطنی امراض کی تشخیص اور تجویز علاج

انعامات الہیہ کے متعلق حضرت تھانویؒ اکثر نہایت تشکر و امتنان کے ساتھ فرمایا کرتے کہ الحمد للہ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے رات دن ایسی ایسی کھلی دستگیریاں اور عنایتیں ہوتی رہتی ہیں کہ بس آواز تو نہیں ہوتی لیکن معاملہ سب ایسا ہی ہوتا ہے جیسے ہر موقع پر بھی فرماتے جاتے ہوں کہ دیکھو ہم نے تیرے ساتھ یہ عنایت کی۔ دیکھ ہم نے یہ دستگیری کی۔(513)

فرمایا! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے صحیح باتیں ذہن میں ڈال دی ہیں جن کی وجہ سے لوگ ظلمت سے نکل کر نور میں تو پہنچ گئے ہیں اور راستہ بالکل صاف نظر آنے لگا ہے۔ ایک مدت سے بہت بڑا حصہ تصوف کا مردہ ہو چکا تھا۔ کام کرنے والوں کو بھی خبر نہ تھی کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور اس کا انجام کیا ہے بس اندھیری کوٹھری میں اندھا دھند چلے جا رہے تھے کچھ ہوش نہ تھا خواہ سر پھوٹے یا ٹانگ ٹوٹے اب الحمد للہ! طریق کافی طور پر واضح ہو گیا ہے مدتوں کے بعد یہ طریق زندہ ہوا ہے۔(514)

اس حوالے سے مزید فرماتے ہیں کہ:

مجھ کو سخت سے سخت حالات پیش آچکے ہیں لہٰذا احوال باطنی کا ایسا تجربہ ہو گیا ہے کہ کسی سالک کو کتنی ہی الجھی ہوئی حالت ہو اور وہ کیسی ہی باطنی پریشانی میں مبتلا ہو بحمد اللہ مجھ کو اس کے معالجے کے باب میں ذرا بھی تردد لاحق نہیں ہوا اور بفضلہ تعالیٰ ایسی ایسی تدبیریں ذہن میں آجاتی ہیں کہ ان کے استعمال سے وہ نہایت سہولت و سرعت کے ساتھ اس حالت سے نکل جاتا ہے بالخصوص وساوس وخطرات کی تشخیص ماہیت اور تجویز علاج میں تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی بصیرت عطا فرمائی ہے کہ آجکل کم لوگوں میں ہوگی۔(515)

## طریقت میں اشغال کا تصور اور ان کی حقیقت

اشغال کا مقصود اصلی یہ ہے کہ قلب کا انتشار جو بوجہ تشویش افکار کے ہے دفع ہو کر جمعیت خاطر اور خیال کی یکسوئی حاصل ہوتا کہ اس کے خوگر ہونے سے توجہ تام الی اللہ جو کہ مبتدی کو بوجہ غیب ہونے مدرک کے اور مزاحم ہونے افکار مختلف اور حسیات حاضرہ کے متعذر ہے۔ سہل ہو جاوے۔ اشغال مختلفہ اسی کے حیل وطرق ہیں۔ نماز میں سترہ کا حکم، اس عمل کا ماخذ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ بتصریح علماء اسرار مقصود سترہ اس کی تدبیر ہے۔ غرض جتنے اشغال ہیں وہ جمع خاطر ہی کے لیے ہیں۔ مقصود بالذات نہیں اور اس میں مشائخ نے یہاں تک وسعت کی ہے کہ جوگیوں تک سے بعض اشغال لیے ہیں مثلاً حبس دم جوگیوں کا شغل ہے مگر چونکہ یہ ان کا مذہبی شعار نہیں اور خطرات دفع کرنے کے لیے نافع ہے۔ اس لیے اس کو بھی اپنے ہاں لے لیا ہے۔ اور اس میں کچھ حرج نہیں نہ اس میں تشبہ ممنوع ہے۔(516)

کیونکہ جو چیز کسی دوسرے فرقہ کا نہ مذہبی شعار ہو نہ قومی۔ محض تدبیر کے درجہ میں ہو اس کو تدبیر کی حیثیت سے کسی نفع کے لیے اختیار کرنے میں کوئی محذر شرعی نہیں ہے چونکہ جس دم بھی دفع خواطر کی محض ایک طبعی تدبیر ہے۔ اس لیے اس کا استعمال

---

513- دریابادی، عبدالماجد، مولانا، مقامات سلوک، ص4

514- مجذوب، عزیز الحسن، خواجہ، اشرف السوانح، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، 2006، ص477

515- دریابادی، عبدالماجد، مولانا، مقامات سلوک ص، 5

516- تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت وطریقت، 273



toobaafoundation.com

جائز ہے کیونکہ یہ اخذ تدبیر میں ہے نہ کہ کسی مذہبی یا قومی شعار میں۔اور اس کے جواز کی دلیل خندق کا واقعہ ہے تو یہ انتظام و تدبیر فارسیوں کا کوئی قومی مذہبی شعار نہ تھا۔ محض ایک تدبیر تھی اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دے دی۔(517)

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے باقی اشغال و مراقبات، احوال و کیفیات، کشف و کرامات، بیعت و نسبت وغیرہ کی جو حیثیت و حقیقت تصوف کے اس متن متین دستور العمل کو "قصد السبیل" میں واضح فرمایا، اس کا اندازہ صرف اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس راہ کے قصد کرنے والوں کو چار طبقات عامی مشغول، عامی فارغ، عالم مشغول، عالم فارغ میں تقسیم فرما کر عامی مشغول و فارغ دونوں کے لیے اشغال کی سرے سے ممانعت فرمائی ہے کہ:

> "اس میں طرح طرح کے خطرات ہیں جن کا تحمل عامی سے نہیں ہو سکتا" عالم مشغول "تک کے دستور العمل میں یہ قید ہے کہ شیخ سے دور رہ کر شغل نہ کریں، البتہ چندے شیخ کے حضور میں اگر یہ کام کیا ہو اور وہ اب بھی اس کو تجویز کرے، تو مضائقہ نہیں"(518)

ورنہ تصوف کے اس تجدیدی دستور العمل کی رو سے متعارف صوفی بننے کی اجازت صرف "عالم فارغ" یعنی ایسے علماء ہی کو ہے، جو ایک طرف دین و شریعت کا پورا علم رکھتے ہیں، اور دوسری طرف فکر معاش سے فارغ ہیں تاکہ نہ جاہل صوفیوں کے خلاف شرع رسوم و بدعات کا شکار ہو سکیں۔ اور نہ اشغال و مراقبات یا ان کے ثمرات و کیفیات وغیرہ کے عدم تحمل کی وجہ سے حدود سے تجاوز کر سکیں َچنانچہ "عالم فارغ کے دستور العمل میں ان چیزوں کی حسب ضرورت اجازت کے باوجود ان کی حدود حیثیت پر پوری طرح متنبہ فرمادیا گیا۔(519)

## خاص ذکر و شغل کرنے والوں کو نصیحت

ہر بات میں رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر چلنے کا اہتمام کرو۔ اس سے دل میں بڑا نور پیدا ہوتا ہے۔۔۔ کسی مسلمان کو اگرچہ وہ چھوٹے درجے کا ہو حقیر مت سمجھو، مال و عزت کی طمع و حرص مت کرو۔ تعویز گنڈوں کا شغل مت رکھو، اس سے عام لوگ گھیرتے ہیں، جہاں تک ہو سکے ذکر کرنے والوں کے ساتھ رہو، اس سے دل میں نور اور ہمت و شوق بڑھتا ہے، دنیا کا کام بہت مت بڑھاؤ اور بے ضرورت اور بے فائدہ لوگوں سے زیادہ مت ملو اور جب ملنا ہو تو خوش خلقی سے ملو اور جب کام ہو جاوے تو ان سے الگ ہو جاؤ خاص کر جان پہچان والوں سے بہت بچو، یا تو اللہ والوں کی صحبت ڈھونڈو یا ایسے معمولی لوگوں سے ملو جن سے جان پہچان نہ ہو، ایسے لوگوں سے نقصان کم ہوتا ہے، اگر تمہارے دل میں کوئی کیفیت پیدا ہو یا کوئی علم عجیب آوے تو اپنے پیر کو اطلاع کرو، پیر سے کسی خاص شغل کی درخواست مت کرو، ذکر میں جو اثر پیدا ہو سوائے اپنے پیر کے کسی سے مت کہو، اگر درویشی کتابیں دیکھنے کا شوق ہے تو پہلے تعلیم الدین" کا حصہ پنجم اور "کلید مثنوی" دیکھو۔(520)

---

517۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت و طریقت، ص 274

518۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف و سلوک، ص 65

519۔ ایضاً، ص 65

520۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، قصد السبیل، ادارہ المعارف، کراچی، 1973ء، ص 62-61



toobaafoundation.com

## صوفیانہ اصطلاحات

### انقباض وانشراح

ذکر وشغل اور تزکیہ نفس کا اہتمام کرنے والوں پر کبھی کبھی شدید قبض وبسط یا خوف ورجا یا ہیبت وانس یا عروج ونزول کی کیفیات طاری ہوتی رہتی ہیں یا یہ کہا جائے کہ نشیب وفراز طریق حسب خصوصیات واستعداد سالک مختلف منازل پر مختلف از منہ میں مختلف الوان سے کم وبیش عمر بھر پیش آتے رہتے ہیں یہ بھی سلوک وطریقت کا ایک ضابطہ کلیہ ہے کہ ایک سالک طریق کو کسی ماہر نفسیات ومحقق مرشد کامل کی دست گیری کی سخت ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ ان دشوار گزار اور صبر آزما منازل سے بخیر وعافیت گزر جائے۔ حضرت تھانویؒ نے بھی جب اس وادی پر آشوپ میں قدم رکھا تو ایسے ہی صبر آزما مقامات سے گزرنا پڑا عنفوان شباب کا زمانہ تھا۔ ذکر وشغل میں شغف پیدا ہو گیا۔ فطری طور پر طبیعت میں حدت وجوش کا غلبہ تھا۔ دل میں التہاب واضطراب نے شدت اختیار کر لی۔ معمولات زندگی درہم برہم ہونے لگے مگر حضرتؒ برابر اپنے مربی وشیخ حضرت حاجی امداد اللہؒ اور اپنے محسن ومربی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو اپنے حالات سے مطلع کرتے رہے اور ان کی دعائیں، مشورے اور توجہات خصوصی حضرتؒ کے شامل حال رہیں بعونہ تعالیٰ جس کی برکت سے حضرتؒ اپنے مقام پر ثابت قدم رہے اور استقلال اور صبر وتحمل پر زرہ برابر بھی اثر نہیں ہونے پایا۔(521)

انقباض وانشراح کے حوالے سے چند اقتباسات درج کیے جاتے ہیں۔

### طلب وانس

حضرتؒ اپنے معمولات پورے کرتے رہے اور جب رفتہ رفتہ مقامات محصلہ میں رسوخ ہو گیا تو اس شوق نے دوسرا رنگ اختیار کیا یعنی مقامات متوقعہ کی طلب شدید پیدا ہو گئی۔ اور دوبارہ پھر وہی کیفیت اضطرابیہ والتہابیہ رونما ہو گئی جیسی قبل قیام مکۃ المعظمہ ابتدائے حال میں طاری ہوئی تھی لیکن ان دونوں کیفیتوں میں زمین وآسمان کا فرق تھا کیونکہ وہ کیفیت طلب ابتدائی سے ناشی تھی اور یہ اب طلب مزید ہے چونکہ اللہ تعالیٰ کو حضرت تھانویؒ کا رفع مراتب کرنا منظور تھا حضرتؒ کی حالت باطنی نے پھر پلٹا کھایا اور پہلے سے بھی زیادہ تشنگی طلب نے زور دکھایا۔(522)

حضرت حاجیؒ کی توجہات سے حضرت تھانویؒ کا سارا اضطراب باطنی ختم ہو گیا اور پھر سکون کے ساتھ اپنے کام میں مشغول ہو گئے لیکن ماسواء سے قطع تعلقات کے جذبات ہمیشہ دل میں موجزن رہے۔ آخر کار کچھ عرصہ کے بعد ان مشاغل کو مقاصد متوقع کے حصول میں مانع محسوس کرتے ہوئے مدرسہ جامع العلوم کانپور سے سبکدوش ہونے کا ارادہ کر لیا اور رفتہ رفتہ حالات پر قابو پا کر کانپور کے قیام کو ترک کر دیا اور اپنے وطن تھانہ بھون میں تشریف لے گئے اور مستقلاً وہاں قیام کا عزم کر لیا۔ پھر اپنے پیر ومرشد حضرت حاجی امداد اللہ کی قدیم خانقاہ ومدرسہ میں توکلاً علی اللہ مقیم ہو گئے اور آپؒ نے آئندہ زندگی کے لیے ایک خاص نصب العین کے ساتھ مستقل لائحہ عمل اور نظم الاوقات مقرر فرما لیا اور برابر نہایت سکون اور انشراح وانبساط کے ساتھ انس مع اللہ کے درجات عالیہ طے فرماتے

---

521۔ دریابادی، عبدالماجد، مولانا، اشاعت خاص ماہنامہ الحسن، ص449

522۔ ایضاً، ص452



toobaafoundation.com

رہے لیکن عشق و محبت کے کوچہ میں عافیت دائمی کہاں؟ اس سے مرتے دم تک بھی چین نصیب نہیں کیونکہ اکثر احوال میں نزول بلا عادتاً لوازم سلوک ہے۔([523])

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرتؒ کو بحمد اللہ تعالیٰ اس قبض شدید و مدید کے بعد پھر اس درجہ کا قبض کبھی پیش نہیں آیا اور بفضلہ تعالیٰ حالت باطنی میں ایک مستحکم کیفیت تمکن و رسوخ کی پیدا ہو گئی لیکن حسب تحقیق بالا عارضی تغیرات سے بالکل خالی کیوں کر رہ سکتے ہیں۔ وہ عادتاً لوازم سلوک سے ہیں اور سالک کو صاحب مقام ہو جانے کے بعد بھی گاہ گاہ پیش آتے رہتے ہیں جن میں سے اکثر تو عام طور پر ظاہر بھی نہیں ہونے پاتے لیکن بعض ظاہر بھی ہو جاتے ہیں۔([524])

## کیفیت شوق کی منازل

جس زمانہ میں حضرت تھانویؒ مدرسہ جامع العلوم کانپور میں درس و تدریس کے کام میں مشغول تھے۔ یک بیک قلب مبارک میں ایک پُر زور کشش غیبی نہایت شد و مد کے ساتھ محسوس ہوئی اور ذکر و شغل کا ذوق شوق جو ابتدائے ارادت سے دل نشین تھا جوش و خروش کے ساتھ موجزن ہونے لگا یہ جوش و خروش 1307ھ میں پیدا ہوا۔ اس ہیجانی کیفیت کے زمانہ میں حضرتؒ کے ماموں نے ذکر و شغل کے حوالے سے آپ کی خاص رہنمائی کی۔ آخر کار 1310ھ میں اشتیاق وصول الی اللہ نے رفتہ رفتہ بڑھ کر اضطراب و التہاب کی صورت اختیار کر لی اور شدت و عجلت طلب نے حد درجہ بے چین کر دیا اس کیفیت کو اصطلاح صوفیہ میں "شوق" سے تعبیر کرتے ہیں۔ ([525])

حضرت تھانویؒ اپنے شیخ کی منشاء کے مطابق چھ ماہ کے قیام کے ارادے سے مکۃ المکرمہ روانہ ہو گئے مرکز پر پہنچنا تھا کہ سارا اضطراب والتہاب جو ایک عرصہ سے لاحق ہو رہا تھا مبدل بہ سکون و طمانیت ہو گیا اور اب وہ کیفیت رونما ہوئی جس کو اصطلاح صوفیہ میں "انس کہتے ہیں ادھر حضرت حاجیؒ کی قوت افاضہ ادھر حضرت تھانویؒ کی قابلیت استفاضہ بس تھوڑے ہی عرصہ میں باہم اس درجہ مناسبت ہو گئی کہ حضرت حاجیؒ بیساختہ فرمانے لگے کہ بس تم پورے پورے میرے طریق پر ہو۔۔۔ الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھے الہامی علوم باطنی و معارف و حقائق منکشف و عطا فرمائے ہیں وہ بعونہ تعالیٰ میں نے سب تمہارے قلب میں منتقل کر دیئے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ خلق کثیر کو تمہاری ذات سے نفع پہنچے گا۔ میری دعائیں اور توجہات ہمیشہ تمہارے شامل حال رہیں گی۔([526])

## عشق

البتہ حق تعالیٰ کی محبت میں شان عقلیت غالب ہوتی ہے اور اپنے ہم جنس کی محبت میں شان طبیعت (عشق) غالب ہوتی ہے اور سرسری نظر میں محبت عقلی، محبت طبعی کے سامنے مضمحل معلوم ہوتی ہے حالانکہ امر بالعکس ہے چنانچہ اسی محبوب طبعی سے نعوذ باللہ حق تعالیٰ کی

---

523۔ دریابادی، عبدالماجد، مولانا، اشاعت خاص ماہنامہ الحسن، ص 453

524۔ ایضاً، ص 456

525۔ ایضاً، ص 450

526۔ ایضاً، ص 451



toobaafoundation.com

شان کے خلاف کوئی معاملہ قولی یا فعلی صادر ہو تو وہی محبوب فوراً مبغوض ہو جائے اس حوالے سے مولانا عبدالرحمان کیلانیؒ اپنی تصنیف "شریعت وطریقت" میں حضرت تھانویؒ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔([527])

## تعلق ونسبت

مولانا تھانوی نے فرمایا کہ:

"بعض جہلا ایک عجیب دعویٰ کرتے ہیں کہ ہماری نسبت اتنی قوی ہے کہ گناہ کرنے سے بھی اس میں فتور نہیں آتا۔ یاد رکھنا چاہیے ایسی نسبت جس کو معصیت سے بقایا ترقی ہو شیطانی نسبت ہے اور ایسی ترقی کو مکر واستدراج کہتے ہیں۔ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ مکر الٰہی دو ہیں ایک عوام کے حق میں اور ایک خواص کے۔ عوام کے حق میں تو یہ کہ خدمت واطاعت میں تقصیر کے باوجود نعمت میں توفیر ہو اور خواص کے حق میں ترک ادب کے باوجود ان کے حال کا باقی رہنا"([528])

---

527۔ ندوی، عبدالرحمان، مولانا تجدید تصوف وسلوک، ص125

528۔ ایضاً



toobaafoundation.com

## باب دوم

## فصل چہارم

# مولانا اشرف علی تھانوی کی نظر میں صوفیانہ مغالطے

### رہبانیت ودرویشی کا تصور

تصوف کی اصلاح و تطہیر کے سلسلہ میں "تجدید تصوف و سلوک" کے مصنف عبدالباری ندویؒ اور ان کے مرشد حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے کئی پہلوؤں سے قابل قدر کوشش بھی فرمائی ہے اس حوالے سے مولانا عبدالرحمان کیلانیؒ اپنی کتاب "شریعت وطریقت" میں مذکورہ بالا حضرات کے اقتباسات نقول کرتے ہیں۔

1۔ ذکر کیا ہے؟

ذکر کے معنی یاد کے ہیں یا تو سب طریقہ سے ہوتی ہے، نہ کہ محض زبان ہی سے نام لے لے۔ کیا یہ یاد ہے کہ جس کی یاد کا دعویٰ ہو نہ اس سے بات کرے، نہ اس کے خط کا جواب دے، نہ اس سے ملے، نہ اس کا کہنا مانے یہ ہر گز یاد نہیں تو جو ذکر بدوں اصلاح کے ہو وہ ایسی ہی یاد ہے۔[529]

2۔ حقوق وحظوظ

"نفس کے مطالبات دو قسم کے ہیں حقوق اور حظوظ۔ حقوق وہ جن سے قوام بدن اور بقائے حیات ہے اور حظوظ وہ جو ان سے زائد ہوں پس مجاہدہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حقوق باقی رکھے اور حظوظ کو فانی کرے " [530]

"افسوس! ستیاناس کر دیا تصوف کا ان جاہل صوفیوں نے اور فقیری کو ہاوو ہو بنار کھا ہے۔ کہتے ہیں چلے کھینچو۔ بیوی کو طلاق دے۔ اولاد کو عاق کر دہ۔ دروازہ کو تیغا کر دو اور ایک چنا روز کھاؤ۔ بدوں اس کے اصل فقیری نہیں ملتی۔ میں کہتا ہوں واللہ دو شالوں میں۔ گدے تکیوں میں، سلطنت میں، مرغن غذاؤں میں فقیری ملتی ہے، مگر گھر میں نہیں، شیخ کامل کی خدمت میں "[531]

### جاہل صوفیوں کی "حقیقت" کی حقیقت

حقیقت دراصل شریعت کی محتاج ہے یعنی وہ حقیقت جو عام طور پر صوفیہ کے ذہن میں ہے، ورنہ طریقت و حقیقت شریعت ہی کے اجزاء ہیں مگر جس حقیقت کو جہلا، صوفیہ گاتے پھرتے ہیں وہ بھی شریعت کے محتاج ہے اگر شریعت نہ ہو تو صوفی صاحب کی تسبیح، مصلی اور نذرانے اگر کوئی ملا نالے جائے، پھر وہ برا نہ مانے۔[532]۔۔۔ یہ جو عالم میں نظام وامن قائم ہے شریعت ہی کی بدولت ہے

---

529۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف وسلوک، ص63

530۔ ایضاً، ص75

531۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف وسلوک، ص76

532۔ ایضاً، ص317



toobaafoundation.com

ملکیت کے حوالے سے واضح ہے کہ یہ زید کا حق ہے یہ عمر کا حق ہے، اور دوسرے کے حق میں تصرف حرام ہے اس حوالے سے مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں۔

"اگر کوئی آقا اپنے غلام سے کہہ دے کہ پلنگ تمہارا ہے، جس میں مصلحت یہ ہو کہ دوسرے غلام اس کو تنگ نہ کریں بلکہ اس کی نامزد چیز میں بلا تکلف اس کو تصرف کر دیں اب اگر یہ غلام آقا کو بھی اس پلنگ پر بیٹھنے سے روکنے لگے تو یقیناً وہ بڑا نمک حرام ہے۔ اب یہی حالت ہماری ہو رہی ہے خدا تعالیٰ کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری مصلحت کے لحاظ سے نامزدگی فرمائی تھی لیکن ہم خود خدا کے تصرف کو بھی ان چیزوں سے روکنا چاہتے ہیں اور اگر وہ کوئی تصرف کرتے ہیں تو ہم پیٹ پھاڑ کر مرے جاتے ہیں حالانکہ جو چیز خزانے میں پہنچ جائے وہ تو زیادہ محفوظ ہو جاتی ہے۔(533)

حاصل یہ کہ اگر ہمارے پیش نظر آخرت کی تجارت اور وہاں کا سود و زیان ہو تو دنیا کی کوئی مصیبت حقیقی مصیبت نہیں رہ جاتی۔ اور ایمان واعتقاد کی دولت نصیب ہو تو یہ ایسی موٹی بات ہے کہ ایک عامی اور دیہاتی بھی اس کو بے تکلف سمجھتا ہے۔(534)

## ظاہر سے انحراف اور باطنیت پر انحصار

بعض بے باک صوفی عوام کے سامنے بے تکلف تصوف کے دقائق بیان کر بیٹھتے ہیں بعض عوام تو ان کو خلاف شریعت سمجھ کر ان کی تکذیب کرتے ہیں اور بعض باوجود ان کی حقیقت نہ سمجھنے کے ان کو مان کر قواعد مشہورہ شرعیہ کے منکر ہو جاتے ہیں سو ہر حال میں اللہ و رسول کی تکذیب کا تحقیق ہوا۔(535) حدیث مبارکہ میں اس عادت کی ممانعت ہے حضرت علیؓ کا ارشاد ہے بخاری شریف میں ہے کہ

"لوگوں سے وہ باتیں کرو جنہیں وہ پہچانتے ہوں کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلا دیں"(536)

منشا یہ ہے کہ ہر شخص سے اس کے فہم کے مطابق بات کرنی چاہیے۔ جب وہ بات قرآن وحدیث سے صراحۃً یا استدلالاً ثابت ہے تو اللہ اور رسول کی کہی ہوئی ہے اور چونکہ سمجھ سے باہر ہے اس لیے عوام اس کی تکذیب کریں گے پس تم اللہ اور رسول کی تکذیب کے سبب ہوئے اور چونکہ ضروریات دین میں سے کوئی امر ایسا نہیں ہے لہذا یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اس سے بعض دین کا کتمان لازم آتا ہے۔(537)

---

533۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف وسلوک، ص318

534۔ ایضاً

535۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت وطریقت، ص408

536۔ بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، امام، الجامع المسند الصحیح المنتصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ کتاب العلم، باب من خص بالعلم قوماً دون قوم کراھیۃ ان لا یفھموا، ص292

537۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت وطریقت، ص408



toobaafoundation.com

## استغراق و سکر

لوگ استغراق کو بڑی چیز سمجھتے ہیں کہ جب تک ہم بے عقل و مدہوش نہ ہوئے تو کمال ہی کیا ہے صاحبو اللہ تعالیٰ کا نام ہوش بڑھانے کے لیے لیا جاتا ہے نہ کہ کھونے کے لیے۔۔۔خواجہ عبید اللہ احرار فرماتے ہیں کہ استغراق میں قرب نہیں بڑھتا کیونکہ اس میں عقل نہیں ہوتی جو مدار قرب ہے "[538]

"حقیقت میں، جوذی استعداد کامل ہیں، ان پر نفسیاتی کیفیات (تاثر وانفعال یا سکر) طاری نہیں ہوتیں، ہاں روحانی جن کا اثر روح پر ہوتا ہے، کاملین پر طاری ہوتی ہیں۔ جن کا عوام کو پتہ بھی نہیں اور ان دونوں میں فرق جیسے گڑ اور فرنی کی شرینی میں ہوتا ہے۔۔۔تو واقعی جو سالکین متمنی کیفیات کے ہیں وہ دیہاتی گڑ خوار ہیں "[539]

## استغراق کمال نہیں

ایک اور کیسی عجیب غلط فہمی اچھے اچھوں کو یہ ہے کہ بعض بزرگوں میں استغراق یا غلبہ حال کا جو رنگ ہوتا ہے۔اس کو زیادہ کمال خیال کیا جاتا ہے کہ ایسے باکمال ہیں کہ دنیا ومافیہا کی کچھ خبر ہی نہیں رکھتے حالانکہ یہ رنگ نہ صرف سنت کے خلاف، بلکہ خود حضرات صوفیہ کے نزدیک کمال سے فروتر ہے۔[540]اس حوالے سے حضرت تھانویؒ نے خواجہ عبید اللہ احرار کا قول نقل فرمایا ہے کہ :

> "استغراق میں ترقی رک جاتی ہے کیونکہ ترقی دوام عمل سے ہوتی ہے، اور استغراق میں عمل کا انقطاع ہو جاتا ہے یہی نہیں بلکہ غلبہ حال میں بعض دفعہ خلاف شرع کلمات تک منہ سے نکل جاتے ہیں، گو مغلوب معذور ہوتا ہے، لیکن دوسروں کو بہت احتیاط لازم ہے۔۔۔مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص پر اعتراض نہ کرو باقی ایسی بات تو ضرور قابل اعتراض ہے۔ خصوصاً جب کہ عوام کو مضر ہو اس وقت تو اس کی غلطی کا ظاہر دینا واجب ہے "[541]

## استغراق کی عام فہم توجیہہ

لیکن حال یا استغراق کی سب سے سہل اور عام فہم توجیہہ عشق و محبت کا استیلائی غلبہ ہے جس کا اثر جب مجازی عشق میں یہاں تک ہو سکتا ہے کہ مجنوں انا لیلیٰ کہنے لگتا ہے اس حوالے سے مولانا تھانویؒ حضرت شبلیؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ :

> "صاحبو مجنون عامری کی حالت یہ تھی کہ جب اس سے لیلیٰ کو دریافت کیا جاتا تو کہتا کہ میں ہی تو لیلیٰ ہوں وہ لیلیٰ کی محبت میں لیلیٰ کی ذات (خاص) سے بھی غائب ہو جاتا تھا لیلیٰ کے مشاہدہ ہی میں رہتا تھا یہ مشاہدہ اس کو لیلیٰ کے سوا ہر چیز سے غائب کر دیتا تھا۔ تمام چیزوں (حتی کہ خود اپنے کو بھی) لیلیٰ ہی مشاہدہ کرتا تھا پھر اللہ کی محبت کا دعویٰ کرنے والا یہ دعوائے محبت کیونکر کرتا ہے، حالانکہ وہ تمیز کی صفت بھی رکھتا ہے، اپنی معلومات ومالوفات، اور حظوظ نفس سے تعلق بھی رکھتا ہے ایسی صورت میں اس کو اللہ سے محبت کا دعویٰ کا کیا حق "[542]

---

538۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت وطریقت، ص 87

539۔ ایضاً، ص 88، 87

540۔ ندوی، عبد الباری، مولانا، جامع المجددین، ص 450

541۔ ایضاً، ص 451

542۔ ندوی، عبد الباری، مولانا، تجدید تصوف وسلوک، ص 378



toobaafoundation.com

## کشف و کرامات کی حقیقت

"غرض کشف کوئی بڑا کمال نہیں، اگر کافر بھی مجاہدہ و ریاضت کرے، تو اس کو بھی ہونے لگتا ہے، نیز مجانین کو بھی کشف ہوتا ہے صاحب شرح اسباب نے لکھا ہے کہ مجنون کو کشف ہوتا ہے میں نے خود دیکھا کہ ایک مجنونانہ کو اس قدر کشف ہوتا ہے کہ بزرگوں کو بھی نہیں ہوتا، لیکن اس کا مسہل ہوا تو مادہ کے ساتھ کشف بھی نکل گیا۔ خوارق کا ہونا ولایت کے لیے ضروری نہیں، بعض صحابہ سے عمر بھر ایک خرق عادت بھی واقع نہیں ہوا۔ خوارق اکثر جوگیوں سے واقع ہوتے ہیں، یہ ثمرہ ریاضت کا ہے خرق عادت کا مرتبہ ذکر قلبی سے بھی کم ہے۔ صاحب عوارف نے غیر اہل خوارق کو اہل خوارق سے افضل لکھا ہے، عارفین کی بڑی کرامت یہ ہے کہ شریعت پر مستقیم ہوں اور بڑا کشف یہ ہے کہ طالبان حق کی استعداد معلوم کر کے اس کے موافق ان کی ترتیب کریں۔ بعض اہل کرامت نے مرنے کے وقت تمنا کی کہ کاش ہم سے کرامتیں ظاہر نہ ہوتیں"(543)

فرمایا کہ جس شخص میں یہ علامات ہوں تو پھر یہ نہ دیکھے کہ اس سے کوئی کرامت صادر ہوتی ہے یا نہیں، یا یہ شخص صاحب تصرفات ہے یا نہیں، یا اس کو کشف ہوتا ہے یا نہیں، یا یہ جو دعا کرتا ہے قبول ہوتی ہے یا نہیں، کیونکہ یہ امور لوازم مشخیت یا ولایت سے نہیں ہے۔ اس طرح یہ نہ دیکھے کہ اس کی توجہ سے لوگ مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتے ہیں یا نہیں، کیونکہ یہ بھی لوازم بزرگی میں سے نہیں ہیں۔ اصل میں یہ ایک نفسانی تصرف ہے جو مشق سے بڑھ جاتا ہے۔ یہ کام غیر متقی بلکہ غیر مسلم بھی کر سکتا ہے اور اس سے چنداں نفع بھی نہیں ہے کیونکہ اس کے اثر کو بقا نہیں ہوتا۔ صرف مرید غبی کے لیے جو ذکر سے اصلاً متاثر نہیں ہوتا ہو چند روز تک شیخ کے اس عمل سے اس میں ایک گونہ تاثر وانفعال و قبول آثار ذکر کا پیدا ہو جاتا ہے۔(544)

## کشف کی حقیقت

کشف دو طرح سے ہے کشف کونی، کشف الہی، کشف کونی یہ کہ بعد مکانی یا زمانی اس کے لیے حجاب نہ رہے۔ کسی چیز کا حال معلوم ہو جائے۔ کشف الہی یہ کہ علوم و اسرار و معارف متعلق سلوک کے یا متعلق ذات و صفات کے اس کے قلب پر وارد ہوں یا عالم مثال میں یہ چیزیں متمثل ہو کر مکشوف ہوں اور واردات غریبہ و مواجید مثل ذوق و شوق، محبت و انس، ہیبت و انکشاف اسرار احکام و حسن معاملہ فیما بینہ و بین اللہ وغیرہ فائض ہوں جن کی لذت کے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت گرد ہے (اور یہ امور حالات کہلاتے ہیں یہی علوم کشف الہی کہلاتے ہیں۔ کشف کونی نہ لذت میں اس کی گرد کو پہنچتا ہے نہ قرب میں اس کو اس کا سا دخل ہے۔(545)

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ کشف والہام سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے۔ اگر موافق قواعد شرعیہ کے ہے قابل عمل ہوگا ورنہ واجب الترک ہے اور اگر قواعد شرعیہ کے خلاف نہ ہو لیکن خود کشف میں باہم اختلاف ہو تو اگر وہ دونوں کشف ایک شخص کے ہیں تب تو آخیر کشف کا اعتماد ہوگا اور اگر وہ دونوں کشف دو شخصوں کے ہیں تو صاحب صحو کا کشف بہ نسبت صاحب سکر کے قابل عمل ہوگا اور اگر دونوں صاحب صحو ہیں تو جس کا کشف اکثر شرع کے موافق ہوتا ہو وہ قابل اعتبار ہے اور اگر اس میں بھی دونوں برابر ہیں تو جس شخص میں آثار قرب الہی و مقبولیت کے زیادہ پائے جائیں۔ اس کے کشف کو ترجیح ہوگی اور اگر اس میں بھی برابر ہیں تو جس کو اپنا دل قبول

---

543۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف و سلوک، ص90

544۔ اعظمی، اعجاز احمد، مولانا، تصوف! ایک تعارف، ص65

545۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت و طریقت، ص330



toobaafoundation.com

کرے۔اس پر عمل جائز اور اگر ایک کشف ایک شخص کا دوسرا کشف کئی شخصوں کا ہو تو جماعت کے کشف کو قوت ہوگی۔البتہ اگر وہ تنہا سب سے اکمل ہے تو اس کے کشف کو ترجیح ہوگی۔(546)

## توجہ وتصرف کی حقیقت

توجہ وتصرف بھی نہ کوئی مقصود ومامور امر ہے نہ فی نفسہ کوئی کمال وقرب اور ولایت ومقبولیت کی علامت۔بلکہ نفس وخیال کی ایک قوت ہے جو خیال وتوجہ میں یکسوئی کی مشق سے مقبول کیا مردود سے مردود شخص بھی حاصل کر سکتا ہے پرانے زمانے میں سحر یا جادوگری اور آجکل کے مسمریزم اور عمل تنویم (ہپناٹزم) کا برا مدار یہی ہے اسی نفس یا باطن کی قوت سے کسی پر کوئی اثر ڈالنے کا نام صوفیوں کی اصطلاح میں توجہ وتصرف یا ہمت ہے۔۔۔لیکن یہ قوت کوئی دینی کمال نہیں۔نہ مقبول ومقرب ہونے کی علامت ہے ہر فاسق وفاجر بھی مشق سے اپنے اندر یہ قوت پیدا کر سکتا ہے۔(547)

نیز اس توجہ وتصرف کے استعمال میں بعض دینی ودینوی مضرتیں بھی ہیں خصوصاً اس زمانہ میں حضرت مجدد کا مشورہ اس کے ترک ہی کا ہے۔دینوی مضرت تو اس میں یہ ہے کہ اس کے استعمال کی کثرت سے عامل کے دماغی وقلبی قویٰ ضعیف و مضمحل ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے بہت سے امراض پیدا ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔دینی مضرت یہ ہے کہ اس کو ولایت وبزرگی کی علامت سمجھتے ہیں جو اعتقادی ضرر ہے اور مریدوں کا ضرر یہ ہے کہ اکثر اسی پر قناعت کر بیٹھتے ہیں اور اصلاح کا اہتمام چھوڑ دیتے ہیں جو عملی ضرر ہے ان ہی مضرتوں کی وجہ سے محققین نے اس کا استعمال چھوڑ دیا ہے۔سلف کے زمانہ میں یہ مضرتیں قویٰ کی مضبوطی فطرت کی سلامتی اور خوش فہمی کے سبب موجود نہ تھیں۔(548)

اس کے علاوہ جو لوگ محض شیخ کی توجہ یا تصرف پر قناعت کر لیتے ہیں۔تو اس تصرف سے جو کیفیات پیدا ہوتی ہیں نہ تو ان کا کچھ نفع ہوتا ہے اور نہ ان کو بقا نصیب ہوتا ہے۔اصلی نفع وبقا اپنی ہی محنت کی چیزوں میں ہے۔(549)

## شریعت سے بے نیازی

وہ حضرات جن کے سر سے ایمان وعقیدہ ہی میں خلل وفساد کی بدنامی وبدگمانی پھیلی ان کے علاوہ بہت زیادہ تعداد ان اکابر کی ہے،جو اپنے عمل یا اتباع شریعت وسنت میں سستی وکوتاہی کے لیے بدنام ہیں۔ان میں خاص طور سے خانوادہ چشتیہ کا نام زیادہ لیا جاتا ہے اور ہمارے ملک میں اسی سلسلہ کے نام لیوا زیادہ ہیں خود حضرت تھانویؒ کے سلسلہ کی نسبت یوں تو تمام نام آور سلاسل سے ہے لیکن خصوصی ربط ونسبت اسی "خاندان عالی" سے ہے۔اس لیے اور بھی حضرتؒ پر اس سلسلہ کی طرف سے دفاع وتبریہ کا حق تھا "السنۃ الجلیہ فی الچشتیہ العلیہ" کے نام سے کچھ کم دو سو صفحات کی کتاب اسی موضوع پر سپرد قلم فرمائی ہے(550) تمہید میں ارشاد ہے

---

546۔ تھانوی،اشرف علی،مولانا،شریعت وطریقت،ص331

547۔ کیلانی،عبدالرحمان،مولانا،شریعت وطریقت،ص512

548۔ ایضاً،ص512،513

549۔ ایضاً،ص513

550۔ ندوی،عبدالباری،مولانا،تجدید تصوف وسلوک،ص384



toobaafoundation.com

"مدت سے عام لوگوں کے ذہن میں یہ خیال بسا ہوا ہے اور جوں جوں جہل کا غلبہ بڑھتا جاتا ہے اس میں قوت ہوتی جاتی ہے کہ حضرات صوفیہ میں عموماً اور چشتیہ میں خصوصاً شریعت کا اتباع نہیں ہوتا یا کم ہوتا ہے اس سے دو مفسدے پیدا ہوتے ہیں ایک ان حضرات کے معتقدین میں، دوسرا غیر معتقدین میں۔

معتقدین کے اعتقاد میں تو خود شریعت ہی کا اتباع اس خیال سے ضروری نہیں رہا کہ ضروری ہوتا تو یہ حضرات ہی متبع ہوتے اور غیر معتقدین میں یہ مفسدہ ہوتا ہے کہ ان کے اعتقاد میں شریعت تو واجب الاتباع ہے، مگر چونکہ یہ حضرات ان کے زعم میں متبع نہیں، اس لیے وہ ان کی شان میں گستاخی کرنے لگے۔ اول مفسدہ تو سرحد کفر سے ملا ہوا ہے کہ اس میں جحود (انکار) ہے شریعت مقدسہ کا جس کا وجوب نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور دوسرا مفسدہ کو کفر نہیں، مگر درجہ بدعت شنیعہ و معصیت قطعیہ تک یقیناً پہنچا ہے، کہ بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل مقبولان الٰہی سے بدگمانی اور ان کی شان میں بدزبانی ہے جو نصوص کے خلاف ہے اور نصوص کے خلاف علم اگر شبہ سے ہے تو بدعت ہے ورنہ فسق و معصیت بلاشبہ ہے"(551)

اسی حوالے سے حضرت تھانویؒ بیان کرتے ہیں کہ

"اقتضاء وقت سے ایک خاص اضافہ کی صورت ذہن میں آئی وہ یہ کہ عدم اتباع شریعت کی یہ تہمت حضرات چشتیہ کے سر خصوصیت کے ساتھ تھوپی گئی ہے۔۔۔ جس کی وجہ ایک تو ان حضرات پر شورش و سوزش کے رنگ کا غلبہ ہے جس سے بعض اوقات ان کے اعتدال مائل بہ اختلال ہو جاتا ہے۔ دوسرے ان حضرات کی یہ مسکنت کہ ملامت گر کو جواب نہیں دیتے یا کبھی ناتمام جواب دیتے، پھر اس کے پیچھے نہیں پڑے، جس سے جاہل کو شبہ ہو جاتا ہے کہ ان کے پاس واقع میں بھی جواب نہیں۔ اور غایت فنا و محویت سے ان کے ذہن میں یہ نہیں آتا کہ ہمارے اس طرز سے دوسروں کو ضرر ہو گا"(552)

اسی تناظر میں مزید فرماتے ہیں کہ

> "گو چشتیہ میں بھی مثل دیگر طرق کے ایسے اشغال ہیں جو صریح سنت میں وارد نہیں۔ مگر کوئی شغل شرط طریق نہیں بلکہ مطلق شغل بھی شرط نہیں۔ بعض کے لیے صرف ذکر ہی کافی ہو جاتا ہے۔ پس چشتیہ کی شان بالکل حنفیہ کے مشابہ ہے کہ باوجود تمام مذاہب سے زیادہ سنت میں شدید الاتباع ہونے کے ان کے طریق میں کوئی امر ایسا شرط مقصود نہیں جو سنت میں وارد نہ ہو اور اصول ہی اصل معیار ہیں۔(553)

## معصیت کو مضر نہ جاننا

مولانا تھانوی کا اس حوالے سے بیان ہے کہ

"ایک غلطی یہ ہے کہ بعض کا اعتقاد ہے کہ فقیری میں کوئی ایسا درجہ ہے کہ وہاں پہنچ کر شرعی احکام معاف ہو جاتے ہیں۔ یہ صریح کفر ہے جب تک ہوش و حواس قائم ہیں ہرگز احکام معاف نہیں ہو سکتے۔ کسی نے حضرت جنید سے ذکر کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو

---

551۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف و سلوک، ص384

552۔ ایضاً، ص387-386

553۔ ایضاً، ص388



toobaafoundation.com

واصل ہو گئے ہم کو ان ظاہری احکام کی اب کیا حاجت۔ فرمایا بے شک واصل تو ہو گئے مگر جہنم واصل، اور فرمایا اگر میں ہزاروں سال زندہ رہوں بلا عذر شرعی وظیفہ بھی ناغہ نہ کروں "(554)

## تعلق و نسبت

فرمایا کہ:

"بعض جہلا ایک عجیب دعویٰ کرتے ہیں کہ ہماری نسبت اتنی قوی ہے کہ گناہ کرنے سے بھی اس میں فتور نہیں آتا۔ یاد رکھنا چاہیے ایسی نسبت جس کو معصیت سے بقایا ترقی ہو شیطانی نسبت ہے اور ایسی ترقی کو مکر و استدراج کہتے ہیں۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ مکر الٰہی دو ہیں ایک عوام کے حق میں اور ایک خواص کے۔ عوام کے حق میں تو یہ کہ خدمت و اطاعت میں تقصیر کے باوجود نعمت میں توفیر ہو اور خواص کے حق میں ترک ادب کے باوجود ان کے حال کا باقی رہنا"(555)

## سینہ بہ سینہ علم کا تصور

اسی قسم کی جاہلانہ دلیری کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آپ ﷺ نے تصوف کے کچھ اسرار کی خفیہ تعلیم فرمائی تھی جو سینہ بسینہ چلے آتے ہیں اور ایک دو نہیں بلکہ

"کئی ہزار کلمات تصوف کے جو شب معراج سے آپ لائے تھے سب سے علیحدہ حضرت علیؓ کو تلقین فرمائے! اس دعوے میں کتنے جھوٹ جمع ہیں اول یہ کہ آپ کو معراج میں کئی ہزار کلمات تصوف عطا ہوئے۔ حالانکہ وہاں تو اس قدر ابہام تھا کہ فرشتہ تک کو اطلاع نہیں ہوئی، یہ مدعی کہاں کھڑے سنتے تھے ایسے مقام کا راز کسی کو معلوم ہو سکتا ہے۔ دوسرا جھوٹ یہ کہ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ کو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ خاص باتیں بتلائی ہیں۔ آپؓ نے نہایت سختی سے انکار فرمایا کہ میرے پاس کوئی خاص چیز نہیں۔ سوائے فہم قرآن جو آدمی کو اللہ تعالی کی طرف سے عنایت ہوتی ہے"(556)

سو یہی فہم ثمرہ تھا اس نور نسبت کا جو صحبت نبوی ﷺ کی بدولت آپ کے سینہ میں پہنچی تھی اور وہی اب تک سینہ بسینہ منتقل ہوتی آئی ہے یہی معنی ہیں اس قول کے کہ تصوف سینہ بسینہ آتا ہے نہ یہ کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پوشیدہ باتیں خفیہ ذریعہ سے اب تک چلی آرہی ہیں۔(557)

فرمایا کہ:

"اگر ایسے بے اصل دعویٰ کا اعتبار کیا جائے تو تمام کارخانہ ہی درہم برہم ہو جائے کوئی کہہ سکتا ہے کہ میاں کتابوں میں جو لکھا ہے کہ حاتم بڑا سخی تھا یہ علم سفینہ ہے اور مجھے اپنے بزرگوں سے سینہ بسینہ یہ راز پہنچا ہے کہ وہ بڑا بخیل تھا، مگر یہ بات کسی سے کہنا نہیں ورنہ خشک ملانے (یا مورخ) جھٹلا دیں گے۔ اس طرح جس چیز کا چاہو سینہ بسینہ دعویٰ کر دو پھر کسی بات کا اعتبار رہے گا۔

---

554۔ ندوی، عبد الباری، مولانا، جامع المجددین، ص456

555۔ ایضاً

556۔ ایضاً، ص457

557۔ ایضاً



toobaafoundation.com

تیسرا جھوٹ یہ ہے کہ سب صحابہ کو نعوذ باللہ اس (راز سینہ بسینہ) کے نا قابل ٹھہرایا۔ حالانکہ قرآن وحدیث میں صحابہ خصوصاً خلفیہ اول کے فضائل دیکھو تو یہ سارا اشتباہ جاتا رہے۔(558)

## پارسائی کا زعم

فرمایا کہ کم فہم صوفیاء وفقراء کی ایک اور غلطی یہ ہے کہ انہیں اپنے کمالات کا صراحۃً یا اشارۃً فخریہ دعویٰ ہوتا ہے اور دوسروں کی تحقیر وتوہین۔ حالانکہ صاف حکم ہے فلا تزکوا انفسکم (پس اپنے آپ کو پاک صاف نہ جتاؤ)(القرآن، 53: 32) البتہ اظہار نعمت کی غرض سے اگر کوئی موقع کی بات کہہ دیجئے اور اس کو اپنا کمال نہیں محض اللہ کا فضل سمجھیں تو مضائقہ نہیں کہ اما بنعمۃ ربک محدث (اور اپنے پروردگار کی نعمتوں کا بیان کرتے رہنا)(القرآن، 93: 11) (559)

## ظاہر سے انحراف اور باطنیت پر انحصار

بعض بے باک صوفی عوام کے سامنے بے تکلف تصوف کے دقائق بیان کر بیٹھتے ہیں بعض عوام تو ان کو خلاف شریعت سمجھ کر ان کی تکذیب کرتے ہیں اور بعض باوجود ان کی حقیقت نہ سمجھنے کے ان کو مان کر قواعد مشہورہ شرعیہ کے منکر ہو جاتے ہیں سو ہر حال میں اللہ ورسول کی تکذیب کا تحقیق ہوا۔(560) حدیث مبارکہ میں اس عادت کی ممانعت ہے حضرت علیؓ کا ارشاد ہے بخاری شریف میں ہے کہ

"لوگوں سے وہ باتیں کرو جنہیں وہ پہچانتے ہوں کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلا دیں"(561)

منشا یہ ہے کہ ہر شخص سے اس کے فہم کے مطابق بات کرنی چاہیے۔ جب وہ بات قرآن وحدیث سے صراحۃً یا استدلالاً ثابت ہے تو اللہ اور رسول کی کہی ہوئی ہے اور چونکہ سمجھ سے باہر ہے اس لیے عوام اس کی تکذیب کریں گے پس تم اللہ اور رسول کی تکذیب کے سبب ہوئے اور چونکہ ضروریات دین میں سے کوئی امر ایسا نہیں ہے لہذا یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اس سے بعض دین کا کتمان لازم آتا ہے۔(562)

## سماع کا تصور

ایک فتنہ سماع کا بھی ہے جو رائج الوقت تصوف کا گویا لازمہ بن گیا ہے۔ اولاً تو اس کے جواز ہی میں کلام ہے اور مفاسد شناس محققین نے جائز نہیں رکھا لیکن اکابر میں جن بزرگوں نے جائز بھی رکھا ہے تو جواز کی شرائط ایسی کڑی رکھی ہیں کہ ہزاروں میں ایک کا

---

558۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، جامع المجددین، ص458

559۔ ایضاً، ص456

560۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت وطریقت، ص408

561۔ بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، امام، الجامع المسند الصحیح المنتصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ کتاب العلم، باب من خص بالعلم قوما دون قوم کراھیۃ ان لا یفھموا، ص292

562۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت وطریقت، ص408



toobaafoundation.com

بھی ان پر عمل نہیں۔[563] چنانچہ زمان و مکاں و خوان کی مشہور شرائط کے علاوہ حضرت سلطان المشائخ (حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ جن کی سماع میں اکثر لوگ سند پکڑتے ہیں فوائد الفوائد میں فرماتے ہیں کہ

"سماع وہ حلال ہے کہ مسمع (سنانے والا) عورت یا کم عمر نہ ہو بلکہ پورا مرد ہو۔ مسموع (یعنی جو چیز سنی جا رہی ہو وہ) ہزل و فحش نہ ہو اور مستمع (سننے والا) حق تعالیٰ کی یاد سے لبریز ہو اور چنگ و رباب وغیرہ مزامیر قطعاً نہ ہوں۔[564]

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے اس قول کو نقل فرما کر حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ :

"ان شرائط سے بھی قطع نظر کر لی جائے تب بھی سمجھنا چاہیے کہ سماع میں ایک خاص اثر یہ ہے کہ جو کیفیت کسی پر غالب ہوتی ہے، اس کو اور قوت دیتا ہے۔ اس زمانہ میں چونکہ اکثر نفوس میں خبث اور غیر اللہ کی محبت غالب ہے اس لیے سماع سے لازماً اسی کو اور قوت ہو گی پھر جب غیر اللہ کی محبت حرام ہے تو اس کے سبب کو کیا فرمائے گا"[565]

## اضطراری کیفیات

فرمایا کہ:

ایک شخص کو ایک کیفیت پیدا ہوتی ہے اور اضطرار کی حالت میں ہوتا ہے تو جس طرح مضطر کے لیے حرام بھی حلال ہو جاتا ہے۔ مگر دوسرے کے لیے نہیں، اسی طرح سلوک میں ایک تو اختیاری ہوتا ہے اور ایک اضطراری۔ اب اضطراری حالت میں اگر کوئی شخص سماع اختیار کر لے تو صاحب اختیار کو تو اس کی تقلید جائز نہیں ہو سکتی، سلوک کیا ہے جو میں سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف چلنا ہے۔ اس چلنے میں بعض اوقات عوارض پیدا ہو جاتے ہیں ان کو دور کرنا بھی ضروری ہوتا ہے اب اگر کسی کو کوئی عارضہ پیش آ گیا اور وہ اس کے علاج کے لیے مجبور ہو گیا تو یہ ضروری ہے۔ کہ تندرست آدمی بھی اس علاج کی تقلید کرے۔ جیسا کہ کسی کو کھانسی ہو گئی اور وہ کھانس رہا ہے۔ تو اوروں کو کب درست ہے کہ اس کے ساتھ کھانسنے لگیں۔ پس میرے نزدیک یہ ہے کہ جو سچے ہیں اگر کوئی بات ایسی سنتے ہیں تو ان کو معذور سمجھ کر ان کے فعل کی تاویل کرتے ہیں۔ ان پر اعتراض نہیں کرتے اور ان کی اس معاملہ میں تقلید درست نہیں سمجھتے۔[566]

## تصوف سے توحش کی وجہ

اسلامی تصوف کی اس حقیقت و اہمیت کے باوصف کہ وہ عین دین اور کمال اسلام کے سوا کچھ نہیں، جس سے دور ہو کر مسلمان بحیثیت مسلمان حسنہ دنیا سے بھی دور سے دور تر ہوتے جا رہے ہیں، پھر بھی اہل دنیا ہی نہیں بلکہ ان سے بڑھ کر بعض اکابر دین تک کو تصوف کے غیر دین یا طریقت کے خلاف شریعت ہونے، اور اس کی بدولت اس سے انکار و توحش کا بہت بڑا منشا یہ ہوتا ہے کہ حضرات صوفیہ کے بہت سے حقائق و معارف، افکار و اشغال، مجاہدات و مراقبات، احوال و کیفیات، توجہ و تصرف، کشف و کرامات،

---

563۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، جامع المجددین، ص450

564۔ قاسمی، اخلاق حسین، سید، مولانا، فوائد الفواد کا علمی مقام، مکتبہ اسعدیہ، کراچی، 2006ء، ص230

565۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، جامع المجددین، ص450

566۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت و طریقت، ص415



toobaafoundation.com

ترک لذت و تعلقات، بیعت و نسبت اور رسوم و عادات وغیرہ کی خاص خاص صورتوں کا ان حضرات کو کتاب و سنت کی عام و منصوص تعلیمات میں بظاہر نام و نشان نہیں ملتا اور مغالطہ یہ ہو گیا ہے کہ تصوف و طریقت کی اصل و حقیقت یہی "بدعات" ہیں۔(567)

سو تصوف کی اصل حقیقت کی نسبت حضرت مجدد کی تجدید کامل نے تمام و کمال واضح فرمادیا کہ وہ انسان کے ظاہر و قالب کی طرح قلب و باطن کی صلاح و اصلاح کے انہی احکام کا عرفی و اصطلاحی نام ہے جو ظاہر کے فقہی احکام کی طرح خود قرآن و حدیث میں منصوص ہیں اور اس طرح تصوف "ملاپن" کے سوا کچھ نہیں۔ کسی موقع پر اس عرف و اصطلاح کو جھگڑنے سے بیزار ہو کر فرمادیا کہ :

"ہم نہیں جانتے درویشی کیا چیز ہے یہاں تو "ملاپن" ہے طالب علم ہیں، صاحب علم بھی نہیں، بس قرآن و حدیث پر عمل بتاتے ہیں، پھر اسی میں جو کچھ کسی کو ملنا ہوتا ہے مل جاتا ہے اور ایسا ملتا ہے کہ جو ہم جیسوں میں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی قلب میں اس کا خطرہ تک گزرا، مگر ظاہر میں کچھ نہیں، نہ ہو حق، نہ حال و قال، نہ وجد و کیف نہ کشف و کرامت، پھیکا پھا کا طرز ہے، جیسے سمندر کی مچھلی کہ نمک خود اس کے اندر ہوتا ہے، اوپر سے ڈالنے کی ضرورت نہیں لیکن کھلتا پکنے کے بعد ہے، بس یہاں بھی اوپر کا نمک نہیں اندر کا ہے جو پکنے کے بعد کھلتا ہے"(568)

---

567۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف و سلوک، ص45

568۔ ایضاً، ص46



toobaafoundation.com

# باب سوم:

# شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے صوفیانہ رجحانات کا جائزہ

| | |
|---|---|
| فصل اول | شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے حالات زندگی |
| فصل دوم | شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی دینی فکر میں تصوف کے مقاصد و مدارج |
| فصل سوم | شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کا منہج تصوف، اصطلاحات، اذکار و اشغال اور سلاسل |
| فصل چہارم | شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی نظر میں تصوف کے مطلوبہ اور غیر مطلوبہ آثار |
| فصل پنجم | مولانا تھانویؒ اور مولانا رائے پوریؒ کے صوفی مناہج کا تحلیلی جائزہ |



toobaafoundation.com

# باب سوم

## فصل اول

## حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے حالات زندگی

### ا۔ خاندان ونسب

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کا تعلق تھوہا محرم خان تحصیل تلاگنگ ضلع کیمبل پور (اب چکوال) مغربی پنجاب کے راجپوت علمی گھرانے سے تھا۔ (569) مولانا محمد عبداللہ کے مطابق آپ قوم کے اعوان تھے۔ (570) اور جٹ جیپ آپ کی گوت تھی جو اس نواح میں معروف ہے۔ (571) ڈاکٹر محمد حسین کے مطابق محکمہ مال کے بعض کاغذات میں حضرتؒ کی قوم جیپ لکھی ہے۔ اس سے بعض لوگوں کو مغالطہ ہوا اور انہوں نے جیپ کو جٹ یا راجپوت اقوام کی سمجھ لیا۔ حالانکہ جیپ اعوانوں ہی کی ایک ذیلی شاخ ہے۔ (572) حضرتؒ کے عم زاد بھائی پنجاب کی ایک مشہور و معروف خانقاہ واقع کھڈ شریف ضلع اٹک کے سجادہ نشین تھے۔ اس خاندان کی روایات اور ان کے اجداد کے تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان کا شجرہ نسب وہی ہے جو اعوان قطب شاہی قوم کا شجرہ نسب ہے اور جسے حضرت مولانا محمد الدین صاحب سجادہ نشین نے اس طرح لکھا ہے۔

> "مولانا عبدالرحیم (یہ حضرت اقدس رائے پوری اور مولانا محمد الدین سجادہ نشین کھڈ شریف کے جدّ اعلیٰ ہیں) بن اللہ نور عرف نور محمد بن عبدالخالق عرف محمد خالق بن عبدالواحد بن عبدالشکور بن عبدالغفور بن عبدالرحمن بن عبداللہ نوری بن حبیب اللہ عجیب اللہ عرف جیپ بن عالم بن گوہر دین بن دین محمد بن باقر بن شاہ رخ بن مراد بخش عرف شہاب الدین بن مولوی عبداللہ بن طاہر علی عرف تریڈ بن سدارنگ عرف سارنگ بن حسن دوست عرف سندوح بن احمد علی بدرالدین عرف بدو بن عبداللہ گوہر علی عرف گولڑا بن قطب شاہ عون بن یعلی حمزہ بن طیار بن قاسم بن علی بن جعفر بن حمزہ اول بن ابوالعباس حسن بن ابوالحسن عبیداللہ بن حضرت ابوالفضل عباس علم دار بن حضرت سیدنا امیر المؤمنین علیؓ بن ابی طالب رضی اللہ عنہم"۔ (573)

حضرت مولانا عبدالرحیمؒ تک مولانا شاہ عبدالقادرؒ کا شجرہ نسب اس طرح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بن حضرت حافظ احمد بن حضرت مولانا محمد اکرمؒ بن حضرت مولانا عبدالرحیمؒ اور مولانا محمد الدین صاحب کھڈی کا شجرہ مولانا عبدالرحیمؒ تک اس طرح ہے۔

---

569۔ ندوی، ابوالحسن علی، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری، ص 31، مجلس نشریات اسلام کراچی

570۔ رائپوری، حبیب الرحمن، ارشادات (مقدمہ) ص 7۔

571۔ ندوی، ابوالحسن علی، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، ص 31۔

572۔ انصاری، محمد حسین، ڈاکٹر، حیات طیبہ (شاہ عبدالقادر رائپوری) القادر ناشران کتب اسلامی، لاہور، س۔ن، ص 40۔

573۔ ایضاً، ص 40,39



toobaafoundation.com

حضرت مولانا محمد الدین بن حضرت مولانا غلام محی الدینؒ بن حضرت میاں محمد صاحب بن مولانا محمد محسنؒ بن حضرت مولانا عبدالرحیمؒ (574) حضرتؒ کے جد اعلیٰ مولانا عبدالرحیم بن نور محمدؒ (متوفی 1207ھ جو کہ بڑے فاضل بزرگ تھے۔ اصل میں موضع تھویا محرم خان کے رہائشی تھے۔ اس علاقے میں زیادہ تر اعوان قوم کے لوگ آباد ہیں اس لیے اس علاقے کو "اعوان کار" کا علاقہ کہتے ہیں۔ بعض لوگ "اعوان کار" کو "اعوان قاری" بولتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ چونکہ اعوانوں میں حفاظ بکثرت ہیں، اس لیے انہیں اعوان قاری کہتے ہیں۔ (575) آپؒ کے جد اعلیٰ مولانا عبدالرحیمؒ جو مغلوں کے دور حکومت میں تھے، ان کے بارے میں یہ بھی مشہور ہے کہ کسی بزرگ نے ان کو یہ بشارت دی تھی کہ تمہاری سات پشت تک حفظ قرآن اور علم دین کا سلسلہ باقی رہے گا۔ (576) مولانا حافظ عبدالرحیم کے تین فرزند تھے (۱) مولانا محمد محسن (۲) مولانا محمد حسنؒ (۳) مولانا محمد اکرم ہر ایک کا حال حسبِ ذیل ہے۔

## (۱) مولانا محمد محسن بن مولانا عبدالرحیم

آپ موضع تھوہا محرم خان سے نقل مکانی کر کے پہلے قصبہ ترنگ میلا تحصیل تلہ گنگ میں کچھ عرصہ رہے پھر وہاں سے کھڈ شریف آ گئے اور یہیں کے ہو رہے۔ مولانا محمد محسن اور ان کے صاحبزادے میاں محمد صاحب، دونوں باپ بیٹا حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی چشتی نظامی قدس اللہ سرہ العزیز (متوفی 1267ھ) سے بیعت تھے۔ اس وقت کھڈ شریف میں مولانا زین الدین صاحبؒ (متوفی 1295ھ) سجادہ نشین تھے جو کہ حضرت مولانا محمد علی کھڈی قدس کے دوسرے جانشین بھی تھے اور خود ان کو حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی نے بھی خلافت دی تھی۔ مولانا زین الدین بھی اعوان قطب شاہی قوم میں سے تھے اور آپ کا اصل وطن موضع انگہ شاہ پور تھا۔ میاں محمد صاحب بن مولانا محمد محسن، مولانا زین الدین کے شاگرد تھے انہوں نے اپنی صاحبزادی میاں محمد صاحب کے حبالۂ عقد میں دی۔ میاں محمد صاحب کے ان کے بطن سے دو صاحبزادے ہوئے۔ (۱) مولانا غلام محی الدین (۲) مولانا شمس الدین، مولانا غلام محی الدین، حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی کے خلیفہ تھے جن کو حضرت مولانا زین الدین کی وفات (1295ھ) کے بعد ان کا جانشین مقرر کیا گیا۔

مولانا غلام محی الدین (متوفی 1348ھ) کے تین صاحبزادے ہیں۔ (۱) مولانا احمد الدین سجادہ نشین (۲) مولانا محمد الدین (۳) مولانا غلام زین الدین کھڈ شریف میں مولانا احمد الدین کے صاحبزادے، مولانا فضل الدین صاحب سجادہ نشین ہوئے۔ (577)

## (۲) مولانا محمد حسن بن مولانا عبدالرحیم

آپ موضع تھوہا محرم خان سے بھیرہ تشریف لائے اور وہاں سے موضع للیانی تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا میں آ گئے۔ وہیں شادی کی اور مستقل طور پر وہیں آباد ہو گئے ان کی اولاد موضع للیانی میں موجود ہے۔

---

574۔ انصاری، محمد حسین، ڈاکٹر، حیات طیبہ (شاہ عبدالقادر رائپوری) القادر ناشران کتب اسلامی، لاہور، س۔ن، ص 40۔

575۔ ایضاً، ص 41

576۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالاتِ زندگی حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری ادارۃ المعارف کراچی، س۔ن ص 31

577۔ انصاری، محمد حسین، ڈاکٹر، حیات طیبہ (شاہ عبدالقادر رائپوری)، ص 41-42



toobaafoundation.com

## (۳) مولانا محمد اکرم بن مولانا عبدالرحیم

آپ مولانا محمد محسن اور مولانا محمد حسن کے علاتی بھائی تھے بڑے عالم فاضل اور عابد وزاہد بزرگ تھے ان کے پاس ایک بڑا قلمی کتب خانہ تھا۔ آپ موضع تھوہا محرم خان ہی میں رہے۔ آپ کے چار صاحبزادے ہیں۔

(۱) مولانا محمد احسن

(۲) مولانا کلیم اللہ

(۳) مولانا محمد یسین

(۴) حضرت حافظ احمد صاحب (والد ماجد حضرت اقدس مولانا شاہ عبد القادر صاحب) ان چاروں بھائیوں کا حال حسب ذیل ہے۔

## (۱) مولانا محمد احسن صاحب

آپ بڑے عالم، جید حافظ اور زاہد و عابد بزرگ تھے۔ آپ کا معمول یومیہ ختم قرآن مجید کا تھا۔ اس کے ساتھ سو رکعت روزانہ نفل پڑھ لیا کرتے تھے۔ چونکہ ان کے زمانہ میں پریس عام نہیں ہوتے تھے اس لیے بڑی بڑی ضخیم کتابیں اپنے ہاتھ سے نقل کرتے تھے۔ کتابوں کے جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ نادر کتابوں کے حصول کے لیے اپنے گھر کا سارا اثاثہ بھی قربان کرنا پڑتا تو اس سے دریغ نہ فرماتے۔ طبیعت نہایت سادہ تھی۔ کھدر کا تہد باندھتے تھے اور کھدر ہی کی ایک چادر اپنے اوپر ڈال لیا کرتے تھے۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ (۱) مولانا حاجی احمد صاحب (۲) مولانا فضل احمد صاحب۔ مولانا حاجی احمد صاحب کے صاحبزادہ مولانا محمد صادق صاحب تھے جن کے صاحبزادہ مولانا حافظ عبدالوحید صاحب اور بشیر احمد صاحب (خواہر زادگان حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ) ہیں۔ مولانا فضل احمد صاحب کے صاحبزادہ مولانا عبدالباقی صاحب مرحوم ہیں۔ (578)

## (۲) مولانا کلیم اللہ صاحب (المعروف ٹوپی والے)

آپ بھی بڑے عالم فاضل بزرگ تھے۔ مجاہد اسلام حضرت اخوند صاحبؒ، مولانا عبدالغفور سواتیؒ (م 1878) سے بیعت تھے اور آپ کے خلیفہ مجاز بھی تھے۔ حضرت اخوند صاحبؒ کے فرمان کے مطابق سر کے بال ترشوا کر ٹوپی پہنا کرتے تھے اس لیے عوام میں ٹوپی والا کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کے مریدین علاقہ نہار میں بکثرت تھے آپ اکثر کھیوڑہ نمک ضلع جہلم میں رہائش پذیر رہے تھے۔ وہیں آپ کی خدمت میں رہ کر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نے قرآن حفظ کیا تھا۔ آپ اکثر رات کو بخاری شریف کا وعظ فرمایا کرتے تھے جس کا سلسلہ نماز عشاء سے صبح صادق تک جاری رہتا تھا آپ کی وفات ۱۸۹۰ء بمطابق ۱۳۰۸ھ میں ہوئی۔ آپ کے صاحبزادہ مولوی سعد اللہ صاحب تھے۔ ان کے صاحبزادہ میاں امام الدین صاحب تھے۔ جن کے صاحبزادگان مولوی حافظ عبدالرحمن صاحب، حافظ فضل الٰہی صاحب اور عبدالسلام صاحب تھے۔

---

578۔ انصاری، محمد حسین، ڈاکٹر، حیات طیبہ (شاہ عبدالقادر رائپوری)، ص 43۔



toobaafoundation.com

### (۳) مولانا محمد یسین صاحبؒ

آپ بھی بڑے عالم اور مدرس تھے۔ طلبہ کو علوم دینیہ پڑھایا کرتے تھے اکثر حدیث کی کتابیں پڑھاتے تھے۔ ہمیشہ ساٹھ ستر طلباء آپ کے پاس رہا کرتے تھے حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادرؒ کی شادی ان ہی کی صاحب زادی سے ہوئی جو تھوڑے عرصے بعد انتقال کر گئیں۔ ان کی دوسری صاحب زادی حضرتؒ کے دوسرے بھائی حافظ عبدالعزیز صاحب کے عقد میں تھیں۔(579)

### (۴) حضرت حافظ احمد صاحبؒ شاہ عبدالقادر رائے پوری کے والد محترم

آپ سب بھائیوں میں چھوٹے تھے۔ آپ کی پیدائش ۱۲۱۹ ھ کے قریب موضع تھوہا محرم خان میں ہوئی وہیں قرآن مجید حفظ کیا۔ آپ کی ایک خالہ صاحبہ ڈھڈیاں ضلع سرگودھا میں بیاہی ہوئی تھیں۔ ان کے شوہر کا نام بھی احمد تھا۔ ان کی اولاد نہ تھی، اس لیے خالہ اور خالو حضرت حافظ صاحب کو ڈھڈیاں لے آئے اور اپنا متبنیٰ بنالیا۔ نیز اپنی ساری زمین آپ کے نام منتقل کر دی۔ آپ نے اپنے بھائیوں کو بھی وہیں بلالیا اور زمین سب بھائیوں میں مشترک رکھی۔ خود ہل چلاتے، زمین پر محنت کرتے اور غلہ سب بھائیوں میں تقسیم فرمادیتے۔ آپ بڑے معاملہ فہم تھے۔ قوت فیصلہ بہت تھی۔ علاقہ کے لوگوں کو آپ پر بڑا اعتماد تھا۔ لوگ اپنے معاملات میں اکثر آپ کو حکم بناتے۔ آپ جسمانی طور پر بھی بہت مضبوط تھے۔ آپ قرآن مجید کے جید حافظ تھے۔ ہر وقت قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے۔ اپنی زمین پر جانے سے پہلے پانچ چھ پارے پڑھ لیا کرتے تھے۔ آپ کے شاگرد بھی وہیں پہنچ جاتے۔ آپ ہل چلاتے رہتے اور آپ کے شاگرد کھیت کے چاروں کناروں پر بیٹھ کر قرآن شریف پڑھتے رہتے۔ اس طرح آپ نے سینکڑوں لوگوں کو قرآن مجید حفظ کروایا۔ نماز فجر آپ خود پڑھاتے تھے۔ صبح صادق کے ساتھ ہی نماز شروع کر دیتے تھے اور اتنی طویل قرأت فرماتے کہ سپیدۂ سحر نمودار ہو جاتا تھا۔ قرآن مجید اتنا پختہ یاد تھا کہ بعض پرانے حافظ کی اغلاط درست کر دیں۔ آپ کے شاگردوں میں حافظ روشن دین صاحب مشہور اور جید عالم تھے۔(580)

جب آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالقادر کی تلاش کے لیے ہندوستان کا سفر کیا تو امرتسر کے ایک دیہات میں رات کو ایک مسجد میں قیام کیا، امام صاحب نے فجر کی نماز میں ایک جگہ غلط پڑھا حافظ صاحب نے لقمہ دیا، امام صاحب نے لقمہ قبول نہیں کیا۔ دو تین مرتبہ ایسا ہوا، نماز کے بعد انہوں نے دریافت کیا کہ لقمہ کس نے دیا تھا؟ آپ نے کہا میں نے۔ انہوں نے کہا تم کون ہو؟ کہا مسافر! کیا تم نے لقمہ غلط دیا ؟ فرمایا نہیں صحیح دیا۔ آخر قرآن مجید لایا گیا اس میں ویسا ہی چھپا ہوا تھا جیسا امام صاحب نے پڑھا۔ فرمایا یہ غلط ہے دوسرا قرآن منگواؤ، بالآخر غلطی نکلی، امام صاحب نے کہا تمہارا احسان ہے ساٹھ سال سے میں غلط پڑھ رہا تھا۔ اسی سفر کے دوران آپ نے چالیس قرآن ختم کیے۔(581)

حضرت حافظ احمد صاحب کی پہلی شادی موضع ڈھکواں میں جو کہ ڈھڈیاں سے تین میل کے فاصلہ پر جانب جنوب واقع ہے جناب غلام محی الدین صاحب بن نیک عالم کی صاحبزادی سے ہوئی، جن کا تھوڑے عرصہ بعد انتقال ہو گیا۔ ان اہلیہ کے بطن سے صرف ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں جو مولانا فضل احمد صاحب سے بیاہی گئیں۔ ان کے صاحب زادہ مولانا عبدالباقی تھے۔ پھر ساٹھ سال کی عمر

---

579۔ انصاری، محمد حسین، ڈاکٹر، حیات طیبہ (شاہ عبدالقادر رائپوری)، ص 44۔

580۔ ایضاً، ص45, 44۔

581۔ ندوی، ابوالحسن علی، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری،، ص37۔



toobaafoundation.com

تک حافظ احمد صاحبؒ نے دوسری شادی نہیں کی۔ آخر ایک مجذوب کے کہنے سے کہ میں تمہاری پشت میں ایک ایسا نور دیکھ رہا ہوں جس سے ایک عالم منور ہوگا۔ آپ نے دوسری شادی موضع للیانی تحصیل بھلوال میں ایک معزز زمیندار جناب محمد عیسیٰ صاحب کی صاحبزادی سے کی۔ یہ اہلیہ بڑی عابدہ، زاہدہ اور ذاکرہ شاغلہ تھیں۔ بارہ ہزار اسم ذات کا ورد روزانہ فرمایا کرتی تھیں۔ ان کے بطن سے تین صاحبزادے پیدا ہوئے۔ بڑے حضرت اقدس شاہ عبدالقادرؒ، دوسرے حافظ عبدالعزیزؒ (1365ھ/1946ء) اور تیسرے مولانا حافظ محمد خلیل صاحب 1393ھ/1973ء۔[582]

ان تینوں صاحبزادوں کے علاوہ آپ کی اس دوسری اہلیہ سے ایک صاحبزادی بھی تھیں۔ جن کے صاحبزادہ مولانا حافظ عبدالوحید صاحب اور بشیر احمد صاحب ہیں۔

حضرت حافظ صاحب کا وصال تقریباً سو سال کی عمر میں (متوفی 1319ھ بمطابق 1902ء) میں ہوا۔ وفات کے وقت آپ کے شاگرد حافظ روشن دین صاحبؒ نے سورۃ یٰسین پڑھنا شروع کی۔ جب بَلٰى وَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ (سورہ یٰسین۔۸۱) پر پہنچے تو عمداً توقف کیا۔ حضرت حافظ صاحبؒ نے فوراً لقمہ دیا، جس طرح کنویں کے اندر سے آواز آتی ہے اور پڑھا۔

فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ (سورہ یٰسین۔83)

اور اسی پر آپ کی روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

آپ کی اہلیہ یعنی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر کی والدہ ماجدہ کا انتقال 1349ھ مطابق 1931ء میں ہوا۔[583]

## ۲۔ ولادت باسعادت

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر کی ولادت پنجاب کے ایک دور دست گاؤں ڈھڈیاں ضلع سرگودھا میں ہوئی [584] حضرتؒ صاحب کو خود یا آپ کے کسی بھائی عزیز کو تعین کے ساتھ آپ کا سنہ ولادت یاد نہیں، اس وقت کسی کو بھی احساس نہیں ہوگا کہ یہ بچہ آگے جا کر کتنا بڑا شیخ اور عارف ہونیوالا ہے[585] لیکن اس شیخ الشیوخ اور قطب الاقطاب نے اپنے بچپن کے ایسے واقعات بیان فرمائے، جن سے ولادت کا تعین ہوسکتا ہے حضرت فرماتے تھے کہ :

> ''میں بچہ تھا اور اپنے بزرگوں سے سنتا تھا کہ اللہ خیر کرے چودھویں صدی چڑھ رہی ہے۔ میں صدی چڑھنے کا مطلب یہ سمجھتا تھا کہ جیسے کوئی چیز سورج کی طرح چڑھنے والی ہے۔ اس لیے میں مشرق کی طرف غور سے دیکھا کرتا تھا کہ دیکھوں صدی کیسے چڑھتی ہے فرماتے تھے میری عمر اس وقت آٹھ نو برس ہوگی'' [586]

اس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ آپ حضرتؒ کی ولادت کا سال ۹۱۔۱۲۹۰ھ مطابق ۷۴۔۱۸۷۳ء ہوگا۔

---

582۔ انصاری، محمد حسین، ڈاکٹر، حیات طیبہ (شاہ عبدالقادر رائپوری)، ص45

583۔ ایضاً، ص46, 45۔

584۔ ایضاً 38۔

585۔ ندوی، ابوالحسن علی، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ص38

586۔ انصاری، محمد حسین، ڈاکٹر، حیات طیبہ (شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ)، ص38



toobaafoundation.com

"مجالس حضرت رائے پوری" کے مولف مولانا حبیب الرحمن رائپوری کے مطابق:

"حضرت مولانا شاہ عبدالقادر قدس سرہ کی ماہ ربیع الاول 1292ھ مطابق 1875ء حضرت حافظ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے بمقام ڈھڈیاں شریف ڈاک خانہ چک رام داس تحصیل بھیرہ ضلع شاہ پور پنجاب مال ڈاکخانہ جھاوریاں ضلع سرگودھا" (587)مفتی محمد سلیمان قاسمی نے بھی اس کی تائید کی ہے (588)

حضرتؒ کے خاندان کی حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز سے عقیدت کی بناپر حضرت کا نام غلام جیلانی رکھا گیا اور طالب علمی کے زمانہ تک آپ کا یہی نام مشہور رہا تاآنکہ آپ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت عالی کے استفسار پر آپ نے اپنا نام غلام جیلانی بتایا تو حضرت مولانا شاہ عبدالرحیمؒ نے فرمایا کہ آپ تو "عبدالقادر" ہیں۔اس وقت سے آپ کا نام عبدالقادر مشہور ہوا۔

اسی طرح حضرتؒ کی طالب علمی کے زمانہ میں جو کتابیں آپ کے مطالعہ میں رہیں ان میں سے بعض کتابوں پر آپ نے اپنے دستخط "عبدالقادر" کے نام سے کیے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ غالباً حضرت نے خود میں استاد کے فرمانے سے اپنا نام عبدالقادر تجویز کر لیا تھا لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس نام کے ساتھ آپ حضرت عالی رائے پوریؒ کے ارشاد کے بعد ہی مشہور ہوئے (589)

## ۳۔ تعلیمی مراحل

ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے چچا حافظ محمد یٰسین صاحبؒ اور مولانا کلیم اللہ صاحبؒ سے پائی۔آپؒ کے چچا صاحبان کھیوڑہ ضلع جہلم میں قیام پذیر تھے اور حضرتؒ سے بہت محبت فرماتے تھے۔حضرتؒ نے انہی کی خدمت میں کھیوڑہ میں رہ کر قرآن مجید حفظ کیا اور ابتدائی تعلیم فارسی نظم ونثر کی کتابیں انہی سے پڑھیں۔اس وقت ڈھڈیاں شریف کے قریب جھاوریاں کے مقام پر حضرت مولانا محمد خلیل بھرتویؒ کا درس تھا اس میں حاضر ہو کر آپ نے عربی صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں مولانا محمد خلیل صاحبؒ ایک صاحب نسبت بزرگ تھے حضرتؒ نے ان کی خدمت میں تقریباً سات ماہ حاضر رہ کر تحصیل علم کیا۔

کچھ کتابیں مولانا خلیل احمد صاحب کے صاحب زادہ مولانا محمد رفیق صاحب جو کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے تلمیذ رشید تھے، سے بھی پڑھیں۔اس وقت حضرت کی عمر پندرہ سولہ کی رہی ہو گی۔جھاوریاں کی مسجد عنایت والی میں حضرت کا قیام رہا تھا۔ اس کے بعد لاہور آ گئے اور حضرت مولانا غلام محمد صاحبؒ کی خدمت میں رہ کر پڑھتے رہے۔ یہاں مولانا عبدالوحید صاحب سنبھلی آپ کے ہم درس رہے تھے۔

### تحصیل علم کی پیاس اور ہندوستان کا سفر

تحصیل علم کی پیاس اور ہندوستان کا سفر کرنے کی ایک وجہ یہ سمجھی جا سکتی ہے کیونکہ آپ کے والد ماجد حضرت حافظ احمدؒ صاحب چاہتے تھے کہ ان کا یہ لڑکا عالم فاضل بنے اور دین کی انتہائی تعلیم حاصل کرے اور وطن میں رہ کر اعلیٰ تعلیم کا حصول اس لیے نا

---

587۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس رائپوری (شاہ عبدالقادر رائپوری) سید احمد شہید اکیڈمی، لاہور، ص37۔

588۔ قاسمی، محمد سلیمان، مختصر حالات زندگی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص35،

589۔ انصاری، محمد حسین، ڈاکٹر، حیات طیبہ، (شاہ عبالقادر رائے پوری)، ص38۔



toobaafoundation.com

ممکن تھا(590) کیوں کہ آپ کے تایازاد بھائیوں کی خواہش تھی کہ آپ ان کے جانوروں کی نگرانی کریں اور ہم دوسرا کام کریں، آپؒ کے والد صاحب کو یہ بہت ناگوار تھا، فرماتے تھے کہ:

''مجھے تم کام کرتے اچھے نہیں معلوم ہوتے، میری آرزو یہ ہے کہ تم پڑھو''(591)

غالباً وطن میں اور وطن کے قریب رہ کر تعلیم کا جاری رکھنا دشوار نظر آتا تھا، یوں بھی ہندوستان کا مرکزی اور شمالی حصہ (دہلی اور صوبہ جات متحدہ) علمی اور تعلیمی مرکز تھا اور وہاں بڑے نامور اور جید علماء موجود تھے، جن سے پڑھنے کے لیے افغانستان، سرحد اور پنجاب کے دور دراز گوشوں سے طالب علم جایا کرتے تھے عام طور پر اس حصہ کو پنجاب میں ''ہندوستان'' کہتے تھے۔ گھر میں جو رقم موجود تھی، لے کر رخت سفر باندھا اس وقت خوشاب اور ملک وال کے درمیان ریل تھی اس حصہ کو ریل سے طے کر کے مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے سہارنپور پہنچے(592)

## سہارنپور میں تعلیم

یہ غالباً 1314ھ کا زمانہ تھا اور مدرسہ مظاہر العلوم میں داخلہ بند ہو چکا تھا۔ اس لیے آپ نے بنجاروں کے محلہ کی مسجد میں قیام پذیر ہو کر مولانا سید ثابت علیؒ کی خدمت میں پڑھنا شروع کیا۔ مولانا ثابت علیؒ مدرسہ مظاہر العلوم میں پڑھایا کرتے تھے اور سہارنپور آنے کا اصل مقصد بھی مولانا ثابت علیؒ سے شرح جامی کا پڑھنا تھا۔ یہاں آپؒ نے حضرت مولانا حبیب الرحمنؒ صاحب ابن حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری سے بھی کچھ اسباق پڑھے۔ اسی زمانہ میں سہارنپور میں حضرت مولانا شاہ عبدالرحیمؒ کی پہلی زیارت بھی ہوئی لیکن اس وقت شاید آپ کو خیال بھی نہ ہو کہ آخر انہی کے قدموں میں زندگی گذارنی ہے(593)

## پانی پت میں تعلیم

اسی سال یعنی ۱۳۱۴ھ میں آپ سہارنپور سے پانی پت چلے گئے۔ حضرتؒ فرماتے تھے کہ:

''ہمیں قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتیؒ (متوفی 5 ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ) کا قرآن مجید سننے کا شوق تھا چنانچہ ہم پانی پت پہنچے اور ہمارے پہنچنے کے اٹھارہ جمعہ بعد حضرت قاری صاحب کا انتقال ہو گیا قاری صاحب کا معمول تھا کہ وعظ سے پہلے ایک رکوع قرآن مجید کا پڑھتے تھے حضرتؒ فرماتے تھے کہ ہمیں سن کر تعجب ہوا کہ آپ بہت سادہ پڑھتے ہیں'' (594)

پانی پت میں حضرتؒ نے محلہ مٹکی والا میں قیام فرمایا اور جامع مسجد میں رہائش رکھی۔ وہیں حضرتؒ نے مولانا محمد یحییٰ صاحب ابن حافظ محمد عابد صاحب عثمانی، (جو کہ حضرت قاضی ثناءاللہ صاحب پانی پتی صاحب تفسیر مظہری کے خاندان میں سے تھے اور مولانا

---

590۔ انصاری، محمد حسین، ڈاکٹر، حیات طیبہ، (شاہ عبالقادر رائے پوری)، ص 48, 47

591۔ ایضاً،

592۔ ندوی، ابوالحسن علی، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری، ص 41

593۔ ایضاً، ص 42۔

594۔ ایضاً، ص 43۔



toobaafoundation.com

رشید احمد گنگوہی سے تعلق رکھتے تھے) سے تعلیم حاصل کی۔ان کے علاوہ مولانا راغب اللہ صاحب عثمانی اور لطیف اللہ صاحب عثمانی سے بھی تحصیل علم کیا۔(595)

## رام پور میں تعلیم

اس زمانے میں منطق اور علوم عقلیہ درس نظامی کے مایہ ناز مضامین شمار ہوتے تھے اور ان کی مغربی ہند خصوصاً پنجاب میں بہت اہمیت تھی اور اس وقت رام پور علوم عقلیہ یعنی منطق و فلسفہ کا ایک عظیم اور مشہور مرکز تھا، نواب قلب علی خاں خلد مکانی کی سر پرستی نے بڑے بڑے اہل کمال اور ماہرین فن کو رامپور کھینچ لیا تھا، انہی وجوہات کی بنا پر آپؒ بھی رامپور پہنچے۔

رام پور میں طلبہ کے مسجدوں میں قیام کرنے کا دستور تھا لہٰذا آپ کا قیام بھی یہاں دو مسجدوں میں ہوا۔

۱۔ مولانا جعفر علی خان کی مسجد جو بعد میں چوک محمد خان کی مسجد کہی جانے لگی، یہ مسجد رامپور کے محلہ پھلواڑ میں واقع ہے۔

۲۔ مچھلی بازار والی مسجد جو کہ شہر کے مشرقی حصے محلہ گنج قدیم میں واقع ہے اس وقت مدرسہ عالیہ رامپور نواب قلب علی خان کی کوٹھی میں تھا جو اب ''سٹن گنج'' کے نام سے مشہور ہے اور غلہ منڈی میں تبدیل ہو گئی۔

اتفاق سے آپؒ یہاں کے ماحول سے مانوس ہونے کی بجائے منقبض ہو گئے اور یہاں آپؒ کا جی نہ لگا کیونکہ علمائے معقولات کی آزادروی، عدم تورع نیز بلند و بانگ دعاوی سے آپؒ کی طبیعت متنفر ہو گئی۔ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

''ان منطقیوں اور معقولی علماء میں تکبر اور حبِ جاہ دیکھا، وہ کسی دوسرے عالم کو خاطر میں نہیں لاتے تھے''(596)

انہیں اسباب کی بناء پر آپؒ تھوڑے عرصے یہاں رہ پائے اور کچھ کتابیں پڑھیں۔ محلہ جیل روڈ کے ایک مدرسے میں بھی ایک مولوی عبدالرحمن صاحب سے کچھ اسباق پڑھے اور لکھنو کے رہنے والے حکیم احمد رضا خاں صاحب سے جو رامپور کے ماہرین فن اور مشہور طبیب تھے، کچھ طب کی کتابیں بھی پڑھیں۔(597)

رام پور میں آپؒ نے نہایت جفاکشانہ طالب علمی کا زمانہ گذارا آپؒ کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ مسجد کے چراغ کی روشنی میں مطالعہ نہ فرماتے تھے بلکہ بازار میں جلتی ہوئی لالٹین کی روشنی میں مطالعہ کرتے تھے۔ بعض اوقات کھانا نہ ہونے کی وجہ سے مولی کے پتے اٹھا کر کھا لیا کرتے تھے رام پور میں آپؒ کے علمی انہاک کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی فرماتے ہیں:۔

''حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ زمانہ طالب علمی میں کسی کے خط کا جواب نہیں دیا کرتے تھے اس واسطے کہ خط کے لیے پیسے نہ تھے''

رام پور ہی سے آپؒ کے کسی دوست نے گھر یہ خط لکھ دیا کہ غلام جیلانی کا انتقال ہو گیا ہے آپؒ کو معلوم ہوا تو آپ نے دوسرا خط لکھا کہ میں زندہ ہوں۔ اس پر والدہ کو تشویش ہوئی اور اصرار پر والد صاحب رام پور لینے کے لیے آئے لیکن

---

595۔ ندوی، ابوالحسن علی، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری، ص43۔

596۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری، ص41, 40۔

597۔ ایضاً، ص41



toobaafoundation.com

آپ نے جانے سے انکار کر دیا یہ کہہ کر کہ ''میں ابھی پڑھوں گا'' بہر حال والد صاحب کو آپ کی وہاں کسمپرسی کی حالت دیکھ کر بہت صدمہ ہو''۔(598)

## دہلی میں تعلیم

غالباً یہ ۱۸۔۱۳۱۷ کا زمانہ تھا۔ دہلی کا یہ سفر ۱۳۱۶ھ /۱۸۹۸ء اور ۱۳۲۰ھ /۱۹۰۲ء کے درمیان پیش آیا۔ غالباً مولوی عبدالرحین صاحب کی رہبری اور مشورہ سے اور ان کے تعلقات کی بناء پر ابتداً آپؒ کا قیام مولانا عبدالوہاب صاحب کے مدرسہ واقع صدر بازار میں ہوا، آپ کی نشست و برخاست زیادہ تر اہل حدیث طلباء اور علماء کے ساتھ رہتی تھی۔ اختلافی مسائل پر طالب علمانہ بحث و گفتگو اور مناظرہ رہتا اور چونکہ نو عمری اور نوجوانی تھی گفتگو میں تیزی اور تندی بھی پیدا ہو جاتی اور مناظرہ کی بھی ٹھن جاتی۔(599)

دہلی میں میاں سید نذیر حسین صاحب کا درس اہل حدیث طلبہ کا مرکز و مرجع تھا حضرتؒ فرماتے تھے کہ میں ان کے درس میں شریک ہوا مگر میرا دل نہیں لگا۔ انہی دنوں ''سنہری مسجد'' کے مدرسہ امینیہ میں حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری حدیث کا درس دیا کرتے تھے ان سے ''ترمذی شریف'' کے کچھ اسباق سماعت کیے۔ انہی ایام میں ''مدرسہ حسین بخش'' میں حضرت مولانا عبدالعلی صاحب تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے درس میں شریک ہو کر حدیث کی بعض کتابوں کی سماعت کی اس وقت دہلی کی جامع مسجد مختلف الخیال اور مختلف العقائد علماء کے مناظروں اور مجادلوں کا اکھاڑہ بنی ہوتی تھی۔ ہر شخص دوسرے کی تردید کرتا تھا۔(600)

ایک مرتبہ حضرتؒ نے فرمایا:

> ''ہم جب اپنی بستی میں رہتے تھے تو صرف ایک ہی مذہب جانتے تھے لیکن جب ہم دہلی پہنچے تو دیکھا کئی مذاہب ہیں۔ پہلے ہم ایک فریق کے پاس پہنچے انہوں نے کہا جو کچھ تم کرتے ہو، یہ سب شرک ہے اور تم سب مشرک ہو۔ ہم نے کہا اوہو یہ تو بڑی مشکل ہوئی، پھر ہم دوسرے فریق کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا وہ (پہلا فریق) تو کافر ہے، ہم نے کہا اب بھی کافر ہیں؟ آخر اللہ تعالی نے فضل فرمایا کہ ہمیں اپنے حضرات کے پاس پہنچا دیا جس سے دین کی حقیقت معلوم ہوئی ہم نے تو سمجھا تھا کہ جنت کوئی آسان چیز ہے لیکن علمائے کرام نے تو بہت مشکل بنا رکھی تھی۔(601)

## تکمیل تعلیم!

آپؒ نے کچھ عرصہ گلاوٹھی ضلع بلند شہر میں قیام کر کے حضرت مولانا کریم بخش صاحب سے کچھ اسباق پڑھے۔ پھر گلاوٹھی سے بانس بریلی چلے گئے۔ یہ غالباً 1319ھ/1902ء کا زمانہ ہے۔ بانس بریلی کے مدرسہ ''مصباح التہذیب'' میں مولوی محمد الدین پنجابی سے کچھ اسباق پڑھے۔ اس کے علاوہ آپ نے بریلی میں مولوی خدا یار خان سے فلسفہ اور ہیئت کی کتابیں پڑھیں اور یہیں غالباً آپ کا

---

598۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری، ص 42۔

599۔ ندوی، ابوالحسن علی، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری، ص 49۔

600۔ انصاری، محمد حسین، ڈاکٹر، حیات طیبہ (شاہ عبدالقادر رائے پوری)، ص 51, 50۔

601۔ ندوی، ابوالحسن علی، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص, 50 51



toobaafoundation.com

سلسلہ تعلیم تکمیل کو پہنچا۔ درس نظامی سے فراغت کے بعد آپ نے بریلی ہی میں حکیم مختار احمد صاحب سے طب کی کتابیں شرح اسباب تک پڑھیں۔(602)

## ملازمت

تعلیم سے فراغت کے بعد یہیں بریلی کے رئیس مولوی خدایار خان کے لڑکے مقتدا یار خان کو پڑھانے پر ملازم ہوئے اور اسی کے آگے پیچھے دس گیارہ ماہ تک مولوی احمد رضا خان بریلوی کے ہاں ان کے لڑکے غالباً مولوی مصطفی رضا خان صاحب کو آٹھ روپیہ ماہوار تنخواہ پر پڑھاتے رہے۔(603) اس زمانے میں اپنی تنخواہ سے پس انداز کر کے اسی روپے والد صاحب کی خدمت میں ارسال کیے۔ (604)

اس عرصہ میں والد صاحب کے انتقال کی خبر ملی، ان کے انتقال کے دو ماہ بعد ملازمت چھوڑ دی۔

## افضل گڑھ ضلع بجنور کا قیام

حضرتؒ فرماتے تھے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب جس طرح علماء دیوبند کی تردید و مذمت کرتے تھے اور اپنی حقانیت و عظمت ثابت کرتے تھے، اس سے طبیعت سرد ہوئی اور اندازہ ہوا کہ یہ سب نفس پرستی اور حب جاہ ہے۔ آپؒ فرماتے تھے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کے معاصر علماء کے ساتھ مناظرے بھی دیکھے لیکن ان سے طبیعت متوحش ہوئی اور میرا جی یہاں کبھی بھی نہیں لگا۔ چنانچہ آپ بریلی سے افضل گڑھ ضلع بجنور چلے گئے اور وہاں کسی دوست یا رفیق درس کے تعلق سے کچھ عرصہ قیام کر کے مطب قائم کیا لیکن یہ سلسلہ بھی چھ ماہ سے زیادہ نہیں چلا۔(605)

## علم طب سے دلچسپی

چھ ماہ افضل گڑھ میں مطب کے سلسلے میں قیام کے دوران اپنی سہولت پسند طبیعت کے مطابق بعض بیماریوں کا نہایت مختصر اور آسان علاج تجویز فرمادیا کرتے تھے۔ آپؒ کو اس فن سے خاصی مناسبت تھی لہٰذا افادہ عامہ کی غرض سے بعض چیزیں تحریر کی جاتی ہیں۔

## شیشے کا زخم

خان محمد یوسف کو موٹر کار سے نکلتے ہوئے آنکھ کے اوپر شیشہ لگ گیا اور زخم ہو گیا خدمت میں حاضر ہوئے، حضرتؒ نے پوچھا کیا ہوا؟ عرض کیا! ”شیشہ لگ گیا، فرمایا! چونا اور ہلدی لگادو ٹھیک ہو جائے گا“

---

602۔ انصاری، محمد حسین، ڈاکٹر، حیات طیبہ، (شاہ عبدالقادر رائے پوری)، ص53۔

603۔ ایضاً

604۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری ادارۃ المعارف کراچی، ص50۔

605۔ انصاری، محمد حسین، ڈاکٹر حیات طیبہ شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص54۔



toobaafoundation.com

## دردِ شقیقہ کا آسان علاج

حاجی محمد صدیق صاحب لائل پوری خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ گھر میں درد شقیقہ (آدھے سر کا درد) کی تکلیف ہے حضرتؒ نے فرمایا کہ: جمال گھوٹا سل پر گھس کر مخالف کن پٹی پر لگادیں، اگر دائیں طرف درد ہے تو بائیں طرف لگادیں اور اگر بائیں طرف درد ہے تو دائیں طرف لگادیں، انشاءاللہ فائدہ ہوگا نیز فرمایا کہ: ایک ٹوٹکا اور بھی ہے کڑوی توری کو روغن کنجد (تل کے تیل) میں یا گھی میں بھون کر اس کی نسوار بنائیں اور جس طرف درد ہو اس کی مخالف سمت کے نتھنے سے سونگھیں اللہ تعالیٰ فضل فرمائیں گے۔

## آب وہوا کا موافق نہ آنا

مراد آباد میں قیام کے دوران ایک روز عصر کی نماز کے بعد بہت سے لوگ خدمت میں حاضر ہوئے، ایک زمیندار نے اپنے علاقے کی آب وہوا اور پانی کے موافق نہ آنے کی شکایت کی، آپؒ نے فرمایا: آب وہوا کا علاج تو ہو سکتا ہے، پانی کو جوش دے کر اور لوہا گرم کر کے پانی میں بجھا کر وہ پانی استعمال کرو۔ کبھی کبھی نوشادر یا اس کا کوئی مرکب جو دکانوں سے بکثرت مل سکتا ہے استعمال کرتے رہو اور کام جفاکشی سے کرو۔

فرمایا کہ: ایک زمانے میں جب بھائی الطاف ابھی ہمارے پاس آنے جانے نہ لگا تھا، رائے پور میں مجھے پانی موافق نہ آتا تھا، پانی پیتا گویا پانی چھاتی پر رکھا ہے، مجھے کہیں سے کڑھائی کا ٹوٹا ہوا کنڈا مل گیا تو اسے آگ میں ڈال کر لال کر کے پانی میں بجھاتا اور وہی پانی پیتا تو ایسا اچھا ہضم ہوتا تھا کہ دل چاہتا یہی پانی پیئے جاؤں۔

## پیٹ کے کیڑے

ایک مرتبہ فرمایا کہ: رائے پور کے شروع زمانہ قیام میں مسلسل سوکھی روٹی کھانے کی وجہ سے میرے پیٹ میں درد رہنے لگا اور گڑگڑاہٹ ہوتی تھی، تو میں نے "سونٹھ پیس کر استعمال کی، استعمال کے بعد ایک مرتبہ استنجے گیا تو ایک بڑا سا کیڑا نکلا، میں نے خیال کیا کہ شاید آنت باہر آگئی ہے، مگر دیکھا تو کیڑا تھا، میں اس وقت ڈر گیا بعد میں مفردات میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ سونٹھ کی ایسی ہی خاصیت ہے۔

## نزلہ، زکام اور تپ لرزہ

مولانا حبیب الرحمن صاحب جامع مجالس کا بیان ہے کہ نزلہ زکام کی شدید شکایت کی وجہ سے میری طبیعت علیل تھی، حضرتؒ نے کھانا کھانے کو فرمایا تو میں نے اپنی طبیعت کی علالت کا ذکر کر کے عرض کیا کہ: کھانا کھانے کا خیال نہیں۔ حضرتؒ نے مولوی عبداللہ سے فرمایا کہ: چبوترے کے پاس جو پانی رکھنے کی گھڑونچی ہے اس کے متصل رام تلسا کھڑی ہے اس کے پتے لا کر اسے دے دو! اور مجھ سے فرمایا کہ: ان پتوں کو پیس کر چائے کی طرح پکا کر چھان کر پی لو! اور ایک دفعہ مجھے جاڑے کا بخار چڑھا تو میں نے حضرت اقدس کے ارشاد کی تعمیل میں عصر کی نماز کے بعد ایسا ہی کیا تو اس سے جاڑا اور بخار بھی مجھے نہ ہوا۔[606]

---

606۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی مختصر حالات زندگی حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری ص 182-183۔



toobaafoundation.com

## الکحل کے بارے میں ڈاکٹر کی رائے پر اعتماد

اس حوالے سے حضرتؒ فرماتے ہیں کہ

> ''اس میں علماء کا مشورہ جیسا کہ ڈاکٹر صاحب کا خیال ہے لینا ہے تو شوق سے لے لیجئے۔ مگر اس تحقیق کی تصدیق کیلئے تو اہل فن ہی موزوں ہیں علماء نے تو اس صورت کے مطابق جو اس میں درج ہے غور کر کے فتویٰ لکھ دینا ہے باقی ہمارے لیے اللہ آپ کو برکت دے۔ آپ کا لکھنا اتنا کافی ہے کہ آپ مسلمان، ماہر فن اور دیندار ہیں اس لیے ہمارے لیے آسانی ہو گی'' (607)

## تلاش حق

مختلف اساتذہ سے علم حاصل کرنے اور مختلف مقامات پر مختلف الخیال لوگوں کے ملنے اور ان کے عقائد و خیالات جاننے سے آپ کی طبیعت میں ایک اضطراب اور بے چینی پیدا ہو گئی اور طلب حق کا جذبہ دل میں موجزن ہوا۔ کہیں سے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''مثنوی تحفۃ العشاق'' مل گئی۔ اس کے مطالعہ سے طبیعت میں عشق حقیقی کی شورش پیدا ہوئی اور رات دن ایک بے قراری سی رہنے لگی۔ آپؒ فرماتے تھے۔

''جس زمانہ میں شکوک پیدا ہوتے اور طبیعت متوحش ہوتی تھی تو میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حالات پڑھتا تھا، جس سے اطمینان قلب پیدا ہو جاتا اور یقین ہو جاتا کہ یہ لوگ حق پر تھے اور اسلام اللہ تعالیٰ کا مقبول دین ہے''

بانس بریلی کے قیام کے دوران طبیعت میں بے چینی اور قلبی بے اطمینانی بہت بڑھ گئی تھی۔ اس زمانے میں امام غزالیؒ کی کتاب ''المنقذ من الضلال'' کے اردو ترجمہ ''لیکچر امام غزالی'' کا مطالعہ کیا۔ جس میں حضرت امام غزالیؒ نے اپنی سر گزشت بیان کی ہے کہ کس طرح انہوں نے طلب حق میں ''جامعہ نظامیہ بغدادیہ'' کی صدارت اور علمی شہرت اور انتہائی اعزاز و اکرام کی زندگی کو چھوڑ کر صحرا نوردی اختیار کی اور جامع مسجد دمشق کے ایک گمنام گوشہ میں سال ہا سال عبادت و ریاضت کر کے حق و یقین کی دولت حاصل کی۔ اور ان کو اس بات پر شرح صدر ہوا کہ صحیح راستہ صوفیاء کرام کا ہے جو اپنی سیرت و اخلاق میں نبوت کے پرتو کامل ہیں اور ان کا نور باطن مشکوۃ نبوت سے ماخود ہے۔

حضرتؒ جس باطنی کش مکش اور جس قلبی پریشانی مین مبتلا تھے، ان حالات میں اس کتاب نے رہبر کامل کا کام دیا۔ پھر افضل گڑھ میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی ''مثنوی تحفۃ المشاق'' نے بھی عشق حقیقی کی شورش اور طلب حق کی سوزش پیدا کر دی۔ (608)

## مرزائیت سے واسطہ

ایک مرتبہ آپؒ نے خود ارشاد فرمایا کہ: مجھے مرزائیت سے بھی واسطہ پڑا، اس سے بھی اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے چھٹکارا دلا دیا۔ فرمایا کہ ہمارے ایک ساتھی مولوی عبد الجبار غزنوی کے بھائی تھے جو رام پور سے پنجاب آکر مرزائی ہو گئے تھے اور مرزائیت کے پر جوش مبلغوں میں شمار کئے جانے لگے تھے۔ تعلقات کی بناء پر انہوں نے خط کے ذریعے مجھے ترغیب دی کہ مسیح علیہ

---

607۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا مجالس حضرۃ رائپوریؒ، صفحہ 300، مکتبہ سید احمد شہید، لاہور۔

608۔ انصاری للّٰہی، محمد حسین، حیات طیبہ، ص 54-55۔



toobaafoundation.com

السلام اور مہدی آخرالزمان کا ظہور ہو چکا ہے اور وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہیں، اب تمام دنیا میں حق صرف ان کے پاس ہے وغیرہ وغیرہ۔ایک دو کتابیں "کشتی نوح" وغیرہ کے مطالعہ کی بھی ترغیب دی، میں نے ان کا مطالعہ کیا تو طبیعت پر کچھ اثر ہوا۔(609)

ایک مرتبہ فرمایا کہ:

"مولوی احمد رضا خان صاحب نے ایک دفعہ مرزائیوں کی کتابیں منگوائی تھیں اس غرض سے کہ ان کی تردید کریں گے، میں نے بھی دیکھیں، قلب پر اتنا اثر ہوا کہ اس طرف میلان ہو گیا اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ قادیانی ہی سچے ہیں"۔(610)

اس لیے اب مرزائیت کی تحقیق وتائید کا رجحان قلب میں پیدا ہوا، کافی دن پہلے والد صاحبؒ کے انتقال کا گھر سے خط آگیا تھا اور اس بات کا وہاں بریلی کے احباب میں جن سے وہاں رہتے ہوئے تعلقات ہو گئے،تذکرہ بھی نہیں کیا تھا، مگر یہ نیا خلجان یعنی مرزائیت کو قریب سے دیکھنے کا خیال پیدا ہوا تو اپنے والد صاحب کے انتقال کا ذکر کر کے گھر کے حالات اور مجبوریوں کا اپنے احباب کے سامنے بریلی کی ملازمت چھوڑنے کا بہانہ بنایا اور سبھی دوستوں نے اس عذر کو تسلیم کیا حالانکہ معقول تنخواہ تھی مگر مرزائیت سے متعلق اس نئی کشش نے وہاں ٹھہرنا مشکل بنادیا اور میں استعفیٰ دے کر وہاں سے افضل گڑھ میں ایک شاگرد کے پاس آٹھہرا۔(611)

آپؒ نے مرزا کی کتابوں میں کہیں یہ بھی پڑھا تھا کہ ان کو اللہ کی طرف سے یہ الہام ہوا ہے کہ:

"میں تمہاری تمام دعائیں قبول کروں گا، علاوہ ان دعاؤں کے جو تمہارے شرکت داروں کے بارے میں ہوں گی"
(612)

آپؒ نے مرزا کو اسی الہام اور وعدے کا حوالہ دے کر افضل گڑھ سے قادیان خط لکھا کہ میری آپ سے کسی بھی طرح کی شرکت نہیں ہے اس لیے آپ میری ہدایت اور شرح صدر کے لیے دعا فرمائیں۔اکثر فرماتے تھے کہ جب کبھی اس طرح کی کشمکش پیدا ہوتی اور طبیعت میں شدت سے اس بات کا تقاضا پیدا ہوتا کہ حق کیا ہے؟ تو میں دو رکعت نفل پڑھ کر الحاح کے ساتھ دعا کرتا، طبیعت اس طرف سے سرد ہو جاتی اور قلب میں ایک سکون پیدا ہو جاتا کبھی کبھی فرماتے تھے:

"میرے مالک کا یہ بڑا فضل ہے کہ بغیر دلائل کے حق واضح ہو گیا"(613)

ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد شاہ عبدالقادر صاحبؒ کے پاس پیسے بھی وافر تھے اس زمانے میں ایک پیسے کا کارڈ ہوتا تھا اس لیے تھوڑے تھوڑے وقفے سے ایک کارڈ دعا کی درخواست کے لیے لکھتے تھے۔

ایک دفعہ قادیان سے مرزا کا جواب آیا جو مولوی عبدالکریم کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا کہ:

"تمہارا خط پہنچا، تمہارے لیے خوب دعا کرائی گئی تم آئندہ بھی کبھی کبھی اس کی یاددہانی کر دیا کرو"(614)

---

609۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی، ص53۔

610۔ ندوی، ابوالحسن علی، مولانا، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری ص56۔

611۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی مختصر حالات زندگی حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری، ص53۔

612۔ ندوی، ابوالحسن علی، مولانا، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری ص56۔

613۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری، ص54۔

614۔ ایضاً، ص56۔



toobaafoundation.com

## حلیہ مبارک

مولانا محمد انوری صاحب حضرتؒ کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرتؒ کا قد میانہ اوپر کو اٹھتا ہوا، بدن مبارک بھاری بھر کم، چہرہ مبارک روشن، پیشانی مبارک پر ستارہ چمکتا ہوا دکھائی دیتا تھا پرہ بنی نور کی طرح روشن، دانت چمکیلے جیسے موتی کی لڑی، جب ہنستے تو بہت خوبصورت نظر آتے، اکثر اوقات خاموش بیٹھتے اور حاضرین پر رعب پڑتا تھا، تمام چپ بیٹھتے، اخیر میں آکر اکثر اوقات آنکھیں بند کر کے بیٹھتے ایسا معلوم ہوا تھا کہ خاموش تعلیم ہو رہی ہے''(615)

ڈاکٹر صاحبزادہ محمد حسین انصاری ''حیات طیبہ'' میں آپ کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

''جوں جوں عمر زیادہ ہوتی گئی جلال کی جگہ جمال آتا گیا آخری عمر میں سراپا جمال بن کر رہ گئے تھے۔ رنگ گندمی، پیرانہ سالی میں رنگت قدرے سانولی ہو گئی تھی۔ آنکھیں جوانی میں بڑی بڑی اور جاذب تھیں لیکن بڑھاپے اور ضعیفی میں نیز مسلسل شب بیداری کی وجہ سے آنکھیں بھاری ابروؤں میں قدرے دب گئی تھیں۔ ہمیشہ رات کو سوتے وقت سرمہ لگاتے۔ نظر آخر وقت تک قائم رہی، لباس اکثر سفید ہوتا، گرمیوں میں ململ کا کرتہ اور سفید پاجامہ پہنتے، کبھی چار خانے کا تہبند بھی استعمال فرما لیتے۔ سر پر سفید کپڑے کی گول ٹوپی پہنتے، سردیوں میں گرم کپڑے کے کرتے کے اوپر واسکٹ پہنتے اور سخت سردی میں لنگی کو پگڑی کی طرح سر پر باندھ لیتے اور عموماً سردیوں میں سیاہ رنگ کی کھدر کی چادر اوڑھتے''
(616)

## خانقاہی زندگی

ظاہری تعلیم کی تکمیل کے بعد مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کو کہیں سے حضرت سید احمد شہیدؒ کے مجاہدین کے حالات پر مشتمل کتاب ''سوانح احمدی''، مؤلفہ مولانا محمد جعفر تھانیسری دستیاب ہو گئی، ان حضرات کے ایمان افروز حالات پڑھ کر اور ان کے اخلاص اور ان کی قوت ایمانی کو دیکھ قلب کو تقویت اور سکینت حاصل ہوئی اور یوں مشائخ سے وابستگی کا جذبہ اُبھرا۔ اسی دوران حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی کی مثنوی ''تحفۃ العشاق'' کہیں سے مل گئی اس سے طبیعت میں بے چینی اور عشق خداوندی کی شورش پیدا ہوئی اور مشائخ سے وابستگی کے جذبہ میں مزید اضافہ ہوا۔(617)

قبرستان میں تشریف لے جاتے اور خوب رویا کرتے، مشکل سے چھ مہینے افضل گڑھ میں گذارے اور دل کی بے قراری اور خدا طلبی کی تڑپ نے خانقاہ رائے پور میں پہنچا دیا خوب سوچ بچار کے بعد آپ نے حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم رائے پوری سے وابستہ ہونے کا فیصلہ فرمایا اور خانقاہ کے مسند نشین (حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری) کی خدمت میں بیعت کی درخواست کی (618)

۱۳۲۲ھ بمطابق ۱۹۰۴ء میں آپؒ سے بیعت ہو گئے، اور پھر 14 سال مسلسل آپ کی خدمت میں پوری توجہ اور لگن سے رہے اور خوب فیض حاصل کیا حقیقت یہ ہے کہ مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نے ایک طویل عرصہ تک اپنے پیر و مرشد قطب عالم

---

615۔ ندوی، ابوالحسن علی، سوانح حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص230، مجلس نشریات اسلام، کراچی

616۔ انصاری، محمد حسین، ڈاکٹر، حیات طیبہ، ص163

617۔ آزاد، عبدالخالق، مفتی، مشائخ رائے پور، ص66، دارالتحقیق والاشاعت، لاہور۔

618۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری، ص9،



toobaafoundation.com

حضرت اقدس رائے پوری کی کچھ ایسے خلوص سے صحبت اختیار کی اور اتنی چاہت اور دلی لگن سے خدمت کی کہ آپ اپنے شیخ و مرشد کی تمام تر توجہات کا مرکز بن گئے[619]

رائے پور پہنچنے پر اعلیٰ حضرتؒ نے ذکر کی کیفیت پوچھی۔ آپ نے کسرِ نفسی سے فرمایا کہ حضرت میں تو غبی ہوں اپنے اندر کچھ نہیں پایا پھر جو کیفیت تھی وہ عرض کی حضرتؒ نے فرمایا: ''الحمد اللہ!'' اسی حاضری میں بیعت سے مشرف ہوئے اور رائپور شریف میں مستقل قیام کا ارادہ فرمالیا [620]

یوں تو حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کی جوہر شناس اور عبقری نگاہ نے آپؒ کے خط کے انداز سے ہی آپؒ کے اخلاص اور طلب صادق کا اندازہ لگالیا تھا، پھر ملاقات پر پورا پورا اندازہ ہو گیا کہ محبت و عشق کی چنگاری اور اطاعت و فرمانبرداری کا مادہ بدرجہ اتم موجود ہے جو کہ دور موجود میں کم یاب ہے اور پھر ذکر کی کیفیت و حالات سن کر تو حضرتؒ کو مزید اطمینان ہوا اسی لیے کچھ غایت اتحاد و معیت کے اشارے بھی فرمائے[621]

پھر کچھ اشارے قدرت کی طرف سے بھی ہو گئے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحبؒ نے معلوم فرمایا کہ: مولوی صاحب! آپ کے پیچھے کتنے لوگ ہیں؟ عرض کیا (۱) والدہ (۲) بیوی، دو بھائی اور دو بہنیں حضرتؒ نے ارشاد فرمایا۔ یہ تو بڑا کنبہ ہے ہمارا تو جی چاہتا تھا کہ ہم آپ اکٹھے رہتے۔ آپؒ نے عرض کیا کہ: حضرت! سب کے ہوتے ہوئے بھی میرا کوئی نہیں ہے میں تو یہ نیت لے کر آیا ہوں کہ ساتھ ہی رہوں گا۔[622]

کچھ قدرتی اسباب بھی ایسے بنتے گئے کہ رائے پور ہی کے زمانہ قیام کے دوران اہلیہ محترمہ کے انتقال کی اطلاع ملی آپؒ نے اطلاعی خط حضرت مولانا عبدالرحیم کی خدمت میں پیش کیا حضرتؒ نے کچھ ایسا اشارہ فرمایا کہ حکمت خداوندی کسی دوسرے کام کیلئے یکسو بنانا چاہتی ہے خود آپؒ پر بھی حضرتؒ کی خدمت میں حاضری کی مسرت اس حزن پر غالب نظر آتی تھی۔[623]

حضرتؒ فرماتے تھے کہ میں نے ایک مرتبہ موقع دیکھ کر اپنے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ قادیانی انوار کا دعویٰ کرتے ہیں ان کو نماز وغیرہ میں بہت حالات اور کیفیات پیش آتی ہیں اور گریہ وحشت کا غلبہ ہوتا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت سنبھل کر بیٹھ گئے اور جوش سے فرمایا ''مولوی صاحب سنو!'' [624]

وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلۡهُدَىٰ وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ

(القرآن ۱۱۵:۴)

ترجمہ: اور جس نے مخالفت کی رسول کی اس کے بعد بھی کہ کھل کر آچکی ہے اس کے سامنے ہدایت اور چلا اہل ایمان کی راہ کے خلاف تو چلنے دیں گے ہم اس کو اسی (راستے) پر جدھر وہ مڑ گیا۔

---

619۔ آزاد، عبدالخالق، مفتی، مشائخ رائے پور، ص66۔

620۔ انصاری، محمد حسین، حیات طیبہ، ص73،

621۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص60۔

622۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری، ص9،

623۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری، ص61۔

624۔ ندوی، ابوالحسن علی، سید، سوانح شاہ عبدالقادر رائپوری، ص63۔



toobaafoundation.com

حضرتؒ کچھ اس کی تشریح فرمانا چاہتے تھے۔ میں نے عرض کیا حضرت! بس میں سمجھ گیا اس کے بعد پھر اس مسئلہ میں کبھی کوئی کھٹک نہیں ہوئی آیت کا مفہوم یہ ہے کہ گمراہی کی صورت میں جو لوگ مجاہدے وغیرہ کرتے رہتے ہیں، ان کے لیے بھی ایسی صورتیں اور آثار ظاہر ہوتے رہتے ہیں جن سے ان کو اپنے مسلک کی تائید اور اس پر اطمینان حاصل ہوتا ہے اور وہ اس میں اور پختہ ہو جاتے ہیں۔ اسی کا نام استدراج ہے۔ اس لیے محض کشف و کرامات اور کیفیات و انوارات مقبولیت کا معیار نہیں اصل معیار کتاب و سنت ہے اور مسلک سلف سے مطابقت ہے(625)

## طلبِ حق اور مولانا شاہ عبدالرحیمؒ کی خدمت میں عریضہ

اس زمانے میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت بہت مشہور اور مرجع خلائق تھی، وہ ہی اس وقت شیخ الکل کی حیثیت رکھتے تھے۔(626)

حضرت گنگوہیؒ کے مشہور خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ کے چونکہ مشرقی پنجاب میں اکثر دورے ہوا کرتے تھے، نیز حضرتؒ کے بعض مریدین سے بھی آپؒ کی ملاقات ہو چکی تھی، ایک دفعہ طالب علمی کے زمانے میں سہارنپور میں آپؒ نے شاہ عبدالرحیمؒ کی زیارت بھی کی تھی اس لیے حضرت رائے پوری ہی کی جانب دل کھنچتا اور مائل ہوتا تھا لہذا آپؒ نے افضل گڑھ سے رائے پور شاہ عبدرحیم صاحبؒ کی خدمت میں خط لکھا کہ میں بیعت کے لیے آپؒ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔(627)

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحبؒ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ

"حدیث میں آتا ہے "المستشار موتمن" (628)

اس لیے میں آپ کو لکھتا ہوں کہ میں کوئی چیز نہیں ہوں آپ میں تو طلب ہے مجھ میں یہ بھی نہیں آپ ہمارے مرشد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی طرف رجوع کریں "۔ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کا بیان ہے کہ میں یہ خط پڑھ کر پھڑک گیا کہ اخلاص اور بے نفسی اس کو کہتے ہیں (629)

### حضرت کے نام دوسرا خط

آپؒ نے رائے پور حضرت مولاناؒ کی خدمت میں دوسرا خط ارسال فرمایا جس میں حضرتؒ کو لکھا کہ:

"مجھے معلوم ہے کہ آپ کو جو ملا وہ حضرت گنگوہی سے ملا، مگر میرا رجحان آپؒ کی طرف ہے کیونکہ حضرت گنگوہی تو اپنی عمر گزار چکے ہیں وہ اب مجھ نوعمر کو کیا دیں گے؟ میری جانب سے اگر مہمان داری کی فکر ہے تو میرے حقوق حضرتؒ کے ذمے نہیں، میں اپنے قیام و طعام کا خود ذمہ دار ہوں گا"

---

625۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص55، ادارۃ المعارف، کراچی۔

626۔ النسائی، احمد بن شعیب، السنن کبریٰ، ج6، ص212، موسۃ الرسالۃ بیروت، 2001

627۔ انصاری، محمد حسین، ڈاکٹر، حیات طیبہ، (شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص55، القادر ناشران، کتب اسلامی، لاہور۔

628۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری، ص56۔

629۔ ندوی، ابوالحسن علی، سید، سوانح شاہ عبدالقادر رائپوری، ص63۔



toobaafoundation.com

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیمؒ اس خط کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے، حاضرین کو یہ خط دکھایا اور فرمایا کہ:

"دیکھو! طالب ایسے ہوتے ہیں"(630)

## رائے پور کا مجاہدہ

رائپور کے قیام میں آپ نے اس عالی ہمتی، جفاکشی اور مجاہدے سے کام لیا جنکے واقعات، اب صرف اولیائے متقدمین کے تذکروں اور تاریخوں میں ملتے ہیں اور جوانہی لوگوں کا حصہ ہے جنکی استعداد و جوہر نہایت عالی، عزم و ارادہ نہایت قوی اور طلب نہایت صادق ہوتی ہے جنکے خمیر میں روزازل سے عشق کا مادہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو انہیں اس راہ کے اعلیٰ ترین مقامات اور کمالات پر پہنچا کر ان سے ہدایت اور تربیت خلق کا کام لینا ہوتا ہے(631)

آپؒ کا رائے پور کا قیام ایک ایسے عاشق خادم اور ایک ایسے صادق طالب کا قیام تھا جس نے اپنے نفس کی اصلاح حصول مقصود کے لیے مجاہدہ اور شیخ کی خدمت کے سوا دینا کی کسی غرض اور کسی مطلب سے واسطہ ہی نہیں رکھا تھا، یہ پورا زمانہ اپنی ہستی کو مٹانے اور اپنے کو بھول جانے میں اس طرح گذرا کہ سوائے اس خدمت اور مجاہدہ کے جس کا حال اللہ کو معلوم ہے اور کبھی کبھی خدام کی تربیت اور اصلاح کے لیے آپؒ کسی بات کا ذکر فرما دیتے اور ان کو معلوم ہو جاتا۔ آپ حضرتؒ کے ایک مخلص خادم اور خانقاہ کے ایک ذاکر شاغل درویش تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک ملاقات پر آپ سے فرمایا کہ "میں تو رائے پور حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، آپ نے مجھے یاد نہیں، فرمایا: حضرت! میں آپ کو کیا یاد رہ سکتا تھا میری وہاں کوئی حیثیت اور امتیاز نہیں تھا، شاید آپ کو یاد ہو کہ حضرتؒ کی خدمت میں ایک خادم بار بار آتا تھا، بدن پر ایک کمری ہوتی تھی اور تہد باندھے ہوئے، فرمایا: ہاں کچھ یاد تو آتا ہے فرمایا: میں وہی ہوں۔(632)

اس دور میں چونکہ رائے پور کی خانقاہ میں عسرت کا دور تھا اور بڑے حضرت کی بالکل متوکلانہ گذران تھی (633) اس لیے حضرت فرماتے تھے کہ:

> "میں رائے پور پہنچ کر پورے دن باغ میں پھرتا رہا کہ میں کس درخت کے پتے کھا کر گذارہ کر سکتا ہوں۔ بعض اوقات آپؒ نے کسی درخت کا نام بھی لیا کہ اس کو متعین کیا تھا، کبھی آپؒ نے شہتوت کے پتے بھی کھائے الحمدللہ اس کی نوبت کم آئی کیونکہ حضرتؒ نے اپنے خادم میاں جی معزالدین سے فرمایا تھا کہ ان کے کھانے وغیرہ کا خیال رکھنا" (634)

فرماتے ہیں کہ

رائے پور کے مجاہدے اور جفاکشی کا دوران لوگوں کی تکمیل حال کے لیے تھا۔ جن کی ترقی و پختگی اللہ تعالیٰ کو منظور تھی، لنگر کی روٹی اتنی موٹی اور کچی ہوتی تھی کہ بغیر پانی یا چھاچھ کے حلق سے نہیں اترتی تھی۔ اخیر زمانہ میں اکثر فرماتے تھے کہ ریاح کا مرض اور ضعف معدہ اسی وقت سے ہے فرماتے تھے کہ ایک روز روٹی جلی ہوئی تھی، حاجی جانی مطبخ کے مہتمم تھے، میں نے کہا حاجی جی روٹی جلی

---

630۔ انصاری، محمد حسین، حیات طیبہ، ص74، القادر ناشران کتب اسلامی، لاہور۔

631۔ ندوی، ابوالحسن علی، سید، سوانح شاہ عبدالقادر رائپوری، ص64۔

632۔ ایضاً، ص 69۔

633۔ انصاری، محمد حسین، حیات طیبہ، ص 74۔

634۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری، ص61۔



toobaafoundation.com

ہوئی ہے کہا کہ اچھا کل جلی ہوئی نہ ہو گی، اگلے روز ایک طرف جلی ہوئی اور دوسری طرف کچی تھی حاجی جانی سے جب دوسری مرتبہ کہا کہ روٹی کچی ہے تو حاجی صاحب نے کہا کہ میاں اگر روٹی کھانے آیا ہے تو کہیں اور چلا جا، مجھے ڈر ہوا کہ کہیں یہ حضرت سے نہ کہہ دیں میں نے اپنے کو بڑی ملامت کی اور دل میں کہا ارے آیا تو ہے اپنے نفع کی خاطر اور پھر نخرے کرتا ہے، اور عہد کیا کہ آئندہ کبھی کچھ نہ کہوں گا، پھر کبھی کوئی شکایت نہیں کی، چودہ سال تک کبھی باسی، کبھی کچی، کبھی سوکھی روٹی کھائی اور نام نہیں لیا۔ مولانا منظور احمد نعمانی نے خود حضرتؒ کے حوالے سے لکھا ہے۔

"فرماتے تھے کہ مسلسل دس سال ایسے گذرے ہیں کہ ہم لوگوں کو جو طالبین کی حیثیت سے خانقاہ میں رہتے تھے ایک دن میں صرف ایک روٹی مکئی کی ملتی تھی اور وہ بھی درمیان سے بالکل کچی ہوتی تھی، جو صاحب پکانے والے تھے انہیں اس سے کوئی دلچسپی نہ تھی کہ روٹی سکی ہے یا نہیں سکی، سالن یا دال ترکاری کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ گاؤں سے کسی دن چھاچھ آجاتی تو کھانے پینے کے لحاظ سے ہم خانقاہ والوں کے لیے گویا وہ عید کا دن ہوتا، فرماتے تھے اس علاقہ کے (یو۔پی) ہمارے ساتھی تو وہی ایک روٹی آدھی آدھی کر کے دونوں وقت کھاتے تھے لیکن میں پنجاب کا رہنے والا تھا اس لیے ایک ہی وقت میں کھالیتا اور دوسرے وقت بس اللہ کا نام" (635)

فرماتے تھے مسلسل سوکھی روٹی کھانے کی وجہ سے میرے پیٹ میں درد رہنے لگا اور گڑگڑاہٹ ہوتی تھی ایک دن خود بخود خیال آیا تو سونٹھ پیس کر استعمال کی، استعمال کے بعد جب ایک مرتبہ استنجے گیا، تو بڑا سا جونک جیسا کیڑا نکلا، میرا خیال ہوا کہ شاید آنت باہر آگئی ہے مگر دیکھا تو کیڑا تھا اس وقت میں ڈر گیا بعد میں مفردات میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ سونٹھ کی ایسی ہی خاصیت ہے (636)

اکثر اوقات میں حضرت کی خدمت میں کسی کام میں مصروف ہوتا تھا اور مہتمم مطبخ مہمانوں کو کھانا کھلا کر مطبخ بند کر کے گھر چلے جاتے تھے میں کام سے فارغ ہو کر مطبخ میں جاتا۔ کبھی ایک آدھ روٹی بچی ہوتی تو سالن کی خالی دیگچیوں سے پونچھ کر کھالیتا تھا۔ کبھی یہ بھی نہ ہوتا تو میں طاق میں پڑے ہوئے سوکھے ٹکڑے اٹھا کر پانی میں بھگو کر کھالیتا۔ اسی طرح چائے کی پتی جس سے ایک بار چائے بن چکی ہوتی، اسے میں سکھا کر رکھ لیتا اور خانقاہ میں جو گڑ رکھے رکھے خراب ہو جاتا تھا، اس کا شیرہ بنا کر رکھ لیتا اور اس سے چائے بنا کر اس کے ساتھ روٹی کھالیتا۔ پھر ذکر میں لگ جاتا۔ تھوڑا سا آرام کرنے کے بعد حضرت کے رات ایک بجے اٹھنے سے پیشتر خدمت اقدس میں حاضر ہو جاتا اور حضرت کی ضروریات استنجا، وضو وغیرہ کرانے سے فارغ ہو کر پھر نوافل اور ذکر اذکار میں مشغول ہو جاتا (637)

حضرتؒ شفقت اً اپنے دستر خوان پر جب کبھی شیخ الہندؒ یا حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ تشریف لاتے تو بلاتے کہ تم بھی کھانا کھالو، میں اپنے وقت پر جو کچھ مجھے باسی مل جاتا تھا کھالیتا تھا اور سختی سے معذرت کرتا تھا حضرت شدت سے اصرار کرتے اور فرماتے کہ مولانا میں آپ کے نفع کے لیے کہہ رہا ہوں۔ حضرتؒ کی تعمیل ارشاد میں ان حضرات کے ساتھ بیٹھ کر کچھ کھالیتا۔ (638)

رہائش کے لیے حافظ یوسف علی صاحب کے چھپر میں جہاں ان کی گھوڑی بندھتی تھی، ان کی اجازت سے ایک طرف جگہ صاف کر کے اس پر اپنا بستر لگا دیا بستر کیا تھا انہی دِنوں ایک گھورے (کوڑے کے ڈھیر) پر سے ایک پھٹا ہوا کمبل ملا تھا اس کو دھو کر وہاں

---

635۔ ندوی، ابوالحسن علی، سید، سوانح شاہ عبدالقادر رائپوری، ص 65 تا 66۔

636۔ ایضاً، ص 66۔

637۔ انصاری، محمد حسین، حیات طیبہ، ص 75۔

638۔ ندوی، ابوالحسن علی، سید، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، ص 66۔



toobaafoundation.com

بچھا دیا۔ چودہ سال تک یہی بستر رہا اور یہی جائے نماز خانقاہ میں اس وقت صرف ایک ہی لالٹین تھی، وہ حضرت کے حجرہ میں رہتی تھی دوسری لالٹین نہیں تھی اور وہاں سانپوں اور بچھوؤں کی کثرت تھی۔ ایک ٹوٹا ہوا بانس اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ ادھر ادھر آتے جاتے اسے بجاتا رہتا کہ کوئی سانپ نہ آئے لیکن الحمد اللہ کہ سوائے ایک مرتبہ کے کہ ایک کنکھجورا آیا کبھی کوئی واقع پیش نہ آیا (639)

پہاڑوں کے دامن اور جمناؤں کے آغوش میں واقع ہونے کی وجہ سے رائے پور میں سردی بہت سخت ہوتی ہے۔

چونکہ موسم کے لحاظ سے اوڑھنے اور بچھانے کے لیے کوئی مناسب کپڑا آپؒ کے پاس نہیں تھا، شام کو مغرب سے عشاء تک اس جگہ بیٹھے رہتے جہاں وضو کے لیے پانی گرم ہوتا تھا، وہیں پر اپنا وظیفہ پورا کر لیتے اور عشاء کے بعد جب حضرتؒ کو لٹا دیتے تو مسجد کے دروازے بند کر کے اپنے کو مسجد کی چٹائی میں لپیٹ لیتے مگر چونکہ اس میں بھی پاؤں اور سر کی طرف سے ہوا آتی تھی اس لیے تھوڑی دیر چٹائی میں رہ کر باہر نکل آتے اور پھر ذکر میں مشغول ہو کر پوری رات ذکر کی گرمی میں گذار دیتے۔ فرماتے تھے کہ

"سردی کا یہ پورا موسم اس طرح ختم ہوا مگر میں نے اس کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا یہ سردی تو اس طرح گزر گئی مگر اس کے بعد کوئی سردی ایسی نہیں آئی جس میں کم از کم ایک نئی رضائی نہ آئی ہو" (640)

قصہ مختصر! اس زمانہ میں حضرتؒ کے دو ہی کام تھے ذکر اذکار کی مشغولیت اور اعلیٰ حضرتؒ کی خدمت۔ اس زمانے میں طبیعت ذکر کے ساتھ ایسی چسپاں ہوگئی تھی کہ ایک ہی مجلس اور نشست میں شد و مد کے ساتھ ذکر پورا کر لیتا تھا درمیان میں کمر دکھنے لگتی تو ایک تختی سے سہارا لگا لیتا، ذکر پورا کیے بغیر کوئی چیز اچھی نہ لگتی۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ (شیخ الحدیث محمد زکریا کے والد ماجد) جب اعلیٰ حضرت کی خدمت میں تشریف لاتے تو مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کے پاس آکر بیٹھتے اور فرماتے تھے کہ: "تیز اذکر سننے آیا ہوں"

بعض اوقات نزلہ زکام کے زور کی وجہ سے سخت تکلیف میں مبتلا ہوتے لیکن پھر بھی ذکر پورا کرتے تھے (641)

## شیخ سے تعلق و محبت

حضرت کا اپنے شیخ سے وہ عاشقانہ اور والہانہ تعلق تھا جس کو مناسبت اور ترقی باطن میں ہزار اذکار اور ریاضتوں سے زیادہ دخل ہے۔ ذکر کے علاوہ حضرت کی خدمت میں مشغولیت رہتی تھی ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرت کو لٹا کر بدن دباتا تو دیر کے بعد حضرت فرما دیتے کہ جاؤ مولوی صاحب آرام کرو، میں کواڑ بند کر کے اپنی جگہ آجاتا پھر خیال آتا کہ کوئی مکھی منھ پر بیٹھ کر نہ ستاتی ہو۔ پھر دبے پاؤں آکر دیکھتا اسی طرح آتا جاتا رہتا یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو جاتا۔ فرمایا کہ کبھی حضرت کی خدمت میں بے وضو حاضر نہیں ہوا اور ہر وقت با وضو رہتا تھا۔ حضرت اکثر شفقت اور محبت کا برتاؤ فرماتے، میں کبھی ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا کہ میں تو اپنی اصلاح کے لیے آیا ہوں اور حضرت کی شفقتیں ایسی ہیں کہ جن سے شبہ ہوتا ہے کہ کہیں میں نااہل نہ سمجھا جا رہا ہوں اور مجھے ناکارہ سمجھ کر یہ شفقتیں ہو رہی ہوں۔ اس پر حضرت جواب میں فرماتے نہیں مولوی صاحب، میں تمہاری طرف سے بے خبر نہیں ہوں، اکثر یہ بھی ہوتا کہ بلا کسی قصور کے ڈانٹ دیا کرتے، پھر دیکھتے کہ مجھ پر اس ڈانٹ کا کوئی اثر تو نہیں ہوا، مگر الحمد للہ کہ مجھ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ (642)

---

639۔ انصاری، محمد حسین، حیات طیبہ، ص 75۔

640۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، ص 63۔

641۔ انصاری، محمد حسین، حیات طیبہ، ص 76۔

642۔ ندوی، ابوالحسن علی، سید، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری، ص 67۔



toobaafoundation.com

آپ کے نزدیک یہ سب کچھ حاصل ہوتا ہے شیخ سے سچی محبت اور مخلصانہ طلب سے، جتنا کسی میں اپنے شیخ سے مناسبت اور محبت کے ساتھ صحبت ہو گی، اتنا ہی نفع ہو گا۔ آپ کے نزدیک کشفیات اور انوارات کی کوئی اہمیت نہ تھی اس کو غیر مقصود قرار دیتے تھے اصل اہمیت اخلاق کے درست ہونے کی تھی چنانچہ ایک بار ارشاد فرمایا۔

> ''یہ کشف وغیرہ اصل مقصود نہیں ہیں، اصل مقصود تو اصلاح اخلاق ہے، جتنا تعلق جس سے ہو، اتنا ہی اس کے اخلاق آدمی جذب کرتا ہے، اب جس کو خدا سے محبت ہو، اس میں وہاں کی باتیں اثر کرتی ہیں مگر خدا کی محبت رکھنے والوں سے جتنا تعلق ہو، اتنا ہی خدا کی محبت بھی آتی ہے آپ سے سوال کیا گیا کہ اللہ والوں سے تعلق کیسے ہو؟ فرمایا: ''یہی شیخ کی صحبت رہے اور ذکر کرتا رہے''(643)

اعلیٰ حضرتؒ بھی حضرتؒ کے انقیاد (اطاعت، فرمانبرداری)، طلب صادق اور اطاعت و صحبت کی وجہ سے جو کہ عام طور پر اس زمانہ میں عنقا تھی، حضرتؒ پر بڑے مہربان تھے۔ اور آپ کی جوہر شناس طبیعت نے حضرت کی اعلیٰ استعداد کے پیش نظر آپ پر خصوصی توجہ مبذول فرمائی سفر و حضر میں اپنے ساتھ رکھتے اور تمام اہم خدمتیں آپ کے سپرد ہو گئیں۔ امامت بھی حضرت ہی کراتے۔ اعلیٰ حضرتؒ پر کمال اتباع سنت کی وجہ سے کسی چیز کو اپنی ملک میں رکھنا بہت گراں تھا اس لیے آپ اپنے کپڑے بھی حضرت ہی کی ملک میں دے دیا کرتے تھے اور پھر آپ سے مستعار لے کر پہنتے تھے(644)

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوریؒ پنجاب کے طویل دورے فرماتے تھے، مہینوں کا سفر ہوتا تھا جگہ جگہ قیام فرما کر مدارس کا اجراء فرماتے اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رہتا۔ مولانا عبدالقادر صاحبؒ بھی ان اسفار میں آپؒ کے ہم رکاب رہتے اور تمام ضروریات اور خدمات کا اہتمام فرماتے، الغرض حضرتؒ سفر میں ہوتے یا حضر میں، ہر وقت آپؒ کی رفاقت و معیت لازمی ہو گئی۔
مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ فرماتے تھے کہ

> ''مجھے حضرتؒ سے ایسی مناسبت ہو گئی تھی کہ جو چیز حضرتؒ کے قلب پر اللہ کی طرف سے وارد ہوتی وہی چیز میرے قلب پر وارد ہو جاتی اور جو چیز میرے دل پر آتی حضرتؒ کے قلب پر اس کا ورود ہو جاتا'' (645)

## فنائیت و تکمیل حال

حضرتؒ نے اس نفس کشی اور فنافی الشیخ ہو جانے کی بناء پر اپنی ذات کو اس طرح مٹا اور بھلا دیا کہ باہر سے آنے والے سوائے اس کے کچھ نہیں جانتے تھے کہ یہ اعلیٰ حضرت کے ایک مخلص خادم ہیں اور بس اپنے لیے کوئی امتیاز روا ہی نہ رکھا تھا۔ چنانچہ آپؒ کے مجاہدہ، خدمت شیخ، تعلق قلبی، جفاکشی و بے نفسی اور تواضع و انکساری کی بدولت اعلیٰ حضرت کی توجہ آپؒ کے حال پر زیادہ سے زیادہ رہنے لگی۔ اور جب آپ نے منازل سلوک طے کر لیں تو بڑے حضرت نے پہلے آپ کو سلسلہ قادریہ میں مجاز فرمایا، اس کے بعد چاروں سلاسل (قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ) میں اجازت و خلافت سے مشرف فرمایا (646) اسی زمانہ میں ایک مرتبہ رائے پور میں

---

643۔ آزاد، عبدالخالق، مفتی، مشائخ رائے پور، ص 71، دار التحقیق والاشاعت، لاہور۔
644۔ انصاری محمد حسین، حیات طیبہ، ص 77۔
645۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی شاہ عبدالقادر رائپوری، ص 68۔
646۔ انصاری محمد حسین، حیات طیبہ، ص 77 تا 78۔



toobaafoundation.com

پوری رات عجیب کیفیت رہی، دوسری رات بھی یوں ہی گذری اور تیسری رات قلب ایک قطرۂ نور وارد ہوا، آپؒ کے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحبؒ نے فرمایا کہ:

"اب تمہارے دل میں جو رجحان اور تقاضا پیدا ہو، اس کو اللہ کی طرف سے سمجھ کر اس پر عمل کرنا" (647)

ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ

"مولانا میری خدمت کی وجہ سے آپؒ کا بڑا حرج ہوا ہے اگر میرے بعد یکسو ہو کر اپنے کام میں لگ جاؤ گے تو نقد ذائقہ چکھ لو گے" (648)

حقیقت یہ ہے کہ آپؒ کو اپنے شیخ سے عشق کا تعلق تھا حتی کہ شیخ سے نسبت رکھنے والی چیزوں سے بہت محبت فرماتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ "ہمیں تو رائے پور کا کتا بھی پیارا ہے" بڑے حضرتؒ کا کوئی دور کا رشتہ دار بھی آتا تو اس سے اس طرح ملتے کہ گویا اپنے کسی عزیز قریبی سے مل رہے ہیں، اپنے قریبی عزیزی رشتہ داروں کو ہمیشہ ان کے مقابلے میں پیچھے رکھتے یہی وجہ ہے کہ اسی فنائیت کی وجہ سے حضرت عالیؒ کی عنایت و شفقت کچھ کم نہ تھی۔ اس حوالے سے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ کا بیان ہے کہ

"حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وفات سے قبل وہ روپیہ جو خرچ کے لیے پاس تھا منگوا کر تقسیم فرما دیا تا کہ ترکہ نہ بنے، اس میں سے تین سو روپے مجھے بھی عنایت فرمائے، مجھے بہت پریشانی ہوئی، پورا دن اسی پریشانی اور غم میں گذرا کہ اگر یہاں بھی یہ ہی روپیہ پیسہ ملنا تھا تو پہلے ہی دکان یا مزدوری کر لیتے، اس سے روپیہ بہت اکٹھا ہو سکتا تھا، شام کے وقت حضرتؒ نے فرمایا: مولوی صاحب! تم کچھ پریشان نظر آتے ہو، کیا بات ہے؟ میں نے کہا: حضرت! یہ رقم تو کہیں اور بھی مزدوری کر کے حاصل کی جا سکتی تھی۔ فرمایا افسوس نہ کرو، تم فائز المرام ہو اور یہ بھی فرمایا: تمہارا مال تمہارا مال ہے" (649)

## حضرت عالی رائے پوریؒ کی عقل مندی کا عکس

جو مزاج اور طبیعت حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کی تھی اس کا عکس حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری کی شخصیت میں دیکھا جا سکتا تھا۔ حضرت شیخ الہندؒ نے حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری سے ایک بار فرمایا:

"مولوی صاحب حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کا طریق کار بڑی عقل مندی کا ہے" (650)

حضرت شاہ عبدالرحیم رائپوریؒ کی طبیعت اور عقل مندی کا پورا پورا عکس حضرت شاہ عبدالقادرؒ کے مزاج، طبیعت اور قوت عمل و دانش میں نظر آتا تھا۔ آپ بھی اپنے شیخ کی طرح اپنے سیاسی فکر و عمل کے لیے انتہائی دور اندیشی، تدبر و فراست اور عقل شعور کے ساتھ رائے قائم کرتے تھے اور انہی کی تربیت کی بدولت آپ کی جامع صفت شخصیت نے دین اسلام کے تمام شعبوں، شریعت، طریقت اور سیاست میں پوری جامعیت کے ساتھ نگرانی اور سرپرستی فرمائی اور اپنے شیخ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آپؒ نے انتہائی مہارت، تدبر و

---

647۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالاتِ زندگی شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، ص70۔

648۔ ایضاً، ص119،118۔

649۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالاتِ زندگی شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، ص 71۔

650۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس رائپوری (حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری)، ص78، مکتبہ سید احمد شہید، لاہور۔



toobaafoundation.com

فراست کے ساتھ دین اسلام کی حفاظت اور غلبہ کا کام کیا۔ دراصل آپ خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے ایک ایسے گل سر سبز تھے کہ جس سے ایک عالم اپنے اپنے ظرف کے مطابق مستفید ہوا۔(651)

## خلافت و جانشینی

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہانپوریؒ کو حضرت کے مرض وفات میں جب خطرہ قریب محسوس ہونے لگا، کسی کو بھیج کر کہلوایا کہ آپ نے اپنے بعد کیا انتظام کیا ہے؟ تو اس کے جواب میں حضرت عالیؒ نے اپنی جائیداد وغیرہ کی تولیت اور خلفاء کا تذکرہ فرمایا (652)

چونکہ امام العصر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے سلسلہ میں کسی رسمی جانشینی اور خلافت کا اعلان نہیں کیا جاتا تھا جو صاحب اہل ہوتے تھے، وہ خود ہی مرجع خلائق ہو جاتے ویسے اعلیٰ حضرت نے آپ کو اجازت اور خلافت خود دے دی تھی نیز چوہدری محمد صدیق صاحب کو آپ کے بارے میں وصیت فرمانا۔ زندگی میں اور موت کے بعد ایک ہی جگہ رہنے کی خواہش کا اظہار کرنا حضرت کا سارے تعلقات ختم کر کے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پڑ رہنا یہ سب باتیں آپ کی جانشینی پر ہی دال تھیں چنانچہ خود بخود ہی حالات و اسباب ایسے پیدا ہوتے گئے کہ بالآخر حضرتؒ ہی اعلیٰ حضرت کے صحیح جانشین، قائم مقام اور باطنی دولت کے وارث بن گئے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم نے حضرتؒ سے فرمایا تھا کہ میرے بعد سیاسیات میں جو کچھ مراجعت کرنی ہو حضرت شیخ الہندؒ سے رجوع کریں اور اگر راہ سلوک میں کوئی مشکل پیش آئے تو حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ سے رجوع کریں (653)

ادھر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ کی طبیعت اپنی شخصیت کے اظہار اور کسی طرح کے دعوے و مقابلے سے یکسر گریزاں اور کنارہ کش تھی اسی وجہ سے حضرتؒ کی وفات کے بعد آپؒ نے رائے پور کا قیام ہی ترک فرمادیا اور تقریباً تین چار سال تک رائے پور مستقل قیام نہیں فرمایا، کبھی حضرتؒ کی یاد اور محبت میں آپؒ کے خدام اور متعلقین سے ملنے کو دل چاہتا تو قصبہ بہٹ اور کبھی کھیڑی، مرزاپور وغیرہ میں بھی قیام فرماتے رہتے (654)

## تبلیغی اسفار اور اصلاحی دورے

### اسفار کا آغاز

خانقاہ رائے پور کے ابتدائی زمانہ قیام میں آپؒ نے خود اپنی طبیعت کے رجحان یا بعض غیبی اشاروں کی بناء پر ترک سفر کا تہیہ فرما لیا تھا اور رائے پور ہی میں ایک عرصے تک ایسا مستقل قیام فرمایا کہ بہٹ وغیرہ کہیں بھی بالکل نہیں جاتے تھے، کچھ عرصے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں سالانہ اجلاس کا پروگرام ہوا اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے غایت ضعف کی وجہ سے اس میں

---

651۔ آزاد، عبدالخالق، مفتی، مشائخ رائے پور، ص90۔

652۔ ندوی، ابوالحسن علی، سید، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری، ص75۔

653۔ انصاری، محمد حسین، حیات طیبہ، ص81،80۔

654۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، ص76۔



toobaafoundation.com

تشریف لانے سے معذرت کر دی، تب حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ نے بہت اصرار کے ساتھ آپؒ سے شرکت کی درخواست کی، طبیعت کے خلاف ہونے کے باوجود آپؒ نے اس شرکت کو قبول فرمالیا۔(655)

## اسفار کا مقصد

آپ کے تمام اسفار اور تبلیغی دورے کسی ذاتی غرض یا مالی منفعت کی خاطر نہ ہوتے بلکہ محض امت محمدیہؐ پر شفقت، اس کی اصلاح و تربیت اور اس کی ہدایت کی غرض سے شہروں، قصبوں اور دیہات کے دورے فرماتے، کہیں موٹروں پر، کہیں گڈوں، کہیں پیدل، کہیں ریل اور کہیں ہوائی جہاز میں تشریف لے جاتے اکثر یہ دورے حضرت کے مخلصین کے اصرار و طلب پر ہوتے اور یہ آخر عمر تک جبکہ ضعف و پیرانہ سالی کی وجہ سے امراض واسقام کا ہجوم رہا۔(656)

## آپؒ کے اسفار کا مختصر جائزہ

چونکہ یہ اسفار بڑے طویل اور بار بار ہوتے تھے یہ تبلیغی اور اصلاحی دورے اولاً مشرقی پنجاب سے شروع ہوئے جالندھر، انبالہ، لدھیانہ، کرنال، فیروزپور کے اضلاع اور ان کے دیہاتوں کے دورے مسلسل ہوتے رہے، اسی طرح جب تک ہندوستان تقسیم ہو کر پاکستان نہیں بنا تھا مغربی پنجاب میں لاہور، ملتان، بھاول نگر تک تشریف لے جاتے لیکن جب ملک تقسیم ہو گیا اور مشرقی پنجاب مسلمانوں سے بالکل خالی ہو گیا، جو حضرتؒ کے حساس اور درد مند دل کے لیے ایک عظیم سانحہ تھا، اس کے بعد یو۔پی میں سہارنپور، مظفر نگر، دہلی، لکھنو، بریلی، رام پور، مراد آباد اور ان کے دیہاتوں کے متعدد اسفار فرماتے رہتے اور تقریباً ہر سال ہی مغربی پاکستان کا سفر بھی فرماتے کیونکہ یو۔پی کے علاوہ مشرقی پنجاب کے آپؒ کے بہت سے اہل ارادت اور اعزاء پاکستان کے مختلف شہروں میں آ کر آباد ہو گئے تھے ان کے اصرار اور عقیدت و محبت کی وجہ سے یہاں کئی کئی ماہ قیام رہتا، اپنے وطن "ڈھڈیاں" ضلع سرگودھا کے علاوہ فیصل آباد، لاہور، کراچی، بہاولپور، راولپنڈی، مری اور گھوڑا گلی میں جہاں بھی آپؒ تشریف فرما ہوتے، پاکستان کے کونے کونے سے اہل تعلق وارادت خدمت میں حاضر ہو کر فیضیاب ہوتے(657)

ڈھڈیاں شریف آپؒ کا وطن تھا یہاں آپ کے سعادتمند بھائی بھتیجے اور بھانجے موجود تھے یہ سب لوگ حضرت کے مہمانوں کی بڑی خدمت کرتے اور عموماً سردیوں میں دو تین ماہ یہاں قیام فرماتے اور یہ دور افتادہ گاؤں کچھ دِنوں کے لیے آباد و پر رونق اور علماء و صلحا کا مرکز و مرجع بن جاتا(658)

## سفر حج

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیمؒ رائے پوری نے اپنی وفات سے 9 سال قبل 8ـــ132ھ مطابق 0ـــ191ء میں حج بیت اللہ شریف کا قصد فرمایا جس میں حضرتؒ کی اہلیہ اور صاحبزادہ عبدالرشید اور ان کی اہلیہ بھی ساتھ تھیں۔ اس سفر میں اللہ تعالیٰ نے

---

655۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص148۔

656۔ انصاری، محمد حسین، حیات طیبہ، ص99۔

657۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص150۔

658۔ انصاری، محمد حسین، حیات طیبہ، ص100۔



toobaafoundation.com

مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ کو خدمت شیخ اور تعلق قلبی کے اضافے کا ایک ایسا موقع عطا فرمایا جس سے دیگر خدام ورفقاء کے حلقے میں آپ کی انفرادیت اور شیخ کی رضا و محبت مزید واضح اور نمایاں ہو گئی۔

آپؒ کو ہمیشہ یہ فکر دامن گیر رہتی کہ حضرت عالیؒ اُن سے راضی ہو جائیں۔ صورت یہ ہوئی کہ حضرتؒ کے صاحبزادے حافظ عبدالرشید سفر حج میں ساتھ تھے، ان کو راستے میں اسہال ہو گیا اور ضعف اتنا بڑھ گیا کہ اٹھنے بیٹھنے کی بھی طاقت نہ رہی۔ ایک مرتبہ آپؒ نے خود ارشاد فرمایا کہ

> ''میں نے اپنے کو صاحبزادے کی خدمت کے لیے مخصوص کر لیا، چنانچہ جب ان کو اسہال ہوتا تو میں صاف کر دیتا، انہی دِنوں حضرتؒ نے مجھے لٹھے کا کپڑا مرحمت فرمایا کہ اس کے ٹکڑے پھاڑ کر صفائی کر دیا کرو میں ان ٹکڑوں سے صفائی کرتا پھر ان کو دھو کر پاک کر لیتا، میں اسی طرح خدمت کرتا رہا یہاں تک کہ صاحبزادے کا انتقال ہو گیا''

حضرتؒ اس خدمت سے بہت خوش ہوئے حالانکہ آپؒ نے عرض کیا کہ ''حضرتؒ جس طرح میری تعریف فرماتے ہیں مجھے بہت شرمندگی ہوتی ہے'' اس پر حضرتؒ نے فرمایا:

''اب انشاءاللہ آپ کے سامنے یہ ذکر نہ کروں گا'' (659)

## دوسرا سفر حج

اعلیٰ حضرت کی وفات کے کچھ عرصہ بعد آپ نے 1345ھ مطابق 1927ء میں دوسرا حج کیا۔ اس سفر حج میں آپ کے ہمراہ بہت سے علماء و صلحاء کا مجمع تھا۔ آپ کے برادرِ اصغر مولانا حافظ محمد خلیل صاحبؒ، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رائپوریؒ، حاجی ظفرالدین صاحب، راؤ عبدالشکور خان رائے پوری، شاہ سکندر علی، حافظ احمد حسن صاحب، محمد علی خادم اور دوسرے حضرات ہم رکاب تھے۔ پہلے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے عمرہ کرنے کے بعد اونٹوں کے قافلہ کے ساتھ تیرہ روز کا سفر کر کے مدینہ منورہ پہنچے۔ اس سال گرمی بہت تھی۔ بہت لوگ گرمی کی وجہ سے راہ ملک بقا ہو گئے تھے۔

ارکان حج سے فراغت کے بعد مکہ مکرمہ سے روانہ ہو کر کراچی ہوتے ہوئے 6 محرم الحرام 6 134ھ مطابق 6 جولائی 1927ء یوم چہار شنبہ کو سہارنپور تشریف لے آئے۔ اس سفر میں اہل تعلق کی بڑی بڑی جماعتیں آپؒ کی زیارت و ملاقات سے مشرف ہوئیں اس سفر میں آپ کی حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ سے خصوصی ملاقاتیں رہیں جن میں شیخین کے علاوہ مولانا شاہ عبدالعزیز رائپوریؒ بھی ہوتے تھے ان ملاقاتوں میں ولی اللہی فکر اور تحریک کے حوالہ سے خصوصی تبادلہ خیالات ہوتا تھا۔ (660)

## تیسرا اور آخری حج

1369ھ مطابق 1950ء میں آپ نے تیسرا اور آخری حج کیا۔ اس حج میں رائے پور شریف کے رؤسا اور راؤ صاحبان حضرت کے ہمراہ تھے نیز مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ بھی اپنے بہت سے اعزہ احباب کے ساتھ آپ کے ہم رکاب تھے۔ فیض آباد، بہٹ ضلع سہارنپور، اور بریلی کے بعض شرفا بھی شریک قافلہ تھے۔ آپ رائے پور سے دہلی تشریف لے گئے، دہلی سے بذریعہ ہوائی جہاز بمبئی پہنچے، یہاں کچھ روز قیام فرمانے کے بعد بحری جہاز سے جدہ تشریف لے گئے ہندوستانی قونصل جنرل مولانا عبدالمجید حریری

---

659۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، ص 66۔

660۔ انصاری، محمد حسین، حیات طیبہ، ص 82-83۔



toobaafoundation.com

بنارسی نے جہاز پر استقبال کیا پھر مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی، جو حجاز کی تبلیغی جماعت کے امیر تھے، کے ہمراہ قافلہ مکہ معظمہ روانہ ہوا اور مدرسہ صولتیہ میں قیام فرمایا۔(661)

اس سفر حج میں خانہ کعبہ کے کلید بردار شیبی صاحب نے قافلہ کے ایک ہمراہی کو خود خانہ کعبہ میں داخل ہونے کی دعوت دی۔اس طرح حضرت کے ساتھ حضرتؒ کے سارے ہمراہیوں نے خانہ کعبہ کے جوف میں نوافل گزارے۔ نیز اس سفر حج میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے بہت سے عمائد و علماء حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے(662)

## بنگلہ دیش کا سفر

مشرقی پاکستان جو پھر بنگلہ دیش کے نام سے الگ ملک بن گیا، وہاں کا سفر بھی سید محمد جمیل کی درخواست پر فرمایا، یہ سفر دسمبر 1953ء میں فرمایا، دہلی سے کلکتہ پھر وہاں سے ہوائی جہاز کے ذریعے ڈھاکہ تشریف لے گئے، وہاں حضرتؒ کی تشریف آوری کی خبر کچھ اس طرح پھیلی کہ قرب وجوار کے لوگوں کی آمد کا ایک کثیر سلسلہ شروع ہو گیا، ان حاضر ہونے والوں میں علمائے کرام، سرکاری افسران، تجارت پیشہ حضرات بکثرت تھے ہاٹ ہزاری کے مدرسے میں مہتمم مدرسہ مولانا عبدالوہاب کی درخواست پر اور ایک دوسرے مدرسے میں مفتی عزیز الحق صاحبؒ کی درخواست پر تشریف لے گئے، ان دونوں مدرسوں میں طلبہ کی تعداد اور تعلیم وغیرہ کے بندوبست کو دیکھ کر حضرتؒ بہت خوش ہوئے۔خان بہادر حاجی رشید احمد مرحوم کے بڑے صاحبزادے کے اصرار پر چاٹگام بھی تشریف لے گئے، وہاں حاجی رشید احمد کے مزار پر بھی کافی دیر تک قیام کیا، واپس آکر مجمع میں فرمایا کہ :

> ’ہم حضرت شیخ (حاجی رشید احمد صاحب) کو اتنا اونچا نہیں سمجھتے تھے الحمد اللہ مزار پر آکر طبیعت بہت خوش ہوئی‘‘۔ (663)

ان سب اسفار میں لاکھوں بندگانِ خدا آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کرتے اور آپ کی صحبت سے مستفید ہوتے۔ہزاروں بندگان خدا علماء وصلحاء کی زیارت اور ان کی محبت سے مشرف ہوتے۔ نماز کی بڑی بڑی جماعتیں ہوتیں۔عوام اتباع سنت کا اہتمام دیکھتے، سینکڑوں آدمیوں کو رات کو اٹھنے کی توفیق ملتی، ذکر و اذکار اور دعا و عبادت کی لذت پاتے فضا ذکر کی صداؤں سے گونجتی دینی مکاتب و مدارس کے قیام کا لوگوں کو خیال پیدا ہوتا اس کا ذوق اور اس کی اہمیت آپ کو اپنے شیخ سے وراثت میں ملی تھی اس لیے آپ ہر جگہ دینی مکاتب و مدارس قائم کرنے کی سخت تاکید فرماتے مشرقی پنجاب اور یوپی کے اکثر اضلاع وقصبات و دیہات میں اور بعد میں مغربی پاکستان میں بھی بکثرت مکاتب و مدارس آپ کی ترغیب و تحریص سے قائم ہوئے جہاں ہزاروں طالب علموں نے دین کا علم حاصل کیا (664)

---

661۔ انصاری، محمد حسین، حیات طیبہ، ص104۔

662۔ ایضاً، ص105۔

663۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، ص151،

664۔ انصاری، محمد حسین، حیات طیبہ، ص102-103۔



toobaafoundation.com

## رائے پور سے پاکستان کا آخری سفر اور آپ کی تمنا

پاکستان بن جانے کے بعد آپؒ اکثر رائے پور سے پاکستان تشریف لایا کرتے تھے آخری بار جب آپ کا سفر ہوا تو رائے پور واپسی کے بارے میں آپ کا جذبہ قابل دید تھا، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ آپ بیتی میں لکھتے ہیں کہ روانگی سے قبل حضرتؒ نے بہت ہی لجاجت، خوشامد، منت وسماجت سے ایک مجلس میں یہ درخواست پیش کی کہ:

"مجھے پاکستان میں روکا نہ جائے اور میری رائے پور واپسی میں رکاوٹ نہ ڈالی جائے، کہ میری تمنا اپنے حضرتؒ کے قدموں میں دفن ہونے کی ہے اس وجہ سے جانے کو دل نہیں چاہتا، مگر تم دوستوں کے اصرار پر جارہا ہوں" (665)

میرے حضرتؒ شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ نے یوں فرمایا تھا کہ:

"زندگی بھر تو ساتھ ہی رہے، تمنا یہ ہے کہ مرنے کے بعد بھی ساتھ ہی رہیں" (666)

مولانا سید ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں کہ

حضرت نے اپنے جانشین حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب گمتھلوی رائے پوریؒ سے فرمایا کہ:

"تم ہمارے (رائے پور واپس) لانے کے ذمہ دار ہو"

انہوں نے عرض کیا کہ

"حضرت! مولوی عبدالجلیل صاحب سے فرمادیں کہ وہ اس میں مانع نہ آئیں"

حضرتؒ نے ان سے بھی فرمایا اور انہوں نے اس کا وعدہ کیا۔(667)

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کو رائے پور واپسی اور وفات کے بعد حضرت عالی رائے پوریؒ کے قدموں میں دفن ہونے کی خواہش اور تمنا شدید تھی کہ بقول حضرت شیخ الحدیث صاحب:

"بہر حال آخری دفعہ رائے پور پاکستان روانگی سے دو دن پہلے اپنی تمنا اور خواہش ظاہر کی اور خاص طور سے (اپنے بھتیجے) عبدالجلیل کو مخاطب بنا کر وعدہ لیا کہ وہ رائے پور واپس لانے میں مانع نہیں بنے گا اور اپنے جانشین حضرت حافظ عبدالعزیز صاحب واپس لانے کے ذمہ دار بنائے گئے اور صوفی عبدالحمید صاحب بھیجنے کے ذمہ دار اور کئی مرتبہ قول وقرار ہوئے"(668)

حضرت رائے پوری ثانیؒ کی آخری مرتبہ پاکستان آمد

30 اپریل 1962ء بمطابق 24 ذیقعدہ 1381ھ کو آپؒ رائے پور سے پاکستان تشریف لائے، لاہور پہنچنے کے بعد تقریباً دو ماہ آپ کی طبیعت اور صحت ٹھیک رہی، لیکن اس کے بعد علالت اور مرض کی شدت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اس دوران بھی آپ پر رائے پور جانے اور وہاں دفن ہونے کی خواہش کا غلبہ رہا۔ چنانچہ صوفی عبدالحمید صاحب سے حضرت ثانیؒ نے فرمایا:

---

665۔ کاندھلوی، محمد زکریا، مولانا، آپ بیتی، ص324، طبع کراچی

666۔ ایضاً

667۔ ندوی، ابوالحسن علی، انصاری، سوانح حضرت عبدالقادر رائپوریؒ، ص210،

668۔ کاندھلوی، محمد زکریا، مولانا، آپ بیتی، ص323۔



toobaafoundation.com

"میرے نزدیک تو اس کی کوئی اہمیت نہیں کہ یہاں مر جاؤں یا وہاں مر جاؤں، لیکن حضرت عالیؒ کا ارشاد تھا کہ مولوی صاحب! زندگی میں اکٹھے رہے، دل چاہتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی اکٹھے رہیں، اس لیے رائے پور کا تقاضا ہے" (669)

## مرض کی ابتداء

شوال المکرم 1374ھ جون 1955ء جب آپؒ شاہ زاہد حسن مرحوم کے صاحبزادے شاہ محمد مسعود صاحب کی کوٹھی، واقع منصوری لاہور میں قیام فرماتے تھے تو 16 شوال مطابق 8 جون یوم چہار شنبہ کو اچانک دل کا پہلا دورہ پڑا۔ 1958ء سے تو نقل و حرکت حتیٰ کہ ہاتھ پاؤں کو جنبش دینا بھی مشکل ہو چکا تھا۔ لیکن اس سب کے باوجود دل نہ صرف بیدار بلکہ قوی، دماغ نہ صرف محفوظ بلکہ حاضر، چہرہ دمکتا ہوا، تکیوں کے سہارے بیٹھے ہوئے، کوئی دیکھتا تو سمجھتا کہ ایک شیخ وقت مسندِ ارشاد پر متمکن و جلوہ افروز ہے۔ (670)

ادھر اس شدید معذوری اور غایت ضعف کی حالت میں مولانا شاہ عبد القادر صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے ایسے مخلص، جانثار، مزاج شناس، عقیدت منداور ہر وقت کے حاضر باش خادم میسر فرمائے تھے کہ بڑے بڑے رؤسا و امراء کو نصیب نہیں ہو سکتے۔ ان خدام میں مولانا عبد المنان صاحب پنجابی، حاجی الطاف صاحب، صوفی برکت علی صاحب، حافظ عبد الرشید صاحب، قاری محمد بشیر صاحب اور حضرتؒ کے بھتیجے مولانا عبد الجلیل و بھانجے مولانا عبد الوحید صاحبان خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حضرتؒ کی تمام ضروریات وضو و استنجا، کھانا اور دوائی کھلانا، نہلانا و کپڑے پہنانا، لٹانا اور بٹھانا وغیرہ تمام کام انتہائی خلوص و محبت سے انجام دیتے تھے۔ (671)

ان خدام نے بہتر طبّی تدابیر اور مشورے اختیار کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا، ہر طرح کی جانچ اور کثیر تعداد میں نہایت قیمتی انجکشن لگتے رہے۔ مرض کی تشخیص کے لیے ایک طبّی بورڈ بھی بٹھایا گیا، جس میں لاہور شہر کے تقریباً تمام ممتاز و نامور ڈاکٹر جمع ہوئے، لیکن غشی و بیہوشی کو دور کرنے میں ان کی کوششیں کامیاب نہ ہوئیں اور وہ حالت بدستور قائم رہی۔ (672)

## آخری دن

15 اگست شب میں حکیم عبد الرحیم اشرف حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نبض دیکھی، ان کا بیان۔

"نبض میں غیاب تھا اور وقفہ وقفہ کے بعد وہ حرکت کرتی تھی"

حکیم صاحب اپنے فن اور وسیع تجربہ کی بناء پر سمجھ گئے کہ خطرہ قریب ہے اور عام اصول کے مطابق وقت مدعو میں زیادہ تاخیر نہیں ہے لیکن حکیم صاحب نے اس کا اظہار نہیں کیا۔ (673)

ماسٹر محمود الحسن صاحب کاندھلویؒ نے فرمایا کہ

"آج پاؤں پر ورم اور نیلاہٹ ہے اور یہ اچھی علامت نہیں"

---

669۔ آزاد، عبد الخالق، مفتی، مشائخ رائے پور، ص 94۔

670۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر زندگی حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائپوریؒ، ص 184۔

671۔ ایضاً، ص 185۔

672۔ ایضاً، ص 190۔

673۔ ندوی ابو الحسن، انصاری، سوانح حضرت عبد القادر رائپوریؒ، ص 224،



toobaafoundation.com

15 اگست کو یعنی ایک ہی روز پہلے صاحب خانہ حاجی متین احمد نے ساڑھے سات بجے شام کو حضرت شیخ کو جو تار دیا اس کا مضمون یہ تھا کہ حالت بہتر ہو رہی ہے۔(674)

## وفات کا سانحہ

14 یا 15 ربیع الاول 1382ھ بمطابق 16 اگست 1962ء یوم پنج شنبہ کو دن کے ساڑھے گیارہ بجے رشد و ہدایت کا یہ آفتاب غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون o

قیام گاہ پر ایک سناٹا چھا گیا، معلوم ہوا کہ بجلی گری اور ایک غیر متوقع واقعہ پیش آیا، بجلی کی طرح شہر میں خبر پھیل گئی، شہر کے کونے کونے سے لوگ آخری زیارت کیلئے ٹوٹ پڑے، ریڈیو پاکستان نے لاہور سے اس روح فرسا واقعہ کا اعلان کر دیا، ایسا محسوس ہوتا کہ میٹھی نیند سو رہے ہیں جیسے رات بھر کا جاگا ہوا اور تھکا ہوا مسافر منزلِ مقصود پر پہنچ کر آرام کر رہا ہو۔(675)

حضرت نے نصف صدی سے زائد مدت مسلسل مجاہدہ، مسلسل خدمت، مسلسل دعوت و اصلاح اور مسلسل بیداری روح و قلب میں گزار کر اپنے خالق حقیقی کے دربار میں حاضر ہو کر سکون اور اطمینان پا لیا۔(676)

## اولاد

حضرتؒ کی ایک بیٹی تھی جو کہ نہایت کم سنی میں ہی وفات پا گئی۔ اس کی وفات کے کچھ عرصہ بعد آپؒ کی زوجہ محترمہ بھی انتقال فرما گئیں۔ حضرتؒ فرماتے ہیں کہ عورت کے ساتھ ان کی کوئی ہم آہنگی نہیں تھی وہ تو اپنی ہمشیرہ کو بھی صرف اس کی آواز سے ہی پہچانتے تھے اور انہوں نے اسے کبھی نہیں دیکھا کہ دیکھنے میں کیسی ہیں۔ بیوی کی وفات کے بعد دوبارہ پھر کبھی حضرتؒ نے شادی نہیں کی۔(677)

## نماز جنازہ

شام کو تقریباً ساڑھے پانچ بجے کوٹھی کے کشادہ میدان میں آپؒ کے خادم خاص مولانا عبدالمنان صاحب پنجابی نے نماز جنازہ پڑھائی اور پھر ایمبولینس کار کے ذریعے نعش مبارک لائل پور کے لئے روانہ ہوئی، لائل پور میں مولانا حبیب الرحمن صاحب لدھیانوی کے فرزند مولانا انیس الرحمن صاحب نے تقریباً نو بجے رات کو دوسری نماز جنازہ پڑھائی اور پھر جنازہ یہاں سے سرگودھا کو روانہ ہوا، خصوصی خدام و اقرباء اور دیگر احباب لاریوں پر سوار تھے۔(678)

چاندنی رات میں یہ پورا قافلہ اسی سکینت اور اطمینان کے ساتھ جو زندگی بھر سائے کی طرح حضرتؒ کے ساتھ رہا سرگودھا پہنچا، وہاں پر رات کو گیارہ بجے آپ کے جانشین مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رائپوریؒ نے تیسری نماز جنازہ پڑھائی۔ جس میں ہزاروں

---

674۔ ایضاً، ص 225۔

675۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، ص 191۔

676۔ انصاری، محمد حسین، حیات طیبہ، ص 161۔

677۔ Shah Abdul Qadir Rai Puri: Retrieved 12 Nov, 2013, from. http://www.shoaibsam.blogspot.com/

678۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر زندگی شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، ص 191۔



toobaafoundation.com

آدمیوں نے شرکت کی، سرگودھا ہی میں مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم کے فرزند مولوی سید عطاء المنعم اپنی والدہ محترمہ اور بھائیوں کے ساتھ حاضر ہو کر آخری زیارت سے مشرف ہوئے، اور اب جنازہ یہاں سے اپنی آخری منزل ڈھڈیاں کے لئے روانہ ہوا اور سحری کے وقت ڈھڈیاں پہنچا، گاؤں سے باہر کھلے میدان میں حضرتؒ کے امام صلوۃ سید مسعود علی آزاد نے چوتھی اور آخری نماز جنازہ پڑھائی، علاقے کے غریب لوگ محبت وعقیدت اور غم وحسرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ کثیر تعداد میں شریک جنازہ ہوئے۔ (679)

## جانشین حضرت رائے پوری کی رائے پور میں تدفین کی کوشش

چنانچہ حضرت اقدس کی خواہش اور تمنا کے مطابق آپ کے جانشین حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز رائے پوری قدس سرہ نے بڑی کوشش فرمائی کہ آپ کا تابوت رائے پور لایا جائے اور حضرت عالی رائے پوری کے پہلو میں دفن ہوں۔ لیکن آپ کی کوشش کے بر خلاف جنازہ تیار ہونے کے بعد حضرت اقدس رائے پوری کے بھتیجے مولوی عبدالجلیل اور بھانجے مولوی عبدالوحید نے آپ کو رائے پور کی بجائے ''ڈھڈیاں'' لے جانے کا فیصلہ کیا۔ راؤ عطاء الرحمن خاں رائے پوری خادم حضرت رائے پوری ثانی جو اس وقت لاہور میں موجود تھے اور رائے پور لے جانے کیلئے کوشاں تھے۔ (680)

ان کا بیان ہے کہ:

> ''مولوی عبدالجلیل کے والد حافظ محمد خلیل صاحب اور حضرت اقدس قدس سرہ کے حقیقی بھائی (جو شرعی طور پر آپ کے ولی بھی تھے) نے فرمایا: ''جنھاں دی امانت اے، اونہاں نو دے دیئے، او۔ رائے پور لے جان'' (یعنی جن کی امانت ہے انہیں دے دو تاکہ وہ رائے پور لے جا کر تدفین کر دیں)'' (681)

اس پر مولوی عبدالجلیل نے انہیں ڈانٹ کر چپ کرا دیا، اور تابوت لے کر ڈھڈیاں کے لئے روانہ ہو گئے اور ڈھڈیاں لے جا کر ایک چبوترے پر آپ کا تابوت رکھا اور اوپر اینٹوں کا کمرہ بنا کر اسے بند کر دیا گیا۔ اور پھر کافی عرصہ بعد کمرے کے چاروں طرف مٹی ڈال کر مسجد کے صحن کے برابر کر دیا۔ (682)

ڈھڈیاں میں مسجد سے متصل جانب شمال اس صحن میں قبر تیار کی گئی جہاں حضرتؒ کی مجلس ہوا کرتی تھی اس جگہ دریا کے قریب ہونے کی وجہ سے ذرا کھودنے سے پانی آجاتا تھا اس لیے بعض اہل علم کے مشورہ سے جو وہاں موجود تھے طے ہوا کہ نعش کو اسی تابوت میں رکھا جائے جو لاہور سے ساتھ آیا تھا تاکہ پانی جلد نہ پہنچ سکے اور پھر بلند کر کے اوپر قبر کا نشان بنا دیا جائے، چنانچہ اسی پر عمل ہوا اور عین صبح صادق کے وقت تدفین سے فراغت ہوئی اور فوراً صبح کی اذان ہو گئی۔ (683)

---

679۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر زندگی شاہ عبدالقادر رائپوری، ص192۔

680۔ آزاد، عبدالخالق، مفتی، مشائخ رائپور، ص95،

681۔ ایضاً،

682۔ ایضاً

683۔ ندوی، ابوالحسن علی، سید، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، ص230،



toobaafoundation.com

## تدفین پر علماء اور مفتیان کے فتاویٰ

آپؒ کی تدفین کو ہندوستان و پاکستان کے علمائے کرام اور مفتیان عظام نے غیر شرعی تدفین قرار دیا۔ ہندوستان میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ نے شرعی طور پر قابل گرفت قرار دیا اور حضرتؒ کی دوبارہ تدفین شرعی کا حکم بیان کیا۔(684)

اسی طرح پاکستان میں مشہور دینی راہنما مولانا مفتی محمودؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور پاکستان کے مشہور دینی ادارہ ''جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی'' کے مہتمم اور بانی حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ، جامعہ کے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ، مشہور مفتیان حضرت مفتی عبدالسلام چاٹگامی، مفتی احمد الرحمانؒ، معروف اساتذہ کرام حضرت مولانا محمد ادریس میر ٹھی (سابق صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان)، حضرت مولانا سید مصباح اللہ شاہ صاحب (استاذالحدیث) حضرت مولانا محمد بدیع الزمانؒ (استاذالحدیث) اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے تیسرے مہتمم اور مولانا بنوریؒ کے داماد ڈاکٹر مولانا محمد حبیب اللہ مختارؒ وغیرہ حضرات نے مفصل فتاویٰ جاری فرمائے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی تدفین شرعی طور پر نہیں ہوئی اس کی از سر نو تدفین کرنا ضروری ہے۔(685)

## حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ کا صحیح موقف

حضرت ثالثؒ نے اپنی حیات مبارکہ میں اس بات کی بڑی کوشش فرمائی کہ حضرت ثانیؒ کی تدفین شرعی طور پر دوبارہ کی جائے اور جب تدفین کے لیے تابوت نکالا جائے، تو اس کو بجائے کسی اور جگہ دفن کرنے کے حضرت رائے پوری ثانیؒ کی تمنا کے مطابق آپ کا تابوت رائے پور لایا جائے اور حضرت اقدس عالی رائے پوریؒ کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ آپ کے ساتھ اس کوشش میں حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب بہاولنگریؒ، حضرت الحاج محمد یوسف خان صاحب نورارتھ والےؒ اور راؤ عبدالرؤف خانؒ خاص طور پر شریک رہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کی کوشش کو قبول فرمائے۔ آمین!(686)

چونکہ مشیت ایزدی کو ولی اللہی فکر کے حوالے سے اس خطے کو یہ اعزاز بخشنا مقصود تھا کہ وہ نئے دور کے نئے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو کر مسلمانوں کی دینی وفکری رہنمائی کرے، اس لیے حضرت کے وجودِ بابرکت کے فیوضات سے اس خطے کو نوازا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اگرچہ مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری نے رائے پور خانقاہ کو احسن طریقے پر چلایا مگر اپنے شیخ کی اس خطے میں موجودگی نے انہیں خطے سے جدا نہ ہونے دیا اور انہوں نے اس خطے کی علمی، فکری اور سیاسی تشکیل میں بھرپور دینی کردار ادا کیا۔(687)

---

684۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی کی اپنی تحریر جو انہوں نے حضرت رائپوری ثالثؒ کو لکھ کر دی۔

685۔ آزاد، عبدالخالق، مفتی، مشائخ رائے پور، ص97۔

686۔ ایضاً، ص98۔

687۔ مقالہ، ایم۔ فل (2011-2013)، ولی اللہی فکر کے فروغ میں مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری کا حصہ، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔



toobaafoundation.com

## اخلاق و محاسن

مسلمانوں کے مختلف مکاتبِ فکر اور مختلف اذواق وطبائع کے لوگوں کا اور دینی سیاسی، قومی رہنماؤں اور اہل علم، اہل قلم، اہل فضل کا حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کو اپنا مرشد و مربی اور اپنا ہادی و رہبر بنانا اس وجہ سے تھا کہ حضرتؒ کے اندر چند ایسی امتیازی خصوصیات تھیں جن کا دوسری جگہ ملنا محال تھا۔(688)

اللہ کے راستے میں اپنی ہستی کو فنا کرنے، اخلاص کے ساتھ ایک عرصے تک اللہ کا نام لینے نیز ایک مخلص اور سچے بندے کے ساتھ وابستہ رہنے اور اس کی اطاعت و خدمت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپؒ کے اندر چند ایسی امتیازی اور نمایاں خصوصیات ودیعت فرمائی تھیں (689) جن کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، حضرتؒ کی سوانح حیات میں لکھتے ہیں:

> ''حضرت نے اس دور انحطاط و مادیت میں مشائخ متقدمین اور گذشتہ عہد کے اصحاب یقین کے زہد و توکل کی یاد تازہ کر دی۔ آپ کو دیکھ کر اور آپ کی صحبت میں کچھ روز رہ کر ان بزرگان متقدمین کے ان واقعات کی تصدیق ہو جاتی ہیں جو اس زمانہ کے ناآشنا اور ظاہر بین اشخاص کو مبالغہ آمیز اور مشکوک معلوم ہوتے ہیں''۔(690)

یہاں آپؒ کے اخلاص و محاسن کا مختصر اً تذکرہ کیا جاتا ہے۔

### ا۔ اپنے شیخ سے تعلق

شریف الفطرت اور کریم النفس انسان جس سے کوئی نعمت پاتا ہے ساری عمر اس کا احسان مانتا ہے حضرتؒ بھی اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کی محبت و عقیدت سے لبریز تھے کیونکہ آپ ایک عرصے تک آپ ان کی خدمت میں رہ چکے تھے اور آپ کو خصوصی قرب حاصل رہا تھا اور شب و روز جلوت و خلوت میں آپ کی زندگی کا بنظر غائر مطالعہ کیا تھا، آپ حضرتؒ کے کمالات آپؒ پر منکشف ہوئے تھے یہ آپؒ کا ایک دائمی حال اور ذوق بن گیا تھا۔ آپؒ کو حضرت کے اخلاق وللٰہیت، حضرت کی بے نفسی و فنائیت، حضرت کے اجتہاد و بصیرت پر پورا اعتماد و اعتقاد تھا۔ آپؒ حضرتؒ کو صدیقین کے مرتبہ پر فائز سمجھتے تھے۔(691)

حقیقت ہے کہ آپ کا اپنے شیخ سے عشق کا تعلق تھا، حتیٰ کہ شیخ سے نسبت رکھنے والی چیزوں سے بہت محبت فرماتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ:

''ہمیں تو رائے پور کا کتا بھی پیارا ہے'' (692)

بڑے حضرتؒ کا کوئی دور کا رشتہ دار بھی آتا تو اس سے اس طرح ملتے کہ گویا اپنے کسی قریبی عزیز سے مل رہے ہیں، اپنے قریبی عزیز رشتہ داروں کو ہمیشہ ان کے مقابلے میں پیچھے رکھتے۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ

---

688۔ للّٰہی، محمد حسین، انصاری، ڈاکٹر، حیات طیبہ، ص 93، القادر ناشران کتب اسلامی، لاہور۔

689۔ قاسمی، سلیمان محمد، مفتی، مختصر حالات زندگی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 96، ادارۃ المعارف، کراچی۔

690۔ للّٰہی، محمد حسین، انصاری، ڈاکٹر، حیات طیبہ، ص 96۔

691۔ للّٰہی، محمد حسین، انصاری، ڈاکٹر، حیات طیبہ، ص 111، القادر ناشران کتب اسلامی لاہور۔

692۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالاتِ زندگی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 119۔



toobaafoundation.com

"میرے اور شیخ کے تعلق کو کیا پوچھتے ہو؟ جو بات حضرتؒ کے قلب (دل) میں آتی، وہی بات میرے دل میں آ جاتی اور جو بات میرے دل میں آتی وہی حضرتؒ کے قلب میں آجاتی" (693)

کیونکہ ذکر کے علاوہ حضرت کی خدمت میں مشغولیت رہتی تھی، ایک مرتبہ فرمایا کہ:

"حضرت کو لٹا کر بدن دباتا تو دیر کے بعد حضرت فرمادیتے کہ جاؤ مولوی صاحب آرام کرو، میں کواڑ بند کر کے اپنی جگہ آ جاتا پھر خیال آتا کہ کوئی مکھی منھ پر بیٹھ کر نہ ستاتی ہو، پھر دبے پاؤں آکر دیکھتا اسی طرح آتا جاتا رہتا یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو جاتا" (694)

فرمایا کہ

"کبھی حضرتؒ کی خدمت میں بے وضو حاضر نہیں ہوا اور ہر وقت باوضو رہتا تھا۔ حضرتؒ اکثر شفقت اور محبت کا برتاؤ فرماتے، میں کبھی ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا کہ میں تو اپنی اصلاح کے لیے آیا ہوں اور حضرتؒ کی شفقتیں ایسی ہیں کہ جن سے شبہ ہوتا ہے کہیں میں نااہل نہ سمجھا جا رہا ہوں۔ اور مجھے ناکارہ سمجھ کر یہ شفقتیں ہو رہی ہوں اس پر حضرتؒ جواب میں فرماتے نہیں مولوی صاحب میں تمہاری طرف سے بے خبر نہیں ہوں، اکثر یہ بھی ہوتا تھا کہ بلا کسی قصور کے ڈانٹ دیا کرتے، پھر دیکھتے کہ مجھ پر اس ڈانٹ کا کوئی اثر تو نہیں ہوا، مگر الحمد اللہ کہ مجھ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا" (695)

دراصل مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ شیخ کامل کی محبت ہی وہ قیمتی سرمایہ ہے جو انسان کو ایسے مراتب تک پہنچا دیتا ہے جہاں پر ہزار اشغال و اوراد سے نہیں پہنچ سکتا۔ شیخ کامل کا انتخاب کرنا چاہیے جو سنت رسول اور اتباع نبویؐ سے سر مو تفاوت نہ کرتا ہو، پھر جتنا اس کی محبت میں فنا ہو گا اتنا ہی عرفان و عشق حاصل ہو گا اور منزل مقصود تک بہت جلد رسائی ہو گی۔ (696)

## ۲۔ محبت و شفقت

حضرت کی زندگی اور اپنے خدام و متعلقین کے ساتھ تعلق میں جو ادا سب سے نمایاں اور روشن تھی وہ حضرت کی غیر معمولی محبت و شفقت تھی جس کو بعض خدام شفقت مادری سے تعبیر کرتے تھے۔ حضرت کی یہ ادا اور مزاج اتنا نمایاں اور آپ کی زندگی اور اخلاق و معاملات پر اتنا غالب اور حاوی تھا کہ کوئی خادم بھی جس سے حضرت کو کچھ بھی تعلق ہو، اس کی لذت و حلاوت سے ناآشنا نہیں رہ سکتا تھا اور بلا تصنع کہتا تھا کہ حضرت کی شفقت نے ماں باپ کی شفقت کو یاد دلایا تھا (697)

شاہ صاحبؒ کی اس شفقت اور محبت میں اتنا عموم تھا کہ آپؒ کے ملنے والوں میں ہر شخص یہ جانتا اور سمجھتا تھا حضرتؒ کو سب سے زیادہ محبت مجھ ہی سے ہے۔

---

693۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالاتِ زندگی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص119۔

694۔ ندوی، ابوالحسن علی، سید سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص68۔

695۔ ایضاً

696۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، ص119۔

697۔ للّٰہی، محمد حسین، انصاری، حیات طیبہ، ص113۔



toobaafoundation.com

عنایت اور توجہ سے نہ ہوتی تھی تمیز ان کو

ہر اک یہ جانتا میں ہی زیادہ ہوں عزیز ان کو

آپؒ کے اندر کوئی ایسی بجلی کی سی کشش اور محبت تھی کہ جتنا بھی کوئی مصیبت زدہ اور فکر مند حاضر ہوتا تو حضرتؒ کو دیکھ کر اپنی تمام پریشانیاں اور الجھنیں بھول جاتا۔ قصبہ بہٹ سے جو لوگ رائے پور پیدل چل کر حاضر ہوتے اور وطن میں رہتے ہوئے قصبہ جھاوریاں سے جو لوگ ڈھڈیاں پاپیادہ جاتے ان میں بوڑھے بھی ہوتے جو بے چارے تھک کر بالکل چور ہو جاتے، بس حضرتؒ کو دیکھتے ہی تمام تھکان دور ہو جاتی اور ایک سکون اور اطمینان کی چادر ان پر تن جاتی (698)

مولانا محمد انوری لائلپوری بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رائے پور حاضر تھا کہ لرزے سے بخار آنے لگا میں حاجی ظفر الدین صاحب کو پیسے دے کر دوا منگا لیتا تھا اور حضرت اقدس سے مخفی رکھتا تھا۔ ایک دن میرے حجرہ میں جو حضرت کے حجرہ مبارک سے متصل تھا تشریف لائے فرمایا میرے پاس عرق رکھا ہے وہ تجھے دے جاتا ہوں، اسے پیا کر انشاء اللہ صحت ہو جائے گی اور مولوی عبدالعزیز صاحب کے پاس دوائیوں کا سٹاک رہتا ہے۔ وہ لے لیا کر وہ ذاکرین کے لئے ہی ہے پھر تمام ادویہ کے نام فرمائے کہ یہ دوائیں سب موجود رہتی ہیں آپ بازار سے نہ منگوایا کرو۔

مولانا محمد انوری لائلپوری کہتے ہیں کہ میں نے جی میں عہد کیا کہ خانقاہ کے احاطہ میں یا احاطہ کے محاذ میں استنجا کرنا خلافِ ادب ہے، دور جانا چاہیے، اسی پر عمل کرتا رہا۔ بخار ہوا تو حضرت نے بڑے زور سے منع فرمادیا کہ جب آپ معذور ہیں تو اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں۔

ایک اور جگہ کہتے ہیں کہ جب سفر میں حضرت اقدس کے ساتھ ریل گاڑی میں ہوتا تو بھائی الطاف الرحمن کو فرماتے کہ مولانا کا وضو کرادو، میں نہایت شرمندہ ہوتا، فرماتے نہیں یہ وضو کرائے گا۔ اب الطافِ کریمانہ اور شفقتیں آتی ہیں تو خون رلاتی ہیں، ایسا شفیق مربی۔ کئی بار میں نے عرض کیا کہ جتنے ہم نالائق ہیں، اتنے ہی حضرت ہم پر مہربان ہیں، فرماتے توبہ توبہ۔(699)

## ۳۔ نومسلموں سے خصوصی تعلق

اسلام کے نئے مہمانوں کے ساتھ اس شفقت اور محبت میں اور بھی اضافہ اور کشش ہوتی تھی، ان کی دلجوئی، ان کے آرام اور صحت کا خیال، ان کی ضروریات کا انتظام، ان کی اولاد پر شفقت، ان کی تعلیم و تربیت اور معاش کی فکر، ان کی شادیوں کا اہتمام، غرض محبت کرنے والا باپ اور سرپرست جو برتاؤ اپنی محبوب اولاد اور افرادِ خاندان کے ساتھ کرتا ہے وہی برتاؤ حضرتؒ ان سعید روحوں کے ساتھ فرماتے تھے جنھوں نے آغوش اسلام میں پناہ لے کر اپنے آپ کو جہنم کے دائمی عذاب سے نجات دلائی (700)

---

698۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، ص85-86۔

699۔ للّٰہی، محمد حسین، انصاری، حیات طیبہ، ص389۔

700۔ ایضاً، ص85۔



toobaafoundation.com

حضرتؒ کی اس شفقت کو دیکھ کر زمانہ سابق کے شیوخ کاملین کی شفقت کے واقعات یاد آجاتے تھے جو مخلوق خدا کو ''الخلق عیال اللہ'' سمجھ کر اس پر شفقت فرماتے تھے اور اندازہ ہوتا تھا کہ جب ان حضرات کی شفقت کا یہ حال ہے تو انبیاء علیہم السلام اور سید الانبیاءؐ کی رافت و شفقت کا اپنی امت پر کیا حال ہوگا (701)

محمد اختر صاحب نو مسلم جو کافی عرصہ حضرتؒ کی تربیت میں رہے، فرماتے ہیں کہ :

''حضرت نے مجھے اپنے والدین بھلا دیئے تھے ایک مرتبہ میں باورچی خانے میں خاموش بیٹھا تھا، والدہ یاد آ گئیں، حضرتؒ اسی وقت تشریف لائے، میری کمر پر ہاتھ رکھ کر فرمانے لگے: فکر کیوں کرتا ہے؟ میں تیری ماں اور باپ ہوں، تو میرا بیٹا ہے، جب تک زندہ رہوں گا۔ انشاء اللہ اپنی زندگی کے ساتھ نبھاؤں گا۔ چنانچہ ایسا نبھایا کہ کوئی دنیا کا امیر نبھا کے کیا جائے گا'' (702)

## ۴۔ کسر نفسی اور خوش طبعی

ایک صاحب مسمی اللہ داد، جھجر والی کے رہنے والے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا واقعہ بیان کیا کہ

''فساد کے دنوں میں میں ڈر کے مارے اپنے شہر سے بھاگتا ہوا آپؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کی غرض سے آ رہا تھا کہ راستہ میں سکھ ڈاکوؤں نے مجھے پکڑ لیا اور مجھے جان سے مارنے کی دھمکیاں دینے لگے، میں نے حضرتؒ کا نام نامی پیش کیا کہ میں ان کی خدمت میں جا رہا ہوں اس پر انہوں نے مجھے چھوڑ دیا'' حضرتؒ نے یہ سن کر مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ''کیا میں ڈاکوؤں کا سرغنہ ہوں یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ان سے نجات دی'' (703)

اس حوالے سے آپؒ مزید فرماتے ہیں کہ

''میرے کیا حالات ہیں کچھ بھی نہیں ایک غریب کسان کا بیٹا ہوں اور بدصورت تھا حالانکہ ہمارے علاقہ میں نوجوان خوبصورت ہوتے ہیں اور میں بدصورت تھا اور سب لوگ میری صورت پر ہنسا کرتے تھے مولوی عبدالرحمن صاحب کے والد جو میرے عزیز بھی ہیں وہ گنجے تھے لوگ ہم کو مذاق کیا کرتے تھے اس لیے جہاں چار آدمی کھڑے ہوتے ہم وہاں سے کترا کر نکلا کرتے تھے'' (704)

## ۵۔ استغناء اور جود و سخا

حضرتؒ کی ایک اور امتیازی خصوصیت جو آپؒ کو دیگر ہم عصر مشائخ اور اہل خانقاہ سے ممتاز کرتی ہے وہ حبِ مال کا نہ ہونا ہے۔ آپؒ نے عمر بھر نہ کبھی مال جمع کیا اور نہ مکانات و کوٹھیاں بنوائیں، رائے پور میں ایک خس پوش خانقاہ کے اندر پوری عمر گزار دی، اپنے آبائی وطن ڈھڈیاں تشریف لے جاتے تو مسجد کے کچے حجرے میں قیام فرماتے، جو کچھ آتا مدارس میں بھیج دیا جاتا، یا مہمانوں کے لیے مطبخ میں خرچ ہو جاتا، جہاں ایک ایک وقت سو سو، دو دو سو بعض مرتبہ کئی سو مہمانوں کا کھانا پکتا تھا، اس کے علاوہ خدمت میں آنے والے حضرات خصوصاً علماء کو کرایہ کے نام سے عطا کر دیا جاتا، کبھی ان کی آمد پر بڑی شفقت سے فرماتے۔

---

701۔ للّٰہی، محمد حسین، انصاری، حیات طیبہ، ص 113۔

702۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی مختصر حالات زندگی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، ص 85۔

703۔ للّٰہی، محمد حسین، انصاری، حیات طیبہ، 461۔

704۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرۃ رائپوریؒ، ص 132، مکتبہ سید احمد شہید، لاہور۔



toobaafoundation.com

''میں تو بہت دنوں سے تمہارا انتظار کر رہا تھا اور تمہارے لیے رقم رکھے ہوئے تھا'' (705)

بعض اہل علم کو ایک ایک ہزار کی رقم بھی عنایت فرمائی، سو سو، دو دو سو کی رقم عطا کرنے کا تو عام دستور تھا۔

حاجی فضل الرحمن خان صاحب کا بیان ہے کہ

''صرف میرے ہاتھوں سے کئی لاکھ روپے حضرتؒ نے دوسروں کو دلوائے'' (706)

حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب دھرم کوٹی نے بیان فرمایا کہ

''ایک دفعہ حضرتؒ لاہور میں صوفی عبدالمجید خان (سابق وزیر خوراک پاکستان) کی کوٹھی پر قیام فرماتھے۔۔۔ایک نو وارد آئے، حضرت سے ملے اور نذرانہ پیش کر کے رخصت ہو گئے۔۔۔فرمایا یہاں آؤ، دیکھو یہ کیا ہے انہوں نے دیکھ کر بتلایا کہ حضرت مبلغ سات سو پینتیس (735) روپے ہیں فرمایا اچھا ان کو جیب میں ڈال لو، انہوں نے عرض کیا حضرت مجھے ضرورت نہیں ہے مجھ پر اللہ کا فضل ہے اور میں اس کے لیے حاضر بھی نہیں ہوا، فرمایا اجی بس جیب میں ڈال لو کہیں کام آجائیں گے غالباً یہ خود مولانا کا اپنا واقعہ ہے'' (707)

## ۶۔ ذکاوت وفراست

حکمت وفراست میں حضرتؒ کا مقام ومرتبہ بہت بلند تھا ایک حدیث مبارکہ ہے کہ

اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ (جامع ترمذی)

''مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے'' (708)

پاکستان ہجرت کر جانے کی لہر اگرچہ پورے ہندوستان میں پھیلی ہوئی تھی لیکن سب سے زیادہ سہارنپور کے سرحدی ضلع کا مسئلہ تھا، درحقیقت یہی ضلع ہندوستان میں مسلمانوں کے لیے فیصلہ کن بنا ہوا تھا۔

اگر ضلع سہارنپور اُکھڑتا اور یہاں سے مسلمانوں کا انخلاء شروع ہو جاتا تو پھر مظفر نگر، میرٹھ اور بجنور و مراد آباد کی باری تھی۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ کی فراست ایمانی اور دوررس نظر نے اس بات کو بھانپ لیا تھا کہ اس سیلاب کو روکنے کی کوشش نہ کی گئی تو پورا یو۔پی جو مسلمانوں کا تہذیبی اور تعلیمی مرکز ہے مشرقی پنجاب کی طرح ہو جائے گا اور ہندوستان خدانہ کرے دوسرا اسپین بن جائے گا (709)

مولانا سعید احمد صاحب ڈونگوی بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ ڈونگہ بونگہ تشریف لائے تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری اور مولانا مدنی کی اتنی فراست ہے کہ اب دنیا میں ان کے مقابلے کا یا ان کا ثانی نظر نہیں آتا۔ فرمایا کہ اگر کسی انگریز کو شیروانی اور پائجامہ پہنا کر اور پاؤں میں دیسی طرز کا جوتا پہنا کر اور داڑھی بڑھوا کر اور مونچھیں کترواکر فوٹو لیا جائے اور اس طرح ایک پکے غازی مسلمان کی داڑھی منڈوا کر کوٹ پتلون ہیٹ پہنا کر فوٹو لیا جائے اور یہ دونوں فوٹو ان

---

705۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، ص 101۔

706۔ ایضاً

707۔ للّٰہی، محمد حسین انصاری، حیاتِ طیبہ، ص 481۔

708۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی، ج 5، ص 149، دارالغرب الاسلامی، بیروت 1998ء

709۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالاتِ زندگی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، ص 165، ادارۃ المعارف، کراچی، 2009ء۔



toobaafoundation.com

حضرات کو دکھائے جائیں تو یہ فوراً اپنی فراست سے پہچان لیں گے۔اور یہ بتادیں گے اول الذکر فوٹو یہودی انگریز کا ہے اور موخر الذکر مسلمان غازی ہے(710)

## ۷۔ تعویذ نویسی سے اجتناب

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا قلب مبارک ماسوی اللہ سے بالکل فارغ تھا ہر وہ چیز جو کسی بھی درجہ شہرت اور حب جاہ یا حب مال کا ذریعہ بن سکتی تھی اس سے ہمیشہ مجتنب رہے حتیٰ کہ حضرت نے عمر بھر کبھی تعویذ نویسی نہیں کی۔ایک مرتبہ ایک مخلص خادم نے عرض کیا کہ حضرت نے کبھی تعویذ لکھا کیا اس کو حضرت جائز نہیں سمجھتے؟

حضرت نے فرمایا کہ یہ بات نہیں کہ میں اس کو جائز نہیں سمجھتا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ میں نے اپنی پوری عمر تجرد میں گذاری ہے اس لیے میں اس کام سے اجتناب کرتا رہا کہ جہاں بھی تعویذ نویسی ہوتی ہے وہاں عام طور پر عورتوں کی آمدرفت زیادہ ہوتی ہے اور مردوزن کا اختلاط بھی ہوتا ہے(711)

## ۸۔ خودداری وعزیمت

غالباً 1940ء کا واقعہ ہے کہ حضرت دیرہ دون میں حافظ ابراہیم صاحب کی کوٹھی پر رسپنہ ندی کے کنارے تشریف فرما تھے۔راج پور کھیڑی کے ایک نواب صاحب نے دعوت کی کہ حضرت مع مہمانوں کے میری دعوت کھائیں۔حضرت نے فرمایا کہ ہم تو یہیں دعوت کھائیں گے تم دعوت تیار کرا کے یہاں ہی بھیج دو، نواب صاحب نے قبول فرمایا۔موٹروں پر دعوت کا سامان رکھ کر دیرہ دون ہی بھجوادیا۔حضرت اقدس نے خوش ہو کر دعوت کھالی۔

مولانا محمد انوریؒ لائلپوریؒ کہتے ہیں کہ میرے دل میں یوں ہی وسوسہ سا گذرا کہ چلے جاتے تو اچھا تھا فوراً فرمایا یہ بڑے اونچے لوگ ہیں ہمیں خاطر میں کب لاتے ہیں یہ تو اپنے کتوں کو موٹر میں بٹھا کر علاج کروانے دیرہ دون بھیجتے ہیں اگر ہمیں کھانا موٹروں میں رکھ کر بھیج دیں گے تو کیا حرج ہے اس طرح کرنے سے میرا صرف یہ مطلب ہے کہ کچھ نیچے اتریں۔

چنانچہ دوسرے دن نواب صاحب مع بیگم صاحبہ خود تشریف لائے اور عذر ومعذرت کیا کہ ہمیں معاف فرمایا جائے ہمیں تو خود حاضر ہونا تھا میں بیمار ہوگیا۔خیر حضرت اقدس ملاطفت سے پیش آئے۔اگلی جمعرات کو پھر دعوت کے لیے راجپور کی کوٹھی پر بیگم صاحبہ نے خود عرض کیا اور بیعت بھی حضرت سے کرلی۔حضرت نے کچھ پڑھنے کو فرمایا۔بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ حضرت یہ تو نماز بھی نہیں پڑھتے صرف اس لیے عرض کیا ہے کہ شاید اس طرح اور نیچے اتر آئیں اور حضرت سے بیعت ہو جائیں حضرتؒ نے قبول فرمالیا پھر تو نواب صاحب خود کھانے میں شریک ہوئے اور بیعت بھی ہو گئے اور بڑے گرویدہ ہوئے حضرتؒ کو اخلاق عظیمہ سے اللہ تعالیٰ نے حصہ وافر عنایت فرمایا تھا کہ دوسرا تو اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا(712)

---

710۔ للّٰہی، محمد حسین، انصاری، حیاتِ طیبہ، ص512، القادر ناشران کتب اسلامی، لاہور۔

711۔ ایضاً، ص563۔

712۔ ایضاً، 357-358۔



toobaafoundation.com

## ۹۔ رِقت وشوق کا غلبہ

سید انور حسین زیدی ایک جگہ لکھتے ہیں کہ حضرتؒ پر رقت وشوق کا بہت غلبہ تھا، بزرگان دین کے واقعات بعض اوقات ان کا نام آنے، قرآن مجید سننے کسی شوقیہ وعشقیہ شعر کے پڑھے جانے، کسی خصوصی خادم کے ملنے پر بے اختیار گریہ غالب آجاتا،

''ایک رات تہجد کے وقت تقریباً دو بجے آپ بیدار ہوئے، چارپائی صحن سے برآمدہ میں لے جاتے تھے، قاری حسین شاہ صاحب بھی چارپائی کو اٹھائے ہوئے تھے، کسی نے ان کا ویسے ہی نام لیا، حضرت نے فرمایا یہ اس وقت کچھ سناتے نہیں؟ قاری صاحب نے پوری محبت واخلاص سے قرآن پاک کا ایک رکوع سنایا، حضرت پر رقت ہوئی تمام خانقاہ تلاوت کلام پاک سے گونج رہی تھی'' (713)

سید انور حسین زیدی مزید لکھتے ہیں:

''ایک دن عصر کے وقت قاری عطاء المہیمن شاہ ابن مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری سے ایک رکوع قرآن پاک کا سماعت فرمایا تو آپ پر کیفیت گریہ کی بہت ہوئی غالباً کچھ حضرت شاہ صاحب کی یاد بھی آئی جس سے کیفیت میں اضافہ ہوا'' (714)

اسی طرح مولوی عبدالمنان صاحب دہلوی نے ایک روز جب یہ شعر پڑھا:

اللہ اللہ ہے تو گویا جان ہے
ورنہ یارو جان بھی بے جان ہے

اس پر آپ کو بہت رقت ہوئی۔ ایک مرتبہ فرمائش کر کے بھی شعر سنا اور گریہ غالب ہوا(715)

## ۱۰۔ مساکین کی دلداری کرنا

ایک دفعہ رائے پور شریف میں حضرت کی خدمت میں دو آدمی حاضر ہوئے۔ ایک تو غریب مسکین آدمی تھے اور دوسرے نہایت امیر کبیر تھے، حضرتؒ نے خادم خاص الطاف الرحمن سے فرمایا کہ چائے بناؤ، انہوں نے پوچھا حضرت کس کے لئے؟ حضرت نے امیر آدمی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اجی یہ تو امیر آدمی ہیں، پی کر آئے ہوں گے۔ ان دوسرے صاحب کے لئے بنا دو۔(716)

## ۱۱۔ ریاکاری کی نفی

اس حوالے سے حضرتؒ فرماتے ہیں کہ

''ریاکار اگر نیک کام اور خالص عبادت مثلاً فرض نماز بھی پڑھے تو وہ شرک کا مرتکب ہوتا ہے اور کامل اگر کوئی مباح کام بھی اجتہادی غلطی سے کرتا ہے تو بوجہ نیک نیت کے اور غفلت نہ ہونے کی وجہ سے ایک ثواب ضرور ملے گا اور دوسری صورت میں دوگنا ثواب پاتا ہے''۔(717)

---

713۔ ندوی، ابوالحسن علی، سید، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، ص215، مجلس نشریات اسلام کراچی

714۔ ایضاً

715۔ ایضاً، ص216۔

716۔ للّٰہی، محمد حسین، انصاری، حیات طیبہ، ص540۔

717۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرۃ رائپوری، ص303۔



toobaafoundation.com

## ۱۲۔ حضرتؒ کی احتیاط

رائے پور شریف میں کسی دینی مدرسہ کے سفیر تشریف لائے جن کا کام لوگوں سے چندہ لینا تھا، حضرتؒ کے ہاں رواج یہ تھا کہ جو آدمی رخصت ہونا چاہتا تھا وہ حضرت سے مصافحہ کرتا اور باقی لوگوں سے السلام علیکم کہہ کر رخصت ہو جاتا اس سفیر نے خلافِ معمول سب لوگوں کے ساتھ مصافحہ کیا اور اس میں کافی دیر لگی، اس کے جانے کے بعد حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ سفیر ہیں ان کو لوگوں سے چندہ لینا پڑتا ہے اس لئے ان کو بہت اخلاق اور مروت سے پیش آنا پڑتا ہے۔ اس لئے اس نے سب سے مصافحہ کیا، میرے دل میں یہ بات کھٹکی کہ سفیر کے چلے جانے کے بعد حضرت نے یہ کیوں ارشاد فرمایا معاً حضرت نے اس کو آواز دی وہ واپس آیا تو حضرت نے فرمایا کہ تمہاری غیر حاضری میں ہم نے تمہارے متعلق یہ الفاظ کہے ہیں، اس نے کہا حضرت یہ تو کوئی بات نہیں، اس کے بعد وہ چلا گیا (718)

## ۱۳۔ عجز وانکسار

حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ عاجزی وانکساری کا اعلیٰ نمونہ تھے ایک بار ارشاد فرمایا کہ:

> ''جب تک مسکینی رہتی ہے تو ترقی ہوتی رہتی ہے جب یہ آیا کہ میں بھی کچھ ہوں، تو بس وہی رہ گیا، عجب کہ بجائے خدا کا شکر کرے اور انعام خداوندی سمجھے کہ اللہ فضل وکرم نہ فرماتا تو میں کہیں کا نہ رہتا نیز فرمایا کہ: اس راستے میں غصہ حائل ہو جاتا ہے اور ترقی رک جاتی ہے، جس قدر ہو سکے متحمل ہو، حلم اور بردباری اور مسکینی انشاءاللہ لے نکلتی ہے'' (719)

اپنے ایک خادم کو لکھا کہ:

> ''جب تک اپنے آپ کو سب سے کم اور حقیر اور اپنی تمام محنتوں کو غیر کامل سمجھتے رہو گے تب ہی تک معاملہ ٹھیک رہے گا اور انشاءاللہ ترقی ہوتی رہے گی، اور جب انسان یہ سمجھنے لگ جائے گا کہ بس اب میں بہت کچھ ہو چکا تو سمجھئے کہ کھویا گیا اور ترقی سے رک گیا اور تکبر میں پھنس گیا'' (720)

اسی حوالے سے مزید فرمایا:

> ''اپنے اندر جو خوبی نظر آتی ہے سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے اور اسی کا کمال ہے اور اپنے اندر تو سب نقص ہی نقص ہے اور عجز ہی عجز ہے تو انسان کو اپنی حقیقت جاننی اور پیش نظر رکھنی چاہیے تو جو کوئی اپنے آپ کو کچھ سمجھے وہ ولی کہاں ہوا؟'' (721)

## ۱۴۔ رضائے الٰہی پر راضی ہونا

راضی برضا رہنا حضرتؒ کی فطرت اور تربیت میں شامل تھا ایک مرتبہ ایک صاحب بہت اچھے لباس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت دعا کریں کہ میری شادی ہو جائے۔ حضرتؒ نے خوش طبعی سے جواب دیا کہ شادی تو میری بھی نہیں ہوئی تمہاری کیسے ہو جائے گی اس پر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑے اور کہا میں تو بڑی امید لے کر آیا تھا کچھ دیر بعد حضرت نے فرمایا کہ

---

718۔ للّٰہی، محمد حسین، انصاری، حیات طیبہ، ص540-41۔

719۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی حضرت رائپوریؒ، ص128، ادارۃ المعارف کراچی 2009۔

720۔ ایضاً

721۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرۃ رائپوری، ص140۔



toobaafoundation.com

"میری شادی کے تھوڑے عرصہ بعد جب میری اہلیہ کا انتقال ہو گیا تو اطلاع کا خط رائے پور گیا میں نے اپنے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ خط آیا ہے میری اہلیہ کا انتقال ہو گیا ہے جواب میں صرف اتنا فرمایا اچھا! حالانکہ اور کسی کے مرنے کی اطلاع جب کبھی ہوتی تو فرماتے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اس کے بعد کبھی اس کا یا دوسری شادی کا کوئی ذکر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں کیا۔ میں بھی اس کو منجانب اللہ سمجھ کر خاموش ہو گیا کہ منشاء خداوندی یہی ہے اور جو بھی تکلیف پڑی اٹھاتا رہا" (722)

آپؒ دوسروں کو بھی راضی برضا رہنے کی تلقین کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک صاحب نے عرض کیا کہ میری زمین پر مہاجرین نے قبضہ کر لیا ہے اور اب محتاج ہوں اور کہا کہ گاؤں کے اور لوگوں نے بھی یہ بات کہلائی ہے، حضرت نے فرمایا۔

"میں تم سے بھی زیادہ محتاج ہوں کہ تم تو چل کر یہاں تک آ گئے، میں چل بھی نہیں سکتا، انہوں نے کچھ اور کہنا چاہا تو حضرتؒ نے روک دیا اور چلتے وقت انہوں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اس میں سب کو شریک کرنا چاہا تو حضرت نے فرمایا کہ پھر ایسے ہی کوئی اور ہاتھ اٹھا دے گا اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا کوئی اور کام تو ہو گا نہیں۔ فرمایا بس دعا کر چکا، جاؤ (حضرتؒ کا منشاء یہ تھا کہ آدمی خود تو کچھ نہ کرے اور صرف دعا پر انحصار رکھے، یہ نہیں بلکہ دعا کے ساتھ پوری کوشش بھی کرے)۔ (723)

## ۱۵۔ علمی انہماک

ایک مرتبہ حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ نے اپنی ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ:

"حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ زمانہ طالب علمی میں کسی کے خط کا جواب نہیں دیا کرتے تھے اس واسطے کہ خط کے لیے پیسے نہ تھے، ایک ٹوٹا ہوا گھڑا رکھا تھا اس میں ڈالتے رہتے تھے، فراغت کے بعد سب کو دیکھا تو کسی میں لکھا تھا کہ تمہارے بھتیجا پیدا ہوا ہے تو فرمایا: الحمد اللہ۔ کسی میں لکھا تھا: تمہاری چچی کا انتقال ہو گیا، تو فرمایا: اناللہ وانا الیہ راجعون، غرض تھوڑی دیر میں سب کو پڑھ ڈالا" (724)

## ۱۶۔ حضرتؒ میں جامعیت

اس حوالے سے مجالس حضرۃ رائپوریؒ میں درج ہے کہ:

"حضرت والاؒ (شاہ عبدالقادر رائپوریؒ) زیادہ وقت جلوت میں گزار رہے تھے اور لوگوں کی آمد و رفت بھی بڑھ رہی تھی کہ وقت اور مضامین کی حدود و قیود کا اب اٹھا دینا ضروری سمجھا گیا اور شریعت و طریقت، تصوف و معرفت، سیاست و اقتصادیات اور دیگر کئی قسم کے شعبہ جات و حیات میں لوگ استفادہ کے پیاسے تھے اور ہر طبقہ اور استعداد و سمجھ کا اور صلاحیت کا آدمی آتا تھا اس لیے سب کو قدرے مشترک کے علاوہ بھی بہرہ ور کرنا جتنا ہو سکے ضروری تھا" (725)

---

722۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرۃ رائپوری، ص440

723۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، ص42۔

724۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرۃ رائپوری، ص308۔

725۔ ایضاً، ص110۔



toobaafoundation.com

## ۱۷۔ توازن فکر

"اس حوالے سے حضرتؒ فرماتے ہیں کہ مجذوب اور وہ لوگ جو سب کو چھوڑ چھاڑ کر پھرتے رہتے ہیں بلکہ ہر وقت یکسوئی میں مستغرق رہتے ہیں ان سے لوگوں کو فائدہ نہیں ہوتا۔ہاں پہلے پہل کچھ یکسوئی کی ضرورت بے شک ہے پھر خدا تعالیٰ نے جس سے کام لینا ہو تو اس کو کام کی طرف متوجہ فرما دیتے ہیں اور تارک الدنیا لوگ یا وہ جو صرف یکسوئی میں مگن رہتے ہیں وہ دنیا کے کاروبار جب خود اختیار نہیں کر سکتے تو عوام کی پوری رہنمائی کے نہ نمونہ ہو سکتے ہیں نہ تربیت کر سکتے ہیں"
اس سلسلہ میں گرونانک اور ایسے ہی بعض سادھوں اور درویشوں کا ذکر بھی آیا ہے کہ وہ جامع نہ تھے(726)

## ۱۸۔ پسندیدہ کتب اور شاعری سے شغف

حضرت اکمال الشیم مصنفہ شیخ ابن عطاء اللہ سکندری اور اس کے مترجم مولانا عبداللہ صاحب گنگوھیؒ کی بہت تعریف فرمایا کرتے تھے کہ مولانا موصوف کے اس کتاب کے مطالب عالیہ کو بڑی پرتاثیر عبارت میں بیان کیا ہے اور حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری بھی اس کتاب کی بہت تعریف فرماتے تھے اس کے علاوہ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی کتاب "ضیاء القلوب" حضرت گنگوھیؒ کی کتاب "امداد السلوک" مولانا عبدالستار شاہ کرنالیؒ کی کتاب "قطرات" (جو کہ حضرت شاہ ولی الہ دہلویؒ کی کتاب "ہمعات" کا اردو ترجمہ ہے)اس کے علاوہ حضرت امام غزالیؒ کی کتاب "المنقذ من الضلال" کے بھی بڑے مداح تھے اور آپ ان کتب کا بڑی دلچسپی سے مطالعہ بھی کرتے تھے۔

اگرچہ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ پر نسبت نقشبندیہ کا غلبہ تھا مگر بعض اوقات نسبت چشتیہ بھی اپنا رنگ دکھا جاتی تھی۔اس وقت حضرت مولانا جامیؒ امیر خسروؒ اور دوسرے عارف شعراء کا کلام سنتے۔مولانا عبدالمنان صاحب دہلویؒ جو خود بھی عربی، فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے اکثر آپ کو ترنم سے عارفانہ کلام سناتے اور کبھی کبھی سید مسعود علی آزاد فتح پوری بھی پر سوز مترنم آواز سے اشعار سناتے۔(727)

## ۱۹۔ بے نفسی اور فنائیت

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ اپنے آپ کو بالکل ہیچ اور نابود سمجھتے،آنے والوں کو کوئی ایسی بات ظاہر ہی نہیں ہونے دیتے کہ جس سے آپؒ کی شخصیت کی طرف بھی ان کو کوئی توجہ ہو،اکثر لوگ اس کے سوا کچھ نہیں جانتے تھے کہ آپؒ خانقاہ کے ایک ذاکر شاغل فرد اور حضرت عالیؒ کے مخلص خادم ہیں۔آپؒ فرماتے تھے کہ: اکثر ایسا بھی ہوتا کہ حضرت عالیؒ بلا کسی قصور کے ڈانٹ دیا کرتے پھر دیکھتے کہ مجھ پر اس ڈانٹ کا کوئی اثر تو نہیں ہوا، مگر الحمد للہ مجھ پر اس کا کوئی اثر (ناگواری) نہیں ہوتا تھا کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

؎ مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے (728)

---

726۔ مقالہ،ایم اے،شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کا نظریہ تصوف(1996-98)شعبہ علوم اسلامیہ،بہاءالدین زکریا یونیورسٹی،ملتان۔

727۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ،ص67۔

728۔ للہی، محمد حسین،انصاری،حیات طیبہ،ص389۔



toobaafoundation.com

## ۲۰۔ جفاکشانہ زندگی

رام پور کے زمانہ طالب علمی میں آپؒ نے انتہائی جفاکشانہ زندگی گذاری ہے فرمایا کرتے تھے کہ

"رامپور میں مجھے محلے سے روٹی اور پیسہ روزانہ ملتا تھا اس پیسے سے چنے لے آیا کرتا اور ان کو ابال کر کھا لیا کرتا، بعض اوقات کھانا نہ ہونے کی وجہ سے مولی کے پتے تک چن کر کھانے کی نوبت آئی" (729)

یہیں رام پور میں جب آپؒ کے والد ماجد آپؒ کو وطن واپس لے جانے کے لیے آئے تو رات کے وقت کہیں سے بستر مانگ کر والد صاحب کے لیے بچھایا، سردیوں کا زمانہ تھا والد صاحب سے آرام کرنے کا کہہ کر مطالعہ کرنے چلے گئے واپس آئے تو والد صاحب سو چکے تھے خود ایک لپٹی ہوئی صف کے اندر گھس کر سو گئے۔ رات کو سردی کی وجہ سے کپکپی ہوتی اور ایسا معلوم ہوتا کہ کوئی چوپایا ہلی ہے والد صاحب جب یہ آواز سنتے تو چھڑی زمین پر پٹک کر اس کو بھگاتے جب بار بار اس کی نوبت آئی تو حضرتؒ نے فرمایا کہ میں غلام جیلانی ہوں، آپ فکر نہ فرمائیں اس حالت کو دیکھ کر والد صاحب کو بہت صدمہ ہوا۔ آپؒ کے والد صاحب نے آپ کو آٹھ روپے دیئے کہ اس سے رضائی بستر بنوالو(730)

## ۲۱۔ خودداری

14 رمضان المبارک 1325 ھ مطابق 12 اگست 1946 ء یوم دوشنبہ کی مجلس میں ارشاد فرمایا کہ

"رام پور میں ایک چھوٹی مسجد حلوائیوں کے بازار سے آگے اسی محلے میں تھی ایک دفعہ وہاں روٹی کے لیے مجھے کسی نے ٹھہرالیا اور گھر بتادیا کہ یہاں سے روٹی لے کر آیا کرنا، میں گیا تو میری آواز پر گھر میں سے مستورات نے آپس میں کہا کہ شاید سقہ ہے پھر کہا کہ نہیں بھنگی ہے، پھر کہا کہ بھنگی نہیں ملا ہے یہ سن کر میں نے اپنی وہ ڈھوبری جو ایک کوڑے سے اٹھا کر دھو دھا کر لے گیا تھا وہیں پھینک دی اور واپس چلا آیا، پھر نہیں گیا" (731)

اسی مجلس میں ایک اور مولوی صاحب کا ذکر فرمایا کہ ان کو محلے سے ایک روٹی ملا کرتی تھی اس میں ہم کئی طالب علم شریک ہو جاتے، وہ صبح کو مطبخ خانے جاتے اور وہاں شلجموں اور پتوں کا جوش دیا ہوا پانی کا برتن بھر والاتے، وہ روٹی اس پانی میں حل کر کے ہم سب پی لیا کرتے۔(732)

## ۲۲۔ ذکر میں انہماک

ذکر سے لگاؤ اور دلچسپی کا یہ حال تھا کہ رات میں بہت کم سونے کی نوبت آتی، شیخ کے لیٹ جانے کے بعد ذکر میں مشغول ہو جاتے اور پوری پوری رات ذکر میں گذار دیتے فرماتے تھے کہ

---

729۔ للّٰہی، محمد حسین، انصاری، حیات طیبہ، ص 41۔

730۔ ندوی، ابوالحسن علی، سید، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، ص 48۔

731۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، ص 41۔

732۔ ایضاً، ص 42۔



toobaafoundation.com

"اس زمانے میں طبیعت ذکر کے ساتھ ایسی چسپاں ہو گئی تھی کہ ایک ہی مجلس اور نشست میں شدّ و مدّ کے ساتھ ذکر پورا کر لیتا تھا، درمیان میں کمر دکھنے لگتی تو ایک تختی سے سہارا لگا لیتا، ذکر پورا کئے بغیر مجھے کوئی چیز اچھی نہیں لگتی، اب تو لوگوں کو کم ہی ذکر کا شوق و ذوق ہے" (733)

ایک مرتبہ فرمایا: شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کے والد حضرت مولانا یحییٰ صاحب جب رائے پور تشریف لاتے تو ذکر کے وقت میرے پاس آ کر بیٹھ جاتے اور فرماتے کہ "تیرا ذکر سننے آیا ہوں" (734)

ایک مرتبہ آپؒ کے ایک خادم مولانا عبدالمنان صاحب نے مولانا حبیب الرحمن صاحب سے معلوم کیا کہ انڈا نیم برشت کرنے میں کتنا وقت لگتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ تقریباً ڈیڑھ منٹ یا اچھی طرح 100 گننے تک (پانی کے گرم ہونے کے بعد) اس پر مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے مولانا عبدالمنان صاحب کو اپنے پاس بلا کر فرمایا کہ دیکھو! میں نے اپنے حضرت (شاہ عبدالرحیمؒ) کو انڈا نیم برشت کر کے کھلانے میں تجربہ کیا ہے کہ گرم پانی میں انڈا ڈال کر ساٹھ تک اللہ اللہ کرنے میں جو وقت لگتا ہے اس میں انڈا نیم برشت ہو جاتا ہے۔

چنانچہ مولانا عبدالمنان صاحب نے اس کا نام "انڈا ذکر" اور مولانا حبیب الرحمن صاحب نے "ذکر نیم برشت" رکھا اس واقعے سے آپؒ کے ذکر میں انہماک اور شغف کا اندازہ ہوتا ہے کہ شیخ کی خدمات کے کاموں میں مشغول ہونے کے باوجود بھی آپؒ ذکر سے غافل نہیں ہوتے تھے۔ (735)

## ۲۳۔ مشکل دور میں رہنمائی

قطب الارشاد حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ نے ایسے پر آشوب دور میں دینی تربیت کا کام سنبھالا، جبکہ دین اسلام کے تمام شعبوں میں صحیح فہم و بصیرت کے حامل اور اعلیٰ سیاسی شعور رکھنے والے علمائے ربانیین اور قوم پرست راہنمایان ملت کیلئے صحیح نہج پر کام کرنا انتہائی مشکل بنا دیا گیا تھا، جو اسلام کے لبادے میں عالمی طاغوتی قوتوں کے سیاسی و معاشی فکر و عمل کو پھیلانے اور سرمایہ پرستی کے نظام کو غالب کرنے کیلئے کام کر رہے تھے۔ اور یوں اسلام کا نام استعمال کر کے سادہ لوح عوام کو بے وقوف بنا کر اپنے گروہی اور طبقاتی مفادات کو حاصل کرنے میں لگے ہوتے تھے۔ اور اس کے لئے ہر طرح کے مکر و فریب اور سازشوں سے کام لے رہے تھے۔ ایسے مشکل اور پیچیدہ ماحول میں آپ نے انتہائی اولوالعزمی سے کام کرتے ہوئے خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کی بنیادی دعوتِ فکر و عمل اور مرکزی موضوع میں کوئی تبدیلی قبول نہ کی، خانوادہ ولی اللّٰہی کے قائم کردہ صحیح فکر و عمل پر انتہائی صبر و استقامت سے کام کرتے رہے (736)

---

733۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، ص 64۔

734۔ ایضاً

735۔ ایضاً، ص 65۔

736۔ آزاد، عبدالخالق، مفتی، مآثر رائے پور، ص 67-68، دارالتحقیق والاشاعت، لاہور۔



toobaafoundation.com

## ۲۴۔ نمونہ اسلاف

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے اس دورِ انحطاط و مادیت میں مشائخ و متقدمین اور گذشتہ عہد کے اصحاب یقین کے زہد و توکل کی یاد تازہ کردی۔ آپ کو دیکھ کر اور آپ کی صحبت میں کچھ روز رہ کر ان بزرگان متقدمین کے ان واقعات کی تصدیق ہو جاتی ہے جو اس زمانہ کے ناآشنا اور ظاہر بین اشخاص کو مبالغہ آمیز اور مشکوک معلوم ہوتے ہیں۔ یہاں آکر مال و دولت اور روپیہ پیسہ کی حقیقت کھل جاتی تھی اور صاف نظر آتا تھا کہ اس مرد خدا کی نظر میں روپیہ پیسہ کنکریوں اور ٹھیکریوں سے زیادہ نہیں۔ یہاں نہ کسی امیر کا اعزاز تھا نہ اس کی دولت و ثروت اور جاہ و حشمت کا تذکرہ بعض وزرائے حکومت آتے اور چلے جاتے کبھی مخصوص خدام سے بھی ان کی آمد کا تذکرہ تک نہ فرماتے(737)

## ۲۵۔ توکل علی اللہ

حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے دور انحطاط و مادیت میں مشائخ، سلف صالحین اور گذشتہ اصحاب یقین کے زہد و توکل کی یاد تازہ کی ہے۔(738) اس حوالے سے حضرتؒ کا ارشاد ہے کہ:

> ''جب ذاکر میں ذکر خوب جاگزین ہو جاتا ہے تو توکل کی کیفیت راسخ ہو جاتی ہے اور توحید پر یقین ہو جاتا ہے اس وقت آدمی عملی موحد ہو جاتا ہے، ہر چیز اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے، جب تک یہ کیفیت نہ ہو تو کچا ہے اور مراقبہ معیت خوب پختگی سے ہوتا ہے کسی وقت طبیعت او جھل نہیں ہوتی''(739)

توکل علی اللہ کی اس کیفیت کو مزید اس طرح سے بیان فرمایا کہ:

> ''ہمارا تجربہ ہے کہ اللہ کا بندہ اگر جنگل میں بھی توکل کر کے بیٹھ جائے اور اللہ کرے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو اس کی طرف متوجہ فرما دیتا ہے اور غیب سے روزی پہنچاتا ہے یہ تو ہمارے یقین کا فرق ہے ایک مرید نے اپنے شیخ سے پوچھا اگر مجھے ایک وقت روٹی نہ ملے تو کیا کروں فرمایا فکر نہ کرو، دوسرے وقت مل جائے گی اس نے کہا اگر دوسرے وقت بھی نہ ملے فرمایا، فکر نہ کرو تیسرے وقت ملے گی اس نے کہا اگر تیسرے وقت بھی نہ ملے تو فرمایا ''تیرے توکل میں کمی ہے اللہ پر اعتماد نہیں ہے'' (740)

## ۲۶۔ حب جاہ کی نفی

حضرتؒ کے اندر حب جاہ ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی نہ تھی اتنا انکسار تھا کہ حضرتؒ ذوقی و حالی طور پر اپنے آپ کو ہیچ محض سمجھتے تھے اور ہمیشہ اپنی ذات کی نفی فرماتے تھے اور یہ مقام صدیقین کو حاصل ہوتا ہے جیسا کہ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ:

'جو چیز سب سے آخر میں عام سالکین و عارفین نہیں بلکہ صدیقین کے دماغ سے نکلتی ہے وہ حب جاہ ہے'' (741)

---

737۔ لِلّٰہی، محمد حسین، انصاری، نفحات طیبہ، ص26، ادارہ معارف الاسلام، گوجر خان۔

738۔ ایضاً

739۔ ایضاً، ص74۔

740۔ ایضاً، ص372۔

741۔ ایضاً، ص25۔



toobaafoundation.com

اور حضرتؒ کے ہاں حُب جاہ کا سر کٹا ہوا تھا۔ فرمایا کہ:

''حب جاہ اور تکبر نکلنے کے بغیر اخلاق کی اصلاح نہیں ہوتی۔ جب عجز وانکساری آجائے رسمی طور پر نہیں بلکہ ذوق و وجدان کے درجہ میں تو اس وقت اصلاح ہوتی ہے بزرگوں نے اسی لیے بڑی بڑی محنتیں اور خدمتیں لوگوں سے کروائی ہیں'' (742)

## ۲۷۔ لا اکراہ فی الدین کے قائل

حضرتؒ نے نواکھلی صوبہ بنگال کے واقعات وفسادات پر بڑا اظہار افسوس فرمایا کہ عورتوں کا اغوا اور عصمت دری اور بچوں کا اغوا جس کے متعلق اخباروں میں تذکرہ ہے اور یہ کہ جبراً مسلمان بنانے کے واقعات اسلام کو بدنام کرنے والے ہیں اور مذہبی بدنامی کے علاوہ ویسے بھی انسانی زاویہ نگاہ سے یہ شدید ترین برائی ہے اس حوالے سے آپؒ کا ارشاد ہے کہ:

''یوں جبراً کلمہ پڑھا دینے سے کوئی مسلمان نہیں بنتا (بن جاتا) تو جب شرعاً اس فعل کا کوئی فائدہ نہیں تو پھر یہ اشد جرم دین کو بدنام کرنے کے سوا اور کیا ہے ایسے ہی ان مسلمانوں کی بے عقلیاں اور فسادات وغیرہ کا تذکرہ رہا ہے'' (743)

## ۲۸۔ بلاوجہ نکتہ چینی کی حوصلہ شکنی

آپؒ نے ہمیشہ بلاوجہ نکتہ چینی کی حوصلہ شکنی کی۔ اس حوالے سے مولانا ابوالکلام آزاد پر کسی نے اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا

''ہاں ہر مصنف کی تحریر میں اگر خدا واسطے کی نکتہ چینی کی جائے تو بہت کچھ مل جاتا ہے، مولانا آزاد، کیا ان سے پہلوں میں سے بھی کوئی نہیں بچا'' (744)

## ۲۹۔ خود احتسابی

اس حوالے سے حضرتؒ اپنا اور ساتھی مولوی عبدالرحمن صاحب کا مسجد میں نمازیوں سے مناظرہ کا ذکر فرماتے ہیں۔

''مولوی عبدالرحمن صاحب نے قرآن مجید کو چومنے کو شرک کہا تھا وہ لوگ میرے جانے پر میری طرف متوجہ ہوئے تو میں نے بھی اپنے ساتھی کی تائید کردی لوگ ان کو اور مجھ کو بددین کہنے لگے وہ تو وہاں سے سیدھے دہلی جا کر غیر مقلد بن گئے اور میں رامپور ہی میں رہا۔ جب دیر بعد گیا تو ان سے مناظرے بھی ہوئے مگر وہ عالی غیر مقلد خیالات میں جذب ہو گئے تھے۔ اب خیال آتا ہے کہ ہم نے کیا بک دیا تھا جب یہاں حضرتؒ (شاہ عبدالرحیم) کے ہاں قرآن پاک کا چومنا دیکھا تو بہت خیال ہوا کہ ہم نے کیا بک دیا تھا'' (745)

---

742۔ للّٰہی، محمد حسین، انصاری، نفحاتِ طیبہ، ص114۔

743۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرۃ رائپوریؒ، ص157۔

744۔ ایضاً، ص174۔

745۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرۃ رائپوریؒ، ص 100۔



toobaafoundation.com

# باب سوم

## فصل دوم

## شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی دینی فکر میں تصوف کے مقاصد و مدارج

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کو مسلمانوں کی اور ان کے دینی و معاشرتی حالات کی فکر رہتی، اس لیے مسلمانوں کی اصلاح اور اشاعت و تبلیغ دین کی غرض سے ہندو پاکستان کے طول و عرض میں طویل دورے فرماتے۔ آپؒ کے یہ دورے کسی ذاتی غرض یا مالی منفعت کی خاطر نہ ہوتے، بلکہ امت محمدیہ پر شفقت اور اس کی اصلاح و تربیت کے لیے کہیں بیل گاڑیوں پر، کہیں پیدل، کہیں ریل میں اور کہیں ہوائی جہاز میں تشریف لے جاتے، اکثر یہ دورے حضرت کے مخلصین کے اصرار اور طلب پر ہوتے اور یہ آخر عمر تک جبکہ ضعف و پیرانہ سالی کی وجہ سے امراض و اسقام کا ہجوم رہا لیکن پھر بھی اسفار جاری رہے۔

### اصلاح نفس کا معاشرتی و نفسیاتی طریقہ تربیت

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کے مطالعہ کے بھی بہت نفیس اور مضبوط اصول و کلیات ہیں زیر تربیت آدمی سے بے حد بے تکلفی پیدا کرتے اور اتنے نیچے اترتے کہ وہ اس طرح ہو جاتا کہ گویا لنگوٹیا یار ہے۔ پھر اس کی اصلاح میں اس کو ڈھیل دیتے اور جیسے پتنگ کو ڈوری دی جاتی ہے اسے ڈور دیتے جاتے اور جہاں موڑ کی گنجائش سمجھتے جھکا دیتے۔ اگر نہ مڑے تو توڑتے نہیں بلکہ مزید ڈور دینا شروع کرتے اور یہ سب بالکل غیر محسوس طور پر ہوتا۔ یہ ڈور دینا سے تعبیر کیا گیا عمل سالوں سے بھی رہ سکتا ہے اور کم و بیش بھی کہ ہر شخص کے امراض کی نوعیت مختلف ہے بعض کو بے تکلف ایک لمحہ میں اگر نہ مڑیں توڑ دیں اور بعض کو تمام عمر نباہ دیں اس میں کلیات مستثنیات بہت ہیں اور عام عادت نباہ کی ہے اور بعض کو قاعدوں سے معلوم فرماتے ہیں کہ اس شخص کا موڑ کہاں ہے اس کی استعداد کیا ہے۔ اسمیں جانی و ذہنی صبر آزمائی کے علاوہ اتنی مالی قربانی بھی فرماتے ہیں۔ جہاں اس کی ضرورت ہوتی(746)

والد اپنی اولاد کو یعنی بیٹا اپنے والدین، بیوی، اپنے خاوند اور بہن اپنے بھائی بلکہ حبیب اپنے محبوب کے ساتھ بھی شائد ہی اتنا صبر، برداشت اور ایثار و درد سری کر سکے اور یہ دوستی تمام تر خلوص و محبت اور احساس فرض اور حقیقی دلسوزی کی ہوتی ہے"(747)

### اصلاح نفس کا مفہوم

فرمایا:

"کہ میں جہاں تک سمجھا ہوں جو کہتے ہیں کہ فلاں کی اصلاح ہو گئی تو اصلاح سے مطلب کچھ زیادہ عبادت، ریاضت، کثرت نوافل و روزہ وغیرہ نہیں بلکہ نفس کا ٹوٹنا یعنی تکبر کا ٹوٹنا ہے۔ باقی سب کچھ اسی بات کے لیے ہے۔۔۔ آج کل ویسی مشقتیں مشائخ اس لیے نہیں لیتے

746۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری، ص470

747۔ ایضاً، ص470تا471



toobaafoundation.com

کہ اس زمانہ میں نفس کی اصلاح کا اہتمام اور قدر نہیں رہی اس لیے اتنی محنت کرنے کا ارادہ نہ کریں گے۔ اس لیے خیال کر لیا گیا ہے کہ ذکر کی برکت سے ہی کچھ نہ کچھ جو ہو جائے وہ غنیمت ہے"۔(748)

## انفرادی اصلاح

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ سے پوچھا گیا کہ کیا انفرادی اصلاح کا اصل مقصد اجتماعیت کو فائدہ پہنچانا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ :-

"میرے خیال میں تو اصل مقصود ہر شخص کی اپنے نفس کی اصلاح، فرائض و واجبات اور عبادات ادا کرتا رہے اور اللہ اللہ کرتا رہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو اس سے کوئی کام لینا مقصود ہوتا ہے تو خود ہی اس طبیعت کو اس طرف متوجہ کر دیتے ہیں یا بطریق الہام یا بحکم شیخ اس کے سپرد کوئی کام کر دیا جاتا ہے۔ پھر اس کے لیے وہی بہتر ہو گا اور فرمایا کہ تبلیغ میں بھی اپنی ہی اصلاح مقصود ہے،،(749)

## صحبت کے بغیر اخلاق کی اصلاح نہیں ہوتی

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے اس حوالے سے فرماتے ہیں:

"سنو! جب تک خلافت میں یہ بات رہی کہ وہ صفت احسان سے متصف رہے، اس وقت تک بیعت نہیں تھی مگر خلافت کی البتہ صحبت تھی۔ انبیاء علیہم السلام کا آنا بھی اس لیے تھا کہ صحبت کے بغیر اخلاق کی اصلاح نہیں ہوتی۔ نبی صرف لڑنے بھڑنے کے لیے نہیں آیا کرتے تھے وہ لوگوں کی اخلاقی تربیت اور روحانی ترقی کے لیے آتے تھے۔ تبلیغ کرتے، مگر یہ سب کام کمال کو آسانی سے تبھی پہنچ سکتے ہیں کہ امن ہو اور موانع رفع کیے جائیں۔ اس لیئے سلطنت کی ضرورت پیش آتی ہے۔"(750)

## صوفیا کے ہاں اصلاح خلق کی اہمیت

حضرتؒ نے خواجگان چشت کے ملفوظات اور صوفیانہ اذکار واشغال اور ان حضرات کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ :-

"یہ حضرات سیاست سے الگ اور اصلاح خلق کے کام میں پورے اخلاص و مستعدی سے منہمک تھے۔ فرمایا کہ ہماری بھی لائن یہی ہے مگر لوگ اس لائن میں آجکل دلچسپی نہیں لے رہے۔ دوسری ضروریات اور جمہوریت کے پیش نظر مشغولیات عامہ نے زندگی کا رخ اور طرف پھیر رکھا ہے"(751)

## کامل اصلاح نفس کا مفہوم

فرمایا

کامل اصلاح نفس کا یہی مطلب ہے کہ باقی وحی سے قائم کردہ شریعت کے اگر خلاف ہو تو وہ خیال قابل اعتنا نہیں ہوتا اور وسوسہ نفسانی ہوتا ہے کیونکہ وحی تو وحی ہے۔ جس کے ذریعہ حق و باطل کو واضح کر دیا جاتا ہے اور اصول امور قائم کئے جاتے ہیں اور جزیات کے اخذ

---

748۔ رائے پوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص 543

749۔ ایضاً، ص 39

750۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری مکتبہ احمد شہید، لاہور، 1996، ص 108

751۔ ایضاً، ص 547



toobaafoundation.com

کے لیے جزیات کی مثالیں تک بھی وحی کے ذریعہ واضح کر کے راستہ کھول لیا جاتا ہے۔۔۔کمال رضا اور کمال اصلاح اور خلوص نیت اور کمال فقاہت حاصل ہو جاتا ہے۔(752)

## انسان می بہمیت و ملکوتی کا امتزاج

حضرت ثانیؒ نے فرمایا کہ انسان کے اندر ایک تو روح کی قوت جیسے ملکوتی قوت کہہ سکتے ہیں ہوتی ہے اور وہ کسی عارضہ کی وجہ سے جس کا علم خدا کو ہی ہوتا ہے۔ ہر انسان میں متفاوت درجہ کی ہوتی ہے اور ایک قوت انسان میں بہمیت کی ہوتی ہے اس کا بھی ایسا ہی حال ہوتا ہے۔پس جس شخص میں ملکوتی قوت جس درجہ کی اعلیٰ ہو گی اور بہمیت بھی جس درجہ کی زیادہ ہو گی۔ وہ قوم کا امام ہو گا۔اس کی بڑی استعداد ہو گی اور اس کے علاوہ جو لوگ ہوتے ہیں۔ان میں جس درجہ کی یہ دونوں چیزیں ہوں اتنے ہی وہ مضبوط ہوتے ہیں اور ان کی رفتار اسی کے مطابق ہوتی ہے اور ان چیزوں کے درجوں کے تفاوت اور اس کی ترکیب کے مطابق ہر شخص کی پرواز ہوتی ہے۔ فرمایا! بہمیت سے مراد شہ زوری اور رستمی نہیں ہے۔ بلکہ قلبی قوت ہے۔(753)

## روح کی قوت

اس حوالے سے مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا کہ :۔

"انسان میں ایک روح کی قوت ہے جسے ملکوتی قوت کہہ سکتے ہیں، ہوتی ہے اور وہ کسی عارضہ کی وجہ سے جس کا علم خدا کو ہی ہوتا ہے۔ ہر انسان تفاوت درجہ کی قوت ہوتی ہے اور دوسری قوت انسان میں بہمیت ہوتی ہے اس کا بھی ایسا ہی حال ہوتا ہے پس جس شخص میں ملکوتی قوت جس درجہ کی اعلیٰ ہو گی اور بہمیت کی قوت بھی جس درجہ کی زیادہ ہو گی وہ قوم کا امام بھی ہو گا۔اس کی بڑی استعداد ہو گی۔"(754)

## نفوس بنی آدم کی تقسیم (شاہ ولی اللہ)

بعض بزرگوں سے کرامتوں کا صدور بکثرت ہوتا ہے اور بعض سے کم۔ بلکہ بعض اولیاء سے ظہور کرامات ہوا ہی نہیں حالانکہ وہ کامل بزرگ ہوئے ہیں۔اس کا سبب بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ فرماتے ہیں کہ :

"حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے نفوس بنی آدم کی آٹھ قسمیں لکھی ہیں چار تو اھل اصطلاح اور چار اہلِ تجاذب، نفس عالیہ بہمیہ شدیدہ کے ساتھ، نفس عالیہ بہمیہ ضعیفہ کے ساتھ نفس سافلہ بہمیہ شدیدہ کے ساتھ، نفس سافلہ بہمیہ ضعیفہ کے ساتھ ان آٹھوں میں سے ہر ایک کا حکم علیحدہ ہے۔ جس کی قوت بہمیہ شدیدہ ہے، اس کو ریاضت شاقہ کی ضرورت ہے اور اس کے کمال کی فتح باب بھوکا رہنے سے، جاگنے اور ذلت اختیار کرنے میں ہے اور ایسے شخص کے تمام آثار قوت کے ساتھ ہوتے ہیں۔ توجہ کرنے اور ہمت لگانے سے عجیب طرح کی تاثیرات ظاہر ہوتی ہیں اور اس کو وجد اس شدت سے ہوتا ہے کہ اس کی مستی میں بالکل بے حواس ہو جاتا ہے اور کئی روز متواتر دنیا و جہاں سے بے خبر رہتا ہے اور جس شخص کی قوت بہمیہ ضعیف ہوتی ہے۔ اس کو ریاضت شاقہ کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ ریاضت شاقہ اس کو تشویش پہنچاتی ہے۔اس کی فتح باب زیادہ ذکر کرنے میں اور اس میں دیر تک مشغول رہنے میں ہے لیکن اس کے خوارق

---

752۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری، ص411

753۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، ص128تا129

754۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص292



toobaafoundation.com

کالعدم ہوتے ہیں یعنی اس سے کرامات کا صدور نہیں ہوتا اور اس کا وجد بھی ضعیف ہوتا ہے۔کسی قسم کے درد یا حیا وغیرہ کے عوارض سے جاتا رہتا ہے۔"(755)

"اور جس کی قوت ملکیہ عالیہ ہوتی ہے وہ نبوت، فردیت، بقا اور فنا وغیرہ کمالات عظمیہ کے واسطے مخصوص ہوتا ہے۔نیز زبانِ قدم کے ترجمان ہونے کے واسطے اور عالم تجرد سے خبر دینے کے واسطے مخصوص ہوتا ہے اور جس شخص کی قوت ملکیہ سافلہ ہوتی ہے، اس کی کوشش کا نہایت ثمرہ، کشف اشراف اور انوار ملکیہ ہوتے ہیں"۔(756)

## تصوف کے بنیادی عنوانات کا تعارف

### شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت

اس حوالے سے حضرتؒ نے فرمایا کہ:

"شریعت، پر باقاعدہ اور جی سے چلنے اور اس طرح خدا تعالیٰ اور نفس کی جتنی مقدر ہو معرفت نصیب ہونے کا مطلب یہ چاروں باتیں ہیں"۔(757)

## تصوف میں تربیت صحبت اور مناسبت کی اہمیت

خانقاہ رائے پور کے مشائخ نے جہاں دین اسلام کے شعبہ سیاست اور شریعت میں انتہائی تدبر اور دینی فراست کے ساتھ تربیت، نگرانی اور سرپرستی فرمائی ہے وہاں شعبہ طریقت وسلوک واحسان میں بھی ایک اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے۔ (758)

مشائخ رائے پور کے اس طریقہ تربیت کے متعلق مسند نشین ثانی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ ارشاد فرماتے ہیں۔

اب تصوف کا بھی خلاصہ نکل آیا ہے۔۔۔۔۔یہ آسانی ہمارے اکابر کی تجویز کردہ ہے جو اپنے زمانے میں تصوف کے مجتہد اور حاکم ہوئے ہیں، نہ کہ مقلد اور محکوم اور فرمایا: اکابر سے مراد یہی حضرت حاجی (امداد اللہ مہاجر مکی) صاحبؒ، حضرت نانوتویؒ، اور حضرت گنگوہیؒ وغیرہ مراد ہیں اور ہمارے حضرت (شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ) کے متعلق بھی میرا خیال ہے کہ وہ تصوف پر حاکم تھے ایک مرتبہ (حضرت عالی رائے پوریؒ نے) فرمایا کہ: مولوی صاحب! جس طرح ہر بات کا خلاصہ اور روح نکل آئی ہے۔تصوف کا بھی خلاصہ اب نکل آیا ہے"۔(759)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشائخ رائپور نے اپنے سلسلہ عالیہ کے مشائخ کی تعلیمات کے تناظر میں تربیت اور تزکیے کے لیے تصوف کے اہم امور کا خلاصہ نکالا ہے۔چنانچہ ولی اللٰہی تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے درج ذیل معمولات تجویز کیے گئے ہیں:

### تصحیح نیت

دین اسلام نے زندگی کے ہر شعبے میں نیت کی درستگی پر زور دیا ہے اس لیے حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ

---

755۔ للّٰہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص99

756۔ ایضاً، ص100

757۔ ایضاً، ص257

758۔ آزاد، عبدالخالق، مفتی، مشائخ رائے پور، ص128، دارالتحقیق والاشاعت، لاہور۔

759۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، ص166، سید احمد شہید اکیڈمی، لاہور۔



toobaafoundation.com

انما الاعمال بالنیات (760) ''اعمال کا دارو مدار نیت پر ہے''

چنانچہ مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے مطابق

''تصوف کا ابتدائی سرا ''تصحیح نیت'' ہے اور اس کا انتہائی نتیجہ جو تصحیح نیت سے حاصل ہوتا ہے فقاہت یعنی دینی سمجھ اور شعور کا حاصل ہونا'' (761)

تصحیح نیت کے حوالے مشائخ رائے پور نے اپنے ملفوظات میں مختلف امور بیان کیے ہیں تاکہ متوسلین اور متعلقین اپنی اصلاح کر سکیں اس حوالے سے مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے ارشاد فرمایا کہ:

''کسی اللہ کے بندے کی صحبت اٹھا کر پہلے اپنے آپ کو اسلام کا حامی بنالیں، اصلاح نیت کر لیں اور اخلاق کو سنوار لیں پھر خواہ دینی تعلیم و تعلم کا کام کریں یا معاشی سب ٹھیک ہو گا''۔(762)

تصحیح نیت کے حوالے سے حضرتؒ مزید فرماتے ہیں:

''خصوصاً علماء حضرات کو جو پڑھانے کا کام کرتے ہیں کہنا چاہتا ہوں کہ خواہ دس منٹ، خواہ دس دن یا دس سال میں غرض جتنے عرصہ میں بھی یہ خیال پک سکے۔ پکانے کی کوشش کرنی چاہیے کہ جو کام میں کر رہا ہوں اللہ کے واسطے کر رہا ہوں اس نیت کو تازہ اور خالص کرنے کے کام کی کوشش کریں۔۔۔ اگر ایک شخص اس نیت سے ہل چلاتا ہے کہ اس پر اپنے بیوی بچوں کی پرورش واجب ہے تو اس کا ہل چلانا جب کہ غفلت کے ساتھ ہو۔ تو نوافل سے افضل ہے کہ وہ تو مستحب ہیں اور جو شخص غفلت سے فرائض نماز ادا کرتا ہے اسکے فرائض سے بھی، پہلے شخص کا مباح کام افضل ہوا۔(763)

## تلاوت اور مفاہیم قرآنی کا شعور

مشائخ رائپور کے ہاں قرآن حکیم کی تلاوت اور فہم و شعور کی بڑی اہمیت رہی ہے۔ تمام مشائخ نے ساری زندگی اس پر عمل کیا ہے۔ خاص طور پر قرآن حکیم کی تلاوت، نوافل میں اس کی سماعت اور قرآن حکیم کے معانی اور مفاہیم کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن حکیم پڑھنے کا پورا اہتمام کیا جاتا ہے چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ کے مطابق

''حضرت عالی (شاہ عبدالرحیم رائے پوری) کے ہاں قرآن حکیم کو معنی اور مفہوم کا لحاظ کر کے پوری تصحیح کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام کا جاتا تھا'' (764)

اسی لیے حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ نے اپنے دور میں حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی زیر نگرانی قرآن حکیم کے معنی اور مفاہیم کا شعور پیدا کرنے کے لیے دورۂ تفسیر قرآن حکیم کے اہتمام کا آغاز کیا تھا چنانچہ اس وقت سے لے کر آج تک

---

760۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج1، ص6، دار طوق النجاۃ، دمشق، 1422ھ

761۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، ارشادات، ص131۔

762۔ ایضاً، ص206۔

763۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرۃ رائپوریؒ، ص93، مکتبہ سید احمد شہید، لاہور۔

764۔ آزاد عبدالخالق، مفتی سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کا طریقہ تربیت اور معمولات، ص14



toobaafoundation.com

سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے متوسلین کے لیے مشائخ رائے پور کی زیر سرپرستی ہر سال ''ہفت روزہ'' اور ''پندرہ روزہ'' دورۂ تفسیر قرآن حکیم کا اہتمام کیا جاتا ہے۔(765)

بعد ازاں مولانا شاہ سعید احمد رائپوریؒ نے اسے وسعت دے کر ''ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ'' کے نام سے ایک ادارہ بھی قائم کیا جس کا مقصد نوجوانوں میں قرآنی فہم و شعور پیدا کرنا تھا اور اب یہ ادارہ ملکی سطح پر قرآنی مفاہیم کے شعور کے فروغ میں سنگ میل کی حیثیت اختیار کر گیا ہے اس حوالے سے آپ کی یہ کاوش شاہ صاحب کے ''رجوع الی القرآن'' ہی کی صدائے بازگشت ہے۔(766)

## صحبتِ شیخ

مشائخ رائے پور فرماتے ہیں کہ محبت کے ساتھ شیخ کی صحبت سے انسان اعلیٰ اخلاق کا خوگر بنتا ہے اس لیے ظاہری اور باطنی فیوضات کے حصول کے لیے اپنے سلسلہ عالیہ کے مشائخ کی محبت و عظمت دل میں رکھنا ضروری ہے خاص طور پر جس شیخ کے ہاتھ پر بیعت توبہ کی ہو، اس کی محبت کے ساتھ صحبت اختیار کرنا ضروری ہے۔(767) چنانچہ حضرت رائے پوری ثانیؒ فرماتے ہیں:

"انسان کو چاہیے کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے اپنے اندر اخلاق حمیدہ پیدا کرے اور ذمائم (برے اخلاق) سے دور رہے۔ اور یہ چیز ایسے شخص کی صحبت اٹھانے سے حاصل ہوتی ہے جس کے اخلاق اور نفس کی اصلاح ہو چکی ہو"۔(768)

ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''انسان کی اصلاح کے لیے صحبت نیک ضروری ہے صرف علم سے کچھ نہیں ہوتا'' (769)

چنانچہ اپنے دل میں شیخ سے سچی محبت اور عشق پیدا کرنے سے کامیابی اور استقامت حاصل ہوتی ہے اور وقتاً فوقتاً شیخ کی صحبت میں جانا اور ان سے استفادہ کرنا، ان کی عظمت اور محبت کا دل پر نقش کرنا بھی دینوی اور آخروی کامیابی کے لیے انتہائی مفید ہے اپنے شیخ کی محبت کے ساتھ ساتھ اپنے سلسلے کے مشائخ کی محبت و عظمت بھی دل میں ہونی چاہیے ان مشائخ کی تعلیمات، افکار و نظریات، سیرت و کردار کی اتباع کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ کیونکہ اس کے بغیر تربیت کا عمل مکمل نہیں ہوتا۔(770) اس حوالے سے مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ فرماتے ہیں کہ:

"ان (نوجوانوں) کو باشعور، اعلیٰ صحبت اختیار کرنا ہو گی۔ اعلیٰ استاد کی صحبت ہی شاگرد کو لائق بناتی ہے جس کے نتیجے میں اپنی ذاتی رائے اور انفرادی سوچ کو اجتماعی اور مرکزی فیصلے پر قربان کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور اسے کامیاب بناتا ہے"۔ (771)

---

765۔ آزاد عبدالخالق، مفتی سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کا طریقہ تربیت اور معمولات، ص 14

766۔ محمد انس حسان، ولی اللّٰہی فکر کے فروغ میں مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کا حصہ (مقالہ ایم فل)، ص 279۔

767۔ آزاد، عبدالخالق، مفتی، سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کا طریقہ تربیت اور معمولات، ص 21۔

768۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات، ص 125، سید احمد شہید اکیڈمی، لاہور۔

769۔ محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی (حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 134۔

770۔ آزاد، عبدالخالق، مفتی، سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کا طریقہ تربیت اور معمولات، ص 23, 22۔

771۔ مجلہ عزم (سیریز نمبر 30) ص 11، مئی 1980ء لاہور۔



toobaafoundation.com

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے کسی نے پوچھا کہ صحبت شیخ کا کیا فائدہ ہے؟ فرمایا:

"دیکھو اگر کسی نے منزل پر پہنچنا ہو اور وہ پیدل چل پڑے سر پر من بھر کا بوجھ بھی ہو اور راستے میں چور ڈاکوؤں کا خطرہ بھی ہو تو سمجھ لیجئے کہ کتنی مشکل سے پہنچے گا لیکن اگر کسی کو ہوائی جہاز میں بیٹھا دیا جائے تو ظاہر ہے وہ کتنے آرام سے پہنچے گا۔ پاؤں پھیلا کر سوتا جائے گا اور راستے کے خطرات سے بھی محفوظ رہے گا یہی حال صحبت شیخ کامل کا ہے کہ کاملین کی صحبت سے انسان بلا خوف و خطر منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے"۔ (772)

صحبت کے لیے مناسبت کی شرط کے حوالے سے حضرتؒ سے دریافت کیا گیا کہ صحبت کا اثر مسلمات سے شمار ہوتا ہے مگر حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی، حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اور فرعون کی بیوی کا قصہ ظاہر ہوتا ہے کہ اثر ہونا لازمی نہیں حضرتؒ نے اس پر فرمایا کہ:

"صحبت میں ایک مناسبت شرط ہے اور عناد موانع میں ہے یعنی اگر صحبت اٹھانے والے کو جس کی صحبت اٹھا رہا ہے اس سے مناسبت ہے اور ضد نہیں تو صحبت کا اثر ہو گا" (773)

## تصوف دینی کاموں کی حیات و قوت کا ذریعہ

عرصہ دراز سے کچھ تو تصوف کی غلط نمائندگی و ترجمانی کی وجہ سے اور کچھ تصوف کے بعض علم برداروں کی بے عملی، تعطل اور جمود کی وجہ سے تصوف کو بطالت، بیکاری کا مشغلہ اور دعوت فرار کا مترادف سمجھا جانے لگا، حضرت کو اس بات کا بڑا یقین اور اصرار تھا کہ تصوف بجائے تعطل اور بے عملی کے دینی کاموں کی زندگی اور طاقت کا سرچشمہ ہے رائے پور کے مشائخ کا جس سلسلہ سے تعلق تھا اس کے متعدد شیوخ و اکابر سرفروش مجاہد اور جلیل القدر مصلح اور داعی الی اللہ گزرے ہیں۔

شاہ عبدالقادر رائے پوری فرماتے ہیں:

تصوف دین کے کام چھڑانے کے لیے نہیں ہے بلکہ اس سے تو دین کے کاموں میں قوت آتی ہے اور جان پڑتی ہے لیکن کیا عرض جائے اللہ کی مشیت ہے، جن کو اللہ نے دین کے کاموں کے قابل بنایا ہے وہ اب ادھر توجہ ہی نہیں کرتے حالانکہ اگر تھوڑی سی توجہ وہ ادھر دیدیں تو دیکھیں کہ ان کے کاموں میں کتنی قوت آتی ہے" (774)

## تصوف اور یقین کامل

حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کے ہاں کیفیت قابل حصول صرف ایک تھی "یقین" کامل یقین اور اس کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی کیفیات مثلاً خوف، خشیت، محبت الٰہی، تعلق مع اللہ کا دوام، کامل اخلاص، اتباع شریعت، اخلاق عالیہ مثلاً توکل، رضا و تسلیم، صبر و شکر وغیرہ۔ اس حوالے سے حضرت رائے پوری ثانیؒ فرماتے ہیں کہ

"اصل مقصود یقین کا پیدا ہو جانا ہے تصوف کا مقصود صرف یہی تھا کہ استدلالی یقین، وجدانی، ذوقی اور کشفی یقین میں تبدیل ہو جائے اللہ تعالی کی محبت نصیب ہو تعلق مع اللہ کو دوام و استقلال حاصل ہو" (775)

---

772۔ انصاری، محمد حسین، نفحات طیبہ، ص108، ادارہ معارف الاسلام، گوجرخان۔

773۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرۃ رائپوری، ص55۔

774۔ ندوی، ابوالحسن، سید، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص342, 341۔

775۔ ایضاً، ص324۔



toobaafoundation.com

مزید فرماتے ہیں کہ:

"اصل کیفیت یقین کا پیدا ہو جانا ہے فرمایا: کمرے میں اندھیرے میں شیر ہے نظر نہیں آتا، ایک آدمی وہاں ہے وہ بے خبری میں بے فکر بیٹھا ہے، اچانک روشنی ہوئی، شیر اس کو نظر آگیا اس پر خوف طاری ہو جائے گا، اسی طرح یقین نصیب ہونے کے بعد خوفِ خدا آجاتا ہے اور یہ خوفِ خدا بنیاد ہے تمام اعمال حسنہ کے کرنے کی اور تمام اعمال بد سے بچنے کی۔۔۔ اس کا نتیجہ پھر یہ ہو جاتا ہے کہ ساری دنیا بھی خدا کی ہستی کا انکار کرے تو یہ وجدانی یقین والا شخص کبھی بھی انکار نہیں کرتا"۔(776)

سلوک و تصوف کی ضرورت اور اس کی کیفیت پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کی محبت اور ہر وقت اس کا اور اس کی رضا کا دھیان فکر رہنا اور اس کی طرف سے کسی وقت غافل نہ ہونا یہ کیفیتیں دین میں مطلوب ہیں اور قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بغیر ایمان اور اسلام کامل ہی نہیں ہوتا"۔ (777)

## تربیت و صحبت

فرمایا کہ:۔

تربیت مشکل بہت ہے اگر بچپن سے اچھی تربیت میسر آجائے تو کام کچھ بھی دشوار نہیں۔ گویا اس طرح ہے۔ جس طرح طبعاً بچپن سے لڑکپن اور دوسرے مراحل زندگی بے تکلف آجاتے ہیں مگر طبیعت کا فقدان حسبِ حیثیت مشکلات کا باعث ہو جاتا ہے اور یہ فضل ایزدی ہے کہ ایک نیک کام دس گنا اور اس سے بھی زیادہ ثواب جو ملتا ہے یا نیکیاں لکھی جاتی ہیں تو گویا وہ برائی جتنی راسخ ہوتی ہے۔ اس کے لیے جتنی عام قاعدہ میں مشقت مطلوب تھی اس سے دس گنا کم مشقت محض فضل سے کفایت کرے گی اور فرمایا کہ دراصل نیک صحبت اختیار کرنا ضروری ہے اور بیعت اس کا ایک طریقہ ہے۔ جب تک کثرت سے صحبت نہ اٹھائی جائے نفع کچھ نہیں ہوتا رسمی بات جو دیکھتے ہو پیدا ہو جاتی ہے کہ پیر صاحب نے سوچا کہ ہمارا ایک روپیہ نذرانہ ہرا ہو گیا اور مریدوں نے سمجھا کہ ہمارے پیر ہیں اور نفع جو چاہے اس طرح صحبت اٹھائے بغیر نہیں ہوتا اور کسی بدعقیدہ سے تعلق ہو جائے تو اسی کا اثر آجاتا ہے۔(778)

## صحبتِ شیخ عناد سے پاک ہو

حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا!

"بس جس شیخ سے انس ہو اس کی بلا عناد صحبت اختیار کرو اور کچھ ذکر کا بھی سلسلہ جاری رکھو۔ جتنی کسی کی استعداد ہو گی اور جتنا خدا کو منظور ہو گا حصہ مل جائے گا۔"(779)

---

776۔ ندوی، ابوالحسن، سید، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص 323۔

777۔ ایضاً، ص324۔

778۔ رائے پوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص188

779۔ ایضاً، ص283



toobaafoundation.com

## سلوک دفعی

حضرت رائے پوریؒ اس حوالے سے فرماتے ہیں کہ :

بعض لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ صحابہ سے تو یہ ذکر اذکار مجاہدات اور اوراد وغیرہ ثابت نہیں ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ان کو دفعتہً یہ چیز حاصل ہو جایا کرتی تھی۔ جو دوسروں کو ذکر اذکار اور اوراد وغیرہ کی پابندی کے بعد الا ماشاءاللہ ہی حاصل ہوتی ہے ان کا "سلوک دفعی" تھا، حضور ﷺ کے سامنے آتے ہی اور اسلام لاتے ہی سب منازل طے کر لیتے تھے، چونکہ تصوف کا مقصود صحبت نیک میں رہنا ہے ان کو مدتوں حضور ﷺ کی صحبت میں رکھا گیا۔ حضرت صدیق اکبر کو بھی تیس سال صحبت مبارکہ میں رہنا نصیب ہوا"۔(780)

## بیعت کے ذریعے معاشرتی اصلاح

4 فروری 1747ء جگراؤں ضلع لدھیانہ میں تین اشخاص حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ سے بیعت ہونے کے لیے آئے۔ آپ نے ان کو سامنے بٹھا کر تینوں کے ہاتھ ایک ساتھ اپنے ہاتھ میں لے کر پہلے کلمہ شریف "لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ "پڑھایا پھر کہلوایا۔ یا اللہ اسی توبہ کر دے ہاں کفر سے، شرک سے، بدعت سے، غیبت سے، زنا سے، جھوٹ سے، بولنے سے، نماز چھوڑنے سے، ہور گناہوں سے، جو اساں اپنی ساری عمر وچہ کیتے چھوٹے ہوں یا بڑے اسی عہد کر دے ہاں کہ تیرے سب حکم مناں گے۔ تیرے رسول پاک دی تابعداری کراں گے یا اللہ۔۔۔۔! ساڈے گناہ بخش دے۔ سانوں توفیق دے اپنی رضامندی دی، اپنے رسول پاک دی تابعداری دی، پھر فرمایا کہ بس اب گناہاں توں بچدے رہناں، نماز دی پابندی رکھنا، جماعت نال نماز پڑھن دی کوشش کرنا، شریعت دے بر خلاف کم نہ کرنا، بری صحبت توں بچنا، صحبت دا اثر ہندا ہے تاں بُرا بن جاندا ہے، نیکاں دی صحبت اختیار کرنا درود شریف سوم کلمہ پڑھدے رہنا۔ ایک تسبیح یا تین تسبیح مولوی صاحب توں سِکھ لینا۔(781)

## طریقت میں ادب کی اہمیت

فرمایا کہ

"سب سے بڑا ادب محبت ہے اور وہی سب کا آداب سکھاتی ہے اور محبت نہ ہو تو ادب بے جان ہیں"(782)

مولانا عبدالرشید نعمانی جے پوری مصنف "لغات القرآن" نے عرض کیا کہ حضرت اگر محبت کم ہو تو پھر کیا کام کچھ چل سکتا ہے فرمایا کہ

"ذکر الٰہی کی کثرت سے کچھ کام چل سکتا ہے"(783)

مجلس کے آداب کے حوالے سے حضرت رائپوریؒ فرماتے ہیں کہ

"مجلس میں بیٹھ کر نہ تو سونا چاہیے اگر نیند آئے تو الگ جا کر سو رہنا چاہیے کہ اس سے مجلس میں اثر پھیلتا ہے اور نہ ہی ذکر وغیرہ میں مشغول ہونا چاہیے کہ اس کے لیے بھی الگ چلے جانا موزوں ہے اور خاموش بیٹھنا چاہیے۔ بلکہ جو پوچھنے کی بات ذہن میں ہو وہ

---

780۔ للھی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص90

781۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری، ص210

782۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری، ص594

783۔ ایضاً



toobaafoundation.com

بے تکلف پوچھنی چاہیے اور اگر کچھ پوچھنا ہو تو ادب سے بے تکلف خود پوچھنا چاہیے یا کسی اور طریقے سے عرض کروا دینی چاہیے"(784)

## تصوف میں یقین کی اہمیت

### توکل کی بنیاد یقین

اس حوالے سے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا!

"کہ اپنا ذکر کیے جاؤ، جو کچھ ہونا ہو گا ہو رہے گا باقی توکل موقوف ہے یقین پر۔ اگر آپ میری دعوت کریں تو میں کھانے کا انتظام نہیں کرتا۔ کیونکہ باجود سینکڑوں احتمالات کے ایک درجہ یقین کا ہوتا ہے کہ آپ کھانا کھلانے کو کہہ چکے ہیں۔ تو جس کو باری تعالیٰ کے رزاق مطلق ہونے پر یقین ہو اور وعدہ خداوندی جو رزق کے متعلق قرآن میں آتا ہے اس پر حقیقی یقین ہو تو جتنا یقین کا مرتبہ ہو گا اتنا ہی توکل ہو گا"۔(785)

### استدلالی و وجدانی یقین

فرمایا!

"کمرے میں اندھیرا ہو اور شیر بھی موجود ہو مگر وہ نظر نہیں آتا۔ ایک آدمی وہاں ہے وہ بے فکری میں بے خبر بیٹھا ہے اچانک روشنی ہوئی اور شیر اس کو نظر آ گیا تو اس پر خوف طاری ہو جائے گا، اسی طرح یقین نصیب ہو جانے کے بعد خوف خدا آتا ہے اور یہ خوف خدا بنیاد ہے، تمام اعمال حسنہ کے ادا کرنے کی اور تمام اعمال بد سے بچنے کی۔ فرمایا۔ استدلالی یقین کا وجدانی و ذوقی یقین میں تبدیل ہو جانا، اصل چیز ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر ساری دنیا بھی خدا کی ہستی کا انکار کرے تو یہ وجدانی یقین والا شخص کبھی بھی انکار نہیں کر سکتا۔"(786)

### حالات صحابہ و اولیاء/ذریعہ یقین

حضرت ثانیؒ نے فرمایا!

"اولیاءاللہ کے حالات باعث تقویت ایمان والایقان ہیں اور حصول برکات کا باعث ہیں لیکن میں نے تجربہ کیا ہے کہ جتنا مجھ پر اثر صحابہ کرام کے حالات پڑھنے سے ہوتا ہے کسی کے حالات پڑھنے سے نہیں ہوتا۔ سبحان اللہ صحابہ کرام کی کوئی کیا ریس کر سکتا ہے جنھوں نے اللہ و رسول ﷺ کے عشق میں بڑی بڑی ایذائیں اٹھائیں، ہجرتیں کیں، گھر بار لٹائے۔

وَأُوذُواْ فِي سَبِيلِي وَقَٰتَلُواْ وَقُتِلُواْ (القرآن03:195)

ترجمہ: "اور ستائے گئے اور لڑے اور قتل کیے گئے"۔

---

784۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری، ص493

785۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص68

786۔ للہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص117



toobaafoundation.com

لوگ کہتے ہیں کہ اولیاء کے حالات سناؤ، میں کہتا ہوں صحابہ کرام سے بڑھ کر کون ولی ہو سکتا ہے ان کی غلامی سے سب کچھ ملتا ہے"(787)

## یقین کے طبقات:

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے فرمایا کہ

"تین طبقے ہیں ایک تو عام مؤمنین کا جو جنت کی طلب اور دوزخ کے خوف سے متاثر ہوتے ہیں اور عام اعمال میں اپنی کوتاہیوں کے باوجود لگے رہتے ہیں۔ دوسرا طبقہ خواص کا ہے جو یقین میں ان پہلوں سے بڑھے ہوئے ہیں اور انہوں نے اذکار واشغال سے تقلیدی یقین کو تحقیقی بنالیا ہے۔ یہ دوسرا طبقہ بھی امام ہیں ان کی استعداد پہلوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ گویا عین الیقین حاصل کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ پہلے طبقہ والوں کی استعداد سے تو کوئی شخص خالی نہیں ہوتا۔ اگرچہ ان میں درجے بے شمار اور مختلف ہوں۔ شریعت میں اتنا گویا ہر شخص سے مطلوب ہے۔ تیسرا درجہ جو بہت کم ہے۔ گویا حق الیقین والے ہیں جن کو مشاہدات وغیرہ ہو کر یقین کا مرتبہ دونوں سے زیادہ حاصل ہے ان کو "اخص الخواص" سمجھیے فرمایا نبی کا درجہ تو وہی ہے۔"(788)

## یقین کی اقسام اور اسکے ذرائع

فرمایا کہ

اگر کسی ایسے شخص سے سنا جو اس کے نزدیک یقین کے قابل ہے کہ آگ گرم ہوتی ہے تو یہ علم الیقین ہے۔ پھر دور سے آگ کو دیکھ بھی لیا۔ تو یہ عین الیقین ہے اور پھر بالخصوص جبکہ آگ کی گرمی بھی محسوس ہوئی اور اس میں انگلی رکھ دی یہ حق الیقین ہے۔ پھر بازو، تمام کا تمام آگ میں داخل کر دیا۔ پھر آگ میں کود گیا اور آخر میں آگ ہی ہو گیا۔ یہ یقین کی ترقی ہوئی۔ جتنی جتنی استعداد ہے اتنی ہی ترقی کرتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سنا کہ قوم گمراہ ہو گئی تو کچھ نہ ہو، حالانکہ فرمان خداوندی سنا تھا، یقین بھی ہو گیا تھا، لیکن توراۃ کی الواح نہ پھینکیں۔ پھر جب آنکھوں سے دیکھ سے لیا۔ تو الواح بھی پھینک دیں۔ مشاہدہ ہوا تو غصہ بڑھ گیا اور بھائی کی ڈارھی پکڑ لی۔(789)

یقین کہتے ہیں، اعتقاد جازم للواقع کو۔ اگر صرف یہی مرتبہ ہے تو علم الیقین ہے۔ اگر اس کے ساتھ غلبہ حال بھی ہے لیکن اس غلبہ حال میں مدرک کو غیر مدرک سے غیبت نہ ہو تو عین الیقین ہے اگر ایسا غلبہ ہے کہ غیر مدرک سے غیبت بھی ہے تو حق الیقین ہے یہی یقین کی ترقی ہے۔(790)

## ایمان (یقین) اور بے یقینی کا موازنہ

اس تناظر میں آپؒ نے فرمایا کہ

"ایک بے ایمان اسی لیے دائمی عذاب میں ہے اور ایمان دار کو حسب حال جب بھی ملے تو دائمی راحت ضرور ملے گی۔ جو کبھی زائل نہ ہوگی۔ کیونکہ پہلے کے پاس کوئی باقی معلوم نہ تھا یعنی باقی معرفت نہ تھی یہی بے ایمان یعنی بے یقینی تھی۔ نفاق کا قوی علم اور بھی باعث

---

787۔ للّٰہی، محمد حسین، صاجزادہ، ڈاکٹر، نفحاتِ طیبہ، ص81

788۔ ایضاً، ص103

789۔ ایضاً، ص83

790۔ ایضاً، ص83تا84



toobaafoundation.com

محرومی اور وجہ عذاب ہوگا، دوسرے کے پاس باقی معلوم یعنی باقی کا علم یعنی معرفت تھی یہی ایمان یعنی یقین تھا جو قوت عمل کی کمزوریوں اور لغزشوں کے باوجود آخر دائمی راحت کو جنت میں لے جا کر رہے گا،،([791])

## مقصد تصوف (یقین اور تصوف کی شرائط):

فرمایا کہ

"تصوف کا مقصد یقین کا حصول ہے۔ باقی علوم ان کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ صحیح ہوتے ہیں یا خیالات یعنی مکاشفات ہوتے لگتے ہیں۔۔۔۔۔انسان کے جو عقائد ہوتے ہیں۔ تصوف ان کے رنگ کو جما دیتا ہے ان میں یقین پیدا کر دیتا ہے خود کوئی علوم نہیں دیتا۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ تصوف سے پہلے عقائد صحیحہ کا علم اور دین کے عقائد حقہ کی تعلیم حاصل کر لینا ضروری ہے۔ کیونکہ تصوف یقین محکم کا ذریعہ ہے۔ باقی مکاشفات نہ ہو تو مقبول اور دونوں شقوں سے خارج ہوں تو محمود کہلا سکتے ہیں،،([792])

یقین کی اہمیت کے حوالے سے آپ کے خلیفہ مجاز ہیڈ ماسٹر منظور محمد صاحب لکھتے ہیں:

> ''حضرتؒ راستہ کی کیفیات مثلاً وجد، انوار اجرائے لطائف سلطان الاذکار حتیٰ کہ فنائیت کی اہمیت کو بھی خاص اہمیت نہیں دیتے تھے حضرتؒ کے یہاں کیفیت قابل حصول صرف ایک تھی، یقین، کامل یقین اور اس کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی کیفیات۔۔۔ حضرت کے ہاں تصوف کا مقصود صرف یہی تھا کہ استدلالی یقین وجدانی، ذوقی اور کشفی یقین میں تبدیل ہو جائے اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہو، تعلق مع اللہ کو دوام واستقلال حاصل ہو'' ([793])

## تصوف کے اثرات

### فقاہت

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشائخ رائپور نے اپنے سلسلہ عالیہ کے مشائخ کی تعلیمات کے تناظر میں تربیت اور تزکیے کے لیے تصوف کے اہم امور کا خلاصہ نکالا ہے۔ چنانچہ ولی اللٰہی تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے درج ذیل معمولات تجویز کیے گئے ہیں:

ایک مرتبہ حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم رائے پوریؒ نے حضرت شاہ عبد القادر رائے پوریؒ سے تصوف کا خلاصہ اور نتیجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''مولوی صاحب! لوگ خبر نہیں تصوف کسے سمجھتے ہیں! تصوف تو فقاہت یعنی دینی سمجھ اور شعور کا نام ہے'' ([794])

---

791۔ رائے پوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبد القادر رائے پوریؒ، ص271

792۔ رائے پوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص578

793۔ ندوی، ابوالحسن علی، سید، سوانح حضرت مولانا عبد القادر رائپوریؒ، ص324۔

794۔ ایضاً، ص131۔



toobaafoundation.com

## معرفت الٰہی کے لئے نورِ نبوت کی ضرورت

حضرت ثانی نے فرمایا کہ

"انسان کی عقل ایک حد تک ہے اور معرفت الٰہی کے لیے اکیلی عقل کام نہیں دے سکتی اور اتنا کام نہیں دے سکتی کہ انسان کو ظن وتخمین کی دلدل سے کلی طور پر نکال کر یقین وایقان کے مدارج عالیہ تک پہنچادے اور معرفت الٰہی کے بغیر انسان اپنے معراج کمال اور علت نمائی تک فائزالمرام نہ ہوتا اور تخلیق کا منشاء پورا نہ ہوتا اس لیے پہلے انسان یعنی آدم علیہ السلام کو بھی نور نبوت سے فائز کیا،(795)

## رزائل نفس کا خاتمہ

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا کہ :-

"حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو رضا و تسلیم کا طریقہ ارشاد فرمایا اور ان کو توکل سکھایا جو کہ نفس مطمئنہ کے صفات ہیں۔ کیونکہ ایمان کا مقتضٰی یہ ہے کہ رذائل نفس کا ازالہ ہو جائے، مگر یہ فناء نفس کے بعد حاصل ہوتا ہے یعنی "ایمان حقیقی "رزائل نفس کے ازالہ کے بعد حاصل ہوتا ہے"۔(796)

## تصوف میں حب الٰہی اور اتباع نبوی ﷺ کی مرکزیت

### مقصود تصوف

مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے اس حوالے سے فرمایا مقصود اصلی رضائے خدا کا حصول ہے اور جو انوارات اور کیفیات رستے میں سالک کو نظر آئیں انہیں میں نہیں رہ جانا چاہیے، بلکہ ان سب پر لا کی نفی کھینچ دینا چاہیے۔ یہ سب غیر اللہ ہے۔ مقصود تو اللہ کی ذات ہے۔ یہ ساری کیفیات اگر نصیب ہو جائیں۔ مگر رضائے مولا کے کام نصیب نہ ہوں تو کچھ بھی نہیں۔ کوشش کر کے سب کی نفی کرے اور اللہ تبارک وتعالیٰ تک پہنچے۔ یہ کشف و کرامات تو زہر قاتل ہیں، ان کی طرف دھیان بھی نہ کرے ورنہ مارا جائے گا۔"(797)

### اتباع نبوی کی اہمیت

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کی مجلس (بروز جمعرات 4 شوال المکرم 66ھ 21 اگست 1947 رائے پور گلزار رحیمی) میں مولانا حبیب الرحمن نے عرض کیا کہ نفس ایمان تو بدعتیوں میں بھی ہے۔ کچھ احکام سے لاپرواہی کا ماحول، کچھ دینیات کے بعض مسائل سے عدم واقفیت، کچھ اختلاف مسلک سے جو مسائل میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ اس سبب کی بناپر پورا اتباع احکام گو ان لوگوں میں نہیں ہوتا۔ مگر اپنے ماحول اور مسلک پر عدم واقفیت کی بناپر اتباع ہو تو ایسی محبت نافع ہے یا نہیں۔(798)

---

795۔ رائے پوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص 391

796۔ للہی، محمد حسین، صاجزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص 90

797۔ ایضاً، ص 80

798۔ رائے پوریؒ، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس، حضرت رائے پوریؒ، ص 511



toobaafoundation.com

## عشق حقیقی

مولوی حبیب اللہ بہاولپوری نے عرض کیا بعض صوفی بزرگوں کے عشق مجازی کے متعلق اشعار ہیں کہ عشق مجازی عشق حقیقی کے لیے کارساز ہے تو ان کی کیا حقیقت ہے۔اس پر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک ایسے اشعار کا یہ مطلب ہے کہ اگر سالک کو اپنے شیخ کی محبت بڑھ کر عشق کے درجہ کو پہنچ جائے تو اس کا انجام باری تعالیٰ کا عشق ہوتا ہے۔جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حضور ﷺ سے محبت انتہا کو تھی کیونکہ جس کی محبت ہو۔محب اس کے اخلاق اور اس کی ہر خوبی سے حصہ پاتا ہے۔باقی یہ قصے ممکن ہے کوئی طبیعت ایسی جو کسی طرح بھی نہ چلتی ہو تو ایسا عشق اس کے جمود کو توڑ کر حرکت میں لائے اور پھر اس کو خوبی قسمت سے کوئی ایسی ٹھوکر لگے کہ وہ اور در سے لوٹ کر حسن وخوبی کے خالق کی طرف متوجہ ہو جائے تو جس کے ساتھ ایسا معاملہ ہوا ہو گا وہ اس کو بیان کرلے تو صحیح ہے مگر یہ قاعدہ اور کلیہ نہیں اور یہ بھی ہے کہ اگر ایسے عاشق کو وصال ہو جائے تو پھر یہ انتقال نہیں ہوتا۔آج کل کے پر فسق ماحول میں تو یہ بالکل نہ چاہیے اور یہ تو ایسا ہے جیسا کسی نے زہر کھالیا مگر خدا نے فضل کر دیا کہ وہ کسی اور مرض کے ازالہ کا باعث ہو گیا اور کسی وجہ سے زہر کھانے والے کو اتفاقاً ہلاکت سے بچانے والا تریاق مل گیا اور یہ بھی سب شاذ و اتفاقی ہے۔ورنہ یہ حقیقتاً زہر کھانا ہے۔دراصل شیخ سے عشق کا نام عشق مجازی ہے۔کیونکہ حقیقتاً شیخ اور پیغمبر باری تعالیٰ کے غیر ہی تو ہیں۔انسان اللہ تعالیٰ سے براہ راست محبت کرے یہ بڑی بات ہے لہذا شیخ سے محبت اس کا ذریعہ بن جاتی ہے نیکوں کی محبت کا بھی یہی حکم ہے۔کیونکہ انسان میں وہ رنگ لاتی ہے جو محبوب میں ہو۔(799)

## عشق قویٰ کی کمزوری کا علاج

مولانا حبیب الرحمن نے عرض کیا کہ حضرتؒ عشق کے فقدان میں بھی قویٰ کی کمزوری کو کچھ دخل ہے؟ حضرت ثانیؒ نے فرمایا:۔

"ہاں دخل تو ایک بڑی حد تک ہے مگر عشق ہو تو قویٰ کی کمزوری کی تلافی ہو جایا کرتی ہے اور عشق ویسے بھی ہوتا ہے تمام تر قویٰ کی قوت پر بھی منحصر نہیں اور فرمایا کہ علماء کے لیے کام کا بے حد میدان ہے مگر ان میں عشق کار نہیں"۔(800)

## استمداد بالغیر اور اشعار

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے مولی گلزار احمد نے عرض کیا کہ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند کے ایک نعتیہ قصیدہ سے "استمداد بالغیر" کا مفہوم سمجھا جاتا ہے اس پر حضرت رائے پوریؒ نے مولانا حبیب الرحمنؒ سے کچھ کہنے کو فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ عشق میں بعض باتیں ایسی نکل آتی ہیں جن کا حقیقتاً وہ مطلب بھی نہیں ہوتا مگر اس سے عام طور پر ایسا ہی سمجھ لیا جاتا ہے اور شرعاً وہ بھی قابل تقلید چیز نہیں ہوتی اور نہ عقائد اس سے لینے چاہیئے اور نہ کہنے والے کے یہ عقائد ہوتے ہیں جو لوگ سمجھ لیتے ہیں حضرت نانوتویؒ کے ان اشعار سے زیادہ اچھی مثال اس بات کی اور ہو بھی نہیں سکتی کہ حضرت نانوتویؒ ایسا عقیدہ رکھنے میں مشہور تھے کہ نہ حضرت رسول اللہ ﷺ حاضر ناظر ہیں اور نہ غیر اللہ سے استمداد جائز ہے۔مگر ان کے اشعار سے اگر کوئی ایسا مطلب سمجھے تو اس کو ہوش سے کام لینا چاہیے یہ حال حالی مرحوم کا ہے کہ وہ اس عقیدہ کے نہ تھے مگر "مرادیں غریبوں کی بر لانے والا" سے لوگ یہ مفہوم

---

799۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص59-60

800۔ ایضاً ص191



toobaafoundation.com

لیتے ہیں کہ اس سے بھی استمداد غیر اللہ کا مطلب نکلتا ہے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے مولانا حبیب الرحمٰن کے جواب کی تصویب و تقویت فرمائی۔اور تشریح بھی فرمائی"۔(801)

اسی حوالے سے حضرت ثانیؒ نے فرمایا کہ

"اول تو بعض اشعار کا مطلب یہ نہیں ہوتا جو دوسرے سمجھتے ہیں پھر کسی خاص جذبہ میں کہے جانے کی وجہ سے دوسرے کے لیے قابل تقلید نہیں ہوتے اور نہ ان پر عقائد کی بنیاد استوار کی جانی چاہیے اور اگر کسی صحیح العقیدہ شخص نے کہے ہوئے ہوں اور اس کے عقائد کا علم اور ذرائع سے ہو تو اس کی تاویل کرنی چاہیے یا پھر معذور سمجھنا چاہیے اور بعض اوقات انتساب غلط ہوتا ہے آخر یہ بس ہے کہ شریعت کے خلاف ہو تو خواہ کسی کی بات ہو قابل عمل نہیں"۔(802)

## اسباب محبت (جمال، کمال، اور احسان):

فرمایا:

"محبت کے تین اسباب ہوتے ہیں۔ جمال، کمال اور احسان۔ جمال کے قصے تو زبان زد عوام و خاص ہیں۔ یوسفؑ زلیخا کا قصہ۔ یہ تو جمال کی مثال ہوئی۔ اگر کسی میں کمال ہوتا ہے تو اس کی عظمت خواہ مخواہ لوگوں کے قلوب میں پیدا ہو جاتی ہے اور اس سے لوگ محبت کرنے لگتے ہیں اور جب کوئی شخص کسی پر کچھ احسان کرتا ہے تو اس کی محبت بھی دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ تینوں باتیں حق تعالیٰ میں بدرجہ اولیٰ ہیں انسان کا جمال ہو یا کمال یا احسان، یہ محدود اور فانی ہے حق تعالیٰ کا کمال غیر محدود اور غیر فانی ہے۔ تو جو شخص حق تعالیٰ کی ان صفات کو جان لیتا ہے اس کے دل میں حق تعالیٰ کی محبت آتی ہے اور وہ کبھی غافل نہیں ہو سکتا۔"(803)

## وسائط اور فیوض باری تعالیٰ (ملائکہ):

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا!

"میں نے اخبار یا رسالہ میں دیکھا تھا کہ زمین سورج کا ٹکڑا ہے مگر نور اس میں نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج میں بھی نور اس کا ذاتی نہیں ہے وہ اور کسی سے ملا ہے اور ہم تو مانتے ہی ہیں کہ نور بلکہ وجود بھی سب کو کسی اور نے ہی عطا کیا ہے الحمد للہ کہ مجھے شبہ تو کبھی نہیں ہوا البتہ طبیعت رکا کرتی تھی کہ فرشتوں کی کیا ضرورت ہے مگر اب سمجھ میں آیا۔"(804)

"تو یہ سب وسائط اس لیے ہیں کہ ہم فیوض باری تعالیٰ کے متحمل ہو جائیں ورنہ یہ تمام فیض جو ہم کو ہر شئی کے ذریعہ مل رہا ہے اگر بے واسطہ رہے تو ہم متحمل نہ ہو سکیں۔"(805)

---

801۔ رائے پوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص342

802۔ ایضاً، ص344

803۔ للہی، محمد حسین، صاجزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص111

804۔ رائے پوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص84

805۔ ایضاً



toobaafoundation.com

# باب سوم

## فصل سوم

## شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کا منہج تصوف اصطلاحات، اذکار و اشغال

### اصطلاحات طریقت و تصوف

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو اجتماعی الہام کی دولت سے نوازا ہے، جو ہر قسم کے خطرہ، ضرر انفرادی کمزوریوں اور غلط فہمیوں سے پاک و محفوظ ہے کیونکہ جب اسلام اور مسلمانوں کے سامنے کوئی نازک اور اہم مسئلہ آتا ہے اور اس کے بارے میں فیصلہ کرنا اور کسی نتیجہ پر پہنچنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یا زمانہ کے تغیر اور حالات کے تقاضہ سے کوئی نئی ضرورت سامنے آتی ہے تو اللہ تعالیٰ علماء و مخلصین کے ایک معتد بہ گروہ کے دل میں جو نفس زکی اور ارادۂ قوی کے مالک ہوتے ہیں، اس ضرورت کی تکمیل کا شدت سے خیال پیدا کر دیتا ہے، اور ہمہ تن ان کو اس طرف اس طرح متوجہ کر دیتا ہے کہ وہ اپنے کو اس کام کے لیے مامور اور عند اللہ مسؤل سمجھنے لگتے ہیں ان کو اس کام کی تکمیل میں کھلے طور پر تائید الٰہی اور نصرت غیبی نظر آتی ہے اور وہ دل کی گہرائی سے یہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ اس کی طرف کشاں کشاں لے جائے جا رہے ہیں یہ وہ حقیقت ہے جس کو "اجتماعی الہام" یا جماعتی ہدایت سے تعبیر کیا ہے۔ (806)

کچھ اسی طرح کے احساسات، فکر و عمل، جہد، ضبط و کتمان کے باطنی کمالات ولی اللّٰہی مشائخ میں بدرجہ اتم موجود تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ طریقت ہی وہ جذبہ عمل ہے جو تزکیہ نفس کے ذریعے قانون شریعت پر عمل اور اس کے نفاذ کی باطنی قوت اور حوصلہ فراہم کرتا ہے۔ (807) لہٰذا انہوں نے روحانی و باطنی تربیت اور تزکیہ قلوب کے لیے ایک ایسا آسان طریقہ متعین کیا ہے جس میں عام لوگوں کے لیے لمبے چوڑے وظائف کی بجائے مختصر اور آسان معمولات پیش نظر رکھے گئے تاکہ اس مصروف ترین دور میں سلسلے کے وابستگان ان معمولات کے ذریعے اپنی باطنی اصلاح اور شعوری دینی تربیت میں ترقی حاصل کر سکیں۔ اور دین اسلام کی جامع تعلیمات کے غلبے کے نظریہ فکر و عمل سے ان کی وابستگی پختہ ہو۔ (808)

### مجاہدہ

مولانا رائپوریؒ نے فرمایا کہ

"مشکل باتیں اور جد و جہد مجاہدہ نہیں۔ مجاہدہ تو دراصل نفس کے خلاف کرنے کو کہتے ہیں مثلاً کسی بزرگ کی جد و جہد سے خدمت کرنا آسان بلکہ نفسانیت ہوتا ہے مگر اس سے تھوڑی محنت مشقت کا کام جس میں نفس خلاف کرنا عار سمجھتا ہو مجاہدہ ہو گا فرمایا! کہ ذکر میں اگر وجد نہ ہو تو بتکلف وجد کی کیفیت بناؤ۔"(809)

---

806۔ ندوی، ابوالحسن، سید، تزکیہ و احسان یا تصوف و سلوک، ص26، مجلس نشریات اسلام، کراچی۔

807۔ علوی، حسین احمد، مولانا، مقاصد طریقت، ص6، شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن۔

808۔ آزاد، عبدالخالق، مفتی، سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کا طریقہ تربیت اور معمولات، ص4، مطبوعہ رحیمیہ، لاہور

809۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، سید احمد شہید اکیڈمی، لاہور، 1997ء ص106



toobaafoundation.com

مزید فرمایا کہ:

لذیذ مباحات کو چھوڑ دینا مجاہدہ میں ضروری ہے مجاہدہ تو یہی ہے کہ ناجائز خواہشات سے نفس کو روکے رکھنا اور حکم پر چلانا۔ باقی حلال کو حرام کر لینا جائز نہیں علاج کے طور پر چھڑا دے مثل غیر شادی شدہ ہے شیخ اسے ایسی چیزوں سے منع کر دے جو شہوت کو بھڑکاتی ہیں یہ حرام نہیں۔(810)

یہ مجاہدات کے ثمرات ہوتے ہیں جس نے ایسے مجاہدات کر رکھے ہوں، وہ اس طرح تڑپانا، بے ہوش کرنا، جھر جھری پیدا کرنا، کچھ دکھا دینا، مرعوب کر دینا اور تصرف کر دینا وغیرہ بھی کر سکتا ہے ان کمالات کا تعلق وصول الی اللہ سے نہیں ہے پہلے زمانے کے لوگ قوی بھی تھے اور وہ ایسے مجاہدات کرتے بھی تھے کہ جس سے کچھ ایسی بات خیالی طور پر ہو جایا کرتی تھی۔(811)

## شہواتی جذبات پر قابو پانے کا مجاہدہ اور اس کا اجر

مولانا حبیب الرحمٰنؒ نے عرض کیا حضرت خیال آیا کرتا ہے کہ انسان جو اپنے شہواتی جذبات کو غیر محل سے روک کر صحیح محل میں صرف کرتا ہے تو اس روک کے مجاہدہ پر جو ثمرہ مرتب ہوتا ہے وہ جنت کی حوریں ہیں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے فرمایا کہ

"ہاں یہ بھی درست ہے بات یہ ہے کہ عام مومنین کی جو خواہشات یہاں پوری نہیں ہوئیں اور شریعت کے پاس کی وجہ سے ان کو پورا کرنے یا کسی اور وجہ سے عدم استطاعت کے باعث ان کو پورا کرنے کا موقعہ نہیں ملتا۔ وہ جنت میں پوری کر دی جائیں گی اگر ان کا استعمال یہاں رہے تو انکی حرص اور بڑھا کرتی ہے مگر وہاں کا یہ خاصا ہو گا کہ ایسی نعمتوں کے ملنے سے بھی وہاں کا یہ خاصا ہو گا کہ ایسی نعمتوں کے ملنے سے بھی وہاں ترقی ہو گی یعنی دل ان سے نکل کر تربیت پاتا ہوا ایسی حالت کو پہنچ جائے گا کہ سوا رویت باری تعالیٰ کے اور کوئی چیز ایسی نہ ہو گی جس سے لذت پائے"(812)

اس حوالے سے مزید فرمایا کہ

"شہوت تو انسان میں قریب اور سامنے ہے مثلاً شہوت دیکھنے کی، شہوت کھانے کی الغرض انسان کو شہوت کی طرف جھکاؤ تو ہے ہی مگر ان سے رکنا ہی مجاہدہ ہے اور ان میں دل کا لگنا توجہ کو کھینچ کر بڑا حرج کرتا ہے" (813)

## شیطان اور نفس:

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ سے سوال کیا گیا کہ حضرت شیطان اور نفس انسان کو خراب کرتا ہے اور انسان پر ظلم کرتا ہے۔ انسان مظلوم ہوا تو مظلوم معذور ہو گا یا نہیں اس کے جواب میں آپؒ نے فرمایا کہ

"مظلوم تو ہے مگر معذور نہیں شیطان کو چھوڑو، نفس کے کہنے پر نہ چلو۔ نفس کا خیال رکھو۔ فرمایا! اجہد تو کرنا ہی پڑتا ہے۔ ثواب اور مرتبہ سب جہد کا ہی تو ہے۔

---

810۔ رائے پوریؒ حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص352

811۔ رائے پوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص163

812۔ ایضاً، ص184

813۔ ایضاً، ص105



toobaafoundation.com

وَٱلَّذِينَ جَٰهَدُواْ فِينَا لَنَهۡدِيَنَّهُمۡ سُبُلَنَاۚ وَإِنَّ ٱللَّهَ لَمَعَ ٱلۡمُحۡسِنِينَ(القرآن 69: 29)

ترجمہ:۔(اور جن لوگوں نے ہمارے لیے کوشش کی ہم ان کو ضرور اپنے رستے دکھادیں گے)آدمی جہد کرتا ہے تو اللہ راستہ کھول دیتا ہے،،[814]

## مراقبہ بطور علاج

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری کا فرمان ہے کہ

"دل میں جو خیالات آتے رہتے ہیں یہ بالکل تو بعض خاص طبائع والوں کے نہیں جاتے البتہ مجاہدات سے ان میں کمی آجاتی ہے اور اگر انسان یہ خیال کرے کہ یہ بھی ادھر سے ہی آرہے ہیں۔ جس طرح کہ سب افعال کا خالق اللہ ہے کا مراقبہ کیا جاتا ہے تو یہ خیالات بھی ٹھکانے لگ جاتے ہیں۔اور یہ اور وحدت الوجود کے سب مراقبے در حقیقت بعض امراض کے علاج ہیں اور حقیقت تو وہی ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے یہ مراقبات بعض اوقات حقائق کے سوا بھی ہوتے ہیں جو کہ بطور علاج ہوتے ہیں جیسے درود شریف پڑھتے ہیں تو خیالات کے انتشار کو روکنے کے لیے یہ تصور کرلینا کہ حضور ﷺ کے روضہ مبارک کے سامنے بیٹھا پڑھ رہا ہوں اور ادھر سے ایک نور میرے قلب پر آرہا ہے حالانکہ ایسا ہونا اکثر واقعتہً نہیں ہوتا،،[815]

## تعلق اور نسبت کا مفہوم

فرمایا

"جو تعلق بندہ کو خدا سے ہوتا ہے وہی نسبت کہلاتے ہے۔ عام طور پر بھی لوگوں کو یہ چیز اپنے مولا سے ہوتی ہے مگر معتد بہ اور وافر کے لیے جو خصوصی ہو یہ لفظ بولتے ہیں۔ یہ تعلق اس وقت بھی رہتا ہے۔جب دھیان اور استحضار مسلسل بھی رہتا ہے پھر نسبت کا رنگ سب کا ایک نہیں ہوتا کسی کو کوئی رنگ غالب ہوتا ہے کسی کو کوئی، غلبے کے لحاظ سے نام بھی پڑ جاتا ہے،،[816]

## انتقال و نسبت کی حقیقت (حقیقت، ذکر صحبت، محبت اور اخلاق)

اس حوالے سے آپؒ نے فرمایا کہ

"اصل اس میں یہ ہے کہ ذکر سے اپنے عیوب ظاہر ہونے لگتے ہیں اور صحبت اور محبت سے نسبت پیدا ہوتی ہے۔اس طرح مکان میں اندھیرا ہو تو کچھ پتہ نہیں لگتا۔ کہاں کیا ٹھوکر ہے۔ سانپ ہے، بچھو ہے۔ مگر چراغ جل جائے تو سب چیزیں نظر آنے لگتی ہیں۔اب آدمی چاہے تو بچ کر چل سکتا ہے۔نسبت اور انتقال دو باتیں نہیں۔ اللہ والوں سے جتنی محبت ہوگی۔اسی درجہ کی نسبت پیدا ہو جائے گی۔ اخلاق کی اصلاح کی اسیلئے ضرورت ہے کہ اسکے بغیر آدمی منزل طے نہیں کر سکتا۔ مثلاً کمانے میں لالچ ہے تو وہی دل پر مسلط رہے گا اور محبت پورا اثر نہ کرے گی موثر کم ہوگی،اور نسبت کمزور رہے گی"[817]

## جذب و تجلی

---

814۔ رائے پوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص272

815۔ ایضاً، ص161تا162

816۔ ایضاً، ص224

817۔ رائے پوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص661



toobaafoundation.com

مولانا محمد انوریؒ نے عرض کیا کہ میرا یہ حال ہے کہ ہر وقت بخار سا چڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے، فرمایا کہ :۔

"یہ جذب ہے اور میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ آپ کو نسبت محمدیہ حاصل ہونے والی ہے۔ آپ کو چونکہ رسول اللہ ﷺ کے عشق کا غلبہ ہے، اس لیے اکثر خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوتی ہے اور حضور ﷺ کا خواب میں تشریف لانا تجلی باری تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی شکل میں تجلی فرماتے ہیں اس سے سالک کی ترقی ہوتی ہے۔ خواب اگر صالح اور صادق ہو اور بعد میں توجہ الی اللہ بڑھ جائے تو اس کو تجلی کہتے ہیں۔"(818)

## اولیاء اللہ کا کشف (ملکہ)

حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے دو آدمیوں کو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ جاتے ہوئے ایک خاص راستہ سے جانے سے منع فرمایا تھا مگر انہوں نے نہیں مانا ایک کے متعلق تو معلوم ہے کہ اس کا اونٹ لوٹا گیا اور اونٹ سے گر کر اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی دوسرے کے متعلق کچھ علم نہیں ہو اکہ اس پر کیا گزری۔

فرمایا کہ یہ کشف نہیں تھا بلکہ بعض اوقات اللہ کے بندوں کے دل پر کچھ ایسی بات گزر جاتی ہے یہ کچھ ملکہ قسم کی چیز ہے جیسے مجتہد کہ اس کو مہارت تامہ کی وجہ سے بعض امور کی طرف رجحان ہو جاتا ہے اور وہ کشف نہین ہے مصیب ہوتا ہے تو دو ثواب پاتا ہے اور خطا کرے تو بھی ایک ثواب پاتا ہے۔۔۔۔۔۔اس طرح اولیاء اللہ میں بھی اس فن کے مجتہد ہوتے ہیں ہمارے علماء کا بڑا احسان ہے کہ انہوں نے یہ قاعدہ بیان کر دیا کہ کسی کا کشف دوسرے کے لیے حجت نہیں ورنہ بڑی مشکل پیش آتی۔(819)

## توجہ (صحبتِ شیخ)

فرمایا کہ سلسہ نقشبندیہ میں توجہ حلقہ کے ساتھ ہوتی ہے مگر ہمارے سلسلہ (قادریہ نقشبندیہ) میں اس طرح نہیں ہے بلکہ اٹھتے بیٹھے، چلتے پھرتے اور کھانا کھاتے توجہ ہوتی ہے اور بڑی توجہ صحبت شیخ ہے۔ جتنا عشق ہو گا اتنا ہی شیخ کی توجہ ہو گی فرمایا۔ فانی فی اللہ شیخ کی توجہ کامل اور دوامی ہوتی ہے اور مشق کرنے والوں کی توجہ وقتی ہوتی ہے۔"(820)

## تصرف کو غیر موثر بنانا

لکھنؤ کے ایک مولوی صاحب نے حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائپوریؒ سے دریافت کیا کہ تصرف سے کیسے بچا جائے بعض بے شرع لوگ اور دعوت و تبلیغ سے اتفاق نہ رکھنے والے جب ان سے دعوت پر بات کی جائے تو تصرف سے کام لیتے ہیں جس کا اثر ہو جاتا ہے آپؒ نے فرمایا کہ

"بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ ان سے نہ ملا جائے یا ان سے زیادہ قوی خیال آدمی کا ہو"(821)

مولانا حبیب الرحمن صاحب نے عرض کیا کہ بعض اوقات آدمی اپنے توہمات کا شکار ہو جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مجھ پر تصرف ہوا حالانکہ مخاطب نے تصرف نہیں کیا ہوتا حضرت رائپوریؒ نے فرمایا کہ

---

818۔ للہی، محمد حسین، صاجزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص86

819۔ ایضاً، ص54

820۔ ایضاً، ص115

821۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبد القادر رائے پوریؒ، ص576



toobaafoundation.com

"ایسا بھی ہوتا ہے"

راؤعطاالرحمن صاحب نے کہا کہ ذرا آدمی مضبوط ہو کر جم جائے پھر تصرف والا چاہے کتنا کو دلے،ایک نے ذکر کیا کہ اگر نہ ملا جائے تو پھر دعوت کیسے دے حضرتؒ نے فرمایا کہ "ایسوں کو دعوت دینے والا کوئی اور اللہ کا بندہ ہو جائے گا کوئی ضروری نہیں کہ آپ ہی دعوت دیں۔"(822)

## ہمہ اوست اور وحدت الوجود

حضرت مولانا حبیب الرحمن رائپوریؒ نے عرض کیا کہ حضرت ہمہ اوست اور وحدت الوجود میں کچھ فرق ہے حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائپوریؒ نے فرمایا:۔

"کہ ہاں وحدت الوجود والے تو دو چیزیں عدم اور وجود مانتے ہیں اور وجود کو ایک مانتے ہیں اور ہمہ اوست والوں کے نزدیک وجود کے سوا کچھ ہے ہی نہیں"

مولانا نے عرض کیا کہ کیا ان کے نزدیک عدم بھی معدوم ہے حضرتؒ نے فرمایا "یوں کہہ لو ورنہ اس کے لیے صحیح مثال اور نظیر کہاں سے مل سکے"(823)

## تصوف میں اذکار واشغال کا تصور

### سلطان الاذکار

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا:

"سلطان الاذکار دو قسم کا ہوتا ہے ایک حقیقی،دوسرا غیر حقیقی۔ حقیقی یہ کہ قلب،مشاہدہ حق میں مستغرق رہے اور غیر حقیقی یہ کہ قلب اللہ اللہ کرے اور کچھ گرمی پیدا ہو جائے"۔(824)

### لطائف ستہ:

حضرت رائے پوریؒ نے لطائف ستہ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ :

"اول لطیفہ قلب ہے۔اس کا مقام دل ہے۔دوسرا لطیفہ نفس،اس کا مقام ناف کے پاس ہے۔ تیسرا لطیفہ روح۔ سینہ کے قریب دائیں طرف۔ چوتھا لطیفہ سر۔ تیسرے لطیفہ کے قریب پانچوں لطیفہ خفی۔ پیشانی میں دونوں بھنوؤں کے قریب۔ چھٹا لطیفہ اخفیٰ سر کی چوٹی میں"۔(825)

### انوار وآثار ولطائف

اسی حوالے سے فرمایا کہ

---

822۔ رائے پوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص576

823۔ ایضاً، ص104

824۔ للّٰہی، محمد حسین، صاجزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص62

825۔ ایضاً



toobaafoundation.com

"انوار وغیرہ سب انسان کی اندر کی چیزیں ہوتی ہیں اور اکثر مزاج پر موقوف ہوتی ہیں آثار بھی طبعی ہوتے ہیں۔ لطائف بھی سب انسان کے اندر ہی ہیں یہ تمام چیزیں اگر صحیح طور پر کام میں لائی جائیں تو سب استعداد انسان کو صرف دروازہ تک لے جاسکتی ہے۔ مگر وہ چیز جو اصل چیز ہے وہ رضائے الٰہی پر موقوف ہے۔ اور محض قبضہ خداوندی میں ہے جب انسان اس در کا درویش بن جائے اور دروازہ پر جا پڑے تو اگر خدا کو منظور ہو پھر ایک چیز ادھر سے آتی ہے۔ وہ انسان کے اندر سے نہیں باہر سے آتی ہے مگر اس کا نہ تو تصور ہو سکتا ہے نہ مثال اور نہ کسی کے بس کی ہے شیخ کا کام بھی بس دروازہ تک پہنچا دینے پر ختم ہو جاتا ہے اب انتظار ہے جب اللہ چاہے کرم فرمائے"(826)

### تلاوت

مشائخ رائپور کے ہاں قرآن حکیم کی تلاوت اور فہم و شعور کی بڑی اہمیت رہی ہے۔ تمام مشائخ نے ساری زندگی اس پر عمل کیا ہے۔ خاص طور پر قرآن حکیم کی تلاوت، نوافل میں اس کی سماعت اور قرآن حکیم کے معانی اور مفاہیم کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن حکیم پڑھنے کا پورا اہتمام کیا جاتا ہے چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ کے مطابق

''حضرت عالی (شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ) کے ہاں قرآن حکیم کو معنی اور مفہوم کا لحاظ کر کے پوری تصحیح کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام کا جاتا تھا'' (827)

اسی لیے حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ نے اپنے دور میں حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی زیر نگرانی قرآن حکیم کے معنی اور مفاہیم کا شعور پیدا کرنے کے لیے دورۂ تفسیر قرآن حکیم کے اہتمام کا آغاز کیا تھا چنانچہ اس وقت سے لے کر آج تک سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے متوسلین کے لیے مشائخ رائے پور کی زیر سرپرستی ہر سال ''ہفت روزہ'' اور ''پندرہ روزہ'' دورۂ تفسیر قرآن حکیم کا اہتمام کیا جاتا ہے۔(828)

بعد ازاں مولانا شاہ سعید احمد رائپوریؒ نے اسے وسعت دے کر ''ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ'' کے نام سے ایک ادارہ بھی قائم کیا جس کا مقصد نوجوانوں میں قرآنی فہم و شعور پیدا کرنا تھا اور اب یہ ادارہ ملکی سطح پر قرآنی مفاہیم کے شعور کے فروغ میں سنگ میل کی حیثیت اختیار کر گیا ہے اس حوالے سے آپ کی یہ کاوش شاہ صاحب کے ''رجوع الی القرآن'' ہی کی صدائے بازگشت ہے۔(829)

### اسماء الٰہی کا وظیفہ

اس حوالے سے آپؒ نے فرمایا کہ

---

826۔ للہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص 209

827۔ آزاد عبدالخالق، مفتی سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کا طریقہ تربیت اور معمولات، ص 14

828۔ ایضاً۔

829۔ محمد انس حسان، ولی اللہی فکر کے فروغ میں مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کا حصہ، ص 279۔



toobaafoundation.com

"جو شخص جس مزاج کا ہو اس کو ویسے ہی وظیفہ سے نفع ہوتا ہے اور اسی لیے اسماء کو اطباء کی طرح ادل بدل کر بتایا جاتا ہے جس اسم سے طبعی مناسب ہو، نفع محسوس ہونے لگتا ہے اور وہی اسم اس شخص کے لیے اسم اعظم ہے۔ حضور ﷺ کا یہ اثر تھا کہ صحابہ کو صحبت سے ہی محبت ہو جاتی تھی۔ پھر نیک اعمال سے چلنا ہی چلنا ہوتا تھا،،(830)

## اسم الٰہی سے تعلق کا فائدہ

فرمایا کہ

ہر شخص کا اسم مربی ہوتا ہے اگر اپنے مربی اسم کو کافر بھی پڑھے تو اس کی طبیعت اور استعداد کے مطابق اس کو بھی فائدہ ہوگا۔ مگر یہ فائدہ اور طرح کا ہوگا اور جو مومن کو ہوگا وہ اور طرح کا ہوگا۔ فرمایا! اس کے دو قاعدے ہیں۔ ایک تو یہ کہ بزرگ اپنے مریدوں پر ہر اسم کی ضرب لگا کر دیکھا کرتے ہیں۔ جس کا اس پر اثر زیادہ پاتے ہیں۔ اسے اسی کا ذکر بتاتے ہیں۔ تو جلد کامیاب ہو جاتا ہے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اسماء باری تعالیٰ کو انسان کئی روز پڑھے جس پر اس کی طبیعت زیادہ مناسب اور اثر محسوس کرے وہی اس کا مربی ہے اور اب تو مشائخ اسم ذات کا ذکر بتاتے ہیں۔ کیونکہ یہ اسم تمام اسماء کا جامع ہے(831)

## تصوف میں بیعت کا تصور

### تصوف میں بیعت کا تصور (بیعت خلافت سے موازنہ)

اس حوالے سے حضرت ثانیؒ نے فرمایا کہ

"خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین چونکہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے اس لیے وہ بیعت طریقت اور بیعت خلافت دونوں کر سکتے تھے اور چونکہ سلطنت کا اثر سب اثروں پر عموماً غالب ہوتا ہے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ کو تمام دوسرے تبلیغی کمالات اور ذرائع کے ساتھ ساتھ حکومت بھی اللہ تعالیٰ نے دی تاکہ ہدایت علی وجہ اکمال ہو جائے تو یہی رنگ خلفاء راشدین مہدین کا بھی ہوا۔ مگر بعد میں جب خلافت جامع کمالات نہ رہی۔ تو صوفیاء نے بیعت طریقت جاری کی اور اس میں عہد ہوتا ہے۔ جو عمل پر اثر ڈالتا ہے"(832)

## بیعت توبہ

سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے وابستگان کے لیے ضروری ہے کہ وہ شیخ وقت کے ہاتھ پر اپنے انفرادی اور اجتماعی گناہوں سے توبہ کی نیت سے ''بیعت توبہ'' کریں مشائخ رائے پور اس کا طریقہ درج ذیل ارشاد فرماتے ہیں:

''بیعت کرتے وقت سب سے پہلے خاموش طریقے پر ایک دفعہ درود شریف پڑھے اور صدق دل کے ساتھ شیخ کے کہلوانے پر کلمہ طیبہ:

''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ''

اور مختصر درود ''صلی اللہ علیہ وآلہ وصاحبہ وبارک وسلم''

---

830۔ محمد انس حسان، ولی اللّٰہی فکر کے فروغ میں مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کا حصہ، ص 262

831۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائپوریؒ، ص385

832۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص661



toobaafoundation.com

پڑھتے ہوئے درج ذیل کلمات کہے۔

میں توبہ کرتا ہوں: کفر سے، شرک سے، بدعت سے غیبت سے، جھوٹ بولنے سے، قتل کرنے سے، چوری سے، زنا سے کسی پر بہتان لگانے سے، نماز چھوڑنے سے، اور تمام گناہوں سے، چھوٹے ہوں یا بڑے اور جو گناہ میں نے اپنی تمام عمر میں کیے ہیں یا اللہ! تو میری توبہ قبول کرلے اور میرے گناہوں کو بخش دے اور مجھے توفیق دے اپنی رضامندی کی اور اپنے رسول پاکؐ کی تابع داری کی، شریعت پر عمل کرنے کی اور خلافِ شرع باتوں سے بچنے کی" (833)

"بیعت توبہ کا مسنون طریقہ" سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے کے طریقہ تربیت اور معمولات کا حصہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ اور صحابیات سے انہی کلمات کے ذریعے بیعت توبہ کرائی ہے جس کا تذکرہ حدیث میں ہے۔

"تعالو ا با یعونی علیٰ ان لا تشر کو ایا للہ شیاً ولا تسر فو ا، ولا تزنوا، ولا تقتلو اا ولا دکم، ولاتاتون ببھتان تفترونہ بین ایدیکم و ارجلکم، ولا تعصونی فی معروف(صحیح بخاری) "(834)

"آؤ! تم مجھ سے بیعت کرو اس بات پر کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے اور چوری نہیں کرو گے اور زنا نہیں کرو گے اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے اور کسی پر بہتان نہیں لگاؤ گے اور نیک کاموں میں میری نافرمانی نہیں کرو گے"۔

توبہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضرتؒ فرماتے ہیں کہ:

"بار بار توبہ سچے جی سے کرو۔ اگر سچے جی سے توبہ کرو تو قبولیت کی توقع ضرور ہے خواہ بار بار وہ گناہ سرزد ہو جائے مگر اس وقت اس کا ارادہ یہ ہو کہ آئندہ نہیں کرونگا۔۔۔ اگر لوگ گناہ نہ کرتے تو خدا تعالی اور مخلوق گناہ کرنے والی پیدا کرتا تاکہ وہ توبہ کرتے اور بخشے جاتے اور اگر انسان سے گناہ نہ ہو تو وہ ملک محبوس ہو جائے اور فرشتوں کی طرح ترقی نہ کرے اور گناہ ہو جانا بھی انسان کی ترقی کے لیے بعض اوقات ضروری ہوتا ہے کہ عاجزی کا احساس ہو جو عین مقصود ہے اور اس دربار میں تو عاجزی سب کچھ ہے اور تکبر ہی محرومی کا باعث ہے۔۔۔ خدا تعالیٰ گناہ کرنے والے بندوں سے جو توبہ کرتے ہیں خوش ہوتا ہے کہ انہوں نے مجھے رب سمجھا" (835)

## مولانا رائے پور کا طریقہ بیعت

تین اشخاص حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ سے بیعت ہونے کے لیے آئے۔ آپ نے ان کو سامنے بٹھا کر تینوں کے ہاتھ ایک ساتھ اپنے ہاتھ میں لے کر پہلے کلمہ شریف "لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ" پڑھایا پھر کہلوایا۔ یااللہ اسی توبہ کردے ہاں کفر سے، شرک سے، بدعت سے، غیبت سے، زنا سے، جھوٹ سے، بولنے سے، نماز چھوڑنے سے، ہور گناہوں سے، جو اساں اپنی ساری عمر وچہ کیتے چھوٹے ہوں یا بڑے اسی عہد کردے ہاں کہ تیرے سب حکم مناں گے۔ تیرے رسول پاک دی تابعداری کراں گے یااللہ۔۔۔۔۔! ساڈے گناہ بخش دے۔ سانوں توفیق دے اپنی رضامندی دی، اپنے رسول پاک دی تابعداری دی، پھر فرمایا کہ بس اب گناہاں توں بچدے رہناں، نماز دی پابندی رکھنا، جماعت نال نماز پڑھن دی کوشش کرنا، شریعت دے بر خلاف کم نہ کرنا، بری صحبت توں بچنا، صحبت دا اثر ہندا

---

833۔ آزاد، عبدالخالق، مفتی، سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کا طریقہ تربیت اور معمولات، ص10۔

834۔ بخاری، محدبن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج5، ص55۔

835۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرۃ رائپوریؒ، ص122۔



toobaafoundation.com

ہے تاں بُرا بن جاندا اے، نیکاں دی صحبت اختیار کرنا درود شریف سوم کلمہ پڑھدے رہنا۔ ایک تسبیح یا تین تسبیح مولوی صاحب توں سکھ لینا۔[836]

## سلاسل، درجات، قواعد، طباع صوفیاء

### سلاسل سے نسبت

حضرت ثانیؒ نے فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ کا ہر شخص سے اس کی طبیعت کے مطابق تعلق ہے۔ اور جس کسی اعلیٰ پایہ بزرگ کے تعلق کی جو کیفیت ہوتی ہے اسے نسبت کہتے ہیں اور ویسی طبیعت کے اور لوگ جو خدا سے تعلق جوڑتے ہیں۔ ان کے تعلق کا رنگ جس بزرگ سے ملتا ہو اس بزرگ کی نسبت کہلانے لگتی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جیسی کسی بزرگ کی نسبت ہے۔ اس کے ذریعہ سے خدا کے ساتھ رشتہ جوڑنے والوں میں بھی ویسی نسبت کا رنگ جھلکتا ہے جس کی طبیعت اس بزرگ کے جتنا قریب ہوگی۔ وہ رنگ اتنا زیادہ مشابہ ہوگا اور جتنا دور اتنا کم مشابہ اور بزرگ اور اس شخص کی باہمی صحبت کا بھی اس میں بڑا دخل ہے اور اس میں باریک متعدد قاعدے ہیں"۔[837]

### ہند میں سلاسل چشتیہ اور نقشبندیہ

مجلس میں چشتیہ اور نقشبندیہ کے غیر مسلموں میں تبلیغ کے کام کا بھی ذکر چلا۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ نے فرمایا کہ ہندوستان میں چشتیہ نے زیادہ کام کیا اور مولانا نعمانیؒ نے فرمایا کہ نقشبندیہ کا کام بھی کم نہیں۔ مگر چشتیہ کو دور اول میں جب مسلمان حکام بھی نہ آئے تھے موقع ملا اور تاجروں کو بھی اشاعت اسلام کا موقع ملا۔ اور نقشبندیہ کو بہت بعد اتفاق ہوا۔ خواجہ باقی اللہ جو اس حیثیت سے صرف چار سال کام کر سکے۔ سب سے پہلے نقشبندی ہیں جنہوں نے ہندوستان میں کام کیا۔ اس تناظر میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا کہ:۔

" چشتیہ کا کام ہندوستان کے غیر مسلموں میں واقعی زیادہ ہے وہ اسلام کی طرف کھینچنے والے اور نقشبندیہ تصوف ہند کی اصلاح کرنے والے ہیں۔ فرمایا! کہ شیخ مجدد نہ ہوتے تو تصوف زندقہ بن کر رہ گیا ہوتا"۔[838]

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے ذکر کیا کہ مجھے نقشبندیہ مشائخ میں سے اب بڑا آدمی کوئی نظر نہیں آتا حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا" ایسا نہیں، کیونکہ حضرت میاں شاہ عبدالرحیم سہارنپوریؒ نے حضرتؒ کو قادریہ اور نقشبندیہ میں بیعت فرمایا تھا اور مجاز بھی کیا اور حضرت گنگوہی نے بھی حضرتؒ کو پانچوں سلسلوں میں بیعت کیا اور مجاز فرمایا حضرت ثانیؒ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت گنگوہی کو غالباً نسبت نقشبندیہ تھی اور اس کے بعد ہمارے حضرتؒ پر بھی نسبت نقشبندیہ ہی غالب تھی"۔[839]

### طبائع صوفیا

فرمایا کہ طبائع چار قسم کی ہیں۔

---

836۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری، ص210

837۔ ایضاً، ص241

838۔ ایضاً، ص241تا242

839۔ رائے پوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص253



toobaafoundation.com

اول: وہ جنہیں اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کے غیر و خلاف سے بعد دائم رہتا ہے۔

ثانی: وہ جنہیں جب کوئی ایسا موقع آئے جو محبت الٰہی کے جذبات کو ابھارنے والا ہے تب زیادہ نمایاں ہوتے ہیں۔

ثالث: وہ جنہیں اکثر خوابوں میں حالات دکھائی دیتے ہیں۔

رابع: وہ جنہیں بیداری میں کشف ہوتا ہے۔ان طبائع کا مرتبہ بھی اسی ترتیب سے ہے آخری ناقص شمار ہوتی ہے۔(840)

## سلوک و تصوف اور ذاکر و شاغل کے لئے ہدایات

### اذکار و اشغال

صوفیا نے جو اذکار و اشغال مقرر کئے ہیں ان میں سے بعض کی اصل تو ہوتی ہے اور بعض کی نہیں۔اس حوالے سے مولانا شاہ عبد القادر رائپوری فرماتے ہیں کہ

"اذکار اور اشغال بھی اس لیے موقوف علیہ ہوئے مگر نہ ایسے کہ ان کے بغیر وہ بات یعنی محبت پیدا ہو سکے اس کے بغیر بھی پیدا ہوتی ہے۔ مگر شاذ و نادر اور تجربہ ثابت ہے کہ اکثر ان کے ذریعہ ہی پیدا ہوتی ہے تو اب مطلوب شرعی کا موقوف علیہ بھی مطلوب ہو گیا۔جس طرح طہارت مطلوب ہو تو جہاں دریا نہ بہہ رہا ہو اور کنواں ہو۔وہاں ڈول رسی بھی اتنی ہی مطلوب ہو گئی۔جتنی طہارت مطلوب تھی۔اگرچہ طہارت ڈول رسی کے سوا بھی دریا کے کنارے رہنے والوں کو حاصل ہے اور کنواں والوں کو ڈول رسی نہ مل سکے وہ ایسی حالت میں تیمم سے بھی طہارت حاصل کر سکتا ہے مگر جہاں آب آمد تیمم برخاست۔"(841)

### ذکر کا معاشرتی تربیت میں کردار

فرمایا کہ

"ذکر میں کسی کو نفل نمازوں سے انس ہوتا جاتا ہے، کسی کو تلاوت قرآن پاک سے، کسی کو تعلیم و تعلم سے اور کسی کو اور دینی کام سے، کسی کو مفاد عامہ، کسی کو اور امور سے اور انتظام سیاسی سے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم میں سے اکثر کو اسی سے تھا۔جس کے ماتحت انہوں نے دنیا میں عدل و انصاف قائم کیا۔رفاہِ عامہ کے کاموں کو سرانجام دیا۔اور جہاد کے لیے اور اشاعت و ترویج دین کی۔گو ہر ایک کا مخصوص رنگ تھوڑا تھوڑا الگ الگ بھی ہوتا تھا پس جب ذکر پورا ہو جائے تو پھر اعمال کی کثرت اور نفلی عبادتوں سے کہ ان تمام امور بالا میں فرائض و واجبات اور نفلی درجے کے امور ہوتے ہیں۔واسطہ رہ جاتا ہے"(842)

### ذکر اور محبت الٰہی

فرمایا کہ

محبت کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا۔اللہ تعالیٰ اپنی محبت وہبی طور پر عنایت فرمائیں تو بہت غنیمت ہے، ورنہ اس کو پیدا کرنا چاہیے اور محبت پیدا ہوتی ہے کثرت ذکر سے اور اہل اللہ کی محبت سے۔اس لیے ذکر اور محبت دونوں کی ضرورت ہے۔اس کے بعد حیات طیبہ عنایت

---

840۔ للہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص109

841۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوری، ص318

842۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوری، ص410



toobaafoundation.com

فرمائی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ولایت اور دوستی نصیب ہوتی ہے جس متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (القرآن62:10)

بس اتنا ہی کافی ہے۔ سلطنت ملے یا نہ ملے، کیونکہ سلطنت کوئی ضروری چیز نہیں ہے۔ لاکھوں اولیاء اللہ اور انبیاء کرام ایسے ہوئے ہیں جن کا سلطنت سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ البتہ اولیاء کرام نے مخلوق خدا کی اپنے طور پر بہت اصلاح کی ہے۔(843)

## ذاکر شاغل کے لیے ہدایات (شکوہ نہ مطالبہ)

فرمایا کہ ذاکر شاغل آدمی کو کسی سے یہ نہیں کہنا چاہیے کہ میرا گذارہ نہیں چلتا۔ نہ شکایت کرے، نہ مطالبہ کسی چیز کا کرے یہ توکل کے خلاف ہے۔ بلکہ اگر ایسی ٹھہرنے کی جگہ میسر آجائے جہاں وہ مرنجاں مرنج ٹھہر سکے تو اسے غنیمت جانے بھوکا پیاسا کاٹے اور جو کچھ مانگنا ہو اپنے مولا سے دعائیں التجائیں گڑگڑا کر کرتا رہے اور اپنے اہل وعیال کو بھی اسی مسلک پر ڈالنے کی کوشش کرے۔ خدا کو منظور ہو تو ضرور فضل بھی ہوا کرتا ہے اور یہ بھی کیا کم فضل ہے کہ اس نے اپنی طرف متوجہ رہنے کی توفیق دی۔ اپنے شیخ سے مشورہ کے سلسلے میں یا ویسے اپنی حالت جتا دینے کی گنجائش ہے۔ مگر تیسرے سے سوا اپنے مولا کے نہ چاہیے اور دینی کام کو اپنا کام سمجھے۔ اس میں تنخواہ وغیرہ کی سودا بازی کے طرز سے معاملہ نہ کرے۔(844)

---

843۔ للّٰہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص95

844۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، ص147



toobaafoundation.com

## باب سوم

# فصل چہارم

## شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی نظر میں تصوف کے مطلوبہ اور غیر مطلوبہ آثار

### تصوف میں مغالطے اور شطحیات

سماع کا خاصہ

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے اس حوالے سے فرمایا کہ سماع شرعاً درست نہیں اور اس کے لیے صوفیوں کے عمل سے جو گنجائش نکالی جاتی ہے اس کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ کوئی جائز اور موزوں مضمون کا کلام خوش آوازی کے ساتھ ضرور تاً پڑھ لینا، مقرر شرائط کے ساتھ سن لینا، وہ بھی اپنی تجویز یا شیخ کی تجویز پر ایک معذوری ہے ماجوری نہیں۔(845)

سماع کے خاصے کے حوالے سے بات کرتے مولانا رائپوریؒ نے فرمایا کہ

"یہ جذبات کو ابھارتا ہے تو شیخ ایسے شخص کے لیے جو عوارض کی وجہ سے بالکل نہ چل سکتا ہو یا اس کو کوئی سخت قسم کا قبض پڑ گیا ہو کہ اس کا علاج یہ ہو وہاں اگر اس کو استعمال کیا گیا۔ فرض کرو اس میں اضافہ بھی کچھ زائد چیزوں کا ہو گیا تو مریض کے لیے تو مجبوراً علاج کے طور پر ہے۔ جس طرح حاذق طبیب کوئی ناجائز چیز تجویز کر دے تو یہ معذوری ہے نہ کہ ماجور، دوسرے بھی خواہ مخواہ اس دوا کو پینے لگیں پھر اور دیکھئے کہ ایک شخص کو ایک کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور اضطرار کی حالت میں ہوتا ہے جو تو جس طرح مضطر کے لیے حرام بھی حلال ہوتا ہے مگر دوسرے کے لیے نہیں"(846)

### اضطراری سلوک واختیاری سلوک

فرمایا کہ

ایک شخص کو ایک کیفیت پیدا ہوتی ہے اور اضطرار کی حالت میں ہوتا ہے تو جس طرح مفطر کے لیے حرام بھی حلال ہو جاتا ہے۔ مگر دوسرے کے لیے نہیں، اسی طرح سلوک میں ایک تو اختیاری ہوتا ہے اور ایک اضطراری۔ اب اضطراری حالت میں اگر کوئی شخص سماع اختیار کرے تو صاحب اختیار کو تو اس کی تقلید جائز نہیں ہو سکتی، سلوک کیا ہے جو میں سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف چلنا ہے۔ اس چلنے میں بعض اوقات عوارض پیدا ہو جاتے ہیں ان کو دور کرنا بھی ضروری ہوتا ہے اب اگر کسی کو کوئی عارضہ پیش آ گیا اور وہ اس کے علاج کے لیے مجبور ہو گیا تو یہ کیا ضروری ہے کہ تندرست آدمی بھی اس علاج کی تقلید کرے۔ جیسا کہ کسی کو کھانسی ہو گئی اور وہ کھانس رہا ہے تو اوروں کو کب درست ہے کہ اس کے ساتھ کھانسنے لگیں۔ پس میرے نزدیک یہ ہے کہ جو سچے ہیں اگر کوئی بات ایسی سنتے ہیں

---

845۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، مکتبہ سید احمد شہید، لاہور، 1996ء، ص 315

846۔ ایضاً، ص 315



toobaafoundation.com

توان کو معذور سمجھ کر ان کے فعل کی تاویل کرتے ہیں۔ ان پر اعتراض نہیں کرتے اور ان کی اس معاملہ میں تقلید درست نہیں سمجھتے۔ (847)

## ملامتی صوفیاء کی حقیقت

اس حوالے سے آپؒ فرماتے ہیں کہ :

''وہ کام دراصل جائز ہوتے ہیں جو صورتاً خلافِ شرع اور برے معلوم ہوا کرتے ہیں مثلاً ایک بڑے بزرگ کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے رمضان شریف میں بازار میں ایک دکان پر جا کر کھانا اٹھا اٹھا کر منہ میں ڈال لیا اور اس کی قیمت دے دی اور ایک عورت کا بوسہ لے لیا۔ لوگ ان کو خلاف شرع سمجھ کر غیر معتقد ہو گئے۔ کسی مخلص نے تنہائی میں عرض کیا تو فرمایا کہ میں مسافر تھا اور روزہ نہیں رکھا تھا اس لیے کھانا کھا لیا اور وہ عورت میری بیوی تھی جس کا میں نے بوسہ لیا چونکہ اللہ تعالیٰ کو ان سے اس وقت کام لینا منظور نہیں تھا نیز اپنے کسی عُجب وغیرہ کا علاج مقصود تھا تو لوگوں کو دور کرنے کے لیے ایسا کر لیا اور کوئی ایسا کام کر کے لوگوں کو جو کسی وجہ سے ان کے گرد جمع ہو جاتے منتشر کر دیتے ہیں وہ مستتلکین کہلاتے ہیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ کو ان سے ہدایت کا کام لینا منظور ہوتا ہے تو ان کو لوٹا دیا جاتا ہے''۔ (848)

## تصوف میں اسلامی اور غیر اسلامی تصور

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے فرمایا کہ

"ہندوؤں نے تو یہاں تک دعویٰ کیا ہے کہ مسلمانوں نے تصوف ہم سے سیکھا ہے ایک ہندو جس نے کئی چلے کر رکھے تھے۔ میرے پاس آیا کہنے لگا آپ فلاں آسن پر بیٹھا کریں۔ میں نے کہا جی الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا محتاج نہیں کیا حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس آسن کے بغیر ہی فضل فرما دیا ہے۔ فرمایا ان لوگوں کا دعویٰ غلط ہے، جس چیز کو وہ تصوف سمجھتے ہیں، اسلام میں وہ تصوف نہیں ہے بقول حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ آئینہ اگر زنگ آلود ہو اور پیشاب سے صاف کیا جائے تو بھی صفائی آجاتی ہے اور صاف پانی یا عرق گلاب وغیرہ سے صاف کیا جائے تو بھی صفائی آجاتی ہے۔ مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ وہ ناپاک ہے اور یہ پاک ہے۔ (849)

## تصوف میں مبالغہ آرائی، غلو (استغراق)

ایک شخص نے عرض کیا، مشہور ہے کہ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کچی تانت (تار) پر بارہ سال تک کنویں میں لٹکے رہے۔

آپؒ نے فرمایا۔ وہ ہمارے بزرگ ہیں، ہمارے پیر ہیں۔ ہم تو ان کے معتقد ہیں۔ ممکن ہے کسی نے کچھ مبالغہ کر دیا ہو اور فرمایا کچی تانت پر لٹکنے کی کیا ضرورت تھی۔ فرمایا۔ آج کل بعض لوگ پاگل ہوتے ہیں، دماغ خراب ہوتا ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کو استغراق ہے اور یہ بزرگ ہیں۔ پھر فرمایا۔ میں ایسے لوگوں سے کہا کرتا ہوں کہ تم لوگ تو ہمیں اپنے متقدمین بزرگوں سے بھی بد اعتقاد کرتے ہو۔ ان لوگوں کو دیکھ کر یہ گمان ہوتا ہے کہ شاید ان بزرگوں کا استغراق بھی اسی قسم کا ہو گا۔ (850)

---

847۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، ص133

848۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرۃ رائپوری، ص138۔

849۔ ایضاً، ص51

850۔ ایضاً، ص5



toobaafoundation.com

## سفلی علم کی حوصلہ شکنی

ایک شخص کے یہ بتانے پر ایک عامل جیبوں میں سے روپے نکال لیتا ہے اور جتنے روپے چاہے آ جاتے ہیں فرمایا کہ یہ سب سفلی اور واہیات علم ہے اور ایک جادو گر کی حکایت حضرت بہاولنگریؒ سے سنی ہوئی بیان فرمائی۔ جو تزک بابری یا تزک جہانگیری میں بھی لکھی ہے۔ فرمایا کہ کسی بادشاہ کے زمانہ میں کچے سوت کے دھاگے کے ذریعہ آسمان پر جانا۔ لڑائی لڑنے کی نیت سے پھر اس کے اوپر سے اسی کے اعضاء کا ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرنا اور جادو گر اور اس کی بیوی کا ستی ہو کر جل مرنا۔ اور پھر جادو گر کا اوپر سے واپس آنا اور بیوی کا بادشاہ سے واپس لینے کا مطالبہ کرنا اور آواز دینے پر بیوی کا بادشاہ کے تخت کے نیچے سے بر آمد ہونا بیان فرمایا۔(851)

## شطحیات

صوفیاءؒ و بزرگوں کا بے اختیاری کی حالت میں کوئی ایسا کلمہ کہنا جو خلاف شریعت ہو۔ اس حوالے سے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ فرماتے ہیں کہ !

"جن بزرگوں کو خوب جانچ پڑتال کر لیا کہ بالکل متبع سنت ہیں اور ظاھراً شریعت کے پابند ہیں۔ ان سے کوئی کلمہ ایسا نکلے جس سے معلوم ہو کہ اپنا کمال ظاہر کر رہا ہے تو جلدی نہیں کرنی چاہیے، بلکہ تاویل کرے کہ یا تو یہ تحدیثِ نعمت کے طور پر فرما رہے ہیں یا غلبہ حال پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ بعض بزرگوں سے ایسے کلمات ثابت ہیں۔ ان کو ہمارے اکابر نے اس طرح تاویل کیا ہے، جلدی نہیں فرمائی"۔(852)

## مقلد و غیر مقلد

فرمایا:۔

"جب میں رام پور گیا تو وہاں کہیں بے ساختہ رفع یدین ہو گیا۔ تو ہمارے ساتھی پیچھے پڑ گئے۔ دن رات بحث ہونے لگی۔ وہاں ساتھیوں میں غیر مقلد بھی تھے اور حنفی بھی تھے۔ آخر میں نے ایک دن اس امر سے گھبرا کر کہ غیر مقلد تمام مقلدوں کو مشرک کہتے ہیں او رمقلدان کو بد دین کہتے ہیں اور وہابی کہتے ہیں۔ اپنے کپڑے دھوئے استغفار کیا اور دو رکعت نماز پڑھ کر الحاح و زاری سے دعا کی کہ میرے اللہ جو صحیح بات ہو منکشف ہو جائے تو خود بخود طبیعت اس طرف چلی گئی کہ جو شخص محبت سے حدیث پر عمل کی نیت سے اہل حدیث کے طریق سے حدیث پر عمل کرے وہ بھی درست ہے اور دوسرا طریق مقلدوں کا بھی درست ہے ساری اتنی امت محمدیہ مشرک نہیں اور طبیعت کا رجحان دیوبندیوں کی طرف کو چلا گیا تھا"۔(853)

اس کے بعد دہلی میں مولوی عبدالرحمٰن کے پاس ٹھہرنا ہوا انہوں نے فرمایا "دیکھو حضور ﷺ نے جب آیت قرآن پاک وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ اور اتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَہُمْ (القرآن،9:30،31) تو نصاریٰ والوں نے کہا کہ ہم تو شرک نہیں کرتے اور یہود نے کہا کہ ہم تو اپنے پیغمبروں کو خدا نہیں مانتے یا اپنے رب احبار و رھبان کو رب نہیں مانتے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا انزل اللہ پر یا اللہ رسول کے احکام کے مقابلہ میں اپنے قیاس پر چلنا ہوا تو رب ماننا اور شرک کرنا ہے تو چونکہ مقلدوں کے دہ در دہ کا مسئلہ اور کنوئیں کے پاک کرنے

---

851۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرۃ رائپوری، ص479

852۔ للہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص83

853۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص232



toobaafoundation.com

کے لیے ڈولوں کی معین تعداد کا پانی نکالنا محض قیاس ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ نے نہیں فرمایا۔ اس لیے یہ شرک ہوا اور اس کے ماننے والے تقلید کی وجہ سے مشرک ہوئے۔۔۔ جسے پچاس سال گزر گئے ہیں۔ حنفی عموماً منطق گھوٹتے رہا کرتے تھے اور حدیث کا حنفیوں میں کم چرچا تھا۔"(854)

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے مولوی عبدالرحمٰن سے کہا کہ ہم تو حدیث پر یوں عبور نہیں رکھتے کہ خود تحقیق کر لیں باقی گھر میں بیٹھ کر حنفیوں کو گالیاں نکالنا اور لوگوں کو چوری ورغلانا کہاں درست ہے اگر حقانیت ہے تو میدان میں بات کہنی چاہیے اور دوسروں کی سننی چاہیے ویسے تو آپ اپنے مولوی صاحب شمشیر برہنہ کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق خواہ شمشیر کے نیچے کہنا پڑے یہ ہمارا کام ہے مگر جب موقع آئے تو بلوں میں گھس جاتے ہو۔"(855)

دس گز گہرا، دس گز لمبا، دس گز چوڑا، تالاب وغیرہ جس کا پانی شرعاً پاک ہے (سرہندی، وارث، علمی اردو لغت، علمی کتاب خانہ، لاہور، 1993ء، ص757)

## آواگون/مسئلہ تناسخ

مولانا محمد صاحب سورتی نے عرض کیا کہ ہندو کہتے ہیں کہ ایک ہی جنم میں نجات نہیں ہو سکتی تو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے فرمایا کہ

"ان کا یہ کہنا غلط ہے کیوں کہ جب وہ انسان سے حیوان کی جون میں جاتے ہیں تو بنتے ہیں۔ انسان سے کوئی نہ کوئی کوتاہی ہوئی تو پھر آواں گون کے چکر میں چلا گیا۔۔۔۔۔۔۔ فرمایا! کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ "فرماتے ہیں کہ میں نے مراقبہ میں ہر چند کوشش کی کہ کہیں تناسخ کا پتہ چلے مگر اس کا وجود کہیں نہ ملا یہ مسئلہ بالکل غلط ہے"(856)

## آثار تصوف

### توکل کی بنیاد یقین

اس حوالے سے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا!

"کہ اپنا ذکر کیے جاؤ، جو کچھ ہونا ہو گا ہو رہے گا باقی توکل موقوف ہے یقین پر۔ اگر آپ میری دعوت کریں تو میں کھانے کا انتظام نہیں کرتا۔ کیونکہ باوجود سینکڑوں احتمالات کے ایک درجہ یقین کا ہوتا ہے کہ آپ کھانا کھلانے کو کہہ چکے ہیں۔ تو جس کو باری تعالیٰ کے رزاق مطلق ہونے پر یقین ہو اور وعدہ خداوندی جو رزق کے متعلق قرآن میں آتا ہے اس پر حقیقی یقین ہو تو جتنا یقین کا مرتبہ ہو گا اتنا ہی توکل ہو گا"۔(857)

---

854۔ رائے پوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص233

855۔ ایضاً، ص234

856۔ ایضاً، ص528

857۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص68



toobaafoundation.com

## تصوف اور انسان دوستی

یہ ایک حقیقت ہے کہ برصغیر میں اسلام کے فروغ میں حکمرانوں اور صوفیاء کا انسان دوستی کے حوالے سے بڑا اہم کردار رہا ہے چنانچہ ایک طرف تو صوفیاء نے ذات پات اور قوم و مذہب سے بالاتر ہو کر اپنی انسانیت نواز تعلیمات کے ذریعے اس منتشر خطے کو فکری وحدت دی تو دوسری طرف مسلم حکمرانوں نے انسانیت کے آفاقی اصول سیاسی، سماجی اور معاشی عدل و انصاف کا نظام قائم کیا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے فلسفہ تصوف میں انسانیت دوستی کا وصف بہت نمایاں نظر آتا ہے آپ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کی تطبیق سے انسان دوستی، باہمی مروت اور بین المذہبی رویے کے نتائج اخذ کرتے ہیں۔ چنانچہ اس فکر کا ناگزیر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسانی سوچ اور باہمی احترام و تعاون کی فضا قائم ہوتی جو فکری انتشار کے خاتمے کے لیے بہت ضروری ہے برصغیر کے تناظر میں اگر انسانیت دوستی کا جائزہ لیا جائے تو تمام ماہرین اس پر متفق ہیں کہ اس خطے میں اپنے نو آبادیاتی نظام کے استحکام کے لیے انگریز نے فرقہ واریت، گروہیت اور فکری انتشار پیدا کیا مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے مطابق اسلام انسانیت دوست دین ہے اور جب سے ہم نے انسانیت کی بجائے گروہی مفادات کی سوچ اپنائی ہے تب سے ہم اپنے حقیقی منصب سے محروم ہو گئے ہیں آپ نظام عدل کی تشکیل کو وحدتِ انسانیت کا اصول قرار دیتے ہیں۔ (858)

آپ فرماتے ہیں کہ:

"آج کی اصل طاقت جس سے دشمن کو مرعوب کیا جا سکتا ہے وہ قومی جذبہ، انسانیت دوستی کا نظریہ، علم و شعور کی طاقت ہے۔۔۔ جو انسانیت کا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن ہے۔ انسانیت تو اللہ کا کنبہ ہے جو خدا کے کنبہ کو بھوکا، بے عزت اور غلام بنائے گا وہ خدا کا دشمن ہے خدا کے دشمن کو شکست دینا ایک مسلمان کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے" (859)

## تصوف دینی کاموں کی حیات و قوت کا ذریعہ

عرصہ دراز سے کچھ تو تصوف کی غلط نمائندگی و ترجمانی کی وجہ سے اور کچھ تصوف کے بعض علم برداروں کی بے عملی، تعطل اور جمود کی وجہ سے تصوف کو بطالت، بیکاری کا مشغلہ اور دعوت فرار کا مترادف سمجھا جانے لگا، حضرت کو اس بات کا بڑا یقین اور اصرار تھا کہ تصوف بجائے تعطل اور بے عملی کے دینی کاموں کی زندگی اور طاقت کا سرچشمہ ہے رائے پور کے مشائخ کا جس سلسلہ سے تعلق تھا اس کے متعدد شیوخ واکابر سر فروش مجاہد اور جلیل القدر مصلح اور داعی الی اللہ گزرے ہیں۔

شاہ عبدالقادر رائے پوری فرماتے ہیں:

تصوف دین کے کام چھڑانے کے لیے نہیں ہے بلکہ اس سے تو دین کے کاموں میں قوت آتی ہے اور جان پڑتی ہے لیکن کیا عرض جائے اللہ کی مشیت ہے، جن کو اللہ نے دین کے کاموں کے قابل بنایا ہے وہ اب ادھر توجہ ہی نہیں کرتے حالانکہ اگر تھوڑی سی توجہ وہ ادھر دیدیں تو دیکھیں کہ ان کے کاموں میں کتنی قوت آتی ہے" (860)

---

858۔ محمد انس حسان، ولی اللٰہی فکر کی فروغ میں مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری کا حصہ، ص 282, 281۔

859۔ مجلہ عزم (سیریز 220)، ص 24، نومبر۔ دسمبر 2005ء، ملتان۔

860۔ ندوی، ابوالحسن، سید، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص 342, 341۔



toobaafoundation.com

## قوت خیال وجمعیت

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے اذکار واشغال کے مقرر کرنے کے اصول جامع اور مجتہدانہ انداز میں بیان فرمائے جس سے معلوم ہوا کہ ماہرین نے اذکار واشغال تجویز کرنے میں کسی اصول کو ملحوظ رکھا ہے نیز جملہ طرق کے اذکار واشغال کے باہمی فرق کی وجہ اور جملہ طرق میں تطبیق خود سمجھ میں آئی کہ حاصل سب کا خیال کو جمع کرنا ہے اس حوالے سے آپؒ نے فرمایا کہ:۔

"خیالات اگر جمع کرنے کا ڈھنگ آجائے تو خیال کی قوت دنیا کی سب قوتوں سے بڑی قوت ہے جو انسان کو راہ طے کرنے میں مدد دیتی ہے اگر یوں کہا جائے تو ایک حد تک بجا ہے کہ خیالات کو مجتمع کرنے میں ہی وقت لگتا ہے جب اس پر قابو ہو جائے تو سالک کے قبضہ میں ایک ایسا براق برق رفتار آجاتا ہے جو اس راہ کی منزلوں کو چشم زدن میں طے کر کے انسان کو دروازہ خداوندی تک پہنچا دیتا ہے۔ ہر انسان اپنی قوت اجتماع خیالات کی صلاحیت پر گامزن ہوتا ہے۔ جس طرح یہ براق دروازہ خداوندی پر پہنچا دیتا ہے اس طرح اگر ادھر کا رخ نہ ہو تو جدھر سالک توجہ کرے۔ ادھر کی بے انتہا حدود تک پہنچ جاتا ہے۔"(861)

## ندامت، رقت اور کوفت

آپؒ نے فرمایا کہ

"جب کوئی گناہ ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد ندامت، رقت اور کوفت ہوتی ہے فرمایا کہ یہ بات بہت اچھی ہے مگر یہ خیال رہے کہ اس ندامت، رقت اور کوفت کی کیفیات پیدا کرنے کے لیے گناہ نہ کیا جائے یہ بھی شیطان کا دھوکہ ہو سکتا ہے اور اس کے اور نفس کے دھوکے بڑے ہیں"(862)

## عجز میں ترقی

اس حوالے سے حضرت رائے پوریؒ فرماتے ہیں:۔

> "معاصی کے ترک میں دل کی شکستگی کو بھی بڑا دخل ہے اور اگر ایسے شخص سے گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرتا ہے اور اس کی توبہ سے اس کو ترقی ملتی ہے اور گناہ بھی بعض اوقات اس لیے کہ انسان اس پر نادم ہوتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ میں تو کچھ بھی نہ ہوا۔ اس کو شکستہ دل اور عاجز بنا دیتا ہے جس سے بے حد ترقی ہوتی ہے اور خدا کے ہاں سب سے بڑھ کر جو چیز مقبول ہے وہ عجز ہے۔ عجز اور دردِ دل کی شکستگی بڑی چیز ہے۔۔۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بندگی یعنی عجز کے اظہار کے لیے ہی تو پیدا کیا ہے اگر کوئی جدوجہد جسے عبادت سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ عبادت بہت کرتا رہے مگر یہ عجز اس میں نہ ہو تو تمام محنت کسی کام کی نہیں اور اگر عجز ہو تو پھر زیادہ تر محنت کی بھی ضرورت نہیں۔"(863)

---

861۔ رائے پوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص208

862۔ ایضاً، ص209

863۔ رائے پوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص277



toobaafoundation.com

**صبغۃ اللہ**

حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا!

"کہ جب اللہ تعالیٰ کو زمانہ میں کوئی رنگ پھیلانا ہوتا ہے تو ویسے ہی لوگوں کو پیدا فرما دیتے ہیں اور ان کے جذبہ کی وجہ سے عام نفوس ادھر کو ہی کھینچ جاتے ہیں۔ میں نے اس سے یہ سمجھا کہ ایک تو سلوک ہے یعنی چلنا اور ایک جذبہ ہے یعنی کھنچ جانا تو جب اللہ تعالیٰ کو دنیا میں کچھ کرنا منظور ہوتا ہے تو کسی ایسے قلب کے انسان کو دنیا میں بھیج دیتے ہیں جس میں جذبہ ہو اور پھر اور لوگ بھی ایسے ہی پیدا ہو جاتے ہیں۔ جن کو اس سے مناسبت ہو اس طرح وہ شخص ان کا مرکز بن جاتا ہے اور وہ اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور پھر ان کے اثرات سے زمانہ پر وہی رنگ چھا جاتا ہے"۔(864)

**قوت ایمانیہ اور شجاعت**

فرمایا

"قوت ایمانیہ جب ہوتی ہے تو آدمی کسی سے نہیں ڈرتا۔ یہ بات حضرت مدنیؒ میں دیکھی ہے۔ جب انقلاب کے زمانے میں مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا تھا، آپؒ نے قنوتِ نازلہ نماز فجر میں شروع کر دی تھی۔ اور اس میں "سک والمشرکین سب کا نام لیتے تھے۔ سی۔ آئی۔ ڈی نے کلکٹر کے پاس رپورٹ پہنچائی کہ حضرت مدنیؒ ایسا کرتے ہیں، اس نے کہا۔ ان کو چھوڑو، وہ قانون سے مستثنیٰ ہیں"(865)

**نفاق اور کسر نفسی:**

ایک صاحب نے کسر نفسی کا ذکر کر دیا تو حضرتؒ نے فرمایا کہ:۔

یہ لوگ بناوٹ سے اپنے آپ کو حقیر ظاہر کرتے ہیں۔ حالانکہ دل میں اپنے متعلق یہ نہیں ہوتا۔ یہ تو نفاق ہے اور کسر نفسی اگر واقعی ہو تو یہ بڑی چیز ہے۔(866)

**نفس کا دھوکہ اور استقامت**

حضرت ثانیؒ نے فرمایا کہ

"ہاں مگر نفس کے بہت دھوکے ہیں اور ایک بڑا فریب نفس کا یہ ہے کہ وہ حالات کو مقام سمجھنے لگتا ہے۔ بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ ان کو چار ماہ میں سلوک طے ہو گیا۔ جب دریافت کیا گیا کہ استقامت کتنے عرصہ میں ہوئی تو فرمایا! پچیس سال میں، تو اب دیکھوں جو سریع السیر تو اتنے کہ چار ماہ میں سلوک طے ہو گیا اور استقامت جو اصل شئی ہے پچیس سال میں حاصل ہوئی۔ تو اس راستہ میں یہ نہ سمجھے کہ یہ حالات کوئی مقام ہے وہ تو مشکل سے حاصل ہوتا ہے"(867)

---

864۔ رائے پوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص94

865۔ للہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص129

866۔ ایضاً، ص139

867۔ ایضاً، ص126



toobaafoundation.com

## ذکرواذکار

مشائخ رائپور ذکرواذکار اور تسبیحات وغیرہ پر مداومت کو سالک کی تربیت کا اہم جزو قرار دیتے ہیں اس تناظر میں مشائخ رائپور نے سالک کے لیے درج ذیل معمولات واذکار کو تربیت کا حصہ قرار دیتے ہیں۔

۱۔ بعد نماز یا دن میں کسی بھی وقت جب فرصت ملے "تیسرے کلمے" کی تسبیح کرنا تا کہ دل سے غیر اللہ کا رعب نکل جائے اور اللہ کے سامنے اپنی عاجزی وانکساری کا اظہار ہو۔

۲۔ شام کے وقت جب دن بھر کے کام سے فارغ ہوں تو پھر سوچیں کہ مجھ سے دن بھر میں چھوٹے بڑے گناہ کیا کیا ہوئے ہیں؟ان سے توبہ کا ارادہ کر کے، توبہ کی نیت سے "استغفار" کی ایک تسبیح (سو مرتبہ) کریں۔

۳۔ عشاء کی نماز کے بعد نبی کریم ﷺ کی محبت، عظمت اور ادب دل میں رکھتے ہوئے "درود شریف کی تسبیح کریں۔اس سے حضور ﷺ سے محبت بڑھے گی، آپ ﷺ کا قرب حاصل ہو گا، آپ ﷺ کا فیض ملے گا۔

۴۔ فجر کی نماز سے قبل اور مغرب کی نماز کے بعد ذکر نفی اثبات (لاالٰہ الا اللہ) اور اسم ذات (اللہ) کا ذکر کریں۔اس دوران ذہن میں یہ نظریہ ہو کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی طاغوتی قوت کو نہیں مانتے۔(868)

---

868۔ محمد انس حسان، ولی اللّٰہی فکر کے فروغ میں مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری ؒ کا حصہ، ص 279۔



toobaafoundation.com

# باب سوم

# فصل پنجم

## مولانا تھانویؒ اور مولانا رائے پوریؒ کے صوفی مناہج کا تحلیلی جائزہ

### تصوف کا مفہوم اور اس کی حقیقت:

سید علی ہجویری (داتا گنج بخش) اپنی مشہور تصنیف کشف المحجوب میں لکھتے ہیں:

"لوگوں نے اس نام (تصوف) کی تحقیق میں بڑی موشگافیاں کی ہیں اور کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔۔۔ البتہ لفظ "صفا" ان میں سے نہایت عمدہ اور دل پسند ہے اور کدورت اس کی ضد ہے، صفو سے مراد اشیاء کی خوبی و لطافت ہے اور کدورت سے مراد اشیاء کی کثافت و غلاظت ہے، پس چونکہ اہل تصوف اپنے اخلاق و عادات کو مہذب و شستہ بنا لیتے ہیں اور طبعی عیوب کی آلودگی سے اپنے آپ کو پاک لکھتے ہیں، اس لیے صوفی کہلائے "(869)

مرتعش کہتے ہیں "تصوف حسن اخلاق کا نام ہے "اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت علی ہجویریؒ اس کی تین صورتیں قرار دیتے ہیں۔

1۔ حسن خلق اللہ کے ساتھ، ریاکاری کے بغیر اللہ کے احکام کی پیروی کی جائے۔

2۔ حسن خلق مخلوق کے ساتھ۔ مراد بزرگوں کا احترام، چھوٹوں پر شفقت اور ہم جنسوں سے لالچ کے بغیر انصاف کر کے خود ان سے انصاف کا مطالبہ نہ کرے۔

3۔ حسن خلق اپنی ذات کے ساتھ۔ یعنی خواہشات نفسانی اور شیطانی کی متابعت نہ کی جائے۔(870) تصوف اسلامی ایسا طرز زیست ہے جس میں قرآن و سنت کی مکمل پیروی ہے اور باطن میں صدق و صفا، عجز و توکل کی آمیزش رہتی ہے، صوفی وہ ہے جو ہمیشہ باعمل و پرکار رہتا ہے، اس کا ایک لمحہ بھی نیک مقاصد اور یاد خدا سے خالی نہیں گذرتا۔(871)

ابن خلدون لکھتے ہیں:

"تصوف کے مقاصد اصلیہ یہ ہیں کہ انسان عبادت الٰہی میں جان کھپائے، پوری طرح اللہ کا ہو لے اور دنیا اور دنیا کی لغویات و زخرفات سے بالکل منہ موڑ لے اور عام دنیادار جن چیزوں پر مٹے پڑے ہیں، یعنی لذات دنیویہ، مال و جاہ سے قطعی کنارہ کش ہو جائے، عبادت کے لیے عزلت نشینی و گوشہ نشینی پسند کرے "(872)

تصوف در حقیقت روحانیت کے اہتمام کا نام ہے، اس تصوف کی بنیاد یہ ہے کہ روحانیت کے ذریعہ سے انسان کی تربیت ہوتی ہے اور انسان روحانی تربیت سے آراستہ ہو کر خود بھی پر امن ہو جاتا ہے اور اپنے اعمال و کردار سے مخلوق خدا کو بھی امن و امان قائم رکھنے کا درس دیتا ہے۔ روحانیت کے اس اہتمام میں کبھی اتنا غلو ہو جاتا ہے کہ صاحب تصوف اپنی جسمانی اور مادی ضرورتوں کو یکسر فراموش کر دیتا ہے

---

869۔ ہجویری، سید علی، گنج مطلوب، اُردو ترجمہ کشف المحجوب (مترجم عبدالحمید)، لاہور، ناشران قرآن، ص74۔

870۔ ایضاً، 89-90۔

871۔ سلطان الطاف علی، مختصر تاریخ تصوف اور صوفیائے بلوچستان، لاہور الفیصل ناشران، 2011ء، ص12۔

872۔ ابن خلدون، عبدالرحمن، مقدمہ، ترجمہ سعد حسن خان، کراچی، میر کتب خانہ ص446۔



toobaafoundation.com

جب اسلام آیا تو اس نے لوگوں کو روحانی زندگی اور مادی زندگی کے درمیان توازن کی تعلیم دی، اس توازن اور اعتدال کو صحابہ کرامؓ نے بھی قائم رکھا اور آپ کے بعد سلف صالحین نے بھی یہی روش اختیار کی۔۔۔

اس معاشرے میں ایسا کوئی نہیں تھا جو روحانی اور باطنی پہلوؤں کی طرف توجہ اور روحانیت کی تعلیم دیتا، اس خلا کو پر کرنے کے لیے علماء کرام کا ایک ایسا طبقہ وجود میں آیا جنہوں نے دین کے روحانی پہلوؤں پر توجہ مرکوز کی اور روحانیت کا طریقہ اپنایا، اسی طریقے پر چل کر خود اصلاح کی اور لوگوں کو بھی اس کی طرف دعوت دی، یہ طبقہ صوفیائے کرام کا طبقہ تھا، ان کی تعلیم یہ تھی کہ زہد کے ذریعے سے مادیت سے دامن بچا کر اور اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کر کے اپنے آپ کو اللہ کی ناراضی اور جہنم کی آگ سے بچایا جائے، ان کی تعلیم یہ تھی کہ سب سے پہلے انسان اپنے باطن کی اصلاح کرے، اپنے اندر سے نفسیاتی بیماریوں اور آلائشوں کو دور کرے اور دل کی دنیا کو روحانیت سے آباد کرے چنانچہ اسی طبقہ کی ساری بھاگ دوڑ روحانیت کی تربیت کے لیے تھی۔ (873)

بہر حال تصوف کا مقصد یہ ہے کہ صوفیا کرام اس عمل کے ذریعہ اپنے باطن کی اصلاح کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی دعوت دیتے ہیں کہ وہ قرآن وسنت کی تعلیمات پر سختی سے عمل کریں، جب باطن کی اصلاح ہو جاتی ہے تو انسان ہر قسم کے ظلم وستم گری سے باز آکر امن و امان کا گرویدہ بن جاتا ہے، دنیاوی زندگی کے فتنوں سے حتی الامکان اجتناب، اللہ تعالیٰ کی محبت کو دل میں جاگزیں کر کے دل کو نفسیاتی آلائشوں سے پاک کرتا ہے۔(874)

## مولانا تھانویؒ اور مولانا رائے پوریؒ کے صوفی مناہج

تاریخ امت میں بہت کم شخصیات ایسی گذری ہیں۔ جنہوں نے شریعت وطریقت میں تطبیق کو اپنے علم و تحقیق کا موضوع بنایا ہو۔ یہ اہم موضوع علوم شریعت میں کمال مہارت کے ساتھ ساتھ تصوف و سلوک میں بھی کامل رسوخ کا متقاضی ہے اور ایسی عبقری شخصیات جنہیں مجمع البحرین کی حیثیت حاصل ہو اور جو اس موضوع کے تقاضوں اور مشکلات کے گہرے ادراک کے ساتھ ساتھ مناسب علمی و فکری صلاحیتوں سے بہرہ ور ہوں اور زبانوں و قلم کے ذریعہ اس کی ترویج و تحقیق میں حصہ بھی لیا ہو، حقیقت میں ان کی تعداد بہت کم رہی ہے امام غزالیؒ، مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ کی خدمات اس موضوع پر محتاج تعارف نہیں۔(875) اس سلسلے کی نمایاں کڑیاں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ عصر حاضر کی موثر شخصیات تھیں ان کی شخصیت اور علم و فن کے دیرپا اثرات آج بھی ان کی تحریکات اور متبعین کے فکر و عمل میں نظر آتے ہیں۔

ان دونوں کی شخصیت، دینی فکر اور نکتہ نظر کو سمجھنا کئی حوالوں سے افادیت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ دونوں حضرات خانقاہی نظام سے وابستہ تھے، اصلاح امت اور کردار و گفتار کی تطہیر و تعمیر دونوں کا نصب العین تھا۔(876)

---

873۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی، فتاوی (اردو ترجمہ) مترجم، سید اصغر فلاحی، لاہور، دار النوادر، 2005ء، ج1، ص354-356۔

874۔ باچا آغا، سید، ڈاکٹر، اخلاقی اور رواداری معاشرے کے قیام میں صوفیاء کا کردار، برجس، بنوں یونیورسٹی ریسرچ جنرل ان اسلامک سٹڈیز، جولائی، دسمبر 2017ء، جلد4، شمارہ2۔

875۔ ہاشمی، سید ازکیا، ڈاکٹر، مولانا اشرف علی تھانویؒ اور احادیث تصوف کی تدوین تحقیق، فکر و نظر، اسلام آباد، 43،42، شمارہ 164، ص169۔

876۔ ساجد انور، حافظ، تحریک قیام پاکستان: سید ابوالاعلی مودودیؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ کی فکری مماثلت، الایضاح 37، (شمارہ2) دسمبر 2019ء، ص130۔



toobaafoundation.com

## مولانا تھانویؒ اور مولانا رائے پوریؒ کی صوفیانہ فکری مماثلت

مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی صوفیانہ فکر کے کچھ پہلو مماثلت رکھتے ہیں اور کچھ پہلو مختلف ہیں کیونکہ مولانا تھانویؒ کی باقاعدہ کتب اور مواعظ ہیں جبکہ مولانا رائے پوریؒ کے صرف ملفوظات اور مجالس ہیں۔ دونوں حضرات کی فکر کے مماثل اور مختلف پہلوؤں کو حسب ذیل صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔

### یکساں پہلو: قرآن سے شغف

حضرت تھانویؒ کے قرآنی شغف کا منہ بولتا ثبوت آپؒ کی تفسیری و قرآنی خدمات میں قرآن حکیم کا سلیس و بامحاورہ اردو ترجمہ اور تفسیر بیان القرآن ہے جو تمام قدماء کی تصانیف کا خلاصہ ہے علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے بقول اس نے بہت سی تفاسیر سے مستغنی کر دیا ہے۔ (877) آپ نے اپنے مخصوص اور منفرد اسلوب میں مختصر الفاظ میں تفسیر کے بڑے بڑے عقدے حل کر دیئے ہیں۔ جن پر دوسروں نے صفحات کے صفحات لکھ ڈالے۔ تجوید و قرآت پر آپؒ کے رسائل "جمال القرآن" "رفیع الخلاف فی حکم الاوقاف" "وجوہ المثانی" "تنشیط الطبع فی اجراء السبع" مشہور ہیں۔ آیات و سور کے ربط و نظم پر آپ نے "سبق الغایات فی نسق الایات" اور فقہ حنفی کے قرآنی دلائل پر "دلائل القرآن علیٰ مسائل النعمان" مرتب کی۔ اسی موضوع پر اپنے خاص متعلقین سے اپنی زیر نگرانی "احکام القرآن" کے موضوع پر کام کروایا۔ جو آپ کی وفات کے بعد آٹھ جلدوں میں مکمل ہوا۔ ڈپٹی نذیر احمد اور مرزا حیرت کے قرآنی ترجموں کی اصلاح پر آپ کے رسائل "اصلاح ترجمہ دہلویہ" اور اصلاح ترجمہ حیرت بھی مشہور ہیں۔ التقصر فی التفسیر اور "الھادی للحیران فی وادی تفصیل للبیان" بعض معاصرین کی غلط قرآنی تاویلات پر نقد و تبصرہ ہے۔ "مسائل السلوک من کلام ملک الملوک" قرآن حکیم کی آیات سے مسائل سلوک مستنبط کیے۔ (878)

مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کو قرآن پاک سے عشق اور اس کے پڑھنے اور سننے سے بڑا شغف اور ذوق تھا خود حافظ تھے تخلیہ اور صبح کے ٹہلنے میں اکثر قرآن مجید ہی سے اشتغال رہتا۔ کلام الٰہی کی تلاوت میں آپؒ کے انداز، مراقبہ اور استحصار کا اندازہ اس روایت سے کیا جا سکتا ہے جو کہ ایک معتبر خادم نے بیان کی ہے۔

رمضان المبارک میں مجھے بلایا اور فرمایا:

> کہ آؤ تمہیں بتلائیں قرآن ایسے پڑھا کرو، وہ جو قرآن پاک میں آتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا سے باتیں کرتے اور اس شجر سے ہنستے تھے اپنے کو وہی شجر تصور کرو اور اپنے میں قرآن پاک کے نکلتے ہوئے الفاظ کو یوں سمجھو کہ خدائے پاک فرما رہے ہیں اور کانوں سے اسی انداز سے سنو کہ میں اپنے اللہ کا کلام اللہ ہی کی آواز میں سن رہا ہوں اور اسی طرح پر فرمایا کہ فرماتے ہوئے یہی کیفیت سراپا اپنے اوپر طاری کر لی اور فرمانے کا یہ اثر ہوا کہ وہی کیفیت دل میں جیسے اتر گئی کہ مدت تک قرآن پاک ایسی کیفیت کے ساتھ پڑھنا نصیب ہوا اور بہت ہی لطف آیا اور یہ انداز قرآن پاک کی تلاوت کے سلسلہ کی ترقیوں میں نئے نئے اضافوں کا سبب بنا" (879)

---

877۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، الافاضات الیومیہ ملتان ادارہ تالیفات اشرفیہ 1985ء، ج7، ص111۔

878۔ ہاشمی، سید از کیا، ڈاکٹر، مولانا اشرف علی تھانویؒ اور احادیث تصوف کی تدوین و تحقیق، فکر و نظر، ص175۔

879۔ ندوی، ابوالحسن علی، سید، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کراچی، مجلس نشریات اسلام، 1383ھ، ص237۔



toobaafoundation.com

مولانا رائے پوریؒ کی اگرچہ باقاعدہ کتب منظر عام پر نہیں تھیں لیکن ان کے ارشادات، ملفوظات اور مجالس رائپوریؒ کا مطالعہ کرنے سے ان کے قرآنی ذوق و مشرب کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے آپؒ اپنی مجالس میں قرآنی آیات کو سیاق و سباق کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کرتے۔ قرآن مجید سے تصوف کا ثبوت، اس حوالے سے سید عطا المحسن ابن سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے بیان کیا 25 جمادی الثانی 1379ھ کو حضرت رائے پوریؒ کے فرمانے سے میں نے قرآن مجید کا رکوع تلاوت کیا جب میں نے پڑھا "واذ قال ابراھیم لابیہ تو حضرتؒ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تصوف تفصیلی تھا اور جب "ولیکون من الموقنین" پر پہنچا تو فرمایا کہ یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یہ محض یقین کی خاطر فرمایا، یہ اجمال ہے، تفصیل آگے ہے جب پڑھا" قال لا اُحب الافلین "تو فرمایا دیکھو فرمایا گیا ہے کہ جس کی ایسی حالت ہو وہ قابل پرستش نہیں جب پڑھا" انی بری مما تشرکون "تو فرمایا یہ ہے انتہائی بات فرمایا یہ جو رکوع تم نے پڑھا ہے۔ سارا تصوف ہی اس میں بھرا ہوا ہے۔

ایک دفعہ فرمایا" تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق "یعنی عرفانِ حق کے بعد تفیض من الدمع ہے فرمایا نور معرفت سے جب سینہ منور ہو جاتا ہے تو قلب رقیق ہو جاتا ہے جس کے اثر سے تفیض من الدمع ہوتا ہے یعنی آنسو بہنے لگتے ہیں پھر فرمایا" اکان علیکم شھودًا اذ تفیضون فیہ "اس آیت کریمہ سے حضرات نقشبندیہ مشاہدہ کا استقلال کرتے ہیں فرمایا" والذی خبث لا یخرج الا نکدا "اس آیت کریمہ کو مراقبہ دعائیہ میں مستحضر رکھنا چاہیے۔ فرمایا مجھ پر اس کا مدت تک غلبہ رہا۔ فرمایا" ان اللہ یحول بین المرو قلبہ "تم میں سے جب کوئی خیر کی بات سنے تو فوراً اس پر عمل کے لیے لپکے ورنہ توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ مولانا محمد عبداللہ دھرم کوٹی نے پوچھا" یمتعکم متاعًا حسنًا" سے کیا مراد ہے فرمایا حیوۃ طیبہ۔(880)

## حب رسولﷺ

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ان محبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے تھے جن کے رگ و ریشے میں حب رسول ﷺ رچی بسی تھی۔ حضرت تھانوی ہر چیز میں حضور ﷺ کی اقتداء کیا کرتے تھے۔ اس کی اصل وجہ رسول اکرم ﷺ سے ان کا وہ بے مثال تعلق اور لاجواب والہانہ عشق اور حیرت انگیز محبت تھی۔ جو ان کو حضور ﷺ کی اتباع پر مجبور کرتی تھی۔ حضرت تھانویؒ رسول ﷺ کے صحیح معنوں میں محب تھے۔ یوں تو آپؒ کی سینکڑوں کتابیں اس بات کی غماز ہیں۔ لیکن آپ کی کتاب" نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ" خصوصاً اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ کتاب حب رسول ﷺ کے سلسلے کا شاہکار ہے۔ اس میں اکتالیس فصول ہیں۔ اس کتاب کا ایک ایک لفظ عشق رسول ﷺ کے عشق میں ڈوبا ہوا ہے۔ آپؒ خود لکھتے ہیں کہ:

"ایک بندہ سید ابرار ﷺ کی شفاعت کا پیاسا، عاشقان نبی مختار و محبان حبیب پروردگار کی خدمت میں عرض پیرا ہے کہ ایک مدت سے بہت سے احباب کی فرمائش تھی کہ حضور پر نور کے کچھ حالات صحیح روایات سے تحریر کیے جائیں کہ اگر متبع سنت بغرض ازدیار محبت آپ کے ذکر مبارک سے شوق اور رغبت کرے تو وہ اس مجموعہ کو غور سے پڑھ سکے"(881)

اس سے آگے لکھتے ہیں کہ

---

880۔ للہی، محمد حسین انصاری، صاحبزادہ، ڈاکٹر، حیات طیبہ، لاہور القادر ناشران کتب اسلامی، 1984ء ص 517-518۔

881۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، لاہور، مشتاق بک کارنر، 2003ء، ص 7۔



toobaafoundation.com

"اس مجموعے کو تحریر کرنے کا میرا مقصد یہ ہے کہ سنت کے طریق کے مطابق محبت زیادہ کرنے کا یہ ذریعہ بن جائے" (882)

خود ہی فرماتے ہیں کہ:

"نبی کریم ﷺ کے حالات کے ذکر سے سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ اس سے معرفت حاصل ہو گی تو پھر محبت پیدا ہو گی اور جب محبت پیدا ہو گی تو قیامت کے دن حضور ﷺ کی معیت اور شفاعت کی امیدیں ہوں گی اس لیے اس رسالے سے بے شمار منافع اور ہر قسم کی بھلائیوں کی توقع ہے" (883)

حضرت تھانویؒ نے جس عقیدت و محبت اور خلوص کے جذبے کے تحت نشر الطیب لکھی اس کی مقصدیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"اس کتاب کو تحریر کرنے پر زیادہ آمادگی اس وجہ سے ہوئی کہ آج کل ظاہری فتنوں جیسے طاعون، زلزلہ اور گرانی و تشویشات مختلفہ کے حوادث سے عام لوگ اور فتن باطنی جیسے شیوع بدعات والحاد، کثرت فسق و فجور سے خاص لوگ پریشان خاطر اور مشوش رہتے ہیں۔ ایسے آفات کے اوقات میں علماء امت تھے۔ ان نعتوں کو سماعت فرماتے وقت عجیب کیفیت طاری رہتی تھی اور آنکھیں پر نم ہو جاتی تھیں۔ حضرتؒ خاص طور پر صحابہ کرامؓ کے نعتیہ اشعار زیادہ فرمائش و شوق سے سماعت فرماتے تھے۔ (884)

ہمیشہ معزات اور تکثیر سلام و صلوۃ سے توسل کرتے رہتے ہیں" (885)

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے اندر عشق الٰہی کے ساتھ ساتھ عشق رسول اللہ ﷺ کا شعلہ بھی بدرجہ کمال روشن و تابناک تھا مدینہ طیبہ کا ذکر آتا تو بے چین ہو جاتے۔ آخری عمر میں تو مدینہ منورہ کا نام سنتے ہی بے اختیار رقت طاری ہو جاتی تھی۔ بعض اوقات بلند آواز سے رونے لگتے۔

حضرت مولانا محمد نوریؒ ایک مرتبہ عمرے کے لیے روانہ ہو رہے تھے۔ حضرتؒ سے ملنے آئے مدینہ طیبہ کا ذکر ہوا تو حضرت دھاڑیں مار مار کر اسی وقت بابو عبدالعزیز خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرتؒ نے ان سے فرمایا "دیکھو یہ مدینہ منورہ جا رہے ہیں" یہ جملہ کہہ کر حضرتؒ کی چیخیں ن نعل گئیں۔

حضرتؒ کے اس تعلق و محبت کا اندازہ جو جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی سے ان کو تھی، بغیر ان کو قریب سے دیکھے، کچھ دن صحبت میں رہے نہیں ہو سکتا تھا۔ دور سے دیکھنے والے تو ان زاہد خشک سمجھتے تھے۔ دوسرے حج کے سفر میں مدینہ جاتے وقت آخری منزل پر بدو (اونٹ بان) سے کہہ دیا تھا کہ جب وہ جگہ نظر آئے جہاں سے گنبد خضراء نظر آتا ہے تو فوراً بتا دے۔ چنانچہ اس نے بتا دیا تو اونٹ سے اتر کر مدینہ طیبہ تک پیدل چلتے رہے رفقاء کو پہلے ہی تلقین فرما دی تھی کہ درود شریف کی کثرت رکھیں، خاموش رہیں اور بہت ادب و احترام کے ساتھ حاضری دیں۔

---

882۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، لاہور، مشتاق بک کارنر، 2003ء، ص 8۔

883۔ ایضاً، ص 9۔

884۔ ایضاً، ص 8۔

885۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، کراچی، ادارہ المعارف، ص 116۔



toobaafoundation.com

حضرت رائے پوریؒ اسی محبت اور جذبے کی تسکین کی خاطر نعتیہ اشعار بھی سنا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ (☆) کے "اشعار اور قصیدہ بانت سعاد (☆☆)" حضرتؒ کو بڑا محبوب تھا، مولانا جامیؒ کی نعتیں، اور بہت سی پنجابی زبان کی مختلف نعتیں مولوی محمد شفیع ملتانی سے سماعت فرماتے۔ اسی طرح مولانا عبدالمنان دہلوی سے بھی سنتے۔

---

☆ حضرت عبداللہ بن رواحہ اپنے قبیلے کے سردار تھے اور انہوں نے بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد ہی حضرت مصعب بن عمیرؓ کی یثرب میں تبلیغ اسلام کے نتیجے میں دعوت حق قبول کر لی تھی وہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ عبداللہ بن رواحہ اپنا زیادہ وقت قربت رسول ﷺ میں گذارتے تین صحابہ کرامؓ، حضرت حسان بن ثابت، حضرت کعب بن مالک اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو دربار رسالت میں اشعار کہنے کا اعزاز حاصل ہے آپ ﷺ عبداللہ بن رواحہ کے اشعار کو پسند فرمایا کرتے تھے آپ ﷺ، صحابہؓ سے فرماتے تھے کہ ابن رواحہ کے اشعار و کفار پر تیر و نشتر کی طرح حملہ آور ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ صحابہ میں ابن رواحہ "شاعر رسول" کے نام سے مشہور تھے (جنگ سنڈے میگزین 18 نومبر 2018ء)

☆☆ "بانت سعاد" اس قصیدہ کی بزرگی و برتری اس بات سے واضح ہوتی ہے کہ اس کے مصنف کعب بن زہیر ایک صحابہ ہیں اور اس کو دربار اقدس میں بلاواسطہ سنائے جانے کا شرف حاصل ہوا۔ بلکہ اس قصیدہ کو سن کر آپ ﷺ نے خوشی سے اپنی چادر مبارک کو انعاماً مرحمت فرمایا یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے علماء نے اس شرحیں لکھیں۔ مخضرمی شعراء میں کعب بن زہیر صف اول کے شاعروں میں ہیں۔ نبی ﷺ کا کعب بن زہیر کو چادر اوڑھانا ایک ایسا اعزاز تھا جس سے پورے عرب میں کعب بن زہیرؓ کو عزت حاصل ہو گئی تھی کعبؓ کے انتقال کے بعد ان کے خاندان والوں نے بھی اس چادر کی حفاظت کی۔ بعد میں حضرت امیر معاویہ نے یہ چادر چالیس ہزار درہم میں خرید لی جیسے وہ جمعہ اور عیدین کے موقع پر تبرکاً پہنتے تھے۔ بعد میں یہ چادر خلفاے عباسی کے پاس پہنچ گئی۔ وہ تہواروں کے موقع پر تبرکاً پہنتے تھے۔ (نقوش ، رسول نمبر ، 234، جلد نمبر 1، شمارہ نمبر 130، اشاعت 1986)، (رامپوری، یوسف، کعب بن زہیر کی قصیدہ گوئی کا تجزیاتی مطالعہ، قصیدہ بردہ کے حوالے سے "ریسرچ اسکالر، دہلی یونیورسٹی۔ ص 82،83)



toobaafoundation.com

## اجتہادی بصیرت

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اپنی مجددانہ صلاحیت کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ :

"مجدد ملت تو خیر، مجدد معاشرت ضرور ہوں"(886)

بیسویں صدی میں جس بزرگ ہستی کا نام سب سے زیادہ نمایاں نظر آتا ہے وہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ہے۔ انہیں بجا طور پر اس صدی کا مجدد تسلیم کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ انہوں نے اپنی مجددانہ صلاحیتوں کی بنا پر ایک خانقاہ نشین مرشد کی حیثیت سے ہزاروں اور لاکھوں مریدوں کے تزکیہ نفس اور روحانی تربیت کا اہتمام ہی نہیں کیا بلکہ اپنی آداب و معاشرت پر صدیوں کی پڑی ہوئی گرد کو صاف کیا اور اسلام کو اس کے اولین سرچشموں یعنی قرآن و سنت کی روشنی میں اس کی صاف، پاکیزہ اور نکھری ہوئی صورتیں پیش کیا اس کی صرف ایک مثال "بہشتی زیور" ہے تین چوتھائی صدی سے مسلم گھرانوں کی تربیت میں جو کردار ان کی اس مشہور و معروف تصنیف نے ادا کیا اتنا شاید ہی کسی اور مصنف کی کتاب نے ادا کیا ہو۔(887)

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ طالبین و سالکین کی اصلاح و تربیت میں اجتہادی بصیرت کے حامل تھے آپ کی نظر رسوم و آداب جزائیات و تفصیلات کی بجائے اصل مقصد اور لب لباب پر تھی فرماتے تھے کہ اصل کیفیت یقین کا پیدا ہو جاتا ہے اس مقصد کے حصول کے لیے آپ طبائع اختلاف مزاج اور زمانہ کی تبدیلیوں کی بہت رعایت فرماتے تھے۔ اس حوالے سے فرمایا

> "آج کل طبیعتیں کمزور ہیں اس لیے اگلے زمانہ کے لوگوں جیسے مجاہدے ممکن نہیں۔ تصوف میں بھی اب خلاصہ نکال لیا گیا ہے اسی سے لوگوں کو چلایا جاتا ہے اور فرمایا حالات اور واردات، مکاشفات وغیرہ مطلوب نہیں نہ ان کی کوئی حقیقت ہے۔ اصل چیز اللہ تعالیٰ جل شانہ کا تعلق اگر یہ نصیب ہو جائے تو دوسری چیزیں ہوں یا نہ ہوں ان کی ضرورت نہیں" (888)

آپؒ طالبین کی استعداد اور صلاحیت کا لحاظ کر کے مناسب تغیر کے ساتھ اصلاح فرماتے ہر ایک کے حالات کے مطابق طریقہ تربیت اختیار فرماتے، جس کسی کے اندر خاص دینی مشغلے کا رجحان اور ذوق غالب دیکھتے اور اس سے دین کا نفع وابستہ ہوتا تو اس کو اسی کے جاری رکھنے کا حکم فرماتے اور اس مشغلے کو اس کا ذکر و سلوک بتاتے جو لوگ تعلیم و تعلم یا دعوت و تبلیغ یا تصنیف و تالیف میں مشغول ہوتے اور ہمہ تن ذکر و شغل میں مشغول نہ ہونے کی وجہ سے اپنے اندر ذکر کے انوار و کیفیات اور باطنی ترقیات محسوس نہ کر کے حضرتؒ سے اس کا شکوہ کرتے تو ان کو فرماتے کہ

> "تمہارا کام سویا ہوا شیر ہے، جب وہ بیدار ہوگا (یعنی اس کا اجر ملے گا) تو تم کو اس کی قدر آئے گی"(889)

مشائخ رائے پور کے ہاں ساری فکر اور سارا اہتمام اسی تصوف کے مقصد و مغز ہی کا تھا۔ رسوم تصوف کے نہ خود پابند تھے اور نہ دوسروں سے پابندی چاہتے تھے۔ نسبت اور تعلق مع اللہ کے حصول کے لیے بقدر امکان یکسوئی کے ساتھ کثرت ذکر و فکر پر تو عموماً زور دیتے تھے۔ اور اس کو گویا اس دروازہ کی کنجی سمجھتے تھے اس کے علاوہ زمانہ کے تغیرات، لوگوں کے حالات اور مختلف طبائع کا لحاظ رکھتے ہوئے

---

886۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، کراچی، ادارہ المعارف، ص116۔

887۔ مجذوب، عزیز الحسن، خواجہ، اشرف السوانح، لکھنو، سلطانیہ برقی پریس، 1356ھ، جلد سوم، ص20۔

888۔ ہارون، سعد، ماہنامہ الحسن، (اشاعت خاص مولانا اشرف علی تھانوی)

889۔ للہی، محمد حسین، انصاری، ڈاکٹر، حیات طیبہ، ص121۔



toobaafoundation.com

بالکل مجتہدانہ رہنمائی فرماتے تھے۔ بہت سوں کے لیے ایک شغل تجویز فرماتے اور بعض دوسروں کو باوجود درخواست کے اس سے منع فرمادیتے تھے۔ مسترشدین اور متوسلین میں سے جو افراد دین وملت کی کسی خدمت میں لگے ہوتے آپ ذکر کے ساتھ اس خدمت ہی کو ان کا خاص شغل اور وظیفہ قرار دے دیتے اور فرماتے کہ بس اخلاص نیت کا اہتمام کرو یہی وہ اکسیر ہے جو ہر عمل کو عبادت و قربت اور وصول الی اللہ کا وسیلہ بنا دیتی ہے۔([890])

حضرت رائے پوریؒ کو اصلاح و تربیت میں مجتہدانہ بصیرت حاصل تھی لہٰذا صحت و طاقت کا بھی آپؒ بہت لحاظ فرماتے ایک مرتبہ فرمایا کہ

"اگر قوت ہو تو ذکر بالجہر کرنا چاہیے، اثر جلدی ہوتا ہے لیکن اگر طبیعت کمزور ہو تو ہرگز ذکر زیادہ بلند آواز سے نہ کرے ورنہ طبیعت مختل ہو جائے گی اور دماغ خراب ہو جائے گا"([891])

## طریقت میں تصوف بیعت

پیری و مریدی یا بیعت و ارادت کی حقیقت و ضرورت میں بہت افراط و تفریط سے کام لیا گیا ہے ایک طرف اس کو سرے سے بعضوں نے بدعت سمجھ رکھا ہے اور دوسری طرف ایک رسم بنا رکھا ہے کہ بس دست بوسی کرلی، باقی خود کچھ کرنے کرانے کی ضرورت نہیں حالانکہ "نری پیری مریدی میں کچھ نہیں رکھا، اصل کام خود چلنا اور کسی رہبر کا ہاتھ پکڑنا، اگرچہ (رسمی) مرید کسی سے بھی نہ ہو، کہ مطلب نہیں کہ سلسلہ میں داخل ہونے سے برکات کچھ نہیں، لیکن اس کو اصل الاصول سمجھنا بڑی غلطی ہے آج کل پیری و مریدی کے متعلق وہ جہل پھیلا ہوا ہے کہ الامان والحفیظ"([892])

شریعت و طریقت میں اس حوالے سے مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ:

"بیعت کی اصل حقیقت خود لفظ بیعت و ارادات اور مرید کی اصلاح بلکہ لفظی معنی ہی سے واضح ہو جاتی ہے۔ ارادہ محض آرزو اور تمنا کا نام نہیں بلکہ مراد کو پورا کرنے کے لیے ضروری اسباب و وسائل کی بہم آوری میں لگ جانا یا منزل مقصود کی طرف چل پڑنا ہے بس مرید بھی اصطلاحاً وہ ہے جو اپنی دینی، خصوصاً باطنی و قلبی اصلاح و درستی کو مراد و منزل بنا کر اس کے ضروری وسائل اختیار کرتا اور اس کی طرف بڑھتا ہے اور بیعت کے معنی ہیں اس منزل مقصود کے لیے زیادہ واقف کار کو رہبر و رفیق بنالینا اور اس کے پیچھے یا ساتھ چلنا تاکہ نہ صرف گمراہی کے خطرات سے حفاظت ہو بلکہ راستہ سہولت و راحت سے قطع ہو بالفاظ دیگر اپنے سے زیادہ واقف و ماہر مصلح کے ہاتھ میں اپنے کو اس طرح سونپ دے جیسے مریض کسی حاذق طبیب کے حوالے اپنے کو کر دیتا ہے اور دوا پرہیز میں کاملاً اس کی تجویز و ہدایت پر عمل کرتا ہے۔([893])

اس حوالے سے مزید فرمایا کہ

"یہ بات یقینی ہے کہ بیعت کی ضرورت اس درجہ عام نہیں ہے کہ ہر شخص کو اس کا پابند قرار دیا جائے، بہت سی سلیم طبیعتیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ وہ خود بخود نیکی کی طرف مائل ہوتی ہیں اور مختلف اسباب و عوامل سے ان کے اندر تقویٰ و

---

890۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص124۔

891۔ ندوی، ابوالحسن، سید، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص15-12۔

892۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص125۔

893۔ ندوی، عبدالباری، مولانا تجدید تصوف و سلوک، لاہور، مکتبہ الاشرفیہ، 1949ء، ص97۔



toobaafoundation.com

دیانت کا رجحان متعین ہو جاتا ہے، ایسے لوگ اگر بیعت نہ ہوں تو مضائقہ نہیں، لیکن عام انسانی طباع کو دیکھتے ہوئے اس کی ضرورت کا احساس ہوتا ہے۔"

مولانا تھانوی لکھتے ہیں کہ:

"نفس میں بعض امراض ایسے ہوتے ہیں کہ وہ بدون تنبیہ شیخ محقق عارف کے سمجھ میں نہیں آتے اور اگر سمجھ میں آ بھی جاتے ہیں تو ان کا علاج سمجھ میں نہیں آتا۔ اور جو معلوم ہوتا ہے تو نفس کی کشاکشی سے اس پر عمل مشکل ہوتا ہے۔ ان ضرورتوں سے پیر کامل تجویز کیا جاتا ہے کہ وہ ان باتوں کو سمجھ کر آگاہ کرتا ہے ان کا علاج و تدبیر بتاتا ہے کیونکہ خود اپنی حالت کا سمجھنا آسان نہیں ہوتا اور شیخ کو بصیرت ہوتی ہے۔(894)

بیعت طریقت کے حوالے سے حضرت رائے پوری ثانیؒ نے فرمایا کہ

"خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین چونکہ رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ تھے اس لیے وہ بیعت طریقت اور بیعت خلافت دونوں کر سکتے تھے اور چونکہ سلطنت کا اثر سب اثروں پر عموماً غالب ہوتا ہے اس لیے نبی کریم ﷺ کو تمام دوسرے تبلیغی کمالات اور ذرائع کے ساتھ ساتھ حکومت بھی اللہ تعالی نے دی تا کہ ہدایت علی وجہ اکمال ہو جائے تو یہی رنگ خلفاء راشدین مہدین کا بھی ہوا۔ مگر بعد میں جب خلافت جامع کمالات نہ رہی تو صوفیاء نے بیعت طریقت جاری کی اور اس میں عہد ہوتا ہے جو عمل پر اثر ڈالتا ہے"(895)

4 فروری 1747ء جگراؤں، ضلع لدھیانہ میں تین اشخاص حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے بیعت ہونے کے لیے آئے آپ نے ان کو سامنے بٹھا کر تینوں کے ہاتھ ایک ساتھ اپنے ہاتھ میں لے کر پہلے کلمہ شریف "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھایا پھر کہلوایا یا اللہ اسی توبہ کر دے آں کفر سے، شرک سے، بدعت سے، غیبت سے، زنا سے، جھوٹ بولنے سے، نماز چھوڑنے سے، ہور گناہوں سے، جو اساں اپنی ساری عمر وچہ کیتے چھوٹے ہوں یا بڑے اسی عہد کر دے ہاں کہ تیرے سب حکم مناں گے، تیرے رسول پاک دی تابعداری کراں گے یا اللہ۔۔۔! ساڈے گناہ بخش دے، سانوں توفیق دے اپنی رضامندی دی، اپنے رسول پاک ﷺ دی تابعداری دی۔ پھر فرمایا کہ

"بس اب گناہاں توں بچدے رہناں، نماز دی پابندی رکھنا، جماعت نال نماز پڑھن دی کوشش کرنا، شریعت دے برخلاف کم نہ کرنا، بری صحبت توں بچنا، صحبت دا اثر ہندا ہے تاں برا بن جاندا ہے نیکاں دی صحبت اختیار کرنا درود شریف، سوم کلمہ پڑھدے رہنا، ایک تسبیح یا تین تسبیح مولوی صاحب توں سکھ لینا"(896)

## مقصود تصوف

تصوف کے مقصود اصلی کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ

"تصوف کا مقصود اصلی ادائے مامور بہ ہے اور مامور بہ کا اختیاری ہونا ضروری ہے اور امر اختیاری کا ہر شخص اہل ہے۔ اختیاری امور میں کوتاہی کا علاج بجز ہمت اور استعمال اختیار کے کچھ نہیں اس پر تمام اصلاحات کا مدار ہے اور یہی تمام

---

894۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت و طریقت، بمبئی، مکتبہ الحق، 1975ء، ص 59۔

895۔ ایضاً، ص 60۔

896۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، لاہور، مکتبہ سید احمد شہید، 1996ء، ص 661۔



toobaafoundation.com

کوتاہیوں کا اصل علاج ہے۔ سارے افعال شرعیہ اختیاری ہیں۔ ورنہ نصوص کی تکذیب لازم آتی ہے البتہ اول اول دشواری اور کلفت ضرور ہو گی لیکن اس کا بھی علاج یہی ہے کہ باوجود کلفت کے ہمت سے اور اختیار سے برابر تکلف اور بجز کام لیتا رہے رفتہ رفتہ وہ کلفت مبدل، بسہولت ہو جائے گی سارے مجاہدے بس اسی لیے کیے جاتے ہیں کہ اختیار اوامر اور اجتناب نواہی میں سہولت پیدا ہو جائے۔۔۔ جیسے حفظ کا سبق شروع میں دشوار ہوتا ہے مگر رٹتے رٹتے یاد ہو جاتا ہے اگر شروع کی کلفت اور تعب کو دیکھ کر ہمت ہار دی تو کوئی صورت ہی کامیابی کی نہیں "(897)

"اس طریق (تصوف) میں دشواری اسی وقت تک ہے جب تک اس کی حقیقت سے بے خبر ہے حقیقت معلوم ہو جانے کے بعد پھر اس سے زیادہ سہل اور آسان اور کوئی چیز نہیں آتی۔ لوگوں نے فن نہ معلوم ہونے کی وجہ سے اس کو ہوا بنا رکھا ہے حالانکہ تصوف صرف ایک مسئلہ پر ختم ہے۔ عمل ایک اختیاری ہے اور ایک غیر اختیاری۔ اختیاری کو لے لو اور غیر اختیاری کے درپے نہ ہو"(898)

مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے مقصود تصوف کے حوالے سے فرمایا:

"مقصود اصلی رضائے الٰہی کا حصول ہے اور جو انوارات اور کیفیات رستے میں سالک کو نظر آئیں انہیں میں نہیں رہ جانا چاہیے، بلکہ ان سب پر لا کی نفی کھینچ دینا چاہیے یہ سب غیر اللہ ہے۔ مقصود تو اللہ کی ذات ہے یہ ساری کیفیات اگر نصیب ہو جائیں۔ مگر رضائے مولا کے کام نصیب نہ ہوں تو کچھ بھی نہیں۔ کوشش کر کے سب کی نفی کرے اور اللہ تبارک و تعالیٰ تک پہنچے۔ یہ کشف و کرامات تو زہر قاتل ہیں، ان کی طرف دھیان بھی نہ کرے ورنہ مارا جائے گا" (899)

مولانا رائے پوری ثانیؒ نے مقصد تصوف کے حوالے سے مزید فرمایا کہ

"اور آسان اور کوئی چیز نہیں آتی، لوگوں نے فن نہ معلوم ہونے کی وجہ سے اس کو ہوا بنا رکھا ہے۔ حالانکہ تصوف صرف ایک مسئلہ پر ختم ہے عمل ایک اختیاری ہے اور ایک غیر اختیاری۔ اختیاری کو لے لو اور غیر اختیاری کے درپے نہ ہو"(900)

مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے مقصود تصوف کے حوالے سے فرمایا

"مقصود اصلی رضائے الٰہی کا حصول ہے اور جو انوارات اور کیفیات رستے میں سالک کو نظر آئیں انہیں میں نہیں رہ جانا چاہیے، بلکہ ان سب پر لا کی نفی کھینچ دینا چاہیے یہ سب غیر اللہ ہے، مقصود تو اللہ کی ذات ہے یہ ساری کیفیات اگر نصیب ہو جائیں مگر رضائے مولا کے کام نصیب نہ ہوں تو کچھ بھی نہیں، کوشش کر کے سب کی نفی کرے اور اللہ تبارک و تعالیٰ تک پہنچے۔ یہ کشف و کرامات تو زہر قاتل ہیں۔ ان کی طرف دھیان بھی نہ کرے ورنہ زہر قاتل ہیں۔ ان کی طرف دھیان بھی کرے ورنہ مارا جائے گا"(901)

---

897۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، لاہور، سید احمد شہید اکیڈمی، 1997ء، ص210۔

898۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت و طریقت، ص414۔

899۔ تھانوی، اشرف علی، ملفوظات کمالات اشرفیہ، ملتان، ادارہ تالیفات اشرفیہ، 1422ھ، ص86۔

900۔ للہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر نفحات طیبہ، ص80۔

901۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ ص578۔



toobaafoundation.com

مولانارائے پوری ثانیؒ نے مقصد تصوف کے حوالے سے مزید فرمایا کہ:

تصوف کا مقصد یقین کا حصول ہے باقی علوم ان کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے صحیح ہوتے ہیں یا خیالات یعنی مکاشفات ہونے لگتے ہیں۔۔۔۔۔انسان کے جو عقائد ہوتے ہیں۔ تصوف ان کے رنگ کو جما دیتا ہے۔ان میں یقین پیدا کر دیتا ہے۔خود کوئی علوم نہیں دیتا،اسی لیے کہا جاتا ہے کہ تصوف سے پہلے عقائد صحیحہ کا علم اور دین کے عقائد حقہ کی تعلیم حاصل کر لینا ضروری ہے کیونکہ تصوف یقین محکم کا ذریعہ ہے باقی مکاشفات نہ ہو تو مقبول اور دونوں شقوں سے خارج ہوں تو محمود کہلا سکتے ہیں۔(902)

## نسبت کی حقیقت

مولانااشرف علی تھانویؒ نے اس حوالے فرمایا کہ:

"بعض جہلا ایک عجیب دعویٰ کرتے ہیں کہ ہماری نسبت اتنی قوی ہے کہ گناہ کرنے سے بھی اس میں فتور نہیں آتا، یاد رکھنا چاہیے ایسی نسبت جس کو معصیت سے بقا یا ترقی ہو شیطانی نسبت ہے اور ایسی ترقی کو مکر واستدراج کہتے ہیں حضرت خواجہ عبیداللہ احرار کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ مکر الہٰی دو ہیں ایک عوام کے حق میں اور ایک خواص کے حق میں تو یہ کہ خدمت واطاعت میں تقصیر کے باوجود نعمت میں توقیر ہو اور خواص کے حق ترک ادب کے باوجود ان کے حال کا باقی رہنا۔"(903)

نسبت کی حقیقت کے حوالے سے حضرت صوفی رشید احمد گنگوہی نے دریافت کیا کہ حضرت جو بزرگ وصال کے وقت کسی کو اپنی نسبت منتقل کر دیتے ہیں یہ کیا معاملہ ہے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا کہ:

"اگر نسبت اور کو مل گئی تو کیا وہ خالی رہ گئے فرمایا کہ نہ تو کوئی اپنی مرضی سے نسبت دوسرے کو دے سکتا ہے نہ یہ منتقل ہوتی ہے اسے یوں کہہ لو کہ ایک صاحب رشید و ہدایت کے فوت ہو جانے پر اللہ تعالیٰ کسی دوسرے اہل کو اگر چاہیے وہ نسبت القا کر دیتا ہے تاکہ وہ کام جو اللہ تعالیٰ بزرگ کے ذریعہ لے رہے تھے۔اب کسی دوسرے سے لینے لگیں ۔۔۔۔۔جو تعلق بندہ کو خدا سے ہوتا ہے وہی نسبت کہلاتا ہے یہ تعلق اس وقت بھی رہتا ہے جب دھیان اور استحضار نہ رہے مگر اللہ کے بندوں کو دھیان اور استحضار مسلسل بھی رہتا ہے پھر نسبت کا رنگ سب کا ایک نہیں ہوتا"(904)

مزید فرمایا:

"تعلق خاص کو نسبت کہتے ہیں اور صوفیاء اس کو عشق سے تعبیر کرتے ہیں کبھی السکینہ اور کبھی نور سے تعبیر کرتے ہیں"(905)

مولانااشرف علی تھانویؒ نے نسبت کی حقیقت کے حوالے سے مزید فرمایا پچھلے زمانہ میں حضور سرور عالم ﷺ کے قرب عہد کی برکت سے اس مقام پر بوجہ نسبت قوی پیدا ہو جانے کے کمال وصول نصیب ہو جاتا تھا لیکن اکثر اس مقام پر نسبت ضعیف ہی پیدا ہوتی ہے ۔ جس کا حاصل کرنا فرض ہے اور نسبت قویہ اور وصول کرنے کیلئے اذکار و اشغال

---

902۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، جامع المجددین، لاہور، المکتبہ الاشرافیہ، 1950ء، ص456۔

903۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص224۔

904۔ للّٰہی، محمد حسین صاحبزادہ ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص86۔

905۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، جامع المجددین، ص429۔



toobaafoundation.com

ومراقبات کی ضرورت پڑتی ہے جس کا حاصل کرنا مستحب ہے خلافت ومشیخت کا ادنی درجہ اس قوی نسبت کے حاصل ہو جانے پر میسر آجاتا ہے پھر اس نسبت قویہ کے حصول کے بعد چونکہ مبدفیاض سے قلب کو تعلق ہو جاتا ہے اس لیے بوجہ صفائی قلب اس پر کچھ علوم واسرار اور کبھی حالات وآثار کا نزول ہوتا ہے۔(906)

مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ اس حوالے سے مزید فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کا ہر شخص سے اس کی طبیعت کے مطابق تعلق ہے اور جس کسی اعلیٰ پایہ بزرگ کے تعلق کی جو کیفیت ہوتی ہے اسے نسبت کہتے ہیں ویسی طبیعت کے اور لوگ جو خدا سے تعلق جوڑتے ہیں ان کے تعلق کا رنگ جس بزرگ سے ملتا ہے اس بزرگ کی نسبت کہلانے لگتی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جیسی کسی بزرگ کی نسبت کہلانے لگتی ہے۔اس کے ذریعہ سے خدا کے ساتھ رشتہ جوڑنے والوں میں بھی ویسی نسبت کا رنگ جھلکتا ہے جس کی طبیعت اس بزرگ کے جتنا قریب ہوگی وہ رنگ اتنا زیادہ مشابہہ ہوگا اور جتنا دور اتنا کم مشابہ اور بزرگ اور اس شخص کی باہمی صحبت کا بھی اس میں بڑا دخل ہے اس میں باریک متعدد قاعدے ہیں(907)

مولوی حبیب اللہ صاحب (گمانوی بہاولپوری) نے دریافت کیا کہ ایک ولی ایک ولی کی نسبت بھی سلب کر لیتا ہے ؟

حضرت رائے پوری نے فرمایا کہ :

ہمیں تو پتہ نہیں کیوں کہ کوئی ایسی بات نہیں۔ہاں ! حضرت حاجی (امداد اللہ مہاجر مکی) صاحبؒ کے متعلق حضرت (شاہ عبدالرحیم رائے پوری) سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ

"جو شخص ایسا تصرف کرے تو وہ بہت بُرا ہے یہ سب خیال کی قوت پر موقوف ہے جو کوئی اس طرح اثر ڈال کر کسی سے کچھ پیسے بٹورے، وہ ویسا ہی ہے جیسے چوری یا غصب اور ڈاکہ ڈال کر کچھ لے لیا"(908)

انتقال نسبت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا کہ :

"اصل اس میں یہ ہے کہ ذکر سے اپنے عیوب ظاہر ہونے لگتے ہیں اور صحبت اور محبت سے نسبت پیدا ہوتی ہے اس طرح مکان میں اندھیرا ہو تو کچھ پتہ نہیں لگتا۔کہاں کیا ٹھوکر ہے سانپ ہے، بچھو ہے مگر چراغ جل جائے تو سب چیزیں نظر آنے لگتی ہیں اب آدمی چاہے تو بچ کر چل سکتا ہے۔نسبت اور انتقال دو باتیں نہیں اللہ والوں سے جتنی محبت ہوگی اسی درجہ کی نسبت پیدا ہو جائے گی اخلاق کی اصلاح کی اس لیے ضرورت ہے کہ اس کے بغیر آدمی منزل طے نہیں کر سکتا۔مثلاً کمانے میں لالچ ہے تو وہی دل پر مسلط رہے گا اور محبت پورا اثر نہ کرے گی موثر کم ہوگی اور نسبت کمزور رہے گی"(909)

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ بعضوں کو یہ ناز ہوتا ہے کہ ہم فلاں بزرگ کی اولاد ہیں یا فلاں خاندان میں بیعت ہیں اور اس بناء پر اصلاح عقائد واعمال سے بالکل بے فکر ہو جاتے ہیں اس دعویٰ اور ناز کی جڑ اس حدیث سے کٹتی ہے مسلم میں ہے۔

---

906۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 241

907۔ ایضاً، ص 241۔

908۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص 661۔

909۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، التکشف عن مہمات التصوف، لاہور، سجاد پبلشرز حسین منزل، پیسہ اخبار، 1960ء، ص 672۔



toobaafoundation.com

عن ابی ھریرہ قال لما نزلت، وانذر عشیرتک الاقربین دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قریشاً الحدیث وفیہ یا فاطمہ انقذی، نفسک من النار فانی لا املک لکم من اللہ شیا

جب یہ آیت ناز ہوئی (وانذر عشیر تک الاقربین) اپنے قربت والے خاندان کو ڈراو، تو نبی ﷺ نے قریش کو پکارا اور اسی حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا! اے فاطمہ اپنے آپ کو دوزخ سے بچاو کیونکہ میں تم کو اللہ تعالیٰ سے بچانے کا کچھ اختیار نہیں رکھتا(910)

## شریعت، طریقت حقیقت اور معرفت

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کے باہمی تعلق کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا

''شریعت احکام تکلیفہ کے مجموعہ کا نام ہے اس میں اعمال ظاہری اور باطنی سب آگئے اور متقدمین کی اصلاح میں لفظ فقہ کو اس امر کا مترادف سمجھا جاتا ہے متاخرین کی اصطلاح میں شریعت جزو متعلق باعمال ظاہرہ کا نام فقہ ہو گیا اور دوسرے جزو متعلق باعمال باطنہ کا نام تصوف ہو گیا اور ان اعمال باطنی کے طریقوں کو طریقت'' کہتے ہیں پھر ان اعمال کی درستی سے قلب میں جو جلا اور صفا پیدا ہوتا ہے اس سے قلب پر بعض حقائق کونیہ متعلقہ اعیان واعراض (حقائق ولوازمات) بالخصوص معاملات بین اللہ اور بین العبد منکشف ہوتے ہیں ان مکشوفات کو حقیقت کہتے ہیں اور اس انکشاف کو معرفت کہتے ہیں۔(911)

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کے حوالے سے فرمایا کہ :

شریعت ہر باقاعدہ اور جی سے چلنے اور اس طرح خدا تعالیٰ اور نفس کی جتنی مقدر ہو، معرفت ہونے کا مطلب پر چاروں باتیں ہیں۔(912)

## کشف کی حقیقت

کشف دو طرح سے ہے ایک کشف الٰہی، دوسرا کشف کونی، کشف الٰہی سے مراد علوم واسرار و معارف متعلق ذات وصفات الٰہی کا قلب پر ورود کرنا، کشف کونی سے مراد یعنی جن کو عام لوگ نہیں دیکھ سکتے ان کا نظر آنا، چاہیے وہ گزشتہ وقت کے حالات دور یا قریب کے ہوں یا عالم مثال میں یہ چیزیں متمثل ہو کر مکشوف ہوں اور وارداتِ غریبہ و مواجید مثل ذوق و شوق، محبت وانس، ہیبت وانکشاف اسرار احکام و حسن معاملہ فیمابینہ وبین اللہ وغیرہ فائض ہوں جن کی لذت کے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت گرد ہے (اور یہ امور حالات کہلاتے ہیں یہی علوم کشف الٰہی کہلاتے یں کشف کونی نہ لذت میں اس کی گرد کو پہنچتا ہے نہ قرب میں اس کو اس کا ساد خل ہے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ

کشف والہام (کسی ولی کے دل میں حق تعالیٰ کی طرف سے کسی بات کا القاء ہو جانا) سے علم ظنی ہوتا ہے اگر موافق قواعد شرعیہ کے ہے قابل عمل ہو گا، ورنہ واجب الترک ہے اور اگر قواعد شرعیہ کے خلاف نہ ہو لیکن خود کشف میں باہم اختلاف ہو تو اگر وہ دونوں کشف ایک شخص کے ہیں تب تو آخیر کشف کا اعتبار ہو گا اور اگر وہ دونوں کشف دو شخصوں کے ہیں تو صاحب صحو کا کشف بہ نسبت صاحب سکر کے قابل عمل ہو گا اور اگر دونوں صاحب صحو ہیں تو تو جس کا کشف اکثر شرع کے برابر ہیں تو جس شخص میں آثار قرب الٰہی و مقبولیت کے زیادہ پائے جائیں۔ اس کے کشف کو ترجیح ہو گی اور اگر

---

910۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص639۔

911۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، ارشادات مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص257۔

912۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت و طریقت، ص331۔



toobaafoundation.com

اس میں بھی برابر ہیں تو جس کو اپنادل قبول کرلے۔اس پر عمل جائز اور اگر ایک کشف ایک شخص کا اور دوسرا کشف کئی شخصوں کا ہو تو جماعت کے کشف کو قوت ہو گی البتہ اگر وہ تنہا سب سے اکمل ہے تو اس کے کشف کو ترجیح ہو گی۔(913)

حضرت تھانویؒ نے کشف والہام کے ثبوت میں ایک حدیث نقل کی ہے ان اللہ تعالیٰ عباداً یعرفون الناس بالتو سم (44) اللہ تعالیٰ کے بعض ایسے بندے ہیں کہ وہ لوگوں کی حالت کو فراست سے پہنچان لیتے ہیں۔

عزیزی نے التقریب کے حوالے سے توسم کی تفسیر فراست سے کی ہے اور حفنی کے حوالے سے اس کا یہ مفہوم بیان کیا ہے وہ لوگوں کی باطنی حالت کو کشف والہام سے دریافت کر لیتے ہیں۔

اس حدیث کے حوالے سے مولانا تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ

"اس حدیث میں دلیل ہے بعض الہام اور کشف کے صحیح ہونے کی اور بے شمار صلحاء اور اولیاء سے اس کا ایسا ثبوت ہے کہ اس میں کسی تلبیس کی آمیزش نہیں لیکن باوجود اس صحت کے وہ حجت شرعیہ نہیں ہے اور اس کی نظیر احکام مشہورہ سے یہ ہے کہ جو شخص عید کا چاند ابر میں رمضان کی انیتس تاریخ کو دیکھ لے مگر قاضی کے یہاں بوجہ واحد ہونے کے شہادت قبول نہ ہو تو اس کا چاند دیکھنا اگر واقع میں یقیناً بالکل صحیح اور التباس سے خالی ہو مگر حجت نہ ہو گی حتی کہ خود دیکھنے والے کیلئے حجت نہ ہو گی چنانچہ اس پر واجب ہو گا کہ اگلے روز سب کے ساتھ روزہ رکھے پس صحیح ہونا حجت ہونے کے مستلزم نہیں پس تم تفریط سے بھی بچنا کہ ان کو حجت سمجھنے لگو جیسا کہ بعض کو لغزش ہوئی کہ کشف والہام کی حجیت کا حکم دیا لیکن صرف اپنے ہی لیے اور تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ اس میں حق کیا ہے (یعنی اپنے لیے بھی حجت نہیں) اور بہت کم ہیں جنہوں نے اس فرق پر تنبیہ کی ہو (صحت اور چیز ہے اور حجت اور چیز ہے)"(914)

مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کشف کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ کشف ولایت کی علامت نہیں کہتے ہیں کہ

تصوف بھی عجیب چیز ہے ہر شخص اس میں شامل ہو جاتا ہے لیکن لوگوں نے تصوف کو سمجھا ہی نہیں ہر پاگل اور مجنوں کو مجذوب اور بزرگ سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ایک دفعہ حضرت حاجیؒ (امداد اللہ مہاجر مکی) نے تھانہ بھون کے ایک پاگل کا ذکر فرمایا کہ وہ ایک دن دوڑا آیا اور کہنے لگا کہ اولے پڑے اولے پڑے اور ہندوؤں کے ایک مکان میں گھس آیا، فوراً بارش شروع ہو گئی اور بہت اولے پڑے،لوگ سمجھنے لگے بڑا ولی ہے حالانکہ وہ پاگل تھا صرف کشف صحیح نکلنے کی وجہ سے لوگ اس کو بزرگ سمجھنے لگے جبکہ کشف ولایت کی علامت نہیں، کشف تو ہندوؤں، جوگیوں، پاگلوں اور جانوروں تک کو ہو جاتا ہے۔حضرت حاجیؒ بصیرت باطنی سے معلوم ہو گا کہ وہ مجذوب نہیں بلکہ پاگل ہے"(915)

مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ فرماتے ہیں کہ کسی کا کشف دوسرے کیلئے حجت نہیں ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دو آدمیوں کو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ جاتے ہوئے ایک خاص راستہ سے جانے سے منع فرمادیا تھا مگر انہوں نے نہیں مانا، ایک تو متعلق تو معلوم ہے کہ اس کا اونٹ لوٹا گیا اور اونٹ سے گر کر اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔دوسرے کے متعلق کچھ علم نہیں کہ اس پر کیا گزری فرمایا۔

---

913۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الفراستہ القاھرہ، مکتبۃ القدسی، 1353ھ، 268/10۔

914۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف، حیدر آباد، انڈیا، اللجنۃ العلمیۃ، س۔ن، یہ کتاب کتب خانہ مظہریہ کراچی سے بھی طبع ہو چکی ہے۔

915۔ للہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، گوجر خان، ادارہ معارف الاسلام، 2003ء، ص50۔



toobaafoundation.com

"یہ کشف نہیں تھا بلکہ بعض اوقات اللہ کے بندوں کے دل پر کچھ ایسی بات گزجاتی ہے یہ کچھ ملکہ قسم کی چیز ہے جیسے مجتہد کہ اس کو مہارت تامہ کی وجہ سے بعض امور کی طرف رجحان ہو جاتا ہے اور وہ کشف نہیں ہے مصیب ہوتا ہے تو دو ثواب پاتا ہے اور خطا کرے تو بھی ایک ثواب پاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔اس طرح اولیا اللہ میں بھی اس فن کے مجتہد ہوتے ہیں ہمارے علماء کا احسان کہ انہوں نے یہ قاعدہ بیان کر دیا کہ کسی کا کشف دوسرے کیلئے حجت نہیں ورنہ بڑی مشکل پیش آتی"۔(916)

## مراقبہ

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات یا کسی مضمون کا دل سے اکثر احوال میں یا ایک محدود وقت تک اس غرض سے کہ اس کے غلبہ سے اس کے مقتضا پر عمل ہونے لگے ،تدبر نام سے متوجہ ہونا اور اس کا تصور مواظبت کے ساتھ رکھنا مراقبہ کہلاتا ہے جو اعمال مقصودہ قلب میں سے ہے ان مراقبات سے تصور ناقص راسخ ہو جاتا ہے اور اسی رسوخ میں مشائخ عوام سے ممتاز مراقبہ کے متعلق دو چیزیں اور ہیں ایک مشارطہ یہ کہ روزانہ صبح کو اٹھ کر تھوڑی دیر تنہائی میں بیٹھ کر اپنے نفس کو خوب فہمائش کرے کہ دیکھو فلاں فلاں مت کیجیو اس کے بعد مراقبہ یعنی نگہداشت اس معاہدے کی رکھنا جب دن ختم ہو پھر سوتے وقت محاسبہ کرے یعنی صبح سے شام تک جو اعمال کیے ہیں ان کو تفصیلاً یاد کرے جو نیک کام کئے ہوں ان پر شکر الہیٰ بجالائے جو برے کام کیے ہوں یا نیک کاموں میں کوئی آمیزش ہو گی ہو اس پر نفس کو ملامت کرے مراقبہ محبت حق کے حوالے سے مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ

"یہ مراقبہ کیا کرے کہ حق تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے اور حق تعالیٰ مجھ کو چاہتے ہیں یہ مراقبہ بے حد مفید ہے اس سے بندہ خواہ کیسی ہی مصیبت اور پریشانی میں ہو مگر جہاں یہ مراقبہ کیا ساری پریشانی رفو چکر کیونکہ یہ یقین کرے گا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھ سے محبت ہے تو اس مصیبت میں ضرور میرا کچھ فائدہ ہی ہو گا ورنہ محبت میں محبوب کو کون تکلیف دیتا ہے"(917)

حضرت تھانویؒ مراقبہ رزق کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ

خدا اگر کسی کو بے فکری سے کھانے کو دے تو یہ نعمت ہے لیکن اس میں ایک مغفرت بھی ہے کہ کبر ناز و عجیب غریب غرور، غفلت، غریبوں کی تحقیر، کمزوروں پر ظلم ،اس سے پیدا ہوتے ہیں اس کا علاج اور تدارک یہ ہے کہ تدبر و تفکر (مراقبہ) سے کام لے اور سوچے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنا فضل فرمایا ورنہ بالکل نااہل تھا مجھ میں کوئی خاص کمال بھی نہ تھا بلکہ اپنے گناہوں پر نظر کر کے سوچے کہ میں سزا مستحق تھا اور اگر بالفرض مجھ میں کوئی کمال بھی تھا تو مجھ سے زیادہ کمال رکھنے والے پریشان حال پھرتے ہیں پھر اس کا فضل ہی تو ہے جو اس نے مجھے ان نعمتوں سے سرفراز فرمایا اب میں ناز کس پر کروں(918)

حضرت تھانویؒ نے مختلف احادیث سے اسے ثابت کیا مثلاً ترمذی کی حدیث ابن عباس میں ہے

---

916۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر، رائے پوریؒ، ص54۔

917۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت وطریقت، ص278۔

918۔ ایضاً، ص398۔



toobaafoundation.com

قال ابوبکر یا رسول اللہ قد شبت قال شیبتنی ھود والواقعہ (919)

ترجمہ: حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ تو بوڑھے ہو گئے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو سورہ ہود اور سورہ واقعہ نے بوڑھا کر دیا"

حضرت تھانویؒ کے نزدیک یہ اثر خشیت کا ہے کہ جوان سے بوڑھا کر دے تفکر دائم و توجہ قوی پر موقوف ہے اس سے عمل مراقبہ کا اثبات ہوتا ہے۔

دوسرے مقام پر یہی مضمون دوسری حدیث ابن عباسی سے ثابت کیا جس کی تخرج رزین نے کی ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔

کنت ردیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا غلام احفظ اللہ تجدہ تجاھک (جامع ترمذی) (920)

ترجمہ: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک مرکب پر سوار تھا آپؐ نے فرمایا اے لڑکے اللہ تعالیٰ کا خیال رکھا کر واس کو اپنے سامنے پاوگے۔

حدیث کے تحت مندرج فائدہ میں فرماتے ہیں

احفظ اللہ کا جو مطلب ہے وہی حاصل ہے مراقبہ کا جو اہل طریق کے عادات لازمہ سے ہے۔ رہ گئی خاص ہیت محض اس کے راسخ ہونے کیلئے مقصود بالذات نہیں اس لیے اس ہیت کے منصوص ہونے کی ضرورت نہیں

مراقبہ کے حوالے سے حضرت رائے پوریؒ فرماتے ہیں کہ

"صوفیا کرام نے مراقبہ معیت فرمایا ہے جس کا مطلب ہے کہ ہر وقت قلب کی نگرانی رکھنا۔ کسی وقت غفلت نہ کرنا اور یوں سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہیں پھر گناہ کا صدور نہیں ہوتا اور بندہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آجاتا ہے گو معصوم نہیں ہوتا مگر محفوظ ضرور ہو جاتا ہے حیاء کا غلبہ ہو جاتا ہے اور حدیث میں الحیا من الایمان (921)"

فرمایا گیا ہے اس سے یقین بھی بڑھ جاتا ہے جب ہر وقت یہ دھیان رہے کہ اللہ تعالیٰ ساتھی ہیں تو غفلت بھی نہیں آتی۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

ولاتکن من الغافلین (القرآن 201:7)

ترجمہ: "اور غافلوں میں سے مت ہو جانا"

---

919۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت وطریقت، ص279۔

920۔ امام ترمذی، جامع ترمذی، کتاب الجہاد، باب16، حدیث5354، تھانوی، اشرف علی مولانا، التکشف عن مہمات التصوف، ص502۔

921۔ امام ترمذی، جامع ترمذی، کتاب الایمان ویقین، باب38، حدیث2516 تھانوی، اشرف علی، مولانا، التکشف عن مہمات التصوف، ص503۔



toobaafoundation.com

فرمایا کہ مجھے تعجب ہوتا ہے ان لوگوں سے جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارا ذکر میں جی نہیں لگتا یا وساوس آتے ہیں یا مراقبہ کے وقت نیند بہت آتی ہے بھلا جب اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ ہو پھر نیند آئے تعجب اور حیرت والی بات ہے میں ایسے لوگوں سے کہتا ہوں تم ذکر جہر کرتے رہو کرتے رہو تا کہ غفلت نہ رہے(922)

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے مراقبہ بطور علاج کے حوالے سے فرمایا کہ

''جس طرح کی سب افعال کا خالق اللہ ہے کا مراقبہ کیا جاتا ہے تو یہ خیالات بھی ٹھکانے لگ جاتے ہیں اور یہ اور وحدت الوجود کے سب مراقبے در حقیقت بعض امراض کے علاج ہیں اور حقیقت تو وہی ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے یہ مراقبات بعض اوقات حقائق کے سوا بھی ہوتے ہیں جو کہ بطور علاج ہوتے ہیں جیسے درود شریف پڑھتے ہیں تو خیالات کے انتشار کو روکنے کیلئے یہ تصور کر لینا کہ حضور ﷺ کے روضہ مبارک کے سامنے بیٹھا پڑھ رہا ہوں اور ادھر سے ایک نور میرے قلب پر آ رہا ہے حالانکہ ایسا ہونا اکثر واقعتہً نہیں ہوتا''(923)

## مجاہدہ کی حقیقت

اہل تصوف کے نزدیک نفس (چونکہ تمام خواہشات نفسیاتی منبع ہے) کی اصلاح اور تادیب کے لیے مجاہدہ نفس ضروری ہے اور اس کا طریقہ نفس کو مرغوبات سے الگ کرنا اور خواہشات کی مخالفت پر اسے ابھارنا ہے اسی لیے صوفیہ کے ہاں قلت طعام، قلت منام اور قلت اختلاط مع الانام کی اصطلاحات مشہور ہیں۔ان اصطلاحات ہی سے اس نقطہ نظر کی نفی ہوتی ہے کہ ان کے ہاں نفس کشی یا فنائے نفس کا وہ تصور پایا جاتا ہے جو ہندو جوگیوں یا عیسائی راہبوں کے ہاں پایا جاتا ہے (924)

حضرت تھانویؒ نے ترک لذات میں غلو کی ممانعت پر حدیث ترمذی سے استدلال کیا ہے۔

ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی اذا اصبت اللعم انتشرت للنساء واخذتنی شھوتی فحرمت علی اللھم فانزل اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین امنو لا تحرمو ا طیبت ماحل اللہ لکم

ترجمہ:''ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں جب گوشت کھاتا ہوں تو میری طبعیت عورتوں کی طرف ابھرتی ہے اور میری خواہش مجھ پر غالب ہوتی ہے اس لیے میں نے اپنے اوپر گوشت کر حرام کر لیا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اے ایمان والوں اللہ تعالیٰ جن پاکیزہ چیزوں کو تمہارے لیے حلال کیا ان کو حرام مت کرو''(925)

اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ

''بعض متشددین بعض حلال چیزوں کو جیسے مطلق گوشت یا مثلاً گائے کا گوشت وغیرہ اس طرح ترک دیتے ہیں جس طرح حرام چیزوں کو ترک کرتے ہیں یا ان کے ترک کو موجب تقرب اللہ اعتقاد کرتے ہیں۔ یہ عملاً و علماً غلو و افراط فی

---

922۔ بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ و سننہ و ایامہ، باب آلاداب، حدیث نمبر 6118، مکتبہ ترجمان، دہلی 2004ء۔

923۔ للہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص 89۔

924۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 161 تا 162۔

925۔ ہاشمی، سید ازکیا، ڈاکٹر، مولانا اشرف علی تھانویؒ اور احادیث تصوف کی تدوین و تحقیق، فکر و نظر، اسلام آباد، جلد: 43، 42، شمارہ 1، 4۔



toobaafoundation.com

الدین وبدعت سیئہ ہے اور جس رہبانیت کا ابطال آیا ہے یہ اس میں داخل ہے آیت کا شان نزول جو حدیث میں آیا ہے اور خود اس کا مدلول اس کی منع میں نص صریح ہے۔ اہل مجاہدہ نے جو لذات کو ترک کیا۔ اس کا مرتبہ اس سے زیادہ نہیں، جس طرح بعض مضراتِ طیبہ کے سبب مریض بعض اغذیہ سے پرہیز کرتا ہے نہ عقیدہ اس کو حرام سمجھتا ہے نہ اس ترک کو عبادت جانتا ہے ایسے ترک کا البتہ رہبانیت سے کوئی تعلق نہیں ہے جیسا کہ بعض کم فہم اس کے بھی منکر ہوئے ہیں"(926)

حضرت تھانویؒ مجاہدات میں حد سے بڑھی ہوئی تقلیل کے بھی قائل وہ مسلم وابوداود کی حدیث ابوہریرہ سے استفادہ کرتے ہیں۔

اذا قام احدکم من اللیل فاستعجم القرآن علی لسانہ فلم یدر مایعقول فلیضطجع (جب تم میں سے کوئی شخص رات کو اٹھے پھر (غلبہ نوم سے) قرآن اس کی زبان سے صرف نہ نکلے اور (نوم کے غلبہ سے) کچھ خبر نہ ہو کہ کیا زبان سے نکل رہا ہے تو اس کو لیٹ جانا چاہیے (تاکہ نیند آنے سے طبیعت ہلکی ہو جائے اس وقت پھر پڑھنا شروع کرے) آپ کے نزدیک اس حدیث میں ان لوگوں کی اصلاح ہے جو تقلیل بعام یا تقلیل منام وغیرہ اسباب مجاہدہ میں بہت زیادہ غلو کرتے ہیں کہ لجوق ضرر کی طرف بھی التفات نہ کرے۔(927)

حضرت تھانویؒ محققین صوفیہ کی طرح ""ترک"" کے بجائے تقلیل کے قائل ہیں انہوں نے التشرف میں بعض جہلا صوفیہ کے مجاہدات کی مذمت میں کئی احادیث کی تخریج کی ہے۔ مثلاً لاحزام ولا زمام ولا سیاحتہ ولا تبتل ولا ترھب فی الاسلام " عبدالرزاق عن طاوس مرسلاً (یعنی اسلام ترک تعلقات کیلئے قریہ بقریہ پھرنا) نہ قطع تعلقات ہے اور نہ ترک لذات ہے آپ انہیں مجاہدات بدعیہ کہتے ہیں (928)

بعض جہلا قصداً گرمی یا سردی کی مشقت جھیلتے ہیں اور قادر ہونے کے باوجود اس سے گریز کی تدبیر نہیں کرتے۔ آپ سے غلو فی الدین قرار دیتے ہیں۔ اور حدیث "یاخولۃ لا تعبری علی حرولا تصبری علی برد "(اے خولہ سامان ہوتے ہوئے) نہ گرمی کا تحمل کرا ورنہ سردی کا سے مجاہدات میں عدم غلو پر استدلال کرتے ہیں (929) آپ مباح کھیل کود کو نصوص کی بنا پر مستحب قرار دیتے ہیں مثلاً حدیث بیہقی فی الشعب "الھوا والعبوا فانی اکرہ ان یری فی دینکم غلظۃ عن المطلب بن عبداللہ (کچھ کھیل کود بھی لیا کرو) میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ تمہارے دین میں سختی دیکھی جائے "(930) اور حدیث "دیلمی روحو االقلوب ساعۃ فساعۃ (قلوب کو وقتاً فوقتاً راحت دو) سے طالب کی تربیت میں مجاہدات وریاضیات کے ساتھ اس کی راحت جسمانی ونفسانی کے لحاظ کی طرف متوجہ فرماتے ہیں (931)"

مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ مجاہدہ کے حوالے سے فرمایا کہ:

---

926۔ امام ابوعیسی محمد بن عیسی، جامع ترمذی، کتاب: تفسیر قرآن کریم، باب قرآت کا بیان نمبر 48، حدیث 3054۔
927۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، التکشف عن مہمات التصوف، ص 499۔
928۔ ایضاً، ص 517-518۔
929۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، التشرف، بمعرفۃ احادیث التصوف، ص 444۔
930۔ ایضاً، ص 446۔
931۔ ایضاً، ص 324۔



toobaafoundation.com

مشکل باتیں اور جد وجہد مجاہدہ نہیں، مجاہدہ تو دراصل نفس کے خلاف کرنے کو کہتے یں مثلاً کسی بزرگ کی جد وجہد سے خدمت کرنا آسان بلکہ نفسانیت ہوتا ہے مگر اس سے تھوڑی محنت مشقت کا کام جس میں نفس خلاف کرنا عار سمجھتا ہو مجاہدہ ہوگا فرمایا، کہ ذکر میں اگر وجد نہ ہو تو بتکلف وجد کی کیفیت بتاو(932)

مزید فرمایا کہ

لذیذ مباحات کو چھوڑ دینا مجاہدہ میں ضروری ہے مجاہدہ تو یہی ہے کہ ناجائز خواہشات سے نفس کو روکے رکھنا اور حکم پر چلانا، باقی حلال کو حرام کر لینا جائز نہیں، علاج کے طور پر چھڑا دے مثل غیر شادی شدہ، شیخ اسے ایسی چیزوں سے منع کر دے جو شہوت کر بھڑکاتی ہیں یہ حرام نہیں(933)

مولانا حبیب الرحمن ؒ نے عرض کیا حضرت خیال آیا کرتا ہے کہ انسان جو اپنے شہوانی جذبات کو غیر محل سے روک کر صحیح محل میں صرف کرتا ہے تو اس روک کے مجاہدہ پر جو ثمرہ مرتب ہوتا ہے وہ جنت کی حوریں ہیں، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری نے فرمایا کہ

"ہاں یہ بھی درست ہے بات یہ ہے کہ عام مومنین کی جو خواہشات یہاں پوری نہیں ہوئیں اور شریعت کے پاس کی وجہ سے ان کو پورا کرنے یا کسی اور وجہ سے عدم استطاعت کے باعث ان کو پورا کرنے موقعہ نہیں ملتا، وہ جنت میں پوری کر دی جائیں گی اگر ان کا استعمال یہاں رہے تو انکی حرص اور بڑھا کرتی ہے مگر وہاں کا یہ خاصا ہوگا کہ ایسی نعمتوں کے ملنے سے بھی وہاں ترقی ہوگی یعنی دل ان سے نکل کر تربیت پاتا ہوا ایسی حالت کو پہنچ جائے گا کہ سوا رویت باری تعالی کے اور کوئی چیز ایسی نہ ہوگی جس سے لذت پائے"(934)

فرمایا کہ

یہ مجاہدات کے ثمرات ہوتے ہیں جس نے ایسے مجاہدات کر رکھے ہوں، وہ اس طرح تڑپانا، بے ہوش کرنا، جھر جھری پیدا کرنا، کچھ دکھا دینا، مرعوب کر دینا اور تصرف کر دینا وغیرہ بھی کر سکتا ہے ان کمالات کا تعلق وصول الی اللہ سے نہیں ہے پہلے زمانے کے لوگ قوی بھی تھے اور وہ ایسے مجاہدات کرتے بھی تھے کہ جس سے کچھ ایسی بات خیالی طور پر ہو جایا کرتی تھی۔(935)

مجاہدہ کے حوالے سے مزید فرمایا کہ

"مشکل باتیں کرنا، اور (رسمی) جد وجہد کرنا مجاہدہ نہیں، مجاہدہ تو دراصل نفس کے خلاف کرنے کو کہتے ہیں، مثلاً کسی بزرگ کی جد وجہد سے خدمت کرنا آسان، بلکہ بعض اوقات نفسانیت سے ہوتا ہے مگر اس سے تھوڑی محنت مشقت کا جس میں نفس کے خلاف کرنا عار سمجھتا ہو، مجاہدہ ہوگا۔"(936)

---

932۔ ایضاً، ص397۔

933۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص106۔

934۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص352۔

935۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص184۔

936۔ ایضاً، ص105۔



toobaafoundation.com

حضرت مولانارائے پوریؒ سے سوال کیا گیا کہ

حضرت شیطان اور نفس انسان کو خراب کرتا ہے اور انسان پر ظلم کرتا ہے۔انسان مظلوم ہوا تو مظلوم، معذور ہو گا یا نہیں اس کے جواب میں آپؒ نے فرمایا کہ

"مظلوم تو ہے مگر معذور نہیں، شیطان کو چھوڑو، نفس کے کہنے پر نہ چلو، نفس کا خیال رکھو فرمایا! جہد تو کرنا ہی پڑتا ہے ثواب اور مرتبہ سب جہد کا ہی تو ہے۔والذین جاھدو افینا لنھدینھم سبلنا (القرآن،69:29)(اور جن لوگوں نے ہمارے لیے کوشش کی ہم ان کو ضرور اپنے رستے دکھادیں گے)آدمی جہد کرتا ہے تو اللہ راستہ کھول دیتا ہے"[937]

## توجہ وتصرف کی حقیقت

مولانا اشرف علی تھانوی نے اس حوالے سے فرمایا کہ

توجہ و تصرف بھی نہ کوئی مقصود و مامور امر ہے نہ فی نفسہ کوئی کمال و قرب اور ولایت و مقبولیت کی علامت، بلکہ نفس و خیال کی ایک قوت ہے جو خیال و توجہ میں یکسوئی کی مشق سے مقبول کیا مردود شخص بھی حاصل کر سکتا ہے۔پرانے زمانے میں سحر یا جادو گری اور آج کل کے مسمریزم اور علم تنویم (ہپناٹزم) کا بُرا مدار یہی ہے اسی نفس یا باطن کی قوت سے کسی پر کوئی اثر ڈالنے کا نام صوفیوں کی اصطلاح میں توجہ و تصرف یا ہمت ہے یعنی اپنی ہمت و توجہ سے کسی شخص یا چیز کو متاثر کرنا، لیکن یہ قوت کوئی دینی کمال نہیں نہ مقبول و مقرب ہونے کی علامت ہے ہر فاسق وفاجر بھی مشق سے اپنے اندر یہ قوت پیدا کر سکتا ہے۔[938]

نیز اس توجہ و تصرف کے استعمال میں بعض دینی و دنیوی مضرتیں بھی ہیں خصوصاً اس زمانہ میں حضرت تھانویؒ کا مشورہ اس کے ترک ہی کا ہے۔دنیوی مضرت تو اس میں یہ ہے کہ اس کے استعمال کی کثرت سے عامل کے دماغی و قلبی قویٰ ضعیف و مضمحل ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے بہت سے امراض پیدا ہونے کا خطرہ رہتا ہے دینی مضرت یہ ہے کہ اس کو ولایت و بزرگی کی علامت سمجھتے ہیں جو اعتقادی ضرر ہے اور مریدوں کا ضرر یہ ہے کہ اکثر اس پر قناعت کر بیٹھتے ہیں اور اصطلاح کا اہتمام چھوڑ دیتے ہیں جو عملی ضرر ہے۔ان ہی مضرتوں کی وجہ سے محققین نے اس کا استعمال چھوڑ دیا ہے۔سلف کے زمانہ میں یہ مضرتیں قوی کی مضبوطی، فطرت کی سلامتی اور خوش فہمی کے سبب موجود نہ تھیں۔اس کے علاوہ جو لوگ محض شیخ کی توجہ یا تصرف پر قناعت کر لیتے ہیں تو اس تصرف سے جو کیفیات پیدا ہوتی ہیں نہ تو ان کا کچھ نفع ہوتا ہے اور نہ ہی ان کو بقا نصیب ہوتی ہے۔اصلی نفع و بقا اپنی ہی محنت کی چیزوں میں ہے[939]

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ توجہ کے حوالے سے فرمایا کہ

"سلسلہ نقشبندیہ میں توجہ حلقہ کے ساتھ ہوتی ہے مگر ہمارے سلسلہ (قادریہ نقشبندیہ) میں اس طرح نہیں ہے بلکہ اٹھتے ،بیٹھتے، چلتے، پھرتے اور کھانا کھاتے توجہ ہوتی ہے اور بڑی توجہ صحبت شیخ ہے۔جتنا عشق ہو گا اتنا ہی شیخ کی توجہ ہو گی! فرمایا فانی فی اللہ شیخ کی توجہ کامل اور دوامی ہوتی ہے اور مشق کرنے والوں کی توجہ ہوتی ہے۔"[940]

---

937۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص163۔

938۔ ایضاً، ص213۔

939۔ ایضاً، ص272۔

940۔ کیلانی، عبدالرحمن، مولانا، شریعت وطریقت، ص512۔



toobaafoundation.com

مولانا عبدالغنی نے اپنے پہلے پیر کے متعلق جس سے اجازت لے کر یہ حضرتؒ سے بیعت ہوئے بتایا کہ وہ توجہ سے لوگوں پر میرے سامنے اثر ڈال دیتے تھے۔ مگر میں نے خیال بٹالیا تو مجھ کوئی اثر نہ ہوا، مولانا رائے پوریؒ نے توجہ سے اثر ڈالنے کی حقیقت واضح کرتے ہوئے فرمایا!

''یہ چیزیں اگر اہل حق کریں تو خیر مگر ان سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ اکثر نقصان ہوتا ہے ، محقق بغیر کسی ضرورت کے اس کو نہیں کرتے، یہ تو تماشا ہے۔''

چنانچہ ایک پیر کا قصہ سنایا جس نے حضرتؒ کے ایک مرید کو حضرتؒ کے پاس آنے سے توجہ دے کر روکا مگر وہ نکل نکل کر بھاگتا تھا اس سے ان کو کوئی سوائے دینوی فوائد کے نفع نہیں تھا اور وہ شخص صحت اور قلب کے اعتبار سے اس طرح تباہ ہو گیا۔(941)

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے دریافت کیا گیا کہ تصرف سے کیسے بچا جائے۔ بعض بے شرح لوگ اور دعوت و تبلیغ سے اتفاق نہ رکھنے والے جب ان سے دعوت پر بات کی جائے تو تصرف سے کام لیتے ہیں جس کا اثر ہو جاتا ہے۔آپؒ نے فرمایا کہ

''بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ ان سے نہ ملا جائے یا ان سے زیادہ قوی خیال آدمی کا ہو''(942)

مولانا حبیب الرحمن نے عرض کیا کہ بعض اوقات آدمی اپنے توہمات کا شکار ہو جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مجھ پر تصرف ہوا حالانکہ مخاطب نے تصرف نہیں کیا ہوتا حضرت رائپوری نے فرمایا کہ :

''ایسا بھی ہوتا ہے''

راؤ عطاالرحمن نے کہا کہ ذرا آدمی مضبوط ہو کر جم جائے پھر تصرف کرنے والا چاہے کتنا کودے، ایک نے ذکر کیا کہ اگر نہ ملا جائے تو پھر دعوت کیسے دے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ ایسوں کو دعوت دینے والا کوئی اور اللہ کا بندہ ہو جائے گا کوئی ضروری نہیں کہ آپ ہی دعوت دیں۔(943)

## سماع کا خاصہ

ایک فتنہ سماع کا بھی ہے جو رائج الوقت تصوف کا گویا لازمہ بن گیا ہے، اولاً اس کے جواز ہی میں کلام ہے اور مفاسد شناس محققین نے جائز نہیں رکھا لیکن اکابر میں جن بزرگوں نے جائز بھی رکھا ہے تو جواز کی ایسی کڑی شرائط رکھی ہیں کہ ہزاروں میں ایک کا بھی ان پر عمل نہیں (944) چنانچہ زمان و مکان و خوان کی مشہور شرائط کے علاوہ حضرت سلطان المشائخ (حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ) جن کی سماع میں اکثر لوگ سند پکڑتے ہیں فوائد الفوائد میں فرماتے ہیں کہ :

''سماع وہ حلال ہے کہ مسمع (سنانے والا) عورت یا کم عمر نہ ہو بلکہ پورا مرد ہو، مسموع (یعنی جو چیز سنی جا رہی ہو وہ) ہزل و فحش نہ ہو اور مستمع (سننے والا) حق تعالیٰ کی یاد سے لبریز ہو اور چنگ و رباب وغیرہ مزامیر قطعاً نہ ہوں۔''(945)

---

941۔ کیلانی، عبدالرحمن، مولانا، شریعت و طریقت، ص512۔513۔

942۔ للہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص115۔

943۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص116۔

944۔ ایضاً، ص576۔

945۔ ایضاً۔



toobaafoundation.com

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے اس قول کو نقل فرما کر حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ :

"ان شرائط سے بھی قطع نظر کر لی جائے تب بھی سمجھنا چاہیے کہ سماع میں ایک خاص اثر یہ ہے کہ جو کیفیت کسی پر غالب ہوتی ہے، اس کو اور قوت دیتا ہے۔ اس زمانہ میں چونکہ اکثر نفوس میں خبث اور غیر اللہ کی محبت غالب ہے اس لیے سماع سے لازماً اسی کو اور قوت ہو گی پھر جب غیر اللہ کی محبت حرام ہے تو اس کے سبب کو کیا فرمائے گا۔"(946)

حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائپوری نے اس حوالے سے فرمایا کہ سماع شرعاً درست نہیں اور اس کیلئے صوفیوں کے عمل سے جو گنجائش نکالی جاتی ہے اس کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ کوئی جائز اور موزوں مضمون کا کلام خوش آوازی کے ساتھ ضرورتاً پڑھ لینا، مقرر شرائط کے ساتھ سن لینا، وہ بھی اپنی تجویز یا شیخ کی تجویز پر ایک معذوری ہے ماجوری نہیں(947)

سماع کے خاصے کے حوالے سے بات کرتے ہوئے مولانا شاہ عبد القادر رائے پوریؒ نے فرمایا کہ :

"یہ جذبات کو ابھارتا ہے تو شیخ ایسے شخص کیلئے جو عوارض کی وجہ سے بالکل نہ چل سکتا ہو یا اس کو کوئی سخت قسم کا قبض پڑ گیا ہو کہ جس کا علاج یہ ہو وہاں اگر اس کو استعمال کیا گیا۔ فرض کر و اس میں اضافہ بھی کچھ زائد چیزوں کا ہو گیا تو مریض کیلئے تو مجبوراً علاج کے طور پر ہے۔ جس طرح حاذق طبیب کوئی ناجائز چیز تجویز کر دے تو یہ معذوری ہے نہ کہ ماجور، دوسرے بھی خواہ مخواہ اس دوا کو پینے لگیں پھر اور دیکھئے کہ ایک شخص کو ایک کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور اضطرار کی حالت میں ہوتا ہے۔ تو جس طرح مضطر کیلئے حرام بھی حلال ہوتا ہے مگر دوسرے کیلئے نہیں"(948)

## استغراق

ایک اور کیسی عجیب غلط فہمی اچھے اچھوں کو یہ ہے کہ بعض بزرگوں میں استغراق یا غلبہ حال کا جو رنگ ہوتا ہے اس کو زیادہ کمال خیال کیا جاتا ہے کہ ایسے باکمال ہیں کہ دنیا و مافیہا کی کچھ خبر ہی نہیں رکھتے حالانکہ یہ رنگ نہ صرف سنت کے خلاف، بلکہ خود حضرات صوفیہ کے نزدیک کمال سے فروتر ہے(949)

اس حوالے سے حضرت تھانویؒ نے خواجہ عبید اللہ احرار کا قول نقل کیا ہے کہ

"استغراق میں ترقی رک جاتی ہے کیونکہ ترقی دوام عمل سے ہوتی ہے اور استغراق میں عمل کا انقطاع ہو جاتا ہے یہی نہیں بلکہ غلبہ حال میں بعض دفعہ خلاف شرع کلمات تک منہ سے نکل جاتے ہیں گو مغلوب معذور ہوتا ہے لیکن دوسروں کو بہت احتیاط لازم ہے۔۔۔۔۔، مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص پر اعتراض نہ کرو باقی ایسی بات تو ضرور قابل اعتراض ہے خصوصاً جب کہ عوام کو مضر ہو اس وقت تو اس کی غلطی کا ظاہر دینا واجب ہے۔(950)

لیکن حال یا استغراق کی سب سے سہل اور عام فہم توجیہہ عشق و محبت کا استیلائی غلبہ ہے جس کا اثر جب مجازی عشق میں یہاں تک ہو سکتا ہے کہ مجنوں انا لیلیٰ کہنے لگتا ہے۔ اس حوالے سے مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت شبلیؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ :

---

946۔ ندوی، عبد الباری، مولانا، جامع المجددین، ص450۔

947۔ قاسمی، اخلاق حسین، سید، مولانا، فوائد الفوائد کا علمی مقام، مکتبہ اسعدیہ، کراچی، 2006ء، ص230۔

948۔ ندوی، عبد الباری، مولانا، جامع المجددین، ص450۔

949۔ رائے پوری حبیب الرحمن، مولانا مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص315۔

950۔ ایضاً۔



toobaafoundation.com

صاحبو مجنوں عامری کی حالت یہ تھی کہ جب اس سے لیلی کو دریافت کیا جاتا تو کہتا کہ میں ہی تو لیلیٰ ہوں وہ لیلیٰ کی محبت میں لیلیٰ کی ذات (خاص) سے بھی غائب ہو جاتا تھا لیلیٰ کے مشاہدہ ہی میں رہتا تھا۔ یہ مشاہدہ اس کو لیلیٰ کے سوا ہر چیز سے غائب کر دیتا تھا۔ تمام چیزوں حتی کہ خود اپنے آپ کو بھی لیلی ہی مشاہدہ کرتا تھا۔ پھر اللہ کی محبت کا دعویٰ کرنے والا یہ دعوائے محبت کیونکر کرتا ہے حالانکہ وہ تمیز کی صفت بھی رکھتا ہے اپنی، معلومات و مالوفات اور حظوظ نفس سے تعلق بھی رکھتا ہے ۔ایسی صورت میں اس کو اللہ سے محبت کا دعویٰ کا کیا حق"(951)

حضرت تھانوی کے نزدیک کیفیت استغراقیہ جو حضرات صوفیہ سے متوسطین کو حاصل ہوئی ہے کوئی بڑا کمال نہیں جیسا کہ عوام سمجھتے ہیں کہ آپ کے نزدیک اگر استغراق بڑا مرتبہ ہوتا تو حضور ﷺ سے یہ ارشاد صادر نہ ہوتا جیسا کہ بخاری و مسلم میں ہے۔

"انی لادخل فی الصلوة وانا ارید اطیلها فاسمع بکاء الصبی فاتجوزفی صلاتی فیما اعلم من شدة وجد أمه ببکائه "(952)

ترجمہ: میں نماز میں داخل ہوتا ہوں اور یہ ارادہ ہوتا ہے کہ نماز طویل پڑھوں گا پھر کسی بچہ کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اپنی نماز میں اختصار کر دیتا ہوں کیونکہ جانتا ہوں کہ اس کی ماں اس کے رونے سے پریشان ہو گی۔

"التشرف میں یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں "اس میں تصریح ہے کہ استغراق کمال نماز کے لوازم میں سے نہیں کیونکہ نبی ﷺ کی نماز کے کامل ہونے میں کوئی شک نہیں اور باوجود اس کے آپ آواز سنتے تھے حالانکہ استغراق میں ایسی آواز مسموع نہیں ہوتی "(953)

حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوریؒ سے تصوف میں استغراق، مبالغہ آرائی اور غلو کے حوالے سے ایک شخص نے عرض کیا مشہور ہے کہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کچی تانت (تار) پر بارہ سال تک کنویں میں لٹکتے رہے آپؒ نے فرمایا ہے کہ

"وہ ہمارے بزرگ ہیں، ہمارے پیر ہیں۔ ہم تو ان کے معتقد ہیں ممکن ہے کسی نے کچھ مبالغہ کر دیا ہو اور فرمایا کچی تانت پر لٹکنے کی کیا ضرورت تھی، فرمایا آجکل بعض لوگ پاگل ہوتے ہیں۔ دماغ خراب ہوتا ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کو استغراق ہے اور یہ بزرگ ہیں پھر فرمایا! میں ایسے لوگوں سے کہا کرتا ہوں کہ تم لوگ ہمیں اپنے متقدمین بزرگوں سے بھی بد اعتقاد کرتے ہو۔ ان لوگوں کو دیکھ کر یہ گمان ہوتا ہے کہ شاید ان بزرگوں کا استغراق بھی اسی قسم کا ہوگا۔"(954)

## لطائف ستہ:

صوفیہ کے ہاں چھ لطائف (لطیفہ قلب، لطیفہ روح، لطیفہ نفس، لطیفہ خفی اور لطیفہ اخفی) مشہور ہیں جن کا ذکر کیا جاتا ہے۔ حضرت تھانویؒ نے ضیاالقلوب کے حوالے سے ابن ماجہ کی حدیث ابی محذورہ سے ثابت کیا ہے اس سے ان لطائف کی طرف اشارہ ہوتا ہے:

ثم وضع ﷺ یده علی ناصیه ابی محذورة ثم امرها علی وجهه من بین ثدییه (وفی نسخة من بین یدیه) علی کبده ثم بلغت یدرسول الله ﷺ سرة ابی محذوره ثم قال رسول ﷺ بارک الله لک و علیک (ابن ماجه باب الترجیع فی آلاذان)

---

951۔ ندوی، عبد الباری، مولانا، جامع المجددین، ص450۔

952۔ ایضاً، ص451۔

953۔ ندوی، عبد الباری، مولانا، تجدید تصوف و سلوک، ص378۔

954۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف، ص362۔



toobaafoundation.com

ترجمہ: پھر حضور اقدس ﷺ نے اپنا دست مبارک ابو محذورۃ کے مقدم راس پر (یعنی سر کے اگلے حصہ پر) رکھا پھر اس (ہاتھ) کو ان کے چہرہ پر سے گزارا، اس طرح سے کہ ان کے دونوں پستانوں کے درمیان سے (ہوتا ہوا) اور دوسرے نسخہ پر ان کے دونوں ہاتھوں کے درمیان جو جسم کی سطح ہے اس پر سے لگتا ہوا انکے جگر پر گزرا پھر حضور اقدس ﷺ کا دست مبارک ابو محذورۃ کی ناف پر پہنچا پھر رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی تمہارے لیے اور تمہارے اوپر برکت فرمائے۔

حضرت تھانویؒ کے نزدیک ان لطائف کا خاص خاص تعلق جسد مادی کے بعض بعض اجزاء سے ہے اور گو اصل دلیل ان تخصصات کی کشف ہے اور ورود نص پر موقوف بھی نہیں لیکن درجہ استیناس میں یہ حدیث ان مقامات کی طرف اس طرح مشیر ہو سکتی ہے کہ حضور ﷺ نے دست مبارک ایصال برکت کیلئے ان ہی خاص مقامات پر پھیرا پھر برکت کی دعا فرمائی۔ سو یہ تو ضروری بات ہے۔ ان مقامات کو قابلیت للبرکت میں دوسرے مقامات پر ترجیح ہے اگر آپ نے مقصداً ایسا کیا تب تو ترجیح ظاہر ہے اور اگر اتفاقاً ایسا کیا تو اس اتفاق کا واقع ہو نا خود اساز ترجیح کی علامت ہے اور بعد انضمام کشف کے اس ترجیح کی بناء پر قریب وہی خاص تعلقات ہیں۔ ان لطائف کے ان خاص خاص اجزا جسد مادی کے ساتھ، آپؒ کے نزدیک ان لطائف میں سے بعض کا نام تو نصوص میں بھی مذکور ہے جسے روح قلب، اور نفس اور بعض کا غیر مذکور ہے جیسے سر، خفی اور اخفی اور بعض نے ان کی مذکوریت کے دعویٰ کیلئے اتنا بعید تکلف کیا ہے جو قریب تحریف کے ہے (955) اس کے علاوہ لطائف پر مستقل انتہائی محققانہ بحث اپنے رسالہ "القطائف من اللطائف" میں بھی کی ہے۔ (956)

حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوریؒ نے لطائف ستہ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ

"اول لطیفہ قلب ہے۔ اس کا مقام دل ہے۔ دوسرا لطیفہ نفس، اس کا مقام ناف کے پاس ہے تیسرا لطیفہ روح، سینہ کے قریب دائیں طرف۔ چوتھا لطیفہ سر، تیسرے لطیفہ کے قریب پانچویں لطیفہ خفی، پیشانی میں دونوں بھنوؤں کے قریب، چھٹا لطیفہ اخفی سر کی چوٹی میں" (957)

حضرت رائے پوریؒ فرماتے ہیں کہ:

ان لطائف کے جاری ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ قلب حرکت کرے یا انوار نظر آئیں بلکہ ان کے جاری ہونے کا معنی یہ ہے کہ ان کے علوم منکشف ہو جائیں۔ مثلاً قلب کا جاری ہونا یہ ہے کہ ہر وقت اللہ تعالی کی طرف خیال رہے اور دل سے دنیا اور ہر چیز کی محبت نکل جائے۔ اسی طرح لطیفہ نفس کے جاری ہونے کا معنی یہ ہے کہ رذائل اور صفات خبیثہ نکل جائیں اور صفات حمیدہ پیدا ہو جائیں۔ انکساری اور عاجزی آجائے اور اپنے آپ کو سب سے حقیر سمجھے جب یہ حالت ہو تو سمجھے کہ چل پڑا ہے۔ اسی طرح دوسرے لطائف ہیں (958)

## شطحات

بعض صوفیہ سے نظماً یا نثراً غلبہ حال میں بعض ایسے کلمات منقول ہیں جن کا ظاہری عنوان موہم گستاخی ہے اور وہ شریعت پر منطق نہیں ہوتے انہیں شطح و ادلال کہا جاتا ہے اس قسم کے کلمات مختلف اکابر صوفیاء مثلاً شیخ بایزید بسطامیؒ، حسین بن منصورہ حلاجؒ، سہل بن

---

955۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف، ص362۔

956۔ للہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص5۔

957۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، بوادر النوادر، لاہور، ادارہ اسلامیات، 1985ء، ص112-113۔

958۔ ایضاً 560-593۔



toobaafoundation.com

عبداللہ تسریؒ اور شیخ ابوالحسن خرقانیؒ وغیرہ سے منقول ہیں۔ جیسے بایزید بسطامیؒ کا مشہور شطح ''سبحانی ما اعظم شانی'' اور حلاجؒ کا نعرہ ''انا الحق''، شطحات کے متعلق بعض صوفیہ نے توقف اور سکوت کو ترجیح دی ہے اور اکثریت نے تاویل و توجیہ کو مگر ابن جوزی وغیرہ نے ان تاویلات کو خرافات کہہ کر مسترد کیا ہے۔(959)

حضرت تھانویؒ نے ان کے متعلق معتدل مسلک اختیار کیا ہے آپ نے غلبہ حال میں شطح کے وقوع اور اہل شطح کے معذور ہونے اور ان پر مواخذہ نہ ہونے کو احادیث سے ثابت کیا ہے۔ مثلاً حدیث ترمذی ہے۔

اللہ افرح بتوبۃ عبدہ المومن من رجل نزل فی ارض دویۃ (الی قولہ )فاذاراحلۃ عندہ علیھازادہ وشرابہ ثم قال اللھم انت عبدی و انا ربک اخطاء من شدۃ الفرح

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندہ کے توبہ کرنے پر اس شخص سے بھی زیادہ ہوتا ہے جو کسی چٹیل میدان میں پہنچ کر قیام کرے اور سو کر جو اٹھے تو اپنی سواری کا اونٹ نہ پائے اور نہایت پریشان ہو یہاں تک کہ بعد تلاش کے مایوس ہو کر مرنے کیلئے آمادہ ہو کر اپنے مقام پر آجائے اور اس میں آنکھ لگ جائے پھر آنکھ کھلنے کے بعد اچانک دیکھتا ہے کہ اس کی سواری کا جانور اس کے پاس کھڑا ہے اور اس پر اس کا سامان خورد و نوش موجود ہے۔ پس جوش خوشی میں اس کے منہ سے یہ نکلا کہ اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔ مارے خوشی کے غلطی کر گیا۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں اس حدیث میں اس حال کا اس نظیر سے متعبر ہونا اور نیز اس پر مواخذہ نہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے نقل کے بعد اس پر انکار نہیں فرمایا گیا۔''(960)

اس قسم کا استدلال حضرت تھانویؒ نے مشہور واقعہ افک سے بھی کیا ہے۔ جو صحاح میں موجود ہے جبکہ حضرت عائشہؓ کی برآت قرآن مجید میں نازل ہوئی تو ان کی والدہ نے کہا اٹھو اور حضور ﷺ کے پاس جاو، کہنے لگیں کہ واللہ میں اُٹھ کر آپؐ کے پاس نہ جاوں گی۔ اور میں بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کا شکریہ ادا نہیں کروں گی۔ اسی نے میری برات نازل فرمائی۔ حضرت تھانوی کے نزدیک حضرت صدیقہؓ کا یہ کہنا اسی شطحات کے قبیل سے ہے جس کا منشا ایک خاص سب سے شدت غم ہے وہ یہ کہ خود جناب رسول مقبول ﷺ بھی بمقتضائے بشریت و عدم علم غیب اس معاملہ میں مشوش و متردد تھے اور حضرت صدیقہؓ کو اس تردد کی اطلاع تھی پس ان کو یہ قلق تھا کہ افسوس آپؐ کو بھی شبہ ہے پس برأت کے نزول سے ان کو جوش آگیا اور یہ جواب ان سے صادر ہوا چونکہ حضورؐ نے اس پر انکار نہیں فرمایا اس لیے حدیث سے اہل شطح و ادلال کا معزور ہونا ثابت ہو گیا۔(961)

صوفیا و بزرگوں کا بے اختیاری کی حالت میں کوئی ایسا کلمہ کہنا جو خلاف شریعت ہو اس حوالے سے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ فرماتے ہیں کہ

''جن بزرگوں کو خوب جانچ پڑتال کر لیا کہ بالکل متبع سنت ہیں اور ظاہراً شریعت کے پابند ہیں ان سے کوئی کلمہ ایسا نکلے جس سے معلوم ہو کہ اپنا کمال ظاہر کر رہا ہے تو جلدی نہیں کرنی چاہیے بلکہ تاویل کرے کہ یا تو یہ تحدیث نعمت کے طور پر

---

959۔ للہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر نفحات طیبہ، ص62۔

960۔ ایضاً

961۔ ہاشمی، سید ازکیا، ڈاکٹر، مولانا اشرف علی تھانویؒ اور احادیث تصوف کی تدوین و تحقیق، اسلام آباد، فکر و نظر، جلد: 43،42، شمارہ: 1،4، ص212۔



toobaafoundation.com

فرما رہے ہیں یا غلبہ حال پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ بعض بزرگوں سے ایسے کلمات ثابت ہیں۔ ان کو ہمارے اکابر نے اس طرح تاویل کیا ہے جلدی نہیں فرمائی"۔(962)

## سلطان الاذکار

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس حوالے سے فرمایا کہ:

کہ اشغال میں سب سے زیادہ مفید اور آسان انحد ہے اور اس کو ذکر سرمدی اور سلطان الاذکار کہتے ہیں فرمایا! کہ اللہ کا ذکر پوری توجہ اور انہماک سے کرنا، قلب غیر متوجہ نہ ہو، اللہ کا کلام اور اللہ کے نام کا تصور گویا اس طرح ہو جیسے ہر بُن مو سے "اللہ ہو" کے جاری ہونے کا تصور، سر سے قدم تک اپنے وجود کے ہر بن مو سے پوری ہمت کے ساتھ متوجہ ہوں یعنی یہ سمجھے کہ نفس کے آنے جانے میں ہر بال کی جڑ سے اللہ ہو جاری ہو۔(963)

اس کا اچھا وقت آخر شب ہے، بارہ تسبیح کے بعد۔ دروازہ تسبیح پر جب ایک چلہ گزر جائے اس وقت شروع کرنا چاہیے لیکن حبس نہ کرے۔ آج کل اکثر اس سے قلب و دماغ دونوں ماوف ہو جاتے ہیں، صرف آنکھیں ویسے ہی بند کرے اور کانوں کو انگشت شہادت سے ذرا زور سے بند کرے اس سے کان میں ایک صوت "لا تعقف عند حد" (حد کے قریب مت کھڑے ہو) پیدا ہوگی۔ اس آواز کی طرف قلب کو متوجہ رکھے اور زبان سے یا قلب سے اسم ذات کا ورد رکھے تا کہ اتنا وقت غفلت میں نہ گزرے کیونکہ اس صورت میں مشغول ہونا ذکر نہیں کیونکہ یہ صوت نعوذ باللہ حق تعالیٰ کی صفت تو ہے نہیں جیسا کہ بعض کو دھوکہ ہو گیا بلکہ عالم غیب سے کسی مخلوق کی بھی نہیں صرف اس کے دماغ میں ہوا بند ہو کر متموج ہونے لگتی ہے۔ باوجود اس کے پھر اس کی طرف مشغول کرنا صرف اس لیے تجویز کیا جاتا ہے کہ وہ صورت محسوس ہے اور لذیذ ہے بلکہ بعض اوقات اس کے اندر نہایت دلربا و دلفریب آوازیں پیدا ہوتی ہیں کہ شاغل کو محو کر دیتی ہیں۔ اور محسوس و لذیذ چیز کی طرف متوجہ سونے سے طبعاً دوسرے خطرات کم ہو جاتے ہیں تو اس سے ذہن کو ایک توجہ نام کرنے کی عادت ہوتی ہے پھر شغل چھڑا کر اس توجہ کو مقصود حقیقی کی طرف منصرف کر دیتے ہیں جسکی طرف اولا متوجہ ہونا بوجہ اس کے غائب عن الحواس ہونے کے احیاناً محتاج تکلف تھا۔(964)

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے سلطان الاذکار کے حوالے سے فرمایا کہ

"سلطان الذکار دو قسم کا ہوتا ہے ایک حقیقی دوسرا غیر حقیقی، حقیقی یہ کہ قلب، مشاہدہ حق میں مستغرق رہے اور غیر حقیقی یہ کہ قلب اللہ اللہ کرے اور کچھ گرمی پیدا ہو جائے"۔(965)

## اسباب محبت

اس حوالے سے مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ محبت کے تین اسباب ہوا کرتے ہیں یا تو یہ کہ کوئی ہم پر احسان کرتا ہو اور اس کے احسان کی وجہ سے ہمیں اس سے محبت ہو یا یہ کہ وہ نہایت حسین و جمیل ہو اور اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اس کی طرف میلان خاطر ہو یا اس میں کوئی کمال پایا جاتا ہو اور وہ کمال باعث محبت ہو۔

---

962۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا التکشف عن مھمات التصوف، ص519۔

963۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا التکشف عن مھمات التصوف، ص506

964۔ للہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص83۔

965۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت و طریقت، بمبئی، مکتبہ الحق، 1975ء، ص274۔



toobaafoundation.com

سوانعام ونوال، حسن وجمال وفضل وکمال علی وجہ الکمال اللہ تعالیٰ ہی میں پائے جاتے ہیں تو جب تک یہ کمالات باقی ہیں اس وقت تک محبت بھی رہے گی اور محبوب حقیقی کے کمالات ختم نہیں ہو سکتے اور ان کی محبت بھی ختم نہ ہوگی اور چونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں بھی بالذات کمالات نہیں، اس لیے کاملین کو خدا تعالیٰ کے سوا کسی سے محبت عقلی نہیں ہو سکتی۔ ہاں'' حب طبعی ''، یعنی عشق غیر خدا سے بھی ہو سکتا ہے اور خدا تعالیٰ کے ساتھ جس محبت کا امر ہے وہ حب عقلی ہے نہ کہ طبعی، اس کیلئے نصوص میں حب طبعی یعنی عشق، کا عنوان کہیں مذکور نہیں بلکہ جابجا حب کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مطوب حب طبقی نہیں'' حب عقلی والوں یعنی کاملین میں حب طبعی نہیں ہوتی۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ غلبہ حب عقلی کو ہوتا ہے باقی جن پر حب عقلی کا غلبہ ہوتا ہے بعض اوقات ان میں محبت طبعی بھی ان لوگوں سے زیادہ ہوتی ہے جن پر محبت طبعی کا غلبہ ہے مگر وہاں محبت طبعی پر حب عقلی غالب ہوتی ہے اس لیے جوش دبا رہتا ہے لیکن گا ہے گا ہے کاملین پر بھی جب طبعی کا غلبہ رہتا ہے۔''

> بہر حال کاملین حب طبعی اور حب عقلی دونوں کے جامع ہوتے ہیں مگر ان میں غلبہ حب عقلی کو ہوتا ہے اور ناقصین میں حب طبعی کا غلبہ ہوتا ہے یہ کمال کو مطلوب نہیں مگر محمود ضرور ہے اور جو دونوں سے کورا ہے وہ خطرہ میں ہے پس محبت کا ہونا ضروری ہے بغیر محبت کے صرف طاعات وعبادات کافی نہیں کیونکہ ان کا بھروسا کچھ نہیں (966)

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے اسباب محبت کے حوالے سے فرمایا کہ

> ''محبت کے تین اسباب ہوتے ہیں جمال، کمال اور احسان'' جمال کے قصے تو زبان زد عوام وخاص ہیں یوسفؑ زلیخا کا قصہ یہ تو جمال کی مثال ہوئی۔ اگر کسی میں کمال ہوتا ہے تو اس کی عظمت خواہ مخواہ لوگوں کے قلوب میں پیدا ہو جاتی ہے اور لوگ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب کوئی شخص کسی پر کچھ احسان کرتا ہے تو اس کی محبت بھی دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ تینوں باتیں (محبتیں) حق تعالیٰ میں بدرجہ اولیٰ ہیں۔ انسان کا جمال ہو یا کمال یا احسان یہ محدود اور فانی ہے۔ حق تعالیٰ کا کمال غیر محدود اور غیر فانی ہے تو جو شخص اللہ تعالیٰ کی ان صفات کو جان لیتا ہے اس کے دل میں حق تعالیٰ کی محبت آتی ہے اور کبھی غافل نہیں ہو سکتا۔ (967)

## غفلت ومعصیت

حضرت تھانویؒ ہر وقت اپنے نفس کی نگرانی اور دیکھ بھال رکھتے تھے اور بوجہ دائمی مجاہدہ نفس دائمی ترقی فرماتے رہتے یہ وہی اعمال باطنہ ہیں جن کے بارے حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ وہ سالک کو کہیں سے کہیں سے پہنچا دیتے ہیں اور دوسروں کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا ایسے شخص کو قلندر کہتے ہیں اس کو عبادت نافلہ کا اتنا اہتمام نہیں ہوتا جتنا اپنے قلب کی نگہداشت اور اعمال قلبیہ کا (968)

فرمایا کہ عام لوگوں میں سے تو اگر کسی کے اندر ننانوے عیب ہوں ایک بھلائی تو میری نظر بھلائی کی طرف ہے اور ان کے ننانوے عیبوں پر نہیں جاتی اور جس نے اپنے آپ کو تربیت کے واسطے میرے سپرد کیا ہو تو اگر اس میں ننانوے بھلائی ہوں اور یک عیب ہو تو میری نظر

---

966۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، تسہیل، قصد السبیل، کراچی، ادارہ المعارف، 1394ھ، ص 16۔

967۔ للّٰہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص 62۔

968۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت وطریقت، ص 165۔



toobaafoundation.com

اس عیب پر جاتی ہے۔ان ننانوے بھلائیوں پر نہیں جاتی۔اپنے نفس کے محاسبہ سے بحمد اللہ کبھی غافل نہیں ہوتا جب کسی طالب یا سالک سے کچھ مواخذہ کرتا ہوں تو اپنے نفس پر بھی نظر رکھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے مواخدہ سے پناہ مانگتا رہتا ہوں (969)

کئی بار حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ

میں اعمال میں تو بہت کوتاہ ہوں لیکن اپنی اصلاح سے غافل نہیں ہمیشہ یہی ادھیڑ بن لگی رہتی ہے کہ فلاں حالت کی یہ اصلاح کرنی چاہیے فلاں حالت میں یہ تغیر کرنا چاہیے غرض کہ کسی حالت پر قناعت اور گو میں نجات کو اعمال پر منحصر نہیں سمجھتا ہوں لیکن بندے کے ذمے پر یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ اس کے اوامر کو بجالائے اور نواہی سے اجتناب رکھے۔ اس لیے مجھ کو اپنے اعمال کی کوتاہی پر سخت ندامت ہے اور ہمیشہ اپنی اصلاح کی فکر رہتی ہے۔(970)

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے اس حوالے سے فرمایا کہ

"جس دل میں یہ پیدا ہو گیا کہ ہائے کچھ کرنا چاہیے تھا یہ بڑی غنیمت ہے ورنہ غفلت میں ہی رہتا ہے اور لوگ کہا کرتے کہ مصیبت نہیں معلوم کیوں آئی کوئی گناہ تو کیا نہیں فرمایا کہ غفلت ہی کیا کم گناہ ہے"(971)

راہ سلوک میں احتیاط و پرہیز کے حوالے سے مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نے فرمایا:

کہ انسان پیدائش لے کر تمام عمر علوم جو ماسوا غیر اللہ ہیں کماتا ہے خواہ کسی حاسہ سے کمائے۔ تو اب جب اللہ تعالیٰ کی طرف چلتا ہے جسے سلوک کہتے ہیں تو اس راہ میں وہ تمام علوم جو لوح دماغ پر منقش ہوگئے محو کرتے ہیں اور یہ صحبت، ذکر، ماحول، تمام چیزوں کے ذریعہ کیا جاتا ہے پھر اس پر دوسرے نقوش لکھے جائیں تو آئیں گے۔ سلوک میں حسب استعداد رخ کا ٹھیک کرنا ہے کیونکہ یہ راہ خیال سے اور توجہ سے چلا جاتا ہے، فرمایا کہ اس راہ میں جو کرنا ہے وہ تو کرنا ہی ہے مگر پرہیز بہت ضروری ہے۔ روشنی کے لیے چراغ، تیل، بتی وغیرہ سب چیزوں کا اہتمام کیا جائے مگر بجھانا حضرتؒ نے پھونک مارنے کا نمونہ دے کر فرمایا صرف فوہ سے ہو سکتا ہے۔ پس ماحول، صحبت، ذکر، شغل تو کرنا ہی ہے۔ لیکھ پرہیز بہت ضروری ہے (972)

## ملامتی/جاہل صوفیاء کی "حقیقت" کی حقیقت

مولانا تھانویؒ نے اس حولے سے فرمایا کہ:

حقیقت دراصل شریعت کی محتاج ہے یعنی وہ حقیقیت جو عام طور پر صوفیہ کے ذہن میں ہے ورنہ طریقت و حقیقت شریعت ہی کے اجزء ہیں۔ مگر جس حقیقت کو جہلا صوفیہ گاتے پھرتے ہیں وہ بھی شریعت کے محتاج ہے اگر شریعت نہ ہو تو صوفی صاحب کی تسبیح، مصلیٰ اور نذرانے اگر کوئی ملا نہ لے جائے پھر وہ برا نہ مانے (973) یہ جو عالم میں نظام و امن قائم ہے شریعت ہی کی بدولت ہے۔

---

969۔ للّٰہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص 111۔

970۔ دریا، بادی، عبدالماجد، مولانا، اشاعت خاص ماہنامہ الحسن ص 443۔

971۔ ایضاً، ص 446۔

972۔ دریابادی، عبدالماجد، مولانا، اشاعت خاص ماہنامہ الحسن، ص 447۔

973۔ رائے پوریؒ، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 218۔



toobaafoundation.com

ملکیت کے حوالے سے واضح ہے کہ یہ زید کا حق ہے یہ عمر کا حق ہے اور دوسرے کے حق میں تصرف حرام ہے اس حوالے سے مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں اگر کوئی آقا اپنے غلام سے کہہ دے کہ پلنگ تمہارا ہے جس میں مصلحت یہ ہو کہ دوسرے غلام اس کو تنگ نہ کریں بلکہ اس کی نامزد چیز میں بلا تکلف اس کو تصرف کر دیں اب اگر یہ غلام آقا کو بھی اس پلنگ پر بیٹھنے سے روکنے لگے تو یقیناً وہ بڑا نمک حرام ہے۔اب یہی حالت ہماری ہو رہی ہے اللہ تعالی کے ساتھ کہ اللہ تعالی نے ہماری مصلحت کے لحاظ سے نامزدگی فرمائی تھی لیکن ہم خود خدا کے تصرف کو بھی ان چیزوں سے روکنا چاہتے ہیں اور اگر وہ کوئی تصرف کرتے ہیں تو ہم پیٹ پھاڑ کر مرے جاتے ہیں حالانکہ جو چیز خزانے میں پہنچ جائے وہ تو زیادہ محفوظ ہو جاتی ہے۔(974)

حاصل یہ کہ اگر ہمارے پیش نظر آخرت کی تجارت اور وہاں کا سود و زیان ہو تو دنیا کی کوئی مصیبت حقیقی مصیبت نہیں رہ جاتی۔اور ایمان واعتقاد کی دولت نصیب ہو تو یہ ایسی موٹی بات ہے کہ ایک عامی اور دیہاتی بھی اس کو بے تکلف سمجھتا ہے۔(975)

ملامتی صوفیاء کی حقیقت کے حوالے مولانا رائپوریؒ فرماتے ہیں کہ ''وہ کام دراصل جائز ہوتے ہیں جو صورتاً خلاف شرع اور برے معلوم ہوا کرتے ہیں مثلاً ایک بڑے بزرگ کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے رمضان شریف میں بازار میں ایک دکان پر جاکر کھانا اکٹھا اٹھا کر منہ میں ڈال لیا اور اس کی قیمت دے دی اور ایک عورت کا بوسہ لے لیا۔لوگ ان کو خلاف شرع سمجھ کر غیر معتقد ہو گئے۔کسی مخلص نے تنہائی میں عرض کیا تو فرمایا میں مسافر تھا اور روزہ نہیں رکھا تھا اس لیے کھانا کھالیا اور وہ عورت میری بیوی تھی جس کا میں نے بوسہ لیا چونکہ اللہ تعالیٰ کو ان کو ان سے اس وقت کام لینا منظور نہیں تھا نیز اپنے کسی عجب وغیرہ کا علاج مقصود تھا تو لوگوں کو دور کرنے کے لیے ایسا کر لیا اور کوئی ایسا کام کر کے لوگوں کو جو کسی وجہ سے ان کے گرد جمع ہو جاتے منتشر کر دیتے ہیں وہ مستلکین کہلاتے ہیں اور جب اللہ تعالی کو ان سے ہدایت کا کام لینا منظور ہوتا ہے تو ان کو لوٹا دیا جاتا ہے'(976)

## عزلت و گوشہ نشینی

اکثر اہل اللہ کی عادت یہ رہی ہے کہ خلق سے اختلاط کم رکھا ہے اور گوشہ نشین رہے۔حضرت تھانویؒ نے صوفیاء کی اس عادت کو کئی احادیث کی رو سے جائز ٹھہرایا ہے، مثلاً ان میں سے ایک صحاح کی حدیث جو ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے اس میں ہے کہ حضور ﷺ سے سوال کیا گیا۔

ترجمہ: یا رسول اللہ سب سے افضل کون شخص ہے آپؐ نے فرمایا جو مومن اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو۔

سوال کی گیا کہ پھر کون شخص افضل ہے۔آپ نے فرمایا جو شخص (پہاڑ) کی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں رہتا ہے اللہ سے ڈرتا ہو اور خلق کو اپنے شر سے فارغ کر رکھا ہو۔

مولانا تھانویؒ حدیث کی توضیح میں فرماتے ہیں۔اکثر اہل اللہ کی عادت رہی ہے کہ خلق سے اختلاط کم رکھا اور گوشہ نشین رہے ہیں حدیث میں اس کے محل کی طرف اشارہ کیا کہ جب اختلاط میں احتمال ''ایصال شر أفی الخلق'' کا ہو اور اسی پر قیاس کیا جائے گا ''وصول شر من الخلق'' کو اور نیز حدیث مذکور میں یہ اشارہ بھی ہے کہ جس شخص سے خیر و نفع عام زیادہ متوقع ہو اس کے لیے اختلاط افضل ہے۔چنانچہ

---

974۔ ایضاً، ص217،216۔

975۔ ندوی عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف و سلوک، ص317۔

976۔ ایضاً، ص318۔



toobaafoundation.com

مومن مجاہد کو صاحب عزلت سے افضل فرمایا اور یہی خلاصہ ہے تحقیق کا مبعوث عنہا سے کہ جس شخص سے مسلمانوں کو نفع پہنچتا ہو اس کے لیے جلوت بہت ہے اور جس سے نفع متعلق نہ ہو اور جلوت میں احتمال اضرار یا تضرر کا ہو اس کے لیے خلوت بہتر ہے۔(977)

حضرت مولانا شہ عبدالقادر رائپوریؒ اس حوالے سے فرماتے ہیں کہ تارک الدنیا اور مجذوب جو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر پھرتے رہتے ہیں۔ بلکہ ہر وقت یکسوئی میں مستغرق رہتے ہیں ان سے لوگوں کو فائدہ نہیں ہوتا۔ وہ دنیا کے کاروبار جب خود اختیار نہیں کر سکتے تو عوام کی پوری رہنمائی کے لیے نہ نمونہ بن سکتے ہیں نہ تربیت کر سکتے ہیں اسی سلسلہ میں گرونانک اور ایسے ہی سادھوؤں کا ذکر بھی آیا کہ وہ جامع نہ تھے۔(978)

## مصاحبت شیخ

صحبت شیخ کے حوالے سے حضرت تھانویؒ بیان کرتے ہیں کہ صحبت شیخ جس طرح مجاہدات و ریاضات سے کسی کیفیت کو ورود ہوتا ہے اس طرح شیخ صحبت اور خطاب سے بھی ہو جاتا ہے۔ گو اس کو مثل اثر ریاضت کے رسوخ اور بقاء نہیں ہوتا چنانچہ حضرت حنظلہؓ کا یہ فرمانا کہ خدمت مبارک سے علیحدہ ہو کر تعلقات میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور بہت سی باتیں یاد نہیں رہتی اس سے یہ خیال پیدا نہ ہو کہ اس نسیان کا سبب اشتغال تعلقات تھا۔ کیونکہ خود یہ تعلق اور اشتغال بھی مبنی غیبت و ضعف وارد پر ہے۔(979)

حضرت رائے پوری ثانیؒ فرماتے ہیں کہ:

> "یہ تجربہ میں آیا ہے کہ صفائی قلب بغیر مصاحبت شیخ کامل مکمل کے نصیب نہیں ہوتی۔ صحابہ کرامؓ کو بابرکت صحبت نبی ﷺ، صفائی قلب و فناء، نفس، دفعۃً، ہو جاتا تھا۔ اور ہمارا وہ حال نہیں ہے ہمیں طویل صحبت کی ضرورت ہے۔ انہوں نے تو علوم ظاہرہ اور باطنہ سب حضور ﷺ سے اخذ کر لیے تھے۔ وہ تو سورج کے سامنے تھے اور ہم سب رات کی تاریکی میں ہیں۔ جوں جوں بعد ہوتا جائے گا، ظلمت آتی جائے گی"(980)

مزید فرمایا کہ:

> بس جس شیخ سے انس ہو اس کی بلا عناد صحبت اختیار کرو اور ذکر کا بھی سلسلہ جاری رکھو۔ جتنی کسی کی استعداد ہو گی اور جتنا خدا کو منظور ہو گا حصّہ مل جائے گا۔(981)

رویت باری تعالیٰ (دنیا میں):

اس حوالے سے مولانا اشرف علی تھانوی "التکشف" میں بیان کرتے ہیں حکایۃ موسویہؑ سے بعض لوگوں کو یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار واقع ہو سکتا ہے کیونکہ قرآن پاک میں فلما تجلی ربہ صاف مذکور ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجلی فرمائی۔ یہی دیدار اور رویت ہے کہ کے معنی ہیں دیکھنا یہ فعل موسیٰؑ کا ہے اس کی نفی قرآن میں صاف موجود ہے لن ترانی یعنی تو مجھ کو ہر گز نہیں

---

977۔ ایضاً۔

978۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص138۔

979۔ تھانوی، اشرف علی مولانا، التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف، ملتان، ادارہ تالیفات اشرفیہ، 1427ھ، ص312تا313۔

980۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس، حضرت رائے پوری، ص110۔

981۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا التکشف عن مھمات التصوف، ص479۔



toobaafoundation.com

دیکھ سکتا یعنی اس حیات دنیوی میں۔ اور تجلی کے معنی ہیں کھل جانا، ظاہر ہو جانا، یہ فعل حق سبحانہ تعالیٰ کا ہے۔ اس کا اثبات قرآن مجید میں نعوذ باللہ تعارض ہوگا حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تو ظاہر ہوئے اور حجابات اٹھا دیئے مگر موسیٰؑ دیکھ نہ سکے اور بے ہوش ہو گئے[982]

رائے پوری نے فرمایا کہ:

"ان آنکھوں سے تو دیکھ بھی نہیں سکتے۔ یہ آنکھیں تو ہوا کو، اگر وہ گرد و غبار سے کلی طور پر پاک ہو نہیں دیکھ سکتیں اس لطیف کو کیسے دیکھیں گے۔ آنکھوں سے خدا دکھائی نہیں دیتا۔ مگر محسوس ایسا ہوتا ہے اور یقین ہو جاتا ہے۔ اگر ان آنکھوں سے دکھائی دے تو بھی یقین میں کچھ اضافہ نہ ہو۔ اگرچہ وہ ذات ان آنکھوں سے دکھائی دینے کی چیز ہی نہیں۔۔۔ شعاع کسی کثیف چیز پر جا کر رکتی ہے تو دکھائی دینے کا عمل وجود میں آتا ہے"[983]

شرح الفاظ ثلثلہ علم الیقین و عین الیقین و حق ایقین

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اصطلاحات تصوف میں یقین کے حوالے سے جو پہلا درجہ بیان کیا ہے وہ ہے علم ایقین، اس کی مثال ایسے ہے کہ جیسے مستند طریقوں سے کسی کو پتہ چلے کہ زہر سے آدمی مرتا ہے اور آگ اشیاء کو جلاتی ہے۔ دوسرا درجہ عین الیقین ہے اس کی مثال ایسے ہے کہ جیسے کوئی کسی چیز کو آگ سے جلتا ہوا دیکھتا ہے یا زہر سے مرتا ہوا دیکھتا ہے اس کے بعد حق الیقین کا درجہ ہے اس کی مثال ایسے ہے کہ جیسے خود پر کوئی چیز گزرتی ہے جیسے آگ سے جلا یا یا زہر سے مرنے لگا تو اس کے لیے وہ حق الیقین ہے۔ یقین کہتے ہیں اعتقاد جازم مطابق للواقع کو اگر ادراک کا صرف یہی مرتبہ ہے تو علم الیقین ہے اور اگر اس کے ساتھ غلبہ حال بھی ہو لیکن اس غلبہ میں مدرک کو غیر مدرک سے غیبت نہ ہو تو عین الیقین اور اگر ایسا غلبہ ہے کہ غیر مدرک سے غیبت بھی ہے تو حق الیقین ہے[984]

مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے اس حوالے سے فرمایا کہ اگر کسی ایسے شخص سے سنا جو اس کے نزدیک یقین کے قابل ہے کہ آگ گرم ہوتی ہے تو یہ علم الیقین ہے پھر دور سے آگ کو دیکھ بھی لیا تو یہ عین الیقین ہے اور پھر بالخصوص جبکہ آگ کی گرمی بھی محسوس ہوئی اور اس میں انگلی رکھ دی یہ حق الیقین ہے پھر باز و تمام کا تمام آگ میں داخل کر دیا۔ پھر آگ میں کود گیا، اور آخر میں آگ ہی ہو گیا یہ یقین کی ترقی ہوئی جتنی استعداد ہے اتنی ہی ترقی کرتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے سنا کہ قوم گمراہ ہو گی تو کچھ نہ ہو۔ حالانکہ فرمان خداوندی سنا تھا، یقین ہو گیا تھا لیکن توراۃ کی الواح نہ پھینکیں۔ پھر جب آنکھوں سے دیکھ لیا تو الواح بھی پھینک دیں۔ مشاہدہ ہوا تو غصہ بڑھ گیا اور بھائی کی داڑھی پکڑ لی۔[985]

حضرت رائے پوریؒ نے مزید فرمایا:

"یقین کے تین طبقات ہیں ایک تو عام مومنین کا جو جنت کی طلب اور دوزخ کے خوف سے متاثر ہوتے ہیں اور عام اعمال میں اپنی کوتاہیوں کے باوجود لگے رہتے ہیں دوسرا طبقہ خواص کا ہے جو یقین میں ان پہلوؤں سے بڑھے ہوئے ہیں اور انہوں نے اذکار و اشغال سے تقلیدی یقین کو تحقیقی بنا لیا۔ یہ دوسرا طبقہ بھی امام ہیں۔ ان کی استعداد پہلوؤں سے زیادہ ہوتی ہے گویا عین الیقین حاصل کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ پہلے طبقہ والوں کی استعداد سے تو کوئی شخص خالی نہیں ہوتا۔ اگرچہ ان میں درجے بے شمار اور مختلف ہوں۔ شریعت میں اتنا گویا ہر شخص سے مطلوب ہے۔ تیسرا درجہ جو بہت کم ہے گویا حق

---

982۔ للّٰہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص 77۔

983۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص 283۔

984۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، التکشف عن مہمات التصوف، ص 112۔

985۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص 527۔



toobaafoundation.com

الیقین والے ہیں۔ جن کو مشاہدات وغیرہ ہو کر یقین کا مرتبہ دونوں سے زیادہ حاصل ہوتا ہے ان کو "اخص الخواص" سمجھیئے فرمایا نبی کا درجہ تو وہی ہے"۔(986)

## فکر اصلاح خود

اس حوالے سے مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ

عن ابی امامہ قال مرالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فی یو م شدیدالحرنحوبقیع الغرقد وکان الناس یموشون خلفہ فلماسمع صوت النعال و قرذلک فی نفسہ فجلس حتی قد مھم امامہ لئلایقعفی نفسہ شیءمن الکبر

"حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک تیز گرمی کے دن میں بقیع کی طرف چلے اور لوگ آپ پیچھے چلتے تھے۔ جب آپ نے جوتیوں کی آواز سنی تو آپ کے قلب پر یہ امر گراں گذرا پس آپ بیٹھ گئے یہاں تک کہ لوگوں اپنے آگے کر دیا تاکہ کوئی اثر برائی ک آپ کے قلب میں نہ واقع ہو جائے"۔(987)

اس حدیث میں غور کرنے سے ناقص تو ناقص کاملین کی بھی آنکھیں کھلتی ہیں اور ان لوگوں کی غلطی ظاہر ہوتی ہے۔ جو زعم کمال کے بعد اپنی نگرانی حال سے بے فکر ہو جاتے ہین خوب سمجھ لینا چاہیے کہ اکابر کو فارغ ہو کر نہ بیٹھنا چاہیئے۔ مثل مبتدی کے اہتمام اصلاح اعمال اور اندیشہ تغیر حال میں لگا رہنا چاہیئے اور اسی میں خیریت ہے۔(988)

أَفَأَمِنُواْ مَكْرَ ٱللَّهِۚ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ ٱللَّهِ إِلَّا ٱلْقَوْمُ ٱلْخَٰسِرُونَ (القرآن 99:7)

ترجمہ: خدا کی پکڑ سے بجز ان کے جن کی شامت ہی آگئی ہو اور کوئی بے فکر نہیں ہوتا۔

حضرت مولانا شہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے پوچھا گیا کہ کیا انفرادی اصلاح کا اصل مقصد اجتماعیت کو فائدہ پہنچانا ہے۔ آپؒ نے فرمایا:

"میرے خیال میں تو اصل مقصود ہر شخص کی اپنے نفس کی اصلاح، فرائض و واجبات اور عبادات ادا کرتا ہے اور اللہ اللہ کرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو اس سے کوئی کام لینا مقصود ہوتا ہے تو خود ہی اس کی طبیعت کو اس طرف متوجہ کر دیتے ہیں یا بطریق الہام یا بحکم شیخ اس کے سپرد کوئی کام کر دیا جاتا ہے۔ پھر اس کے لیئے وہی بہتر ہو گا اور فرمایا کہ تبلیغ میں بھی اپنی ہی اصلاح مقصود ہے"۔(989)

## غصہ کو قابو میں رکھنے کی تربیت

مولانا اشرف علی تھانویؒ کی صوفیانہ اصطلاحات میں سے ایک "قوت غضب" ہے اس حوالے سے فرمایا کہ:

انسان کی طبیعت جن چیزوں کو پسند نہیں کرتی، ان کو دور کرنا چاہتا ہے۔ جس قوت سے یہ کام لیا جاتا ہے وہ قوت غضب ہے۔ اس کے اعتدال کا نام شجاعت ہے اور یہی عنداللہ پسندیدہ ہے کیونکہ اگر اس میں زیادتی ہو گی تو اس کا نام تہور اور بے باکی ہو گا اور اگر کمی ہو گی تو بزدلی کہلائے گی اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں حالتیں ناپسندیدہ ہیں حالت اعتدال یعنی شجاعت سے لطف و کرم، دلیری و جودت و بردباری استقلال نرمی و ملاطفت اور غصہ کے ضبط کا مادہ نیز ہر کام میں دور اندیشی و وقار پیدا

---

986۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، التکشف عن مھمات التصوف، ص 185۔

987۔ للہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات، طیبہ، ص 83۔

988۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 103۔

989۔ القزوینی، ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجد الربعی، حافظ، امام، سنن ابن ماجہ کتاب السنۃ، باب من کرہ ان یوطاعقباہ، حدیث نمبر 245، دارالسلام، ریاض، 2007ء جلد 1، ص 234۔



toobaafoundation.com

ہوتا ہے اور اگر زیادتی ہوتی ہے تو ناعاقبت اندیشی، غصہ سے بھڑک اٹھنا، تکبر اور خود پسندی پیدا ہوتی ہے اور اگر اس میں کمی ہوتی ہے تو بزدلی وذلت، بے عزتی، کم ہمتی، کمینہ پن جیسی حرکات ظاہر ہوتی ہیں۔(990)

مولانا حبیب الرحمن رائے پوری فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوریؒ سے عرض کیا تھا کہ میں دو مرضوں کا خاص علاج چاہتا ہوں۔ ایک میرے اندر غصہ ہے اور دوسرے وساوس، میں چاہتا ہوں کہ حضور ﷺ کے دین کی مزاج نبویؐ کے مطابق تبلیغ کی جائے مگر لوگوں سے تبلیغ میں غصہ اور وساوس آڑے ہیں حضرتؒ نے فرمایا:

"کوشش کرو یہ کم ہو جائیں۔ فوراً تو کچھ نہیں ہوتا، بتدریج ہوگا اور خدا کو منظور ہوا تو بالکل یہ مرض جاتے رہیں گے۔ ورنہ دب تو جائیں گے اور فرمایا کہ تین چلے پورے ہونے کے بعد تبلیغ میں لگ جانا اور پھر یہاں پڑے رہنے کی اوروں کی طرح عادت ہو جائے گی"(991)

## توکل کی حقیقت:

توکل کی حقیقت بیان کرتے ہوئے مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ:

صرف وکیل یعنی کارساز پر قلب کا اعتماد کرنا توکل ہے اس کی حقیقت وہی ہے جو توکیل کی ہے وکیل بنانے کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کام کو خود نہیں سمجھ سکتے اس کو دوسرے کے سپرد کر دیا جاتا ہے کہ اس کے بتلانے کے موافق کرتا رہے پس توکل بھی یہی ہے کہ خدا کے پرد کام کر کے تدبیریں کریں اور جو وہ بتائیں کرتے جائیں (یعنی شریعت کے اصول کو پیش نظر رکھ کر ہر کام میں اسباب کے ماتحت کوشش کریں)(992)

اس حوالے سے مولانا شاہ عبد القادر رائے پوریؒ نے فرمایا کہ:

"اپنا ذکر کیے جاؤ، جو کچھ ہونا ہوگا ہو رہے گا باقی توکل موقوف ہے یقین پر۔ اگر آپ میری دعوت کریں تو میں کھانے کا انتظام نہیں کرتا۔ کیونکہ باوجود سینکڑوں احتمالات کے ایک درجہ یقین کا ہوتا ہے کہ آپ کھانا کھلانے کو کہہ چکے ہیں تو جس کو باری تعالیٰ کے رزاق مطلق ہونے پر یقین ہو اور وعدہ خداوندی جو رزق کے متعلق قرآن میں آتا ہے اس پر حقیقی یقین ہو تو جتنا مرتبہ یقین کا ہوگا اتنا ہی توکل ہوگا"۔(993)

## حب جاہ اور انسانی شخصیت کی تعمیر:

شریعت وطریقت میں اس حوالے سے درج ہے کہ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ حب جاہ کی جو مذمتیں اور وعیدیں وارد ہیں ان کو ذہن میں حاضر کریں بلکہ زبان سے بھی ان کا تکرار کریں۔ اور ان مضامین سے اپنے نفس کو خطاب کریں کہ تجھ کو ان سے عقاب ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس کے ساتھ اپنے عیوب کا استحضار اور نفس کو خطاب کہ اگر لوگوں کو ان رزائل کی اطلاع ہو جائے تو کتنا ذلیل اور حقیر سمجھیں تو یہی غنیمت سمجھ کر لوگ نفرت وتحقیر نہیں کرتے نہ کہ ان سے توقع تعظیم ومدح کی رکھی جائے اور مداح کو زبان سے منع کر دیا

---

990۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت وطریقت، ص 431-430۔

991۔ للہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ادارہ معارف الاسلام، گوجرخان، 2003ء، ص 39۔

992۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت وطریقت، ص 219۔

993۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبد القادر رائے پوریؒ، ص 533۔



toobaafoundation.com

جائے اس میں ذرا اہتمام سے کام لیا جائے۔ سرسری لہجہ سے کہنا کافی نہیں اور اس کے ساتھ ہی جو لوگ ذلیل شمار کیے جاتے ہیں ان کی تعظیم کی جائے۔ گو نفس کو گراں ہو۔(994)

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف تھانویؒ کی تصنیف لطیف ''آئینہ تربیت'' کے حوالے سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ اس میں لکھا ہے۔ حب جاہ اگرچہ تھوڑی بھی اس کا علاج ضروری ہے۔ اس حوالے سے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری نے فرمایا:

مشائخ کرام جو محنتیں اور خدمات کراتے ہیں یہی حب جاہ کا علاج ہے۔ حضرت مرزا جان جاں، حضرت شاہ غلام علی صاحبؒ کو بہت زجر تو بیخ فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ پنکھا کر رہے تھے ذرا تیز ہلایا تو فرمایا۔ کیا مجھے اڑا دو گے۔ پھر ذرا آہستہ کر دیا تو فرمایا کیا تمہارے ہاتھوں میں جان نہیں ہے۔ ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ حضرت نہ یوں بن پڑے نہ دوں بن پڑے۔ اس پر حضرتؒ نے نکال دیا چار پانچ ماہ تک ناراض رہے(995)

پھر شاہ غلام علی صاحبؒ نے بری خوشامدیوں اور منتوں سے راضی کیا اور حضرت نے آنے کی اجازت دے دی۔ جب خلافت دی اس وقت فرمایا شاہ جو کچھ آپ کے ساتھ سختی کی گئی۔ یہ صرف آپ کی اصلاح کے لیے تھی کسی ذاتی غرض کے لیے ہرگز نہ تھی فرمایا ایک دفعہ حضرت مرزا صاحبؒ سے کسی نے لنگر کی شکایت کر دی کہ کھانے میں فلاں نقص ہے۔ فرمایا سب چلے جاؤ یہاں تو وہ رہ سکے گا۔ جو صرف نمک چاٹے اس پر حضرت شاہ غلام علی کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔ حضرت مجھے یہی قبول ہے۔(996)

## حقیقت شہوت

خلاف شریعت امور کو پسند کرنا شہوت یا خواہش نفسانی ہے۔ اس کا جو اعلیٰ درجہ ہے یعنی کفر اور شرک وہ تو اسلام ہی سے خارج کر دیتا ہے اور جو ادنی درجہ ہے وہ کمال اتباع سے ڈگمگا دیتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں اول بدعت، جو علوم اور عقائد کے متعلق ہے۔ دوسری معصیت جو اعمال کے متعلق ہے تیسری قسم رائے جو احکام تکوینیہ کے متعلق ہے اور ہر ہوا (یعنی خواہش نفسانی) میں یہ خاصیت ہے کہ راہ مستقیم سے ہٹا دیتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَتَّبِعِ ٱلْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِۚ (القرآن 38:26)

ترجمہ: اور خواہشات نفسانی کا اتباع مت کرو۔ یہ تو اللہ کے راستہ سے بے راہ کر دے گی۔(997)

مولانا اشرف علی تھانویؒ شہوت کے جزبات پر قابو پانے کے حوالے سے طریق کار کو یوں بیان فرمایا:

> ہمہ تن اپنی خواہشوں کو شریعت کے تابع بنائیں۔ عقائد تو شریعت کے موافق ہوں اور (اعمال، اخلاق، معاشرت اور) معاملات کی اصلاح کریں۔ ہر چیز میں اس بات کا خیال ہو کہ نفس کی خواہش ہے یا نہیں جب اس پر کوئی مخالفت کرے گا تو ممکن نہیں کہ معصیت اس سے ہو سکے۔ تھوڑے دنوں عادت ڈالنے سے اس کا نفع معلوم ہو سکتا ہے ہر کام کو کرتے وقت یہ سوچ لینا چاہیئے کہ اس میں نفس کو لذت آتی ہے یا نہیں اگر لذت آتی ہے تو سمجھ لیں کہ ضرور ایک معصیت ہے پھر اس لذت سے مغلوب نہ ہو جائیں اور اس کی مضرت کو پیش نظر رکھیں۔ نفس کو خواہشات سے روکیں

---

994۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت و طریقت، ص 122۔

995۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 68۔

996۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت و طریقت، ص 193۔

997۔ للہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص 51۔



toobaafoundation.com

۔ مرض کا علاج یہی ہوتا ہے کہ اس کے مادہ اور سبب کو قطع کیا جائے جب سبب جاتا رہے گا تو مرض بھی جاتا رہے گا۔ کام اللہ کی منشا کے خلاف نہ ہو۔(998)

شہواتی جذبات کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نے فرمایا کہ:

"شہوت تو انسان میں قریب اور سامنے ہے مثلاً شہوت دیکھنے کی شہوت کھانے کی الغرض انسان کو شہوت کی طرف جھکاؤ تو ہے ہی مگر ان سے رکنا ہی مجاہدہ ہے اور ان میں دل کا لگنا توجہ کو کھینچ کر بڑا حرج کرتا ہے۔(999)

مولانا حبیب الرحمٰنؒ نے عرض کیا حضرت خیال آیا کرتا ہے کہ انسان جو اپنے شہواتی جذبات کو غیر محل سے روک کر صحیح محل میں صرف کرتا ہے تو اس روک کے مجاہدہ پر جو ثمر مرتب ہوتا ہے۔ وہ جنت کی حوریں ہیں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نے فرمایا کہ:

ہاں یہ بھی درست ہے بات یہ ہے کہ عام مومنین کی جو خواہشات یہاں پوری نہیں ہوئیں اور شریعت کے پاس کی وجہ سے ان کو پورا کرنے یا کسی اور وجہ سے عدم استطاعت کے باعث ان کو پورا کرنے کا موقعہ نہیں ملتا وہ جنت میں پوری کر دی جائیں گی اگر ان کا استعمال یہاں رہے تو انکی حرص اور بڑھا کرتی ہے مگر وہاں کا یہ خاصا ہوگا کہ ایسی نعمتوں کے ملنے سے بھی وہاں کا خاصا ہوگا کہ ایسی نعمتوں کے ملنے سے بھی وہاں ترقی ہوگی یعنی دل ان سے نکل کر تربیت پاتا ہوا ایسی حالت کو پہنچ جائے گا کہ سوا رویت باری تعالیٰ کے اور کوئی چیز ایسی نہ ہوگی جس سے لذت پائے۔(1000)

## شریعت وطریقت

بیسویں صدی میں بعض پیروں اور دکان دار صوفیوں نے ایک مسئلہ یہ گھڑا کہ شریعت وطریقت دو چیزیں ہیں اس دور میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ مقصودِ طریقت وشریعت کو سمجھا کر بڑا ہی احسان فرما گئے۔

اس حوالے میں مولانا تھانویؒ نے فرمایا:-

"کہ دین متین ہی کے ظاہر و باطن کا نام شریعت وطریقت ہے۔ جس طرح ظاہری اعمال کے لیے احکامات الٰہیہ، فرائض وواجبات ہیں، اسی طرح باطنی اعمال کے لیے بھی ہیں اور ہم دونوں کے ادا کرنے کے مکلف ہیں" (1001)

"شریعت" نام ہے مجموعہ احکام تکلیفیہ کا اس میں اعمال ظاہری اور باطنی سب آگئے متقدمین اصطلاح میں فقہ کو اس کا مترادف سمجھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ سے فقہ کی تعریف یوں منقول ہے "معرفۃ النفس مالھا وعلیھا" (1002)

پھر متاخرین کے نزدیک شریعت کا جو جزو اعمال ظاہرہ سے تعلق رکھتا ہے اس کو فقہ کہنے لگے اور باطنی اعمال کے طرق کو "طریقت" کہنے لگے پھر ان اعمال باطن سے جو جلا اور صفائی باطن میں پیدا ہوا اس سے جو حقائق کونیہ، اعیان اعراض یا حقائق الٰہیہ،

---

998۔ للّٰہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص52۔

999۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت وطریقت، ص214۔

1000۔ ایضاً، ص216۔

1001۔ ماہنامہ الحسن، (اشاعت خاص حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ) جلد اول، ص459

1002۔ خسرو، بملا، مراۃ الاصول فی الشرح مرقاۃ الوصول، بیروت، دار الصدر، 2011ء، ج1، ص44



toobaafoundation.com

صفات فعلیہ بالخصوص معاملات ان مکشوفات کو حقیقت کہتے ہیں اور انکشاف کو "معرفت" کہتے ہیں۔۔۔۔۔۔لہذا یہ سب امور شریعت ہی سے متعلق ہے۔ (1003)

## تجدید تصوف

جاہلیت کے اُس دور میں حضرت تھانویؒ اور حضرت رائے پوریؒ کو اللہ تعالیٰ نے حکیم الامت اور مجدد و شیخ بنا کر بھیجا جنھوں نے تمام خامیاں دور اور ضرورتیں پوری کر کے دربار نبوی ﷺ کی یاد تازہ کر دی۔ حضرت تھانویؒ نے تصور کی اہمیت کا یوں احساس دلایا کہ:-

"تصور کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ کیونکہ سب سے اول چیز تصوف میں تواضع ہی تعلیم ہے جس کا اصطلاح میں فنا کہتے ہیں۔ عموماً تو تصوف میں سب سے آخر مقام سمجھا جاتا ہے لیکن سب سے اول مقام بھی فنا ہی ہے اور سب سے آخر مقام بھی فنا ہی ہے کیونکہ فنا کے درجات ہیں باقی بدوں فنا کے تو کوئی اس طریق میں ایک بھی نہیں چل سکتا" (1004)

اس حوالے سے حضرت رائے پوریؒ کے نظریہ تصوف کو درج ذیل ارشادات کی روشنی میں بیان کیا جاتا ہے آپؒ کے نزدیک

- تصوف فقاہت کا نام ہے یعنی دینی سمجھ (1005)
- تصوف تصحیح نیت کا نام ہے۔ (1006)
- حضرتؒ کے ہاں تصوف کا مقصود صرف یہ تھا کہ استدلالی یقین، وجدانی، ذوقی و کشفی یقین میں تبدیل ہو جائے، اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہو، تعلق مع اللہ کو دوام و استقلال حاصل ہو۔ (1007)
- اپنے آپ کو ہیچ محض سمجھنا منتہائے تصوف ہے۔ (1008)
- لوگوں نے تصوف کا کچومر نکال دیا ہے، بلادت (بے وقوفی) کا نام تصوف رکھ لیا گیا ہے اور بلید و کند ذہن کو صوفی کہا جاتا ہے تصوف تو نہایت باریک چیز ہے۔ (1009)

---

1003۔ انصاری، محمد حسین، ڈاکٹر، حیات طیبہ، کراچی، القادر ناشران کتب اسلامی، 1984ء، ص 395

1004۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، ص 457

1005۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، لاہور، سید احمد شہید اکیڈمی، 1997ء، ص 131

1006۔ ایضاً

1007۔ انصاری، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، حیات طیبہ، ص 537

1008۔ ایضاً، ص 407

1009۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، ص 138



toobaafoundation.com

## تجدید سلاسل

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے فکری تسلسل سے ربط قائم رکھا اور کسی ایسی لغزش کے مرتکب نہیں ہوئے۔ جس سے دین اسلام کی مقصدیت اور عملیت پر حرف آتا ہو بلکہ انہوں نے معاشرے میں ''رائج مذہب'' اور ''حقیقی مذہب'' کے فرق کو واضح کر کے طبقاتی کشمکش کو ختم کر کے مساوات اور ایک ''ایک جامع دین'' کا تصور دیا اور اپنے افکار و تعلیمات سے لوگوں کو ''قنوطی مذہب'' سے گریز کی تعلیم دی کہ کہیں انسان مذہبی جمود کی نذر ہو کر اپنے آپ کو ایک تنگ دائرہ میں محدود نہ کر لے یہی ہمارے تمام سلسلوں کے بزرگوں کا یہی نصب العین تھا۔ مشائخ رائے پور نے ہمیشہ حقیقی مذہب کی ''نشاۃ ثانیہ'' کی فکر اور دنیا کو مذہبی عدل و اعتدال کی دعوت دی ہے۔ (1010)

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جس طرح شریعت کی بدعات کو مٹایا، اسی طرح طریقت کی بدعات کو بھی ختم کیا اور سلاسل کی فکر کی تجدید فرمائی اور صاف صاف وضاحت فرمائی کہ طریقت عین شریعت و سنت ہے اس کے خلاف جو کچھ ہے وہ زندقہ ہے۔۔۔۔ آپؒ نے چاروں سلاسل میں جو مغائرت پیدا ہو گئی تھی اور آپس میں رقابت اور غلط احساس فضیلت پیدا ہو گیا تھا اس کو رفع فرما دیا اور سب کو منبع و مرجع شریعت غراہی کے مرکز پر قائم فرما کر حقیقت طریق کو مستند و معتبر بنا دیا۔ (1011)

## تبلیغی و تنظیمی عمل

حضرت رائے پوریؒ دینی ذمہ داریوں کے پورا کرنے کے لیے اور معاشرے میں رائج ظالمانہ طاغوتی نظام سے نبرد آزما ہونے کے لیے تنظیمی و تبلیغی عمل کو ناگزیر سمجھتے تھے اس لیے خانقاہ رائے پور کے مشائخ نے اجتماعی جدوجہد کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس اعتبار سے جب ہم نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ آپؐ نے اپنے دور کے ظالمانہ نظاموں (ابوجہل، قیصر و کسریٰ وغیرہ) کے خاتمے کے لیے لا الہ الا اللہ کے نصب العین کے تحت، قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ایک ''باقاعدہ جماعت'' قائم کی اور تیرہ سال مکہ میں رہ کر ایک مربوط تربیتی عمل کے ذریعے سماجی تبدیلی کی بنیاد رکھی اور عدم تشدد کے اصول پر کاربند رہتے ہوئے جماعتی تشکیل کے عمل کو مرحلہ بہ مرحلہ مکمل کیا۔ یہاں تک کہ آگے چل کر اسی جماعت کے ذریعے اسلام کے قومی اور بین الاقوامی نظام عدل کو غالب کیا۔ (1012)

حضرت تھانویؒ بھی ہمیشہ اسلامی مدارس کو اس طرف توجہ دلاتے رہتے تھے کہ تبلیغ کا اہتمام بھی تعلیم کی طرح ضرور کیا کیونکہ تعلیم و تعلم کا اصل مقصد ہی تبلیغ ہے جو حضرات انبیاء علیہم والسلام کا فرض منصبی تھا۔ چنانچہ خانقاہ کی طرف سے بھی آپ نے تبلیغ کا سلسلہ جاری فرما رکھا تھا اور اس غرض کے لیے باقاعدہ مبلغ رکھے ہوئے تھے۔ ''حیات المسلمین'' بھی خاص تبلیغ کی نیت سے مرتب فرمائی تھی۔ 1350ھ میں تو اس سلسلہ کو باقاعدگی کے ساتھ چلانے کے لیے ایک صورت تبلیغ واشاعت کی تجویز فرمائی جو

---

1010۔ مجلہ عزم، سیریز 266، ملتان، اپریل، مئی، جون 2013ء، ص 18

1011۔ ماہنامہ الحسن، (اشاعت خاص حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، جلد اول ص 489

1012۔ محمد اکرم، شیخ، رود کوثر، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامی، 2009ء، ص 566



toobaafoundation.com

نہایت مفید اور سہل ثابت ہوئی اور اسکو ''آثارِ رحمت'' کے لقب سے چھپوا کر شائع فرمایا اور '' مجلس دعوت الحق'' کے نام سے اس کا ایک تنظیمی خاکہ مرتب فرمایا۔ [1013]

## مسلکی وسعت نظری

جس طرح حضرت شاہ ولی اللہؒ مذاہب اربعہ میں اجتہادی بصیرت رکھتے تھے۔ اسی طرح سلاسل صوفیاء میں بھی اجتہادی بصیرت رکھتے تھے اور ان میں سے ہر ایک سے استفادہ کے قائل تھے اسی طرح سلاسل صوفیاء میں سے ہر ایک سے مساوی طور پر استفادہ کی تلقین کرتے تھے اور اسی حوالے سے قرآن وسنت پر ہر ایک کی تعلیمات کو پرکھتے تھے۔ [1014]

چنانچہ شیخ محمد اکرم لکھتے ہیں کہ :-

> ''جس طرح آپؒ مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک طریقہ کے پابند نہ تھے۔ بلکہ ہر مذہب وطریق میں جو بات کتاب و سنت کے زیادہ موافق اور انسان کی روحانی اور دینوی فلاح کے لیے زیادہ مفید دیکھتے اسی کو اختیار کرتے۔۔۔۔آپؒ بیعت کے وقت چاروں خانوادوں (یعنی نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ سلسلوں) کے بزرگوں کے نام لیتے تھے۔ [1015]

یہی مسلکی وسعت نظری، ولی اللہی فکر کو فروغ دیتے ہوئے آج خانقاہ رائے پور کا حصہ بن چکی ہے، خانقاہ رائے پور نے نسلی، لسانی اور مسلکی اختلافات سے بالاتر ہو کر ولی اللہی فکر کی اساس پر سوسائٹی کی اجتماعی ترقی کے لیے ہر دور میں اس دور کے تقاضوں کے مطابق کردار ادا کیا۔

مشائخ رائے پور بیعت کے وقت چاروں مشائخ کا نام لیتے تاکہ سب سے برابر عقیدت رہے اور سب بزرگوں کے فیض سے مستفیض ہوں اور چارون خانوادون کے نام لینے کا طریقہ حضرت شاہ ولی اللہ کے زمانے سے نکلا۔ [1016]

حضرت تھانویؒ چاروں سلسلوں میں بیعت فرماتے تھے اور یہی حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا مسلک تھا۔ مگر نہ کسی سلسلے کی وہاں کوئی روایات تھی، نہ رسوم، نہ تعلیم و تربیت کے وہ کورانہ تقلید کے انداز تھے۔ روایتی حلقے، توجہ، مراقبے کچھ نہ تھے۔ چاروں سلسلوں کی تعلیم کے مطابق سالک میں جس کی بھی صلاحیت اور استعداد فطری ہوتی تھی۔ اس کو اسی راہ پر لگا دیتے تھے۔ [1017]

## خانقاہی مجالس

خانقاہ رائے پور کے مشائخ کی فکر میں ہم آہنگی اور مماثلت دراصل ولی اللہی فکر کا تاریخ تسلسل ہے جو آج بھی ہمہ جہت بنیادوں پر جاری ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت رائپوریؒ اپنے متوسلین کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں کہ وہ حب مال، حب جاہ، خود نمائی و تکبر، حسد، کینہ، بغض وغیرہ بداخلاقیوں کے نظام اور اس غلط ماحول سے برات کا اظہار کریں اور دین اسلام کے اعلیٰ اخلاق خدا پرستی پر مبنی

---

1013۔ خدا بخش، محمد، جنوبی ایشیاء میں مسلمانوں کی مذہبی و صوفیانہ تحریکیں، لاہور، ایور نیو بک پیلس اردو بازار، 1986ء، ص 431

1014۔ انس حسان، محمد، ولی اللہی فکر کے فروغ میں حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کا حصہ، س 61

1015۔ ماہنامہ الحسن (اشاعت خاص حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، جلد اول، ص 487

1016۔ آزاد، عبد الخالق، مفتی، طریقہ تربیت و معمولات، لاہور، رحیمیہ مطبوعات، 2006ء، ص 8

1017۔ ایضاً، ص 9



toobaafoundation.com

عدل وانصاف کو دنیا میں غالب کرنے کے لیے اپنے تئیں جدوجہد اور کوشش کرنے کی نیت وعزم کریں۔ دینوی وآخروی کامیابی کے لیے خانوادہ ولی اللٰہی کی تعلیمات اوران کے طریقہ کار سے رہنمائی حاصل کریں۔ (1018)

اس تناظر میں اپنے وابستگان کی تربیت کے لیے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ وہ ہر وقت تصحیح نیت اور غلبہ دین کے نظریے کو بیدار رکھ کر اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی بسر کرنے کے لیے جدوجہد کوشش کریں اور اس غلط ماحول اور نظام کی حتی الوسع مزاحمت کریں جو دین اسلام کی سچی تعلیمات پر عمل کرنے میں رکاوٹ ہے اس حوالے سے انہوں نے ہمیشہ درج ذیل امور کو پیش نظر رکھنے کی تاکید کی ہے۔

- ❖ جملہ امور کی انجام دہی میں نیت درست کرنے کا اہتمام کریں۔
- ❖ تمام جائز کاموں میں مشغولیت کے دوران خدا سے اپنے تعلق کو ہر گز نہ بھولیں۔
- ❖ اللہ تعالیٰ سے محبت اور تعلق کے جذبے سے انسان دستی کو لازم سمجھیں۔
- ❖ اپنے اندر دینی حوالے سے قومی اور ملی شعور پیدا کرنے کی کوشش کریں۔
- ❖ ملی فرائض اور قومی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کا جذبہ اپنے اندر بیدار کریں۔
- ❖ ہر طرح کے ظلم سے نفرت رکھیں اور عدل اجتماعی کو دین کا اہم فریضہ سمجھیں۔
- ❖ قومی اور اجتماعی حقوق کی ادائیگی کے لیے غلبہ دین کو ضروری سمجھیں۔ (1019)

اسی طریقت مولانا اشرف علی تھانویؒ طالبین حق کی رشد وہدایت کے لیے خانقاہی مجالس میں جو انداز مجالست و مخاطبت کرتے تھے اس حوالے سے پروفیسر احسن علوی بیان کرتے ہیں:-

- ❖ مجلس میں حضرت تھانویؒ تصحیح عقائد وزاد راہ آخرت کی باتیں کرتے۔
- ❖ اتباع شریعت واتباع سنت کے لیے اہتمام اور اس کی حدود متعین فرماتے۔
- ❖ اصلاح باطن وتزکیہ نفس کے طریق کو واضح کرتے۔
- ❖ حسنات ورذائل کی تشریح کی جاتی۔
- ❖ اعمال ظاہر وباطن میں اختیاری وغیر اختیاری، مقصود وغیرہ مقصود کی حدین قائم کی جاتیں۔
- ❖ آداب زندگی اور آداب انسانیت کی تعلیم دی جاتی۔
- ❖ حقوق اللہ، حقوق العباد، حقوق النفس کے ادا کرنے کے طریقے بتائے جاتے۔
- ❖ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عظمت ومحبت دل میں اتاری جاتی۔
- ❖ مجاہدہ اور حصول تقویٰ کا معیار قائم کیا جاتا۔
- ❖ روزمرہ کی زندگی اور خانگی حالات اور ازدواجی تعلقات میں خوش گواری پیدا کرنے کی باتیں کی جاتیں۔
- ❖ ملکی وسیاسی حالات پر روشنی ڈالی جاتی۔

---

1018۔ علوی، مسعود احسن، پروفیسر، ماہنامہ الحسن، اشاعت خاص مولانا اشرف علی تھانویؒ، لاہور، جامعہ اشرفیہ، 1987ء، جلد اول، ص 429

1019۔ ندوی، ابوالحسن علی، سید، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص 245



toobaafoundation.com

مختصر یہ کہ حیات طیبہ حاصل کرنے کے لیے اور اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لیے تمام معارف و حقائق سہل لفظوں میں بیان کیے جاتے۔ (1020)

## اکابرین و صالحین سے عقیدت

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ اپنے سلسلہ کے تمام شیوخ بالخصوص سلسلہ ولی اللہی اور سلسلہ امدادیہ کے مشائخ اور اہل سلسلہ سے نہایت درجہ عقیدت مندی اور عشق و محبت کا تعلق تھا، ان حضرات کے بارے میں کسی طرح کی تنقیص یا تنقید کی طبیعت متحمل نہیں تھی اور یہ ایک غیر اختیاری کیفیت تھی، جس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کو سچی محبت، کامل اعتماد و شرافت اور شکر گذاری کا جذبہ فطرت میں ملا ہے۔ (1021)

اس حوالے سے صوفی محمد حسین راوی ہیں:-

"ایک مرتبہ آپؒ کے وطن موضع "ڈھڈیاں میں شام کے کھانے میں دستر خوان پر بہت سے لوگ حاضر تھے، ایک صاحب لائل پور سے تشریف لائے جن کا تعلق جماعت اسلامی سے تھا۔ حضرتؒ نے ان کو بھی کھانے میں شریک کر لیا، ابھی انہوں نے ایک ہی لقمہ اٹھایا ہوگا کہ ان صاحب نے حضرتؒ سے انتہائی ناقدانہ انداز میں سوال کیا کہ شاہ اسماعیل شہید اور حضرت سید احمد شہید کی تحریک کیوں ناکام ہو گئی تھی، ناکامی کی وجوہات کیا تھیں؟ حضرتؒ نے بہت ناگواری اور غصے کے ساتھ فرمایا":-

"ہم کوئی بزرگوں کے عیب نکالنے کے لیے تھوڑا ہی بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کی سعی و کوشش کے بہر حال مشکور ہیں"

مولانا عبدالجلیل کا بیان ہے کہ حضرتؒ نے یوں فرمایا:-

"میں اسی برس کا بوڑھا قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھ ہوں، اب بزرگوں کے عیب ڈھونڈنے کے واسطے رہ گیا" (1022)

اسی طرح حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو بھی اہل اللہ سے بڑی محبت و عقیدت تھی۔ طبقات الکبری جو بزرگوں کے احوال و اقوال پر مشتمل ہے۔ اکثر زیر مطالعہ رہتی تھی۔ وقت نکال کر ایسی کتابیں پڑھا کرتے تھے اور ساتھ ساتھ ان سے انتخاب بھی کرتے جاتے تھے جو بعد ازاں "نزہۃ البساطین" کے نام سے شائع ہوا ہے جو ایک ہزار حکایات پر مشتمل ہے۔ (1023)

آپؒ اکثر و بیشتر بڑے جوش و خروش سے بزرگوں کے تذکرے سنایا کرتے تھے جو سننے والوں کے دلوں میں مشائخ و صوفیا اور علماء و فقہا کی محبت پیدا کر دیتے تھے۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ:-

---

1020۔ ندوی، ابوالحسن علی، سید، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص 245

1021۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرتِ اشرف، ص 95

1022۔ ایضاً، ص 95

1023۔ انصاری، محمد حسین، ڈاکٹر، حیات طیبہ، ص 136



toobaafoundation.com

"یہ حضرت اہل سکر تھے۔ ان کے تذکروں میں بھی یہ اثر ہے کہ سکر کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ان بزرگوں کے ناموں سے بھی روح تازگی اور قلب میں ایک نور پیدا ہو جاتا ہے یہ حضرات عشاق تھے ممکن نہیں کہ ان کے حالات پڑھیں جائیں اور قلب میں محبت الٰہی پیدا نہ ہو" (1024)

## اسلام کی فکر مندی

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کا جس سلسلہ تصوف سے تعلق تھا، اس کا ذکر و شغل، اس کا انقطاع الی اللہ، اسکی یکسوئی و بے نیازی اس کو مسلمانوں سے جدا اور بے فکر نہیں بناتی بلکہ اور زیادہ اسلام اور مسلمانوں کے درد میں مضطرب اور بے قرار بناتی ہے۔ چنانچہ اسلام کی فکر مندی اور مسلمانوں کے حالات سے باخبر آپ کے طبیعت ثانیہ اور پورے نظام زندگی کی روح رواں بن گئی تھی۔ (1025)

مولانا منظور احمد نعمانیؒ لکھتے ہیں:

"حضرتؒ دنیا کے جھمیلوں سے بالکل بے تعلق اور خانقاہ نشین ہونے کے باوجود دنیوی معاملات کو بھی اتنا بہتر سمجھتے تھے اور خدام و محبین کے اس قسم کے معاملات میں ان کی طلب پر ایسا صحیح و صائب مشورہ دیتے تھے کہ ان امور کے کسی اچھے سے اچھے تجربہ کار اور دانشمند سے بھی اس سے زیادہ کی توقع نہیں کی جا سکتی" (1026)

حضرتؒ کی اسلام کے لیے فکر مندی اور مسلمانوں کے لیے دل سوزی کا اندازہ اس ارشاد سے لگایا جا سکتا ہے کہ:

"مسلمان اپنی اغراض میں مبتلا ہو کر کچھ ایسے ہوئے ہیں کہ جاگنے کا نام نہیں لیتے، جس وقت یورپ جاگ رہا تھا، مسلمان ترک گہری نیند سو رہے تھے، اس نے ہر قسم کا سامنا جنگ بنایا لیکن مسلمان غفلت میں پڑے رہے، جب تک سامان پاس نہ ہو تو لڑائی کس طرح لڑی جا سکتی ہے، اب تو اگر مسلمانوں کی ساری سلطنتیں بھی متحد ہو جائیں تو جنگ کے لیے ایک دن کا خرچ دینے کی بھی طاقت نہیں رکھتے، یہ کیسے کسی سے لڑ سکتے ہیں، انگریز جن کے پاس اتنی بڑی سلطنت تھی کہ اس کے ملک میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا، یہ بھی جنگ کا خرچ برداشت نہیں کر سکا (عالمی جنگ کے دوران) اپنے ملک کے بیشتر حصے قرض میں دے دیئے، لڑائیاں لڑنا آسان نہیں ہے" (1027)

ایک مرتبہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ سے تنہائی میں فرمایا کہ:

"لوگ سمجھتے ہیں تخلیہ میں معلوم نہیں کہ کن عبادات میں مشغول ہوتا ہے، بعض مرتبہ پورا وقت مسلمانوں کی فکر اور رنج و قلق میں گذر جاتا ہے" (1028)

---

1024۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، ص555تا556

1025۔ ندوی، ابوالحسن علی، سید، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص288

1026۔ انصاری، محمد حسین، ڈاکٹر، حیات طیبہ، ص127

1027۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، ص620

1028۔ ایضاً، ص457



toobaafoundation.com

حضرت تھانویؒ کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام اور امت مسلمہ کی اصلاح کی اہم ترین خدمت کے لیے پیدا فرمایا تھا۔اس لیے آپؒ نے تمام زندگی اسی فکر اور اہتمام میں گذار دی۔آپؒ دینی انحطاط کے جس دور انقلاب سے گزر رہے تھے۔سب سے پہلے آپ نے اس کا جائزہ لے کر وہ اسباب و علل معلوم کیے جو اس انقلاب کا باعث تھے۔حکیم الامتؒ کی تشخیص میں اس کے سبب صرف یہ دو ہی تھے:

"تشخیص اسباب انقلاب میں تامل وتدبر کرنے سے معظم اسباب وامر ثابت ہوتے۔ایک قلت علم یعنی ناواقفی و بے خبری۔دوسرا اعضف ہمت یعنی قصد وارادہ کی کمی یا فقدان۔سبب اول سے خود احکام ضروریہ وواقعیہ ہی مخفی رہتے ہیں اور سبب ثانی سے باوجود خبر اور آگاہی کے نوبت عمل کی نہیں آتی" (1029)

لوگ کہتے ہیں کہ حجروں میں بیٹھنے سے کچھ نہیں ہوتا۔میدان میں آنا چاہیے۔مولانا تھانویؒ کہتے ہیں کہ حجروں ہی میں بیٹھنے سے میدان کی قابلیت پیدا ہوتی ہے۔جیسے ریڈیو حجرہ میں ہی رکھا جاتا ہے پھر اس سے تقریریں نشر ہو کر تمام عالم میں چل پڑتی ہے۔سعد بن ابی وقاصؓ ایک معرکہ میں امیر لشکر تھے اور دنبل نکل آنے کی وجہ سے نقل و حرکت سے معذور تھے پھر بھی اپنے خیمہ میں بیٹھے بیٹھے فون کی کمان کر رہے تھے۔ (1030)

اسی حوالے سے اعلان حق کرتے ہوئے فرمایا:

"میں دین مبین و شرع متین کی صداقت کو واضح کرتا ہو۔میں تو دین کے اصول اور فروغ سب کھلم کھلا ظاہر کر دیتا ہوں۔اس زمانہ میں اس کی سخت ضرورت ہے۔ہزاروں اور لاکھوں قسم کی گمراہیوں اور تلبیسوں میں لوگ مبتلا ہو رہے ہیں اور لاکھوں راہزن اس راہ پر لگے ہوئے ہیں اس لیے اظہار حقیقت کر کے ان کے مصنوع منصوبوں کو خاک میں ملا دینے کی ضرورت ہے۔انہوں نے اللہ کی مخلوق کو گمراہ کیا ہے" (1031)

## انسان دوستی

تاریخ شاہد ہے کہ برعظیم میں اسلام صوفیاء کی انسان دوستی کی بدولت برگ و بار لایا۔ان صوفیاء نے گروہی تقسیم سے بالاتر ہو کر محض انسانیت کی بنیاد پر دین اسلام کے فروغ میں کردار ادا کیا۔ولی اللہی جماعت کے اکابرین نے ہمیشہ اسی انسان دوستی کا درس دیا۔حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ اور ان کے خلفاء انسان دوستی کی صفت سے مرصع تھے اور ان کا فکر و فلسفہ اسی کے گرد گھومتا ہے۔ان کی مجالس میں بیٹھنے سے گروہی تقسیم کے سامراجی عزائم سے نفرت پیدا ہوتی تھی اور انسان دوستی کے جذبات پیدا ہوتے تھے۔انسان دوستی کا لازمی نتیجہ ہے کہ سماج میں موجود انسان دشمن عناصر کے خلاف مزاحمت کا جذبہ پیدا ہو۔چنانچہ حضرتؒ کے مطابق جب معاشروں پر زوال آتا ہے تو ان میں سے اجتماعی انسانی سوچ ختم ہو جاتی ہے۔اسلام اور انسان دوستی لازم و ملزوم ہیں،اس بناء

---

1029۔ ماہنامہ الحسن،اشاعت خاص حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ،جلد اول ص 464

1030۔ انصاری،محمد حسین،ڈاکٹر،حیات طیبہ،ص 151

1031۔ ایضاً،ص 52



toobaafoundation.com

پر ایک مسلمان اگر بنیادی حقوق کے حوالے سے انسانیت کی بجائے گروہی مفادات کو ترجیح دے تو اسے اپنے مسلمان ہونے پر از سر نو غور کرنا چاہیئے۔ (1032)

سلاسل تصوف کی جامع تربیت نے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی سوچ میں جو توازن اور اعتدال پیدا کر دیا تھا۔ اس کی وجہ سے مسلکی اور فروعی اختلافات سے بالاتر ہو کر ہر طبقے کے لوگ تزکیہ نفس کے لیے اس خانقاہ کا رخ کرتے اور انسان دوستی اور اعلیٰ اخلاق کی تعلیم کے ساتھ اجتماعیت کا درس حاصل کرتے۔ بیعت کے سلسلے میں آپ کا معمول بڑا عجیب تھا۔ چنانچہ آپ علمائے کرام کو بیعت کرنے میں اگرچہ بہت متامل اور محتاط تھے مگر عوام کو اللہ کا نام سکھانے اور ان کو توبہ کرا دینے میں بہت وسیع الظرف اور مروت سے کام لیتے تھے۔ اس عمل سے ان کے فلسفہ تصوف کی عوامیت اور عام انسانوں تک رابطے کی استواریت کا پتہ چلتا ہے۔ اس عمومی بیعت اور ذکر و شغل کے بتلانے سے آپؒ کا مقصود تمام دینی و دنیاوی مشاغل چھڑانا اور اجتماعی زندگی سے نکال کر مستقل طور پر تنہائی و خلوت میں بٹھا دینا نہیں ہوتا تھا، بلکہ اس سے آپ کا مقصود عوام میں ان کے درجے کا اخلاص، تعلق مع اللہ اور پابندی شریعت پیدا کرنا تھا۔ (1033)

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی انسان دوستی کے حوالے سے عادت تھی کہ جو حضرات آپ سے دوستانہ یا عقیدت مندانہ تعلقات استوار کئے ہوئے تھے اور ساتھ ہی ساتھ فقہی مسائل میں آپ کے فرمودات سے اختلاف بھی کرتے جاتے تھے۔ صرف اختلاف ہی نہ کرتے تھے بلکہ ان پر اصرار بھی کرتے تھے۔ تو آپ بوجہ شفقت دوسروں کی طرح ان کو دھتکار نہ دیتے تھے۔ بلکہ انہیں ایسے معاملات میں دوسرے بزرگان دین کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ تاکہ دوستی بھی قائم رہے اور انکی اصلاح بھی ہوتی رہے ایسا سوائے مردان حق کے اور کوئی نہیں کر سکتا کہ اپنے مرید صفا کو کہے کہ عقیدت تو مجھ سے رکھو اور معاملت دوسرے سے۔ یہ شرف صرف خانقاہ اشرفیہ کو ہی حاصل تھا۔ کیونکہ وہاں دکانداری نہ تھی، ایمان داری تھی۔ (1034)

دوستی کو ترجیح دینے کے حوالے سے حضرت تھانویؒ نے فرمایا:-

> ''میں نے مدت سے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ جن احباب سے محض دوستی ہے۔ ان سے عقائد و احکام میں گفتگو نہ کروں گا یا تو خیریت کی اطلاع و استطلاع کا تعلق رکھوں گا یا دعا کا اور یا معالجہ نفسیات کی تحقیق کا'' (1035)

حضرت تھانویؒ نے محض دوستی برقرار رکھنے کے لیے اپنے معتقدِ خاص کو اختلافی مسائل میں ان کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب دی۔ جن سے آپ کو شدید سیاسی اختلاف تھا۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ سے وجہ اختلاف کانگرس میں مسلمانوں کی شرکت تھی جسے مولانا مدنیؒ فرض بتلاتے تھے اور جس کے مولانا تھانویؒ نہ صرف تارک تھے بلکہ مخالف بھی تھے۔ مولانا عبدالماجد دریا بادیؒ کو حضرت تھانویؒ نے ہی اس زمانہ میں جبکہ ابھی مولانا مدنی نے مسلمانوں کی شرکت کانگرس کو فرض قرار نہیں دیا تھا۔ ترغیب دے کر اور مولانا مدنیؒ کو تاکید فرما کر مولانا عبدالماجد کو ان کے ہاتھ پر بیعت کرایا تھا۔ حالانکہ خود سلسلہ بیعت رکھتے تھے۔ مولانا عبدالماجد کے گو ضابطہ

---

1032۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، 260

1033۔ ایضاً، ص 262

1034۔ ایضاً، ص 264

1035۔ ایضاً، ص 266



toobaafoundation.com

کے مرشد مولانا مدنیؒ تھے اور وہ ان سے فیوض ظاہری و باطنی بھی حاصل کر رہے تھے۔ مگر رشد و ہدایت کے سلسلہ میں ان کا قلبی رجحان زیادہ تر حضرت تھانویؒ کی طرف تھا۔ (1036)

گو حضرت تھانویؒ جیسی عالی ظرفی اور شرارتِ نفس کا ثبوت بڑے بڑے مدعیان رشد و ہدایت کے ہاں نہیں ملے گا۔ کیونکہ انتقام و انتظام کی صلاحیتیں کبھی نہیں، وہی تھیں اور یہ انہی کی برکت تھی کہ اگر کوئی شخص آپ سے اپنے مخالفین سے افہام و تفہیم کی درخواست کرتا تو آپ اس سے انکار نہیں کرتے تھے۔ بلکہ بعض شرائط ضابطہ کے ساتھ فوراً تیار ہو جاتے۔ (1037)

## تصانیف اور انسان کی تربیت

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے مسلمانوں کی ہر شعبہ زندگی میں بڑھتی ہوئی دینی اور دنیوی تباہیوں اور بربادیوں کو محسوس فرمایا اور ان کی دین سے مغایرت کے اسباب پر نظر ڈالی اور دینی شعور کے بڑھتے ہوئے فقدان کا اندازہ کیا۔ پھر اپنی تمام زندگی مسلمانوں کے رشد و ہدایت اور تبلیغ دین کے لیے وقف کر دی۔ (1038) اصلاح رسوم و عقائد میں حضرت تھانویؒ نے ایسی مبارک اور عام فہم تصنیفات لکھیں۔ جن سے کوئی شخص بھی جو طالب حق ہو، مستغنی نہیں ہو سکتا مثلاً اصلاح الرسوم، الانتباہات امفیدہ وغیرہ ان سب میں کتاب و سنت اور اجماع اہل السنۃ والجماعت کی روشنی میں، دین اسلام کے جملہ ضروری عقائد کی وضاحت فرمائی ہے اور جملہ شرکیات، بدعات، خرافات، وہمیات اور ہندوانہ رسومات کا قلع قمع کیا۔ تربیت نفس و اخلاق میں مہارت تامہ اور امتیازی و خصوصی شان رکھنے کی بناء پر آپ پر ''حکیم الامت کا ممتاز خطاب دیا گیا ہے۔ تربیتی حوالے سے حضرتؒ کے مواعظ حسنہ'' اور مجالس عامہ اور کاصہ کے خطابات اور تربیت کی جملہ کتابیں بہت زیادہ مفید ہیں اور ہر دور اور علاقے کے لیے نسخۂ شفا روحانی ہے اگر کسی شخص کا تعلق کسی مرشد اور مصلح سے نہ بھی ہو، تو اس کے لیے حضرتؒ کی تصنیفات ایک اعلیٰ مرشد اور خاص مربی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ (1039)

اس حوالے سے حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ :-

> ''بحمد اللہ و بفضلہ تعالیٰ سب ضروری کام ہو گیا ہے۔ صدیوں تک کے لیے دین کا راستہ بے غبار ہو گیا ہے آئندہ نسلوں کے لیے انشاء اللہ تعالیٰ میری ہی تصانیف، ملفوظات و مواعظ سے ضروری کام چلتا رہے گا''

اسی طرح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے ایسے پُر آشوب دور میں دینی تربیت کا کام سنبھالا جبکہ دین اسلام کے تمام شعبوں میں صحیح فہم و بصیرت کے حامل اور اعلیٰ سیاسی شعور رکھنے والے علمائے ربانین اور قوم پرست راہنمایان ملت کے لیے صحیح نہج پر کام انتہائی مشکل بنا دیا گیا تھا۔ جو اسلام کے لبادے میں عالمی طاغوتی قوتوں کے سیاسی، سماجی و معاشی فکر و عمل کو پھیلانے اور یوں اسلام کا نام استعمال کر کے سادہ لوح عوام کو بے وقوف بنا کر اپنے گروہی اور طبقاتی مفادات کے حاصل کرنے میں لگے ہوتے تھے۔ ایسے مشکل اور پیچیدہ ماحول میں آپ نے انتہائی اولوالعزمی سے کام کرتے ہوئے خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کی بنیادی دعوت فکر و عمل اور

---

1036۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوری، لاہور مکتبہ سید احمد شہید، 1996ء، ص 383

1037۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات (حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ)

1038۔ عارفی، عبدالحیی، ڈاکٹر، ماہنامہ الحسن، جلد اول، ص 138

1039۔ آزاد، عبدالخالق، مفتی، مشائخ رائے پور، لاہور، دار التحقیق والاشاعت، 2006ء، ص 68-67



toobaafoundation.com

مرکزی موضوع میں کوئی تبدیلی قبول نہ کی، خانوادہ ولی اللہی کے قائم کردہ صحیح فکر و عمل پر انتہائی صبر واستقامت سے کام کرتے رہے۔ (1040)

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ برصغیر کی ان برگزیدہ ہستیوں میں مرکزی شخصیت تھے جنھوں نے ملت کی نبض پر ہاتھ رکھ کر تواضع، بے نفسی، کثرت ذکر، دین اور اہل دین نیز دینی شعار اور اسلامی وضع قطع کی ایسی سبیل لگائی کہ برصغیر میں دور دور تک لوگ اس سے سیراب ہوئے۔ کون تصور کر سکتا ہے کہ یہ مرد خدا اپنی بصیرت سے پورے عالم اسلام کی ضروریات اور مسائل کے لیے مواد فراہم کر سکتا ہے، جس کے جانے کے اتنے زمانے بعد بھی ماحول میں اسی قدر خوشبو مہک رہی ہے۔ (1041)

حضرت رائے پوریؒ نے بذات خود تصانیف تحریر نہیں فرمائیں لیکن ان کے خلفاء و مجازین نے آپ کی پاکیزہ زندگی کے پاکیزہ حالات، ارشادات و ملفوظات اور کلمات طیبات کا ایمان افزا اور یقین افروز تذکرہ کتب کی صورت میں کیا۔ جن میں حیات طیبہ، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ملفوظات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ارشادات، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، مختصر حالات زندگی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، نفحات طیبہ، فیوضات رائے پوریؒ، مشائخ رائے پور، شعر الفراق تذکرۃ الجلیل، وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت ثانیؒ کی زندگی کے آخری پانچ چھ برسوں میں ایک اہم معمول جو وظیفہ ضروری اور خانقاہ کی زندگی کا نصاب سا بن گیا تھا، منتخب دینی کتابوں اور مواعظ کے پڑھے جانے کا معمول تھا۔ آپؒ کی مجلس میں جو کتابیں خصوصیت کے ساتھ پڑھی گئیں۔ ان میں بعض ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔ واقدی کی فتوح الشام، فتوح المصر، شیخ عبدالقادر جیلانی کے مواعظ، ''الفتح الربانی'' کا اُردو ترجمہ جو مولانا عاشق الٰہی میرٹھی نے کیا ہے۔ اسی طرح خواجہ محمد معصوم سرہندی کے مکتوبات ترجمہ مولانا نسیم فریدی صاحب، اسی طرح قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی مقبول عام کتاب ''سیرت رحمۃ للعالمین'' کے تینوں حصے بہت ذوق اور توجہ سے سنے، مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی کی کتاب ''حیاۃ الصحابہ'' ان کے علاوہ حضرت شیخ کی تصنیفات خصوصاً کتب فضائل اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ کی تالیفات، مولانا منظور نعمانی صاحب کی کتب جو رد بدعات اور مسلک دیوبند کے دفاع میں لکھی گئی ہیں نیز تاریخ و سیر اور سیر صحابہؓ کے مختلف مجموعے محبین و مخلصین کی تربیت کی غرض سے بارہا مجالس میں پڑھے گئے۔ خواندگی کتب کے اس سلسلے کا مطمع نظر تربیت انسان تھا۔ (1042)

## ذکر کی حقیقت و آثار

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (القرآن: 13 : 27)

"یاد رکھو اطمینان قلب تو ذکر خداوندی میں ہے"

راہ طریقت کے مبتدی کے لیے اللہ کے ذکر کے بغیر چارہ کار نہیں، کیونکہ اس کی فکری و روحانی ترقی اس ذکر ہی کے تکرار سے وابستہ ہے، بشرطیکہ وہ ذکر اس نے شیخ کامل و مکمل سے حاصل کیا ہو، دراصل ذکر الٰہی قرب الٰہی کا موجب، استقامت کی دلیل،

---

1040۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مولانا، مختصر حالات زندگی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 25

1041۔ ایضاً، ص 146-145

1042۔ اعظمی، اعجاز احمد، مولانا، تصوف! ایک تعارف، مکتبہ ضیاء الکتب خیر آباد (ضلع مئو، یوپی)، 2008، ص 60



toobaafoundation.com

خطرات نفس کا مانع، طاغوتی قوتوں کے خلاف جہاد اور مکائد (مکر و فریب) شیطانی کے خلاف اہل ایمان کے سپر (زرہ) ہے۔ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، مجددیہ (ولی اللہیہ) اور دیگر تمام سلاسل کے اکابر الٰہی سے ممتاز و سرفراز ہیں۔ [1043]

اس حوالے سے مولانا تھانویؒ نے باطن کو دوام ذکر میں مشغول رکھنا تصوف کے اعلیٰ مرتبہ کا لازم جزء ٹھہرایا ہے۔ اس سے مراد بھی دل ہی کی یاد داشت اور توجہ ہے۔ یعنی حق تعالیٰ کی یاد دل میں اس طرح بس جائے کہ زندگی کی ہر حرکت و سکون میں اس کی رضا و ناراضی، اس کی محبت و عظمت، اس کی سزا و جزاء، عذاب و ثواب پیش نظر ہو۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ بجز بشری سہو و خطایا غفلت کے دیدہ و دانستہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی یا چھوٹے بڑے معاصی کے قریب جانا اس کے لیے عملاً ناممکن ہو گا اکبر الاعمال نام ایک وعظ میں ذکر کو سب سے بڑا عمل قرار دے کر ذکر کی اسی حقیقت و علامت کو واضح فرمایا گیا ہے کہ ذکر حقیقی سارے معاصی سے بچنے اور تمام اوامر کے بجالانے کو متلزم ہے۔ [1044]

"لوگ سوالاکھ مرتبہ اللہ اللہ کہنے کو ذکر اللہ سمجھتے ہیں، مگر یہ بھی حقیقت ذکر نہیں، صورت ذکر ہے اور ذکر کے آثار سے ہے۔ ورنہ اگر اس کو حقیقت ذکر حاصل ہوتی، تو یہ شخص دوسرے اعمال کا تارک نہ ہو سکتا، حالانکہ بعض سوالاکھ دفعہ اللہ اللہ کرنے بھی دوسرے اعمال سے معرا ہیں" [1045]

تصوف کی نسبت یہ علمی و عملی ایسی عام غلطی ہے کہ دوسروں کا تو ذکر ہی کیا، خود عام و غیر محقق صوفیہ تک اس میں مبتلا ہیں کہ کثرت و دوام ذکر محض اسی لفظی و لسانی یا زیادہ سے زیادہ اصطلاحی قلبی ذکر کو سمجھ لیا ہے، جس کو قلب کا جاری ہونا کہتے ہیں۔ اسی وعظ میں فرماتے ہیں کہ "بتلاتا ہوں" اس کو ایک مقدمہ سے سمجھے وہ یہ کہ آپ نے دیکھا ہو گا کہ بعض مرتبہ شریف آدمی کے دل میں بعض جرائم کا تقاضا ہوتا ہے، جیسے چوری وغیرہ، چنانچہ بعض شریف آدمی بھی چوری کرنے لگتے ہیں محض اسی وجہ سے کہ طبیعت کا تقاضا ہے اور یہ کہ تقاضا اس وجہ سے نہیں کہ ان کا پیشہ چوری کرنا ہے بلکہ محض احتیاج کی وجہ سے کیونکہ احتیاج بری بلا ہے، یہ انسان کو بُری سے بُری جگہ لے جاتی ہے ایک تو یہ منظر ہے اس کو سامنے رکھیے۔

اب اس کے مقابل دوسری جماعت کو دیکھیے، کہ باوجود تقاض وافلاس کے چوری نہیں کرتے، چوری تو کیا کرتے، سرکاری مال گزاری کو بھی نہیں ٹالتے، بلکہ اپنی زمین اور جانور بیچ کر مالگزاری ادا کرتے ہیں، گو گھر میں فاقہ ہو جائے، اس میں غور کیجیئے کہ پہلی جماعت چوری پر کیوں اقدام کرتی ہے اور دوسری جماعت مال گزاری تک کیوں ادا کرتی ہے حالانکہ احتیاج وافلاس میں دونوں برابر ہیں۔ وجہ اس کی صرف یہ ہے کہ ان کو ایک چیز یاد آئی جو پہلی جماعت کو یاد نہیں آئی یعنی قید و سزا و غیرہ کی رسوائی، اور اب سمجھو کہ "ذکر کی حقیقت" بھی یہی ہے اور یاد بھی اس کو کہتے ہیں۔ محض علم کا نام یاد نہیں ہے کیونکہ چوری پر سزائے قید اور سزائے تازیانہ ہونا پہلی جماعت کو بھی معلوم تھا مگر یہ سزا و قید اس کے پیش نظر نہ تھی۔ اس لیے وہ جرائم سے نہ رک سکی اور دوسری جماعت کے پیش نظر پوری طرح تھی اس لیے وہ اقدام نہ کر سکی۔ [1046]

---

1043۔ علوی، حسین، احمد، مولانا، مقاصد طریقت، سلسلہ مطبوعات 65، لاہور، شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن، 1996ء، ص 9،8

1044۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف و سلوک، لاہور، المکتبہ الاشرفیہ، 1949ء، ص 52

1045۔ ایضاً

1046۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف و سلوک، لاہور، المکتبہ الاشرفیہ، 1949ء، ص 53



toobaafoundation.com

ایک اور بہت بڑی غلطی کا ازالہ فرمایا گیا کہ جنت و جہنم کی یاد کو حقیقی ذکر سمجھنا تو الگ رہا۔ حقیقی تصوف کے درجہ سے اس کا فرد تر خیال کیا جاتا ہے، کہ اللہ تعالی کی ذات کے سو جنت و جہنم پر نظر ہو حالانکہ یہ عین عبادت ہے اور انبیاء علیھم السلام اس کی یاد اور رغبت و رہبت سے بے نیاز نہ تھے البتہ غلبہ حال سے معذوری ہے اس شبہ کے ازالہ کے لیے ارشاد ہوا کہ

"اس پر شاید یہ سوال ہو کہ اسکا حاصل تو یہ ہوا کہ جنت و دوزخ کی یاد ذکر اللہ ہے۔ حالانکہ یہ تو ذکر جنت و نار کا ہوا، اللہ کی یاد نہ ہوئی۔ جواب یہ ہے کہ ثواب کی یاد ہی اللہ کی یاد ہے، جیسے کہا جاتا ہے کہ قانون کو یاد کرو، اس کا یہی مطلب ہے کہ قانون کا یاد کرنا ہی ہتھکڑی اور جیل کا یاد کرنا ہے" (1047)

حقیقت ذکر کے حوالے سے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے پوچھا کہ ذکر کی آخر کوئی انتہا بھی ہے؟ فرمایا یہاں تک ذکر کرے کہ روح ذاکر ہو جائے۔ پوچھا گیا روح کے ذاکر ہونے کے کیا معنی ہیں فرمایا! یہ کہ دھیان ہر وقت اس کی طرف لگا رہے خواہ دنیا کا کام کر رہا ہو، تجارت کرتا ہو، کھیتی باڑی کرتا ہو، مگر خیال ہر وقت اسی کی طرف راغب رہے، جیسا کہ کسی کو سر میں درد ہو یا پیٹ میں درد ہو، تو اگرچہ وہ باتیں بھی کرتا رہتا ہے، کام بھی کرتا رہتا ہے لیکن خیال درد کی طرف رہتا ہے" (1048)

اسی حوالے سے حضرت ثانیؒ مزید فرماتے ہیں

"ذکر لسانی صرف ایک ذریعہ ہے مقصود نہیں ہے۔ مقصود محض یادداشت ہے اگر یاد نصیب ہو جائے تو ذکر لسانی چھڑا دیا جاتا ہے فرمایا: کہ بقا کے بعد بھی ترقی عبادت ہی سے ہے یعنی قرآن پاک پڑھنا، ذکر الہی کرنا، اسی سے ترقی ہوتی ہے۔ خاموش بیٹھنے اور محض تدبر سے نہیں" (1049)

ذکر کے آثار کب ظاہر ہوتے ہیں اس حوالے حضرے ثانیؒ فرماتے ہیں کہ

"ذاکر اتنا ذکر کرے کہ ذکر کی بھوک لگ جائے، بغیر ذکر کیے چین نہ پڑے جیسے بھوکے کو کھانا کھائے بغیر چین نہیں آتا، خواہ کتنا ہی غبی کیوں نہ ہو۔ تین چلے لگاتار باشرائط ذکر کرنا آثار ذکر پیدا کر دیتا ہے جب ذکر کی بھوک لگ گئی، کام بن گیا" (1050)

ایک مرتبہ ذکر کے اثرات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا

"نہ معلوم لوگ کیا سمجھتے ہیں اثرات ذکر تو یہ ہیں کہ دنیا سے بے رغبتی ہو، آخرت کا خیال ہو اور دنیا اتنی جاذب نظر نہ آئے (1051) انسان جب ذکر شروع کرے تو تین چلے میں عموماً اور خاص حالات میں کسی کو جلد اور کسی کو دیر میں آثار ذکر پیدا ہوتے ہیں۔ اس کے بعد ان آثار کی حفاظت کرنی ہوتی ہے اور خدا تعالی جس سے کوئی کام لینا چاہتا ہے اس کی اُدھر کو کسی دین کے کام میں طبیعت لگنے پر اکستی ہے اور دوسرے ادھر کو ہی ہو لیتے ہیں۔ عوام سے چند اں سروکار نہیں رکھتے یہ مشیت ایزدی پر منحصر ہے" (1052)

---

1047۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف و سلوک، لاہور، المکتبۃ الاشرفیہ، 1949ء، ص 54

1048۔ انصاری، محمد حسین، ڈاکٹر، حیات طیبہ، لاہور، القادر ناشران کتب اسلامی، 1984ء، ص 176

1049۔ ایضاً 537

1050۔ انصاری، محمد حسین، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، گوجر خان، ادارہ معارف الاسلام، 2003ء، ص 87

1051۔ ندوی، ابوالحسن علی، مولانا، سوانح حضرت، مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 329

1052۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات، ص 112



toobaafoundation.com

مزید فرمایا:-

"ذکر کے اثرات تب ہی مرتب ہوتے ہیں جب کھانا حلال ہو" (1053)

## تربیتی و اصلاحی اصول و کلیات

تربیتی و اصلاحی پہلوؤں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوریؒ نے فرمایا کہ

"میرے خیال میں تو اصل مقصود ہر شخص کی اپنے نفس کی اصلاح، فرائض و واجبات اور عبادات ادا کرتا رہے اور اللہ اللہ کرتا رہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو اس سے کوئی کام لینا مقصود ہوتا ہے تو خود ہی اس طبیعت کو اس طرف متوجہ کر دیتے ہیں یا بطریق الہام یا بحکم شیخ اس کے سپرد کوئی کر دیا جاتا ہے۔ پھر اس کے لیے وہی بہتر ہو گا اور فرمایا کہ تبلیغ میں بھی اپنی ہی اصلاح مقصود ہے۔" (1054)

حضرت ثانیؒ کے نزدیک اصلاحی کوشش کے لیے طاقت شرط نہیں، فرماتے ہیں کہ:

"یہ خیال نہ کرو کہ ان کو طاقت ملی ہم کو نہ ملی، ورنہ ہم ان کو بھی مات کر دیتے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ اصلاح کی کوشش کا کام جو آپ کر رہے ہیں وہ نہ کیا جائے وہ بھی ضرور کرنا چاہیے کہ اگر ان کی جگہ ہم ہوتے تو ان سے بھی زیادہ خرابیاں کرتے۔۔۔۔۔۔ہمت سے کئے جاؤ اور لوگوں کو بھی دلیری سے کام لینا چاہیے" (1055)

تربیتی و اصلاحی اعتبار سے حضرت ثانیؒ کے بہت نفیس اور مضبوط اصول و کلیات ہیں۔ زیر تربیت آدمی سے بے حد بے تکلفی پیدا کرتے اور اتنے نیچے اترتے کہ وہ اس طرح ہو جاتا کہ گویا لنگوٹیا یار ہے۔ پھر اس کی اصلاح میں اس کو ڈھیل دیتے اور جیسے پتنگ کو ڈور دی جاتی ہے اسے ڈور دیتے جاتے اور جہاں موڑ کی گنجائش سمجھتے جھکا دیتے۔ اگر نہ مڑے تو توڑتے نہیں بلکہ مزید ڈور دینا شروع کرتے اور یہ سب بالکل غیر محسوس طور پر ہوتا۔ یہ ڈور دینا سے تعبیر کیا گیا عمل سالوں سے بھی رہ سکتا ہے اور کم و بیش بھی کہ ہر شخص کے امراض کی نوعیت مختلف ہے۔ بعض کو بے تکلف ایک لحہ میں اگر نہ مڑیں توڑ دیں اور بعض کو تمام مر نباہ دیں، اس میں کلیات مستثنیات بہت ہیں اور عام عادت نباہ کی ہے اور بعض کو قاعدوں سے معلوم فرماتے ہیں کہ اس شخص کا موڑ کہاں ہے اس کی استعداد کیا ہے۔ اس میں جانی و ذہنی صبر آزمائی کے علاوہ اتنی مالی قربانی بھی فرماتے ہیں۔ جہاں اس کی ضرورت ہوتی۔ (1056)

حضرت تھانویؒ طریقہ اصلاح و تربیت میں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ:-

"یہ قاعدہ کیہ عمر بھر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو امور اختیار میں ہوں اور فضول نہ ہوں۔ ان کا تو قصد کرے اور جو اختیار میں نہ ہوں ان کا قصد نہ کرے اس طرح اگر زندگی بسر کرے تو اس کا دین و دنیا دونوں درست ہو جائیں" (1057)

---

1053۔ انصاری، محمد حسین، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص60

1054۔ للّٰہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص39

1055۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوریؒ، ص44

1056۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص470

1057۔ ابرار علی، سید، ڈاکٹر، مولانا اشرف علی تھانویؒ کا طریقہ اصلاح، ص82



toobaafoundation.com

اس اصول کو مولانا تھانویؒ نصف سلوک بلکہ کل سلوک قرار دیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان ہی کاموں کے کرنے کا حکم اور ان ہی امور کا ذمہ دار قرار دیا ہے جو انسان کے بس اور اختیار میں ہیں۔ (1058)

حضرت تھانویؒ نے اپنے اس حکیمانہ اصول کے ذریعے طالبین اصلاح کے بہت سے روحانی و باطنی امراض کا علاج کیا اور بہت سے لوگوں کی اصلاح ہو گئی نیز اسی اصول کی بناء پر بہت سی جزئیات اخذ کیں۔ایک مجلس میں آپؒ نے فرمایا:

"انفعالات (طبیعت پر نیک افعال کے اثرات مرتب ہونا) غیر اختیاری اور افعال (اعمال) اختیاری ہیں اور وہی اس طریق میں مطلوب ہیں۔انفعالات مطلوب نہیں ان کی فکر میں پڑنا خود اپنے لیے پریشانی خریدنا ہے" (1059)

حضرت تھانویؒ اپنے تربیتی و اصلاحی طریقہ میں خوف و رجاء کی کیفیت کی اہمیت ذہن نشین کراتے ہیں کہ آدمی نہ اتنا خوف کھائے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی مایوس ہو جائے اور نہ اتنی امید کہ گناہ پر دلیر ہو جائے اسی اصول اصلاح کے حوالے سے مولانا تھانویؒ نے حضرت عمر کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ

"اگر قیامت کے میدان میں یہ پکارا جائے کہ صرف ایک شخص جنت میں جائے گا تو مجھے یہ امید ہو گی کہ وہ شخص میں ہوں اور اگر یہ پکارا جائے کہ صرف ایک شخص دوزخ میں جائے گا تو مجھے یہ خوف ہو گا کہ وہ شخص میں ہی ہوں" (1060)

مولانا تھانویؒ اکثر فرمایا کرتے تھے" طبیعت کو عقل کے تابع رہنا چاہیے اور عقل کو شریعت کے" ان کی اپنی ساری گفتگو شریعت اور عقل کے تابع ہوتی تھی۔آپ کی کتابیں، مواعظ اور مفوظات اس بات کے شاہد ناطق ہیں۔آپ کو کج فہمی، بد فہمی، جہالت اور دور از عقل باتوں سے طبعی طور پر نفرت تھی۔یہی وجہ تھی کہ بڑے بڑے عالمان دین آپؒ سے گفتگو کرنے سے گھبراتے اور آنکھ چراتے تھے۔ (1061)

## شغل کی حقیقت

اشغال کا مقصود اصلی یہ ہے کہ قلب کا انتشار جو بوجہ تشویش افکار کے ہے۔دفع ہو کر جمعیت خاطر اور خیال کی یکسوئی حاصل ہو تا کہ اس کے خوگر ہونے سے توجہ قام الی اللہ جو کہ مبتدی کو بوجہ غیب ہونے مدرک کے اور مزاحم ہونے افکار مختلف اور حسیات حاضرہ کے متعذر ہے۔سہل ہو جاوے۔اشغال مختلفہ اسی کے حیل و طرق ہیں۔نماز میں سترہ کا حکم،اس عمل کا ماخذ ہو سکتا ہے۔کیونکہ تبصر تیح علماء اسرار مقصود سترہ اس کی تدبیر ہے۔غرض جتنے اشغال ہیں وہ جمع خاطر ہی کے لیے ہیں۔

---

1058۔ ابرار علی، سید، ڈاکٹر، مولانا اشرف علی تھانویؒ کا طریقہ اصلاح، ص 83

1059۔ محمد شفیع، مفتی، مجالس حکیم الامت، کراچی، دار الاشاعت، 1396ھ، ص 324

1060۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، تسہیل المواعظ، بعنوان "نفس کی اصلاح" جلد سوم، سہارنپور، کتب خانہ امدادیہ الغربا، 1335ھ، ص 31۔

1061۔ تھانویؒ، اشرف علی، مولانا، الافاضات الیومیہ، ملتان، ادارہ تالیفات اشرفیہ، 1995ء، ج 6، ص 177۔



toobaafoundation.com

مقصود بالذات نہیں اور اس میں مشائخ نے یہاں تک وسعت کی ہے کہ جوگیوں تک سے بعض اشغال لیے ہیں مثلاً حبسِ دم جوگیوں کا شغل ہے مگر چونکہ یہ ان کا مذہبی شعار نہیں اور خطرات دفع کرنے کے لیے نافع ہے۔ اس لیے اس کو بھی ہاں لے لیا اور اس میں کچھ حرج نہیں نہ اس میں تشبہ ممنوع ہے۔ (1062)

صوفیاء نے جو اذکار و اشغال مقرر کئے ہیں۔ ان میں بعض کی اصل تو ہوتی ہے اور بعض کی نہیں۔ اس حوالے سے مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ فرماتے ہیں کہ:

"اذکار و اشغال بھی اس لیے موقوف علیہ ہوئے مگر نہ ایسے کہ ان کے بغیر وہ بات یعنی محبت پیدا ہو سکے اس کے بغیر بھی پیدا ہوتی ہے۔ مگر شاذ و نادر اور تجربہ سے ثابت ہے کہ اکثر ان کے ذریعہ ہی پیدا ہوتی ہے تو اب مطلوب شرعی کا موقوف علیہ بھی مطلوب ہو گیا۔ جس طرح طہارت مطلوب ہو تو جہاں دریا نہ بہہ رہا ہو اور کنواں ہو۔ وہاں ڈول رسی بھی اتنی ہی مطلوب ہو گی۔ جتنی طہارت مطلوب تھی۔ اگرچہ طہارت ڈول رسی کے سوال بھی دریا کے کنارے رہنے والوں کو حاصل ہے اور کنواں والوں کو ڈول رسی نہ مل سکے وہ ایسی حالت میں تیمم سے بھی طہارت حاصل کر سکتا ہے مگر جہاں آب آمد تیمم برخاست" (1063)

حضرت ثانیؒ نے اذکار و اشغال کے مقرر کرنے کے اصول جامع اور مجتہدانہ انداز میں بیان فرمائے جس سے معلوم ہوا کہ ماہرین نے اذکار و اشغال تجویز کرنے میں کسی اصول کو ملحوظ رکھا ہے نیز جملہ طرق کے اذکار و اشغال کے باہمی فرق کی وجہ اور جملہ طرق میں تطبیق خود سمجھ میں آئی کہ حاصل سب کا خیال کو جمع کرنا ہے اس حوالے سے آپؒ نے فرمایا کہ:-

> "خیالات اگر جمع کرنے کا ڈھنگ آ جائے تو خیال کی قوت دنیا کی سب قوتوں سے بڑی قوت ہے جو انسان کو راہ طے کرنے میں مدد دیتی ہے اگر یوں کہا جائے تو ایک حد تک بجا ہے کہ خیالات کو مجتمع کرنے میں ہی وقت لگتا ہے جب اس پر قابو ہو جائے تو سالک کے قبضہ میں ایک ایسا براق برق رفتار آ جاتا ہے جو اس راہ کی منزلوں کو چشم زدن میں طے کر کے انسان کو دروازہ خداوندی تک پہنچا دیتا ہے۔ ہر انسان اپنی قوت اجتماع خیالات کی صلاحیت پر گامزن ہوتا ہے۔ جس طرح یہ براق دروازہ خداوندی پر پہنچا دیتا ہے اس طرح اگر ادھر کا رخ نہ ہو تو جدھر سالک توجہ کرے۔ ادھر کی بے انتہا حد و د تک پہنچ جاتا ہے" (1064)

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اشغال و مراقبات، احوال و کیفیات، کشف و کرامات، بیعت و نسبت وغیرہ کی جو حیثیت و حقیقت تصوف کے اس متن متین دستور العمل کو، "قصد السبیل" میں واضح فرمایا، اس کا اندازہ صرف اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس راہ کے قصد کرنے والوں کو چار طبقات عامی مشغول، عامی فارغ، عالم مشغول، عالم فارغ میں تقسیم فرما کر عامی مشغول و فارغ دونوں کے لیے اشغال کی سرے سے ممانعت فرمائی ہے کہ:

---

1062۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت و طریقت، ص 273

1063۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص 318

1064۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 208



toobaafoundation.com

"اس میں طرح طرح کے خطرات ہیں جن کا تحمل عامی سے نہیں ہو سکتا۔"عالم مشغول" تک کے دستور العمل میں یہ قید ہے کہ شیخ سے دور رہ کر شغل نہ کریں، البتہ چندے شیخ کے حضور میں اگر یہ کام کیا ہو اور وہ اب بھی اس کو تجویز کرے، تو مضائقہ نہیں" (1065)

ورنہ تصور کے اس تجدیدی دستور العمل کی رو سے متعارف صوفی بننے کی اجازت صرف "عالم فارغ" یعنی ایسے علماء ہی کو ہے، جو ایک طرف دین و شریعت کا پورا علم رکھتے ہیں اور دوسرے طرف فکر معاش سے فارغ ہیں تاکہ نہ جاہل صوفیوں کے خلاف شرع رسوم و بدعات کا شکار ہو سکیں اور نہ اشغال و مراقبات یا ان کے ثمرات و کیفیات وغیرہ کے عدم تحمل کی وجہ سے حدود سے تجاوز کر سکیں چنانچہ عالم فارغ کے دستور العمل میں ان چیزوں کی حسب ضرورت اجازت کے باوجود ان کے حدود و حیثیت پر پوری طرح متنبہ فرمایا گیا۔ (1066)

## اتباع شریعت

تصوف کے نام سے اور جو طرح طرح غلطیاں اور گمراہیاں مسلمانوں اور خصوصاً نام نہاد صوفیوں اور درویشوں میں گھس گئی ہیں ایک ام اغلاط ہے کہ طریقت کو شریعت سے کوئی جداگانہ بلکہ معاذاللہ مافوق حقیقت قراد دے کر "فقیر میں اتباع شریعت کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔ حضرت تھانویؒ اس گمراہی کی تردید میں حضرت شیخ اکبر (ابن عربی، 1165-1240) کو قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "جو حقیقت شریعت کے خلاف وہ زندیقہ اور مردود ہے اللہ کی طرف ہمارے لیے اس کی شریعت کے سوا کوئی راستہ نہیں پس جو شخص شریعت کے خلاف کسی راہ کا قائل ہو وہ جھوٹا ہے۔ (1067)

شریعت کے حوالہ سے ایک شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا:

"علم حقیقت اگر شریعت کے خلاف نہیں تو بزرگوں نے اسرار کو کیوں پوشیدہ رکھا تو اس کو اچھی طرح سمجھ لو کہ ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ علم شریعت ہی کو علم حقیقت کہتے ہیں بلکہ دعویٰ یہ ہے کہ علم حقیقت علم شریعت کے خلاف نہیں کہ شریعت نے ایک چیز کو حرام یا کفر کہا ہو اور حقیقت کی رو سے وہ حلال ہو یا ایمان ہو مثلاً دیوانی کا قانون اور ہے فوجداری کا اور، مگر یہ نہیں کہ جو چیز ایک ناجائز ہو وہ دوسری میں جائز ہو جائے البتہ ہر ایک کے مضامین جداگانہ ہیں سو یوں تو شریعت میں بھی مختلف مضامین ہیں اور خود حقیقت میں بھی"۔ (1068)

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کی مجلس (بروز جمعرات 4 شوال المکرم 66ھ 21 اگست 1947ء رائے پور گلزار رحیمی) میں مولانا حبیب لرحمٰن نے عرض کیا کہ نفس ایمان تو بدعتیوں میں بھی ہے کچھ احکام سے لاپرواہی کا ماحول، کچھ دینیات کے بعض مسائل سے عدم واقفیت، کچھ اختلاف مسلک سے جو مسائل میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ اس سبب کی بنا پر پورا اتباع احکام کو ان لوگوں میں نہیں ہوتا۔ مگر اپنے ماحول اور مسلک پر عدم واقفیت کی بنا پر اتباع ہو تو ایسی محبت نافع ہے یا نہیں اس پر مولانا عبدالقادر رائے پوری نے فرمایا: ضرور نافع ہے۔ مگر جتنی کمی اتباع میں اتنی کمی نفع میں رہے گی۔

---

1065۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف و سلوک، ص 65

1066۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف و سلوک، ص 65

1067۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 105۔

1068۔ ایضا، ص 184۔



toobaafoundation.com

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْ نِي(آل عمران 31:3)

آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ محبت تو بلا اتباع ہو سکتی ہے جس کے رشتہ سے اتباع کی دعوت ہے البتہ رضا الٰہی مرتب ہوتی ہے۔ اس محبت پر جو اتباع کے ساتھ ہو اور اتباع کی ایک صورت ایمان رسالت پر بھی ہوئی اور پھر احکام پر حسب علم اعتصام اور اخذ احکام سے فکر مند ہونا بھی اتباع کا درجہ ہے۔ البتہ ایسی محبت جو عدم ایمان اور انکار اتباع کے ساتھ ہو غیر نافع ہونے کا قوی امکان ہے کہ اس کے باعث ایمان رسالت اور ترتیب اتباع کی طرف رغبت ہو جائے اور عناد تو محبت کے ساتھ جمع ہو ہی نہیں سکتا۔([1069])

## اصلاح نفس کا نفسیاتی طریقہ تربیت

مولانا تھانویؒ اصلاح کو اصلاح کا مقصد اور اس کی غرض و غایت اس طرح ذہن نشین کراتے کہ خود طالب اصلاح سے براہ راست سوال و جواب کے ذریعے یا خط و کتابت کے ذریعے صحیح مقصد اور غرض و غایت متعین کراتے۔ پھر اس کے بعد کبھی تو ایسا ہوتا کہ مریضوں کو اس کا اصل مرض بھی بتا دیتے اور کبھی مرض ظاہر کیے بغیر اس کا علاج کرتے۔ ان تمام صورتوں میں اس بات کا بھی خاص اہتمام کرتے کہ مریض کا حال سوائے طبیب اور مریض کے کسی کو معلوم نہ ہو اور یہ راز میں رہے۔ لیکن اس علاج کے دوران مریض کو تسلی بھی دیتے کہ مرض ناقابل علاج نہیں۔ ہمیشہ پر امید رکھتے اور مایوس نہ ہونے دیتے مولانا تھانویؒ نے اس طریقہ کار کو نفسیات میں تحلیل نفسی یا اس کے مشابہ قرار دیا جا سکتا ہے۔([1070])

مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کا اصلاح نفس کے حوالے سے نفسیاتی طریقہ تربیت کچھ یوں ہے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے مطالعہ کے بھی بہت نفیس اور مضبوط اصول و کلیات ہیں زیر تربیت آدمی سے بے حد بے تکلفی پیدا کرتے اور اتنے نیچے اترتے کہ وہ اس طرح ہو جاتا کہ گویا لنگوٹیا یار ہے۔ پھر اس کی اصلاح میں اس کی ڈھیل دیتے اور جیسے پتنگ کو ڈوری دی جاتی ہے اسے ڈور دیتے جاتے اور جہاں موڑ کی گنجائش سمجھتے جھکا دیتے۔ اگر نہ مڑے تو توڑتے نہیں بلکہ مزید ڈور دینا شروع کرتے اور یہ سب بالکل غیر محسوس طور پر ہوتا یہ ڈور دینا سے تعبیر کیا گیا عمل سالوں سے بھی رہ سکتا اور کم و پیش بھی کہ ہر شخص کے امراض کی نوعیت مختلف ہے بعض کو بے تکلف ایک لمحہ میں اگر نہ مڑیں توڑ دیں اور بعض کو تمام عمر نباہ کی ہے اس میں کلیات اور مستثنیات بہت اہم ہیں اور عام عادت نباہ کی ہے اور بعض کو قاعدوں سے معلوم فرماتے ہیں کہ اس شخص کا موڑ کہاں ہے اس کی استعداد کیا ہے۔ اس میں جانی و ذہنی صبر آزمائی کے علاوہ اتنی مالی قربانی بھی فرماتے ہیں جہاں اس کی ضرورت ہوتی۔([1071])

والد اپنی اولاد کو یعنی بیٹا اپنے والدین، بیوی اپنے خاوند اور بہن اپنے بھائی بلکہ حبیب اپنے محبوب کے ساتھ بھی شاید ہی اتنا صبر، برداشت اور ایثار و دردسری کر سکے اور یہ دوستی تمام تر خلوص و محبت اور احساس فرض اور حقیقی دلسوزی کی ہوتی ہے۔([1072])

---

1069۔ ندوی، عبدالباری، جامع المجددین، ص452۔

1070۔ ندوی، عبدالباری، جامع المجددین، ص452۔

1071۔ ایضاً، ص453۔

1072۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس، حضرت رائے پوریؒ، ص511تا512۔



toobaafoundation.com

## تصوف میں صحبت اور تربیت کی اہمیت

اس حوالے سے مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ اس قسم کے مسائل جن کا تعلق اصلاح نفس سے ہے کسی تصوف کی کتاب میں دیکھ کر اس پر عمل کرنا اس شرط سے درست ہے کہ فہم میں حدود شروط میں غلطی نہ ہو لیکن ان غلطیوں کا احتمال عادۃً غالب ہے اس لیے بدون مشورہ کسی شیخ مبصر کے خود عمل مناسب نہیں البتہ مناسب ہے کہ اس علاج کو نقل کر کے مشورہ کرے۔(1073)

اہل اللہ کی صحبت سے محض فہم و دین کی بصیرت ہی نہیں پیدا ہوتی بلکہ صحبت کی بالکل قدرتی اور نفسیاتی خاصیت یہ بھی ہے کہ مصاحب کے اندر جو چیز ہے وہ شدہ شدہ آپ کے اندر بھی آئے گی۔ صحبت کے بغیر دین قلب و روح میں رچنا سرایت بہ مشکل ہی کرتا ہے۔ ایسے عمل کی نوعیت بس زیادہ سے زیادہ ایسے مزدور یا تنخواہ دار نوکر کے کام کی ہوتی ہے جس کو آجر یا آقا سے کوئی قلبی تعلق نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ عمل تو دوسری چیز ہے لیکن اصل دین وہ ہے جو قلب میں رچ جائے سو یہ صحبت پر موقوف ہے۔(1074)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ صحبت کی برکت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ :

> ''بھلا نری کتابوں سے بھی کوئی کامل و مکمل ہوا ہے موٹی بات ہے کہ بڑھی کے پاس بیٹھے بغیر کوئی بڑھی نہیں بن سکتا حتیٰ کہ بسولہ بھی بطور خود ہاتھ میں لے کر اٹھائے گا تو وہ قاعدے سے نہ اٹھایا جائے گا، بلکہ درزی کے پاس بیٹھے سوئی پکڑنے کا انداز بھی نہیں آتا، بلکہ خوش نویس کے پاس بیٹھے اور بلا قلم کی گرفت اور کش دیکھے ہر گز کوئی خوش نویس نہیں ہو سکتا۔ غرض بدوں کامل کی صحبت کے کوئی نہیں بن سکتا۔(1075)

مولانا حبیب الرحمن رائے پوریؒ نے عرض کیا کہ صحبت کے کیا آداب ہیں تو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نے فرمایا:

> ''صحبت کے آداب جس کی صحبت اختیار کی جائے اس کی محبت خود سکھا دیتی ہے''۔(1076)

مزید فرمایا:

> ''او ہو محنت کچھ نہیں اصل تو تعلق محبت، خدمت اور صحبت ہے اور عشق کی بات ہے۔ شیخ سے عشق ہو تو عشق بڑی آسانی سے سب کچھ کرا دیتا ہے۔ وہی استارہ ہو جاتا ہے۔ زیادہ محنت اور پڑھنے پڑھانے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ الٹا دماغ خراب ہو جاتا ہے یہ پیر کی محبت، اس کی خدمت اوا س کی صحبت کی برکت ہے۔ حضرت مدنیؒ نے پڑھانا بھی اسی لیے اختیار کیا کہ لوگ آئیں مگر اچھی استعداد کے لوگ نہیں آتے، جب لوگ نہ آئیں تو آدمی کہاں سے بنیں''۔(1077)

تربیت اور صحبت کے حوالے سے مزید فرمایا کہ :

تربیت مشکل ہے اگر بچپن سے اچھی تربیت میسر آجائے تو کام کچھ بھی دشوار نہیں گویا اس طرح ہے جس طرح طبعاً بچپن سے لڑکپن اور دوسرے مراحل زندگی بے تکلف آجاتے ہیں مگر طبیعت کا فقدان حسب حیثیت مشکلات کا باعث ہو جاتا ہے اور یہ فضل ایزدی ہے کہ

---

1073۔ ابرار علی، سید، ڈاکٹر، مولانا اشرف علی تھانویؒ کا طریقہ اصلاح، ص299۔

1074۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص470۔

1075۔ ایضاً، ص471۔

1076۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، ملفوظات کمالات اشرفیہ، ملتان، ادارہ تالیفات اشرفیہ، 1422ھ، ص149۔

1077۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف و سلوک، ص113۔



toobaafoundation.com

ایک نیک کام دس گنا اور اس سے بھی زیادہ ثواب جو ملتا ہے یا نیکیاں لکھی جاتی ہیں تو گویا وہ برائی جتنی راسخ ہوتی ہے۔اس کے لیے جتنی عام قاعدہ میں مشقت مطلوب تھی اس سے دس گنا کم مشقت محض فضل سے کفایت کرے گی اور فرمایا کہ :

"دراصل نیک صحبت اختیار کرنا ضروری ہے اور بیعت اس کا ایک طریقہ ہے جب تک کثرت سے صحبت نہ اٹھائی جائے نفع کچھ نہیں ہوتا، رسمی بات، جو دیکھتے ہو پیدا ہو جاتی ہے کہ پیر صاحب نے سوچا کہ ہمارا ایک روپیہ نذرانہ ہرا ہو گیا اور مریدوں نے سمجھا کہ ہمارے پیر ہیں اور نفع جو چاہیے اس طرح صحبت اٹھائے بغیر نہیں ہوتا اور کسی بدعقیدہ سے تعلق ہو جائے تو اسی کا اثر ہو جاتا ہے۔(1078)

حضرت ثانیؒ نے فرمایا: صحبت نیک ہی تصوف کا مقصود ہے اس حوالے سے فرمایا:

"بعض لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ صحابہ سے تو یہ ذکر اذکار مجاہدات اور اوراد وغیرہ ثابت نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ان کو دفعتاً یہ چیز حاصل ہو جایا کرتی تھی۔ جو دوسروں کو ذکر اذکار اور اوراد وغیرہ کی پابندی کے بعد الاماشاءاللہ ہی حاصل ہوتی ہے ان کا سلوک دفعی تھا۔ حضور ﷺ کے سامنے آتے ہی اور اسلام لاتے ہی سب منازل طے کر لیتے تھے۔ چونکہ تصوف کا مقصود صحبت نیک میں رہنا ہے۔ ان کو مدتوں حضور ﷺ کی صحبت میں رکھا گیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کو بھی تیس سال صحبت مبارکہ میں رہنا نصیب ہوا۔(1079)

مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ نے تربیت میں ثابت قدمی کی اہمیت کے حوالے سے فرمایا:

"جس نے کام کرنا ہو پہلے تو جو سوچنا ہو سوچ لے اور پھر جب طے کر لیا تو مرمٹنے کا عزم کر کے اس پر جم جائے۔ یہ طریق ہر کام کا ہے اور اس کے سوا کسی کام میں ہرگز کبھی کامیابی نہیں ہوا کرتی۔۔۔۔۔ جب آدمی کام پکڑنے تو نہ کسی سے سوال زبان سے کرے اور نہ دل سے۔ اپنے مالک الملک کی طرف توجہ رہے اور کام پر ثابت قدم رہے"۔(1080)

مولانا رائے پوریؒ نے ذکر کا تربیت میں کردار کے حوالے سے فرمایا کہ :

ذکر میں کسی کو نفل نمازوں سے انس ہو جاتا ہے کسی کو تلاوت قرآن پاک سے، کسی کو تعلیم و تعلم سے اور کس کو اور دینی کام سے، کس کو مفاد عامہ، کسی کو اور امور سے اور انتظام سیاسی سے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم میں سے اکثر کو اسی سے ہے۔ جس کے ماتحت انہوں نے دنیا میں عدل و انصاف قائم کیا۔ رفاہ عامہ کے کاموں، جہاد اور اشاعت و ترویج دین کی، گو ہر ایک کا مخصوص رنگ تھوڑا تھوڑا الگ الگ بھی ہوتا تھا پس جب ذکر پورا ہو جائے تو پھر اعمال کی کثرت اور نفلی عبادتوں سے کہ ان تمام امور بالا میں فرائض و واجبات اور نفلی درجے کے امور ہوتے ہیں۔ واسطہ رہ جاتا ہے۔(1081)

## امور غیر اختیاری کا مذموم نہ ہونا

تین چیزیں ایک بدگمانی، دوسری حسد، تیسری بدشگونی۔ یہ امور غیر اختیاری ہیں اس لیے ان پر ملامت اور مواخذہ نہیں، آگے ان پر جو بعض اوقات امور اختیاریہ مرتب ہو جاتے ہیں ان پر مواخذہ ہے لہذا ضروری ہے کہ جب تم کو کسی کے ساتھ برا گمان پیدا ہو اس کے محقق مت سمجھو کیونکہ ایسے امور میں فراست یا کشف و الہام حجت نہیں اور جب تم میں حسد پیدا ہو تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو (کیونکہ

---

1078۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت و طریقت، ص69۔

1079۔ رائے پوری حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص379،

1080۔ ایضاً، ص558۔

1081۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص188۔



toobaafoundation.com

حسد کا حاصل اعتراض ہے اللہ تعالیٰ پر اور اس کے حکم ہونے پر کہ مستحق کو نعمت نہ دی غیر مستحق کو دے دی اس سے استغفار کرو) اللہ تعالیٰ کے حکیم ہونے کا تو حسد مضمحل ہو جائے گا اور اس کے مقتضاء پر عمل کرنے کی نوبت نہ آئے گی تو استغفار کی حکمت یہ ہے کو محض حسد کے غیر اختیاری درجہ سے گناہ نہ ہوا تھا لیکن فی نفسہ بھی ذکر و اطاعت ہے حسد کی وجہ سے کسی کے عیوب و نقائص تلاش کرنا اور اگر قدرت حاصل ہو تو ظلم و زیادتی کرنے لگے۔ حاصل مشترک دونوں کا یہ ہے کہ حسد کے مقتضائے اختیار پر عمل کرنے لگے۔ اس طرح تیسری چیز بد شگونی ہے جس اس کا خیال پیدا ہو تو اس کام کو کر گزرو (یعنی ترک مت کرو کیونکہ ترک کرنا اس کے مقتضاء پر عمل کرنا جو اختیار سے ہے اس پر گناہ اور ملامت ہے۔ الغرض کیفیات و انفعالات پر ملامت نہیں اعمال و اقوال پر مواخذہ ہے)۔(1082)

مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ نماز میں بعض اوقات بے اختیار زبان سے " اللہ " نکل جاتا ہے اس سے نماز فاسد تو نہیں ہوتی فرمایا یہ غیر اختیاری بات ہے اس سے نماز میں کوئی خلل تو نہیں آتا۔

اس حوالے سے شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا حضرت گنگوہیؒ کے پاس درویش مریدین رہتے تھے۔ وہ نماز میں کبھی روتے، کبھی ہنستے اور بعض ایسے مغلوب الحال بھی ہوتے جو کبھی تالیاں بجاتے اور کبھی شعر پڑھتے۔ ایک دفعہ دیوبند سے کچھ علماء اور طلباء آئے، انہوں نے حضرتؒ سے عرض کیا کہ ہم تو لوگوں کا نماز میں ہنسنے اور تالیاں بجانے سے منع کرتے ہیں اور یہ لوگ ایسا کرتے ہیں حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا: نماز تو انہی لوگوں کی ہے اور فرمایا کسی کو رعشہ ہو تو یہ بھی حرکت ہے لیکن اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ غیر اختیاری حرکت ہے۔(1083)

## تصوف کی جامعیت

اس حوالے سے مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں۔

> جس دین کی رو سے انسان کی تخلیق کا مقصد اور ترقی کا مدار ہی تمام تر اعمال ہوں بلکہ جس نے ایمان کی روشنی ور ہنمائی میں سارے اعمال صالحہ کو عین عبادت قراد دے دیا ہو۔ پھر ان اعمال صالحہ سے نماز، روزہ وغیرہ کے عرضی عبادات ہی مراد نہ ہوں بلکہ انفرادی و اجتماعی زندگی کے سارے معاملات اخلاق، معاشرت، حکومت و سیاست، جہاد و قتال، امن و صلح تہذیب و تمدن غرض پوری عمل زندگی کے جزئی سے جزئی اعمال اس کے دائرہ میں داخل ہوں اور معمولی سے معمولی نشت و برخاست، اکل و شرب تک کے آداب و احکام اس کی رہنمائی سے محروم نہ ہوں اور تصوف نام ہو اسی دین کے درجہ کمال کا تو ایسے تصوف کے معنی ایمان کے ساتھ کمال عمل کے سوا ہو ہی کیا سکتے ہیں۔ کتنی عجیب بات ہے کہ اس کمال تصوف کو اس کے غیر محقق معتقد مین منکرین دونوں نے مسائل زندگی سے فرار و بیزاری، رہبانیت و خانقہ نشینی باور کرار کھا ہے۔(1084)

---

1082۔ للہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات، طیبہ، ص 90۔

1083۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص 467 تا 468۔

1084۔ ایضاً، ص 410۔



toobaafoundation.com

حضرت تھانویؒ نے تصوف کی جامعیت کے حوالے سے مزید فرمایا کہ :

شریعت اسلام جس طرح صرف صوم و صلوۃ کے احکام و اعمال کا نام نہیں، اسی طرح اس کا تصوف نرے گیان دھیان یا اذکار و اشغال، ریاضات و مراقبات کا نام نہیں۔ وہ نام ہے انفرادی و اجتماعی زندگی کے سارے شعبوں سے متعلق اعمال و احکام کا۔(1085)

تصوف کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا کہ تصوف کو رسوم و قیود کے دائرہ سے نکال کر جوہر قلب میں تصحیح خیال کے جماؤ کے ساتھ ساتھ، دینی فہم و بصیرت اور اس کے عملی تقاضوں کے ساتھ وابستہ کر دیا تھا۔ تصوف کی روح آپ کے نزدیک یہی رہی تھی کہ قبل ماسوی اللہ کے خیال سے الگ ہو جائے اور باطن میں ذات خداوندی کا حضور قائم ہو جائے اس کے نتیجہ میں اخلاق رذیلہ ختم اور اخلاق عالیہ کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔(1086)

مزید فرمایا:

- ❖ تصوف کے لیے شاہی دماغ چاہیے اور پوری احتیاط کی ضرورت ہے(1087)
- ❖ تصوف فقاہت کا نام ہے یعنی دینی سمجھ(1088)
- ❖ تصوف دنیا کے عام قاعدوں سے کچھ انوکھی بات نہیں، انسان کے اندر نفس کی موٹی قسمیں تین ہیں "نفس امارہ یعنی سرکش اس صورت میں انسان اپنی لذتوں میں عقل کے تمام قاعدوں کو توڑ کر چین حاصل کرنا چاہتا ہے مگر خدا تعالیٰ کا نظام عالم توڑنے کی کوشش اور ایسے طور پر لذات نفسانی پر ٹوٹ پڑنا اور نادم نہ ہونا انتہائی عذاب کی چیز ہے۔ دوسری قسم نفس کی "نفس لوامہ یعنی برائی کرنا کبھی بھلائی کرنا، برائی پر نادم ہونا یعنی اپنے کرتوت پر اپنے آپ" کو ملامت کر۔ اس میں بہت سی صورتیں ہیں اور یہ صورت بین بین ہے۔ تیسری قسم "نفس مطمئنہ" کی۔ یہ خدا کے خاص بندوں اور جنتیوں کا نفس ہے پس اپنے نفس امارہ کو مطمئنہ بنانے یا لوامہ کو اطمینان تک پہنچانے کا راستہ "سلوک" ہے۔(1089)
- ❖ تصوف کا بھی خلاصہ نکل آیا ہے۔۔۔۔ یہ آسمانی ہمارے اکابر کی تجویز کردہ ہے جو اپنے زمانہ کے تصوف کے مجتہد اور حاکم ہوئے ہیں نہ کہ مقلد اور محکوم۔(1090)
- ❖ تصوف تصحیح نیت کا نام ہے۔

---

1085۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف، ص288۔

1086۔ للّٰہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص54۔

1087۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف و سلوک، ص195۔

1088۔ ایضاً، ص202۔

1089۔ آزاد، عبدالخالق، مفتی، سوانح شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ، سہارن پور، کتب خانہ یحیوی، 1986ء، ص53۔

1090۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص297۔



toobaafoundation.com

❖ حضرتؒ کے ہاں تصوف کا مقصود صرف یہ تھا کہ استدلائی یقین، وجدانی، ذوقی و کشفی یقین میں تبدیل ہو جائے، اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہو، تعلق مع اللہ کو دوام واستقلال حاصل ہو۔([1091])

❖ اپنے آپ کو ہیچ محض سمجھنا منتہائے تصوف ہے([1092])

❖ لوگوں نے تصوف کا کچھ مر نکال دیا ہے بلادت (بے وقوفی) کا نام تصوف رکھ لیا گیا ہے۔اور ہر پلید و کند ذہن کو صوفی کہا جاتا ہے۔ تصوف تو نہایت باریک چیز ہے۔([1093])

❖ تصوف دین کے کام چھڑانے کے لیے نہیں بلکہ اس سے تو دین کے کاموں میں قوت آتی ہے اور جان پڑتی ہے لیکن کیا عرض کیا جائے اللہ کی مشیت ہے، جن کو اللہ نے دین کے کاموں کے قابل بنایا۔ وہ اب ادھر توجہ ہی نہیں کرتے، حالانکہ اگر تھوڑی سی توجہ وہ ادھر دے دیں تو دیکھیں ان کے کاموں میں کیسی قوت آتی ہے۔([1094])

## خاص ذکر و شغل کرنے والوں کو نصیحت

حضرت تھانویؒ اس حوالے سے فرماتے ہیں کہ ہر بات میں رسول اللہ ﷺ کے طریقہ پر چلنے کا اہتمام کرو۔ اس سے دل میں بڑا نور پیدا ہوتا ہے۔ کسی مسلمان کو اگرچہ وہ چھوٹے درجے کا ہو حقیر مت سمجھو، مال وعزت کی طمع و حرص مت کرو۔ تعویز گنڈوں کا شغل مت رکھو، اس سے عام لوگ گھیرتے ہیں، جہاں تک ہو سکے ذکر کرنے والوں کے ساتھ رہو، بے فائدہ لوگوں سے مت ملو۔ جب ملنا ہو خوش خلقی سے ملو اور جب کام ہو جائے تو ان سے الگ ہو جاؤ خاص کر جان پہچان والوں سے بہت بچو، یا تو اللہ والوں کی صحبت ڈھونڈو یا ایسے معمولی لوگوں سے ملو جن سے جان پہچان نہ ہو ایسے لوگوں سے نقصان کم ہوتا ہے۔ عجیب کیفیت پیدا ہو تو پیر سے ذکر۔ اگر درویشی کتا بیں دیکھنے کا شوق ہے تو پہلے "تعلیم الدین" کا حصہ پنجم اور کلید مثنوی دیکھو۔([1095])

حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوریؒ نے اس حوالے سے فرمایا کہ ذاکر شاغل کو کسی آدمی سے یہ نہیں کہنا چاہیے کہ میرا گزارہ نہیں چلتا، نہ شکایت کرے، نہ مطالبہ کسی چیز کا کرے، یہ توکل کے خلاف ہے بلکہ اگر ایسی ٹھہرنے کی جگہ میسر جہاں وہ ٹھہر سکے تو اسے غنیمت جانے، بھوک پیاس کاٹ لے، اور جو کچھ مانگنا ہو اپنے مولا سے دعائیں التجائیں گڑ گڑا کر کرتا ہے اور اپنے اہل و عیال کو بھی اسی مسلک پر ڈالنے کی کوشش کرے۔ خدا کو منظور ہو تو ضرور فضل بھی ہوا کرتا ہے۔ اور یہ بھی کیا کم فضل ہے کہ اس نے اپنی طرف متوجہ رہنے کی توفیق دی۔۔۔ دینی کام کو اپنا کام سمجھے۔ اس میں تنخواہ وغیرہ کی سودا بازی کے طرز سے معاملہ نہ کرے([1096])

---

1091۔ رائے پوری حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات، حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری، ص 131۔

1092۔ ایضاً، ص 245، 246۔

1093۔ ایضاً، ص 166۔

1094۔ للہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، حیات طیبہ، ص 541۔

1095۔ ایضاً، ص 537۔

1096۔ایضاً، ص 407۔



toobaafoundation.com

## تصوف کا اعلیٰ مرتبہ اور اسکی حقیقت

اس حوالے سے مولانا تھانویؒ نے باطن کو دوام ذکر میں مشغول رکھنا تصوف کے اعلیٰ مرتبہ کا لازم جزء ٹھہرایا ہے۔اس سے مراد بھی دل ہی کی یادداشت اور توجہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ یاد دل میں اس طرح بس جائے کہ زندگی کی ہر حرکت و سکون میں اس کی رضا و ناراضی، اس کی محبت و عظمت، اس کی سزا و جزا، عذاب و ثواب پیش نظر ہو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ بجز بشری سہو و خطا یا غفلت کے دیدہ و دانستہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی یا چھوٹے بڑے معاصی کے قریب جانا اس کے لیے عملاً ناممکن ہو گا[1097] فرمایا کہ:

"لوگ سوالاکھ مرتبہ اللہ اللہ کہنے کو ذکر اللہ سمجھتے ہیں، مگر یہ بھی حقیقت ذکر نہیں۔ صورت ذکر ہے اور ذکر کے آثار سے ہے ورنہ اگر اس کو حقیقت ذکر حاصل ہوتی، تو یہ شخص دوسرے اعمال کا تارک نہ ہو سکتا، حالانکہ بعض سوالاکھ دفعہ اللہ اللہ کرنے والے بھی دوسرے اعمال سے معرا ہیں"۔[1098]

مولانا تھانویؒ نے ذکر الٰہی کے حوالے سے ایک مغالطہ کا ازالہ کیا۔

ایک اور بہت بڑی غلطی کا ازالہ فرمایا گیا ہے کہ جنت و جہنم کی یاد کو حقیقی ذکر سمجھنا تو الگ رہا۔ حقیقی تصوف کے درجہ سے اس کو فروتر خیال کیا جاتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوجنت و جہنم پر نظر ہو حالانکہ یہ عین عبدیت ہے اور انبیاءؑ تک اس کی یاد اور رغبت و رہبت سے بے نیاز نہ تھے البتہ غلبہ حال سے معذوری ہے اس شبہ کے ازالہ کے حوالے سے فرمایا کہ

"اس پر شاید یہ سوال ہو کہ اسکا حاصل تو یہ ہوا کہ جنت و دوزخ کی یاد ذکر اللہ ہے۔ حالانکہ یہ تو ذکر جنت و نار کا ہوا، اللہ کی یاد نہ ہوئی جواب یہ ہے ک ثواب کی یاد اللہ ہی کی یاد ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ قانون کو یاد کرو اس کا مطلب یہی ہے کہ ہتھکڑی اور جیل کا یاد کرنا ہے[1099]

مولانا رائے پوریؒ نے اس حوالے سے فرمایا کہ:

محبت کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ اپنی محبت وہبی طور پر عنایت فرمائیں تو بہت غنیمت ہے، ورنہ اس کو پیدا کرنا چاہیے اور محبت پیدا کرتی ہے کثرت ذکر سے اور اہل اللہ کی صحبت سے۔ اس لیے ذکر اور محبت دونوں کی ضرورت ہے۔ جس کے بعد حیات طیبہ عنایت فرمائی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ولادیت اور دوستی نصیبت ہوتی ہے جس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (القرآن 62:10)

بس اتنا ہی کافی نہیں۔ سلطنت ملے یا نہ ملے۔ کیونکہ سلطنت کوئی ضروری چیز نہیں ہے۔ لاکھوں اولیاء اللہ اور انبیاء کرام ایسے ہوئے ہیں جن کا سلطنت سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ البتہ اولیاء کرام نے مخلوق خدا کی اپنے طور پر بہت اصلاح کی ہے[1100]

---

1097۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی، ص138۔

1098۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، قصد السبیل، کراچی، ادارہ المعارف، 1973ء، ص62-61۔

1099۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص147۔

1100۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف وسلوک، ص52۔



toobaafoundation.com

ذکر کے حوالے سے حضرت رائے پوری سے دریافت کیا گیا کہ جو لوگ بیعت نہیں مگر تبلیغی جماعت میں جاتے ہیں اور کچھ دیکھا دیکھی ذکر کرنے لگتے ہیں ان کا ذکر کرنا درست ہے یا نہیں آپؒ نے فرمایا کہ :

"ان کو چاہیے کہ اگر ذکر کرنا ہو تو اگر بیعت ہیں اپنے شیخ سے دریافت کریں اور اگر بے پوچھے کریں گے تو زیادہ کرنے اور ڈھنگ نہ جاننے کے باعث نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ مگر سادہ طور پر اللہ اللہ کرنا ہر طرح مفید ہی ہے اور اس کا اچھا اثر نمودار ہوتا ہے۔ جماعت والوں کو اور جو اس میں نئے آدمی بھی جائیں ان کو کبھی کبھی موقعہ نکال کر حضرت نظام الدین مولوی یوسف کے پاس ضرور جانا چاہیے ان سے بیعت ہوں یا نہ ہوں۔ ان اور جو وہاں ذاکر کا مجمع ہوتا ہے اس کی صحبت اور برکت بڑی نعمت اور غنیمت ہے۔ حضرت شیخ الحدیث کے ہاں جانا چاہیے وہاں جانا بھی مفید ہے"۔(1101)

## طریقت میں رذائل اخلاق کے علاج کی اہمیت

باطنی رذائل میں اکبر واشد بلکہ کم و بیش تمام رذائل کی جڑ یا ام لرذائل کبر ہے، جو ایک اعتبار سے کفر سے بھی اشد ہے اس لیے کہ کفر بھی دراصل کبر ہی سے پیدا ہوتا ہے(1102)

قرآن پاک کی کثیر آیات اس کی شاہد ہیں۔

قال الذین استکبروا انا بالذی امنتم بہ کافرون (القرآن، 07:77)

ترجمہ: "تو (سرداران) مغرور کہنے لگے کہ جس چیز پر تم ایمان لائے ہو ہم تو اس کو نہیں مانتے" اس کبر کو مٹانے یا اس پر قابو پانے کی فقط ایک ہی راہ ہے کہ بندہ کی نظر اپنے عجز و عبدیت اور خدا کی کبریائی و عظمت پر ہو۔۔۔ خدا کے سامنے اپنی خودی کو مٹانا اور فنا کرنا ہی سارے تصوف کی جان اور اکابر صوفیہ کی تعلیم کا نچوڑ ہے۔(1103)

اس حوالے سے مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نے فرمایا:

"حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو رضا و تسلیم کا طریقہ ارشاد فرمایا اور ان کو توکل سکھایا جو کہ نفس مطمئنہ کے صفات ہیں۔ کیونکہ ایمان کا مقتضیٰ یہ ہے کہ رذائل نفس کا ازالہ ہو جائے، مگر یہ فناء نفس کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ یعنی "ایمان حقیقی "رذائل نفس کو ازالہ کے بعد حاصل ہوتا ہے"۔(1104)

## صوفیانہ فکر کے غیر یکساں پہلو (حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ)

## طریقت میں ادب کی اہمیت

فرمایا کہ

"سب سے بڑا ادب محبت ہے اور وہی سب کا آداب سکھاتی ہے اور محبت نہ ہو تو ادب بے جان ہیں" (1105)

مولانا عبدالرشید نعمانی جے پوری مصنف "لغات القرآن" نے عرض کیا کہ حضرت اگر محبت کم ہو تو پھر کیا کام کچھ چل سکتا ہے

---

1101۔ ایضاً۔

1102۔ ایضاً، ص 54۔

1103۔ للٰہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص 95۔

1104۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 238۔

1105۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری، ص 594



toobaafoundation.com

فرمایا کہ

"ذکر الٰہی کی کثرت سے کچھ کام چل سکتا ہے"(1106)

مجلس کے آداب کے حوالے سے حضرت رائپوریؒ فرماتے ہیں کہ

"مجلس میں بیٹھ کر نہ تو سونا چاہیے اگر نیند آئے تو الگ جا کر سو رہنا چاہیے کہ اس سے مجلس میں اثر پھیلتا ہے اور نہ ہی ذکر وغیرہ میں مشغول ہونا چاہیے کہ اس کے لیے بھی الگ چلے جانا موزوں ہے اور خاموش بیٹھنا چاہیے۔ بلکہ جو پوچھنے کی بات ذہن میں ہو وہ بے تکلف پوچھنی چاہیے اور اگر کچھ پوچھنا ہو تو ادب سے بے تکلف خود پوچھنا چاہیے یا کسی اور طریقے سے عرض کروا دینی چاہیے"(1107)

## ظلم کا انسداد اور سنت الٰہی

اس حوالے سے مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے فرمایا کہ

"باقی شخص سلطنتیں اور عام ظلم و فساد کا انسداد کرنے کے لیے صحیح غلط لوگ بھی پیدا کر دیئے جاتے ہیں اور بعض اوقات دنیا میں کوئی زبردست سلسلہ قائم کرنا منظور ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے مناسب ماحول پیدا کرنے اور پہلے جمے ہوئے ظلم و فساد سے آلودہ سلسلہ کو اُکھاڑ پکھاڑ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ مناسب تحریکوں کے اسباب مہیا فرمادیا کرتے ہیں"(1108)

## صوفیاء کے ہاں اصلاح خلق کی اہمیت

حضرتؒ نے خواجگان چشت کے ملفوظات اور صوفیانہ اذکار و اشغال اور ان حضرات کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"یہ حضرات سیاست سے الگ اور اصلاح خلق کے کام میں پورے اخلاص و مستعدی سے منہمک تھے۔ فرمایا کہ ہماری بھی لائن یہی ہے مگر لوگ اس لائن میں آجکل دلچسپی نہیں لے رہے۔ دوسری ضروریات اور جمہوریت کے پیش نظر مشغولیات عامہ نے زندگی کا رخ اور طرف پھیر رکھا ہے"(1109)

## تصحیح نیت

دین اسلام نے زندگی کے ہر شعبے میں نیت کی درستگی پر زور دیا ہے اس لیے حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ

انما الاعمال بالنیات (1110) ''اعمال کا دارومدار نیت پر ہے''

چنانچہ مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے مطابق

---

1106۔ ایضاً

1107۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری، ص 493

1108۔ ایضاً، ص 381

1109۔ ایضاً، ص 547

1110۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج 1، ص 6، دار طوق النجاۃ، دمشق، 1422ھ



toobaafoundation.com

''تصوف کا ابتدائی سرا ''تصحیح نیت'' ہے اور اس کا انتہائی نتیجہ جو تصحیح نیت سے حاصل ہوتا ہے فقاہت یعنی دینی سمجھ اور شعور کا حاصل ہونا'' (1111)

تصحیح نیت کے حوالے مشائخ رائے پور نے اپنے ملفوظات میں مختلف امور بیان کیے ہیں تاکہ متوسلین اور متعلقین اپنی اصلاح کر سکیں اس حوالے سے مولانا شاہ عبد القادر رائے پوریؒ نے ارشاد فرمایا کہ:

''کسی اللہ کے بندے کی صحبت اٹھا کر پہلے اپنے آپ کو اسلام کا حامی بنالیں، اصلاح نیت کرلیں اور اخلاق کو سنوار لیں پھر خواہ دینی تعلیم و تعلم کا کام کریں یا معاشی سب ٹھیک ہوگا''۔(1112)

تصحیح نیت کے حوالے سے حضرتؒ مزید فرماتے ہیں:

''خصوصاً علماء حضرات کو جو پڑھانے کا کام کرتے ہیں کہنا چاہتا ہوں کہ خواہ دس منٹ، خواہ دس دن یا دس سال میں غرض جتنے عرصہ میں بھی یہ خیال پک سکے۔ پکانے کی کوشش کرنی چاہیے کہ جو کام میں کر رہا ہوں اللہ کے واسطے کر رہا ہوں اس نیت کو تازہ اور خالص کرنے کے کام کی کوشش کریں۔۔۔ اگر ایک شخص اس نیت سے ہل چلاتا ہے کہ اس پر اپنے بیوی بچوں کی پرورش واجب ہے تو اس کا ہل چلانا جب کہ غفلت کے ساتھ ہو۔ تو نوافل سے افضل ہے کہ وہ تو مستحب ہیں اور جو شخص غفلت سے فرائض نماز ادا کرتا ہے اسکے فرائض سے بھی، پہلے شخص کا مباح کام افضل ہوا۔(1113)

## بیعت توبہ

سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے وابستگان کے لیے ضروری ہے کہ وہ شیخ وقت کے ہاتھ پر اپنے انفرادی اور اجتماعی گناہوں سے توبہ کی نیت سے ''بیعت توبہ'' کریں مشائخ رائے پور اس کا طریقہ درج ذیل ارشاد فرماتے ہیں:

''بیعت کرتے وقت سب سے پہلے خاموش طریقے پر ایک دفعہ درود شریف پڑھے اور صدق دل کے ساتھ شیخ کے کہلوانے پر کلمہ طیبہ:

''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ''

اور مختصر درود ''صلی اللہ علیہ وآلہ وصاحبہ وبارک وسلم''

پڑھتے ہوئے درج ذیل کلمات کہے۔

میں توبہ کرتا ہوں: کفر سے، شرک سے، بدعت سے غیبت سے، جھوٹ بولنے سے، قتل کرنے سے، چوری سے، زنا سے کسی پر بہتان لگانے سے، نماز چھوڑنے سے، اور تمام گناہوں سے، چھوٹے ہوں یا بڑے اور جو گناہ میں نے اپنی تمام عمر میں کیے ہیں یا اللہ! تو میری توبہ قبول کرلے اور میرے گناہوں کو بخش دے اور مجھے توفیق دے اپنی رضامندی کی اور اپنے رسول پاکؐ کی تابع داری کی، شریعت پر عمل کرنے کی اور خلافِ شرع باتوں سے بچنے کی'' (1114)

---

1111۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، ارشادات، ص 131۔

1112۔ ایضاً، ص 206۔

1113۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرۃ رائپوریؒ، ص 93، مکتبہ سید احمد شہید، لاہور۔

1114۔ آزاد، عبد الخالق، مفتی، سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کا طریقہ تربیت اور معمولات، ص 10۔



toobaafoundation.com

"بیعت توبہ کا مسنون طریقہ" سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے کے طریقہ تربیت اور معمولات کا حصہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ اور صحابیات سے انہی کلمات کے ذریعے بیعت توبہ کرائی ہے جس کا تذکرہ حدیث میں ہے۔

"تعالوا بایعونی علیٰ ان لا تشرکوا باللہ شیأ ولا تسرقوا، ولا تزنوا، ولا تقتلوا اولادکم، ولا تاتون ببھتان تفترونہ بین ایدیکم وار جلکم، ولا تعصونی فی معروف" (1115)

"آؤ! تم مجھ سے بیعت کرو اس بات پر کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے اور چوری نہیں کرو گے اور زنا نہیں کرو گے اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے اور کسی پر بہتان نہیں لگاؤ گے اور نیک کاموں میں میری نافرمانی نہیں کرو گے"۔

توبہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضرتؒ فرماتے ہیں کہ:

"بار بار توبہ سچے جی سے کرو۔ اگر سچے جی سے توبہ کرو تو قبولیت کی توقع ضرور ہے خواہ بار بار وہ گناہ سرزد ہو جائے مگر اس وقت اس کا ارادہ یہ ہو کہ آئندہ نہیں کرونگا۔۔۔ اگر لوگ گناہ نہ کرتے تو خدا تعالیٰ اور مخلوق گناہ کرنے والی پیدا کرتا تاکہ وہ توبہ کرتے اور بخشے جاتے اور اگر انسان سے گناہ نہ ہو تو وہ ملک محبوس ہو جائے اور فرشتوں کی طرح ترقی نہ کرے اور گناہ ہو جانا بھی انسان کی ترقی کے لیے بعض اوقات ضروری ہوتا ہے کہ عاجزی کا احساس ہو جو عین مقصود ہے اور اس دربار میں تو عاجزی سب کچھ ہے اور تکبر ہی محرومی کا باعث ہے۔۔۔ خدا تعالیٰ گناہ کرنے والے بندوں سے جو توبہ کرتے ہیں خوش ہوتا ہے کہ انہوں نے مجھے رب سمجھا" (1116)

## تلاوت اور مفاہیم قرآنی کا شعور

مشائخ رائپور کے ہاں قرآن حکیم کی تلاوت اور فہم و شعور کی بڑی اہمیت رہی ہے۔ تمام مشائخ نے ساری زندگی اس پر عمل کیا ہے۔ خاص طور پر قرآن حکیم کی تلاوت، نوافل میں اس کی سماعت اور قرآن حکیم کے معانی اور مفاہیم کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن حکیم پڑھنے کا پورا اہتمام کیا جاتا ہے چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ کے مطابق

"حضرت عالی (شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ) کے ہاں قرآن حکیم کو معنی اور مفہوم کا لحاظ کر کے پوری تصحیح کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام کا جاتا تھا" (1117)

اسی لیے حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ نے اپنے دور میں حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی زیر نگرانی قرآن حکیم کے معنی اور مفاہیم کا شعور پیدا کرنے کے لیے دورۂ تفسیر قرآن حکیم کے اہتمام کا آغاز کیا تھا چنانچہ اس وقت سے لے کر آج تک سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے متوسلین کے لیے مشائخ رائے پور کی زیر سرپرستی ہر سال "ہفت روزہ" اور "پندرہ روزہ" دورۂ تفسیر قرآن حکیم کا اہتمام کیا جاتا ہے۔(1118)

---

1115۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج5، ص55۔

1116۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرۃ رائپوریؒ، ص122۔

1117۔ آزاد عبدالخالق، مفتی سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کا طریقہ تربیت اور معمولات، ص14

1118۔ ایضاً، ص14



toobaafoundation.com

بعد ازاں مولانا شاہ سعید احمد رائپوریؒ نے اسے وسعت دے کر ''ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ'' کے نام سے ایک ادارہ بھی قائم کیا جس کا مقصد نوجوانوں میں قرآنی فہم و شعور پیدا کرنا تھا اور اب یہ ادارہ ملکی سطح پر قرآنی مفاہیم کے شعور کے فروغ میں سنگ میل کی حیثیت اختیار کر گیا ہے اس حوالے سے آپ کی یہ کاوش شاہ صاحب کے ''رجوع الی القرآن'' ہی کی صدائے بازگشت ہے۔(1119)

## ذکر و اذکار

مشائخ رائپور ذکر و اذکار اور تسبیحات وغیرہ پر مداومت کو سالک کی تربیت کا اہم جزو قرار دیتے ہیں اس تناظر میں مشائخ رائپور نے سالک کے لیے درج ذیل معمولات و اذکار کو تربیت کا حصہ قرار دیتے ہیں۔

۱۔ بعد نماز یا دن میں کسی بھی وقت جب فرصت ملے ''تیسرے کلمے'' کی تسبیح کرنا تاکہ دل سے غیر اللہ کا رعب نکل جائے اور اللہ کے سامنے اپنی عاجزی و انکساری کا اظہار ہو۔

۲۔ شام کے وقت جب دن بھر کے کام سے فارغ ہوں تو پھر سوچیں کہ مجھ سے دن بھر میں چھوٹے بڑے گناہ کیا کیا ہوئے ہیں؟ ان سے توبہ کا ارادہ کر کے، توبہ کی نیت سے ''استغفار'' کی ایک تسبیح (سو مرتبہ) کریں۔

۳۔ عشاء کی نماز کے بعد نبی کریم ﷺ کی محبت، عظمت اور ادب دل میں رکھتے ہوئے ''درود شریف کی تسبیح کریں۔ اس سے حضور ﷺ سے محبت بڑھے گی، آپ ﷺ کا قرب حاصل ہو گا، آپ ﷺ کا فیض ملے گا۔

۴۔ فجر کی نماز سے قبل اور مغرب کی نماز کے بعد ذکر نفی اثبات (لاالٰہ الااللہ) اور اسم ذات (اللہ) کا ذکر کریں۔ اس دوران ذہن میں یہ نظریہ ہو کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی طاغوتی قوت کو نہیں مانتے۔(1120)

## صحبتِ شیخ

مشائخ رائے پور فرماتے ہیں کہ محبت کے ساتھ شیخ کی صحبت سے انسان اعلیٰ اخلاق کا خوگر بنتا ہے اس لیے ظاہری اور باطنی فیوضات کے حصول کے لیے اپنے سلسلہ عالیہ کے مشائخ کی محبت و عظمت دل میں رکھنا ضروری ہے خاص طور پر جس شیخ کے ہاتھ پر بیعت توبہ کی ہو، اس کی محبت کے ساتھ صحبت اختیار کرنا ضروری ہے۔(1121) چنانچہ حضرت رائے پوری ثانیؒ فرماتے ہیں:۔

> "انسان کو چاہیے کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے اپنے اندر اخلاق حمیدہ پیدا کرے اور ذمائم (برے اخلاق) سے دور رہے۔ اور یہ چیز ایسے شخص کی صحبت اٹھانے سے حاصل ہوتی ہے جس کے اخلاق اور نفس کی اصلاح ہو چکی ہو"۔(1122)

ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

> ''انسان کی اصلاح کے لیے صحبت نیک ضروری ہے صرف علم سے کچھ نہیں ہوتا'' (1123)

---

1119۔ محمد انس حسان، ولی اللّٰہی فکر کے فروغ میں مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کا حصہ (مقالہ ایم فل)، ص279۔

1120۔ محمد انس حسان، ولی اللّٰہی فکر کے فروغ میں مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کا حصہ (مقالہ ایم فل)، ص 279۔

1121۔ آزاد، عبدالخالق، مفتی، سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کا طریقہ تربیت اور معمولات، ص21۔

1122۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات، ص125، سید احمد شہید اکیڈمی، لاہور۔

1123۔ محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی (حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ)، ص134۔



toobaafoundation.com

چنانچہ اپنے دل میں شیخ سے سچی محبت اور عشق پیدا کرنے سے کامیابی اور استقامت حاصل ہوتی ہے اور وقتاً فوقتاً شیخ کی صحبت میں جانا اور ان سے استفادہ کرنا، ان کی عظمت اور محبت کا دل پر نقش کرنا بھی دینوی اور آخروی کامیابی کے لیے انتہائی مفید ہے اپنے شیخ کی محبت کے ساتھ ساتھ اپنے سلسلے کے مشائخ کی محبت و عظمت بھی دل میں ہونی چاہیے ان مشائخ کی تعلیمات، افکار و نظریات، سیرت و کردار کی اتباع کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ کیونکہ اس کے بغیر تربیت کا عمل مکمل نہیں ہوتا۔(1124) اس حوالے سے مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ فرماتے ہیں کہ:

"ان (نوجوانوں) کو باشعور، اعلیٰ صحبت اختیار کرنا ہوگی۔ اعلیٰ استاد کی صحبت ہی شاگرد کو لائق بناتی ہے جس کے نتیجے میں اپنی ذاتی رائے اور انفرادی سوچ کو اجتماعی اور مرکزی فیصلے پر قربان کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور اسے کامیاب بناتا ہے"۔ (1125)

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے کسی نے پوچھا کہ صحبت شیخ کا کیا فائدہ ہے؟ فرمایا:

"دیکھو اگر کسی نے منزل پر پہنچنا ہو اور وہ پیدل چل پڑے سر پر من بھر کا بوجھ بھی ہو اور راستے میں چور ڈاکوؤں کا خطرہ بھی ہو تو سمجھ لیجیے کہ کتنی مشکل سے پہنچے گا لیکن اگر کسی کو ہوائی جہاز میں بیٹھا دیا جائے تو ظاہر ہے وہ کتنے آرام سے پہنچے گا۔ پاؤں پھیلا کر سوتا جائے گا اور راستے کے خطرات سے بھی محفوظ رہے گا یہی حال صحبت شیخ کامل کا ہے کہ کاملین کی صحبت سے انسان بلا خوف و خطر منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے"۔(1126)

صحبت کے لیے مناسبت کی شرط کے حوالے سے حضرتؒ سے دریافت کیا گیا کہ صحبت کا اثر مسلمات سے شمار ہوتا ہے مگر حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی، حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اور فرعون کی بیوی کا قصہ ظاہر ہوتا ہے کہ اثر ہونا لازمی نہیں حضرتؒ نے اس پر فرمایا کہ:

"صحبت میں ایک مناسبت شرط ہے اور عناد موانع میں ہے یعنی اگر صحبت اٹھانے والے کو جس کی صحبت اٹھا رہا ہے اس سے مناسبت ہے اور ضد نہیں تو صحبت کا اثر ہوگا" (1127)

## تصوف اور یقین کامل

حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کے ہاں کیفیت قابل حصول صرف ایک تھی "یقین"، کامل یقین اور اس کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی کیفیات مثلاً خوف، خشیت، محبت الٰہی، تعلق مع اللہ کا دوام، کامل اخلاص، اتباع شریعت، اخلاق عالیہ مثلاً توکل، رضا و تسلیم، صبر و شکر وغیرہ۔ اس حوالے سے حضرت رائے پوری ثانیؒ فرماتے ہیں کہ

"اصل مقصود یقین کا پیدا ہو جانا ہے تصوف کا مقصود صرف یہی تھا کہ استدلالی یقین، وجدانی، ذوقی اور کشفی یقین میں تبدیل ہو جائے اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہو تعلق مع اللہ کو دوام و استقلال حاصل ہو" (1128)

---

1124۔ آزاد، عبدالخالق، مفتی، سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کا طریقہ تربیت اور معمولات، ص 23، 22۔

1125۔ مجلہ عزم (سیریز نمبر 30) ص 11، مئی 1980ء لاہور۔

1126۔ انصاری، محمد حسین، نفحات طیبہ، ص 108، ادارہ معارف الاسلام، گوجرخان۔

1127۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرۃ رائپوری، ص 55۔

1128۔ ایضاً، ص 324۔



toobaafoundation.com

مزید فرماتے ہیں کہ:

''اصل کیفیت یقین کا پیدا ہو جانا ہے فرمایا: کمرے میں اندھیرے میں شیر ہے نظر نہیں آتا، ایک آدمی وہاں ہے وہ بے خبری میں بے فکر بیٹھا ہے، اچانک روشنی ہوئی، شیر اس کو نظر آگیا اس پر خوف طاری ہو جائے گا، اسی طرح یقین نصیب ہونے کے بعد خوفِ خدا آجاتا ہے اور یہ خوفِ خدا بنیاد ہے تمام اعمال حسنہ کے کرنے کی اور تمام اعمال بد سے بچنے کی۔۔۔ اس کا نتیجہ پھر یہ ہو جاتا ہے کہ ساری دنیا بھی خدا کی ہستی کا انکار کرے تو یہ وجدانی یقین والا شخص کبھی بھی انکار نہیں کرتا''۔(1129)

سلوک و تصوف کی ضرورت اور اس کی کیفیت پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی محبت اور ہر وقت اس کا اور اس کی رضا کا دھیان فکر رہنا اور اس کی طرف سے کسی وقت غافل نہ ہونا یہ کیفیتیں دین میں مطلوب ہیں اور قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بغیر ایمان اور اسلام کامل ہی نہیں ہوتا''۔ (1130)

## تصوف اور انسان دوستی

یہ ایک حقیقت ہے کہ برصغیر میں اسلام کے فروغ میں حکمرانوں اور صوفیاء کا انسان دوستی کے حوالے سے بڑا اہم کردار رہا ہے چنانچہ ایک طرف تو صوفیاء نے ذات پات اور قوم و مذہب سے بالاتر ہو کر اپنی انسانیت نواز تعلیمات کے ذریعے اس منتشر خطے کو فکری وحدت دی تو دوسری طرف مسلم حکمرانوں نے انسانیت کے آفاقی اصول سیاسی، سماجی اور معاشی عدل و انصاف کا نظام قائم کیا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے فلسفہ تصوف میں انسانیت دوستی کا وصف بہت نمایاں نظر آتا ہے آپ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کی تطبیق سے انسان دوستی، باہمی مروت اور بین المذاہبی رویے کے نتائج اخذ کرتے ہیں۔ چنانچہ اس فکر کا ناگزیر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسانی سوچ اور باہمی احترام و تعاون کی فضا قائم ہوتی جو فکری انتشار کے خاتمے کے لیے بہت ضروری ہے برصغیر کے تناظر میں اگر انسانیت دوستی کا جائزہ لیا جائے تو تمام ماہرین اس پر متفق ہیں کہ اس خطے میں اپنے نوآبادیاتی نظام کے استحکام کے لیے انگریز نے فرقہ واریت، گروہیت اور فکری انتشار پیدا کیا مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے مطابق اسلام انسانیت دوست دین ہے اور جب سے ہم نے انسانیت کی بجائے گروہی مفادات کی سوچ اپنائی ہے تب سے ہم اپنے حقیقی منصب سے محروم ہو گئے ہیں آپ نظام عدل کی تشکیل کو وحدتِ انسانیت کا اصول قرار دیتے ہیں۔(1131)

آپ فرماتے ہیں کہ:

"آج کی اصل طاقت جس سے دشمن کو مرعوب کیا جا سکتا ہے وہ قومی جذبہ، انسانیت دوستی کا نظریہ، علم و شعور کی طاقت ہے۔۔۔ جو انسانیت کا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن ہے۔ انسانیت تو اللہ کا کنبہ ہے جو خدا کے کنبہ کو بھوکا، بے عزت اور غلام بنائے گا وہ خدا کا دشمن ہے خدا کے دشمن کو شکست دینا ایک مسلمان کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے" (1132)

---

1129۔ ندوی، ابوالحسن، سید، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص 323۔

1130۔ ندوی، ابوالحسن، سید، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص324۔

1131۔ محمد انس حسان، ولی اللٰہی فکر کی فروغ میں مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری کا حصہ (مقالہ ایم فل)، ص282, 281۔

1132۔ مجلہ عزم (سیریز 220)، ص24، نومبر۔دسمبر 2005ء، ملتان۔



toobaafoundation.com

## فرشتوں کی تخلیق کی حکمت

اس حوالے سے بات کرتے ہوئے حضرتؒ فرماتے ہیں کہ:

"الحمدُاللہ مجھے شبہ تو کبھی نہیں ہواالبتہ طبیعت روکا کرتی تھی کہ فرشتوں کی کیا ضرورت ہے مگر اب سمجھ میں آیا کہ حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ اگر ایک پردہ بھی جو درمیان میں ہے اٹھ جائے تو تمام دنیا جل جائے تو یہ سب وسائط اس لیے ہیں کہ فیوض باری تعالیٰ کے متحمل ہو جائیں ورنہ یہ تمام فیض جو ہم کو ہر شے کے ذریعہ مل رہا ہے اگر بے واسطہ ملے تو ہم متحمل نہ ہو سکیں گے۔ یہ تمام زندگی، پھر حشر نشر اور دوزخ جنت۔ یہ سب رویت باری تعالیٰ کے لیے جو خصوصی قسم کی جنت میں ہو گی اس کے متحمل بنانے کیلئے ہے" (1133)

## سلوک اختیاری واصطراری

مولانا شاہ عبد القادر رائپوریؒ فرماتے ہیں کہ سلوک میں بھی ایک تو اختیاری سلوک ہوتا ہے اور ایک اضطراری۔ تو اضطراری حالت میں اگر کوئی شخص سماع اختیار کرلے تو صاحب اختیار کو تو اس کی تقلید جائز نہیں ہو سکتی، سلوک کے جو معنی میں سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف چلنا ہے اور اس چلنے میں بعض اوقات عوارض پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان کو بھی دور کرنا ضروری ہوتا ہے۔(1134)

نیز فرمایا کہ

"سلوک کیا ہے وہ یہی کیفیت جو انبیاء علیہم السلام کو مختلف طور پر یقین کی حاصل ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تجلی ہوئی اور حضور ﷺ کو معراج ہوئی، ابتداء ہوئی اس مجہول کیفیت سے جو غار حرا میں کھینچ کرلے جاتی تھی۔ تو جو درجہ انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہوتا ہے یقین کا وہ اوروں کو کہاں نصیب۔"(1135)

## عشق حقیقی

مولوی حبیب اللہ بہاولپوری نے عرض کیا بعض صوفی بزرگوں کے عشق مجازی کے متعلق اشعار ہیں کہ عشق مجازی عشق حقیقی کے لیے کارساز ہے تو ان کی کیا حقیقت ہے۔ اس پر حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائپوریؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک ایسے اشعار کا یہ مطلب ہے کہ اگر سالک کو اپنے شیخ کی محبت بڑھ کر عشق کے درجہ کو پہنچ جائے تو اس کا انجام باری تعالیٰ کا عشق ہوتا ہے۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حضور ﷺ سے محبت انتہا کو تھی کیونکہ جس کی محبت ہو۔ محب اس کے اخلاق اور اس کی ہر خوبی سے حصہ پاتا ہے۔ باقی یہ قصے ممکن ہے کوئی طبیعت ایسی جو کسی طرح بھی نہ چلتی ہو تو ایسا عشق اس کے جمود کو توڑ کر حرکت میں لائے اور پھر اس کو خوبی قسمت سے کوئی ایسی ٹھوکر لگے کہ وہ اور در سے لوٹ کر حسن وخوبی کے خالق کی طرف متوجہ ہو جائے تو جس کے ساتھ ایسا معاملہ ہوا ہو گا وہ اس کو بیان کرلے تو صحیح ہے مگر یہ قاعدہ اور کلیہ نہیں اور یہ بھی ہے کہ اگر ایسے عاشق کو وصال ہو جائے تو پھر یہ انتقال نہیں ہوتا۔ آج کل کے پر فسق ماحول میں تو یہ بالکل نہ چاہیے اور یہ تو ایسا ہے جیسا کسی نے زہر کھالیا مگر خدا نے فضل کر دیا کہ وہ کسی اور مرض کے ازالہ کا باعث ہو گیا اور کسی وجہ سے زہر کھانے والے کو اتفاقاً ہلاکت سے بچانے والا تریاق مل گیا اور یہ بھی سب شاذ واتفاقی ہے۔ ورنہ یہ حقیقتاً

---

1133۔ مجلہ عزم (سیریز 220)، ص24، نومبر۔ دسمبر 2005ء، ملتان۔

1134۔ ایضاً

1135۔ ایضاً، ص318



toobaafoundation.com

زہر کھانا ہے۔ دراصل شیخ سے عشق کا نام عشق مجازی ہے۔ کیونکہ حقیقتاً شیخ اور پیغمبر باری تعالیٰ کے غیر ہی تو ہیں۔ انسان اللہ تعالیٰ سے براہ راست محبت کرے یہ بڑی بات ہے لہذا شیخ سے محبت اس کا ذریعہ بن جاتی ہے نیکوں کی محبت کا بھی یہی حکم ہے۔ کیونکہ انسان میں وہ رنگ لاتی ہے جو محبوب میں ہو۔(1136)

## اولیاء اللہ کا کشف (ملکہ)

حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے دو آدمیوں کو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ جاتے ہوئے ایک خاص راستہ سے جانے سے منع فرمایا تھا مگر انہوں نے نہیں مانا ایک کے متعلق تو معلوم ہے کہ اس کا اونٹ لوٹا گیا اور اونٹ سے گر کر اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی دوسرے کے متعلق کچھ علم نہیں ہوا کہ اس پر کیا گزری۔

فرمایا کہ یہ کشف نہیں تھا بلکہ بعض اوقات اللہ کے بندوں کے دل پر کچھ ایسی بات گزر جاتی ہے یہ کچھ ملکہ قسم کی چیز ہے جیسے مجتہد کہ اس کو مہارت تامہ کی وجہ سے بعض امور کی طرف رجحان ہو جاتا ہے اور وہ کشف نہین ہے مصیب ہوتا ہے تو دو ثواب پاتا ہے اور خطا کرے تو بھی ایک ثواب پاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔اس طرح اولیاء اللہ میں بھی اس فن کے مجتہد ہوتے ہیں ہمارے علماء کا بڑا احسان ہے کہ انہوں نے یہ قاعدہ بیان کر دیا کہ کسی کا کشف دوسرے کے لیے حجت نہیں ورنہ بڑی مشکل پیش آتی۔(1137)

## ملکیت و بہمیت کا امتزاج

اس حوالے سے مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا کہ :۔

"انسان میں ایک روح کی قوت ہے جسے ملکوتی قوت کہہ سکتے ہیں، ہوتی ہے اور وہ کسی عارضہ کی وجہ سے جس کا علم خدا کو ہی ہوتا ہے۔ ہر انسان تفاوت درجہ کی قوت ہوتی ہے اور دوسری قوت انسان میں بہمیت ہوتی ہے اس کا بھی ایسا ہی حال ہوتا ہے پس جس شخص میں ملکوتی قوت جس درجہ کی اعلیٰ ہو گی اور بہمیت کی قوت بھی جس درجہ کی زیادہ ہو گی وہ قوم کا امام بھی ہو گا۔ اس کی بڑی استعداد ہو گی۔"(1138)

## صحبتِ شیخ عناد سے پاک ہو

حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا!

"بس جس شیخ سے انس ہو اس کی بلا عناد صحبت اختیار کرو اور کچھ ذکر کا بھی سلسلہ جاری رکھو۔ جتنی کسی کی استعداد ہو گی اور جتنا خدا کو منظور ہو گا حصہ مل جائے گا۔"(1139)

---

1136۔ رائے پوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص59-60

1137۔ رائے پوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص54

1138۔ رائے پوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص292

1139۔ ایضاً، ص283



toobaafoundation.com

## جذب و تجلی

مولانا محمد انوریؒ نے عرض کیا کہ میرا یہ حال ہے کہ ہر وقت بخار سا چڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے، فرمایا کہ:۔

"یہ جذب ہے اور میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ آپ کو نسبت محمدیہ حاصل ہونے والی ہے۔ آپ کو چونکہ رسول اللہ ﷺ کے عشق کا غلبہ ہے، اس لیے اکثر خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوتی ہے اور حضور ﷺ کا خواب میں تشریف لانا تجلی باری تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی شکل میں تجلی فرماتے ہیں اس سے سالک کی ترقی ہوتی ہے۔ خواب اگر صالح اور صادق ہو اور بعد میں توجہ الی اللہ بڑھ جائے تو اس کو تجلی کہتے ہیں۔"(1140)

## عجز میں ترقی ہے

اس حوالے سے حضرت رائے پوریؒ فرماتے ہیں:۔

"معاصی کے ترک میں دل کی شکستگی کو بھی بڑا دخل ہے اور اگر ایسے شخص سے گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرتا ہے اور اس کی توبہ سے اس کو ترقی ملتی ہے اور گناہ بھی بعض اوقات اس لیے کہ انسان اس پر نادم ہوتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ میں تو کچھ بھی نہ ہوا۔ اس کو شکستہ دل اور عاجز بنا دیتا ہے جس سے بے حد ترقی ہوتی ہے اور خدا کے ہاں سب سے بڑھ کر جو چیز مقبول ہے وہ عجز ہے۔ عجز اور دردِ دل کی شکستگی بڑی چیز ہے۔۔۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بندگی یعنی عجز کے اظہار کے لیے ہی تو پیدا کیا ہے اگر کوئی جدوجہد جسے عبادت سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ عبادت بہت کرتا رہے مگر یہ عجز اس میں نہ ہو تو تمام محنت کسی کام کی نہیں اور اگر عجز ہو تو پھر زیادہ تر محنت کی بھی ضرورت نہیں۔"(1141)

### صبغۃ اللہ

حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا!

"کہ جب اللہ تعالیٰ کو زمانہ میں کوئی رنگ پھیلانا ہوتا ہے تو ویسے ہی لوگوں کو پیدا فرما دیتے ہیں اور ان کے جذبہ کی وجہ سے عام نفوس ادھر کو ہی کھنچ جاتے ہیں۔ میں نے اس سے یہ سمجھا کہ ایک تو سلوک ہے یعنی چلنا اور ایک جذبہ ہے یعنی کھنچ جانا تو جب اللہ تعالیٰ کو دنیا میں کچھ کرنا منظور ہوتا ہے تو کسی ایسے قلب کے انسان کو دنیا میں بھیج دیتے ہیں جس میں جذبہ ہو اور پھر اور لوگ بھی ایسے ہی پیدا ہو جاتے ہیں۔ جن کو اس سے مناسبت ہو اس طرح وہ شخص ان کا مرکز بن جاتا ہے اور وہ اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور پھر ان کے اثرات سے زمانہ پر وہی رنگ چھا جاتا ہے"۔(1142)

## طبائع صوفیا

فرمایا کہ طبائع چار قسم کی ہیں۔

اول: وہ جنہیں اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کے غیر و خلاف سے بعد دائم رہتا ہے۔

---

1140۔ للہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص86

1141۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص277

1142۔ ایضاً، ص94



toobaafoundation.com

ثانی: وہ جنہیں جب کوئی ایسا موقع آئے جو محبت الٰہی کے جذبات کو ابھارنے والا ہے تب زیادہ نمایاں ہوتے ہیں۔

ثالث: وہ جنہیں اکثر خوابوں میں حالات دکھائی دیتے ہیں۔

رابع: وہ جنہیں بیداری میں کشف ہوتا ہے۔ان طبائع کا مرتبہ بھی اسی ترتیب سے ہے آخری ناقص شمار ہوتی ہے۔(1143)

## علوم کا منکشف ہونا (انکشاف علم)

حضرت مولانا عطا محمدؒ نے عرض کیا کہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ مضامین تو عموماً اکابر کے ہوتے ہیں ان کو مرتب کر کے دوسرے طبع کرادیتے ہیں اس میں بعض وظائف ایسے لکھے ہیں کہ جن کے کرنے سے لوح محفوظ کے علوم منکشف ہو جاتے ہیں حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوریؒ نے فرمایا:۔

"کوئی تعجب کی بات نہیں وظائف سے بھی جس کو اللہ تعالیٰ ایسے علوم پر مطلع کر دیں۔عرض کیا کہ اس سے تو غیب کا علم دوسروں کو ہو جانا لازم آتا ہے نیز فرمایا کہ جس غیب کے علم کی ماسوا کی نفی کی جاتی ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یوں تو انبیاءؑ لاتے ہی غیب کا علم ہیں۔اگر یہ نہ ہوتا تو ہم کو قیامت کے ہونے کا علم کیسے ہوتا کہ قیامت بھی آنے والی ہے"۔(1144)

اسی حوالے سے مزید فرمایا کہ

"معلوم نہیں لوگ کیا سمجھتے ہیں۔ایسی باتوں کا تو علم ایک طرح سے غیر مسلموں کو بھی ہو جاتا ہے اور یہ علوم اللہ تعالیٰ ہی تو اہل یورپ کو دے رہے ہیں مگر یہ لوگ چونکہ ان علوم کو اپنی سعی کا نتیجہ سمجھتے ہیں اس لیے شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ کا وہ قول یاد نہیں کہ ہمارا سارا علم علوم الٰہی کے مقابلہ میں اتنا نہیں جتنا سمندر میں سے ایک چڑیا نے چونچ بھری"۔(1145)

## اسم و مسمیٰ کا باہمی تعلق اور ہندو مذہب

اس حوالے سے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ فرماتے ہیں کہ "

"ذکر میں اسم اور مسمیٰ ایک ساتھ ذہن میں آئے مگر یہ مبتدی کے لیے خصوصیت سے مشکل بلکہ محال ہے اس لیے کوئی تصور ساتھ بتایا جاتا ہے تاکہ خیال ادھر ادھر دوڑنے سے ایک چیز پر جمع ہونے لگے اس کے بعد پھر اسم سے بھی ختم ہو کر مسمیٰ میں جا لگے یہ اللہ فضل فرمائے تو ہوتا ہے"۔(1146)

اسی حوالے سے مزید ارشاد فرمایا:۔

"جب اسم مسمیٰ ایک نہ ہوں تو یہ بت پرستی کے مشابہ ہے فرق یہ ہے کہ اس میں یہ عقیدہ نہیں کہ تصور شیخ سے تو واقعی شیخ حاضر ناظر ہو تا ہے یا شیخ کو پتہ ہوتا ہے۔کسی کی کشفی طبیعت ہو اس کو معلوم ہو جانا ممکن ہے۔مگر یہ اور بات ہوئی تو جب تک اسم اور مسمیٰ ایک ساتھ ذہن میں نہ آئیں اس کی اور صورت کوئی نہیں ہوتی۔کہ انسان کس چیز کا تصور کرے یہ گویا زیادہ بتوں سے چھڑا کر ایک بت پر لگانا ہے پھر اگر خدا تعالیٰ فضل فرمائے تو وہ ایک بھی ختم ہو جاتا ہے میرے دل میں خیال آیا کہ ہندو مذہب جس میں رام کرشن کے بتوں پر لوگوں

---

1143۔ للّٰہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص109

1144۔ رائے پوری، عبدالرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص324

1145۔ ایضاً

1146۔ ایضاً، ص141



toobaafoundation.com

کا دھیان لگایا جاتا ہے اس کے متعلق ان کا عقیدہ بھی یہ نہیں ہوتا کہ وہ واقعی کچھ محسوس کرتے ہیں۔ مگر جب غلو ہو گیا تو اب یہی ہے اس لیے ہندو مذہب بگڑا ہوا تصوف ہے۔"([1147])

## مقام عروج و زوال

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ اس حوالے سے فرماتے ہیں:۔

"انبیاءؑ میں پہلے عروج ہوتا ہے پھر نزول ہوتا ہے جب نزول ہوتا ہے تو ان کو خلق اللہ کی رہنمائی کے لیے بھیجا جاتا ہے، جب یہ شان ہوتی ہے تو انبیاء علیہم السلام مخلوق کے ساتھ ربط پیدا فرماتے ہیں۔ ہمارے نبی اکرم ﷺ کا نزول نہایت کامل و اکمل تھا اس لیے بے شمار خلق اللہ کو ہدایت بھی ہوئی۔ چنانچہ صحابہ سے رشتہ داریاں اسی سلسلے کی کڑی ہیں۔ حضرت علی سے حضرت فاطمہ کا نکاح کر دینا اور ذو النورین سے دو صاجزادیوں کے یکے بعد دیگرے نکاح فرما دینا۔ حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم کی صاجزادیوں سے نکاح فرما لینا اس سے یہی مطلب ہے کہ باہم بے تکلفی ہو جائے اور مناسبت سے بھی زیادہ فیضان ہی ہوتا ہے"۔([1148])

حضور ﷺ کا حضرت عبداللہ بن مسعود کو قرآن سکھانے پر مامور کرنا اور حضرت بلال کو مہمانوں کا انتظام سپرد فرمانا، ازواج مطہرات سے مختلف عمروں میں نکاح فرما لینا کہ ان کو پورا کامل دین پہنچنے کا بندوبست ہو جائے۔ اسی واسطے حضرت عائشہ سے نصف علم دین امت کو پہنچا کہ خلفائے راشدین بھی ان سے مشورہ کرتے تھے اور مسائل کے متعلق سوالات کیا کرتے تھے۔ حضرت اسامہ کو سپہ سالار اور حضرت بلال کو مؤذن بنانا، حضرت انس سے بے تکلفی فرمانا اور ان کے لیے دعائیں کرنا، یہ سب "نزول" ہی کی شانیں ہیں۔"([1149])

"عروج" اصطلاح صوفیہ میں ھوالانخلاع عن صفات البشریۃ والتلبس بالصفات الملکیہ۔ اس کو سیر فی اللہ و الی اللہ بھی کہتے ہیں اور مقام نزول انخلاع تمام کے بعد صفات بشریہ کا لباس پہن لینا اس کو مقام تکمیل اور دعوت خلق الی اللہ اور سیر من اللہ کہتے ہیں۔"([1150])

## وسائط اور فیوض باری تعالیٰ (ملائکہ)

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا!

"میں نے اخبار یا رسالہ میں دیکھا تھا کہ زمین سورج کا ٹکڑا ہے مگر نور اس میں نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج میں بھی نور اس کا ذاتی نہیں ہے وہ اور کسی سے ملا ہے اور ہم تو مانتے ہی ہیں کہ نور بلکہ وجود بھی سب کو کسی اور نے ہی عطا کیا ہے الحمد للہ کہ مجھے شبہ تو کبھی نہیں ہوا البتہ طبیعت رکا کرتی تھی کہ فرشتوں کی کیا ضرورت ہے مگر اب سمجھ میں آیا۔"([1151])

"تو یہ سب وسائط اس لیے ہیں کہ ہم فیوض باری تعالیٰ کے متحمل ہو جائیں ورنہ یہ تمام فیض جو ہم کو ہر شئی کے ذریعہ مل رہا ہے اگر بے واسطہ رہے تو ہم متحمل نہ ہو سکیں۔"([1152])

---

1147۔ ایضاً، ص352

1148۔ رائے پوری، عبدالرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص85

1149۔ ایضاً، ص86

1150۔ ایضاً

1151۔ رائے پوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص84

1152۔ ایضاً



toobaafoundation.com

## نفوس بنی آدم کی تقسیم (شاہ ولی اللہ)

بعض بزرگوں سے کرامتوں کا صدور بکثرت ہوتا ہے اور بعض سے کم۔ بلکہ بعض اولیاء سے ظہور کرامات ہوا ہی نہیں حالانکہ وہ کامل بزرگ ہوئے ہیں۔اس کا سبب بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ فرماتے ہیں کہ :

"حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے نفوس بنی آدم کی آٹھ قسمیں لکھی ہیں چار تو اہل اصطلاح اور چار اہلِ تجاذب، نفس عالیہ بہیمیہ شدیدہ کے ساتھ، نفس عالیہ بہیمیہ ضعیفہ کے ساتھ نفس سافلہ بہیمیہ شدیدہ کے ساتھ، نفس سافلہ بہیمیہ ضعیفہ کے ساتھ ان آٹھوں میں سے ہر ایک کا حکم علیحدہ ہے۔ جس کی قوت بہیمیہ شدید ہے، اس کو ریاضت شاقہ کی ضرورت ہے اور اس کے کمال کی فتحِ باب بھوکا رہنے سے، جاگنے اور ذلت اختیار کرنے میں ہے اور ایسے شخص کے تمام آثار قوت کے ساتھ ہوتے ہیں۔ توجہ کرنے اور ہمت لگانے سے عجیب طرح کی تاثیرات ظاہر ہوتی ہیں اور اس کو وجد اس شدت سے ہوتا ہے کہ اس کی مستی میں بالکل بے حواس ہو جاتا ہے اور کئی روز متواتر دنیا و جہاں سے بے خبر رہتا ہے اور جس شخص کی قوت بہیمیہ ضعیف ہوتی ہے۔ اس کو ریاضت شاقہ کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ ریاضت شاقہ اس کو تشویش پہنچاتی ہے۔ اس کی فتح باب زیادہ ذکر کرنے میں اور اس میں دیر تک مشغول رہنے میں ہے لیکن اس کے خوارق کالعدم ہوتے ہیں یعنی اس سے کرامات کا صدور نہیں ہوتا اور اس کا وجد بھی ضعیف ہوتا ہے۔ کسی قسم کے درد یا حیا وغیرہ کے عوارض سے جاتا رہتا ہے۔"[1153]

"اور جس کی قوت ملکیہ عالیہ ہوتی ہے وہ نبوت، فردیت، بقا اور فنا وغیرہ کمالات عظمیہ کے واسطے مخصوص ہوتا ہے۔ نیز زبانِ قدم کے ترجمان ہونے کے واسطے اور عالم تجرد سے خبر دینے کے واسطے مخصوص ہوتا ہے اور جس شخص کی قوت ملکیہ سافلہ ہوتی ہے، اس کی کوشش کا نہایت ثمرہ، کشف اشراف اور انوار ملکیہ ہوتے ہیں"۔[1154]

## استدلالی و وجدانی یقین

فرمایا!

"کمرے میں اندھیرا ہو اور شیر بھی موجود ہو مگر وہ نظر نہیں آتا۔ ایک آدمی وہاں ہے وہ بے فکری میں بے خبر بیٹھا ہے اچانک روشنی ہوئی اور شیر اس کو نظر آ گیا تو اس پر خوف طاری ہو جائے گا، اسی طرح یقین نصیب ہو جانے کے بعد خوف خدا آتا ہے اور یہ خوف خدا بنیاد ہے، تمام اعمال حسنہ کے ادا کرنے کی اور تمام اعمال بد سے بچنے کی۔ فرمایا۔ استدلالی یقین کا وجدانی و ذوقی یقین میں تبدیل ہو جانا، اصل چیز ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر ساری دنیا بھی خدا کی ہستی کا انکار کرے تو یہ وجدانی یقین والا شخص کبھی بھی انکار نہیں کر سکتا۔"[1155]

---

1153۔ للّٰہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص 99

1154۔ ایضاً، ص 100

1155۔ للّٰہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص 117



toobaafoundation.com

## مقلد و غیر مقلد کی بحث

فرمایا:۔

"جب میں رام پور گیا تو وہاں کہیں بے ساختہ رفع یدین ہو گیا۔ تو ہمارے ساتھی پیچھے پڑ گئے۔ دن رات بحث ہونے لگی۔ وہاں ساتھیوں میں غیر مقلد بھی تھے اور حنفی بھی تھے۔ آخر میں نے ایک دن اس امر سے گھبرا کر کہ غیر مقلد تمام مقلدوں کو مشرک کہتے ہیں او ر مقلدان کو بد دین کہتے ہیں اور وہابی کہتے ہیں۔ اپنے کپڑے دھوئے استغفار کیا اور دو رکعت نماز پڑھ کر الحاح و زاری سے دعا کی کہ میرے اللہ جو صحیح بات ہو منکشف ہو جائے تو خود بخود طبیعت اس طرف چلی گئی کہ جو شخص محبت سے حدیث پر عمل کی نیت سے اہل حدیث کے طریق سے حدیث پر عمل کرے وہ بھی درست ہے اور دوسرا طریق مقلدوں کا بھی درست ہے ساری اتنی امت محمدیہ مشرک نہیں اور طبیعت کا رجحان دیوبندیوں کی طرف کو چلا گیا تھا"۔[1156]

وَقَالَتِ ٱلْيَهُودُ عُزَيْرٌ ٱتَّخَذُوٓا۟ أَحْبَارَهُمْ (القرآن9:31,30)

اس کے بعد دہلی میں مولوی عبدالرحمٰن کے پاس ٹھہرنا ہوا انہوں نے فرمایا "دیکھو حضور ﷺ نے جب آیت قرآن پاک وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُاور اتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَہُمْ (القرآن،9:31,30) تو نصاری والوں نے کہا کہ ہم تو شرک نہیں کرتے اور یہود نے کہا کہ ہم تو اپنے پیغمبروں کو خدا نہیں مانتے یا اپنے رب احبار و رھبان کو رب نہیں مانتے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا انزل اللہ پر یا اللہ رسول کے احکام کے مقابلہ میں اپنے قیاس پر چلنا ہوا تو رب ماننا اور شرک کرنا ہے تو چونکہ مقلدوں کے دہ در دہ کا مسئلہ اور کنوئیں کے پاک کرنے کے لیے ڈولوں کی معین تعداد کا پانی نکالنا محض قیاس ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ نے نہیں فرمایا۔ اس لیے یہ شرک ہوا اور اس کے ماننے والے تقلید کی وجہ سے مشرک ہوئے۔۔۔ جسے پچاس سال گزر گئے ہیں۔ حنفی عموماً منطق گھوٹتے رہا کرتے تھے اور حدیث کا حنفیوں میں کم چرچا تھا۔"[1157]

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے مولوی عبدالرحمٰن سے کہا کہ ہم تو حدیث پر یوں عبور نہیں رکھتے کہ خود تحقیق کر لیں باقی گھر میں بیٹھ کر حنفیوں کو گالیاں نکالنا اور لوگوں کو چوری ورغلانا کہاں درست ہے اگر حقانیت ہے تو میدان میں بات کہنی چاہیے اور دوسروں کی سننی چاہیے ویسے تو آپ اپنے مولوی صاحب شمشیر برہنہ کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق خواہ شمشیر کے نیچے کہنا پڑے یہ ہمارا کام ہے مگر جب موقع آئے تو بلوں میں گھس جاتے ہو۔"[1158]

دس گز گہرا، دس گز لمبا، دس گز چوڑا، تالاب وغیرہ جس کا پانی شرعاً پاک ہے۔

---

1156۔ رائے پوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص232

1157۔ ایضاً، ص233

1158۔ ایضاً، ص234



toobaafoundation.com

## حالات صحابہ واولیاء/ذریعہ یقین

حضرت ثانیؒ نے فرمایا!

"اولیاءاللہ کے حالات باعث تقویت ایمان والایقان ہیں اور حصول برکات کا باعث ہیں لیکن میں نے تجربہ کیا ہے کہ جتنا مجھ پر اثر صحابہ کرام کے حالات پڑھنے سے ہوتا ہے کسی کے حالات پڑھنے سے نہیں ہوتا۔ سبحان اللہ صحابہ کرام کی کوئی کیا ریس کر سکتا ہے جنہوں نے اللہ ورسول ﷺ کے عشق میں بڑی بڑی ایذائیں اٹھائیں، ہجرتیں کیں، گھر بار لٹائے۔

وَأُوذُواْ فِي سَبِيلِي وَقَٰتَلُواْ وَقُتِلُواْ (القرآن195:03,)

ترجمہ: "اور ستائے گئے اور لڑے اور قتل کیے گئے"۔

لوگ کہتے ہیں کہ اولیاء کے حالات سناؤ، میں کہتا ہوں صحابہ کرام سے بڑھ کر کون ولی ہو سکتا ہے ان کی غلامی سے سب کچھ ملتا ہے"[1159]

## قوت خیال وجمعیت

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے اذکار واشغال کے مقرر کرنے کے اصول جامع اور مجتہدانہ انداز میں بیان فرمائے جس سے معلوم ہوا کہ ماہرین نے اذکار واشغال تجویز کرنے میں کسی اصول کو ملحوظ رکھا ہے نیز جملہ طرق کے اذکار واشغال کے باہمی فرق کی وجہ اور جملہ طرق میں تطبیق خود سمجھ میں آئی کہ حاصل سب کا خیال کو جمع کرنا ہے اس حوالے سے آپؒ نے فرمایا کہ:۔

"خیالات اگر جمع کرنے کا ڈھنگ آجائے تو خیال کی قوت دنیا کی سب قوتوں سے بڑی قوت ہے جو انسان کو راہ طے کرنے میں مدد دیتی ہے اگر یوں کہا جائے تو ایک حد تک بجا ہے کہ خیالات کو مجتمع کرنے میں ہی وقت لگتا ہے جب اس پر قابو ہو جائے تو سالک کے قبضہ میں ایک ایسا براق برق رفتار آجاتا ہے جو اس راہ کی منزلوں کو چشم زدن میں طے کر کے انسان کو دروازہ خداوندی تک پہنچا دیتا ہے۔ ہر انسان اپنی قوت اجتماع خیالات کی صلاحیت پر گامزن ہوتا ہے۔ جس طرح یہ براق دروازہ خداوندی پر پہنچا دیتا ہے اس طرح اگر ادھر کا رخ نہ ہو تو جدھر سالک توجہ کرے۔ ادھر کی بے انتہا حدود تک پہنچ جاتا ہے۔"[1160]

## انوار وآثار ولطائف

اسی حوالے سے فرمایا کہ

"انوار وغیرہ سب انسان کی اندر کی چیزیں ہوتی ہیں اور اکثر مزاج پر موقوف ہوتی ہیں آثار بھی طبعی ہوتے ہیں۔ لطائف بھی سب انسان کے اندر ہی ہیں یہ تمام چیزیں اگر صحیح طور پر کام میں لائی جائیں تو سب استعداد انسان کو صرف دروازہ تک لے جاسکتی ہے۔ مگر وہ چیز جو اصل چیز ہے وہ رضائے الٰہی پر موقوف ہے۔ اور محض قبضہ خداوندی میں ہے جب انسان اس در کا درویش بن جائے اور دروازہ پر جا پڑے تو اگر خدا کو منظور ہو پھر ایک چیز ادھر سے آتی ہے۔ وہ انسان کے اندر سے نہیں باہر سے آتی ہے مگر اس کا نہ تو تصور ہو سکتا ہے نہ مثال اور نہ کسی کے بس کی ہے شیخ کا کام بھی بس دروازہ تک پہنچا دینے پر ختم ہو جاتا ہے اب انتظار ہے جب اللہ چاہے کرم فرمائے"[1161]

---

1159۔ للّٰہی، محمد حسین، صاجزادہ، ڈاکٹر، نفحاتِ طیبہ، ص81

1160۔ رائے پوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص208

1161۔ ایضاً، ص209



toobaafoundation.com

## روحانیت میں ترقی جسمانی صحت پر منحصر ہے

حضرت ثانیؒ نے فرمایا

"انسان کو اللہ تعالیٰ نے یہ جسم انسانی اس لیے دیا ہے کہ وہ ترقی کرے اور وہ ترقی کر سکتا ہے جسم کی صحت کے ساتھ اور ترقی سے مراد دائمی راحت کی زندگی حاصل کرنا ہے فرمایا! اگر میں خود یا میرا کوئی ساتھی بیمار ہو تو مجھے بڑی تشویش ہوتی ہے حالانکہ بادی النظر میں یہ توکل کے خلاف ہے لیکن حقیقتاً توکل کے خلاف نہیں کیونکہ انسان اگر بیمار ہو گا تو سلوک میں ترقی نہیں کر سکتا اور صحت کا اہتمام نہ کرنا بھی ذمہ داری میں کوتاہی ہے جس طرح موت جب اور جیسے ہوتی ہے مقدر ہوتی ہے۔ مگر خودکشی کرنے والے کو شریعت مجرم قرار دیتی ہے اسی طرح بیماری، صحت خواہ مقدرات سے ہو مگر کوتاہی کرنے والا کوتاہی کر رہا ہے اور انسان کی صحت پر اس کی حقیقی ترقی یعنی ہمیشہ کی آرام دہ زندگی منحصر ہے۔ انسان اگر قوی ہو تو اتنی ہی اس کی روحانی پرواز بھی بلند ہوتی ہے۔"(1162)

اسی حوالے سے مزید فرمایا کہ

"یہ اخلاق جو اپنے غلط رخ کے باعث دوزخ میں لے جانے والے ہوتے ہیں ان کا رخ صحیح کر لیا جائے تو یہی جنت میں لے جانے کا سبب بنتے ہیں فرشتوں کو ترقی نہیں کیونکہ وہ حیوانیت کی طرف نہیں لوٹائے گئے اگر انسان سے خدا تعالیٰ بے حد پیار نہ کرتا اور اس کی فطرت میں دائمی راحت کی زندگی کی طلب نہ رکھتا تو اس کے لیے راستہ پیدا نہ کرتا جو کہ اعمال صالح ہیں اور وہ جسد انسانی کے بغیر نہ ہو سکتے یہ خدا تعالیٰ کی مزید عنایت ہے کہ مقدرات سے پہنچی ہوئی ضعیفی اور بیماری کو بھی ثواب کا ذریعہ بنا دیا مگر وہ اسی صورت میں ثواب بنتی ہیں جب انسان کا رخ درست ہو اور ملکہ تو بغیر صحت کے پیدا نہیں ہوتا۔ اس ملکہ کی وجہ سے آئی ہوئی بیماری اور مصیبت کو بھی انسان ثواب کا موجب بنا سکتا ہے"(1163)

## ندامت، رقت اور کوفت

آپؒ نے فرمایا کہ

"جب کوئی گناہ ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد ندامت، رقت اور کوفت ہوتی ہے فرمایا کہ یہ بات بہت اچھی ہے مگر یہ خیال رہے کہ اس ندامت، رقت اور کوفت کی کیفیات پیدا کرنے کے لیے گناہ نہ کیا جائے یہ بھی شیطان کا دھوکہ ہو سکتا ہے اور اس کے اور نفس کے دھوکے بڑے ہیں"(1164)

## آواں گون/مسئلہ تناسخ

مولانا محمد صاحب سورتی نے عرض کیا کہ ہندو کہتے ہیں کہ ایک ہی جنم میں نجات نہیں ہو سکتی تو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائیوریؒ نے فرمایا کہ

---

1162۔ ایضاً، ص 137

1163۔ رائے پوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 137

1164۔ ایضاً، ص 209



toobaafoundation.com

"ان کا یہ کہنا غلط ہے کیوں کہ جب وہ انسان سے حیوان کی جون میں جاتے ہیں تو بنتے ہیں۔ انسان سے کوئی نہ کوئی کوتاہی ہوئی تو پھر آواں گون کے چکر میں چلا گیا۔۔۔۔۔۔۔ فرمایا! کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ "فرماتے ہیں کہ میں نے مراقبہ میں ہر چند کوشش کی کہ کہیں تنا سخ کا پتہ چلے مگر اس کا وجود کہیں نہ ملا یہ مسئلہ بالکل غلط ہے "(1165)

### رجعت

ایک شخص نے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کو اپنا حال سنایا اور دریافت کیا کہ رجعت کی وجہ معلوم نہیں، حضرت نے ٹھنڈا سانس بھر کر ہی فرمایا کہ :

"کیا کرایا کھونے کے لیے یہی ضروری نہیں کہ آدمی کسی معروف گناہ میں مبتلا ہو۔ بعض اوقات ایک نظر جو کسی پر خلاف شرع پڑ جائے، اس خرمن کو جلانے کو کافی ہوتی ہے اور اس ابتدائی نورانی کرن کو ہمیشہ کے لیے بجھانے کی سبب بن سکتی ہے "۔(1166)

## عشق، قویٰ کی کمزوری کا علاج

مولانا حبیب الرحمٰن نے عرض کیا کہ حضرتؒ عشق کے فقدان میں بھی قویٰ کی کمزوری کو کچھ دخل ہے؟ حضرت ثانیؒ نے فرمایا:۔

"ہاں دخل تو ایک بڑی حد تک ہے مگر عشق ہو تو قویٰ کی کمزوری کی تلافی ہو جایا کرتی ہے اور عشق ویسے بھی ہوتا ہے تمام تر قویٰ کی قوت پر بھی منحصر نہیں اور فرمایا کہ علماء کے لیے کام کا بے حد میدان ہے مگر ان میں عشق کار نہیں "۔(1167)

### استمداد بالغیر اور اشعار

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے مولی گلزار احمد نے عرض کیا کہ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند کے ایک نعتیہ قصیدہ سے "استمداد بالغیر" کا مفہوم سمجھا جاتا ہے اس پر حضرت رائے پوریؒ نے مولانا حبیب الرحمٰنؒ سے کچھ کہنے کو فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ عشق میں بعض باتیں ایسی نکل آتی ہیں جن کا حقیقتاً وہ مطلب بھی نہیں ہوتا مگر اس سے عام طور پر ایسا ہی سمجھ لیا جاتا ہے اور شرعاً وہ بھی قابل تقلید چیز نہیں ہوتی اور نہ عقائد اس سے لینے چاہیئے اور نہ کہنے والے کے یہ عقائد ہوتے ہیں جو لوگ سمجھ لیتے ہیں حضرت نانوتویؒ کے ان اشعار سے زیادہ اچھی مثال اس بات کی اور ہو بھی نہیں سکتی کہ حضرت نانوتویؒ ایسا عقیدہ رکھنے میں مشہور تھے کہ نہ حضرت رسول اللہ ﷺ حاضر ناظر ہیں اور نہ غیر اللہ سے استمداد جائز ہے۔ مگر ان کے اشعار سے اگر کوئی ایسا مطلب سمجھے تو اس کو ہوش سے کام لینا چاہیے یہ حال حالی مرحوم کا ہے کہ وہ اس عقیدہ کے نہ تھے مگر "مرادیں غریبوں کی بر لانے والا" سے لوگ یہ مفہوم لیتے ہیں کہ اس سے بھی استمداد غیر اللہ کا مطلب نکلتا ہے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے مولانا حبیب الرحمٰن کے جواب کی تصویب و تقویت فرمائی۔ اور تشریح بھی فرمائی "۔(1168)

---

1165۔ ایضاً، ص528

1166۔ ایضاً، ص217

1167۔ رائے پوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص191

1168۔ رائے پوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص342



toobaafoundation.com

اسی حوالے سے حضرت ثانیؒ نے فرمایا کہ

"اول تو بعض اشعار کا مطلب یہ نہیں ہوتا جو دوسرے سمجھتے ہیں پھر کسی خاص جذبہ میں کہے جانے کی وجہ سے دوسرے کے لیے قابل تقلید نہیں ہوتے اور نہ ان پر عقائد کی بنیاد استوار کی جانی چاہیے اور اگر کسی صحیح العقیدہ شخص نے کہے ہوئے ہوں اور اس کے عقائد کا علم اور ذرائع سے ہو تو اس کی تاویل کرنی چاہیے یا پھر معذور سمجھنا چاہیے اور بعض اوقات انتساب غلط ہوتا ہے آخر یہ بس ہے کہ شریعت کے خلاف ہو تو خواہ کسی کی بات ہو قابل عمل نہیں"۔(1169)

## ہر ممکن الوجود چیز کی الگ روح

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے اس حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ :

"ہر ممکن الوجود چیز جو وجود میں آگئی ہے اس کی الگ روح بھی اس کے مناسب ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ شہروں، قصبوں، گاؤں، دکانوں، درختوں، چیزوں، کوئلہ، لکڑی، اینٹ، پتھر، حجر، شجر، دریا، سمندر، چاند، ستارے، الغرض کوئی چیز ایسی نہیں جس کی الگ روح نہ ہو اور وہ روح اس کے مناسب حال ہوتی ہے۔ارواح آپس میں اپنے خاص طریق تکلم سے باتیں بھی کرتی ہیں اور اثر قبول کرتی اور اثر ڈالتی بھی ہیں۔ اور ان اشیاء کے برباد اور بظاہر نابود ہو جانے پر بھی ان کا وجود فنا ہو جانا ضروری نہیں ہوتا۔ اور فرمایا کہ بعض امور مثلاً نباتات میں حیوۃ اور نباتاتی اشیاء کا باہم کلام کرنا، ہنسنا بولنا، محبت نفرت وغیرہ تو بنگال کے ایک سائنسدان نے جدید طرز تحقیق واستدلال سے ثابت کیا ہے"۔(1170)

## ہند میں سلاسل چشتیہ و نقشبندیہ

مجلس میں چشتیہ اور نقشبندیہ کے غیر مسلموں میں تبلیغ کے کام کا بھی ذکر چلا۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ نے فرمایا کہ ہندوستان میں چشتیہ نے زیادہ کام کیا اور مولانا نعمانیؒ نے فرمایا کہ نقشبندیہ کا کام بھی کم نہیں۔ مگر چشتیہ کو دور اول میں جب مسلمان حکام بھی نہ آئے تھے موقع ملا اور تاجروں کو بھی اشاعت اسلام کا موقع ملا۔ اور نقشبندیہ کو بہت بعد اتفاق ہوا۔ خواجہ باقی اللہ جو اس حیثیت سے صرف چار سال کام کر سکے۔ سب سے پہلے نقشبندی ہیں جنھوں نے ہندوستان میں کام کیا۔ اس تناظر میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا کہ :۔

"چشتیہ کا کام ہندوستان کے غیر مسلموں میں واقعی زیادہ ہے وہ اسلام کی طرف کھینچنے والے اور نقشبندیہ تصوف ہند کی اصلاح کرنے والے ہیں۔ فرمایا! کہ شیخ مجدد نہ ہوتے تو تصوف زندقہ بن کر رہ گیا ہوتا"۔(1171)

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے ذکر کیا کہ مجھے نقشبندیہ مشائخ میں سے اب بڑا آدمی کوئی نظر نہیں آتا حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا" ایسا نہیں، کیونکہ حضرت میاں شاہ عبدالرحیم سہارنپوریؒ نے حضرتؒ کو قادریہ اور نقشبندیہ میں بیعت فرمایا تھا اور

---

1169۔ ایضاً، ص344

1170۔ رائے پوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص240

1171۔ ایضاً، ص241تا242



toobaafoundation.com

مجاز بھی کیا اور حضرت گنگوہی نے بھی حضرتؒ کو پانچوں سلسلوں میں بیعت کیا اور مجاز فرمایا حضرت ثانیؒ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت گنگوہی کو غالباً نسبت نقشبندیہ تھی اور اس کے بعد ہمارے حضرتؒ پر بھی نسبت نقشبندیہ ہی غالب تھی"۔(1172)

## نفس کی قسمیں

فرمایا کہ:

"تصوف دنیا کے عام قاعدوں سے کچھ انوکھی بات نہیں، انسان کے اندر نفس کی موٹی قسمیں تین ہیں۔ نفس امارہ یعنی سرکش۔ اس صورت میں انسان اپنی لذتوں میں عقل کے تمام قاعدوں کو توڑ کر چین حاصل کرنا چاہتا ہے مگر خدا تعالیٰ کا نظام عالم توڑنے کی کوشش اور ایسے طور پر لذات نفسانی پر ٹوٹ پڑنا اور نادم نہ ہونا انتہائی عذاب کی چیز ہے۔ دوسری قسم نفس کی نفس لوامہ ہے یعنی برائی کرنا، کبھی بھلائی کرنا برائی پر نادم ہونا یعنی اپنے کرتوت پر اپنے آپ کو ملامت کرنا اس میں بہت صورتیں ہیں اور یہ صورت بین بین ہیں تیسری قسم نفس کی مطمئنہ ہے۔

یہ خدا کے خاص بندوں اور جنتیوں کا نفس ہے پس اپنے نفس امارہ کو مطمئنہ بنانے یا لوامہ کو اطمینان تک پہنچانے کا راستہ سلوک کہلاتا ہے"۔(1173)

## تصوف میں اسلامی اور غیر اسلامی

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے فرمایا کہ

"ہندوؤں نے تو یہاں تک دعویٰ کیا ہے کہ مسلمانوں نے تصوف ہم سے سیکھا ہے ایک ہندو جس نے کئی چلے کر رکھے تھے۔ میرے پاس آیا کہنے لگا آپ فلاں آسن پر بیٹھا کریں۔ میں نے کہا جی الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا محتاج نہیں کیا حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس آسن کے بغیر ہی فضل فرمادیا ہے۔ فرمایا ان لوگوں کا دعویٰ غلط ہے، جس چیز کو وہ تصوف سمجھتے ہیں، اسلام میں وہ تصوف نہیں ہے بقول حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ آئینہ اگر زنگ آلود ہو اور پیشاب سے صاف کیا جائے تو بھی صفائی آجاتی ہے اور صاف پانی یا عرق گلاب وغیرہ سے صاف کیا جائے تو بھی صفائی آجاتی ہے۔ مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ وہ ناپاک ہے اور یہ پاک ہے۔(1174)

## محبت اور معرفت کا باہمی تعلق

اس حوالے سے آپؒ نے فرمایا کہ

"محبت عشق کو کہتے ہیں اور معرفت پہنچاننے کو کہتے ہیں۔ پہلے حق سبحانہ وتعالیٰ کی معرفت پیدا ہوتی ہے، پھر محبت پیدا ہوتی ہے اور فرمایا۔ محبت معرفت سے پیدا ہوتی ہے اور اس پر موقوف ہے اور کبھی غائبانہ تعریف سننے سے بھی محبت ہوتی ہے۔ بعد میں معرفت حاصل ہوتی ہے۔"(1175)

---

1172۔ ایضاً، ص253

1173۔ ایضاً، ص246

1174۔ رائے پوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص51

1175۔ ایضاً، ص67



toobaafoundation.com

## روح انسانی وروح حیوانی

حضرت ثانیؒ نے فرمایا کہ

"جو انسان کھاتا ہے اس میں موٹے اجزاء تو بول و براز بن جاتے ہیں اور باقی میں سے جیسا اطباء نے تشریح کی ہے، پت، سودا بلغم اور سب سے زیادہ اچھا جز خون بنتا ہے اور خون کی بھاپ سمجھو ایک روح ہے۔ جس کو روح حیوانی کہتے ہیں۔ یہ اصل انسانی روح کا گھوڑا ہے انسانی روح کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ وہ جزئیات وکلیات کا ادراک کرتی ہے یوں کہہ لو کہ حیوانات کو جو خصائص ملتے ہیں وہ حیوانی روح کے باعث ہیں مگر حیوانات اپنے دائرہ خصائص سے آگے ترقی نہیں کر سکتے مگر انسان جزئیات سے کلیات کا استنباط کرتا اور ہر میدان میں ہمیشہ ترقی کرتا رہتا ہے روح انسانی جو ہر ملائکہ سے ہے بلکہ یوں کہیے کہ سب مخلوقات میں سب سے زیادہ جامع ہے اور یہی اس کی فضیلت اور خصوصیت ہے"(1176)

## ایمان یقین اور بے یقینی کا موازنہ

اس تناظر میں آپؒ نے فرمایا کہ

"ایک بے ایمان اسی لیے دائمی عذاب میں ہے اور ایمان دار کو حسب حال جب بھی ملے تو دائمی راحت ضرور ملے گی۔ جو کبھی زائل نہ ہو گی۔ کیونکہ پہلے کے پاس کوئی باقی معلوم نہ تھا یعنی باقی معرفت نہ تھی یہی بے ایمان یعنی بے یقینی تھی۔ نفاق کا قوی علم اور بھی باعث محرومی اور وجہ عذاب ہوگا، دوسرے کے پاس باقی معلوم یعنی باقی کا علم یعنی معرفت تھی یہی ایمان یعنی یقین تھا جو قوت عمل کی کمزوریوں اور لغزشوں کے باوجود آخر دائمی راحت کو جنت میں لے جا کر رہے گا،،(1177)

یا اللہ ہمیں ایسا ایمان نصیب کر کہ عارضی عذابوں سے بھی دائمی راحتوں کی جنت میں تیرے جوار رحمت میں جگہ پائیں۔ آمین

## نفس کا دھوکہ اور استقامت

حضرت ثانیؒ نے فرمایا کہ

"ہاں مگر نفس کے بہت دھوکے ہیں اور ایک بڑا فریب نفس کا یہ ہے کہ وہ حالات کو مقام سمجھنے لگتا ہے۔ بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ ان کو چار ماہ میں سلوک طے ہو گیا۔ جب دریافت کیا گیا کہ استقامت کتنے عرصہ میں ہوئی تو فرمایا! پچیس سال میں، تو اب دیکھوں جو سریع السیر تو اتنے کہ چار ماہ میں سلوک طے ہو گیا اور استقامت جو اصل شئی ہے پچیس سال میں حاصل ہوئی۔ تو اس راستہ میں یہ نہ سمجھے کہ یہ حالات کوئی مقام ہے وہ تو مشکل سے حاصل ہوتا ہے،،(1178)

---

1176۔ ایضاً، ص278

1177۔ رائے پوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص271

1178۔ ایضاً، ص126



toobaafoundation.com

## نفاق اور کسر نفسی

ایک صاحب نے کسر نفسی کا ذکر کر دیا تو حضرتؒ نے فرمایا کہ :۔

یہ لوگ بناوٹ سے اپنے آپ کو حقیر ظاہر کرتے ہیں۔ حالانکہ دل میں اپنے متعلق یہ نہیں ہوتا۔ یہ تو نفاق ہے اور کسر نفسی اگر واقعی ہو تو یہ بڑی چیز ہے۔(1179)

اس حوالے سے حضرت گنگوہیؒ کا قول نقل کرتے ہوئے حضرت ثانیؒ نے فرمایا کہ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ "میں تو مٹی کا مادھو ہوں" آپؒ نے عرض کہ حضرت اس لفظ کی معنی سمجھ میں نہیں آئے تو فرمایا" واقعی مجھ میں کچھ نہیں ہے" حضرت ثانیؒ نے اس حوالے سے مزید فرمایا کہ

"جو شخص اپنے رب کو پہچانتا ہو کہ سب کچھ اسی کا ہے اور میں عدم وہ وجود ہیں ممکن الوجود وہ واجب الوجود۔ بھلا وہ اپنے آپ کو کیا سمجھتا ہے ایک بزرگ کا نام لیا کہ ان کو جب باری تعالیٰ سے شرف مکالمہ ہوا تو ان کی طبیعت میں تقاضا ہوا۔ عرض کیا باری تعالیٰ میں تیرے حضور میں کیا چیز پیش کروں فرمایا! تو بے چارہ کیا پیش کرے گا۔ تیرے پاس رکھا ہی کیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد پھر ان کو تقاضا ہوا جیسے موسیٰ علیہ السلام کا آیا ہے کہ ارنی کہا تو فرمایا کہ ٹوٹا ہوا قلب تو انکسار اگر حقیقتاً ہو، بڑی چیز ہے اور عارفوں کو ہی ہوتا ہے،،(1180)

## قوت ایمانیہ اور شجاعت

فرمایا

"قوت ایمانیہ جب ہوتی ہے تو آدمی کسی سے نہیں ڈرتا۔ یہ بات حضرت مدنیؒ میں دیکھی ہے۔ جب انقلاب کے زمانے میں مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا تھا، آپؒ نے قنوت نازلہ نماز فجر میں شروع کر دی تھی۔ اور اس میں ''سک والمشرکین سب کا نام لیتے تھے۔ سی۔ آئی۔ ڈی نے کلکٹر کے پاس رپورٹ پہنچائی کہ حضرت مدنیؒ ایسا کرتے ہیں، اس نے کہا۔ ان کو چھوڑو، وہ قانون سے مستثنیٰ ہیں''(1181)

## دائمی حضوری کی استعداد میں کمی

اس حوالے سے حضرت ثانیؒ نے فرمایا کہ

"یہ تو ہو سکتا ہے مگر بہت تھوڑے لوگ ایسی استعداد کے ہوتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی حالت ہوتی ہے جن کو دائمی حضوری ہو۔ کیونکہ جب کوئی کسی کے سامنے ظاہراً یا باطناً ہو تو اس کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا مگر ہر شخص کی اتنی استعداد نہیں ہے۔ کہ اس کو اس درجہ کی حضوری حاصل ہو۔ پس ایک بات تو انسان سے شرع کو مطلوب ہے جس کا وہ مکلف ہے۔ اس کی استعداد تو عموماً تمام لوگوں میں ہوتی ہے اور شاذ و نادر کسی میں نہ ہو۔ شاذ معدوم کا حکم رکھتا ہے اور ایک مطلوب ہر شخص سے نہیں اور اس کا لوگوں کو مکلف نہیں کیا وہ جس میں استعداد ہوتی ہے اس کو حاصل ہو جاتی ہے دوسرے کو نہیں۔(1182)

---

1179۔ ایضاً، ص139

1180۔ ایضاً، ص140

1181۔ للّٰہی، محمد حسین، صاجزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص129

1182۔ رائے پوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص119



toobaafoundation.com

## کم از کم تصوف جس کا ہر شخص مکلف ہے

فرمایا کہ:۔

"تصوف تو ہر شخص سے ممکن ہے کہ وہ خلوص نیت سے نیکی کی کوشش کریں، برائی پر نادم ہو کر توبہ کریں اور اس تصوف کا شرعاً ہر شخص مکلف ہے اور اسے اصطلاح میں عموماً تصوف بھی نہیں کہا جاتا اور ایک اس سے زیادہ کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس فن میں کوشش کرتا ہے۔ باقی نتائج اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں،،(1183)

## قواعد سلوک و تصوف

فرمایا

"سلوک اور روحانیت کے قاعدے کچھ انوکھے قاعدے نہیں ہیں جیسے دنیا کے اور کاموں کے قاعدے ہیں۔ اسی طرح سلوک کے مناسب حال اسی نہج کے اس کے بھی قاعدے ہیں،،(1184)

## نفس کی معرفت: اللہ کی معرفت (اللہ سے مانگنا)

حضرت ثانیؒ نے فرمایا کہ

"جب انسان اپنے نفس کو پالیتا ہے تو خدا تعالیٰ کو بھی پالیتا ہے۔ نفس کو پانے سے مراد نفس کی معرفت ہے اور نفس کی معرفت سے اس کے پیدا کرنے والے کی معرفت پیدا ہو جاتی ہے۔ چودھری رام لعل صاحب نے دریافت کیا کہ خدا سے مانگنا اچھا ہے یا یہ سمجھ کر کہ اسے تو سب معلوم ہے۔ اس لیے کیا مانگیں نہ مانگنا چاہیے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ مانگنا اچھا ہے،،(1185)

## اپنے اصل پر نظر رکھنا

فرمایا کہ انسان کی اصل کیا ہے۔ ایک قطرہ منی جو کپڑے پر لگے تو صابون سے دھوڈالیں۔ پھر جسم بنا خونِ حیض سے یہ سب چیزیں جن سے انسان کو گھن آئے۔ مگر باری تعالیٰ کا کمال ہے کہ اس نے ایسے بچے بنائے ہیں۔ جسے ہر کوئی چومے چاٹے۔ تو اپنے اندر جو خوبی نظر آتی ہے۔ سب ادھر سے نظر آتی ہے اور اسی کا کمال ہے۔ اپنے اندر تو سب نقص ہی نقص اور عجز ہی عجز ہے۔ انسان کو اپنی حقیقت جانی اور پیش نظر رکھنی چاہیے۔ جو کوئی اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے وہ ولی کہاں کا ہوا۔ کیونکہ قرآن میں ہے کہ خدا تعالیٰ تکبر کرنے والوں شیخی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اللہ کے بندے اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتے۔ جو کچھ بن آئے خدا کی قدرت اور توفیق سے ہی ہوتا ہے اور اس کے خلاف سمجھنا ان حضرات کے ہاں یہی تو شرک ہے اور الحمد میں الف لام استغراق کا ہے کہ جو خوبی کہیں بھی ہے سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔(1186)

---

1183۔ ایضاً

1184۔ ایضاً، ص120

1185۔ ایضاً، ص258

1186۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص70



toobaafoundation.com

## معرفت الٰہی کے لیے نورِ نبوت کی ضرورت

حضرت ثانیؒ نے فرمایا کہ

"انسان کی عقل ایک حد تک ہے اور معرفت الٰہی کے لیے اکیلی عقل کام نہیں دے سکتی اور اتنا کام نہیں دے سکتی کہ انسان کو ظن وتخمین کی دلدل سے کلی طور پر نکال کر یقین وایقان کے مدارج عالیہ تک پہنچا دے اور معرفت الٰہی کے بغیر انسان اپنے معراج کمال اور علت نمائی تک فائز المرام نہ ہوتا اور تخلیق کا منشاء پورا نہ ہوتا اس لیے پہلے انسان یعنی آدم علیہ السلام کو بھی نور نبوت سے فائز کیا،،[1187]

## عقل اور معرفت الٰہی کا تعلق

آپؒ نے فرمایا کہ

"انسان کی رشد وہدایت، نجات آخرت یا حصول معرفت باری تعالیٰ کا راستہ دوسرا ہے اور عقل اس کے لیے ضروری، ضرور ہے مگر گاڑی وہاں عقل کے بل پر نہیں چلتی بلکہ یوں کہو کہ عقل کو ترقی دی جاتی ہے یا عقل کی رہنمائی کی جاتی ہے۔ وہ علم جس پر انسان کی نجات اخروی۔ اور معرفت الٰہی کا مراد ہے وہ علم صرف نبیوں کو ملتا ہے۔ مثلاً عقل کو قیامت کا علم، حشر نشر، جنت دوزخ کا علم بھی نہیں ہو سکتا۔ اگر نور نبوت میں مغیبات کی خبر دینے کا ایک اور ذریعہ علم موجود نہ ہو تو عقل قاصر ہے۔ اب اس کو اگر روحانی ترقی کہیں تو روحانی ترقی کے لیے نبوت ہی کا راستہ ہے،،[1188]

## انسان میں بہیمیت وملکوتی قوت کا امتزاج

حضرت ثانیؒ نے فرمایا کہ انسان کے اندر ایک تو روح کی قوت جیسے ملکوتی قوت کہہ سکتے ہیں ہوتی ہے اور وہ کسی عارضہ کی وجہ سے جس کا علم خدا کو ہی ہوتا ہے۔ ہر انسان میں متفاوت درجہ کی ہوتی ہے اور ایک قوت انسان میں بہیمیت کی ہوتی ہے اس کا بھی ایسا ہی حال ہوتا ہے۔ پس جس شخص میں ملکوتی قوت جس درجہ کی اعلیٰ ہوگی اور بہیمیت بھی جس درجہ کی زیادہ ہوگی۔ وہ قوم کا امام ہوگا۔ اس کی بڑی استعداد ہوگی اور اس کے علاوہ جو لوگ ہوتے ہیں۔ ان میں جس درجہ کی یہ دونوں چیزیں ہوں اتنے ہی وہ مضبوط ہوتے ہیں اور ان کی رفتار اسی کے مطابق ہوتی ہے اور ان چیزوں کے درجوں کے تفاوت اور اس کی ترکیب کے مطابق ہر شخص کی پرواز ہوتی ہے۔ فرمایا! بہیمیت سے مراد شہ زوری اور رستمی نہیں ہے۔ بلکہ قلبی قوت ہے۔[1189]

## انسان کی سیمابی کیفیت

اس حوالے سے مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے فرمایا کہ:

انسان ایک وقت فرشتوں سے سبقت لے جاتا ہے اور دوسرے وقت شیاطین کو مات کرتا ہے ایک واقعہ نظیر کے طور پر بیان فرمایا! کہ دہرہ دوں کے راستہ میں آب روڑی نامی پولیس کی چوکی کے پاس ایک چھوٹی سی مسجد میں کوئی میاں جی رہا کرتے تھے۔ ایک متمول سوداگر یا بڑا آدمی راستہ کا مسافر مسجد کے غسل خانہ میں نہایا اور وہاں کئی ہزار روپیہ کی تھیلی بھول گیا اور جلدی میں سہارنپور پہنچ کر اسے

1187۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص391

1188۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص392

1189۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، ص128تا129



toobaafoundation.com

علم ہوا کہ وہ اپنی تھیلی گم کر چکا ہے۔ یہ اس کو معلوم نہ تھا کہ کہاں گم ہوئی یا راستہ میں گری۔ ایک امتحان اس مسجد کا بھی تھا۔ وہ تلاش میں اس مسجد میں پہنچا تو اس میاں جی نے فوراً وہ تھیلی اس کو دے دی کہ مجھے غسل خانہ سے ملی تھی سوائے آپ کے وہاں کسی اور کے نہانے کا مجھے علم نہ تھا چنانچہ اس تھیلی والے کے دل میں میاں جی کی دیانت کا سکہ جم گیا اور میاں جی نے بھی کمال دیانت داری سے کام لیا۔ اتفاق سے مسجد کے پاس ایک چھوٹی سی لڑکی کے قتل کے سلسلہ میں لاش برآمد ہوئی اور میاں جی وک پولیس نے چھوٹی چھوٹی دو بالیوں کے لالچ میں لڑکی قتل کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا۔ اس تھیلی والے آدمی کو اس مقدمہ کا علم ہوا تو اس نے اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لا کر کسی بڑے افسر تک میاں جی کی دیانت داری کی داستان پہنچا کر سفارش کرائی اور وہ میاں جی بری ہو گیا۔ اس کے بعد اس آدمی نے میاں جی سے گفتگو کی تو میاں جی نے بتا دیا کہ در اصل بالیوں کے لالچ میں قتل میرے ہاتھ سے ہی ہوا تھا۔ یہ سن کر اسے بڑا افسوس ہوا اور آئندہ اس نے سفارش نہ کرنے کی قسم اٹھا لی۔([1190])

## حرص کا علاج توبہ اور یاد موت

حضرت ثانیؒ نے فرمایا کہ

موت کو یاد کرو اور خدا کو یاد کرو۔ توبہ استغفار کرتے رہو۔ غصہ وغیرہ جو آتا ہے اسے ترک کرو انسان جب بوڑھا یا کمزور ہو جاتا ہے تو اس کے اخلاق خصوصاً حرص وغیرہ جوان ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ کمزوری میں انسان اپنی عادتوں کو قابو میں نہیں رکھ سکتا تو ان کا اظہار ہونے لگتا ہے اس لیے موت کو یاد رکھنا اور یاد خدا اور توبہ استغفار ضروری ہے تاکہ حرص وغیرہ کو ابھرنے کا موقع نہ ملے۔([1191])

انسان وک ایسا ہونا چاہیے کہ ہر دم موت یاد رہے اور جب وقت آ جائے تو اس وقت بھی غفلت نہ ہو۔

## اسم الٰہی سے تعلق کا فائدہ

فرمایا کہ

ہر شخص کا اسم مربی ہوتا ہے اگر اپنے مربی اسم کو کافر بھی پڑھے تو اس کی طبیعت اور استعداد کے مطابق اس کو بھی فائدہ ہوگا۔ مگر یہ فائدہ اور طرح کا ہوگا اور جو مومن کو ہوگا وہ اور طرح کا ہوگا۔ فرمایا! اس کے دو قاعدے ہیں۔ ایک تو یہ کہ بزرگ اپنے مریدوں پر ہر اسم کی ضرب لگا کر دیکھا کرتے ہیں۔ جس کا اس پر اثر زیادہ پاتے ہیں۔ اسے اسی کا ذکر بتاتے ہیں۔ تو جلد کامیاب ہو جاتا ہے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اسماء باری تعالیٰ کو انسان کئی روز پڑھے جس پر اس کی طبیعت زیادہ مناسب اور اثر محسوس کرے وہی اس کا مربی ہے اور اب تو مشائخ اسم ذات کا ذکر بتاتے ہیں۔ کیونکہ یہ اسم تمام اسماء کا جامع ہے([1192])

## سفلی علم کی حوصلہ شکنی

ایک شخص کے یہ بتانے پر ایک عامل جیبوں میں سے روپے نکال لیتا ہے اور جتنے روپے چاہے آ جاتے ہیں فرمایا کہ یہ سب سفلی اور واہیات علم ہے اور ایک جادوگر کی حکایت حضرت بہاولنگریؒ سے سنی ہوئی بیان فرمائی۔ جو تزک بابری یا تزک جہانگیری میں بھی لکھی ہے۔ فرمایا کہ کسی بادشاہ کے زمانہ میں کچے سوت کے دھاگے کے ذریعہ آسمان پر جانا۔ لڑائی لڑنے کی نیت سے پھر اس کے اوپر سے اسی

---

1190۔ ایضاً، ص82تا83

1191۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، ص162

1192۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائپوریؒ، ص385



toobaafoundation.com

کے اعضاء کا ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرنا اور جادو گر اور اس کی بیوی کا سستی ہو کر جل مرنا۔ اور پھر جادو گر کا اوپر سے واپس آنا اور بیوی کا بادشاہ سے واپس لینے کا مطالبہ کرنا اور آواز دینے پر بیوی کا بادشاہ کے تخت کے نیچے سے برآمد ہونا بیان فرمایا۔([1193])

## صوفیانہ فکر کے غیر یکساں پہلو (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

## حقیقت طریقت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی نظر میں

### خلاصہ سلوک

(1) نہ اس میں کشف و کرامت ضروری ہے۔ (2) نہ قیامت میں بخشوانے کی ذمہ داری ہے۔ (3) نہ دنیا کی کار برآری کا وعدہ ہے کہ تعویذ گنڈوں سے کام بن جاوئیں یا مقدمات دعا سے فتح ہو جایا کریں یا روزگار میں ترقی ہو یا جھاڑ پھونک سے بیماری جاتی رہے یا ہونیوالی بات بتلادیجا یا کرے۔ (4) نہ تصرفات لازم ہیں کہ مرید کو زیادہ ارادہ بھی نہ کرنا پڑے یا علم دین و قرآن میں ذہن و حافظہ بڑھ جائے۔ (5) نہ ایسے باطنی کیفیات خوب رونا آئے ایسی محویت ہو جاوے کہ اپنی خبر نہ رہے۔ (6) نہ ذکر و شغل میں انوار وغیرہ کا نظر آنا یا کسی آواز کا سنائی دینا ضروری ہے۔ (7) نہ عمدہ عمدہ خوابوں کا نظر آنا یا الہامات کا صحیح ہونا لازمی ہے بلکہ "اصل مقصود" حق تعالیٰ کا راضی کرنا ہے۔ جس کا ذریعہ ہے "شریعت" کے حکموں پر پورے طور سے چلنا ان حکموں میں بعض متعلق ظاہر کے ہیں جیسے نماز و روزہ، حج و زکوٰۃ وغیرہ اور جیسے نکاح و طلاق واداے حقوق زوجین و قسم و کفارہ قسم وغیرہ اور جیسے لین دین و پیروی مقدمات و شہادت و وصیت و تقسیم ترکہ وغیرہ اور جیسے سلام و کلام و بعام و منام و قعود و قیام و مہمانی و میزبانی وغیرہ ان مسائل کو "علم فقہ" کہتے ہیں اور بعض متعلق باطن کے ہیں جیسے خدا سے محبت رکھنا، خدا سے "ڈرنا"، خدا کو یاد رکھنا، دنیا سے محبت کم ہونا، خود پسندی نہ ہونا، غصہ کو ضبط کرنا وغیرہ ان اخلاق کو "سلوک" کہتے ہیں اور مثل احکام ظاہری کے ان احکام باطنی پر عمل کرنا بھی فرض و واجب ہے نیز ان باطنی خرابیوں سے اکثر ظاہری اعمال میں بھی خرابی آجاتی ہے جیسے قلت محبت حق سے نماز میں سستی ہو گئی یا جلدی جلدی بلا تعدیل ارکان پڑھ لی یا بخل سے زکوٰۃ اور حج کی ہمت نہ ہوئی یا کبر و غلبہ غضب سے کسی پر ظلم ہو گیا۔ حقوق تلف ہو گئے و مثل ذلک اور اگر ان ظاہری اعمال میں احتیاط کی بھی جائے تب بھی جب تک نفس کی اصلاح نہیں ہوتی وہ احتیاط چند روز سے زیادہ نہیں چلتی پس نفس کی اصلاح ان دو سبب سے ضروری ٹھہری([1194]) پس سالک کو دو کام کرنے پڑتے ہیں ایک ضروری کہ احکام شرعی ظاہری و باطنی کی پابندی ہے دوسرا مستحب کی کثرت ذکر ہے اس پابندی احکام سے خدا تعالیٰ کی رضا اور قرب اور کثرت فکر سے زیادت، رضا و قرب حاصل ہوتا ہے یہ ہے خلاصہ سلوک کے طریق اور اس کا مقصود۔([1195])

---

1193۔ ایضاً، ص479

1194۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، التکشف عن مہمات التصوف، حیدر آباد، اللجنۃ العلمیہ، 1327ھ، ص22

1195۔ ایضاً، ص23



toobaafoundation.com

## مولانا تھانویؒ کے نزدیک حقوق طریقت

طریقت میں داخل ہو کر جو جو کام کرنا پڑیں گے:

بہشتی زیور کے گیارہ حصے اول سے آخر تک ایک ایک حرف کر کے پڑھنے یا سننے پڑیں گے۔(2)اپنی سب حالتیں بہشتی زیور کے موافق رکھنا پڑیں گئیں۔(3)جو کام کرنا ہو اور اس کا جائز ناجائز ہونا معلوم نہ ہو کرنے سے پہلے علماء اہل حق سے پوچھنا پڑیگا اور انکے بتانے کے موافق عمل کرنا ہوگا۔(4)نماز پانچ وقت جماعت سے پڑھنا ہو گی البتہ اگر کوئی عذر شرعی ہو تو جماعت معاف ہے اور اگر بلا عذر غفلت سے رہ جائے ندامت کے ساتھ استغفار کرنا چاہیے۔(5)اگر مال بقدر زکوۃ ہو تو زکوۃ دینا ہو گی مسائل اس کے بہشتی زیور میں ملیں گے اس طرح کھیت اور باغ کی پیداوار میں دسواں، بیسواں حصہ دینا ہو گا اس کے مسائل زبانی معلوم کر لیے جائیں(6)اگر حج کی گنجائش ہو تو حج کرنا پڑیگا، اسی طرح گنجائش کی صورت میں عید کو صدقہ فطر اور بقر عید کو قربانی ضروری ہو گی۔(7)اپنی بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنا ہوں گے۔ان کا یہ بھی دینی حق ہے کہ ان کو ہمیشہ شرع کے احکام بتاتے رہو۔

## طریقت میں یہ کام چھوڑنا پڑیں گے

(1)داڑھی منڈانا، داڑھی کٹانا جبکہ چار انگل سے زائد نہ ہو، ٹخنوں سے نیچے پائجامہ پہننا، لنگی باندھنا یا کرتہ چوغہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانا یا عمامہ کا شملہ آدھی کمر سے نیچے چھوڑنا یا کسم وزعفران کا رنگا ہوا یا ناپاک رنگ کا رنگا ہوا کپڑا پہننا یا ریشمی یا زری کا لباس چار انگل سے زیادہ خود پہننا یا لڑکوں کو پہنانا یا کفار کا سا لباس پہننا یا مردوں کا چاندی کی انگوٹھی پہننا یا عورتوں کو کڑا جوتا یا مردانہ لباس پہننا یا ایسا باریک یا چھوٹا پہننا جس میں بدن کھلا رہے کسی عورت یا مرد کو بُری نگاہ سے دیکھنا یا عورتوں لڑکوں سے زیادہ میل جول رکھنا۔مرد کو کسی نامحرم عورت کے پاس یا عورت کو کسی نامحرم مرد کے پاس بیٹھنا یا تنہا مکان میں رہنا یا بدوں سخت مجبوری کے سامنے آجانا اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں اور جہاں سخت مجبوری ہو وہاں سر اور بازو اور کلائی و پنڈلی اور گلا کھولنا نامحرم مرد کے سامنے حرام ہے۔منہ کے سامنے بھی گھونگھٹ رہنا بہتر ہے۔اسی طرح نامحرم مرد و عورت کا باہم ہنسنا بولنا ضرورت سے زیادہ باتیں کرنا یہ سب چھوڑ دینا چاہیے۔[1196]

ختنہ یا عقیقہ یا شادی میں جمع ہونا یا برات میں جانا البتہ عین نکاح کے وقت پاس پاس کے مردوں کا جمع کر لینا مضائقہ نہیں یا کوئی کام فخر و نمود کا کرنا جیسے آج کل رسم رسوم کا کھانا کھلانا لینا دینا ہوتا ہے اسی طرح فضول خرچی کرنا یا کپڑے میں بہت تکلف کرنا کہ یہ بھی فخر و نمود میں داخل ہے۔مردہ پر چلا کر رونا اسکا تیجہ دسواں، بیسواں چالیسواں وغیرہ کرنا۔لڑکیوں کا حصہ نہ دینا۔اہل حکومت و ریاست کا غربا پر ظلم، کرنا، جھوٹ نالش کرنا، موروثی کا دعویٰ کرنا۔رہن یا رشوت کی آمدن کھانا۔تصویر بنانا یا رکھنا یا برائے شوق کتے پالنا، کبوتر بازی، مرغ بازی وغیرہ کا شغل کرنا یا بچوں کو اجازت اور پیسے دینا۔گانا سننا باجے سے یا بے باجے اسی میں گراموفون بھی داخل ہے۔عرسوں میں جانا بزرگوں کی منت ماننا۔فاتحہ، نیاز، گیارھویں وغیرہ متعارف طور پر کرنا۔رواج کے موافق مولود شریف کرنا۔تبرکات کی زیارت کے لیے عرس کا سا انتظام کرنا یا اس وقت مردوں عورتوں کا خلط یا سامنا ہو جانا۔شب برات کو حلوہ پکانا۔یا محرم کو تہوار منانا یا رمضان میں ختم قرآن پر شرینی ضرور کر کے بانٹنا یا ٹونے ٹوٹکے کرنا۔فال وغیرہ کھلوانا کسی نجومی یا آسیب سے کوئی بات پوچھنا، غیبت کرنا، چغلی کرنا، جھوٹ بولنا۔تجارت میں دغا کرنا۔بلا اضطرار ناجائز نوکری کرنا یا جائز نوکری میں کام خراب کرنا، عورت کا خاوند کے سامنے زبان درازی کرنا، یا اس کا مال بلا اجازت خرچ کرنا یا بلا اجازت کہیں جانا اور حافظوں کا مردوں پر قرآن پڑھ کر یا تراویح میں قرآن سنا

---

1196۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، التکشف عن مہمات التصوف، حیدرآباد، اللجنۃ العلمیہ، 1327ھ، ص22



toobaafoundation.com

کر کچھ لینا یا مولویوں کو وعظ پر یا مسئلہ بتانے پر اجرت لینا یا بحث و مباحثہ میں پڑنا یا درویش وضع لوگوں کو پیری مریدی کی ہوس کرنا یا تعویذ گنڈوں کا مشغلہ رکھنا۔([1197])

اسی حوالے سے مزید فرماتے ہیں کہ:

اس غلطی کی اصلاح کہ فقیری میں اتباع شریعت کی ضرورت نہیں، فتوحات میں ہے، جو حقیقت شریعت کے خلاف ہو بد دینی اور مردود ہے اور اسی میں ہے جو شخص کہے کہ ادھر کوئی اور راہ ہے اللہ کی طرف بر خلاف اس کے جو شریعت نے بتلادیا اس کا قول جھوٹا ہے پس اسے شیخ کو مقتدا نہ بنایا جائے جس کو ادب نہ ہو۔ عالم اگر کوئی بیہودہ بات بھی کرتا ہے تو وہ ایسی خلاف اور بری نہیں ہوتی کہ کفر و شرک تک نوبت پہنچ جائے اور چونکہ اس کی برائی سے واقف ہے، توبہ کی امید ہے بخلاف جاہل کے کہ بسا اوقات ضروری اعمال نماز، روزہ بھی درست نہیں ہوتا اور لاعلمی سے کفر و شرک لازم آجاتا ہے اور چونکہ اس کی برائی سے واقف نہیں تو بہ بھی نصیب نہیں ہوتی۔([1198])

## شریعت و طریقت کا تلازم

شریعت صرف فرض و واجب اور حلال و حرام کے چند مسائل کا نام نہیں ہے بلکہ شریعت جسم و جان اور روح و قلب اور تمام علوم الٰہیہ اور لا متناہی معارف سب کی جامع ہے ان مذکورہ تمام چیزوں میں سے طریقت و معرفت محض ایک ٹکڑے کا نام ہیں اور اسی وجہ سے تمام اولیاء کرام کے قطعی اجماع سے فرض ہے کہ تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر پیش کیا جائے، اگر وہ حقائق، شریعت کے مطابق ہوں تو حق اور قابل قبول ہیں ورنہ مردود سوا ہیں تو یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے۔ شریعت وہ راہ ہے جس پر خدا ملتا ہے۔ ([1199])قرآن پاک میں ارشاد ہے:

إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسۡتَقِيمٍ (القرآن 56:11)

بے شک اس سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے۔

اسی طرح طریقت بھی راستے ہی کا نام ہے۔ اب اگر وہ راستہ شریعت سے جدا ہو تو قرآن عظیم کی گواہی کے مطابق وہ اللہ تعالیٰ تک نہ پہنچائے گا بلکہ شیطان تک پہنچائے گا۔ وہ راستہ جنت میں نہیں بلکہ جہنم میں لے جائے گا۔ طریقت یہی شریعت ہے اور اسی روشن راہ کا ایک ٹکڑا ہے اور طریقت کا شریعت سے جدا ہونا ناممکن ہے جو اسے شریعت سے جدا مانتا ہے۔ وہ طریقت کو خدا کا راستہ نہیں بلکہ ابلیس کا راستہ مانتا ہے مگر صحیح و سچی طریقت ہر گز شیطان کا راستہ نہیں بلکہ وہ قطعی طور پر اللہ عزوجل کا راستہ ہے جب طریقت اللہ کا راستہ ہے تو یقیناً وہ شریعت مطہرہ ہی کا حصہ ہے۔ طریقت میں جو حقائق آدمی پر کھلتے ہیں وہ شریعت کی پیروی ہی کا صدقہ ہے ورنہ شریعت کی پیروی کے بغیر بڑے بڑے کشف تو راہبوں اور ہندو جوگیوں، سنیاسیوں کو بھی ہوتے ہیں ان کے کشف انہیں کہاں لے جاتے ہیں اسی بھڑکتی آگ اور دردناک عذاب کی طرف لے جاتے ہیں لہٰذا شریعت کی پیروی کے بغیر کسی کشف کا کوئی فائدہ نہیں۔ شریعت منبع ہے یعنی پانی پھوٹنے کی جگہ اور طریقت اس منبع سے نکلا ہوا دریا۔ طریقت کو ہر وقت اپنے منبع کی حاجت ہے اس اصل یعنی

---

1197۔ ایضاً، ص 24

1198۔ کاندھلوی، زکریا، محمد، مولانا، شریعت و طریقت کا تلازم، ص 100۔101

1199۔ قادری، شاہ احمد رضا، مولانا، شریعت و طریقت، ص 3



toobaafoundation.com

شریعت سے تعلق ٹوٹتے ہی صرف یہ ہی نہیں ہو گا کہ آئندہ کے لیے مدد موقوف ہو جائے گی اور فی الحال جتنا پانی آ چکا اس سے فائدہ حاصل ہوتا رہے گا بلکہ جیسے ہی شریعت سے تعلق ٹوٹا فوراً طریقت کا دریا فنا ہو جائے گا۔(1200)

## اصول طریقت کا اجمالی خاکہ

مولانا تھانویؒ اس حوالے سے اپنی تصنیف "شریعت و طریقت" میں تحریر کرتے ہیں کہ اس طریق کے متعلق چند ضروری امور مثل اصول موضوعہ کے ہیں اگر تحقیقاً یا تقلیداً ان کا اعتقاد اور ان پر عمل رکھا جائے تو ہمیشہ کی پریشانی و غلط فہمی و کجروی سے بچ جائے۔(1201) اول ہر مطلوب میں کچھ مبادی ہوتے ہیں کچھ مقاصد، کچھ زوائد و توابع اصل مقاصد ہوتے ہیں اور مبادی اس سے مقدم مگر مقصود بالعرض اور زوائد اس سے موخر مگر غیر مقصود اس طرح اس طریق میں بھی بعض مبادی ہیں اور وہ چند علوم و مسائل ہیں جو بصیرت فی المقصود کے موقوف علیہ ہیں اور بعض مقاصد ہیں کہ وہی مقصود بالتحصیل ہیں اور ان ہی پر کامیابی اور ناکامی کا مدار ہے اور بعض زوائد و توابع ہیں کہ ان کا وجود نہ معیار کامیابی ہے نہ فقدان معیار ناکامی (یعنی غیر مقصود ہیں)۔(1202)

ثانی منجملہ مبادی کے امر اول مذکورہ بالا ہے جو غالباً اعظم المبادی و اجمع المبادی ہے اور دوسرے مبادی پر اثنائے سلوک میں وقتاً فوقتاً تنبیہ و اطلاع کی جاتی رہتی ہے اور مقاصد اعمال خاصہ ہیں جو افعال اختیاریہ ہیں جن میں ایک حصہ اعمال صالحہ متعلق بجوارح ہیں جن کو سب جانتے ہیں جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج و دیگر طاعات واجبہ و مندوبہ اور دوسرا اعمال صالحہ متعلق بقلب و نفس ہیں، مثل اخلاص و تواضع و حب حق و شکر و صبر و رضا و تفویض و توکل و خوف و رجا و امثالھا اور ان کے اضداد کا ازالہ اور ان اعمال اختیاریہ کو مقامات کہتے ہیں اور یہی نصوص میں مامور بالتحصیل ہیں۔ اور ان کے اضداد مامور بالازالہ و االروع اور ان اعمال کی غایت ، تعلق بحق (یعنی نسبت) و رضائے حق ہے کہ روح اعظم سلوک کی یہی ہے اور زوائد احوال خاصہ ہیں مثل ذوق و شوق، قبض و بسط، صحو و شکر، غیبت، وجد استغراق واشباہہا اور یہ امور غیر اختیاریہ ہیں اعمال مذکورہ پر اکثر ان کا ترتب ہوتا ہے اور گاہ نہیں ہوتا۔ یہ احوال نہ مامور بہا ہیں نہ ان کے اضداد مامور بالازالہ، اگر ترتیب ہو جاوے محمود ہے اگر نہ ہو تو مقصود میں کچھ خلل نہیں۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ مقامات اختیار سے حاصل ہوتے ہیں اور کیفیات و احوال عطاء ربی ہیں پس خلاصہ یہ ہوا کہ طریق میں تین امور مبحوث عنہ ہیں۔

1۔ علوم جن سے مقصود میں بصیرت ہوتی ہے۔

2۔ اعمال جو کہ مقصود ہیں اور ان کا اہتمام ضروری ہے۔

3۔ احوال جو کہ مقصود نہیں گو محمود ہیں ان کے درپے ہرگز نہ ہونا چاہیے۔(1203)

ثالث یہ قواعد کلیہ ہیں۔ باقی جزئیات کا ان پر انطباق، اس میں شیخ کی ضرورت ہے کہ اس کا درجہ طبیب کا سا ہے اور طالب کا درجہ مریض کا سا، طبیب سے اپنا حال کہا جاتا ہے وہ نسخہ تجویز کرتا ہے۔ اس کا استعمال کر کے اس کو اطلاع دی جاتی ہے وہ پھر جو رائے دیتا ہے اس پر عمل ہوتا ہے اسی طرح تا حصول صحت سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اسی طرح طریق سلوک میں بھی دو امر ہیں اطلاع و اتباع تا

---

1200۔ ایضاً، ص 5، 6

1201۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت و طریقت، ص 52

1202۔ ایضاً، ص 53

1203۔ ایضاً



toobaafoundation.com

حصول مقصود یعنی رسوخ نسبت بحق مطلب یہ کہ جب تک کامل نسبت اور وصول پیدا نہیں ہوتا۔ جملہ امراض سے شیخ کو مطلع کرتا ہے اور اس کی طرف سے تجویز کردہ نسخہ شفاء کو استعمال میں لاتا ہے۔(1204)

## مولانا اشرف علی تھانویؒ کا اعتراف حقیقت اور مساعی

شرعی بنیادوں کے ذریعے طریقت کو شریعت کا ہمنوا یا تابع قرار دیا جاتا ہے لیکن ان کوششوں کے باوجود بھی طریقت ہمیشہ علمائے دین کی نظروں میں کھٹکتی ہی رہی ہے چنانچہ "تجدید تصوف و سلوک" کے مصنف اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے مرید خاص عبدالباری سابق استاد فلسفہ ودینیات اس مغایرت کا اظہار ان الفاظ میں کر رہے ہیں:

"پھر یہی اہل دنیا ہی نہیں بلکہ ان سے بڑھ کر اکابرین دین تک کو تصوف کے غیر دین یا طریقت کے خلاف شریعت ہونے اور اس کی بدولت اس سے انکار و توحش کا بہت بڑا مشابہ ہوتا ہے کہ حضرات صوفیا کے بہت سے حقائق و معارف، افکار و اشغال، مجاہدات و مراقبات، احوال و کیفیات، توجہ و تصرفات، کشف و کرامات، ترک لذت و تعلقات، بیعت و نسبت اور رسوم و عبادات وغیرہ کی خاص خاص صورتوں کا ان حضرات کو کتاب و سنت کی عام و منصوص تعلیمات میں بظاہر نام و نشان نہیں ملتا اور مغالطہ یہ ہو گیا ہے کہ تصوف و طریقت کی اصل و حقیقت یہی "بدعات" ہیں۔(1205)

چنانچہ اشرف علی تھانویؒ نے تصوف و سلوک کو شریعت سے ہم نوا بنانے اور اس کی تجدید کرنے کی مہم کا آغاز کیا۔ آپ کے فیض یافتہ عبدالباری ندوی لکھتے ہیں کہ

"اسلامی تصوف کی خود صوفیاء محققین کے نزدیک حقیقت یہ ہے کہ وہ نام ہے عین اسلام و شریعت کا۔ یعنی دین طریقت و شریعت میں مطابقت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ صحابہ کو بھی "صوفی" ثابت کیا جائے اور حضور ﷺ کو صوفی اکبر چنانچہ یہ مرحلہ بھی سر کر لیا گیا اور حضرت حسن بصری کی حضرت علیؓ سے بیعت ثابت کر کے حضور ﷺ تک شجرہ طریقت ملا دیا گیا اس مہم کے لیے جو دوسرا اہم کام کیا گیا اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔(1206)

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے قرآن و حدیث سے تصوف کے تقریباً دو ہزار مسئلے صاف صاف دلالت سے ثابت کر دیئے ہیں۔(1207) اور فرمایا اگر غور کرتا تو اتنے ہی اور ثابت کر دیتا۔(1208)

لیکن مولانا عبدالرحمان کیلانیؒ کا کہنا ہے کہ

ایسے مسائل جن کے متعلق خود مولانا تھانویؒ اعتراف کر رہے ہیں کہ بظاہر ان کا کتاب و سنت میں نشان نہیں ملتا۔ پھر وہ خود ہی دو ہزار مسائل قرآن و حدیث سے صاف صاف دلالت سے ثابت کر رہے ہیں تو یہ دلالت کسی قدر صاف صاف ہو گی اور اس کے لیے

---

1204۔ ایضاً، ص 53

1205۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف و سلوک، لاہور، مکتبہ الاشرفیہ، 1949ء، ص 45

1206۔ کیلانی، عبدالرحمان، مولانا، شریعت و طریقت، لاہور، مکتبہ السلام 2006، ص 509

1207۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، الاضاضات الیومیہ، مظفر نگر، خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون، 1932ء، حصہ ہفتم، ص 200

1208۔ ندوی، عبدالباری، مولانا تجدید تصوف و سلوک، ص 120



toobaafoundation.com

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کو کس قدر کھینچاتانی کرنی پڑی ہو گی۔ کیا اس سے یہ بہتر نہیں تھا کہ صرف ایک دو ہی نصوص ہو تیں، جو اس قدر قطعی ہو تیں کہ ان میں کھینچاتانی کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ (1209)

## زہد کی حقیقت

"بہت کم کھانا بھی زہد نہیں یہ مقصود ہے کہ ہمارے کم کھانے سے نعوذ باللہ، اللہ تعالی کے خزانہ میں توفیر تھوڑا ہی ہو جائے گی ہاں اتنا بھی نہ کھائے کہ پیٹ میں درد ہو جائے ہمارے حاجی (امداد اللہؒ، اشرف علی کے پیر) کا مذاق تو یہ تھا کہ نفس کو خوب آرام سے رکھے لیکن اس سے کام بھی خوب لے" (1210)

"اس لیے صحت کی بہت حفاظت کرے دماغ اور قلب کی تفریح و تقویت غذا و دوا کرتا رہے۔ نہ غذا میں اتنی کمی کرے کہ ضعف ہو جائے نہ اس قدر افراط کہ ہضم میں فتور ہو جائے۔ جب تک صادق رغبت نہ ہو کھانا نہ کھائے۔ نہ بہت زیادہ سوئے کہ کسل ہو نہ بہت کمی کرے کہ یبوست (ضعف) ہو جائے"۔ (1211)

## وضاحت تصوف و سلوک

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے تصوف و سلوک کی حقیقت اس طرح واضح فرمائی کہ:

مقصود اصلی طریق ہے رضا اور قرب حق ہے اور جتنے امور کو ان میں دخل ہے وہ بقدر دخل کے مامور بہ ہیں اور درجہ دخل کا بتلانا صرف درجہ شارع کا ہے خواہ صراحتاً بتلائیں یا دلالۃً۔ جس کا ظہور قیاس صحیح سے ہوتا ہے اور اسی جگہ سے کہا گیا ہے "القیاس مظہر لا مثبت (1212) اسی طرح مجتنب عنہ اور مذموم اصلی کا درجہ سخط و بعد عن الحق ہے اور جتنے امور کو اس میں دخل ہے وہ بقدر دخل کے منہی عنہ ہیں خواہ صراحۃً یا دلالۃً جیسا کہ مامور بہ میں مذکور ہوا۔ ایک مقدمہ تو قابل استحضار کے یہ ہے اور دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ جتنے امور کو قرب یا بعد میں دخل ہے وہ سب امور اختیاریہ ہیں ان میں کوئی امر غیر اختیاری نہیں اور یہی معنی ہیں۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاؕ (القرآن: 2: 286)

اور تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ امور اختیاریہ عام ہیں۔ امور ظاہرہ قلبیہ و باطنیہ قلبیہ کو اور تتبع نصوص و رجوع الی الوجدان سے یقیناً ثابت ہے کہ امور ظاہرہ اعمال جوارح ہیں، حسنہ یا قبیحہ اور امور باطنہ دو قسم کے ہیں عقائد صحیحہ یا باطلہ اور اخلاق محمودہ یا مذمومہ۔ پس جن امور کو قرب حق میں دخل ہو گا وہ یہ ہیں اعمال حسنہ اور عقائد صحیحہ اور اخلاق محمودہ اور یہی مامور بہا بھی ہوں گے اور جن امور کو بعد عن الحق میں دخل ہو گا وہ یہ ہیں۔ اعمال قبیحہ اور عقائد باطلہ اور اخلاق مذمومہ اور یہی منہی عنہا ہوں گے۔ (1213)

چوتھا مقدمہ جو دوسرے مقدمہ سے لازم آیا اور بدلیل مستقل بھی ثابت ہے کہ جو امور اختیار سے خارج ہیں ان کو نہ قرب میں دخل نہ بعد میں۔ اس لیے نہ وہ مامور بہ ہوں گے اور نہ منہی عنہ ہوں گے اور پانچواں مقدمہ یہ ہے کہ امور غیر اختیاریہ اقسام کثیرہ

---

1209۔ کیلانی، عبد الرحمان، مولانا، شریعت و طریقت، ص 509

1210۔ ندوی، عبد الباری، مولانا، تجدید تصوف و سلوک، ص 78

1211۔ ایضاً، ص 79

1212۔ https://amnoaman.wordpress.com/2015/02/21/iLhad-wa-bidat-aur-ghair-muqallideen/

1213۔ دریابادی، عبد الماجد، مولانا، تصوف و سلوک از آثر حکیم الامت، ص 1



toobaafoundation.com

ہیں لیکن جن پر بعض کو اشتباہ موجب قرب وبعد ہو جانے کا ہو جاتا ہے وہ صرف چند قسم کے ہیں۔ایک احوال محمودہ اور کمالات وہبیہ باب قرب میں اسی طرح باب بعد میں وساوس وخطرات یا اقسام قبض یا کسی معصیت کی طرف میلان ضعف یا قوی درجہ کا تقاضا ہونا اور ان اقسام امور غیر اختیاریہ پر قرب وبعد کے مرتب ہونے کی نفی کرنے سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ بھی قرب وبعد پر مرتب نہیں ہوتے یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو کسی عمل یا محض فضل سے مقرب بنایا ہو پھر اس کو بعض کمالات وہبیہ کے ساتھ موصوف کر دیا ہو۔اسی طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو عمل مذموم سے (نہ کہ بلا عمل) مطرود بنایا ہو۔پھر اس کو بعض بلّیات غیر اختیاریہ میں مبتلا کر دیا ہو مگر یہ بلّیات سبب بعد نہ ہوں گے گو مسبب عن البعد ہوں جن کا تدارک صرف اعمال مبعدہ کے تدارک سے ہو سکتا ہے۔(1214)

## باطنی امراض کی تشخیص اور تجویز علاج

انعامات الٰہیہ کے متعلق حضرت تھانویؒ اکثر نہایت تشکر وامتنان کے ساتھ فرمایا کرتے کہ الحمد للہ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے رات دن ایسی ایسی کھلی دستگیریاں اور عنایتیں ہوتی رہتی ہیں کہ بس آواز تو نہیں ہوتی لیکن معاملہ سب ایسا ہی ہوتا ہے جیسے ہر موقع پر بھی فرماتے جاتے ہوں کہ دیکھو ہم نے تیرے ساتھ یہ عنایت کی۔دیکھ ہم نے یہ دستگیری کی۔(1215)

فرمایا! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے صحیح باتیں ذہن میں ڈال دی ہیں جن کی وجہ سے لوگ ظلمت سے نکل کر نور میں تو پہنچ گئے ہیں اور راستہ بالکل صاف نظر آنے لگا ہے۔ایک مدت سے بہت بڑا حصہ تصوف کا مردہ ہو چکا تھا۔کام کرنے والوں کو بھی خبر نہ تھی کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور اس کا انجام کیا ہے بس اندھیری کوٹھری میں اندھا دھند چلے جا رہے تھے کچھ ہوش نہ تھا خواہ سر پھوٹے یا ٹانگ ٹوٹے اب الحمد للہ! طریق کافی طور پر واضح ہو گیا ہے مدتوں کے بعد یہ طریق زندہ ہوا ہے۔(1216)

اس حوالے سے مزید فرماتے ہیں کہ:

مجھ کو سخت سے سخت حالات پیش آچکے ہیں لہٰذا احوال باطنی کا ایسا تجربہ ہو گیا ہے کہ کسی سالک کو کتنی ہی الجھی ہوئی حالت ہو اور وہ کیسی ہی باطنی پریشانی میں مبتلا ہو بحمد اللہ مجھ کو اس کے معالجے کے باب میں ذرا بھی تردد لاحق نہیں ہوا اور بفضلہ تعالیٰ ایسی ایسی تدبیریں ذہن میں آجاتی ہیں کہ ان کے استعمال سے وہ نہایت سہولت وسرعت کے ساتھ اس حالت سے نکل جاتا ہے بالخصوص وساوس وخطرات کی تشخیص ماہیت اور تجویز علاج میں تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی بصیرت عطا فرمائی ہے کہ آجکل کم لوگوں میں ہو گی۔(1217)

## حقیقت شناسی وتواضع

بعض خاص اہل امتیاز ووجاہت نے حضرت تھانویؒ سے بیعت کی درخواست کی تو حضرتؒ نے پیشتر ہی سب معاملات کو صاف صاف مگر نہایت لطافت ومتانت اور تہذیب وشائستگی کے ساتھ تحریر فرمایا:۔

> آپ نے اپنی محبت سے جو خدمت مجھ سے لینا چاہی ہے اگرچہ میں اس کا اہل نہیں مگر احباب کی خدمت سے انکار بھی نہیں
> لیکن چونکہ آپ سے دلی خلوص اور بے تکلفی ہے اس لیے خیر خواہی سے حسب ذیل امور کو آپ کی نظر میں لانا چاہتا ہوں

---

1214۔ ایضاً، ص 2

1215۔ دریابادی، عبدالماجد، مولانا، مقامات سلوک، ص 4

1216۔ مجذوب، عزیز الحسن، خواجہ، اشرف السوانح، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، 2006، ص 477

1217۔ دریابادی، عبدالماجد، مولانا، مقامات سلوک، ص 5



toobaafoundation.com

تاکہ بصیرت سے رائے قائم فرما سکیں کسی مغالطہ کا احتمال نہ رہے پھر جو رائے قائم فرمائی جائے گی میں اس کا اتباع کرنے کو تیار ہوں۔

1۔ میں ایک خشک طالب علم ہوں۔اس زمانہ میں جن چیزوں کو درویشی کے لوازم میں سے سمجھا جاتا ہے جیسے محفل میلاد شریف، عرس، گیارہویں نیاز، فاتحہ، قوالی و مثل ذلک میں ان سب سے محروم ہوں اور اپنے دوستوں کو بھی اسی خشک طریقہ پر رکھنا پسند کرتا ہوں۔

2۔ میں نہ صاحب کشف ہوں، نہ صاحب کرامت، نہ صاحب تصرف، نہ عامل، بس اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے احکام پر مطلع کرتا رہتا ہوں۔

3۔ اپنے دوستوں سے کسی قسم کا تکلف نہیں کرتا نہ میں اپنی حالت چھپاتا ہوں نہ اپنی کوئی تعلیم نہ کوئی مشورہ امور دینیہ کا، پھر عمل کرنے پر کسی کو مجبور نہیں کرتا عمل کرتا ہوا دیکھ کر خوش اور عمل سے دور دیکھ کر رنجیدہ ہوتا ہوں۔

4۔ میں کسی سے نہ کوئی فرمائش کرتا ہوں نہ کسی کی سفارش، اسی لیے بعض اہل الرائے مجھ کو خشک مزاج کہتے ہیں میرا مذاق یہ ہے کہ ایک کو دوسرے کی رعایت سے کوئی اذیت نہ دوں خواہ لفظی ہی اذیت ہو۔

5۔ سب سے زیادہ اہتمام مجھ کو اپنے لیے اور اپنے دوستوں کے لیے اس امر کا ہے کہ کسی کو کسی قسم کی اذیت نہ پہنچائی جائے خواہ بدنی ہو جیسے مارپیٹ، خواہ مالی ہو جیسے کسی کا حق مار لینا یا ناحق کوئی چیز لے لینا، خواہ آبرو کے متعلق ہو جیسے کسی کی تحقیر، کسی کی غیبت خواہ اذیت نفسانی ہو جیسے کسی۔۔۔ کو کسی تشویش میں ڈال دینا یا کوئی ناگوار ورنج دہ معاملہ کرنا اور اگر غلطی سے کوئی بات ایسی ہو جائے تو معافی چاہنے سے عار نہ کرنا۔

6۔ نمبر 5 کا مجھ کو اس قدر اہتمام ہے کہ کسی کی وضع کو خلاف شرع دیکھ کر صرف شکایت ہے مگر نمبر 5 کی کوتاہی دیکھ کر بے حد صدمہ ہوتا ہے اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس سے نجات دے۔([1218])

## تجدید تصوف کے اصل اصول

حضرت تھانویؒ کے نزدیک تجدیدی و اصلاحی تصوف کی اصل الاصول دو ہی باتیں ہیں جن سے بچنے کا ہر وقت اہتمام ضروری ہے، ایک غفلت جس کا علاج ذکر ہے دوسری معصیت۔البتہ معاصی میں چونکہ عام دیندار اور علمائے ظاہر زیادہ تر کبائر اور وہ بھی جوارح کے معاصی ہی کو معاصی خیال کرتے ہیں، صغائر اور قلب یا باطن کے معاصی کی بالکل یا چنداں پرواہ نہیں کرتے اور صوفی کا خاص مقام احسان و حضور ہے، وہ صغائر و کبائر، ظاہر و باطن ہر حال میں اور ہر جگہ حق تعالیٰ کو حاضر و ناظر، رائی و مرئی مشاہدہ کرتا ہے، اس لیے معصیت صغیرہ ہو یا کبیرہ، قلب سے ہو یا زبان سے یا ہاتھ پاؤں آنکھ کان سے سب سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔([1219])اس حوالے سے فرماتے ہیں کہ "غفلت سے قلب کی نورانیت برباد ہو جاتی ہے اور معصیت سے علاوہ نور قلب فوت ہونے کے مقبولیت عند اللہ بھی زائل ہو جاتی ہے اور یہ بڑا خسارہ ہے۔۔۔ اگر احیاناً غفلت سے یا نفس کی شرارت سے کوئی قولی یا فعلی معصیت سرزد ہو جائے، فوراً نہایت ندامت و عاجزی سے استغفار و توبہ کرے، بالخصوص بعض معاصی خصوصیت سے زیادہ مضر ہیں ان سے بچنے کا اور زیادہ اہتمام

---

1218۔ دریابادی، عبدالماجد، مولانا، تصوف و سلوک (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، ص6

1219۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف و سلوک، ص69



toobaafoundation.com

رکھے، ایک ریا، دوسرے کبر، اور اسی سے گاہے تفاخر پیدا ہو جاتا ہے، خواہ کمال دینوی پر ہو یا کمال دینی پر، تیسرے زبان سے کسی کی غیبت و شکایت یا کسی پر طعن واعتراض، بلکہ اکثر فضول کلام بھی نورانیت قلب کو مضر ہوتا ہے اس لیے طالب حق کو لوگوں سے زیادہ میل جول نہ کرنا چاہیے۔ مگر بضرورت چوتھے محل نامشروع میں رغبت و شہوت سے کسی کی طرف توجہ کرنا خواہ آنکھ سے یا دل کے خیال سے۔ پانچویں بے جا یا اعتدال سے زیادہ غصہ کرنا یا بد خلقی و سختی کے ساتھ پیش آنا"([1220])

## سہولت تصوف

فرمایا کہ:

"اس طریق میں دشواری اسی وقت تک ہے جب تک اس کی حقیقت سے بے خبری ہے حقیقت معلوم ہو جانے کے بعد پھر اس سے زیادہ سہل اور آسان کوئی چیز نہیں آتی۔ لوگوں نے فن نہ معلوم ہونے کی وجہ سے اس کو ہوا بنا رکھا ہے حالانکہ تصوف صرف ایک مسئلہ پر ختم ہے عمل ایک اختیاری ہے اور ایک غیر اختیاری۔ اختیاری کو لے لو اور غیر اختیار کے درپے نہ ہو"([1221])

## شیخ کامل کی پہچان

بیعت و صحبت کی اہمیت و ضرورت ثابت ہو جانے کے بعد ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جس کے ہاتھ میں ہاتھ دے سالک مطمئین ہو جائے اور اس کی صحبت و تعلیم سے تقویٰ کی راہ طے کرے۔ ضرورت ہے کہ اس کے واسطے اعلیٰ درجہ کا دین دار و متقی اور صالح و مصلح تلاش کیا جائے۔ مشائخ محققین نے شیخ کامل کی کچھ علامات ذکر کی ہیں جن کو دیکھ کر شیخ کامل کو پہچانا جا سکتا ہے حضرت تھانویؒ نے ان علامات کو اس طرح تحریر کیا ہے:

1۔ علم شریعت سے بقدر ضرورت واقف ہو، خواہ تحصیل سے، خواہ صحبت علماء سے تاکہ فساد عقائد واعمال سے محفوظ رہے اور طالبین کو بھی محفوظ رکھ سکے۔
2۔ عقائد، اخلاق واعمال میں شرع کا پابند ہو۔
3۔ تارک دنیا، راغب آخرت ہو، ظاہری و باطنی طاعات پر مداومت رکھتا ہو۔
4۔ کمال کا دعویٰ نہ کرتا ہو کہ یہ بھی شعبہ دنیا ہے۔
5۔ بزرگوں کی صحبت اٹھائی ہو اور ان سے فیوض و برکات حاصل کئے ہوں۔
6۔ تعلیم و تلقین میں اپنے مریدوں کے حال پر شفقت رکھتا ہو اور ان کی بری بات سنے یا دیکھے تو ان کو روک ٹوک کرتا ہو، یہ نہ ہو کہ ہر ایک کو اس کی مرضی پر چھوڑ دے۔
7۔ جو لوگ اس سے بیعت ہوں، ان میں سے اکثر کی حالت باعتبار اتباع شرع و قلت حرص دنیا کے اچھی ہو۔
8۔ اس زمانہ کے منصف علماء و مشائخ اس کو اچھا سمجھتے ہوں۔
9۔ بہ نسبت عوام کے خواص یعنی فہیم و دین دار لوگ اسکی طرف زیادہ مائل ہوں۔
10۔ اس کی صحبت میں چند بار بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی اور حق تعالیٰ کی محبت میں ترقی محسوس ہوتی ہو۔

---

1220۔ تھانویؒ، اشرف علی، مولانا، تسہیل قصد السبیل، ادارہ المعارف، کراچی، 1973ء، ص 26

1221۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، ملفوظات کمالات اشرفیہ، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان 1422ھ، ص 86



toobaafoundation.com

11۔ خود بھی ذاکر و شاغل ہو۔ کیونکہ عمل یا عزم کے بغیر تعلیم میں برکت نہیں ہوتی۔

12۔ مصلح ہو نرا صالح ہونا کافی نہیں۔ شیخ ہونے کے لیے دونوں کے جمع کی ضرورت ہے کہ صالح بھی ہو اور مصلح بھی ہو تاکہ جو مرض باطنی بیان کرے اس کو بہت توجہ سے سن کر اس کا علاج تجویز کرے اور جو علاج تجویز کرے اس سے دم بدم نفع ہوتا چلا جائے، اور اس کے اتباع کی بدولت روز بروز حالت درست ہوتی جائے۔(1222)

## ریاضت و مجاہدہ: تصوف کے ارکان

اس کے دو رکن ہیں مجاہدہ اجمالی جس کے اصول اربعہ قلت منام، قلت طعام، قلت کلام، قلت اختلاط مع الانام میں شیخ کامل کی تعلیم کے مطابق توسط کو ملحوظ رکھے نہ اس قدر کثرت جس سے غفلت و قساوت و کاہلی پیدا ہو نہ اس قدر قلت جس سے صحت و قوت زائل ہو جائے۔ نفس کے مطالبات دو قسم کے لیے ہیں حقوق و حظوظ۔ حقوق تو وہ ہیں جن سے قوام بدن و بقائے حیات ہے ان کو باقی رکھے اور حظوظ (لذات) جو ان سے زائد ہیں ان کو فانی کرے۔(1223)

سالکان طریق نے حزن و غم کو اعلیٰ درجہ کا مجاہدہ قرار دیا ہے کہ اس سے نفس کو پستی و شکستگی حاصل ہوتی ہے جو کہ آثار عبودیت سے ہے اور یہ امر مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے یہاں سے یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ سالک کو جو قبض پیش آ جاتا ہے، وہ علامت اس کے بعد دطرد کی نہیں کیا عجب اس کا تصفیہ و مجاہدہ مقصود ہو۔ ہرگز اس کی شکایت نہ کرے سرِ تسلیم خم کر کے اپنا کام کرتا رہے۔(1224)

غرض مجاہدہ کے معنی نفس کو اس کے حقوق تک سے محروم کر کے خواہ مخواہ مصیبت میں ڈالنے کے بالکل نہیں، بلکہ جہاں تک ہو سکے بلا ضرورت نفس کو مشقت میں ڈالنے کے بجائے سہولت و راحت کا راستہ اختیار کرنا چاہیے فرمایا کہ:

"طریق میں مقصود حاصل کرنے کی دو صورتیں ہیں، ایک مشکل، ایک سہل" تو سہل کو کیوں نہ اختیار کیا جائے، ایک صاحب نے عرض کیا کہ کچھ مجاہدہ بھی تو درکار ہے فرمایا مجاہدہ سے مراد یہ تھوڑا ہی ہے، کہ مشقت یا سختی میں پڑو، ایک کنواں یہاں مدرسہ میں ہے، ایک جلال آباد میں، جو دو ڈھائی میل ہے۔ تو کیا آپ اس کو افضل سمجھیں گے، کہ مثلاً وضو کے لیے پانی وہاں سے لایا کریں، مجاہدات و ریاضات مقصود بالذات تھوڑا ہی ہیں، مقصود کے معین، اصل چیز تو مقصود تک پہنچ جانا ہے"(1225)

## تصوف سے توحش کی وجہ

اسلامی تصوف کی اس حقیقت و اہمیت کے باوصف کہ وہ عین دین اور کمال اسلام کے سوا کچھ نہیں، جس سے دور ہو کر مسلمان بحیثیت مسلمان حسنہ دنیا سے بھی دور سے دور تر ہوتے جا رہے ہیں، پھر بھی اہل دنیا ہی نہیں بلکہ ان سے بڑھ کر بعض اکابر دین تک کو تصوف کے غیر دین یا طریقت کے خلاف شریعت ہونے، اور اس کی بدولت اس سے انکار و توحش کا بہت بڑا منشا یہ ہوتا ہے کہ حضرات صوفیہ کے بہت سے حقائق و معارف، افکار و اشغال، مجاہدات و مراقبات، احوال و کیفیات، توجہ و تصرف، کشف و کرامات،

---

1222۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت و طریقت، ص 64-65

1223۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، جامع المجددین، مکتبہ الاشرفیہ، لاہور، 1950ء، ص 432

1224۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، تعلیم الدین، دارالاشاعت، کراچی، س ن، ص 112

1225۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف و سلوک، ص 77



toobaafoundation.com

ترک لذت و تعلقات، بیعت و نسبت اور رسوم و عادات وغیرہ کی خاص خاص صورتوں کا ان حضرات کو کتاب و سنت کی عام و منصوص تعلیمات میں بظاہر نام و نشان نہیں ملتا اور مغالطہ یہ ہو گیا ہے کہ تصوف و طریقت کی اصل و حقیقت یہی "بدعات" ہیں۔(1226)

سو تصوف کی اصل حقیقت کی نسبت حضرت مجدد کی تجدید کامل نے تمام و کمال واضح فرما دیا کہ وہ انسان کے ظاہر و قالب کی طرح قلب و باطن کی صلاح و اصلاح کے انہی احکام کا عرفی و اصطلاحی نام ہے جو ظاہر کے فقہی احکام کی طرح خود قرآن و حدیث میں منصوص ہیں اور اس طرح تصوف "ملاّ پن" کے سوا کچھ نہیں۔ کسی موقع پر اس عرف و اصطلاح کو جھگڑنے سے بیزار ہو کر فرمادیا کہ:

"ہم نہیں جانتے درویشی کیا چیز ہے یہاں تو "ملاّ پن" ہے طالب علم ہیں، صاحب علم بھی نہیں، بس قرآن و حدیث پر عمل بتاتے ہیں، پھر اسی میں جو کچھ کسی کو ملنا ہوتا ہے مل جاتا ہے اور ایسا ملتا ہے کہ جو ہم جیسوں میں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی قلب میں اس کا خطرہ تک گزرا، مگر ظاہر میں کچھ نہیں، نہ ہو حق، نہ حال و قال، نہ وجد و کیف نہ کشف و کرامت، پھیکا پھاکا طرز ہے، جیسے سمندر کی مچھلی کہ نمک خود اس کے اندر ہوتا ہے، اوپر سے ڈالنے کی ضرورت نہیں لیکن کھلتا پکنے کے بعد ہے، بس یہاں بھی اوپر کا نمک نہیں اندر کا ہے جو پکنے کے بعد کھلتا ہے"(1227)

## زبان و پیٹ کی بے احتیاطی

ایک اور آفت زبان اور پیٹ کی ہے یعنی

> "زبان سے جو کلمہ چاہتے ہیں بے باکی سے نکال دیتے ہیں خواہ اس سے کفر ہو جائے یا حق تعالیٰ کی جناب میں بے ادبی و گستاخی۔ خصوصاً وحدۃ الوجود کے دعوے میں تو زبان کو لگام ہی نہیں کہیں خدا کو بندہ بنا دیا کہیں بندہ کو خدا ٹھہرا دیا حالانکہ اس مسئلہ کی جو غرض تھی کہ غیر اللہ کو دل سے نکال دیا جائے اس کی ہوا بھی نہیں لگتی تو زبانی جمع خرچ سے کیا ہوتا ہے"
> (1228)

اور پیٹ کی بے احتیاط یہ کہ حلال حرام کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ سود خوار، زن بازاری وغیرہ جو بھی ہو سب کی دعوت و نذرانہ قبول۔ کیوں کہ بدوں اکل حلال انوار الٰہی نصیب نہیں ہوتے"(1229)

## نقل حدیث کی ایک عام غلطی

صوفیا و فقراء کی ایک اور عام غلطی یہ ہے کہ "احادیث کے بیان کرنے میں نہایت بے احتیاطی ہوتی ہے حدیث کی تحقیق ہمیشہ علمائے حدیث سے کرنا چاہیے یہ کسی طرح درست نہیں کہ اردو، فارسی کی یا عربی کی کسی غیر معتبر کتاب میں حدیث کا نام دیکھ لیا اور اس سے استدلال شروع کر دیا، جیسے انا عرب بلا عین وغیرہ کہ ایسی عجیب و غریب کے نہ کہیں الفاظ کا پتہ نہ معانی کا نشان۔(1230) خود حدیث میں

---

1226۔ ایضاً، ص 45

1227۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف و سلوک، ص 46

1228۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، جامع المجددین، ص 455

1229۔ ایضاً، ص 456

1230۔ ایضاً، ص 457



toobaafoundation.com

اس معاملہ کی بڑی وعید آئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا اس کا ٹھکانا جہنم ہے" (1231)

## ناجائز درویشی

فرمایا: "اگر اس دوسرے درجہ میں مشغول ہونے کے سبب پہلے درجہ کی باتوں میں سے کوئی ضروری بات چھوٹ جائے یا ان میں کسی قسم کا نقصان پڑ جائے، تو پھر اس دوسرے درجہ مشغول ہونا منع اور ناجائز ہے جیسے بعض جاہل کرتے ہیں کہ بیوی بچوں کو چھوڑ کر درویشی کا دم بھرتے ہیں" (1232)

اس طرح بہت سے جاہل اذکار واشغال و مراقبات وریاضات یا احوال کو درویشی وولایت کا اصل مقصود جانتے ہیں یہ نرا جہل ہے مقصود صرف ظاہر و باطن کے اعمال ہیں۔ باقی متعارف اذکار واشغال یا ریاضات میں مراقبات محض اصلاح اعمال کی تدبیر ہیں اور احوال محض ثمرات غیر لازمہ ہیں یعنی ایسے ثمرات جن کا مرتب ہونا ضروری نہیں، نہ ان کا حصول ضروری و مقصود ہے۔ (1233)

## مغلوبیت کمال نہیں

صوفی حضرات کی ولایت و معرفت اور عشق و محبت کی مغلوبیت سب مقبول و مسلم ہیں۔ لیکن یہ مغلوبیت بہر حال مغلوبیت ہی تھی اور خالص اسلامی تعلیم و تصوف اور اسوہ نبوت کے اعتبار سے یہ کمال نہیں بلکہ نقص کی حالت ضرور تھی حضرت تھانویؒ نے حضرت مخدوم شیخ عبدالحق رودلویؒ کا قول نقل کرتے ہوئے اس بات کی تصریح فرمادی کہ

> "وہ اہل باطل میں سے تو نہیں اور ایسے اقوال (واحوال جن سے ان کے صاحب باطل ہونے کا وہم ہوتا ہے) یا غلط ہیں یا ماول یا قبل دخول فی الطریق کے ہوں، مگر اس کے ساتھ ہی کاملین میں سے نہیں۔ مغلوب الحال ہیں، اس لیے معذور ہیں۔" (1234)

وہ حضرات جن کے سر سے ایمان وعقیدہ ہی میں خلل وفساد کی بدنامی وبدگمانی پھیلی ان کے علاوہ بہت زیادہ تعداد ان اکابر کی ہے، جو اپنے عمل یا اتباع شریعت وسنت میں سستی وکوتاہی کے لیے بدنام ہیں۔ ان میں خاص طور سے خانوادہ چشتیہ کا نام زیادہ لیا جاتا ہے اور ہمارے ملک میں اسی سلسلہ کے نام لیوا زیادہ ہیں خود حضرت تھانویؒ کے سلسلہ کی نسبت یوں تو تمام نام آور سلاسل سے ہے لیکن خصوصی ربط ونسبت اسی "خاندان عالی" سے ہے۔ اس لیے اور بھی حضرتؒ پر اس سلسلہ کی طرف سے دفاع وتبریہ کا حق تھا "السنۃ الجلیہ فی الچشتیہ العلیہ" کے نام سے کچھ کم دو سو صفحات کی کتاب اسی موضوع پر سپرد قلم فرمائی ہے (1235) تمہید میں ارشاد ہے

---

1231۔ بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، امام، الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی ﷺ، حدیث نمبر 109 مکتبہ ترجمان، دہلی، 2004ء، جلد 1، ص 275

1232۔ بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، امام، الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی ﷺ، حدیث نمبر 109 مکتبہ ترجمان، دہلی، 2004ء، جلد 1، ص 275

1233۔ ایضاً

1234۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف وسلوک، ص 383

1235۔ ایضاً، ص 384



toobaafoundation.com

"مدت سے عام لوگوں کے ذہن میں یہ خیال بسا ہوا ہے اور جوں جوں جہل کا غلبہ بڑھتا جاتا ہے اس میں قوت ہوتی جاتی ہے کہ حضرات صوفیہ میں عموماً اور چشتیہ میں خصوصاً شریعت کا اتباع نہیں ہوتا یا کم ہوتا ہے اس سے دو مفسدے پیدا ہوتے ہیں ایک ان حضرات کے معتقدین میں، دوسرا غیر معتقدین میں۔

معتقدین کے اعتقاد میں تو خود شریعت ہی کا اتباع اس خیال سے ضروری نہیں رہا کہ ضروری ہوتا تو یہ حضرات ہی متبع ہوتے اور غیر معتقدین میں یہ مفسدہ ہوتا ہے کہ ان کے اعتقاد میں شریعت تو واجب الاتباع ہے، مگر چونکہ یہ حضرات ان کے زعم میں متبع نہیں، اس لیے وہ ان کی شان میں گستاخی کرنے لگے۔ اول مفسدہ تو سرحد کفر سے ملا ہوا ہے کہ اس میں جحود (انکار) ہے شریعت مقدسہ کا جس کا وجوب نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور دوسرا مفسدہ کو کفر نہیں، مگر درجہ بدعت شنیعہ و معصیت قطعیہ تک یقیناً پہنچا ہے، کہ بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل مقبولان الٰہی سے بدگمانی اور ان کی شان میں بدزبانی ہے جو نصوص کے خلاف ہے اور نصوص کے خلاف علم اگر شبہ سے ہے تو بدعت ہے ورنہ فسق و معصیت بلاشبہ ہے"(1236)

اسی حوالے سے حضرت تھانویؒ بیان کرتے ہیں کہ

"اقتضاء وقت سے ایک خاص اضافہ کی صورت ذہن میں آئی وہ یہ کہ عدم اتباع شریعت کی یہ تہمت حضرات چشتیہ کے سر خصوصیت کے ساتھ تھوپی گئی ہے۔۔۔ جس کی وجہ ایک تو ان حضرات پر شورش و سوزش کے رنگ کا غلبہ ہے جس سے بعض اوقات ان کے اعتدال مائل بہ اختلال ہو جاتا ہے۔ دوسرے ان حضرات کی یہ مسکنت کہ ملامت گر کو جواب نہیں دیتے یا کبھی ناتمام جواب دیتے، پھر اس کے پیچھے نہیں پڑے، جس سے جاہل کو شبہ ہو جاتا ہے کہ ان کے پاس واقع میں بھی جواب نہیں۔ اور غایت فنا و محویت سے ان کے ذہن میں یہ نہیں آتا کہ ہمارے اس طرز سے دوسروں کو ضرر ہوگا"(1237)

اسی تناظر میں مزید فرماتے ہیں کہ

> "گو چشتیہ میں بھی مثل دیگر طرق کے ایسے اشغال ہیں جو صریح سنت میں وارد نہیں۔ مگر کوئی شغل شرط طریق نہیں بلکہ مطلق شغل بھی شرط نہیں۔ بعض کے لیے صرف ذکر ہی کافی ہو جاتا ہے۔ پس چشتیہ کی شان بالکل حنفیہ کے مشابہ ہے کہ باوجود تمام مذاہب سے زیادہ سنت میں شدید الاتباع ہونے کے ان کے طریق میں کوئی امر ایسا شرط مقصود نہیں جو سنت میں وارد نہ ہو اور اصول ہی اصل معیار ہیں۔(1238)

## باطن قرآن کا اشد فتنہ

جاہلانہ تصوف کے ان سب فتنوں اور گمراہیوں سے اشد ظاہر قرآن و حدیث کو چھوڑ کر ایسے "باطنی" معنی نکالنا ہے، جو اکثر تحریف بلکہ کفر و الحاد تک پہنچا دیتے ہیں حدود کا لحاظ رکھ کر اس کی اصلاح کے حوالے سے فرمایا کہ:

---

1236۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف و سلوک، ص384

1237۔ ایضاً، ص387-386

1238۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف و سلوک، ص388



toobaafoundation.com

"قرآن وحدیث کے ظاہر معنی کا انکار تو کفر ہے۔البتہ ظاہر کو تسلیم کر کے باطن کی طرف عبور کرنا محققین کا مسلک ہے مثلاً حدیث میں ہے کہ جس گھر میں کتا ہو فرشتے نہیں آتے "(1239)

اہل ظاہر نے تو کتا پالنے کو برا سمجھا مگر دل میں صفات کلبیہ کو ہمیشہ جمع رکھا ان میں ایمان موجود ہے مر پٹ کر جنت مل جائے گی ان کے برخلاف منکرین ظاہر نے کتا پالنے کی اجازت دے دی اور کہا مولوی حدیث کا مطلب ہی نہیں سمجھے گھر سے مراد قلب ہے اور فرشتوں سے غیبیہ اور کتے سے مراد درندگی وغیرہ کے صفات۔یہ لوگ شرع کا انکار کر کے سرے سے کافر و مستحق جہنم بن گئے "(1240)

محققین نے کہا کہ مطلب تو حدیث کا وہی ہے۔جو اہل ظاہر سمجھے مگر غور کرنا چاہیے کہ ملائکہ کو کتے سے کیوں نفرت ہے صرف اس کے صفات ذمیمہ ونجاست حرص،غضب وغیرہ کی وجہ سے تو پھر جب ان مذموم صفات کی بناء پر ظاہری گھر میں کتا رکھنا جائز نہیں تو باطنی گھر(قلب) میں خود ان صفات کا رکھنا کیسے جائز ہوگا۔اس طرح محقق نے ظاہری کتا پالنے کو بھی حرام کہا کیونکہ وہ مدلول مطابقی ہے اور باطن کے اس صفات مذمومہ کے ساتھ متصف ہونے کو بھی حرام کہا کیونکہ وہ مدلول التزامی ہے۔(1241)

## حقیقت شناسی

"علم حقیقت اگر شریعت کے خلاف نہیں تو بزرگوں نے اسرار کو کیوں پوشیدہ رکھا تو اس کو اچھی طرح سمجھ لو کہ ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ علم شریعت ہی کو علم حقیقت کہتے ہیں بلکہ دعویٰ یہ ہے کہ علم حقیت علم شریعت کے خلاف نہیں یعنی ایسا نہیں کہ شریعت نے ایک چیز کو حرام یا کفر کہا ہو اور حقیقت کی رو سے وہ حلال یا ایمان ہو۔مثلاً دیوانی کا قانون اور ہے فوجداری کا اور،مگر یہ نہیں کہ جو چیز ایک میں ناجائز ہو وہ دوسری میں جائز ہو جائے البتہ ہر ایک کے مضامین جداگانہ ہیں سو یوں تو شریعت میں بھی مختلف مضامین ہیں اور خود حقیقت میں بھی"(1242)

## اخفائے اسرار کی وجہ

اس حوالے سے مولانا تھانویؒ نے امام غزالی کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ قابل اخفا تین امر ہوتے ہیں ایک اسرار سو اس کی کئی وجوہات ہیں خلاصہ یہ کہ وہ مضامین خلاف شرع تو نہیں ہوتے مگر دقیق ہوتے ہیں جو عوام کی فہم میں نہیں آسکتے اور ان کو مضر ہوتے ہیں۔دوسرے سلوک کے طریقے،ان میں اخفا کی وجہ یہ ہے کہ اعلان سے ان کی بے قدری اور طالب کے ہوس ناکی کا احتمال ہے تیسرے ثمرات مجاہدہ و مکاشفات وغیرہ ہیں۔ان کا اخفاء'ریا و دعویٰ کے احتمال سے کیا جاتا ہے غرض کسی امر کا اخفا اس لیے نہیں ہوتا کہ وہ خلاف شرع ہے۔اور اگر وہ ایسا ہو تو وہ قابل رد و انکار ہے۔باقی اگر کسی بزرگ کا کوئی قول و فعل خلاف سنت منقول ہے تو وہ یا تو سکر و

---

1239۔ بخاری ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع المسند الصحیح المنتصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ، کتاب بدء الخلق، باب اذا قال احدکم آمین والملائکۃ فی السماء فوافقت احدھما الاخری، غفرلہ ما تقدم من ذنبہ، حدیث نمبر 3227، مکتبہ ترجمان، دہلی، 2004

1240۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، جامع المجددین، ص 452-451

1241۔ ایضاً، ص 452

1242۔ ایضاً، ص 453



toobaafoundation.com

غلبہ حال کا ہے یا وہ حکایت ہی غلط ہے یا کسی باریک مسئلہ میں جہاں دلیل شرعی خفی و دقیق تھی ان سے خطائے اجتہادی ہو گئی جس کی وجہ سے وہ شرعاً مجبور ہیں اور خدا تعالیٰ سے ان کو بعد نہیں ہوا"([1243])

1243۔ ایضاً، ص453-454



toobaafoundation.com

# باب چہارم:

## مولانا تھانویؒ اور مولانا رائے پوریؒ کے معاشرتی رجحانات کا مطالعہ

| | |
|---|---|
| فصل اول | مولانا اشرف علی تھانوی کی دینی فکر میں معاشرتی اصلاح اور اس کے تقاضے |
| فصل دوم | مولانا اشرف علی تھانویؒ کے معاشرتی اصلاح کے منہج میں مطالعہ کتب کی اہمیت |
| فصل سوم | شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی دینی فکر میں معاشرتی اصلاح کے تقاضے |
| فصل چہارم | شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی نظر میں معاشرتی فساد کی وجوہات |
| فصل پنجم | مولانا تھانویؒ اور مولانا رائے پوریؒ کے معاشرتی رجحانات کا تقابلی جائزہ |



toobaafoundation.com

# باب چہارم

## فصل اوّل

## مولانا اشرف علی تھانویؒ کی دینی فکر میں معاشرتی اصلاح اور اس کے تقاضے

### مولانا تھانوی کے عہد کی صورت حال

مولانا اشرف علی تھانویؒ اصلاح معاشرہ کے حوالہ سے عملی کوششوں کا آغاز کیونکر کیا؟ اس حوالے سے اس دور میں معاشرہ کے حالات کا سرسری جائزہ مناسب ہوگا۔ اس دور میں انگریزوں کی سرپرستی سے عیسائیت اور ہندی ثقافت کے فروغ نے خوب زور پکڑا۔ دہلی کا ایک کوتوال گنگا دھرم نہرو (جو موتی لال نہرو کا والد تھا)۔ اس نے ۱۸۷۰ء میں دہلی میں اینگلو سنسکرت کالج قائم کیا، جس کا ذریعہ تعلیم ہندی تھا۔ اس کے بعد سے ہی اردو ہندی بحث چل پڑی۔ اس سے پہلے مدارس میں ذریعہ تعلیم اردو تھا۔ اس تحریک میں انگریزوں کا خفیہ ہاتھ تھا۔[1244]

---

1244۔ ایچ بی خان، علماء دیوبند اور ہندوستانی سیاست، قومی ادارہ برائے تحقیق وثقافت اسلام آباد۔ س۔ن، ص ۲۵۳

*۔ شردھانند (1856ء۔1926ء) مہاتما منش راموج کے نام سے بھی مشہور ہیں ایک ہندوستانی ماہر تعلیم اور آریہ سماج کے ایک مبلغ تھے جنہوں نے دیانند سرسوتی کی تعلیمات کی اشاعت کی۔ انہوں نے کئی تعلیمی ادارے قائم کیئے مثلاً نہرو گروکول کانگڑی یونیورسٹی اور سنگھٹن اور شدھی ، 1920ء کی دہائی ایک ہندو اصلاحی تحریک میں مرکزی کردار ادا کیا ۔ (https://ur.m.wikipedia.org/w)Retrieved 19 april,2019,rom.

*۔ ڈاکٹر مونجے نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں شروع کیں۔ یہ کانگریسی تھے۔ انہوں نے اعلانیہ مسلمانوں کو ہندو قومیت میں ضم کرنے کا عزم ظاہر کیا اور اس مقصد کے لیئے اپنی تحریکیں جاری کیں (عقیل، معین الدین ،ڈاکٹر، مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، 1984ء، ص107)

***۔ یہ تحریک ایک فرقہ وارانہ جماعت، جس کا بنیادی مقصد ہندوؤں کو ایسی تعلیم و تربیت سے روشناس کرانا تھا کہ وہ اپنی حفاظت اور نظم و نسق کے ساتھ مخالفین کا اچھی طرح مقابلہ کر سکیں۔ اس تحریک کا بانی انتہا پسند پنڈت مدن مالویہ تھا۔ جس کا مقصد ہندوستان کو مکمل طور پر ہندوؤں کے لیئے بنانے اور مسلمانوں کو یہاں سے نکالنے کے لیئے سنگھٹن جیسی پر تشدد تحریک کا آغاز کیا جس کا مقصد مسلمانوں کو شدھی بنانا تھا گروہ نہ مانیں تو انہیں سنگھٹن یعنی قتل کرنا تھا۔ (https:/ur.m.wikipedia.org/w)

****۔ راشٹریہ سوائم سیوک سنگھ یا آر ایس ایس بھارت کی ایک ہندو تنظیم، یہ خود کو قوم پرست تنظیم کہلاتی ہے، یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ چند دہشت گرد معاملوں میں اس تنظیم کا ہاتھ رہا ہے۔ اس کی اشاعت 1925ء میں ناگپور میں ہوئی۔ اس کا بانی کیشوا بلی رام ہیز گیوار ہے۔ یہ بھارت کو ہندو ملک گردانتا ہے اور اس تنظیم کا اہم مقصد بھی یہی ہے۔ بھارت میں برطانوی حکومت نے ایک بار اور آزادی کے بعد تین مرتبہ اس تنظیم کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

( http://ur.m.wikipedia.org/w) Retrieved 19 April, 2019, rom.



toobaafoundation.com

اسی کے ساتھ ایک طرف ہندوستان میں ہندو اکثریت کو زیادہ سیاسی حقوق کا مستحق قرار دیا جارہا تھا اور برطانوی انتظامیہ ہندوؤں کو اسی بناء پر زیادہ سیاسی حقوق دینا چاہتی تھی دوسری طرف مسلمانوں کو مشتعل کرنے والی تحریکوں کی سرپرستی بھی جاری رکھی ہوئی تھی۔ ہندوؤں میں دیانند سرسوتی نے آریہ سماج اور تحفظ گاؤکشی کی مہم شروع کی ۔ شردھانند* اور ڈاکٹر مونجے شدھی** اور سنگھٹن ***اور راشٹریہ سیوک سنگھ جیسی تحریکیں وجود میں آئیں۔(1245)

تفرقہ کا ایک اور محاذ عیسائی مبلغین کا تھا جو باقاعدہ اسکیم کے تحت کلیسا قائم کر رہے تھے۔ سرکاری اسکولوں میں انجیل کی تعلیم لازمی کی گئی، فوجیوں میں عیسائیت کی حوصلہ افزائی کی گئی، اخباروں اور رسالوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ پر حملے شروع ہوئے۔ اس وقت مسلم قائدین اور علماء نے بڑی جرات سے اس مہم کا مقابلہ کیا۔ سرسید نے "اسباب بغاوت ہند" میں مشنریوں کو بغاوت کا ذمہ دار قرار دیا۔ مولانا چراغ علیؒ (۱۸۹۵ء۔۱۸۴۴ء)، مولانا رحمت اللہ کیرانوی (۱۸۹۱ء۔۱۸۱۸ء) نے مسیحی مشنریوں کے الزامات و دعاوی کے جواب میں کتابیں لکھیں۔(1246)

دیوبند کے اکابرین نے بھی مناظروں اور جلسوں کے ذریعہ اس موضوع پر آگہی دے رہے تھے اور حکمرانوں کے عزائم پر گرفت کر رہے تھے، اس مقصد کے لیئے مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک انجمن "اصلاح المسلمین" کی تنظیم عمل میں لائے، اس طرح مسلمانوں میں عمومی بیداری پیدا ہوئی اور مذہبی و ثقافتی تحفظ کے ساتھ اپنے سیاسی حقوق کی طرف بھی توجہ دینے لگے۔(1247)

اس عہد میں مولانا اشرف علی تھانویؒ مسلمانوں کے عالمی سطح پر انحطاط اور زوال کی وجہ سے بہت متفکر رہتے تھے۔ ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم اول کے بعد سلطنت عثمانیہ کے کمزور ہو جانے سے، روس، برطانیہ، فرانس، جرمنی، اٹلی، یونان اور آسٹریلیا دنیائے اسلام پر ٹوٹ پڑے اور اپنی اپنی کوششوں کے مطابق انہیں ہضم کرنے لگے۔(1248)

ہندوستان میں بھی مسلمان رہنماؤں کو اپنا مستقبل مایوس کن اور بے کیف نظر آرہا تھا۔ آزادی سے کچھ پہلے مسلمان مالی، تعلیمی، اقتصادی، تنظیمی غرض ہر اعتبار سے دیگر قوموں کے مقابلے میں پسماندہ تھے۔ ان حالات میں مولانا اشرف علی تھانویؒ مسلم قومیت کی انفرادیت اور تہذیب و تمدن کی حفاظت کے بڑے حامی تھے اور متحدہ قومیت کے نظریہ کو مسلمانوں کے لیے نقصان کا باعث قرار دیتے تھے۔ یہی بحث آپؒ کے اساتذہ دیوبند سے اختلاف کا سبب بنی اور آپؒ نے دارالعلوم دیوبند کی سرپرستی سے استعفیٰ دے دیا۔(1249)

آل انڈیا مسلم لیگ ۱۹۳۷ء کے اجلاس منعقدہ پٹنہ کے موقع پر مولانا تھانویؒ نے قائد اعظم محمد علی جناح (۱۹۴۸ء۔۱۸۷۶ء) کو اپنا حمایتی پیغام ارسال کیا تھا اور ۱۹۳۸ء اور ۱۹۳۹ء میں مولانا تھانویؒ نے مسٹر جناح کے پاس دینی امور پر بحث کے لیے معتمدین کو بھیجا تھا۔ ۱۹۴۰ء کی قرارداد سے متعلق مولانا تھانویؒ نے فرمایا۔

---

1245۔ ایچ بی خان، علماء دیوبند اور ہندوستانی سیاست، قومی ادارہ برائے تحقیق و ثقافت اسلام آباد۔ س۔ن، ص ۲۵۳

1246۔ عقیل، معین الدین، ڈاکٹر، مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ص ۹۱۔۹۲۔

1247۔ ایضاً، ص ۹۲

1248۔ ایضاً، ص ۷۹

1249 - Qureshi, Ishtiq Husain , Ulema In Politics, Renaissance Publishing House, Dehli, 1985



toobaafoundation.com

"انشاءاللہ فتح ہوگی اگر میں زندہ رہا تو اس کے لیئے کام کروں گا"(1250)

اپریل ۱۹۴۳ء میں دہلی میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں مولانا تھانویؒ کو شرکت کی دعوت دی گئی جوابا آپ نے اپنی صحت کی وجہ سے شرکت سے معذرت کی۔ مگر آپ نے اس موقع پر اپنے دو رسالے "حیات المسلمین "اور" صیانت المسلمین "ارسال فرمائے اور انہیں مسلم لیگ کے دستور کی حیثیت سے اختیار کرنے کی تلقین فرمائی تاکہ انہیں خطوط پر پاکستان میں مسلم معاشرہ کی تشکیل واصلاح کی جائے۔(1251)

معاشرتی اصلاح کی اہمیت:

اسلامی تعلیمات کا مقصد اصلاح معاشرہ ہے۔ تمام عبادات کے پیچھے یہی مقصد کارفرما ہے حضرت محمد ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

**" انما بعثت لا تمم مکارم الاخلاق "(1252)**

"میں اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔"

تمام ائمہ، مجتہدین اور مجددین اسی کے مطابق اپنی کوشش جاری رکھتے ہیں کہ وہ باتیں جو دین اسلام نے بتائی ہیں ان کو افراط و تفریط سے پاک و محفوظ رکھا جاسکے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے عوام میں رہ کر ان کی اصلاح کی کوشش کی ہے اور اپنے کام کو جس نوعیت کا پاتے ہیں اس کی بنا پر ہی خود کو "مجدد معاشرت" کہا ہے۔ آپ نے مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد میں عملاً شریک ہونے کی بجائے ان کے اصلاح اخلاق و معاشرت کی طرف خصوصیت سے توجہ دی اور صوفیاء کرام کی طرح لوگوں کو ذکر و شغل میں محدود نہ رکھا جیسا کہ آپؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:

"میری نظر ذکر و شغل پر اس قدر نہیں ہے جس قدر کہ اصلاحِ اخلاق و معاشرت پر ہے
کیونکہ اس کا تعلق دوسروں سے ہے"(1253)

منہج اصلاح میں نظم وضبط کی اہمیت:

مسلمانوں کا ایک طویل عرصہ تک برصغیر میں نظم و نسق قائم رہا، جو بالآخر انیسویں صدی میں انگریز استعمار کے ہاتھوں زمین بوس ہو گیا ،اس اجتماعی زوال کی وجہ سے مولانا اشرف علی تھانویؒ کی نظر میں ہر شعبہ زندگی میں بدانتظامیاں تھیں چنانچہ آپؒ کا ارشاد ہے:

"مسلمانوں کے ہاتھوں سے جو سلطنت گئی وہ بد نظمی ہی کی وجہ سے گئی ہے۔ سلطنت کفر کے ساتھ تو جمع ہو سکتی ہے لیکن بدانتظامی کے ساتھ ہرگز جمع نہیں ہو سکتی۔ اس لیے بوجہ شامت اعمال مسلمانوں کے اندر سے سلطنت کا مادہ ہی نکال لیا گیا ہے"(1254)

---

1250 ۔ Qureshi, Ishtiq Husain , Ulema In Politics, Renaissance Publishing House, Dehli, 1985

1251۔ شیروانی، وکیل احمد، مفتی، مختصر تعارف صیانت المسلمین، جامعہ اشرفیہ، اہور، س۔ن۔، ص ۱۲

1252۔ علی المتقی بن حسام الدین الہندی علاؤالدین، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، موسسۃ الرسالہ، کتاب الاخلاق وافعال محمودہ، ۲۰۰۹، دارالاشاعت، کراچی، ج۳، ص ۵

1253۔ مجذوب، عزیز الحسن، خواجہ، اشرف السوانح، ج۳، ص ۳۸

1254۔ عبدالرحمن، خان، منشی، سیرت اشرف، ج۱، ص ۲۲۹



toobaafoundation.com

اور یہ زوال محض سیاسی نوعیت کا نہ تھا بلکہ اس کے اثرات زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں ہوئے یہاں تک کہ دین کا تصور ہی محدود ہو کر رہ گیا، جس کی نشان دہی کرتے ہوئے ان کا کہنا تھا کہ

"معاشرت کو تو لوگوں نے دین کی فہرست ہی سے نکال دیا ہے، سمجھتے ہیں کہ نماز، روزہ، حج، زکوۃ، ذکر و شغل، تلاوت قرآن، نفلیں بس ان چند چیزوں کے متعلق احکام ہیں، آگے جو چاہیں کرتے پھریں جس کے معنی آج کل آزادی کے ہیں ۔سو خوب سمجھ لو کہ تم کو ہرگز ہرگز آزاد نہیں چھوڑا گیا ہے۔۔۔بلکہ شریعت نے ہماری رفتار و گفتار، نشست و برخاست، لین دین، کھانے پینے ہر چیز سے تعرض کیا ہے شریعت مکمل قانون ہے"(1255)

ایک اور مقام پر معاملات اور معاشرت کا باہمی موازنہ کرتے ہوئے معاشرت کی اہمیت کو یوں اجاگر کرتے ہیں

" معاملات سے معاشرت کا اہتمام زیادہ ضروری ہے کیونکہ معاملات کی اصلاح میں تو زیادہ لوگوں کے مال کی حفاظت ہے اور حسن معاشرہ میں مسلمانوں کے قلب کی حفاظت ہے اور ظاہر ہے کہ مال سے دل کا رتبہ بڑھا ہوا ہے نیز معاشرت کی اصلاح میں علاوہ قلوب کے لوگوں کی آبرو کی بھی حفاظت ہے"۔(1256)

ان کی نظر میں معاشرت صرف شریعت کا ایک جزو ہی نہیں بلکہ " بعض وجوہ سے امور معاشرت ان عبادات سے بھی زیادہ ضروری ہے اس لیے کہ عبادت میں اگر کوتاہی ہو تو یہ خود اپنا نقصان ہے۔ بخلاف امور معاشرت میں کوتاہی سے دوسروں کو ایذا ہوتی ہے"۔(1257)

آپؒ کا کہنا ہے کہ بعض لوگ بڑے بڑے عہدوں پر ہیں لیکن معاشرت کے بعض جزئیات کا ان کو خیال نہیں حالانکہ تمدن کے مدعی ہیں اور معاشرت کے تمام آداب کا تعلق تمدن سے ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ان بزرگوں اور عالموں کے یہاں تو بڑی بڑی باتوں کی تعلیم ہوتی ہے۔ معاشرتی زندگی کے ان جزئیات کی تعلیم بڑے بڑے لوگوں کی تعلیم میں نہیں ملے گی، اس کی وجہ بقول مولانا یہ ہے کہ ان جزئیات کی تعلیم دینے سے معتقدین کے دور ہونے کا خیال ہوتا ہے اور اگر علماء نے معمولی معمولی باتوں کی تعلیم دینا شروع کی تو ان کو معمولی درجے کا مولوی سمجھا جانے لگا۔ مولانا تھانوی ازراہِ انکساری کہتے ہیں کہ میں چونکہ چھوٹا اور سب سے ادنی ہوں اس لیے میرے یہاں چھوٹی چھوٹی باتوں کی تعلیم ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کو چھوٹی چھوٹی باتوں کی طرف اسی قدر التفات اور ان کا بھی اتنا ہی اہتمام تھا جتنا کہ بڑی باتوں کا تھا۔(1258)

## معاشرتی جزئیات پر نظر:

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے معاشرتی زندگی کی اصلاح کی جزئیات کی طرف نہایت اہتمام اور تفصیل کے ساتھ توجہ فرمائی۔ ان میں سے صرف چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

---

1255۔ تھانویؒ، اشرف علی، الافاضات الیومیہ، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ج۴، ص ۲۰۴

1256۔ تھانویؒ، اشرف علی، دعوات عبدیت، مطبوعہ مکتبہ تھانویؒ، ج۲، کراچی، ص ۱۹۹۶

1257۔ محمود احمد، ظفر، حکیم، اشاعت خاص ماہنامہ "الحسن" بعنوان (چودھویں صدی کا عظیم مصلح)، جامعہ اشرفیہ، لاہور، اکتوبر ۱۹۸۷ء، ج۱، ص ۳۲۹

1258۔ تھانویؒ، اشرف علی، علم و عمل بعنوان "العلم والخشیۃ"، ۳۹۵، مکتبہ اشرفیہ، لاہور، ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ ص ۳۴۹



toobaafoundation.com

1۔ ایک معمولی بات ہے کہ کرسی کہیں سے اٹھا کر دوسری جگہ جہاں راستہ ہے بچھائیں گے اور وہیں چھوڑ کر چلیں جائیں گے۔اب کوئی اندھا اپاہج آیا وہ گر پڑتا ہے۔ بعض چار پائی ایسے مواقع پر چھوڑ دیتے ہیں کہ آنے جانے والوں کو تکلیف ہوتی ہے۔اس معمولی سی کوتاہی میں نہ صرف یہ کہ تعلیم یافتہ بلکہ ایسے لوگوں کا بھی معمول ہے جو بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں لیکن تمدن کے آداب سے ناواقف ہیں۔(1259)

2۔ کسی کا خط مت دیکھو نہ حاضرانہ جیسے بعض آدمی لکھنے میں دیکھتے ہیں اور نہ غائبانہ،اسی طرح کسی کے سامنے رکھے ہوئے کاغذات اٹھا کر مت دیکھو شاید وہ شخص کسی کاغذ کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہو۔

3۔ بعض آدمی مجلس میں پہنچ کر سب سے الگ الگ مصافحہ کرتے ہیں اگرچہ سب سے تعارف نہ ہو جس میں بہت وقت صرف ہوتا اور فراغ تک تمام مجلس مشغول اور پریشان رہتی ہے۔ مناسب یہ ہے کہ جس کے پاس قصد کر کے آئے ہو اس کے مصافحہ پر قناعت کرو البتہ اگر دوسروں سے بھی تعارف ہو تو مضائقہ نہیں۔(1260)

4۔ کسی ایسے شخص سے کوئی ایسی چیز مت مانگو کہ تم کو قرائن سے یقین ہو کہ وہ باوجود گرانی کے بھی انکار نہ کر سکے گا۔اگر مانگنا بطور رعایت یا قرض کے ہی کیوں نہ ہو اگر یقین ہو کہ اس کو گرانی نہ ہو گی یا اگر گرانی ہوئی تو یہ آزادی سے عذر دے گا تو مضائقہ نہیں اور یہی تفصیل ہے کسی کام کو بتلانے میں،کوئی فرمائش کرنے میں،کسی کی سفارش کرنے میں،اس میں آج کل بہت تساہل ہے۔(1261)

5۔ منجملہ ان حقوق کے جو ایک مسلمان کے دوسرے مسلمانوں پر ہیں،عیادت یعنی بیمار پرسی ہے۔اس کے بھی آداب ہیں ان میں بھی افراط و تفریط ہو رہی ہے چنانچہ بعض آدمی تو سرے سے بیمار کو پوچھتے ہی نہیں یہ تفریط ہے اور بعض جو پوچھنے جاتے ہیں تو بجائے اس کے کہ بیمار کو ان سے راحت ہوتی یہ اور الٹے موجب تکلیف بنتے ہیں مثلاً وہاں جا کر زیادہ دیر تک بیٹھا رہے، یہ تکلیف کی بات ہے۔(1262)

یہ وہ روزمرہ پیش آنے والی چند مثالیں ہیں ان ہی سے مولانا تھانویؒ کی اس معاشرتی تجدید کے رجحان کا اندازہ ہوتا ہے کہ معاشرت کا کئی دینی امور سے بعض وجہ سے اور کسی سے تمام وجوہات کی بناء پر مقدم و مہتم بالشان ہونا ثابت ہے۔اور یہ دین کی تعلیم کا اہم اور اساسی جزو ہے۔ارشاد نبوی ہے۔

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہٖ (1263)

مولانا تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ حسن معاشرت اور ادب و تہذیب کی اصل حقیقت یہی ہے کہ دوسروں کو کوئی اذیت و کدورت نہ ہونے پائے اور ان کی راحت کی تابہ امکان ہر چھوٹی بڑی بات میں رعایت ہو۔اس میں اگر کوتاہی ہو تو نفلی عبادات روزہ، نماز، تک بیکار

---

1259۔ تھانوی،اشرف علی،آداب انسانیت بعنوان "عمل الذرہ"،ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان،جمادی الثانی ۱۴۱۱ھ،ص ۵۲۴۔۵۲۶

1260۔ خان،عبدالرحمن،منشی،سیرت اشرف،ج ۲،ص ۶۴۔۶۵

1261۔ تھانوی،اشرف علی،آداب المعاشرت،مطبوعہ مکتبہ مدینہ لاہور،ص ۱۶۰

1262۔ دعوات عبدیت،جلد ۱،وعظ ششم،بعنوان "حقوق المعاشرت،مکتبہ تھانوی،کراچی،ص ۲۰

1263۔ البخاری،محمد بن اسماعیل،الامام،الجامع الصحیح،کتاب الایمان،باب المسلم من سلم المسلمون من لسنہ ویدہ،ج 1،حدیث نمبر 10



toobaafoundation.com

ہیں غرض اصلاح معاشرہ کی اہمیت اور لوگوں میں آداب کے معاملہ میں غفلت کی بنا پر مولانا تھانویؒ کو عبادات و معاملات کے فرائض و واجبات کے بعد اعمال میں خود بھی سب سے زیادہ ان کا اہتمام تھا اور دوسروں کو بھی اس کی روک ٹوک اور تاکید برابر رہتی۔(1264)

## معاشرتی اصلاح میں محبتِ عقلی کا کردار:

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے معاشرتی اصلاح کے حوالے سے چند بنیادی اصول بیان کیے ہیں۔ آپؒ اپنے طریقہ اصلاح و تربیت میں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ محبتِ طبعی تو طبعی ہی ہے لیکن محبت ارادی کو آپؒ محبت عقلی کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور محبتِ عقلی کو محبتِ طبعی پر ترجیح دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

> "انسان محبت طبعی کے ازالہ کا بوجہ اس کے طبعی ہونے کے مکلف نہیں ہے اور باب اخلاق میں یہ ایک اصل عظیم ہے۔ اخلاق میں جو مجبول و طبعی ہیں (جبلت اور طبیعت کے تقاضے) وہ غیر مقدور (انسان کے بس میں نہیں) ہیں اور جو مکسوب (جن کو محنت سے حاصل کیا جا سکتا ہے) ہیں وہ مقدور (انسان کی رسائی میں) ہیں بعض سالکین قسم اول کے پیچھے پڑ جاتے ہیں وہ ہمیشہ مشوش (پریشان فکر) رہتے ہیں ان لوگوں کو محقق (صاحب نظر صوفی) ہدایت کرتا ہے کہ عقلی کی تحصیل (ارادہ اور عقل کی اساس پر اعمال) کرو طبعی (امور) کے درپے مت ہو سوان محققین کا اتباع کرنے والا راحت میں رہتا ہے"۔(1265)

اسی حوالے سے مزید فرماتے ہیں!

> "ابو طالبؓ کو حضور ﷺ سے طبعی محبت تھی نہ کہ عقلی۔ اس لیے وہ (طبعی محبت) کچھ بھی کام نہ آئی، اگر ان کو (عقلی محبت) ہوتی تو سب سے پہلے وہ ایمان لاتے"۔(1266)

مولانا تھانوی اکثر فرمایا کرتے تھے "طبیعت کو عقل کے تابع رہنا چاہیے اور عقل کو شریعت کے "ان کی اپنی ساری گفتگو شریعت اور عقل کے تابع ہوتی تھی۔ آپ کی کتابیں، مواعظ اور ملفوظات اس بات کے شاہد ناطق ہیں۔ آپ کو کج فہمی، بد فہمی، جہالت اور دور از عقل باتوں سے طبعی طور پر نفرت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ بڑے بڑے عالمان دین آپؒ سے گفتگو کرنے سے گھبراتے اور آنکھ چراتے تھے۔(1267)

## معاشرتی اصلاح کا دائرہ کار (امور اختیاریہ):

مولانا تھانویؒ طریقہ اصلاح کے حوالے سے اس بات پر بہت زور دیتے ہیں کہ:

> "یہ قاعدہ کلیہ عمر بھر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو امور اختیار میں ہوں اور فضول نہ ہوں کا تو قصد کرے اور جو اختیار میں نہ ہوں ان کا قصد نہ کرے اس طرح اگر زندگی بسر کرے تو اس کا دین و دنیا دونوں درست ہو جائیں"۔(1268)

---

1264۔ ابرار علی، سید، ڈاکٹر، مولانا اشرف علی تھانویؒ کا طریقہ اصلاح، ص ۵۳

1265۔ اشرف علی تھانوی، مسائل السلوک، ادارہ اسلامیات لاہور، ستمبر ۱۹۹۰ء، ص ۹۲۔۹۳

1266۔ ابرار علی، سید، ڈاکٹر، مولانا اشرف علی تھانویؒ کا طریقہ اصلاح، ص ۶۶

1267۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، الافاضات الیومیہ، ج ۶، ص ۱۷۷

1268۔ ایضاً، ص ۸۲



toobaafoundation.com

اس اصول کو مولانا تھانویؒ نصف سلوکبلکہ کل سلوک قرار دیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان ہی کاموں کے کرنے کا حکم اور ان ہی امور کا ذمہ دار قرار دیا ہے جو انسان کے بس اور اختیار میں ہیں۔([1269])

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاؕ (سورۃ البقرہ:۲۸۶)

"اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی طاقت کے مطابق"

مولانا تھانویؒ نے اپنے اس حکیمانہ اصول کے ذریعے طالبین اصلاح کے بہت سے روحانی و باطنی امراض کا علاج کیا اور بہت سے لوگوں کی اصلاح ہو گئی نیز اسی اصول کے بنا پر بہت سی جزئیات اخذ کیں۔ایک مجلس میں آپ نے فرمایا:

"انفعالات (طبیعت پر نیک افعال کے اثرات مرتب ہونا) غیر اختیاری اور افعال (اعمال) اختیاری ہیں اور وہی اس طریق میں مطلوب ہیں انفعالات مطلوب نہیں ان کی فکر میں پڑنا خود اپنے لیے پریشانی خریدنا ہے۔([1270])

اسی حوالے سے مزید فرمایا:

"انفعالات کو (اللہ تعالیٰ کے) قرب میں دخل نہیں جیسے اگر نماز میں کوئی کیفیت نہ ہو نہ وجدی ہو نہ استغراقی (بے خودی یا محویت) تو نماز میں کیا نقص! وہ نماز کامل ہے ان انفعالات کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص حسین ہو اور سرکاری دفتر میں ملازم ہو تو اس کو حسن کی وجہ سے تنخواہ تھوڑا ہی مل رہی ہے اور نہ حسن کی وجہ سے تنخواہ میں ترقی ہوئی وہ تو جو کچھ بھی ہے کام کی بدولت ہے"([1271])

اسی اصول کی بنا پر ایک عجیب نکتہ بیان فرمایا کہ:

"تبلیغ کرنا تو اختیاری ہے اور ثمرہ مرتب ہونا غیر اختیاری ہے لہٰذا تبلیغ کو مقصود سمجھا جائے جو اختیاری ہے اور ثمرات کو مقصود نہ سمجھا جائے جو کہ غیر اختیاری ہے"۔([1272])

مولانا تھانویؒ نے بہت ہی موثر اور مختلف انداز میں وساوس کے مضر اثرات سے بچانے اور ان کے علاج کی کامیاب کوشش فرمائی ہے آپؒ کی ان تعلیمات کی بدولت بہت سے لوگ وسوسہ کے مرض سے نجات پا گئے۔چنانچہ وساوس کی وجہ سے جو پریشانی ہوتی ہے اس کا علاج تجویز کرتے ہوئے فرمایا:

"بعض دفعہ سالک کو وساوس اور توہمات سے پریشانی ہوتی ہے،مثلاً کفر کے خیالات آنے لگتے ہیں جس سے یہ اپنے آپ کو کافر سمجھنے لگتا ہے حالانکہ یہ غلطی ہے"([1273])

بہر حال اپنے اس اصلاحی اصول کی بناء پر کہ غیر اختیاری فعل پر مواخذہ نہیں مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ وسوسے غیر اختیاری ہیں اس لیے وساوس پر مواخذہ نہیں۔احادیث بھی اس کی تائید کرتی ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں ہے۔

---

1269۔ تھانوی،اشرف علی،مولانا،الافاضات الیومیہ،ج۶،ص ۸۳

1270۔ محمد شفیع،مفتی،مجالس حکیم الامت،دار الاشاعت کراچی،۱۳۹۶ھ،ص ۳۲۴،

1271۔ تھانوی،اشرف علی،مولانا،الافاضات الیومیہ،ج ا،ملفوظ نمبر ۳۳۷،ادارہ تالیفات اشرفیہ،ملتان،ص ۲۲۵

1272۔ ابرار علی،سید،ڈاکٹر،مولانا اشرف علی تھانویؒ کا طریقہ اصلاح،ص ۸۸

1273۔ ایضاً،ص ۱۰۶



toobaafoundation.com

ان اللہ تجاوز عن امتی ماوسوست بہ صدو رھا (1274)

"بے شک اللہ تعالیٰ نے درگذر کی میری امت کے ان وسوسوں سے جو ان کے دل میں صادر ہوتے ہیں"

تاہم مولانا تھانویؒ وساوس کے پیدا ہونے کا ایک سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ جب نفس کو ذکر میں مشغول نہ کیا جائے تو پھر وساوس آنے لگتے ہیں۔(1275)

بعض طبائع، وساوس کی وجہ سے پریشان فکری میں مبتلا ہو جاتی ہیں اور اس کے قلع قمع کو ضروری تصور کرتی ہیں اور ایسا نہ ہونے کے سبب ان پر غم کی کیفیت وارد ہو جاتی ہے اور مایوسی کا شکار ہو جاتی ہیں، ایسے میں مولانا تھانوی اس کا علاج بالضد تجویز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

"وسوسہ کا علاج مسرور ہونا ہے جس کو یہ مرض لاحق ہو اس کے لیے لازم ہے کہ محزوں نہ ہو ہمیشہ مسرور و خوش رہے"(1276)

دراصل مسرت اس امر کی ہے کہ انسان کے پاس متاعِ ایمان موجود ہے، اسی لیئے اس پر شیطانی حملے ہو رہے ہیں اور اس کو مایوس کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔

معاشرتی اصلاح میں خوف ورجاء کا تصور:

قرآن وحدیث کی روشنی میں فطرت انسانی کے پیش نظر مولانا اشرف علی تھانویؒ اپنے طریقہ اصلاح میں خوف ورجاء کی کیفیت کی اہمیت ذہن نشین کراتے ہیں کہ آدمی نہ اتنا خوف کھائے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی مایوس ہو جائے اور نہ اتنی امید کہ گناہ پر دلیر ہو جائے۔ مسلمانوں کی اصل حالت یہ ہونی چاہیے کہ خوف اور شوق ملا ہوا ہو دیکھو! نبیوں کی حالت، اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔

ید عوننا رغبا و رھبا(سورہ الانبیاء: ۹۰)

"وہ پکارتے ہیں ہم کو شوق اور خوف سے"

اسی اصول اصلاح کے حوالے سے مولانا تھانویؒ نے حضرت عمرؓ کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ

"اگر قیامت کے میدان میں یہ پکارا جائے کہ صرف ایک شخص جنت میں جائے گا تو مجھے یہ امید ہو گی کہ وہ شخص میں ہوں اور اگر یہ پکارا جائے کہ صرف ایک شخص دوزخ میں جائے گا مجھے یہ خوف ہو گا کہ وہ شخص میں ہی ہوں"۔(1277)

اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندے کا متوازن تعلق اسی وقت رہتا ہے جب وہ خوف ورجا کے بین بین رہے۔ اگر ان میں سے کسی ایک وصف کا غلبہ ہو جائے تو توازن بگڑ جاتا ہے اگر رجائیت غالب ہو جائے تو انسان اللہ تعالیٰ کے عدل سے بے پرواہ ہو جاتا ہے اور یہ چیز انسان کو اباحیت کی طرف لے جاتی ہے اور اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق کے بارہ میں نہایت لاپرواہی برتتا ہے اور اگر خوف کا غلبہ ہو جائے تو اس سے اس کے اندر مایوسی اور قنوطیت راہ پاتی ہے اور یہ چیز انسان کے لیے بڑے فتنے کا باعث ہیں۔(1278) ارشادِ خداوندی ہے

---

1274۔ الخطیب، امام ولی الدین محمد بن عبداللہ، مشکوۃ شریف، کتاب الایمان، محمد سعید اینڈ سنز، کراچی، باب فی الوسوسہ، ص ۱۸

1275۔ ابرار علی، سید، ڈاکٹر، مولانا اشرف علی تھانویؒ کا طریقہ اصلاح، ص ۱۲۳

1276۔ ایضاً، ص ۱۰۳

1277۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا تسہیل المواعظ، بعنوان "نفس کی اصلاح" جلد ۳، کتب خانہ امداد الغرباسہارنپور، ۱۳۳۵ھ، ص ۳۱

1278۔ ابرار علی، سید، ڈاکٹر، مولانا اشرف علی تھانویؒ کا طریقہ اصلاح، ص ۱۳۰



toobaafoundation.com

لَا يَاْيْـَٔسُ مِن رَّوْحِ ٱللَّهِ إِلَّا ٱلْقَوْمُ ٱلْكَٰفِرُونَ (سورہ یوسف:87)

"اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو کہ خدا کی رحمت سے بے ایمان لوگ ناامید ہوا کرتے ہیں"

## اصلاح میں تحلیلِ نفسی کی اہمیت:

مولانا تھانویؒ طالبین اصلاح کو اصلاح کا مقصد اور اس کی غرض وغایت اس طرح ذہن نشین کراتے کہ خود طالب اصلاح سے براہ راست سوال وجواب کے ذریعے یا خط وکتابت کے ذریعے صحیح مقصد اور غرض وغایت متعین کراتے۔ پھر اس کے بعد کبھی تو ایسا ہوتا کہ مریض کو اس کا اصل مرض بھی بتادیتے اور کبھی مرض ظاہر کیے بغیر اس کا علاج کرتے۔ ان تمام صورتوں میں اس بات کا بھی خاص اہتمام کرتے کہ مریض کا حال سوائے طبیب اور مریض کے کسی کو معلوم نہ ہو اور یہ راز میں رہے لیکن اس علاج کے دوران مریض کو تسلی بھی دیتے کہ مرض ناقابل علاج نہیں، ہمیشہ پر امید رکھتے اور مایوس نہیں ہونے دیتے مولانا تھانویؒ کے اس طریقہ کار کو نفسیات میں تحلیل نفسی یا اس کے مشابہ قرار دیا جاسکتا ہے۔([1279])

## معاشرتی اصلاح کا نبوی طریق کار

عہد جدید کے مصلحین جب اصلاح کا بیڑا اٹھاتے ہیں تو ملک و قوم سے اصلاح کا عزم شروع کرتے ہیں اور اسی میں ساری عمر کھپادیتے ہیں۔ اپنے اہل وعیال اور برادری کی باری سرے سے آتی ہی نہیں۔ اس کے برعکس نبوی طریقہ اصلاح اس کے بالکل خلاف ہے۔ وہ اپنے اہل وعیال اور بھائی برادری سے اصلاح کا آغاز کرتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ ٱلْأَقْرَبِينَ (سورہ الشعراء:۲۱۴)

"اپنے قریبی رشتہ داروں کو خبردار کرو"

مولانا تھانویؒ نے بھی اسی نبوی اصلاح کے طریقہ کو اپنایا اور اپنے گھر سے اس کو شروع کیا۔ اپنے اعزہ کے ہاں اگر ایسی شادی بیاہ کی تقریبات ہوتیں جن میں منکرات وبدعات کا دخل ہوتا تو حضرت نہ صرف اس میں شرکت نہ فرماتے بلکہ ان منکرات وبدعات کو ہر ممکن روکنے کی کوشش فرماتے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں حضرتؒ نے اپنی علاتی (باپ شریک) ہمشیرہ کی شادی کا واقعہ ذکر فرمایا ہے۔

اس میں قصہ یہ ہے کہ اس کی والدہ کو عورتوں نے بہکایا اور یہ سمجھایا کہ تمہاری ایک ہی بچی ہے۔ دل کھول کر شادی کرو، باقی اگر یہ اندیشہ ہے کہ وہ (یعنی مولانا تھانوی) شرکت نہ کرے گا تو نکاح میں تو شرکت ہو ہی جائے گی اور جن رسموں کو برا کہتے ہیں ان میں نہ شریک ہوں گے۔ نکاح تو سنت ہے اس میں ضرور شریک ہوں گے۔ والدہ بیچاری بہکانے میں آگئیں۔ برات کا دن جمعہ تھا میں نے بھیسانی (ایک گاؤں کا نام ہے) والوں کو کہلا بھیجا کہ جب جمعہ پڑھنے آؤ ایک بہلی لیتے آنا۔ میں بعد جمعہ تمہارے ہاں آؤں گا۔ میں نے جمعہ کی نماز جامع مسجد میں پڑھی اور باہر باہر بہلی میں بیٹھ کر چلا گیا یہاں گھر والوں کو خبر نہ کی۔ یہی خیال رہا سب کو کہ ہوگا کہیں یہیں مسجد وغیرہ میں۔ مغرب کے بعد نکاح پڑھانے کے لیے تلاش ہوئی۔ نہ ملا تو بھائی صاحب نے مختلف اطراف میں آدمی بھیجے۔ ایک آدمی بھیسانی بھی آیا۔ میں عشاء کی نماز پڑھ کر لیٹ گیا تھا۔ وہ آدمی مجھے ملا۔ میں نے کہا جا کر کہہ دینا۔ میں زندہ ہوں اطمینان رکھو۔ اور اگر اوروں پر اختیار نہ تھا تو اپنے نفس پر تو اختیار تھا۔ خود اپنے کو بچالیا۔ صبح انشاءاللہ آؤں گا۔ صبح بھی اس خیال سے دیر کرکے چلا کہ ایک براتی

1279۔ ابرار علی، سید، ڈاکٹر، مولانا اشرف علی تھانویؒ کا طریقہ اصلاح، ص۲۹۹



toobaafoundation.com

کی بھی صورت نہ دیکھوں پھر تو میری شرکت نہ کرنے کی وجہ سے سارے خاندان نے توبہ کی کہ بڑی واہیات بات ہوئی اب آئندہ کبھی ایسا نہ کریں گے۔ جب سے اللہ کا فضل ہے خاندان میں کبھی کوئی رسم نہیں ہوتی۔"

مولانا تھانویؒ کے اس فعل اور شادی کے اس شخصی بائیکاٹ کا نہ صرف خاندان والوں پر اچھا خاصا اثر ہوا کہ ہمیشہ کے لیے خاندان میں رسومات اور بدعات کی جڑ کٹ گئی بلکہ گاؤں والوں پر بھی بڑا اثر ہوا۔ چنانچہ بھیسانی گاؤں کے لوگوں نے مولانا تھانویؒ سے کہا ہم لوگوں کا خیال ہوا تھا کہ جب مولویوں کے گھر دو سو روپے کا گھی ایک گاؤں سے جا رہا ہے اور دوسری جگہ سے بھی ضرور آیا ہو گا۔ جب گھی کا اس قدر صرفہ ہے تو اجناس میں نہ معلوم کس قدر صرفہ ہو گا۔ اب ہم بھی دل کھول کر شادیاں کیا کریں گے چاہے گھر کی جائیدادیں فروخت ہو جائیں۔ سو اگر اس وقت آپ یہاں نہ آتے تو ہمارے یہاں بھی شادیوں میں ایسا ہوتا جس کا انجام گھر کی بربادی ہوتی۔ آپ نے آکر ہمارا گاؤں بچا لیا اور ایسا ہو گیا جیسے اپنے پاس سے گاؤں ہم کو دیا۔ یہ تو اس گھریلو شادی کا ذکر ہے جہاں حضرت والا کا کوئی عمل دخل نہیں تھا اسی وجہ سے حضرتؒ نے اس سے قطع تعلق کر لیا۔ لیکن جو شادی حضرت والا نے اپنے چھوٹے بھائی محمد مظہرؒ کی وہ اس قدر سادہ اور رسومات سے مبرا تھی کہ وہ سارے علاقہ میں سادگی میں مثال کے طور پر پیش کی جاتی تھی۔[1280]

معاشرتی اصلاح میں بدعات سے اجتناب

مولانا تھانوی نے نہ صرف گھریلو رسومات ہی کی اصلاح کی بلکہ دین اسلام میں دین کے نام نہاد عاشقوں نے ہندوؤں کے پنڈتوں کی طرح اپنے بطن و معدہ کے عیش و آرام کے لیے دین کے نام پر جو بدعات گھڑی تھیں۔ آپ نے ان کی بھی اصلاح و تردید کی۔ کیونکہ بدعت نہ صرف دین اسلام میں ایک اضافہ ہے بلکہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت حقہ کے بالمقابل خود دعویٰ نبوت کرنے کے مترادف ہے، جس کو امام مالکؒ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

منابتدعفیاالاسلامبدعتیراھاحسنۃفقدزعمانمحمداصلیااللہعلیہوسلمخاناالرسالۃلاناللہیقولاالیوماکملتلکمدینکم الخفماالمیکنیومئذدینافلایکونالیومدینا(1281)

"جس نے اسلام میں کوئی بدعت ایجاد کی اور اس کو اچھا سمجھا پس اس نے یہ خیال کیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی رسالت و نبوت میں خیانت کی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آج کے دن میں نے تمہارے لیئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے"۔

چنانچہ مروجہ بدعات عرس، تیجہ، دسواں، چہلم وغیرہ کی حضرت نے نہ صرف تردید کی بلکہ اصلاح بھی کی۔ چنانچہ ایک مقام پر حضرت تھانویؒ نے بدعت کے بارے میں یوں فرمایا:

ایک پہچان بدعت کی بتلائے دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جو بات قرآن و حدیث، اجماع و قیاس چاروں (شرعی مآخذ) میں سے کسی ایک سے بھی ثابت نہ ہو اور اس کو دین سمجھ کر کیا جائے وہ بدعت ہے۔ اس پہچان کے بعد دیکھ لیجئے کہ ہمارے بھائیوں کے جو اعمال ہیں مثلاً عرس کرنا، فاتحہ دلانا تخصیص اور تعین (دن، وقت اور امور کی شکلوں) کو ضروری سمجھ کر ایصال ثواب کرنا وغیرہ وغیرہ جتنے اعمال ہیں کسی اصل سے ثابت نہیں ہیں اور ان کو دین سمجھ کر کیا جاتا ہے یا نہیں۔ اگرچہ خواص کا عقیدہ ان مسائل میں خراب نہیں، لیکن یہ فقہ حنفیہ کا مسئلہ ہے کہ خواص کے جس مستحسن امر سے جب کہ وہ مطلوب عندالشرع نہ ہو، عوام میں خرابی پھیلے، خواص کو چاہیے کہ اس امر کو ترک کر دیں۔ ہاں اگر وہ امر مطلوب عندالشرع ہو اور اس میں کچھ منکرات مل گئے ہیں تو منکرات کے مٹانے کی کوشش کریں گے اور

---

1280۔ تھانوی، اشرف علی، الافاضات الیومیہ جلد، ص ۲۳۰

1281۔ الشاطبیؒ، ابی اسحاق ابراہیم بن موسیٰ بن محمد، الاعتصام، ج ۱، دارالفوائد و دار ابن رجب، جنوری ۲۰۰۵ء، ص ۲۵



toobaafoundation.com

اس امر کو نہ چھپائیں گے، مثلاً اگر جنازہ کے ساتھ منکرات بھی ہوں تو مشایعت جنازہ (جنازہ کے ساتھ جانے) کو ترک نہ کریں گے کیونکہ مشایعت جنازہ کی مطلوب عند الشرع ہے۔ پس ایصال ثواب میں تعین وقت مطلوب عند الشرع نہیں۔ اگرچہ مباح ہے اور چونکہ تعین سے عوام میں خرابی پھیلتی ہے اس لیے ہم تعین کو ترک کر دیں گے۔ البتہ اگر ساری امت کا یہ عقیدہ ہو جائے کہ وہ تعین کو ضروری نہ سمجھے تو ہم خواص کو بلکہ سب کو تعین کی اجازت دے دیں گے۔ لیکن حالت موجودہ میں (جبکہ اکثر کا یہ خیال ہے کہ خاص تاریخوں میں اور خاص چیزوں ثواب پہنچانے سے زیادہ مقبولیت ہوتی ہے اور یہ خلاف شریعت ہے) کیسے اجازت دے دی جائے۔۔۔ ایک تو تخصیص اور تعین قابل ترک ہے، دوسرے جو ہیت ایصال ثواب کی اختراع کر رکھی ہے وہ قابل ترک ہے۔ مجھ سے ایک دیہاتی (آج کل تو علماء بھی یہی بات کہتے ہیں) کہنے لگا کہ اگر ایصال ثواب کے وقت کھانے پر چند سورتیں پڑھ لی جائیں تو حرج ہی کیا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ جس مصلحت سے کھانے پر سورتیں پڑھی جاتی ہیں کبھی روپے یا کپڑے پر کیوں نہیں پڑھی جاتی اور نیت میں اصلاح کرنی ضروری ہے کیونکہ اکثر یہ نیت ہوتی ہے ہم ان کو ثواب پہنچائیں گے تو ان سے ہمارے دنیا کے کام نکلیں گے۔[1282]

ایک اور مقام پر حکیم الامت نے اپنے حکمت آمیز انداز میں بدعت کے کی وضاحت کرتے ہوئے یوں فرمایا:

پس جاننا چاہیے کہ بعد خیر القرون کے جو چیزیں ایجاد کی گئی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ کہ ان کا سبب داعی بھی جدید ہے اور وہ موقوف علیہ (جن پر کوئی چیز موقوف ہوتی ہے) کسی ماموربہ (جن کا شریعت میں حکم دیا گیا ہے) کی ہیں کہ بغیر ان کے اس ماموربہ پر عمل نہیں ہو سکتا۔ جیسے کتب دینیہ کی تصنیف اور تدوین اور مدرسوں اور خانقاہوں کی بنیاد حضور ﷺ کے زمانہ میں ان میں سے کوئی شے نہ تھی۔ اور سبب داعی ان کا جدید ہے اور نیز یہ چیزیں موقوف علیہ، ایک ماموربہ کی ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ یہ سب کو معلوم ہے کہ دین کی حفاظت سب کے ذمہ ضروری ہے۔ اس کے بعد سمجھئے کہ زمانہ خیریت نشان میں دین کی حفاظت کے لیے وسائط محدثہ (نئے وجود میں آنے والے واسطے) میں سے کسی شی کے ضرورت نہ تھی۔ تعلق مع اللہ یا بلفظ آخر (بالفاظ دیگر) نسبت سلسلہ سے بہ برکت حضرت نبوت، سب مشرف تھے۔ قوۃ حافظہ اس قدر قوی تھی کہ جو کچھ سنتے تھے وہ سب ذہن نشین ہو جاتا تھا، فہم ایسی عالی پائی تھی کہ اس کی ضرورت ہی نہ تھی کہ سبق کی طرح ان کے سامنے تقریریں کریں۔ ورع وتدیّن (تقوی اور دین داری) بھی غالب تھا۔ بعد اس زمانہ کے، دوسرا زمانہ آیا۔ غفلتیں بڑھ گئیں، قوی کمزور ہو گئے، ادھر اہل ہوی (خواہش پرستوں) اور عقل پرستوں کا غلبہ ہوا۔ تدین مغلوب ہونے لگا۔ بس علمائے امت کو قوی اندیشہ، دین کے ضائع ہونے کا ہوا۔ پس ضرورت اس کی واقع ہوئی کہ دین کی بجمیع اجزا (تمام اجزاء کے ساتھ) تدوین کی جاوے۔ چنانچہ کتب دینیہ حدیث، اصول حدیث، فقہ اور اصول فقہ تصنیف ہوئیں۔ اور ان کی تدریس کے لیے مدارس تعمیر کئے گئے۔ اسی طرح نسبت سلسلہ کے اسباب تقویت وابقاء (رسول اللہ ﷺ سے نسبت کے تعلق کو قائم رکھنے اور مضبوط بنانے) کے لیے بوجہ عام رغبت نہ رہنے، کے مشائخ نے خانقاہیں بنائیں۔ اس لیے کہ بغیر ان چیزوں کے دین کی حفاظت کی کوئی صورت نہ تھی۔ پس یہ چیزیں وہ ہوئیں کہ سبب ان کا جدید ہے کہ وہ سبب خیر القرون میں نہ تھا اور موقوف علیہ، حفاظت دین ماموربہ کی ہیں۔ بس یہ اعمال گو صورتاً بدعت ہیں لیکن واقعہ میں بدعت نہیں بلکہ حسب قاعدہ مقدمۃ الواجب واجب (کسی ضروری اور لازمی چیز کا پیش خیمہ بھی واجب اور ضروری) ہے۔

---

1282۔ محمود احمد ظفر، حکیم، اشاعت خاص ماہنامہ "الحسن" بعنوان (چودھویں صدی کا عظیم مصلح) ج ۱، ص ۳۱۶،۳۱۵



toobaafoundation.com

اور دوسری قسم وہ چیزیں ہیں جن کا سبب قدیم ہے جیسے مجالس میلاد مروجہ اور تیجہ، دسواں، چہلم وغیرہ من البدعات کہ اس کا سبب قدیم ہے مثلاً میلاد منعقد کرنے کا سبب فرح علی الولادۃ النبویۃ ہے (رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی و مسرت) اور یہ سبب حضور ﷺ کے زمانہ میں بھی موجود تھا۔ لیکن حضور ﷺ نے یا صحابہؓ نے یہ مجالس منعقد نہیں کیں۔ کیا (نعوذ باللہ) صحابہؓ کا فہم یہاں تک نہیں پہنچا۔ اگر سبب اس کا اس وقت نہ ہوتا تو البتہ یہ کہہ سکتے تھے کہ منشاان کا موجود نہ تھا لیکن جب کہ باعث اور بناء اور مدار موجود تھا پھر کیا وجہ ہے کہ نہ حضور ﷺ نے کبھی مجلس میلاد منعقد کی اور نہ صحابہ رضی اللہ عنھم نے۔ پس جس شئی کو باوجود اس بناء (بنیاد) اور مدار کی موجودگی کے حضور ﷺ نے رضی اللہ عنھم کیا نہ صحابہؓ نے ایسی شئی کا حکم یہ ہے کہ وہ بدعت ہے صورۃ بھی اور معنا بھی۔ (1283)

من احدث فی امرنا هذا مالیس فیه فهورد(1284)

"جس نے ہمارے دین میں از خود کوئی ایسی چیز نکالی جو اس میں نہیں تھی تو وہ رد ہے"

اس حدیث میں داخل ہو کر واجب الرد (ان کی تردید ضروری) ہیں اور پہلی قسم مامنہ میں داخل ہو کر مقبول ہے۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے بدعت اور سنت کے پہچاننے کا۔ اس سے تمام تر جزئیات کا استنباط (اخذ) ہو سکتا ہے۔ اور ان دو قسموں میں ایک اور فرق عجیب ہے کہ پہلی قسم کے تجویز کرنے والے خواص یعنی علما ہوتے ہیں اور اس میں عوام تصرف نہیں کرتے اور دوسری قسم کے تجویز کرنے والے عوام کالانعام ہوتے ہیں اور وہی اس میں ہمیشہ تصرفات کیا کرتے ہیں۔ (1285)

معاشرتی اصلاح میں احتساب:

مولانا تھانوی کے اصلاحِ معاشرہ کے منہج میں احتساب کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ شاید ہی کوئی تعلق والا ایسا ہو گا جس سے حضرتؒ نے احتساب نہ کیا ہو۔ مورخین نے لکھا ہے کہ دُرہ عمرؓ سے بھی شاید کوئی ہی شخص بچا ہو اسی طرح مولانا تھانویؒ کے درہ احتساب سے بھی شاید ہی کوئی بچا ہو۔ چنانچہ ایک مرتبہ متعلقین میں سے ایک نے کہہ ہی دیا کہ حضرت! آپ بہت سخت ہیں، فرمایا بھئی میں سخت تو نہیں ہوں اگر سخت ہوتا تو آپ لوگ مجھے چھوڑ کر بھاگ جاتے کیونکہ حق تعالیٰ قرآن حکیم میں اپنے پیغمبر علیہ السلام کے بارہ میں فرماتے ہیں۔

وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ ٱلْأَقْرَبِينَ (سورہ الشعراء: ۲۱۴)

بات صرف یہ ہے کہ تم بے اصول ہو چکے ہو میں تمہیں اصول کی بات بتاتا ہوں اس وجہ سے تمہیں سخت معلوم ہوتا ہوں۔ (1286)

مزید فرمایا:

"جن لوگوں کا مجھ سے اصلاح کا تعلق ہے اس کی معمولی کوتاہی پر بھی میری نظر رہتی ہے۔ ان کی کسی حالت سے بھی کسی معیوب یا منکر بات کا صادر ہونا مجھ کو سخت ناگوار ہوتا ہے اور اس معاملہ میں سخت دار وگیر کرتا ہوں" (1287)

---

1283۔ محمود احمد ظفر، حکیم، اشاعت خاص ماہنامہ "الحسن" بعنوان (چودھویں صدی کا عظیم مصلح) ج ا، ص ۳۱۶، ۳۱۵

1284۔ بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، دار ابن کثیر، دمشق، ۱۹۹۰ء، حدیث نمبر ۲۶۹۷

1285۔ محمود احمد ظفر، حکیم، اشاعت خاص ماہنامہ "الحسن" ج ا، ص 317

1286۔ ایضاً ۳۳۶

1287۔ ابرار علی، سید، ڈاکٹر، مولانا اشرف علی تھانویؒ کا طریقہ اصلاح، ص ۱۸۰



toobaafoundation.com

# باب چہارم

## فصل دوم

# مولانا اشرف علی تھانویؒ کے معاشرتی اصلاح کے منہج میں مطالعہ کتب کی اہمیت

### حضرت تھانویؒ بحیثیت مصنف اور ان کی تصانیف

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو اللہ تعالیٰ نے مجددیت و مجتہدیت کے منصب پر فائز فرمایا تھا۔ حضرتؒ نے مسلمانوں کی ہر شعبہ زندگی میں بڑھتی ہوئی دینی تباہیوں اور بربادیوں کو محسوس فرمایا اور ان کی دین سے مغایرت کے اسباب پر نظر ڈالی اور دینی شعور کے بڑھتے ہوئے فقدان کا اندازہ کیا پھر اپنی تمام زندگی مسلمانوں کے رشد وہدایت اور تبلیغ دین کے لیے وقف کر دی۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت و اعانت حضرتؒ کے ہمیشہ شامل حال رہی اور حضرتؒ کو اپنی حیات ہی میں اپنی مساعی اور کارنامہ تبلیغ میں نمایاں کامیابی نصیب ہوئی اور ملک کے گوشہ گوشہ میں حضرتؒ کے تحریری و تقریری فیوض و برکات سے مسلمانوں میں ایک حیات تازہ پیدا ہو گئی، جذبہ اسلامی بیدار ہو گیا اور اکثر و بیشتر مسلمانوں کے ہر شعبہ زندگی میں ایک بہتر انقلاب پیدا ہو گیا۔ اب تک تمام معتبر و مستند علوم دینیہ، عربی و فارسی زبان میں مدون تھے۔ مگر اس مجدد وقت کے فیضان ایمانی و روحانی سے اردو لٹریچر دین مبین کی حیات افروز دولت سے مالا مال ہو گیا اور اس کا وقار و معیار معتبر و مستند ہو گیا۔[1288]

### امدادِ الٰہی

ایک مرتبہ ایک خادم نے آپؒ سے عرض کیا کہ آپ کا اتنی عمر میں اتنی کتابیں تصنیف کرنا تعجب معلوم ہوتا ہے تو حضرت تھانویؒ نے کثرت تالیفات کی ایک وجہ یہ بیان فرمائی۔

"تالیف و تصنیف کے بعد اب میں بھی تعجب کرتا ہوں کہ مجھ سے اتنا کام کیسے ہو گیا اور تعجب کی ایک بات اور ہے کہ بعض اوقات بعض مضامین میرے لکھے ہوئے میری ہی سمجھ میں نہیں آتے۔۔۔ جو کچھ کام ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی امداد و توفیق سے ہوا ہے جس سے چاہا اپنا کام لے لیا، اس میں بندے کی کیا تعریف ہے۔ اس کی مثال تو ایسی ہے کسی منشی نے ایک بچے کے ہاتھ میں قلم دے کر اور اپنے ہاتھ میں اس کا ہاتھ لے کر خوشخط لکھ دیا اب بچہ خوش ہو رہا ہے کہ میں نے لکھا ہے حالانکہ وہ منشی جی نے لکھا ہے"[1289]

---

1288۔ عارفی، عبدالحئی، ڈاکٹر، فیضان تصانیف حکیم الامت (مضمون)، 1987ء، ص 1

1289۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، ملتان، ادارہ نشر المعارف چہلیک، 1956، ص 656



toobaafoundation.com

## اسباب کثرت تالیفات

کثرت تالیفات کی۔۔۔دوسری وجہ آپ نے یہ بیان فرمائی کہ:

"میرے مزاج میں حرارت ہے۔اس حرارت ہی کی وجہ سے اتنی حدت بھی ہے اگر دوسرے کا مزاج اتنا گرم ہو تو وہ اتنا ضبط نہ کر سکے میں بہت ضبط کرتا ہوں اور اسی حرارت مزاج کا بھی اثر ہے کہ اتنے تھوڑے سے زمانہ میں بحمد اللہ اتنی تصانیف ہو گئیں۔ٹھنڈے مزاج والے سے اتنی تصانیف تھوڑا ہی ہو سکتی ہیں"([1290])

مزید فرمایا! اس میں حضرت حاجی صاحبؒ کی دعا کا بھی اثر ہے مکہ معظمہ میں حضرت مرشد علیہ الرحمۃ کے حکم سے "تنویر" کا ترجمہ لکھا کرتا تھا اور حضرت کو سنا بھی دیتا تھا ایک بار حسب معمول سنایا تو حضرت نے دریافت فرمایا کہ کتنی دیر میں لکھا ہے میں نے عرض کیا کہ اتنے وقت میں فرمایا! اتنے سے وقت میں تو کوئی بھی اتنا مضمون نہیں لکھ سکتا۔اور بہت دعائیں دیں۔میں نے ابھی (12 ستمبر 1930ء تک کی) اپنی تصانیف کا شمار کیا تو پانچ سو انتیس (529) ہوئی ہیں ان کو اس طرح شمار نہیں کیا کہ مثلاً تفسیر کی بارہ جلدیں ہیں تو بارہ ہی شمار کر لی گئی ہوں بلکہ اس کو ایک ہی شمار کیا گیا ہے۔([1291])

## اہمیت وافادیت

مولانا تھانویؒ اپنی تصانیف کی افادیت کے حوالے سے فرمایا کہ:

"مجھ سے کوئی بیعت نہ ہو لیکن عقیدت کے ساتھ میری کتابیں لے کر کونے میں بیٹھ جائے تو انشاءاللہ واصل الی المقصود ہو جائے گا"([1292])

تصنیف وتالیف کوئی آسان کام نہیں ہے اور امور دین واسلام کے متعلق کتب لکھنا تو اور بھی مشکل کام ہے کیونکہ اس سلسلہ میں خفیف سی لغزش کوتاہی اور تسامح کے نتائج بہت ہی مضرت رساں نکلتے ہیں کسی کتاب کی تصنیف وتالیف کے سلسلہ میں مصنف یا مولف کو جن جن مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے اس سے قطعاً اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ اتنی کثیر کتب کے مصنف کو کن حالات کا سامنا کرنا پڑا ہوگا اس کا اندازہ صرف "حیات المسلمین" کی تفصیل سے لگایا جا سکتا ہے حضرت تھانویؒ کا ارشاد ہے کہ:

"یہ کتاب ان اعمال کی فہرست ہے کہ جن سے یقینی طور پر دنیا کی بھی فلاح حاصل ہوگی اور دین کی بھی۔میں نے اس کو بہت سوچ سوچ کر لکھا ہے اس کے لکھنے میں مجھ کو تعب ہوا ہے میں اول اس کے مضامین لکھتا تھا پھر ان کو سہل کرتا تھا اسکے بعد دیکھتا تھا۔اگر کم سہل ہوئے تو پھر دوبارہ سہل کرتا تھا ہر ماہ میں اس کے دو ورق لکھا کرتا تھا اور وہ دو ورق بھی بعض مرتبہ کئی کئی بار کے مسودے میں لکھے جاتے۔لوگ اس کو اردو میں دیکھ کر بے وقعت سمجھتے ہیں اس کی قدر ان علماء کو ہی ہو سکتی ہے جو حدیث شریف پڑھاتے ہیں وہ دیکھیں گے کہ کون سا اشکال کہاں پر کس ذرا سے لفظ سے حل ہو گیا ہے"([1293])

---

1290۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، ملتان، ادارہ نشر المعارف چھلیک، 1956، ص 656

1291۔ ایضاً، ص 657

1292۔ ابرار علی، سید، ڈاکٹر، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا طریقہ اصلاح، لاہور، بیت العلوم، 2007ء، ص 228

1293۔ عارفی، عبدالحئی، ڈاکٹر، مآثر حکیم الامت، لاہور، ادارہ اسلامیات، 1984ء، ص 303



toobaafoundation.com

اسی کتاب کے متعلق مزید فرمایا کہ:

"مجھ کو اپنی کسی تصنیف کے متعلق یہ خیال نہیں ہے کہ یہ میرا سرمایہ نجات ہے البتہ "حیات المسلمین" کے متعلق میرا غالب خیال یہی ہے کہ اس سے میری نجات ہو جائے گی۔ اس کو میں اپنی ساری عمر کی کمائی اور ساری عمر کا سرمایہ سمجھتا ہوں"۔ ([1294])

## جدول مضامین

12 ستمبر 1930ء کے بعد کی تصنیفات و تالیفات اور خطبات، ملفوظات اور کتب الغنا کل کے تعداد نو سوسے زائد ہو جاتی ہے۔ اتنی کتب کے مضامین کا یاد رکھنا کہ کون سا مضمون کس کتاب میں ہے بڑا مشکل تھا اور فوری حوالہ دینے کی جب ضرورت ہوتی تو تلاش میں بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑتا اس مشکل کے حل کی آپ نے ایک عجیب ترکیب نکالی اس حوالے سے فرمایا:

"میرا حافظہ ضروری ضعیف ہے اپنا بعض ضروری مضمون تلاش کرتا ہوں کہ کس جگہ اور کس کتاب میں ہے تو نہیں ملتا اس لیئے میں سب کتابوں کو دیکھ کر بطور یادداشت کے ایک جدول بنائی ہے تاکہ اس کو دیکھ کر کتاب میں نکال لوں جو جدول جدید مضامین کی ہے اس کا نام غرائب الرغائب ہے یہ مطبوع بھی ہے اور دوسری جدول جو قدیم مضامین کی ہے اس کا نام "الکلم الدالۃ علی الحکم الضالہ" ہے"([1295])

## تردید و تنقید

حضرت تھانویؒ کی تحریروں میں دوسرے فرقوں کا براہ راست رد نہ ملے گا۔ اس حوالے سے آپؒ کا بیان ہے:

"میں نے قصداً کسی کا رد نہیں لکھا۔ نہ اہل تشیع، نہ قادیانی، نہ غیر مقلدین، نہ اہل بدعت کا البتہ جس کسی نے کسی کے متعلق سوال کیا اس کا جواب لکھ دیا اور مجھ کو یاد نہیں رہتا کہ کس کے متعلق کیا لکھا ہے"([1296])

آپ نے اپنی کسی کتاب پر تقریظ نہیں لکھوائی کیونکہ آپ فرماتے تھے کہ:

"میں نے اپنی تالیف پر کسی سے تقریظ لکھوانے کی کوشش نہیں کی۔ تحریر موجود ہے دیکھ لو۔ تقریظ کی کیا ضرورت ہے" ([1297])

## باکمال مصنف

حضرت تھانویؒ کے علوم دین سے ہزاروں کیا بلکہ لاکھوں نفوس کو منفعت اور استقامت حاصل ہوئی۔ ان کی تصانیف میں اگر ایک جانب حقائق و معارف کا عالم بے حجاب نظر آتا ہے تو دوسری جانب مطالعہ کرنے والے کی ذات میں محاسبہ نفس کی صلاحیت بالیدہ ہوتی جاتی ہے۔ اس اعتبار سے حضرت تھانویؒ کی تصانیف میں فکر کا کمال اور ذکر کا جمال دونوں مجتمع ہو گئے۔ یہ اوصاف تصنیف و تالیف کی دنیا میں مستثنیات سے ہیں پروفیسر لطیف اللہ اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"کسی مصنف اور مولف کا پہلا وصف یہ ہے کہ اس نے تصنیف کے لیے جو موضوع منتخب کیا ہے وہ بصیرت افروز اور عبرت انگیز ہو۔ دوسرا وصف یہ کہ ترتیب مطالب میں سلیقے سے کام لیا گیا ہو۔ تیسرا وصف یہ ہونا چاہیے کہ مصنف کا طرز بیان اور اسلوب تحریر موضوع سے ہم آہنگ ہو۔

---

1294۔ عارفی، عبدالحئی، ڈاکٹر آثر حکیم الامت، لاہور، ادارہ اسلامیات، 1984ء، ص 303

1295۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، ص 657

1296۔ ایضاً، ص 659

1297۔ ایضاً



toobaafoundation.com

حضرت تھانویؒ کی تمام تصنیفات وتالیفات میں مذکورہ اوصاف ومحاسن بدرجہ اتم موجود ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کی ذات گرامی اور تصانیف اہل علم میں محبوب ومقبول ہیں"(1298)

حضرت تھانویؒ کی ذات گرامی میں ایک عظیم مصنف کی تمام صلاحتیں موجود تھیں۔ان کی تصنیفات کے موضوعات گونا گوں اور اسلامی علوم کے تمام شعبوں پر محیط ہیں۔ لیکن جو خاص پہلو حضرتؒ کی توجہ کا مرکز رہا ہے وہ شریعت کے اعمال ظاہری سے باطن کی طہارت اور روحانی جمال کے اکتساب کا نصب العین ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ امام غزالی، امام قیشری، عبدالوہاب شعرانی، مجدد الف ثانی ،شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ علیہم کے بعد لکھنے والوں میں شریعت وطریقت کی جو جامعیت حکیم الامت کے ہاں محسوس ہوتی ہے ایسی جامعیت کسی مصنف کی تحریر میں نظر نہیں آتی۔اس اساس پر بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ حضرت تھانویؒ اپنی صدی کے مجدد بھی ہیں اور عارف کامل بھی۔ حضرت تھانویؒ کو بحیثیت مصنف ایک اور اختصاص بھی حاصل ہے وہ حضرتؒ کی نفسیاتی بصیرت ہے اس خصوص میں مواعظ وملفوظات کے علاوہ "تربیت السالک" ایک ایسی تصنیف ہے جو تمام امراض روحانی کے علاج کے لیے کافی ہے جس طرح جسمانی عوارض کے مریضوں کے لیے معالج کی شفقت اور توجہ جلد صحب یابی میں مدد ومعاون ثابت ہوتی ہے۔(1299)

حضرت تھانویؒ کی کثرت تصانیف اور وقت میں برکت ہونے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ حضرت تھانویؒ نہایت منضبط الاوقات تھے چنانچہ حضرتؒ فرمایا کرتے کہ اگر میں انضباط اوقات نہ کرتا تو دین کی جو کچھ تھوڑی بہت مجھ سے خدمت ہو سکی ہے وہ ہر گزنہ ہوسکتی کیونکہ حضرتؒ نے محض خدمت دین سمجھ کر خالصاً لوجہ اللہ کتابیں تصنیف فرمائیں اور مقصود اشاعت دین تھا اس لیے حضرت تھانویؒ نے اپنی کسی تصنیف کی نہ خود رجسٹری کرائی نہ کسی دوسرے کو رجسٹری کرانے کی اجازت دی۔(1300)

سب سے بڑی احتیاط جو حضرتؒ کی اعظم خصوصیات سے ہیں کہ اپنی تصانیف کے تسامحات اتفاقی کو جن کا علم خود یا کسی دوسرے کے ذریعہ سے ہوتا رہتا۔ان سے رجوع فرماتے رہتے تھے اور اس رجوع کو شائع بھی فرمادیتے تھے اور اس سلسلہ کا ایک خاص لقب "ترجیح الراجح" تجویز کیا تھا جو مستقل طور پر جاری رہا۔اس سلسلہ میں حضرتؒ کو جہاں اپنے تسامح پر شرح صدر ہو جاتا۔وہاں رجوع فرمالیتے اور جہاں تردد رہتا وہاں جواب لکھ کر یہ تحریر فرمادیتے کہ دیگر علماء سے بھی تحقیق کر لیا جائے۔اس سلسلہ کے متعلق حضرت مولانا انور شاہؒ کا یہ قول کہ "ترجیح الراجح اس زمانے میں ایک بالکل نرالی چیز ہے۔یہ سلف صالحین کا معمول تھا" حضرت مولانا تھانویؒ کی امتیازی شان اور کمال صدق واخلاص ہے کے ظاہر کرنے کے لیے بس یہی کافی ہے۔(1301)

اصلاح معاشرہ کے لیے مولانا تھانویؒ نے اپنی تصانیف کے ذریعے اس بات کا خاص اہتمام کیا کہ فرد کو معاشرتی امور سے اس طرح دلچسپی پیدا ہو جائے کہ ایک طرف معاشرہ سے فائدہ حاصل کرے تو دوسری طرف معاشرہ کو اپنی ذات سے اس طرح فائدہ پہنچائے کہ اس کے حقوق ادا کرے اس طرح وہ اپنی افادیت اور اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہو گا بلکہ یہ احساس جنم ہی نہیں لے گا۔

---

1298۔ لطیف اللہ، پروفیسر، حکیم الامت بحیثیت مصنف، جامعہ اشرفیہ لاہور، 1990ء، ص2

1299۔ ایضا! ص221

1300۔ عارفی، عبدالحئی، ڈاکٹر، فیضان تصانیف حکیم الامت (مضمون)، ص10

1301۔ ایضاً، ص11



toobaafoundation.com

مولانا نے اس تصنیف میں پہلے تو یہ بتایا کہ حقیقی زندگی دنیا اور آخرت میں صرف اللہ تعالیٰ کے فرمانبرداروں کا حق اور حصہ ہے اور خدا کے نافرمان اور باغی حقیقی حیات سے دونوں جگہ محروم ہیں۔۔۔ مسلمانوں کو راحت حاصل ہوگی یا صلاح و فلاح میسر ہوگی تو صرف رسول اللہ ﷺ کے اتباع کے ذریعے ہی میسر ہو گی اس لیے مسلمانوں کے تمام مصائب و مشکلات کے حل کی کوئی تدبیر ہے تو صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کو اطاعت کے ذریعے استوار کریں کیونکہ اطاعت ہی سے نصرت خداوندی آتی ہے اور احکام شرعیہ پر عمل کو ہی دینوی و آخروی صلاح و فلاح اور ترقی میں دخل ہے۔

مولانا نے اس تصنیف میں پہلے تو یہ بتایا ہے کہ حقیقی زندگی دنیا اور آخرت میں صرف اللہ تعالیٰ کے فرمانبرداروں کا حق اور حصہ ہے اور خدا کے نافرمان اور باغی حقیقی حیات سے دونوں جگہ محروم ہیں۔ مسلمانوں کو راحت حاصل ہو گی یا اصلاح و فلاح میسر ہو گی تو صرف رسول اللہ ﷺ کے اتباع کے ذریعے ہی میسر ہو گی اس لیے مسلمانوں کے تمام مصائب و مشکلات کے حلا کی کوئی تدی

اصلاح معاشرہ کے حوالے سے حضرت تھانویؒ کے تحریری و تقریری کارنامے ایسے بے مثال اور اتنے بے شمار ہیں کہ ایک بد ترین مخالف بھی اعتراف و تسلیم کے سوا کوئی مفر نہیں پاتا۔ایک مبصر حضرت کی تصنیفات و تالیفات کی فراوانی دیکھ کر عالم تحیر میں سوچتا رہ جاتا ہے کہ علمی و اصلاحی شہ پاروں کا یہ انبار کسی ایک ہستی کی حیات مختصر کی کاوش ہے یا کسی ادارہ و انجمن کا جماعتی کارنامہ عالمی انسائیکلوپیڈیا نے حضرت مولانا کی شخصیت کا تعارف کثرت تصانیف کی بنیاد پر کرایا ہے لیکن اگر کوئی مغربی محقق حضرتؒ کی پوری حیات اور کارناموں کا مطالعہ کرے تو بجا طور پر وہ آپ کی شخصیت کو بیسویں صدی کے بطلِ جلیل کی حیثیت سے متعارف کرانے پر مجبور ہوگا۔ آپؒ کی تصانیف نے برصغیر کے پورے مسلم معاشرے میں انقلاب آفرین اثرات پیدا کیے اور لاکھوں گم گشتگانِ راہ کو ہدایت و نجات کی ابدی سعادتوں سے ہمکنار کر دیا۔ہزاروں وہ دین کے تاجر جنہوں نے سادہ لوح عوام کے سامنے مذہب کو ایک اضحوکہ بنا کر پیش کیا تھا اور دین کو اپنی اغراض نفسانی کے لیے آلہ کاربنا رکھا تھا۔ حضرت تھانویؒ کے سحر آفرین مواعظ اور باطل شکن تصانیف کے سامنے اس میدان سے روپوش ہوگئے۔(1302)

ذیل میں اصلاح معاشرہ کے حوالے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تصانیفی خدمات کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

## اصلاح انقلاب امت

یہ کتاب حضرت تھانویؒ کی ایک کثیر النفع اور مجددانہ تصنیف ہے۔ جس میں آپ نے مسلمانوں کے حالات کا بخوبی مطالعہ فرما کر ان کی علمی اور عملی کوتاہیوں کی نشاندہی کر کے طرق اصلاح کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصے کے بنیادی عنوانات درج ہیں۔

طریق اصلاح انقلاب، قرآن مجید، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، نماز، روزہ، زکوۃ، حج، قربانی، کفارہ مالیہ، منت مالی، صدقہ نافلہ، معاملہ میت، تعلیم نسواں، معاملہ سفر، استاد شاگرد کے حقوق میں کوتاہیاں۔

دوسرے حصے کے عنوانات درج ذیل ہیں:

نکاح، مصاھرت، رضاع، کفاءت، مہر، عدل بین الزوجین، طلاق، عدت، نفقہ، لقطہ منقود، تعزیر، تعبیر اور تکفیر کے متعلق کوتاہیاں۔

---

1302۔ ابرار علی، سید، ڈاکٹر، مولانا اشرف علی تھانوی کا طریقہ اصلاح، ص 304



toobaafoundation.com

پہلے یہ کتاب دارالعلوم دیوبند کے معروف ماھنامہ "القاسم" میں قسط وار شائع ہوئی تھی بعد میں کتابی شکل میں طبع ہوئی لیکن صرف ایک بار شائع ہونے کی وجہ سے کتاب زیادہ ہاتھوں میں نہ جا سکی۔ پھر پاکستان بننے کے بعد عارف باالله ڈاکٹر عبدالحیی ؒ کی توجہ اور مولانا تقی عثمانی اور ان کے متعلقین کی محنت سے عہد حاضر کے مطابق پیرا گراف قائم کر کے اور بہت سے ذیلی عنوانات لگا کر انتہائی دلکش اور عام فہم ترتیب سے دوبارہ طبع ہوئی۔[1303]

## آداب زندگی

یہ کتاب حضرت تھانوی ؒ کی درج ذیل چار کتب کا مجموعہ ہے۔

1۔ حقوق الاسلام 2۔ حقوق الوالدین 3۔ آداب المعاشرت 4۔ اغلاط العوام

یہ کتاب اصلاح معاشرہ کے حوالے سے نہایت مفید اور عام فہم ہے۔[1304]

## آداب المعاشرت

اس کتاب میں مہمانی، ھدیہ، خط و کتابت، گفتگو، سفر اور استنجاء وغیرہ کے ایک صد بیس (120) آداب ذکر کئے گئے ہیں۔ جن کا لحاظ رکھنے سے کسی کی حق تلفی نہیں ہوتی۔ باہمی محبت میں اضافہ ہوتا ہے حضرت تھانوی ؒ نے یہ کتاب اس لیے تحریر فرمائی کہ بہت سے دیندار کہلانے والے لوگ بھی صرف عقائد و عبادات کو دین سمجھنے لگے اور معاشرتی طور طریقوں کو اسلامی اصولوں سے لاتعلق قرار دینے لگے۔ کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمان بننے کے لیے اپنی معاشرتی زندگی کو بھی شریعت کے تابع بنانا از حد ضروری ہے۔ یہ کتاب 8 محرم الحرام 1332ھ کو خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں مکمل ہوئی۔[1305]

## اصلاح الرسوم

آج رسومات کی پابندی مسلمانوں میں اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ اپنے آپ کو دین دار کہلانے والے لوگ بھی اپنے گھرانوں میں رسومات کا شکار ہیں۔ فضول اور بیہودہ رسومات مسلمانوں کو تیزی سے تباہی کی طرف لے جا رہی ہے۔ حضرت تھانوی ؒ نے اس رسالہ میں پیدائش سے لے کر موت تک کی رسومات مروجہ کی خرابیاں بیان کرتے ہوئے قرآن و حدیث کی روشنی میں سمجھایا ہے کہ رسومات مروجہ کی وجہ سے نہ صرف دین تباہ ہوتا ہے بلکہ دنیا میں بھی تباہی اور افلاس کی طرف پہنچا دیتی ہیں۔ علاوہ ازیں کتاب میں محرم، شب برات، میلاد شریف، فاتحہ، ایصال ثواب اور توسل وغیرہ کے شرعی احکام بھی بیان فرمائے ہیں۔[1306]

---

1303۔ بچھرایونی، عبدالمجید، مزید المجید، مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون ضلع مظفر نگر، یوپی، 1996ص 75

1304۔ ابرار علی، سید، ڈاکٹر، مولانا اشرف علی تھانوی کا طریقہ اصلاح، ص 304

1305۔ ایضاً

1306۔ قاسمی، محمد سالم، مولانا، حکیم الامت، ایک اصول پسند شخصیت جامعہ اشرفیہ، لاہور، 1987ء، ص 6



toobaafoundation.com

## ازالۃ الدین عن حقوق الوالدین

بعض لوگ حقوق الوالدین کی ادائیگی کے مسئلہ پر تفریط سے کام لیتے ہیں جس کی وجہ سے دوسرے اہل حقوق پر زیادتی ہو جاتی ہے۔ حضرت تھانویؒ نے اس رسالہ میں والدین کی اطاعت کی حدود بیان فرمائی ہے تاکہ والدین کی اطاعت میں تفریط کرنے سے دوسروں کے حقوق پامال نہ ہوں(1307)

## اغلاط العوام فی باب الاحکام

بہت سے مسائل ایسے ہیں جو عوام الناس میں غلط مشہور ہو گئے ہیں اور بعض لوگ ان کو صحیح اور درست سمجھتے ہیں۔ اس رسالہ میں ان کو تفصیل سے ذکر فرما کر ان کی تصحیح فرمادی ہے۔ اس میں کتاب الصلوۃ، کتاب الطہارت، کتاب الصوم، کتاب العقائد، کتاب الزکوۃ، کتاب الحظر والاباحۃ، کتاب الایمان والنذور، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الذبائح والاضحیہ، کتاب الجنائز، کتاب البیوع سے متعلقہ مسائل کو زیر بحث لایا گیا ہے۔(1308)

## رسالہ القاء السکینہ فی تحقیق ابداء الزینۃ

ایک مسائل نے سوال کیا تھا کہ بعض لوگوں نے سورۃ نور کی آیت "ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا (القرآن، 24 : 31)

ترجمہ: اور نہ ظاہر کریں اپنا بناؤ سنگھار مگر جو خود ظاہر ہو جائے۔

میں "ما ظھر منھا" کی جو تفسیر وجہ اور کفین کے ساتھ کر کے عدم وجوب استتار وجہ و کفین پر جو استدلال کیا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں یہ رسالہ سائل کے جواب پر مشتمل ہے جس میں اس بات کی تردید کی ہے کہ چہرہ اور ہتھیلیوں کا پردہ واجب نہیں ہے اور سورۃ نور کی اس آیت کی تفسیر صحیح بیان کی ہے۔(1309)

## الفعل المحرم فی فصل المحرم

یہ رسالہ منکرات محرم پر مشتمل ہے جس کو حضرت تھانویؒ کی فرمائش اور نگرانی میں مولانا عبدالواحد فاروقی تھانویؒ نے مرتب فرمایا۔ امداد الفتاویٰ کے صفحہ 484، جلد 11 میں مندرج ہے۔(1310)

## القول الاحکم فی تحقیق التزام مالا یلزم

اس رسالہ میں "التزام مالا یلزم" کی تعریف اور اقسام کا ذکر ہے۔ ایک صاحب کے سوالات اور حضرتؒ کے جوابات کا مجموعہ ہے۔ "التزام مالا یلزم" کی ایک تعریف یہ کی گئی کہ کسی غیر ضروری چیز کو شرعی حیثیت سے یعنی دینی بات سمجھ کر ضروری قرار دے لینا اس تعریف سے بہت سا حصہ رسوم مباح کا مثلاً متعلقہ شادی، جیسے شادی میں سرخ ہی خط کا بھیجا جانا۔ یا اس پر گوٹہ لپیٹنا، التزام مالا یلزم سے خارج ہو جاتا ہے۔ کیونکہ عوام بھی اس کو شرعی حیثیت سے ضروری نہیں سمجھتے۔ بلکہ غیر شرعی حیثیت سے اور دینوی سبب سے

---

1307۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، اصلاح انقلاب امت، ادارۃ المعارف کراچی، ص 1 تا 15

1308۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، آداب المعاشرت، مکتبہ البشریٰ، کراچی، 2010، ص 3

1309۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، اصلاح الرسوم، دارالاشاعت، کراچی 1984ء، ص 2 تا 4

1310۔ سیف الرحمٰن، مولانا اشرف علی تھانوی کی علمی خدمات، ص 321



toobaafoundation.com

یعنی پابندی رسم ورواج اور اندیشہ بدنامی سے کرناضروری خیال کرتے ہیں۔ ہر دو فعل مذکور کچھ دینی امور نہیں، اگر ممانعت سبب عقیدہ نجس ہو تب بھی وجہ ممانعت التزام مالایلزم نہ ہوگا۔

دوسری تعریف التزام مذکور کی یہ ہوسکتی ہے کہ کسی غیر ضروری چیز کو دینوی یعنی غیر شرعی حیثیت سے بھی ضروری قرار دے لینا، اس تعریف سے گو ہر دو فعل مذکور داخل التزام ہو جائیں گے مگر بہت سے دیگر امور مباحہ داخل التزام ہو کر ناجائز ہو جائیں گے۔ اسی حوالے سے امثال مندرج کی گئی ہیں۔(1311)

## احکام الایتلاف فی احکام الاختلاف

یہ رسالہ عوام الناس کی ایک عظیم غلطی کے ازالہ مشتمل ہے۔ غلطی یہ ہے کہ عام طور علی الاطلاق اتفاق کو مطلوب اور اختلاف کو مذموم سمجھا جاتا ہے۔ خاص طور پر علماء کے اختلاف کو تو بہت ہی مطعون کیا جاتا ہے اس رسالہ میں بتلایا ہے کہ اتفاق محمود وہی ہے جس میں امر باطل کا ابتلا نہ ہو اور ناحق بات پر اتفاق کرنا غلطی اور بے وقوفی ہے۔(1312)

## اعداد الجنۃ للتوقی عن الشبہۃ فی اعداد البدعۃ والسنۃ

ایک صاحب کو حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کی کتاب "ایضاح الحق الصریح" کی ایک عبارت پر شبہ واقع ہو گیا تو حضرت تھانویؒ نے اس شبہ کے ازالہ کیلئے یہ رسالہ تحریر فرمایا جس میں بدعت وسنت کی تعریف اور ان کے مابین فرق مفصل بیان فرمایا ہے۔(1313)

## الاختلاف للاعتراف در فتح افراط و تفریط در انساب

اس رسالہ میں سلسلہ نسب میں افراط و تفریط کی تحقیق اور اسکی حقیقت بیان فرمائی ہے اس لیے کہ بہت سے لوگ حسب و نسب پر بہت زیادہ فخر کرتے ہیں اور دوسرے خاندان کو تنقیص و تذلیل کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ حضرت تھانویؒ نے اسکا رد فرما کر جن مقامات پر شریعت نے نسبی شرافت کو ملحوظ رکھا ہے ان کا ذکر فرما دیا ہے۔(1314)

## السنۃ الجلیۃ فی الچشتیۃ العلیۃ

عوام میں یہ خیال ترقی کر رہا تھا کہ صوفیہ میں عموماً اور چشتیہ میں خصوصاً شریعت کو غیر ضروری جاننے لگے اور حد کفر تک پہنچ گئے اور غیر معتقدین میں یہ خرابی آئی کہ صوفیائے کرام کو غیر متبع شریعت جان کر ان سے بدگمان اور گستاخ ہو گئے اور حد معصیت تک پہنچ گئے۔ حضرت اشرف علی تھانویؒ نے مشاہیر حضرات چشتیہ کے اقوال، اعمال واحوال کا یہ ذخیرہ جمع فرمایا ہے اور ان کے شریعت مطہرہ کا پابند ہونا دکھلایا ہے اور معتقدین اور غیر معتقدین دونوں کی غلطیوں کا ازالہ فرمایا ہے۔(1315)

---

1311۔ سیف الرحمٰن، مولانا اشرف علی تھانوی کی علمی خدمات، ص321

1312۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، اغلاط العوام فی باب الاحکام، مکتبہ احمدی، لکھنو1915ء، ص1تا4

1313۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، بوادر النوادر، ادارہ اسلامیات، لاہور، 1985ء، ص511

1314۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، امداد الفتاویٰ زکریا بک ڈپو، سہارنپور، س۔ن۔ جلد11، ص484

1315۔ ایضاً، ص 474-473



toobaafoundation.com

## اصلاح النساء

جس میں تعرف الاشیاء باضدادھا (چیزیں اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں) کے اصول کے تحت صالح اور نیک خواتین کے مقابلہ میں غیر صالح اور شریر اور بعض تائب عورتوں کے واقعات جمع کیے گئے ہیں۔اس کے علاوہ عورتوں کے بہت سے عیوب پر مشتمل حضرت کے ایک محلہ دار کی ایک یادداشت بھی حضرت کے مطالعہ اور پسند کے بعد اس میں داخل کر دی گئی ہے۔رسالہ کی ترتیب یوں ہے اول غیر صالح عورتوں کے واقعات پھر تائب عورتوں کے واقعات پھر حضرت تھانویؒ کی ایک تنبیہ اسکے بعد عورتوں کے عیوب پر مشتمل یادداشت ہے غرض یہ کہ عورتوں کی اصلاح کیلئے بہترین مجموعہ ہے جس کو "بہشتی زیور" حصہ ہشتم کا ضمیمہ بنایا گیا ہے۔(1316)

## بہشتی زیور

بہشتی زیور حضرت تھانویؒ کی ایک انتہائی شہرہ آفاق اور کثیر النفع تصنیف ہے بلکہ یوں کہنا غلط نہ ہو گا کہ یہ کتاب عام لوگوں کے لیے حضرت تھانویؒ کے تعارف اور پہچان کی علامت ہے اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ تھوڑا بہت دین سے تعلق رکھنے والے گھرانوں کے مرد، عورت، بوڑھے، بچے تقریباً سب ہی اس سے واقف ہیں اور اکثر و بیشتر گھروں کی الماریاں اس کتاب کی جلدوں سے مزین ہیں۔ تعریف و تعارف سے بے نیاز اس کتاب کی عزت افزائی کا یہ عالم ہے کہ سندھی، ھندی، بنگالی، برمی، گجراتی، پشتو اور فرنچ تک زبانوں میں اسکا ترجمہ ہو چکا ہے۔اور اب تک مختلف زبانوں میں لاکھوں کی تعداد میں چھپ چکی ہے یہ کتاب دراصل حضرت تھانویؒ کا صنف نازک پر خصوصی احسان ہے۔اس لیے اس کتاب کی تحریر کا داعیہ اس وقت پیدا ہوا جب حضرت تھانویؒ نے دیکھا کہ علوم دینیہ سے عورتوں کی ناواقفیت کی وجہ سے ان کے عقائد، اعمال، معاملات، اخلاق اور طرز معاشرت سب برباد ہو رہا ہے بلکہ ایمان تک کا بچنا مشکل ہو گیا ہے۔(1317)

کیونکہ جہالت کی وجہ سے کفریہ افعال و اقوال تک سرزد ہو رہے ہیں اور ایسی عورتوں کی گودوں یعنی تربیت گاہوں میں پلنے والے بچے متاثر ہو رہے ہیں۔اگر انکے مرض کی اصلاح نہ کی گئی تو یہ لاعلاج مرض بن سکتا ہے اس لیے حضرت تھانویؒ نے ضروری سمجھا کہ عورتوں کو علوم دینیہ سے شناسائی کرانے کے لیے کوئی کتاب لکھی جائے تاکہ اسکی برکت سے انکی اصلاح کی سبیل نکلے اس وقت اسی جذبہ کے تحت حضرت تھانویؒ نے 1320ھ میں انتہائی سادہ اور سلیس انداز میں بہشتی زیور لکھنے کا آغاز کیا اور اسکے پہلے پانچ حصے آپؒ کے شاگرد رشید مولانا محمد علی فتح پوریؒ نے آپؒ کے ارشاد کے مطابق مرتب فرمائے۔(1318)

حضرت تھانویؒ بہشتی زیور کے دیباچہ قدیمہ میں فرماتے ہیں کہ اس میں صرف دو قسم کے احکام لئے گئے ہیں۔ایک وہ جو مردوں، عورتوں کی ضروریات میں مشترک ہیں دوسرے وہ جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔اور ان مخصوص مسائل میں یہ بھی التزام کیا گیا ہے کہ حاشیہ پر اس باب میں مردوں کیلئے جو حکم ہے اسکو بھی لکھ دیا ہے بہشتی زیور کے کل دس حصے ہیں۔پہلا حصہ آداب معاشرت، سچی کہانیوں، عقائد، فوائد عبادات، وضو، غسل اور تیمم وغیرہ کے مسائل پر مشتمل ہے۔دوسرا حصہ استنجاء حیض، نفاس، استحاضہ، تجہیز و تکفین اور نماز کے تفصیلی مسائل وغیرہ مشتمل ہے۔

---

1316۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، بوادر النوادر، ص665

1317۔ ایضاً، ص776

1318۔ ایضاً، ص819



toobaafoundation.com

تیسرا حصہ روزہ، اعتکاف، زکوٰۃ، قربانی، عقیقہ، حج، قسم اور وقف وغیرہ کے مسائل پر مشتمل ہے۔ چوتھا حصہ نکاح، طلاق، خلع، حقوق زوجین، ظہار، لعان، کفارہ اور عدت وغیرہ کے مسائل پر مشتمل ہے۔ پانچواں حصہ بیع، وکالت، مضاربت، امانت، ھبہ، اجارہ، تاوان، شرکت اور وصیت وغیرہ کے مسائل پر مشتمل ہے۔ چھٹا حصہ ناچ گانا، آتش بازی، شطرنج، تاش، وغیرہ کے مفاسد کے علاوہ عقیقہ، ختنہ، بسم اللہ، منگنی، شادی بیاہ، عیدذی قعدہ، صفر، ربیع الاول، رجب، شب برات وغیرہ رسومات پر مشتمل ہے۔

ساتواں حصہ معاملات اور اخلاقیات کی بہت سی جزائیات پر مشتمل ہے آٹھواں حصہ نبی اکرم ﷺ کی پیدائش، وفات، مزاج و عادات اور مومنات و صالحات خواتین کے ایک صد واقعات پر مشتمل ہے۔ نواں حصہ عورتوں اور بچوں کے لیے صحت کے متعلق ضروری باتیں اور کثیر الوقوع امراض کے علاج اور دواؤں پر مشتمل ہے۔ یہ حصہ حضرت تھانویؒ کے خلیفہ مجاز بیعت مولانا حکیم محمد مصطفی بجنوریؒ نے حضرت تھانویؒ کے ارشاد کے مطابق مرتب کیا تھا۔ دسواں حصہ گھریلو استعمال کی چیزیں بنانے کی ترکیب اور ڈاک خانہ وغیرہ کے قواعد کے علاوہ نفع و نقصان پہنچانے والی بعض کتب کی فہرست پر مشتمل ہے۔([1319])

ہر حصہ کے آخر میں اس حصہ سے متعلق تدریسی دستور العمل بھی تحریر کیا گیا ہے تاکہ بہشتی زیور کے معلم و متعلم دونوں کے لیے سہولت رہے۔ بہشتی زیور کی سب سے پہلی طباعت مدرسہ نسواں سورتی رنگون برما کے متہم سیٹھ اور مولانا عبدالغفارؒ لکھنوی کی صاحبزادیؒ کے مالی تعاون سے ہوئی۔([1320])

## بوادر النوادر

یہ کتاب حضرت تھانویؒ کی آخری تصنیف ہے۔ جس میں آپ نے اپنی تمام تصنیفات میں مندرج خزینہ جواہر کا جائزہ لے کر خاص خاص جواہر پاروں کو جمع فرمایا۔ اس لحاظ سے یہ کتاب گویا روح التصانیف ہے۔ اس گنجینہ علوم و معارف کے مضامین، قرآنیات، احادیث، فقہ، تصوف، فلسفہ وکلام اور عقائد پر مشتمل ہیں اور اسکے کل تین سو (300) عنوانات ہیں جن کو خود حضرت تھانویؒ نے تین فہرستوں میں تقسیم فرمایا تھا۔ پہلی فہرست کا لقب غرائب الغرائب اور دوسری کا کلمۃ الدالہ علی حکم الضالہ اور تیسری کا نوادر ہے۔ اس کے علاوہ چوتھی فہرست بھی مرتب فرمائی تھی جس کا لقب بدائع ہے مگر اس کے مضامین جمع نہ فرما سکے تھے کہ آپؒ کا انتقال ہو گیا۔ یہ مجموعہ پہلی بار 1359ھ میں پہلی بار چھپا تھا۔ اس کے بعد تقسیم ہند سے قبل یہ کتاب دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ پھر 1962ء میں حضرتؒ کے نقوش حیات کا اجمالی خاکہ "حیات اشرف" (مصنفہ مولوی غلام محمد بی۔ اے عثمانیہ) کا بھی اضافہ کیا گیا([1321]) کتاب کے آخر میں "مجموعۃ الرسائل الاشرفیہ" کے عنوان سے حضرت تھانویؒ کے چوالیس 44 مستقل اصلاحی رسائل بھی درج کیے گئے ہیں جنکی فہرست درج ذیل ہے۔

1۔ شرح مکالمہ بنی وبین بعض المعقولین در قدرت حق تعالیٰ بر اخبار عن غیر الواقع

2۔ تعدیل حقوق الوالدین

2۔ التحقیق الفرید فی حکم آلۃ تقریب الصوت البعید

---

1319۔ سیف الرحمٰن، مولانا اشرف علی تھانویؒ کی علمی خدمات، ص332

1320۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، اصلاح النساء، ادارہ اسلامیات، لاہور، 2009ء، ص1تا4

1321۔ سیف الرحمٰن، مولانا اشرف علی تھانویؒ کی علمی خدمات، ص333



toobaafoundation.com

3- ضیاء الشمس فی اداء الخمس

5- احسن التفہیم لمقولۃ سیدنا ابراہیم علیہ السلام

6- درجہ الحسام من اشاعۃ الاسلام

7- القاء السکینۃ فی تحقیق ابداء الزینۃ

8- خلاصہ الکلام فی اذان الجمعۃ بین یدی الامام

9- اقامۃ الطامۃ علی زاعم ابقاء النبوۃ الحقیقۃ العامۃ

10- جزل الکلام فی عزل الامام

11- ضم شارد الابل فی ذم شارد ابل

12- القطائف من اللطائف (لطائف ستہ)

13- البصائر فی الدوائر

14- تصحیح العلم فی تقبیح الغلم

15- تمہید الفرش فی تحدید العرش

16- عبور البراری فی سرور الذراری

17- ظہور العدم بنور القدم

18- احکام الائتلاف فی احکام الاختلاف

19- رد التوحد فی الطلاق ذات التعدد

20- افکار دینی ضمیمہ اخبار بینی

21- تمیز العشق من الفسق

22- الادراک والتوصل الی حقیقۃ الاشراک والتوسل

23- الارشاد فی مسلۃ الاستعداد

24- التحریض علی صالح التعریض

25- الحصحصۃ فی حکم الوسوسۃ

26- قائد قادیان

27- الحکم الحقانی فی حزب الآغاخانی

28- شق الجیب عن حق الغیب

29- التواجہ بمایتعلق بالتشابہ

30- تحقیق التشبیہ باھل السفاح عن لا یرید اداء المہر فی النکاح

31- تعدیل الدھر فی درجۃ تقلیل المہر

32- کلمۃ القوم فی حکمۃ الصوم



toobaafoundation.com

33۔ اعداد الجنۃ للتوقی عن الشبہہ فی اعداد البدعۃ والسنۃ

34۔ التعرف فی تحقیق التصرف

35۔ رسالہ تقدیس القرآن المنیر عن تدنیس التصاویر

36۔ سد الغلط والمفاسد فی حکم اللغط عند المساجد

37۔ تصویدا لسطح فی تصفیۃ بعض الشطح

38۔ صائب الکلام فی حکم مناصب الحرام

39۔ المقالۃ المالکۃ فی تصور الحلیۃ الہالکۃ

40۔ نعم المنادی فی تصبیح المبادی

41۔ حل الاشکال علی ضرورۃ الشیخ مع وجود الاختیار فی الاعمال

42۔ التخفیف فی الاختیار الضعیف

43۔ المقالات المفیدہ فی حکم اصوات الاآلات الجدیدہ

44۔ الاختلاف للاعتراف در قبح افراط و تفریط در انساب

## بہشتی جوہر

اس رسالہ میں موت اور اسکے متعلقات زیارت قبور، بدعات کی حقیقت اور اسکی گمراہیاں، رسومات جہالت اور ان کے مفاسد اور بہشتی زیور میں مندرج دیگر مسائل کی احادیث ترغیب و ترہیب درج ہے۔ یہ رسالہ بہشتی زیور کا ضمیمہ اولی ہے۔[1322]

## بیان اللحیٰ والشوارب

بعض لوگوں کا یہ گمراہ کن خیال ہے کہ قرآن و حدیث میں داڑھی نہ رکھنے کی مذمت کہیں نہیں آئی اس لیے داڑھی منڈوانا یا کتروانا حرام نہیں۔ اس رسالہ میں حضرت تھانویؒ نے ان لوگوں کی تردید فرمائی ہے۔[1323]

## بناء القبہ علی بناء الجبہ

یہ رسالہ تبرکات کے ساتھ معاملہ کرنے کے طریقہ کے بیان میں ہے یعنی جبہ شریف، حمائل شریف، موئے مبارک وغیرہ کے ساتھ ادب احترام کے معاملہ کا ایسا معتدل طریقہ بیان فرمایا ہے جو شرک و بدعت سے بھی پاک ہے اور موجب گستاخی بھی نہیں۔[1324]

## تعدیل حقوق الوالدین

اس رسالہ کا آغاز قرآنی آیت

إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُكُمۡ أَن تُؤَدُّواْ ٱلۡأَمَٰنَٰتِ إِلَىٰٓ أَهۡلِهَا وَإِذَا حَكَمۡتُم بَيۡنَ ٱلنَّاسِ أَن تَحۡكُمُواْ بِٱلۡعَدۡلِۚ(القرآن4: 58)

---

1322۔ سیف الرحمٰن، مولانا اشرف علی تھانویؒ کی علمی خدمات، ص334

1323۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، بہشتی زیور، (حصہ اول تا دہم) مینجر کتب خانہ، سہارنپوری، 1962ء

1324۔ سیف الرحمٰن، مولانا اشرف علی تھانویؒ کی علمی خدمات، ص337



toobaafoundation.com

ترجمہ: اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو اور جب تم لوگوں میں حکم کرو تو انصاف سے حکم کرو" سے کیا ہے کیونکہ اس رسالہ میں بھی تعدیل حقوق کی تعلیم دی گئی ہے اور وجہ تحریر اسکی یہ ہوئی کہ جب آپ نے دیکھا کہ جس طرح بہت سے جاہل اور بے دین لوگ والدین کے حقوق میں تفریط کرتے ہیں اور والدین کی اطاعت کی نصوص کو نظر انداز کرتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے دین دار حضرات بھی والدین کے حقوق میں اس قدر افراط کرتے ہیں جس سے دوسروں کے حقوق پامال ہو جاتے ہیں مثلاً زوجہ یا اولاد وغیرہ کے۔ تو آپ نے یہ رسالہ تحریر فرمایا جس میں والدین کے حقوق واجبہ وغیرہ واجبہ کے تعیین کی تحقیق اور والدین اور زوجہ یا اولاد کے حقوق میں تعارض و تزاحم کے وقت ان حقوق میں تعدیل کا راستہ بتایا گیا۔ یہ 1332ھ میں تھانہ بھون میں لکھا گیا تھا۔(1325)

## تعلیم نسواں

یہ رسالہ 1331ھ میں تحریر کیا گیا۔ اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ معاشرہ میں عورتوں کی تعلیم کے متعلق تین قسم کے ذہن پائے جاتے ہیں۔ اول وہ ذہن جو تعلیم نسواں کا نہ تو مخالف ہے اور نہ ہی حامی مگر انہیں تعلیم کا اہتمام نہیں۔ دوسرا وہ ذہن ہے جو تعلیم نسواں کا مخالف ہے۔ تیسرے وہ ذہن ہے جو اس کا حامی ہے۔ ان تینوں طبقوں کی کوتاہیوں اور غلط فہمیوں کو بیان کر کے عورتوں کی تعلیم کے متعلق نہایت مدلل اور مفصل فیصلہ فرمایا کہ ان کو کس قسم کی کس طریقہ پر تعلیم دلانا ضروری ہے اور رسالہ میں عورتوں کے لیے ایک انتہائی کارآمد نصاب بھی ذکر فرمایا ہے۔(1326)

## تفصیل الکلام فی حکم تقبیل الاقدام

اس رسالہ میں بزرگوں کی قدم بوسی کا شرعی حکم تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ یہ رسالہ ایک استفسار کے جواب پر مشتمل ہے۔(1327)

## تنزیہہ رمضان

یہ رسالہ رمضان المبارک، رویت ہلال، روزہ، تراویح اور سحر کے متعلق ضروری اور مفید تنبیہات پر مشتمل ہے۔(1328)

## تنبیہات وصیت

حدیث نبوی ﷺ ہے کہ کسی مسلمان کے لیے جن کے پاس وصیت کے قابل کوئی بھی مال ہو درست نہیں کہ دو رات بھی وصیت کو لکھ کر اپنے پاس محفوظ رکھے بغیر گذارے۔(1329)

---

1325۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، بوادر النوادر، ص 3تا4

1326۔ ایضاً، ص 29تا31

1327۔ سیف الرحمٰن، مولانا اشرف علی تھانوی کی علمی خدمات، ص 343

1328۔ ایضاً، ص 343

1329۔ ایضاً، ص 343-344



toobaafoundation.com

حضرت تھانویؒ نے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے اس رسالہ میں چند وصیتیں تحریر فرمائی تھیں۔ جن میں اپنی ذات خاص کے متعلق قابل اطلاع امور اور اپنے متعلقین و منتسبین کے علاوہ تمام مسلمانوں کے لیے ضروری نصائح اور تجربہ کی باتیں تحریر فرمائی ہیں۔ (1330)

## تنویر السراج فی لیلۃ المعراج

اس رسالہ میں کذب وافتراء سے پاک عالمانہ انداز میں واقعہ معراج شریف کا مفصل بیان ہے۔(1331)

## تحذیر الاخوان عن الربا فی الھندوستان

اس رسالہ میں آیات قرآن، احادیث نبویہ اور فقہی دلائل کی روشنی میں مسلمانوں کیلئے ہندوستان میں سود لینے کے ناجائز ہونے کی عمدہ تحقیق درج ہے۔(1332)

## تعلیم الدین

یہ کتاب شریعت کے تمام اجزاء عقائد، اعمال، عبادات، معاملات، سیاسیات، معاشرت، آداب و تہذیب اخلاق کی جامع اور مستند کتاب ہے تمام اجزاء دین کو قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کے مضامین پانچ حصوں میں منقسم ہیں۔

(1)عقائد و تصدیقات (2)اعمال وعبادات (3) معاملات وسیاسیات (4) آداب و معاشرت (5) سلوک مقامات

پھر عقائد و تصدیقات کے ضمن میں الگ الگ تینتالیس (43) عقائد کے علاوہ اقسام شرک، بدعات، بعض کبائر، شعبہ ایمانیہ، معاصی کے بعض دنیاوی نقصانات، طاعات کے بعض دنیاوی منافع بیان فرمائے ہیں اور اعمال وعبادات کے ضمن میں نماز، روزہ، حج، زکوۃ، تلاوت قرآن، استغفار، صدقات وغیرہ کے الگ الگ ایک سو بیس (120) اعمال بیان کیے ہیں اور معاملات و سیاسیات کے ضمن میں نکاح سیاست، انتظام مملکت اور سفر کے الگ الگ ایک سو باسٹھ (162) معاملات اور آداب و معاشرت کے ضمن میں لباس وزینت، طب، خواب وسلام، استیذان و مصافحہ، مجلس اور حفظ لسان وغیرہ کے الگ الگ ایک سو اٹھاسی (188) آداب بیان کئے ہیں اور مقامات سلوک کے ضمن میں بیعت، ریاضت و مجاہدہ اور اخلاق ذمیمہ کے علاوہ کئی اصطلاحات تصوف کو بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ اصلاح اغلاط کے عنوان سے عورتوں اور مردوں کی مخالطت وغیرہ کے نقصانات کو بیان کیا ہے۔(1333) ہر کتاب کے آخر میں وصایا کے عنوان سے امام قیشریؒ، امام شاہ ولی اللہؒ اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی وصایا کا خلاصہ لکھا۔ یہ کتاب 27 صفر 1315ھ میں جامع العلوم کانپور میں مکمل ہوئی اس کتاب کا بنگلہ ترجمہ جناب مولانا شمس الحق ڈھاکوی نے، گجراتی ترجمہ محمود اسماعیل جی پٹیل نے کیا ہے اسکے علاوہ حاجی محمد یوسف اور حاجی محمد داؤد ہاشم نے برمی زبان میں ترجمہ کروا کر شائع کرایا ہے۔(1334)

---

1330۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، بوادر النوادر، ص 483

1331۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، بہشتی زیور، حصہ اول، ص 85

1332۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، امداد الفتاوی، جلد 11، ص 505

1333۔ سیف الرحمن مولانا اشرف علی تھانوی کی علمی خدمات، ص 346

1334۔ بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، امام، الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ، باب وصیتوں کے مسائل کا بیان، حدیث نمبر 2739، مکتبہ ترجمان، دہلی، 2004



toobaafoundation.com

## تتمہ قربات عند اللہ

اس رسالہ میں صبح وشام، نماز، روزہ، ادائے قرض، سونے جاگنے، فزع ووحشت، وضو، اذان، افطار، استخارہ، حفظ قرآن، سفر صدمہ، قحط ، توبہ، بارش، شب قدر، امراض جسمانیہ وروحانیہ وغیر کئی حاجات کی ایک صد 124 چوبیس دعائیں درج ہیں جن کا یاد کرنا اور پڑھنا قرب خداوندی کا بہترین ذریعہ ہے یہ تتمہ 10 صفر 1327ھ کو مکمل ہوا۔ (1335)

## حیات المسلمین

یہ رسالہ حضرت تھانویؒ کی تصنیفات کے مجموعہ میں سے ایک کثیر النفع تصنیف ہے جس میں قرآن و حدیث کے کلمات طیبات سے ماخوذ ایسے مضامین جمع کیے گئے ہیں۔ جن میں مسلمانوں کی دینی، دنیاوی، جسمانی اور روحانی زندگی اور حیات کا راز مضمر ہے حیات المسلمین کے 25 ابواب و اجزاء ہیں اور اجزاء کا نام اس مناسبت سے "ارواح" تجویز کیا گیا ہے کہ انسان کے اندر بھی ارواح مختلف موجود ہیں۔ یعنی روح طبعی، روح حیوانی، روح انسانی، اس طرح اعمال کو بھی مختلف تاثرات کی بناء پر ارواح کا لقب دیا گیا ہے۔

کتاب کے شروع میں ایک مقدمہ ہے جس کو خیر المدارس ملتان کے مفتی محمد عبداللہ صاحب نے مشکل الفاظ اور اشعار کا ترجمہ کر کے آسان بنا دیا ہے۔ اس کتاب میں نوے (90) سے زائد آیات قرآنی اور تین سو چالیس (340) سے زائد غیر مکرر اور مرفوع حدیثوں کی تبلیغ ہے۔ یہ سب حدیثیں مشکوۃ شریف کی ہیں بجز ایک کے جس میں عین لکھ دیا ہے ہر ایک حدیث کو باحوالہ تحریر فرمایا ہے ہر صفحہ میں اوپر کی جدول میں آیات واحادیث کا ترجمہ اور "ف" کا نشان دے کر خصوصی نکات بیان کیے ہیں اور نیچے کی جدول میں قرآن و حدیث کی عبارتوں کا اصل عربی متن ہے۔ اس رسالہ میں ایمان واسلام، قرآنی تعلیمات کی تعلیم و تعلم، محبت رسول، تقدیر، توکل علی اللہ، دعا، صالحین کی صحبت، اخلاق نبوی ﷺ، حقوق مسلم، نماز، کثرت ذکر، انفاق فی سبیل اللہ، فکر آخرت، باہمی مشورہ اور اسلامی امتیازات جیسے بہت سے مضامین کو قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کیا ہے تمام مضامین ایک ایک کر کے رسالہ "النور" میں بھی شائع ہوئے ہیں۔ (1336)

## حلیۃ المسلم

مسلمانوں کی خصوصیات وامتیازات کا تحفظ کرنا اہل اسلام کا قومی ملی اور شرعی فریضہ ہے لیکن آج اسلام کی تمام خصوصیات مغربیت کے رجحان میں مٹتی جا رہی ہیں حضرت تھانویؒ نے اس رسالہ میں اپنی وضع مسلمانوں جیسی بنانے اور کفار کی وضع سے پرہیز کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ (1337)

---

1335۔ سیف الرحمن، مولانا اشرف علی تھانوی کی علمی خدمات، ص 349

1336۔ ایضاً، ص 447

1337۔ ایضاً



toobaafoundation.com

## حفاظت اسلام کا موثر طریق عمل

یہ رسالہ حضرت تھانویؒ کے مواعظ دعوۃ الحق، تعلیم المسلمین، اور تفہیم المسلمین سے ماخوذ ہے جس میں اہل علم کو مشورہ دیا گیا ہے کہ وہ عوام الناس میں دین کی طرف بلانے کی محنت کریں اور اصلاح امت کی فکر کریں۔(1338)

## حقوق الاسلام

یہ کتاب دراصل قاضی ثناء اللہؒ کی کتاب "حقیقۃ الاسلام" کا خلاصہ ہے اس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا ذکر ہے۔ علیحدہ علیحدہ فصلیں قائم کر کے بالترتیب اللہ تعالیٰ، پیغمبروں، صحابہ واہل بیت، علماء ومشائخ، والدین، دادا، دادای، نانانانی، اولاد، دودھ پلانے والی انا، سوتیلی ماں، بہن بھائی، رشتہ داروں، استادوں، پیروں شاگردوں، مریدوں، میاں بیوی، حاکم و محکوم، سسرالی عزیزوں، عام مسلمانوں، پڑوسیوں، یتیموں، ضعیفوں، مہمانوں، دوستوں، غیر مسلموں اور جانوروں کے حقوق کے علاوہ خود اپنے نفس پر عائد کردہ حقوق کو مفصل بیان فرمایا ہے اگر کتاب میں بیان کردہ حقوق کو پورا کیا جائے تو ہمارا معاشرہ جو پامالی حقوق کی وجہ سے جہنم کدہ بن چکا ہے جنت نظیر امن وسلامتی کا گہوارہ بن سکتا ہے۔(1339)

## خیر الدلالہ الی حکم الھاء الجلالۃ

یہ رسالہ اسم جلالہ یعنی لفظ اللہ کی "ھاء" کے حذف سے متعلق ہے اس لیے کہ بہت سے ذکر کے وقت بجائے اللہ کے الا پڑھتے ہی بغیر ھا کے اس پر بعض لوگوں کو شبہ تھا۔ اس رسالہ میں اس شبہ کو دور فرما کر تحقیق درج فرمائی ہے۔(1340)

## داب المساجد علیٰ آداب المساجد

یہ رسالہ حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ کی "تصنیف آداب المساجد" کے طبع ثانی کے وقت حضرت تھانویؒ کی طرف سے اضافہ کردہ عبارت پر مشتمل ہے۔(1341)

## دمدار ستارہ

حضرت تھانویؒ کے زمانہ میں ایک دمدار ستارہ صبح صادق کے وقت مشرقی افق میں طلوع ہوتا تھا جس کے بارے میں عوام کا عقیدہ تھا کہ یہ کسی بہت بڑے حادثے کا پیش خیمہ ہے۔ اس رسالہ میں اس عقیدے کی تردید فرماتے ہوئے اس کی حقیقت واضح فرمائی۔(1342)

---

1338۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، تعلیم الدین، دار الاشاعت، کراچی، س۔ن، ص 2

1339۔ سیف الرحمن، مولانا اشرف علی تھانوی کی علمی خدمات، ص 347

1340۔ ایضاً، ص 450

1341۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، حیات المسلمین، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، 2011ء، ص 3 تا 6

1342۔ سیف الرحمن، مولانا اشرف علی تھانوی کی علمی خدمات، ص 353



toobaafoundation.com

## دعوۃ الدامی

یہ رسالہ دعوۃ دین کی حقیقت، اہمیت اور طریق کار پر مشتمل ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جذب رکھنے والوں کیلئے بہترین تحفہ ہے۔([1343])

## رفع الارتیاب عن مسئلۃ ثبوت النسب

حضرت تھانویؒ کی شہرہ آفاق تصنیف بہشتی زیور میں ایک مسئلہ ہے کہ اگر خاوند اپنے گھر سے باہر کہیں پردیس میں ہو اور گھر میں بچہ پیدا ہو جائے تو وہ بچہ خاوند سے ثابت النسب ہے۔ اس مسئلہ پر بہت سے لوگ اعتراضات واشکالات پیش کرتے ہیں اس رسالہ میں تمام اعتراضات کے جواب دیئے ہیں اور مسئلہ کو عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا ہے انتہائی مفید علمی ذخیرہ ہے۔([1344])

## زوال السنۃ فی اعمال السنۃ

یہ رسالہ اوقات اعمال واحکام کے متعلق ہے کہ کس وقت کون سے اعمال مسنون ہیں اور کس ماہ اور کون سی تاریخ میں کون سے اعمال مقبول ہیں۔([1345])

## زاد السعید فی الصلوۃ علی النبی الوحید صلی اللہ علیہ وسلم

یہ رسالہ درود شریف کے فضائل و محاسن اور اسکے عجیب و غریب منافع پر مشتمل ہے۔ اسکے علاوہ آخر میں نعلین شریف کا نقشہ بھی درج ہے۔([1346])

## سجادہ نشینی

یہ رسالہ سجادہ نشینی کی حقیقت، اس کے آداب اور شرائط پر مشتمل ہے اور فی زمانہ سجادہ نشینی کی رسم میں جو کوتاہیاں ہو رہی ہیں ان کی نشاندہی فرمائی ہے۔ ایک صحیح سجادہ نشین کے اوصاف جاننے کیلئے اس کتاب کا مطالعہ انتہائی مفید ہے۔([1347])

## شہادۃ الاقوام بصدق الاسلام

یہ رسالہ غیر مسلم اقوام کے عمائدین کی ان عبارات کا مجموعہ ہے جو "الفصل ماشھدت بہ الاعداء کا مصداق ہیں یعنی غیر مسلم اہم شخصیات کے وہ اقوال جمع فرمائے ہیں جو انہوں نے اسلام یا پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام کی خوبیوں کے اعتراف میں لکھے یا کہے ہیں۔([1348])

---

1343۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، امداد الفتاویٰ، جلد 10، ص 474، 481، 487

1344۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، حقوق العباد، ادارہ اسلامیات لاہور، 2005، ص 91 تا 106

1345۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، بوادر النوادر، ص 357

1346۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا امداد الفتاویٰ، جلد 6، ص 128

1347۔ سیف الرحمن، مولانا اشرف علی تھانویؒ کی علمی خدمات، ص 356

1348۔ ایضاً



toobaafoundation.com

## شوق وطن

یہ کتاب عالم آخرت کی یاد تازہ کرنے اور شوق دلانے کے لیے انتہائی مفید ہے۔ نعمائے آخرت اور باری تعالی کی ملاقات کے شوق وذوق میں موت کی کلفت تک دور ہو جاتی ہے۔([1349])

## شذرات الحکم

یہ ایک اصلاحی مضمون کا لقب ہے جو رسالہ "الرشید" میں شائع ہوا تھا۔([1350])

## صفائی معاملات

یہ رسالہ خرید وفروخت، وکالت، مضاربت ودیعت، عاریت، ھبہ، اجارہ، شفعہ، مزارعت، وصیت اور میراث وغیرہ کے مسائل اور عام فہم اصول و قواعد پر مشتمل ہے۔([1351])

## طریقہ مولود شریف

مسلمانوں میں سے کوئی بھی نفس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کا منکر نہیں مگر بعض عوارض وبدعات کے لاحق اور رسم ورواج کے شامل ہو جانے کی وجہ سے علمائے دین اس سے منع فرماتے ہیں اس رسالہ میں مولود شریف کا صحیح اور جائز طریقہ بیان کیا گیا ہے۔([1352])

ظل صفر: اس میں طلباء و متعلمین کے لیے نصائح اور دستور العمل تحریر فرمایا ہے۔([1353])

## علاج القحط والوباء

اس کتاب میں حضرت تھانویؒ نے قحط اور وباء کے دور کرنے کا شرعی طریقہ وعلاج اور روحانی تدابیر بتلائی ہیں۔([1354])

## قربات عند اللہ وصلوۃ الرسول

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الدعا منح العبادة (1355)

ترجمہ دعا عبادت کا مغز ہے

---

1349۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، بہشتی زیور، حصہ چہارم، ص 41/امداد الفتاویٰ، جلد 5، ص 458

1350۔ سیف الرحمن، مولانا اشرف علی تھانویؒ کی علمی خدمات، ص 357

1351۔ ایضاً، ص 358

1352۔ ایضاً، ص 358

1353۔ ایضاً، ص 359

1354۔ ایضا

1355۔ ایضاً، ص 359



toobaafoundation.com

اور دعاؤں میں سے بہترین دعائیں وہ ہیں جو قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں موجود ہیں۔ یہ رسالہ ایسی ہی دعاؤں کا مجموعہ ہے جس میں کم فرصت اصحاب کا لحاظ کرتے ہوئے حضرت تھانویؒ نے دعاؤں کے اس مجموعہ کو سات منزلوں پر تقسیم فرمایا ہے۔ اور ہر دن کی منزل کو متعین فرما کر سہولت پیدا فرما دی ہے تاکہ آدمی ہر دن ایک منزل پڑھ کر جملہ دعاؤں کی برکات سے مستفیض ہو سکے۔ انتہائی جامع کلمات طیبات پر مشتمل مجموعہ ہے جس کے پڑھنے کا معمول خیر و برکت کے حصول کا موثر ذریعہ ہے۔ ان دعاؤں کا اردو ترجمہ حکیم مولانا محمد مصطفی بجنوریؒ نے کیا ہے اور منظوم اردو ترجمہ مولانا عبدالواسعؒ نے کیا ہے جو "مناجات مقبول" کے نام سے مشہور ہے۔(1356)

## کسوۃ النسوۃ: عورتوں کا لباس تقویٰ

یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس کا اکثر حصہ عورتوں کی ترغیبات اور ان پر عمل کرنے والیوں کے فضائل پر مشتمل ہے۔ اس کی تحریر کا داعیہ اس وقت پیدا ہوا جب آپؒ ایک دفعہ اوائل رمضان 1335ھ میں مقام ڈیک یاست بھر تپور میں اپنے میزبان کے گھر میں عورتوں کو وعظ فرمایا۔ جس میں حسب ضرورت زیادہ تر عورتوں کی کوتاہیاں بیان کی گئیں وعظ کے بعد ایک صالحہ خاتون نے پیغام بھیجا کہ عورتوں کی برائیاں تو بہت سی ہیں اگر کچھ خوبیاں اور حقوق ہیں تو ان کا علم ہونا بھی ضروری ہے اس وقت حضرت تھانویؒ کے دل میں خیال آیا کہ واقعی ہی ترغیبات کا ہونا ضروری ہے تاکہ اعمال صالحہ کی رغبت پیدا ہو۔ اکثر ترغیبات "کنز العمال" سے لی گئی ہیں۔(1357)

## کشف الغشوۃ عن وجہ الرشوۃ

اس رسالہ میں حقیقت رشوت اور اسکا شرعی حکم بیان کیا گیا ہے۔(1358)

## کثرۃ الازواج لصاحب المعراج

بہت سے اسلام دشمن اور مستشرقین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت ازواج پر اعتراض کرتے ہیں اور اسی حوالہ سے بہت سی گستاخیاں کرتے ہیں اگرچہ معترضین کے اعتراضات کے الزامی جوابات بہت سے علمائے نے دیئے ہیں لیکن تحقیقی جواب میں تشنگی باقی تھی حضرت تھانویؒ نے اس رسالہ میں اس تشنگی کو احسن طریقے سے پورا فرمایا ہے اور معترضین کے اعتراضات کے منہ بند جوابات دیئے ہیں۔(1359)

## مناجات مقبول

اس کتاب میں حضرت تھانویؒ کی تالیف "قربات عند اللہ وصلوۃ الرسول" اور "تتمہ قربات عند اللہ" کی اصل عربی عبارات اور ان کا ترجمہ مندرج ہے ان دونوں کتابوں کے مجموعہ کا نام "مناجات مقبول" ہے۔ کتاب ماشاءاللہ مقبول بھی ہوئی، گھر گھر پھیل گئی، اور بار بار چھپی، پیش نظر نسخہ مولانا محمد شفیعؒ دیوبندی کا شائع کیا ہوا ہے۔(1360)

---

1356۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، صفائی معاملات، ادارہ المعارف، کراچی، 2005، ص2

1357۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، امداد الفتاویٰ، جلد 11، ص355

1358۔ سیف الرحمٰن، مولانا اشرف علی تھانویؒ کی علمی خدمات، ص360

1359۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، امداد الفتاویٰ، جلد 10، ص358

1360۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، امام، جامع ترمذی، مکتبہ العلم، لاہور، 2002، کتاب دعاؤں کا بیان، حدیث نمبر 3371



toobaafoundation.com

### نصیحت نامہ بجواب وصیت نامہ

چودھویں صدی کی ابتداء سے ایک فرضی شیخ احمد مدنی خادم روضۃ المبارک کا خواب اشتہار کی صورت میں وصیت نامہ کی شکل میں شائع ہوتا رہتا ہے کہ اس ماہ یا اس ہفتہ اتنے مسلمان مرے مگر ستر 70 یا بہتر 72 ان میں سے مومن نکلے اور جنتی ہوئے باقی سب لاکھوں کی تعداد میں کافر نکلے اور سب دوزخ میں گئے۔ آپؒ نے اس رسالہ میں اس فرضی خواب کی حقیقت اور اس کی تردید فرمائی۔(1361)

### وصل السبب فی فصل النسب

موجودہ دور میں نسب پر فخر کرنے کا بہت زور ہے ہر قوم اور ہر پیشہ ور اپنا نسب کسی خاص نبی علیہ السلام سے ملا کر فخر کرتا ہے اس رسالہ میں نسب کی حقیقت اور اس پر فخر کرنے کی تحقیق درج ہے۔(1362)

آج دین سے وابستہ افراد کی بڑی تعداد نے صرف اور صرف اسلام کے نظام عبادات سے سروکار رکھتے ہوئے عام مسلمانوں کے لئے دین و دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے جس کے نتیجہ میں عام مسلمان اس کے عادی ہو گئے ہیں کہ وہ علماء اسلام محض نظام عبادات کے بارے میں رجوع کرتے ہیں دنیا کے دوسرے معاملات میں خالص مادی یعنی مغربی مکاتب فکر سے ہدایت حاصل کرتے ہیں۔(1363)

آج زندگیوں کی تبدیلی اور فکر و عمل کی تبدیلی کے اس منہج کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے جس کی نشان دہی مولانا تھانوی نے کی۔ لوگ یا تو انحطاط اور بے عملی کی کیفیت میں اس طرح مبتلا ہیں کہ اس سے نمٹنے کی تدبیر نظر نہیں آتی یا پھر اس طرح اپنی معاشرتی فکری اور عملی زندگی تبدیل کر رہے ہیں کہ دین سے دور اور لا تعلق ہوتے جا رہے ہیں اور اخلاقیات سے آزاد اور ایمانیات سے بے بہرہ زندگی اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ اس مسئلہ کا حل نہ تو حالیہ حقائق سے ناآشنا تبلیغ میں ہے نہ اس قسم کی رشد و ہدایت اور وعظ و خطاب میں ہے جو مساجد اور دینی اجتماعات میں سننے میں آتے ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مواعظ کو اگر مطالعہ تحقیق کا موضوع بنایا جائے۔ ان کی تصانیف، طرز بیان، فکر اور تعلیمات کو جدید تقاضوں اور حقائق کی روشنی میں نصاب و تدریس کا حصہ بنایا جائے تو یقیناً ایک ایسے با اخلاق اور متدین معاشرے کی تشکیل کی جا سکتی ہے کہ موجودہ انحطاط اور بے عملی سے بھی نجات حاصل ہو سکے گی اور بے راہ روی کا بھی سد باب ہو سکے گا۔ یہ کام سب سے پہلے تو ان دینی اداروں کا ہے جو ایک مخصوص دینی نظام تعلیم کے ذریعے مساجد کے امام تیار کرنے کا بندوبست تو کر رہے ہیں۔ لیکن جنہوں نے اپنے نصاب تعلیم اور تدریس میں معاملات۔ اخلاقیات اور دنیا کی دوسری معاشرتی ضرورتوں سے کوئی سروکار نہیں رکھا ہے۔(1364)

---

1361۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، مناجات، مقبول، مترجم عبدالماجد دریابادی، جامعہ اشرفیہ، لاہور، 1948ء، ص 3

1362۔ سیف الرحمن، مولانا اشرف علی تھانویؒ کی علمی خدمات، ص 362

1363۔ ایضاً، ص 363

1364۔ ایضاً



toobaafoundation.com

مولانا کے نزدیک تو دین و دنیا دو الگ حصوں میں منقسم نہیں تھے اور وہ انہیں جیسا کہ اسلام کا منشاو مطلب ہے مربوط اور مخلوق سمجھتے ہوئے تبلیغ، تعلیم، ہدایت، تحریر غرضیکہ ہر طریقہ سے مسلمانوں کی اخلاقی اور معاشرتی زندگی کو سنوارنے کی کوشش میں مصروف رہے۔

## خلاصہ

1. مولانا تھانوی نے اصلاح معاشرہ کو عبادات کے مقاصد میں شمار کیا ہے ان کے طریقہ تربیت میں اس کے غیر معمولی اہتمام کے سبب ہی "مجددِ معاشرت" کا لقب اختیار کیا۔
2. ان کی نظر میں معاملات اور نفلی عبادات سے زیادہ معاشرت کے اہتمام کی ضرورت ہے کہ اس میں کوتاہی دوسروں کے لیئے باعث ایذاء ہوتی ہے
3. ان کے منہج اصلاح میں منطقی ترتیب کو بطور خاص ملحوظ رکھا گیا، چنانچہ انہوں معاشرتی اصلاح کا آغاز اپنے قریبی رشتہ داروں سے کیا اور ان کے ہاں ہونے والی تقریبات میں منکرات و بدعات پر کسی طور مداہنت اور سمجھوتہ نہیں کیا۔
4. مولانا تھانوی کے منہج اصلاح میں انسان کو غیر ضروری ذہنی دباؤ سے محفوظ رکھنے کو اہمیت دی گئی ہے چنانچہ ان کے ہاں غیر اختیاری امور اور کیفیات کے حصول کے درپے ہونے کی بجائے اپنے اختیار میں آنے والے افعال کے درست کرنے کو اور وساوس کو خاطر میں نہ لانے پر زور دیا گیا ہے۔
5. مولانا کے منہج اصلاح میں اعتدال کی کیفیت نمایاں تھی، چنانچہ ان کی نظر میں انسانی طبیعت اور مزاج کو عقل کے اور عقل کو شریعت کے تابع رہنا چاہیئے، اسی بنا پر ان کو خلاف عقل باتوں اور کج فہمی کے انداز سے سخت بیزاری ہوتی تھی۔
6. مولانا تھانوی کے اصلاحی منہج میں نظم وضبط کو اساسی اور امتیازی حیثیت حاصل تھی، چنانچہ آپ کی نظر میں سلطنت کفر کے ساتھ تو چل سکتی ہے، مگر بدانتظامی سے نہیں چل سکتی۔
7. مولانا تھانوی کے اصلاحی منہج میں مطالعہ کتب کے ذریعہ احتساب نفس کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، تاکہ طالب میں اپنی فکر کی اصلاح پیدا ہو اور وہ اپنے نفس کا جائزہ لے کر اس کی خرابیوں اور خامیوں کو تلاش کرے، اس کو نفسیات کی اصطلاح میں تحلیل نفسی کا عنوان بھی دیا جاتا ہے۔
8. منہج اصلاح میں بدعات سے اجتناب کو خصوصی اہمیت دی اور قرار دیا کہ ایسے امر جو شریعت میں مطلوب و مقصود نہیں وہ بظاہر مستحسن ہے مگر عوام الناس میں اس سے اعتقادی یا عملی خرابی پھیلے تو اس کو ترک کرنا ضروری ہے تاہم اگر کسی عمل کا محرک کوئی عصری تقاضہ ہے اور اس پر کسی شرعی واجب کی ادائیگی موقوف ہے تو اس عمل کو بجالانا ضروری ہے۔
9. مولانا تھانویؒ نے اصلاح معاشرہ کے ضمیر میں متعدد کتب تصنیف فرمائیں۔ ان کی کتب میں اسلام معاشرہ کے حوالے کافی مواد ملتان ہے۔ ایک عام قاری کے لیے مولانا تھانویؒ کی کتب کے اسماء مشکل اور معلق ضرور ہیں شفع شاہد انہوں نے علماء وصوفیاء کی توجہ کے لیے یہ عمر کیا۔ تاکہ یہ طبقات ان کتب کے مطالعہ کے بعد سماجی خرابیوں کی آگاہی حاصل کریں اور عوام الناس کی درست رہنمائی کریں۔

مولانا تھانویؒ کے منہم اصلاح میں تحریر کو بہت اہمیت حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی مختصر سی زندگی تحریر و تصنیف کا ایک محرالعقول ذخیرہ چھوڑ گئے ہیں جو رہتی دنیا تک انسانیت کی اصلاح وصفا کا کام کرتا رہے گا۔



toobaafoundation.com

باب چہارم

# فصل سوم

## حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی دینی فکر میں معاشرتی اصلاح کے تقاضے

### حسب استطاعت اصلاح کی ضرورت

فرمایا!

"یہ خیال نہ کرو کہ ان کو طاقت ملی ہم کو نہ ملی، ورنہ ہم ان کو بھی مات کردیتے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اصلاح کی کوشش کا کام جو آپ کررہے ہیں وہ نہ کیا جائے وہ بھی ضرور کرنا چاہیے مگر اللہ واسطے اور یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ اگر ان کی جگہ ہم ہوتے تو ان سے بھی زیادہ خرابیاں کرتے۔۔۔۔۔ہمت سے کئے جاؤ اور لوگوں کو بھی دلیری سے کام لینا چاہیے۔"([1365])

### معاشرتی بگاڑ میں تکبر و نخوت کا کردار

حضرت رائپوریؒ نے فرمایا کہ

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تکبر و نخوت وغیرہ کو بہت ہی بُرا سمجھا جاتا ہے۔قرآن پاک میں ارشاد ہے

وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ (القران 49:11)

"یعنی بُرے نام رکھنا طعن تشنیع یہ بھی بُرا ہے۔ فرمایا کہ پہلے جب بادشاہ کسی ملک، قوم یا شہر پر قبضہ کرتے ہیں تو وہاں کے معززین کو ذلیل کردیتے۔ زمینداروں میں یہ چیز بہت آگئی ہے گاڑھوں کو بھی ذلیل سمجھتے تھے۔ گوجروں کو بھی ایسا ہی سمجھتے تھے اور چماروں کو تو کچھ سمجھتے ہی نہیں۔اس کے رد عمل میں دوسری قومیں بھی طعن و تشنیع بہت آگیا ہے۔۔۔۔۔۔اسی تکبر نخوت، غرور اور تعلی طعن کا نتیجہ اور بھی ہوسکتا ہے بعض حضرات نے تو کتاب بھی لکھ دی جس میں بعض قوموں کی شرعی طور پر برتری اور عزت، شرافت اور بعض کو اس کے خلاف ثابت کیا۔ایسے موقع پر تو اگرچہ تھوڑی بہت گنجائش تھی بھی یہ نہ لکھنا چاہیے تھا۔"([1366])

### فرقہ وارانہ فسادات کا مذہبی نقصان

اس حوالے سے حضرتؒ نے فرمایا کہ

"لوگوں کو بجائے مذہبی لڑائی کے اب زمیندار، کاشتکار، مزدور اور سرمایہ دار وغیرہ پر لڑنا چاہیے۔اس سے مذہب کو بدنام کرنے کا قصہ تو ختم ہو جائے گا۔ مشن کا فسادات دیکھنا دوسرے ملکوں میں ہندوستان کو بدنام کرنے اور انگریزوں کا حکمرانی کے جواز میں دلائل قائم کرنے کے سوا کوئی مقصد نہیں ہو سکتا۔فرمایا! کہ باہمی سمجھوتہ ہوتا نظر نہیں آتا لیکن جہاں فریق مخالف کو گرانا مقصد ہو وہاں پھر سمجھوتہ کی صورت ہی کیا ہو۔۔۔۔۔۔میرے ایک زمیندار دوست نے بتایا تھا کہ جہاں

---

1365۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، سید احمد شہید اکیڈمی، لاہور، 1997، ص 44

1366۔ ایضاً، ص 51تا52



toobaafoundation.com

رعایا میں لڑائی نہ ہو وہاں لڑائی کرانا اور جہاں لڑائی ہو۔ اس کو جاری رکھنا یہ زمیندارہ کو مضبوط رکھنے کے لیے ضروری ہے۔"(1367)

## غلو کے معاشرتی نقصانات

مولانا حسین علی بدعتیوں کو علم غیب خدا کے سوا حضور ﷺ اور اولیاء کرام کو جاننے والا اور ماننے والا کی وجہ سے کافر قرار دیا کرتے تھے۔ مولانا کے شاگرد اور مرید حضرات میں سے بعض حضرات نے ایک پارٹی بنالی ہے۔ جواب بھی اسی شغل میں شدت سے مشغول ہے کہ وہ بدعتیوں کے ذبیحہ کو جائز نہیں سمجھتے اور ان کی عورتوں کو دوبارہ مسلمان کر کے دوبارہ نکاح جائز سمجھتے ہیں۔ اس پر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے اپنا مسلک بیان فرمایا کہ

"ہمارے نزدیک وہ کافر نہیں اور ہم ان پر کفر کا فتویٰ نہیں لگاتے۔ یہ غلو اور زیادتی ہے"(1368)

## معاشرتی اصلاح کے لیے انتظامی کونسلوں کی اہمیت

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ معاشرے کے امن اور اسکے انتظامی حالات کے حوالے سے متفکر رہتے تھے فرمایا کہ

"رامپور میں ہم نے جو سنا اس زمانہ میں کسی کی عزت محفوظ نہ تھی۔ اب خبر نہیں کیا حال ہے لوگوں کو چاہیے کہ کوشش کر کے ریاستوں میں کونسلیں بنالیں جس طرح ولایت میں پارلیمنٹ ہے اور ضلعوں میں لوگوں کے نمائندوں سے ڈسٹرکٹ بورڈ بنتا ہے۔۔۔۔ ریاست رام پور، پٹیالہ اور بہاولپور کے حالات تو ہم نے خود سنے ہیں اور ریاستوں کا بھی اکثر ایسا ہی حال ہوگا۔ لوگوں کو ہر جگہ اصلاحات کی کوشش کر کے انتظام کونسلوں کے ذریعہ اپنے ہاتھ میں لے لینا چاہیے"(1369)

## مذہب کے نام پر معاشرتی نفاق کا نقصان

مذہبی نفاق کو زیر بحث لاتے ہوئے فرمایا کہ

"آج زمانہ کہاں سے کہاں چلا گیا مولوی (انوار الحقؒ) نے بہت کچھ انقلابی داؤ کیے مگر سیاست کے سامنے مذہب مات کھا گیا۔ پورا تو پتہ نہیں مگر خیال ہے کہ ہندوستان کی اگلی نسلیں یہ دیکھ کر کہ مذہب آپس میں نفاق کا موجب ہے۔ مذہب کو ہی خیر باد کہہ دیں گی۔ حالانکہ مذہب نفاق نہیں سکھاتا یہ تو کچھ اور ہی چیز ہے جو نفاق سکھا رہی ہے مگر آنے والی ہندو مسلم نسلیں پھر بھی مذہب کو مطعون کریں گی اور مولوی بیچارہ پھر بھی پٹتا رہے گا یہ خیال ہے کوئی الہام نہیں۔(1370)

## عیش پرستی و لذت پرستی کے معاشرتی نقصانات

حضرت ثانیؒ نے فرمایا کہ

ہندوستان پر مسلمان بادشاہوں نے ہزار برس سے زیادہ عرصہ تک حکومت کی، مگر ان میں سے اکثر عیش پرستی اور لذت پرستی میں مشغول رہے۔ لیکن دین کے لیے کچھ نہیں کیا محض ملک کی توسیع کے لیے فتوحات کرتے رہے اور احمد شاہ ابدالی کے متعلق تو یہاں تک

---

1367۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، سید احمد شہید اکیڈمی، لاہور، 1997، ص75

1368۔ ایضاً، ص146

1369۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری، ص42تا43

1370۔ ایضاً، ص77



toobaafoundation.com

مشہور تھا کہ کھادا پیتا لاہے دا رہیا احمد شاہے دا، یعنی جو کھا پی لیا وہ اپنا ہے، باقی احمد شاہ کا ہے اس طرح اکبر بادشاہ نے تو بالکل نئے دین کی بنیاد رکھ دی تھی۔ دین کے لیے صرف علماء اور اولیاء کرام نے کام کیا ہے۔ ہمارے بادشاہوں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی، اگر یہ حضرات توجہ کرتے تو اسلام کی بہت ترقی ہوتی اور ہندوستان میں مسلمان اکثریت میں ہوتے۔ (1371)

## طبقاتی سوچ کے نقصانات

"گڑھ شنکر ضلع جالندھر میں ایک دفع چار پانچ سو چمار مسلمان ہوئے۔ ایک مسلمان راجپوت صاحب لٹھ ٹیکتے ہوئے تشریف لائے اور انہیں کہنے لگے۔ تم مسلمان ہو کر ہمارے بھائی بننے لگے؟ میں لٹھ مار کر تمہارا سر پھوڑ دوں گا۔ انہوں نے عرض کیا۔ اچھا خان صاحب ہم مسلمان نہیں ہوتے اس پر حضرتؒ نے بہت افسوس کے ساتھ فرمایا کہ یہ تو ہمارے مسلمانوں کا حال ہے" (1372)

## معاشرتی منافرت کے نقصانات

حضرت مولاناؒ شاہ عبدالقادر رائپوریؒ فرمائے ہیں کہ منافرت کی پالیسی ہندوستان میں نہایت ہی ناعاقبت اندیشی اور بے وقوفی کی پالیسی ہے۔ جس سے مسلمانوں کا ہی زیادہ نقصان اور ہندوؤں کا فائدہ ہے ایسے منافرت کے ماحول سے متاثر ہو کر آریہ سماجی تحریک ہندوؤں میں زیادہ مقبول ہو رہی ہے۔ ارتداد کے لیے زیادہ تدابیر اختیار کرنے کے امکان پیدا ہوتے نظر آرہے ہیں اور مسلمان بولتے اور شور مچاتے زیادہ ہیں اور کام کم کرتے ہیں اور یہ جو سیاسی جماعت کر رہی اور یہ تو ہماری قوم کی کم بختی ہے۔ اور نہایت ہی غلط کام اور نقصان دہ اقدام ہے منافرت پھیلانا فسادات کا پیش خیمہ ہوتا ہے ویسے بھی اسلامی تبلیغ کے لیے سدرہ اور ہندوؤں کے تبلیغی اداروں کو تقویت دے رہی ہے فتنہ ارتدار کا موئد ہے (1373)

## انسانی معاشرہ میں متنوع معاشی رجحانات

مختلف معاشرتی رجحانات کے حوالے سے مولانا رائپوریؒ فرماتے ہیں کہ

"دنیا میں ہر شخص کی طبیعت کے مطابق محبت مختلف صورتیں اختیار کرتی ہے دیکھو کسی کو تجارت کرنے کا ذوق ہے۔ کسی میں زراعت کا شوق ہے کسی پر صنعت و حرفت میں ترقی کرنے کے جذبات غالب ہیں اور روپیہ کمانے کی محبت ہے یہ مختلف صورتیں اختیار کر رکھی ہیں" (1374)

## افتراق و انشقاق کے معاشرتی و سیاسی نقصانات

17 اگست 1947 رائپور میں اس حوالے سے کچھ یوں فرمایا کہ

"اگرچہ مسلم لیگ نے ملک میں نفرت پھیلا کر آزادی کی مسرتوں کو گدلا کر دیا اور پھر ملک کے تقسیم ہو جانے سے جو فساد برپا ہے وہ بھی دل کو دکھا رہا ہے۔ آزادی میں ہم کیا خوشی محسوس کریں کہ مسلم قوم تو مذہب سے دور ہو گئی علماء کے خلاف چلی اور اب

---

1371۔ للّٰہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص100 تا 101

1372۔ ایضاً، ص44

1373۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری، ص254

1374۔ ایضاً، ص431



toobaafoundation.com

آئندہ اول تو اس افتراق وانشقاق کے باعث ہمیشہ جرمنی اور فرانس کی طرح لڑائیاں رہیں گی اور اگر ملک نے ترقی کی تو مادی ترقی تو ہوگی مگر مذہب کے لیے تو اب کوئی جگہ نظر نہیں آتی۔([1375])

## معاشرتی زوال میں بدعنوانی اور تکبر کا کردار

فرمایا! قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَقَضَيْنَآ إِلَىٰ بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ فِي ٱلْكِتَٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي ٱلْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ (القرآن: 17:04)

ترجمہ: "اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل سے کہہ دیا تھا کہ زمین میں دو دفعہ فساد مچاؤ گے اور بڑی سرکشی کرو گے"

اس سے مراد بخت نصر تھا جس کو نبی زادوں پر مسلط کیا گیا اس سے ثابت ہوا کہ مسلمان کہلانے والے بھی جب بدعنوانیاں کرتے ہیں تو ایسے اسباب بن جاتے ہیں جن سے ان بدعنوانوں کو پٹوا دیا جاتا ہے اور مشرکوں کے ہاتھوں پٹوا دیا جاتا ہے۔ بنی اسرائیل کو اس لیے پٹوایا کہ وہ حدود اللہ کو توڑتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو قتل کرتے تھے اور ظالم بن گئے تھے۔ ایسے ہی اب مسلمان ہو رہے ہیں۔ ان کو سزا ملنے والی ہے۔ چنانچہ تقسیم ملک کے وقت مسلمانوں کی جان، مال، عزت و آبرو کے ساتھ جو خون کی ہولی کھیلی گئی ہے۔ وہ تاریخ کا ایک دردناک باب ہے۔([1376])

## حرص کے اخلاقی نقصانات

اخلاق میں سے حرص کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس کو جوانی میں قابو نہ کر لیا جائے تو بڑھاپے میں بڑھتی ہے کیونکہ حرص کا کوئی خاتمہ نہیں ہوتا اور اگر قدرے وصول ہو جائے تو اب دنیا کی چیزوں کو چھوٹنے اور ان کے سلسلوں کی حفاظت و مداومت کے منتقل کرنے میں دشواری ہوتی ہے اور وہ سوہان روح بن جاتی ہے اور یہ کیفیت اور بھڑکتی ہے([1377])

## نسب پر فخر کی عاشی منفعتیں

اس حوالے سے حضرت ثانیؒ نے فرمایا:

"ہندوپاک کے بعض لوگ اپنے نسب نامے عربوں سے جوڑتے ہیں اور کوشش کرکے جعلی نسب نامے بنواتے ہیں کوئی سید بنتا ہے، کوئی قریشی اور کوئی انصاری۔ اس سے کیا حاصل؟ اصل چیز تو عمل ہے اور اس سے تو الٹا اسلام کی توہین ہوتی ہے۔ اگر یوں کہا جائے کہ ہم لوگوں کے بڑے کافر تھے ان کو صحابہ رضی اللہ عنہ نے اسلام سکھایا اور اس طرح ہم کو اپنا بنا لیا تو اس میں اسلام کی بھی عزت ہے اور صحابہؓ کی بھی البتہ جو لوگ عربوں کی نسل سے واقعتاً ہیں وہ اگر اس کا اظہار کریں تو کوئی حرج نہیں، لیکن نسب پر فخر نہ کرنا چاہیے۔"([1378])

---

1375۔ ایضاً، ص214

1376۔ ایضاً، ص112

1377۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری، ص430

1378۔ للّٰہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص104



toobaafoundation.com

## نظام وراثت کا تقسیم دولت میں کردار

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے فرمایا کہ :-

"مال و دولت کی کثرت وراثت کے حکم وغیرہ پر عمل نہ کرنے سے ہے۔۔۔لوگ حیلے حوالے کر لیتے ہیں ٹھیک حصہ بانٹتے نہیں ورنہ یہ دولت ایک جگہ جمع ہو کر سرمایہ نہ بنا کرے فرمایا! میرا جی چاہتا ہے کہ کوئی سمجھدار اچھا لکھنے والا نظام پر کچھ لکھے تاکہ لوگوں کی توجہ اس کی طرف مائل ہو"([1379])

## اخلاق کی آراستگی میں شریعت کا کردار

اس حوالے سے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ فرماتے ہیں۔

"شریعت کی پابندی کرنا گویا اخلاق کو صحیح کرنا ہے۔ جو اخلاق صحیح کر لیتا ہے۔ وہ دائمی راحت اور آرام کی زندگی پاتا ہے۔ ہر شخص یہاں تک کہ دہریوں کا مقصد بھی راحت ہے تو جب انسان شریعت کے مطابق اخلاق کر لیتا ہے تو گویا خداوند کی دائمی زندگی اور راحت کی زندگی سے حصہ پاتا ہے۔ کیونکہ ہر خوبی تو اللہ تعالیٰ ہی میں ہے۔ تو خوبیاں وہیں سے حاصل ہوئیں"([1380])

## یورپی تصور ترقی اور مذہب سے بیگانگی

فرمایا!

"میرے خیال میں جب قوم ترقی کرے گی تو مذہبیت سے بوجہ جدید علوم میں اشتغال وانہماک کے ناآشنا ہو جائے گی اور مذہب کا درجہ ثانوی اور ثالث بلکہ صفر کے برابر ہو جائے گا۔ عام رجحان مذہب سے بیگانگی کا جو ہوتا جا رہا ہے اسکے پیش نظر میرا خیال ہے کہ جتنی دنیاوی ترقی ہندوستان کو ہو گی یہاں سے مذہبیت رخصت ہو جائے گی۔ کیونکہ فی زمانہ دنیاوی اور سیاسی ترقی جیسی یورپ لا رہا ہے وہ ایسے علوم کے اکتساب پر منحصر ہے۔ جن میں انہماک سے مذہبی لاپرواہی اور بے دینی پیدا ہوتی ہے گاندھی کے سوا موجودہ ہندو بڑے لیڈر بھی نام کو ہندو ہیں۔ ورنہ دہریہ ہیں کیونکہ عوام کے بغیر ان کی گاڑی نہیں چلتی۔"([1381])

## جبری مسلمان بنانے میں برائی کی شدت

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے نواکھالی صوبہ بنگال کے واقعاتِ فسادات پر بڑا افسوس ظاہر فرمایا کہ عورتوں کا اغواء، عصمت دری اور بچوں کا اغوا جس کے متعلق اخباروں میں تذکرہ ہے اور جبراً مسلمان بنانے کے واقعات اسلام کو بدنام کرنے اور مذہبی بدنامی کے علاوہ ویسے بھی انسانی زاویہ نگاہ سے شدید ترین برائی ہے۔ صوفی عبدالحکیم لودھی پوریؒ کے اس سوال پر کہ جبراً کسی کو کلمہ پڑھانے سے کوئی مسلمان ہو جاتا ہے۔

---

1379۔ ایضاً، ص523تا524

1380۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری، ص71

1381۔ ایضاً، ص98



toobaafoundation.com

حضرت مولانا رائپوریؒ نے فرمایا کہ

"یوں جبر سے کلمہ پڑھا دینے سے شرعاً کوئی مسلمان نہیں بنتا۔ جب شرعاً اس فعل کا کوئی فائدہ نہیں۔ تو پھر یہ اشد جرم دین کو بدنام کرنے کے سوا اور کسی فائدے کو کیا شامل ہو سکتا ہے۔"(1382)

## معاشرتی فساد میں مسلمانوں کی جہالت کا کردار

فرمایا کہ

"ہر بات میں پروپیگنڈہ کہہ کر پردہ ڈالنا بے معنی ہے آخر سہارنپور میں جب فساد کے موقعہ پر ایسے واقعات ہوئے جن کا ہمیں پورا پورا علم ہے کیا وہ بھی پروپیگنڈہ تھا۔ یہ تو مسلمانوں کی جہالت کے کرشمے ہیں۔ حضرت مدنیؒ پر امر تسر، جالندھر میں جو حملہ ہوا۔ اس سے بھی میں تو اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہر جگہ کا ڈپٹی کمشنر اور اس کا کپتان پولیس فساد کراتا ہے۔ تبھی تو پولیس نے حملہ کو نہیں روکا بلکہ لوگوں کو ایسے واقعات کے لیے شر دے دیتے ہیں اگر پولیس چاہے تو فساد نہیں ہو سکتا مگر وہ خود شامل ہو جاتی ہے پھر کوئی پولیس آفسر آکر اگر تحقیق کرتا ہے تو وہ پہلی پولیس کی حمایت ہی کرتا ہے"(1383)

## ملک و قوم کا نقصان اور باہمی لڑائیاں

فرمایا!

"اس وقت تو خواہ ہندو ہو یا مسلمان لڑنے والے فضول لڑتے اور اپنے ملک اور قوم کو نقصان ہی پہنچاتے ہیں۔ خود مصائب اٹھاتے ہیں سوا اس کے ان فسادوں کا کوئی نتیجہ نہیں۔ ہاں مل کر انگریز کو نکال دیں تو پھر اس لڑائی کا اچھا بُرا کچھ تو نتیجہ نکلے۔ اب تو یہ سب بے وقوفی بے معنی اور سراسر اپنے ملک اور قوم کی کھلی تباہی ہے۔ اب سنا ہے ولایت سے کوئی مشن یا وفد پھر آرہا ہے اور خیر سے وہ عید کے موقع پر آئے گا اور اس کے بعد ہی محرم لگا ہوا ہے۔ تو ملک کے فساد کے شباب کے موقع پر فوٹو لے گا اور تمام دنیا کو اپنے ہندوستان میں رہنے کے جواز پر ہمنوا کرنے کا سامان کر کے چلتا بنے گا اور فساد کرنے والے مدتوں پھر مقدمات کے شکار بنیں گے"(1384)

## معاشرتی زوال اور علماء حق سے بے اعتنائی

فرمایا کہ

"زمزم میں ایک علی گڑھی طالب علم کا خط شائع ہوا تھا جو اس نے لکھا تھا اور باوجود لیگی ہونے کے کہا تھا کہ یہاں علماء کو گالیاں دی جاتی ہیں کتا آتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ مولوی آرہا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ہماری جنگ مولوی سے نہیں خدا سے ہے مگر خدا ایسی سخت ہڈی ہے (نعوذ باللہ) کہ چبائے نہیں چبتی۔ ہم تو دنیا سے خدا کو نکالنا چاہتے ہیں اب آپ ہی خیال فرمائیں کہ بنی اسرائیل کو جو اس زمانہ کے مسلمان اور پیغمبروں کی نسبی اولاد تھے کفار کے ہاتھوں تباہ کرایا اور کفار کو اس کام کے انجام دینے میں عباد لنا کہا تو وہ قاعدہ یہاں جاتا نہیں

---

1382۔ ایضاً، ص78

1383۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری، ص78

1384۔ ایضاً، ص86



toobaafoundation.com

رہے گا۔ ان کفار سے جن پر صدیوں مسلمانوں نے حکومت کی۔ اگر ایسے خدا سے جنگ کرنے والوں کو پٹوانہ دیا جائے گا تو اور کیا ہوگا۔([1385])

علماء کی تقلید کے حوالے سے بات کرتے ہوئے فرمایا:-

"اگر لوگ علماء کے پیچھے چلتے تو کبھی یہ حالت نہ ہوتی اور نہ یہ فساد ہوتے۔ باقی رہا دین کا قصہ تو جب دین دار طبقہ کا اقتدار اور وقار ختم ہوگیا۔ اب دین بھی ان لوگوں میں نہیں رہ سکتا۔ میرا جی بالکل نہیں مانتا کہ ایسی قوم کے ابھرنے کی کوئی سبیل ہو سکتی ہے۔ ویسے خدا چاہے تو دشمنوں کو مسلمان بنا کر دین کا کام لے لے"([1386])

إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ (القرآن :85: 12)

ترجمہ: بے شک تیرے رب کی پکڑ بڑی شدید ہے۔

## معاشرتی زوال اور اشرافیہ کا کردار

ملک خضر حیات کے ملازموں نے گیہوں بلیک سے کنٹرول ریٹ سے زیادہ یعنی چودہ روپیہ من کے حساب سے غلہ ہندو تاجروں کو بیچ دیا اور وہ بیس روپیہ من کے حساب سے عام طور پر بلیک سے کھانے والوں کو دیتے ہیں اس حوالے سے حضرت ثانیؒ نے فرمایا

"یہ سنا تو کسی دن پہلے بھی تھا مگر جی باور نہیں کرتا تھا کہ وزیراعظم ایسا کیسے کر سکتا ہے کہ پھر تو اندھیر مچ جائے مگر اب وہاں کے رہنے والے اور پورے واقف بتا رہے ہیں یہ تو حیرت ہوتی ہے کہ جب اتنی ذمہ داری والے لوگ ایسا کر رہے ہیں تو ملک کی انتظامی بیل کیسے منڈھ چڑھے گی۔۔۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمیندار لوگ عام طور پر ہر جگہ کے خود غرض اور جابر و ظالم ہیں خواہ یوپی کے ہوں یا پنجاب کے"([1387])

## تفاخر نسبی و قومی کا معاشرتی نقصان

فرمایا:-

"کوئی جولاہا ہو یا موچی ہو، جب اللہ تعالی کی رحمت متوجہ ہوتی ہے تو سب کو قبول کر لیتی ہے اور جو لوگ ذاتوں اور قوموں پر فخر کرتے ہیں وہ محروم رہتے ہیں فرمایا! اللہ تبارک و تعالی کا ارشاد ہے" اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللہِ اَتْقٰکُمْ"(القرآن،49:13)اللہ کے ہاں تقوی کا اعتبار ہے خواہ کسی قوم سے ہو"([1388])

1385۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری، ص360

1386۔ ایضاً، ص361

1387۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری، ص440

1388۔ للہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص61



toobaafoundation.com

## ماحولیاتی آلودگی کے نقصانات سے آگہی کی ضرورت

ماحولیاتی آلودگی کے حوالے سے فرمایا کہ !

جوہڑ گاؤں کے لیے ضرورت کے بھی ہیں۔ مگر آب وہوا ان سے خراب ہوتی ہے۔ ان جوہڑوں کی وجہ سے آب وہوا خراب کرنے کی مضرت کو بہ نسبت ان کے فوائد کے زیادہ محسوس فرماتے ہیں۔ مگر بسنے والے ان جوہڑوں کے فوائد کو مضرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ آب و ہوا کی خرابیوں کا احساس نہیں رکھتے۔ "(1389)

## طبقاتی طرز عمل اور انسانی معاشرہ کا عمومی مفاد

چماروں کے پانی کنویں سے پینے کے مسلہ پر گفتگو ہوئی تو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے فرمایا کہ

"مسلمانوں کا اس بات میں ضد کرنا خلاف اصول، خلاف اسلام اور خلاف مصلحت سیاسی ہے۔۔۔۔ مسلمان جہالت دینی اور فہم سیاسی کے فقدان کے باعث اونچی ذات کے ہندؤوں بلکہ چماروں کے علاوہ دوسرے ہندؤوں کے درمیان امتیاز کرتے ہیں اور چھوت چھات کا مسلہ ہندؤوں نے چھوڑ دیا، مسلمان اس مسلہ کو اٹھا کر خواہ مخواہ متصادم ہونے کی غلط کوشش کرتے ہیں۔(1390)

## مسلمانوں کی اسلامی قوانی سے بے توجہی

اس حوالے سے آپؒ نے فرمایا کہ :

"خالص اسلامی سیاست تو دورِ اول کے بعد نظر نہیں آتی اور مسلمانوں کی سیاست جس میں شرعی رعایت ہوتی ہے پہلے سے ختم ہو چکی ہے جس کا دیوالہ 1857ء میں خود مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل چکا ہے اگر اب مسلمان ان انتخاب سے علیحدہ ہو جائیں تو ان پر غیر مسلم کے بنائے ہوئے قوانین نافذ ہوں گے۔ اور حال یہ ہے کہ خود مسلمانوں کو قانون سازی کا اختیار ملے تو وہ بھی اسلامی قوانین کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ جیسا کہ پنجاب کے مسلمانوں نے باوجود کوئی جبر نہ ہونے کے اپنی مرضی سے وراثت میں ہندو قانون جیسے رواج کہتے ہیں اختیار کیا"۔(1391)

## مسمانوں میں طبقاتی ذہنیت کی منفیت

فرمایا:

"کہ یہاں پر کسی کو بھی احساس نہیں کیونکہ اس طرف یہ قصہ نہیں، ادھر یوپی کی طرف چودھری، راؤ اور چودھری لوگ اس امر کو برداشت نہیں کر سکتے کہ کوئی دوسری پسماندہ قوم کا آدمی آکر سلام کہے بغیر رہے یا برابر یا کسی چارپائی پر سامنے بیٹھ جائے۔ بھائی الطاف الرحمٰن نے کہا کہ ہمارے ہاں تو میرا اسی اس طرح آئے تو وہ پہلے اسلام علیکم بھی کہنے کا حق نہیں رکھتا۔ راؤ جی سلام کہے گا۔ جواب جیتا رہو پائے گا پھر بیٹھنے کی اجازت ہو گی پھر ادھر ادھر دیکھے گا کونسی جگہ ایسی ہے جو زیادہ نشیب میں ہو وہاں زمین پر بیٹھ سکے گا۔

---

1389۔ للہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص342

1390۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری، ص510تا511

1391۔ ایضاً، ص259



toobaafoundation.com

حالانکہ یہ زمیندار عبدالمجید صاحب، راؤ فضل الرحمٰن خان صاحب رئیس رائے پوری سے زیادہ زمیندارہ رکھتے اور آمدنی بھی کہیں زیادہ ہے"۔([1392])

## فساد کے فروغ میں نوآبادیاتی نظام کی دلچسپی

معاشرتی اخلاقیات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"یوپی میں ایک صاحب کلکٹر لگے ہوئے تھے وہ بتاتے تھے پیر صاحب اس شہر میں آنے والے تھے چونکہ ان کی عادت زبان درازی اور دیوبندی اکابر کو گالی دینا تھی اس لیے کمشنر، کلکٹر اور دیگر حکام نے باہمی مشورہ سے ان کے وہاں پہنچنے پر دفعہ 144 لگادی مگر فوراً اگلے روز گورنر سے براہ راست حکم موصول ہو کہ ایسا مت کرو۔"([1393])

## معاشرتی زوال میں تکبر اور ناشکری کا کردار

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے فرمایا کہ

"انانیت کو مٹادیں۔ دیکھو! بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے کفار کے ہاتھوں برباد کرایا کہ ان میں تکبر تھا۔ اور ان کے برباد کرنے والے غیر مسلموں کو اپنے بندے قرار دیا اور اس دور کے ان مسلمانوں کو مغضوب قرار دیا اس میں یہ بھی ہے کہ موجودہ حکومت ہم پر جو احسان کر رہی ہے اس کا شکریہ بھی ادا کیا جائے، احسان بھی مانا جائے، یہ نہ ہو کہ وہ دس احسان کرتی رہے اور ایک زیادتی تو ایک زیادتی کو تو گاتے پھرو۔ اور دس احسان فراموش کر دو۔ ایسا کرنا بھی خدا کی ناشکری اور اخلاق خرابی کا سبب ہے"([1394])

## غلطیوں کی تاویل کا تباہ کن معاشرتی رویہ

اس حوالے سے مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے فرمایا کہ

"قوم کا اپنی غلطی پر اصرار یعنی اس کو صحیح کہنے کی عادت بنالینا بڑا خطرناک مرض ہے جو مسلمانوں سے نہیں گیا۔ حالانکہ آجکل ہر بیدار قوم کا شیوہ ہے کہ جہاں ٹکر لگتی ہے اور نقصان پہنچتا تو وہ فوراً سوچنے کے لیے کمیشن بیٹھاتی ہے کہ یہاں کیا غلطی ہوئی اور غلطی کو ماننا ہی بہتر سمجھتی ہیں۔ مگر ہم ہیں کہ دوراذ کار تاویل پر تاویل کرتے چلے جاتے ہیں۔ جس کا نتیجہ نقصان در نقصان کی شکل میں نکلتا ہے۔ یہ غلطیوں کی تاویل کرنا اور انہیں نہ ماننا کوئی قابل فخر بات نہیں، تباہ کن بات ہے۔ جسے ہم چھوڑتے نہیں"([1395])

## معاشرتی فساد اور نااہل قیادت

اس حوالے سے حضرت ثانیؒ نے فرمایا کہ

"جہاں فسادات میں مسلمانوں پر زیادتی ہوئی ہے تا کہ ان لوگوں کو معلوم ہو کہ یہ سب کچھ ان کے کرتوتوں اور دین سے بے تعلقی کا نتیجہ ہے یا علت کچھ کہو۔ دین کے جاننے والوں سے بے تعلقی ہے اور اس طرح لوگ ایسے لیڈروں کے ہاتھوں میں پڑ گئے۔ جو

---

1392۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری، ص347تا348

1393۔ ایضاً، ص404

1394۔ ایضاً، ص238

1395۔ ایضاً، ص653



toobaafoundation.com

مسلمانوں کے نادان دوست ہیں۔ بھلے مانسوں نے چند سیٹوں کے لیے ایسا جھگڑا چھیڑ رکھا ہے۔ جس کے نتائج یہ فسادات اور قتل وغارت وغیرہ ہیں۔۔۔۔۔ورنہ ایسے حادثات کا قدرتی نتیجہ وہاں پر دین کا کئی طرح کا انحطاط یاان لوگوں کے مسلمانوں کے لیے بے دین لیڈروں کے سیاسی مقاصد میں آلہ کار بن جانا ہوگا۔ جو آئندہ کے لیے اور کبھی تباہ کن نتائج پر پہنچ کر ہو سکتا ہے"([1396])

## نو آبادیاتی نظام کے مذہب کش اثرات

فرمایا کہ

"یہ بات درست ہے مگر انگریز نے ستاون کے بعد سے اب تک ایسا کام کر دیا ہے کہ اب ویسا اندیشہ تو نہیں رہا کہ انگریز ویسی باتوں پر ایسی شدید کاروائیاں کرے خواہ اس کی وجہ کچھ بھی کیوں نہ ہو اس لیے اب حالات پہلے سے زیادہ سازگار ہیں کہ ہندوستان میں آزادی کا کام کیا جائے مگر انہوں نے لوگوں کو علماء سے علیحدہ کر دیا اور یہ لیگ بھی اسی سکیم کا نتیجہ ہے گویا یہ انگریز کی سکیم تو پھل پھول رہی ہے کہ اب علماء کے وقار کو مٹانے کا کام پورا کر دینے کا اعلان کیا جارہا ہے کہ ہم نے علماء کا وقار ختم کر دیا ہے"([1397])

آپؒ نے منشی جی کا قول نقل کرتے ہوئے اسی حوالے سے مزید فرمایا

"کہ انگریز نے مذہب کی آزادی کے مطلب کو اتنا وسیع کر دیا ہے کہ کوئی آپ کے سامنے اسلام کے نام پر دہریت کی تعلیم دے تو آپ روک نہیں سکتے۔ یہ سب انگریزیت کا اثر ہے۔"([1398])

---

1396۔ ایضاً، ص253

1397۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری، ص108

1398۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری، ص175



toobaafoundation.com

# باب چہارم

## فصل چہارم

## حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی نظر میں معاشرتی فساد کی وجوہات

### حسن معاشرت کی ضرورت واہمیت

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے فرمایا کہ

"کہ اپنے مسلک پر سختی اور لوگوں سے نرمی، یہ ہم نے اپنے بزرگوں میں دیکھی اوروں میں ہونے کا انکار نہیں مگر اوروں کی صحبت کا ہمیں اتفاق نہیں ہوا۔ اپنے بزرگوں کو اگر ہم نہ دیکھتے تو یا تو یوں سمجھتے کہ سلسلہ یونہی ہے یا یہ کہ پہلے کوئی بزرگ ہوں گے جن کا ذکر کتابوں میں ہے۔ ہمارے حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوریؒ کے ایسے اخلاق تھے کہ مداہنت ذرہ بھر نہ تھی۔ مگر درست بات حالانکہ تلخ ہوتی ہے ایسے نرم طریق پر فرمایا کرتے کہ گویا والدہ گود میں بٹھا کر سمجھا رہی ہے۔ میرے اندر تو یہ بات نہیں مگر اپنے بزرگوں میں ضرور دیکھی ہے اور اس کا نام حسن معاشرت ہے جو نہایت ضروری ہے۔۔۔۔۔اسلام نے معاشرت کی کچھ ایسی باتیں بھی بتائی ہیں جو بغیر جغرافیائی اختلاف کے ہر جگہ یکساں قابل عمل ہیں([1399]) مثلاً یہ کہ اپنے بھائی کے لیے وہی چاہو جو اپنے لیے چاہتے ہو([1400]) فرمایا! کہ اگر اس حدیث پر عمل ہو جائے تو دنیا کے جھگڑے مٹ جائیں اور برائے نام کوئی جھگڑا رہے۔"([1401])

### معاشرتی صحبت کا اثر

فرمایا!

"لکھنو میں ایک لڑکا تھا، اس کو بچپن میں بھیڑیا اٹھا کر لے گیا تھا، وہیں بڑا ہوا۔ ایک دفعہ کچھ لوگ شکار کو گئے، وہاں اس کو دیکھا کہ چارپویوں کی طرح چلتا ہے۔ ہاتھ زمین پر رکھ کر دوڑتا ہے، کچا گوشت کھاتا ہے۔ اس کو پکڑ کر لائے تو بھی کچا گوشت کھاتا تھا چونکہ وہیں بڑا ہوا تھا۔ اچھی طرح بول نہیں سکتا تھا۔ کچھ بڑبڑ کرتا تھا۔ لکھنو کے قیام کے دوران میرے پاس کھانا وہی لایا تھا ہم نے بات کی، صاف نہیں بول سکتا تھا۔ یہ صحبت کا اثر ہے۔"([1402])

### صحبت کے بغیر اخلاق کی اصلاح نہیں ہوتی

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے اس حوالے سے فرماتے ہیں:

---

1399۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، سید احمد شہید اکیڈمی، لاہور، 1997، ص60

1400۔ بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ وسننہ وایامہ، باب الایمان، حدیث نمبر13، جلد اول مکتبہ ترجمان، دہلی 2004ء۔

1401۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری، ص61

1402۔ ایضاً، ص 43



toobaafoundation.com

"سنو! جب تک خلافت میں یہ بات رہی کہ وہ صفت احسان سے متصف رہے،اس وقت تک بیعت نہیں تھی مگر خلافت کی البتہ صحبت تھی۔انبیاء علیہم السلام کا آنا بھی اس لیے تھا کہ صحبت کے بغیر اخلاق کی اصلاح نہیں ہوتی۔ نبی صرف لڑنے بھڑنے کے لیے نہیں آیا کرتے تھے وہ لوگوں کی اخلاقی تربیت اور روحانی ترقی کے لیے آتے تھے۔ تبلیغ کرتے، مگر یہ سب کام کمال کو آسانی سے تبھی پہنچ سکتے ہیں کہ امن ہو اور موانع رفع کیے جائیں۔اس لیئے سلطنت کی ضرورت پیش آتی ہے۔"(1403)

## اتحاد واتفاق کے عقل وشعور کی ضرورت

نرائن گڑھ کے ایک مہمان نے مولانا ابوالکلام آزادؒ اور مولانا حسین احمد مدنیؒ پر اعتراض کیا کہ وہ اب ہندوؤں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کی تباہی کا سبب بن رہے ہیں۔اس پر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے فرمایا کہ

"اگر صرف اتفاق اور اتحاد سے ہی بغیر عقل کے کام چل سکتا تو اب سے زیادہ ہندوستانی کب متحد تھے۔اب جو لیگ کے ساتھ نہیں ہیں وہ تو گنتی کے لوگ ہیں جو کسی شمار میں نہیں مگر عقل سے نہ چلا جائے تو اتحاد بھی کچھ مفید نہیں پڑتا لیگ اگر اپنے اس اتحاد کو عقل سے کارآمد بناتی تو اچھا تھا مگر عقل سے نہ چلیں اور اشتعال پھیلائیں تو مسلمانوں کو فائدہ کی بجائے نقصان پہنچادیں گے اور پھر اوپر یہ ایسے لوگ ہیں جن میں قومی ہمدردی کا یہ حال ہے کہ ان کو مربع مل جائے تو قوم کو ہی کٹوا ڈالیں اور کوئی پرواہ نہ کریں اور یا بے جاہٹ،ضد اور بچے کی بات پر قوم کے مفاد کو قربان کر ڈالیں یہ تو خود غرضوں سے بھی زیادہ بُرا ہے۔یہ ہٹ اور بے سمجھی نہ تو ذاتی طور ہر کوئی فائدہ بخش ہے اور قوم کو تو تباہ کرنا ہے۔ ہی آخر لیگ نے بے سمجھی سے ہلا کو چنگیز وغیرہ کا نام لے کر دھمکیاں بھی دیں تو دیکھنا چاہیے کہ جب اسے مسلم رائے پر اثر ڈالنے کی حیثیت حاصل ہوگئی تو اس کا نتیجہ کیا نکلا کہیں اگر ہندو کو مار دیا تو دوسری جگہ ہندوؤں نے بھی اسی جذبہ کے تحت مسلمانوں کو تباہ کر دیا آخر اس کی ذمہ داری کس پر ہے۔"(1404)

## تشبہ بالکفار اور عصری تقاضے

ایک زمانہ میں بٹن لگانا بدعت تھا۔اسی طرح جوتوں میں دائیں بائیں کے امتیاز کے جوتے پہننا معیوب سمجھا جاتا تھا۔وہ تشبہ بالکفار قرار دیا جاتا تھا اس حوالے سے مولوی عبدالعزیز خان ایسا کرنے سے منع کرتے تھے۔اس کے بعد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے دائیں بائیں پاؤں کے امتیاز کے جوتے پہننے شروع کر دیئے تو خود مولوی صاحب بھی پہننے لگے تو اب گویا یہ تبدیلی درست ہوگئی کیونکہ اب صلحاء نے بھی پہننا اختیار کر لیا ہے۔یہی حال اور اشیاء کا ہے۔اب کے مولوی عبدالعزیز نے رسٹ واچ کلائی پر لگا رکھی ہے شاید یہ کسی بزرگ کے دیکھ لی ہو،ورنہ اس سے پہلے جیبی گھڑی کا رواج تھا۔(1405)

## خود انحصاری کی معاشرتی اہمیت

اس ضمن میں فرمایا کہ

"ہم چاہتے ہیں کہ ہندوستان مصنوعات میں اتنی ترقی کرے کہ اس کا مال دوسری ممالک میں پسند ہو اور طلب کیا جائے اور وہ اپنے کارخانوں میں خام مال کے لیے کسی دوسرے ملک کا اور یورپ اور امریکہ کا محتاج نہ رہے لوگوں کو چاہیے کہ بیرونی ممالک میں

---

1403۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری مکتبہ احمد شہید، لاہور، 1996، ص108

1404۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری، ص87

1405۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری، ص126



toobaafoundation.com

جا کر ہر چیز بنانی سیکھیں اور ہندوستانی حکومت کو چاہیے کہ اس میں لوگوں کی خاص مدد کرے اور دوسری حکومتوں سے ایسی معاونت حاصل کرنی چاہیے "(1406)

## امن عامہ/مفاد عامہ کے کام میں اجتماعیت کی اہمیت

فرمایا! امن عامہ کی تاکید حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے ان الفاظ میں کی

"ایک امن عامہ یا کوئی مفاد عامہ کا کام ایک شخص از خود کرتا ہے تو حکومت اس کی قدر کرتی ہے اور اس سے خوش بھی ہوتی ہے۔ مگر ایک شخص کو اس کام پر مامور کرتی ہے تو اس کے لیے جو مدد حکومت کرتی ہے وہ اور ہوتی ہے اور اس پر جو رضا مرتب ہوتی ہے وہ بھی اور ہوتی ہے۔ یہی حال پہلی اور پچھلی تبلیغ اور دینی کاموں کا ہے۔ ہر کام جس کی شرع میں جس درجہ کی تاکید و ترغیب ہو وہ موجب رضا تو ہے مگر حکومت کو دلی عندیہ سے پوری واقفیت نہیں ہو سکتی۔ یہاں اگر نفس کے اور مذموم حصے ملے ہوں تو اتنا ہی اس کی حیثیت کم ہو جائے گی۔ ہاں نفع اور اہمیت سے خالی نہ ہو گا مگر جب کسی کو وہ خود اہل سمجھ کر اور ضرورت کے مطابق سامان تائید کے ساتھ مامور فرمائیں گے تو اس سے جو رضا اور انعام اور کامیابی مرتب ہو گی وہ اور ہو گی۔"(1407)

## انسانی کمالات میں نظریات و خیالات کا کردار

اس حوالے سے آپؒ نے فرمایا۔

"انسان کے تمام کمالات کی بنیاد اس کے خیالات ہی ہیں۔ ہر کام جو انسان کرتا ہے اس کا پہلے خیال ہی ہوتا ہے، بعد میں وہ چیز یا کام وجود میں آتا ہے۔ جتنے علوم اور ایجادات ہیں یہ سب خیال ہی کا نتیجہ ہے۔ خیال نے ترقی کی تو موٹریں، ریڈیو، جہاز وغیرہ وجود میں آئے۔ دو معلوم چیزوں سے تیسری چیز معلوم کر لینا، اسی کو فکر اور مطالعہ کہتے ہیں۔ یورپ والوں نے فکر سے بہت کام لیا اس لیے مادی ترقی میں بڑھ گئے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کا فکر دوسری طرف چلا اور مادی ترقی کی۔ ایک اللہ کی فکر ہے اس سے روحانی ترقی ہوتی ہے۔ پھر طبائع مختلف ہوتی ہیں۔ بعض طبائع صفات الٰہیہ میں غور کرتی ہیں اور بعض علوم کی طرف چل پڑتی ہیں۔(1408)

## اقلیتوں کے حقوق اور رائے کے احترام کی اہمیت

ایک دفعہ ایک مغرور متمول سکھ اپنے بال کٹوا کر وہاں کی بڑی مسجد میں خطیب صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر بڑے الحاح وزاری اور منت و سماجت سے عرض کیا۔ کہ مجھے مسلمان کر لو مولوی صاحب تیار ہو گئے مگر بعض نے کہا کہ یہ اپنا مال بچانے کی خاطر اسلام قبول کرتا ہے۔ اگر ایسا کیا تو ہم اس کا اسلام قبول نہ کریں گے۔ عوام نے ان کا ساتھ دیا۔ مولانا تلقین اسلام کرنے سے رک گئے۔ تو حاجی عبدالواحد ایم اے نے کہا کہ میں بڑی مشکل سے مولانا بشیر احمد کے پاس پہنچا اور ان سے عرض کیا کہ آپ کو اس شخص کی درخواست رد کرنے کا شرعاً اختیار نہیں مگر وہ ناکام رہے اس پر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے فرمایا کہ

---

1406۔ ایضاً، ص 181

1407۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری، ص 190

1408۔ للہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص 111



toobaafoundation.com

"وہ مولانا صاحب تو بڑے فاضل ہیں ان کو کیا ہوا، ان کو اس میں اپنی جان لڑا دینی چاہیے تھی کہ یہ شخص جب وہاں کی اقلیت میں سے ہے تو شرعاً بھی اس کو حفاظت دینا ہمارا فرض ہے خواہ وہ مسلمان نہ بھی ہو اور اپنے سابق دین پر ہی رہے اور اسلام قبول کرتا ہے تو اس کی درخواست رد کرنے کا ہم کو کیا اختیار ہے"۔(1409)

## معاشی وعائلی ذمہ داریوں کی شرعی اہمیت وحیثیت

اس حوالے سے حضرت ثانیؒ فرماتے ہیں

"اہل وعیال کی پرورش واجب ہے اگر اس میں کوتاہی کریں تو گناہ گار بھی ہوں۔ اور جس کے اہل وعیال نہ ہوں اس کو کم از کم اپنے لیے قوت لایموت تو ضروری ہے اس سے آخر انسان کو چارہ کار نہیں ہے اور جان کی حفاظت فرض ہے اور کوتاہی گناہ۔ علماء اگر اشاعت دین میں کوتاہی کریں وہ بھی تو گناہ ہے۔ آخر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی دقتیں پیش آئیں۔ انہوں نے سوائے اصحاب صفہ کے معاشی کاروبار میں بھی حصہ لیا۔ مگر دینی کام کو مقدم اور حاوی رکھتے ہوئے کہ کام کاج زندگی کا ضمیمہ تھا اور معاشی کام کاج کا دینی ضمیمہ نہیں تھا"(1410)

رضائے الٰہی کے پیش نظر اہل وعیال کے حقوق ادا کرنے کے حوالے سے آپؒ فرماتے ہیں کہ

""""اگر تم طب پڑھنا ہی خدمت والدین اور حقوق زوجین کے خیال سے کرتے اور یہ حقوق کی ادائیگی وغیرہ خوف خداوندی یا رضائے الٰہی کے پیش نظر رکھتے ہو تو تم کو جو کام جائز سب درست ہے اور اپنے اندر مطالعہ کر کے اس نتیجہ پر پہنچو کہ یہ بات نہیں تو پھر سب کام چھوڑ کر اس قسم کی نیت کر سیکھو کہ اس کے بغیر جو کرو گے وہ عاقبت میں تمہیں کیا کام آئے گا۔ خواہ ایسا کرنا کچھ بھی ہو اگر اس نیت سے نہیں تو سب بے کار ہے۔"(1411)

## معاشرتی اصلاح میں ذرائع ابلاغ کا کردار

حبیب الرحمٰن رائپوریؒ نے عرض کیا کہ حضرت! ریڈیو کا انتظام کر لیا جائے۔ ریڈیو کو سوا خبروں کے گانے وغیرہ کے لئے استعمال کرنے سے روک دیا جائے گا۔ اس پر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے فرمایا

"یہ بھی ایک روز کی لڑائی کا سامان ہو جائے گا اور لوگ گانے سننے کے اشتیاق میں اگر تم روکو گے تو لڑنے لگ جایا کریں گے۔ البتہ کچھ صبر کرو آگے چل کر لوگ خود کھل جائیں گے اور شاید ریڈیو اور سینما سب تعلیم کا ذریعہ بنا لیے جائیں گے۔ ہاں جب تک کچھ خشک ہیں" یہ وقت گذرے تم بھی اس ابتلاء سے بچے رہو گے۔ مگر بعد میں تو ایسا ہی قصہ ہو جاتا ہے۔"(1412)

---

1409۔ ایضاً، ص537

1410۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری، ص452

1411۔ ایضاً، ص485

1412۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری، ص84



toobaafoundation.com

## جمہوری وشورائی حکومتیں اور معاشرتی ومعاشی ترقی

حضرت ثانیؒ نے فرمایا کہ

"آج کل شخصی حکومتیں ہر گز نہیں چل سکتیں۔آج کل تو جمہوری اور شورائی حکومتیں ہی چل سکتی ہیں جن میں کچھ لوگوں کا مخالف رہنا عین اصولی بات ہے ۔۔۔۔۔یہاں تو بھلا غیر مسلم ہیں۔ حجاز، عراق، شام ،ایران وہاں تو غیر مسلم نہیں ہیں مگر وہاں کے پاکستانی بھی کوئی ترقی نہیں کر رہے۔ حجاز میں تو بھلا مانس ابن سعود اتنا بھی نہیں کر سکتا کہ زراعت کو پھیلا کر ملک کو غذا کی کمی اور احتیاج سے نجات کا سامان کرے ، ہاں ہندوستان اگر ایک مرکز پر آزاد ہو جائے تو اپنی آبادی اور وسائل کے لحاظ سے بیس سال میں دنیا کو مات دے سکتا ہے۔روس کی پندرہ کروڑ کی آبادی کی دنیا تاب نہیں لا سکتی۔ہندوستان کے چالیس کروڑ میں سے آپ خیال کریں کتنے ذہین مہیا ہو سکتے ہیں اور اگر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے تو افغانستان ، ایران ، عراق، شام ، حجاز، نجد، یمن اور اردن وغیرہ کی طرح بڑی سلطنتوں کی حرص وآز کا شکار ہوتے رہیں گے "[1413]

## دین اسلام کے جامع ہونے کا مفہوم

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کی مجلس میں مولوی حمید صاحب نے یہ دریافت کیا ہے کہ دین میں ہر شی کے ہونے سے یہ مراد ہے کہ حلال وحرام ہونے کا حکم دین میں موجود ہے یا کچھ اور مراد ہے۔ مثلاً تجارت ، صنعت وغیرہ کی ترکیب اور ترقی کی تدبیر تو دین بیان نہیں کرے گا،۔ بحث تو یہ ہو گی یہ کام اس طرح کرنے درست اور اس طرح کرنے نادرست ہے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے یہ تسلیم اور تصدیق فرماتے ہوئے فرمایا کہ

"ہاں دنیا کے کاموں کی تدابیر وترکیب دین میں نہیں ہوتیں۔ہر کام کی حلت وحرمت وغیرہ کا دین میں پورا ذکر ہے" [1414]

## معاشرتی تبدیلیوں کا تکوینی نظام کا فہم

اس حوالے سے مولانا رائپوریؒ نے فرمایا کہ

"اللہ تعالیٰ کو جب تکوینی طور پر دنیا میں جو رنگ معاشرہ کا جاری کرنا منظور ہوتا ہے اس کے لیے موزوں امام اور اس کے ارد گرد اس کے مناسب حال معاونین کو جمع فرما دیتے ہیں۔ وہ الہام ربانی کے ماتحت اس اجراء کار کے لیے استوار کرتے ہیں۔ شدائد کی پرواہ نہیں کرتے۔ میں یہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تصانیف سے بیان کر رہا ہوں نیز حضرت امام غزالیؒ نے بھی لکھا ہے کہ ایسے مطیعین کچھ تجربات کی بنا پر ہی نہیں بلکہ کسی اندرونی تحریک سے متاثر ہو کر پورے زور سے ادھر چلتے ہیں اور ماحول کو موافق بنا کر چھوڑتے ہیں اگر یہ نہ ہو تو دنیا میں ترقی کی راہ ہی رک جائے۔ یہ ضروری نہیں کہ ان لوگوں کا راستہ محض حق ہی ہو غلط بھی ہوتا ہے۔ مگر یہ دنیا سب اسماء باری تعالیٰ کا ظہور ہے۔[1415]

---

1413۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری، ص102

1414۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری، ص292

1415۔ ایضاً، ص380



toobaafoundation.com

## تحریفات کے پس منظر میں اہل حق کی کاوشوں کا اعتراف

اسی تناظر میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ

"اولاً مدلل کوشش سے قرآن شریف کے ترجمہ میں مرزائی تحریف کے مقامی سلسلہ کا رد جاری رکھو اور احراری اور جمعیت وغیرہ نیشلسٹ مسلم جماعتوں کے اتحاد کے متعلق ان تحریکوں اور جماعتوں کے مجتہدین سے گفتگو کرے اور میں مقلد حضرت مدنیؒ کا ہوں اور ان کے بعد احرار کو خصوصاً مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کا مولانا عطاءاللہ شاہ بخاریؒ کو حق سمجھتا ہوں باقی یہاں ایک کانگرس ہمارے ساتھ ہے جو کانگرس میں مجتہد ہے اگر کچھ کانگرس کے متعلق پوچھنا ہو تو اس سے پوچھو"۔[1416]

## معاشرتی ترقی میں جدید علوم سے استفادہ

زرعی ترقی کے حوالے سے بات کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

"محکمہ زراعت کی ترقیاں ترقی پر رہیں گی۔ تو یہ گندم کو ترقی دینے اور دانہ کا وزن حجم وغیرہ بڑھانے سے ہی تو ہوگا۔ مگر ہم قدامت پسندی کے باعث ان علوم کے ترقی کے امکانات پر سوچتے نہیں"[1417]

## معاشرہ سے افلاس کے خاتمہ کی حکمت عملی

مفلسی کے تدارک کے لیے آپ اسوہ رسول ﷺ کی حیات طیبہ سے مثالیں دیتے جیسا کہ حضور ﷺ کے سامنے ایک غریب سوالی آیا تو آپ نے اس کو کلہاڑی لے کر جنگل جانے اور لکڑیاں لانے کو فرمایا اور سوال سے باز رہنے کو فرمایا اور اس نے ایسا ہی کیا اور خوشحال ہو گیا اس حوالے سے حضرت ثانیؒ نے فرمایا کہ

"اگر لوگوں میں مفلسی اور مفلسی کے مفاسد پائے جاتے ہوں اور کوئی ہمدرد حکومت ایسے طریقے اختیار کرے کہ لوگ مفلسی اور اس کے برے نتائج سے پورے یا ادھورے بچ جائیں تو اس میں دین کی کیا مخالفت لازم آتی ہے"[1418]

## قرض سے احتراز کی ضرورت

رمضان میں خرچ کے حوالے سے بات کرتے ہوئے فرمایا کہ

"میں کسی کو کہہ کر نہیں دوں گا اور نہ کسی سے مانگتا ہوں۔ آخر تم قرض بھی تو لیتے ہو، قرض نہ لینا چاہیے میرا طریق ہے کہ جس طرح ہو بلا قرض گذر کرنا چاہیے تو اب تیس چالیس کافی ہوں گے پھر اور گنجائش ہوئی تو اور دیکھا جائے گا"[1419]

---

1416۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری، ص490

1417۔ ایضاً، ص313

1418۔ ایضاً، ص383

1419۔ ایضاً، ص500



toobaafoundation.com

## معاشرتی ترقی میں معاشی جدوجہد کی اہمیت

فرمایا کہ

"اگر آپ خود جدوجہد کرکے اپنی زمینوں کی کاشت نہیں کراؤگے، اس کا نتیجہ تو کاشتکاروں کا قبضہ ہونا ہی ہوگا۔ اگر تم سست پڑے رہوگے تو کون ہے جو محنت خود کرے اور اپنی محنت کا پھل تمہارے حوالے کر دیا کرے ہم نے تو شاہ زاہد حسین کو دیکھا ہے کہ خون پسینہ ایک کرکے اپنی کاشت کراتے تھے اگر وہ ایسا نہ کرتے تو آج ان کو اور ان کے لڑکوں کو کون پوچھتا۔ اب ان کے لڑکے سستی کرتے ہیں اس کا انجام بھی کیا اچھا ہو سکتا ہے"(1420)

## ذہنی رجحان واستعداد کے مطابق تعلیم کی فراہمی کی اہمیت

اس اہم معاشرتی پہلو کا ذکر کرتے ہوئے آپؒ نے فرمایا کہ

"یورپ میں لوگ ماہرین سے مشورہ لیتے ہیں جو بچوں کی استعداد کا اندازہ کرنے میں ماہر ہوتے ہیں اور پھر ان کے مشورہ کے مطابق بچوں کو تعلیم دیتے ہیں مگر ہمارے ہاں اس کا انتظام نہیں۔ یورپ والے زیادہ تر اسی لیے کامیاب ہوتے ہیں کہ جس استعداد کا بچہ ہوتا ہے اور جس طرف اس کا قدرتی رجحان ہوتا ہے وہ ویسی اور وہی تعلیم کراتے ہیں بیس پچیس سال پہلے میں نے اخبار میں ایک جرمن ماہر کا مضمون دیکھا تھا جو کہتا تھا کہ وہ بچے کو اپنے کھلونوں کے ساتھ دیکھ کر یہ بتا سکتا ہے کہ اس شخص کو اگر فلاں بات کی تعلیم دلائی جائے تو یہ کامیاب ہوگا۔ حفظ کے لیے بچے کی استعداد دیکھنی چاہیے۔"(1421)

نیز فرمایا کہ

"طلباء کے لئے دوران تعلیم میں اخبار بینی، سیاسی معاملات میں مشغول رہنا اور ایسے ہی اعمال مضر ہوتے ہیں۔ ہاں بعض آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کی استعداد ایسی ہوتی ہے کہ وہ کئی امور کی طرف توجہ رکھ سکتے ہیں ایک تو ایسے لوگ شاذ و نادر ہوتے ہیں دوسرے ایسی مشغولیتیں بہر حال مضر کچھ نہ کچھ ان کو پڑتی ہیں"(1422)

## مختلف زبانوں سے واقفیت کے حصول کی اہمیت

اس حوالے سے حضرت ثانیؒ نے فرمایا کہ

"جب ہم نے انگریزی تعلیم کو اپنا لیا تھا تو اب ہندی تو اس سے آسان ہے۔ اس کو اپنا لینا اور مہارت حاصل کر لینا تو کچھ مشکل نہیں اور نہ اس میں کوئی دینی نقصان ہے جبکہ بنگالی باوجود بنگالی لکھنے پڑھنے کے اور دوسرے صوبوں والے باوجود گجراتی وغیرہ کے سیکھنے کے مسلمان رہ سکتے ہیں تو ہم یوپی والے ہندی سیکھ کر اسلام میں کمزور کیوں ہو جائیں گے"(1423)

---

1420۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری، ص 81

1421۔ ایضاً، ص 136

1422۔ ایضاً، ص 106

1423۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری، ص 533



toobaafoundation.com

## انسانی معاشرہ کے لئے مزاج میں اعتدال کی اہمیت

فرمایا

"کہ طفلانہ مزاج اور ناعاقبت اندیش اسلامی قیادت نے قوم کا مزاج بگاڑ دیا ہے۔ غصہ اور نفرت کے سوا کچھ نہیں ہے کوئی شخص اپنی مرضی کے خلاف سچی بات سننے کا روادار نہیں اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم کرے اور ان کو صحیح رہنمائی عطا فرمائے خطرہ ہے کہ سینکڑوں برس کے لیے معاملہ ہاتھ سے نکل نہ جائے۔ مسلمانوں کی رہی سہی ساکھ بالکل جاتی رہی"۔ (1424)

## مساجد کے آزاد نظام کی افادیت

"حضرت ثانیؒ کی مجلس میں مساجد کی تولیت کے حوالے سے مولانا حبیب الرحمٰن رائے پوریؒ نے بیان فرمایا تو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے اس کی تائید میں فرمایا کہ آپ سچ کہتے ہیں۔ مولانا حبیب الرحمٰن نے فرمایا:۔

"اب اس کی یاد دہانی کی ضرورت دن بدن اور بڑھ گئی کہ مولوی قریبی زمانہ میں اگر وہ آزادی سے اپنے خیالات کی پیروی کرے گا۔ کسی مسجد اور مدرسہ میں جگہ نہ رہے گی۔ مساجد اور مکاتب بے دینوں کی تولیت ہوتے چلے جائیں گے۔۔۔۔ چندہ جمع کر کے مساجد اور مکاتب تو علماء بناتے مگر متولی بے دین انگریزی دان یا روساء کو بناتے ہیں میرا خیال ہے کہ ابھی گنجائش ہے کہ یہ تھوڑی زمین باہر لے کر اس میں چھپر باندھ کر جھونپڑوں میں پڑھانا شروع کر دیں اور اگر مسجد بنائیں تو اس کی تولیت اپنے نام کی رکھیں ورنہ دین کا چرچا ختم ہو جائے گا"۔ (1425)

## خدمت خلق کی معاشرتی و تربیتی اہمیت

ملکی تعمیر کاموں میں کام کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"خدمت خلق یہ تو بڑا کام ہے۔ باقی ذکر شغل پورے انہاک سے پورے نہ ہونا۔ اس کی فکر نہ کرو یہ ہو جائے گا۔ اس کام کو اگر وظیفہ بنا کر استقلال کے ساتھ مسلسل کیا جائے تو یہی۔۔۔۔۔۔ ذکر شغل کا کام دیتا ہے۔ دوسری روک کا بھی خیال نہ کرو حالات ٹھیک ہی ہیں جیسا خدا کو منظور ہو گا ہوتا رہے گا۔ اس میں زیادہ فکر نہ کرنا" (1426)

## شخصی حکومت اور عصری تقاضے

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے ملکی، سیاسی اور اقتصادی حالات کے ضمن میں فرمایا کہ

"آجکل شخصی حکومت مفید نہیں پڑتی۔ اس سلسلہ میں نواب رام پور کو میں بہت ہوشیار سمجھتا ہوں۔ فرمایا! نواب رام پور نے فوراً انڈین یونین کی شرکت منظور کر لی۔ وہاں کے بے سمجھ مسلمانوں نے ہڑبونگ کر کے نواب کو بغاوت کرنے کا مشورہ دیا اور ریاست

---

1424۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری، ص357

1425۔ ایضاً، ص271تا272

1426۔ ایضاً، ص540



toobaafoundation.com

کے دفاتر جلادیئے اور مولوی عبدالوہاب صاحب اور ان کے دوسرے ساتھیوں کو قتل کرنے کے درپے ہوئے۔ تو نواب نے فوراً انڈین یونین کو لکھا تو اس نے قابو پالیا اور مسلمان عام تباہی سے بچ گئے۔"(1427)

## ظلم کا انسداد اور سنت الٰہی

اس حوالے سے مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے فرمایا کہ

"باقی شخص سلطنتیں اور عام ظلم و فساد کا انسداد کرنے کے لیے صحیح غلط لوگ بھی پیدا کر دیئے جاتے ہیں اور بعض اوقات دنیا میں کوئی زبردست سلسلہ قائم کرنا منظور ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے مناسب ماحول پیدا کرنے اور پہلے جمے ہوئے ظلم و فساد سے آلودہ سلسلہ کو اُکھاڑ پچھاڑ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ مناسب تحریکوں کے اسباب مہیا فرمادیا کرتے ہیں"(1428)

## تعلیم کو مثبت مقاصد کے ساتھ مربوط کرنے کی ضرورت

معاشرتی آداب سکھاتے ہوئے، نوجوان کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

نوجوان میاں عبدالروف کا خاندان پرانا علمی اور اس علاقہ کا ذہین ترین اور مشہور خاندان تھا۔ وہ نوجوان بہت متاثر اور اس تعلیم سے بیزار ساتھا آپؒ نے اُسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا:۔

کہ دیکھوں باؤلوں کے کہنے میں آکر اب تعلیم نہ چھوڑو۔ بلکہ نیت تبلیغ اور خدمت اسلام کی کرلینا۔ اس طرح پڑھنا صحیح ہو جائے گا اور کوشش سے پڑھنا اور سادگی کی زندگی کو ملحوظ رکھنا اور اپنے والد صاحب سے ہرگز برگشتہ نہ ہونا۔ ان کی بات کو ماننا کہ وہ ناراض نہ ہو جائیں"(1429)

## انسان دوست سیاسی نظام کا قیام اور دین اسلام

معاشرتی بدحالی کی وجوہات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"جب مزارع (کاشت کار) ذرا خوشحال ہو تو ہم اس کے ہاں امانت کے طور پر زیادہ اناج رکھ دیتے ہیں جس کی وہ اچھی حفاظت بوجہ محفوظ مکان نہ ہونے کے نہیں کر سکتا۔ وہ کہتا بھی رہتا ہے کہ اناج خراب ہوتا جارہا ہے مگر ہم پرواہ نہیں کرتے۔ جب دوسرے ذرائع سے معلوم کرلیتے ہیں کہ اب اناج خراب ہو گیا تو جاکر دیکھ کر اس پر تاوان ڈال دیتے ہیں اور اس طرح اس کو پھر دانستہ بدحال کردیتے ہیں۔ تو ایسے حالات میں اگر ایسی جمہوری حکومت قائم کی جائے۔ جو مساوات ان معنوں میں قائم کرنے کے اصولوں پر کام کرلے کہ سب لوگوں کو حسب استعداد کچھ کام کرنا پڑے اور سب خوشحال زندگی بسر کریں اور ضروریات زندگی میں تنگ نہ رہیں۔ اچھا کھانا، اچھا پہننا اور گرمی سردی سے بچاؤ کا موزوں اور صاف مکان، مفت اعلیٰ طبی امداد اور عزت کی پرامن اور راحت بخش زندگی میسر ہو تو اس کو دین کے خلاف قرار دینا اور مذہب کو ایسی کوششوں میں آڑ بنانا، مذہب برباد کرنا اور لوگوں کو مذہب سے برگشتہ کرنے کی مترادف نہیں تو اور کیا ہے۔(1430)

---

1427۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری، ص535

1428۔ ایضاً، ص381

1429۔ ایضاً، ص429

1430۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری، ص154



toobaafoundation.com

## اجتماعی تقویٰ کا تبدیلی حالات میں کردار

فرمایا کہ

"مسلمانوں کو بجائے دوسروں کی غلطیوں اور زیادتیوں کا ماتم اور شکوہ کرنے کے، اپنی غلطیوں کو ٹٹولنا چاہیئے اور سمجھنا چاہیئے کہ موجودہ ناخوشگوار حالات ان کی اپنی غلطیوں کا نتیجہ اور خمیازہ ہیں۔ وہ غلطی یہی ہے کہ ہم نے اسلام کو لائحہ زندگی بنانے اور اسلامی اصولوں کو جدید حالات میں کام میں لانے میں کوتاہی کی ہے۔ اس لیے اب اگر چاہتے ہیں کہ یہ حالات بدل جائیں تو دعا اور عمل سے خدا کی طرف رجوع کریں۔ اخلاق درست کریں اگر ایسا کرلیا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ انفرادی تقویٰ اختیار کیا تو افراد کو حسب مقدار تقویٰ فائدہ ضرور پہنچے گا اور اجتماع نے ایسا کرلیا تو اجتماعی مشکلات بالکل رفع ہو جائیں گی حقیقتاً یہ جو خلاف طبع حالات ہم کو روز بروز پیش آرہے ہیں اپنے ہی ہاتھوں کے کرتوت ہیں۔ اگر ہم نیک ہو جائیں تو حالات بھی موافق ہو جائیں گے۔"([1431])

## درپیش مشکلات میں صبر اور حوصلہ کی اہمیت

فرمایا کہ

"انسان کو خصوصاً مسلمان کو مصائب پیش آتے ہیں ان کی شان یہ ہے کہ تمام لوگوں کے اعمال کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔ جو لوگ مصائب پر واویلا کرتے ہیں ان کو فائدہ کی بجائے نقصان ہوتا ہے۔ اور ان پر صبر کرکے نصیحت حاصل کرتے ہیں ان کی اصلاح اور ترقی ہوتی ہے۔ مسلمان کا کام مصائب سے اصلاح اور ترقی کا حصول ہے نیز ایک خوشی انعام پر شکریہ کے طور پر ترقی ہوتی ہے اور ایک کا موجب پہلا شعار مسلمان کا ہے اور دوسرا کفار کا۔"([1432])

## سائنسی تعلیم کی معاشرتی و علمی اہمیت

جدید تعلیم کے سلسلہ میں فرمایا کہ

"یہ ضروری ہے کہ اگر جدید تعلیم میں جدوجہد نہ ہوگی تو مسلمان یہاں بھنگیوں اور چماروں سے بدتر ہو جائیں گے۔"([1433])

مزید فرمایا کہ:۔

"دن بدن ایجادات ہوتی جارہی ہیں کہ جو باتیں پرانے زمانہ میں سمجھ میں نہ آتی تھیں۔ وہ اب سمجھ میں آنی آسان ہوگئی ہیں چنانچہ ریڈیو کی ذرا دیر میں آواز۔ اب کہاں سے کہاں تک پہنچ جاتی ہے۔ سائنس کا علم بھی اللہ تعالیٰ تک انسان کو کسی زمانہ میں پہنچادے، ہو سکتا ہے مگر یہ سفر بڑا طویل ہے کیونکہ ہر معلول کی علت اور پھر اس علت کی علت کی تحقیقات میں طویل عرصہ بعد نوع انسانی کا بدیہی طور پر علت العلل یعنی باری تعالیٰ کے یقین تک پہنچنا سمجھ میں آتا ہے مگر یہ نہیں معلوم کہ ایسا کب ہوگا اور ہوگا بھی یا پہلے دنیا فنا ہو جائے گی۔"([1434])

---

1431۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری، ص237

1432۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری، ص687

1433۔ ایضاً، ص675

1434۔ ایضاً، ص674



toobaafoundation.com

## دینی تقاضہ کو مقدم رکھ کر دینوی مصروفیات کی ضرورت

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کی مجلس میں سوال کیا گیا کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم تو کام میں لگ جاتے تھے۔ کوئی تجارت میں، کوئی زراعت اور صنعت میں، تو اب ہم کو بھی ایسا کرنا چاہئے۔ اس حوالے سے آپؒ نے فرمایا کہ

"ہم مونہہ بھر کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے نام لیتے ہیں۔ مگر ہم میں سے کس کو ایسی صحبت میسر ہے۔ جو فوراً اصلاح ہو جائے اور کام تو پھر کرنا ہی ہوتا ہے۔ ان کے کام مقدم نہیں تھے۔ وہ دینی ضرورت پر سب کام چھوڑ سکتے تھے۔ ہم معاشی ضرورت پر دینی کاموں کو ترک کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے دینی کام بھی ضرورت کے اعتبار سے دنیا کے ہی کام ہیں"(1435)

## علوم وفنون میں مہارت کے ساتھ صحبت صالح کی ضرورت

فرمایا کہ

"موجود دور میں اپنی بقا کے لیے جدید علوم وفنون سے ایک لمحہ کے لیے نظرانداز نہیں کر سکتی۔ وہ علوم وفنون اغیار سے سیکھنے ہوں گے اور ان میں مہارت حاصل کرنے کے لیے آج کل پوری قوم کو لگانا پڑتا ہے۔ تاکہ اس میں سے ایک معتد بہ عنصر ماہرین کا اور باقی دوسرے مدارج کو پُر کرنے والے کافی تعداد میں نکل آئیں۔ صحبت کا اثر ایک لازمی امر ہے۔ تو یورپ میں سیکھنے جانے سے جیسے ترک اب وہ ترک نہیں رہے۔ بلکہ اسلام کے قوانین کو بالائے تاک رکھنے والے ہو گئے ہیں جن کو فتوی کی رو سے تو کافر اور غیر مسلم نہیں کہہ سکتے"(1436)

---

1435۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری، ص485

1436۔ ایضاً، ص260



toobaafoundation.com

# باب چہارم

## فصل پنجم

### مولانا تھانویؒ اور مولانا رائے پوریؒ کے معاشرتی رجحانات کا تقابلی جائزہ

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے صوفیانہ و معاشرتی فکر دونوں کی اصلاح کی۔ جب معاشرہ مادیت پرستی، خود غرضی اور لادینیت کا شکار تھا۔ صنعتی انقلاب نے لوگوں کو درندہ صفت بنادیا تھا جو اپنے ہم جنسوں اور اپنے سے کمزور انسانوں کو خود غرضی اور حرص کے دانتوں سے کاٹ رہے تھے۔ انسانوں میں باہمی انسیت کا مادہ ختم ہو چکا تھا۔ اس پر آشوب دور میں معاشرت کی اصلاح کی سب سے زیادہ ضرورت تھی۔ اس حوالے سے اگر دیکھا جائے تو ان حضرات کا معاشرہ میں اصلاح کا بیڑا اٹھانا اصلاح و تجدید کا سب سے بڑا کارنامہ تھا۔

اس حوالے سے مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ:

> ”آج کل معاشرت تو اس درجہ خراب ہوگئی ہے کہ قطعاً اس کی پرواہ نہیں کی جاتی کہ ہماری اس بات سے یا کام سے دوسروں کو تکلیف ہوگی یا ان کی پریشانی کا سبب ہوگا۔ حالانکہ حقوق العباد کا ادا کرنا اور درود و وظائف سے بدرجہا ضروری ہے۔ اس کے ترک سے مواخذہ ہوگا اور ترک وظائف سے کچھ مواخذہ نہیں“۔(1437)

حضرت تھانویؒ کا ایک یہ اصول بھی تھا جو کہ حقیقت میں دین کا بنیادی اصول ہے ”کار خود کن کار بیگانہ کن“ (پہلے اپنی اصلاح پھر غیر کی)۔ اگر سب اپنی اصلاح کریں تو اجتماعی حالت خود درست ہو جائے افسوس کہ مسلمان دوسرے ملکوں کے مسلمانوں کی آزادی کے لئے تو تحریکیں چلاتے ہیں اور اپنے نماز روزے وغیرہ کا فکر نہیں۔ جس دین کے تعلق کی وجہ سے آپ دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے جلسے جلوس نکالتے ہیں اس دین پر عمل خود کیوں نہیں۔ اپنے بیوی بچوں کو عمل کیوں نہیں کراتے۔ افسوس کہ جو اختیاری کام ہے وہ تو کرتے ہیں نہیں اور جو اختیار سے باہر ہے اس کے لئے شور و غل مچاتے ہیں۔(1438)

حضرت مولانا تھانویؒ کی تعلیمات میں نظم و ضبط، انفرادی معاشرت کی اصلاح اور چھوٹی چھوٹی باتوں کا خاص خیال رکھا جاتا تھا فرمایا کہ:

> ”مجھ کو جزئیات کا بہت اہتمام ہے۔ بزرگوں کے ہاں بڑی بڑی باتوں کی تعلیم ہوتی ہے اور چھوٹا ہوں اس لیے میرے یہاں چھوٹی چھوٹی باتوں کی تعلیم ہوتی ہے“۔(1439)

ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کے عملی اہتمام کو بڑے بڑے اہل اصلاح و تقویٰ کے ہاں بھی قابل التفات نہیں سمجھا جاتا لیکن حضرتؒ کے ہاں ان چیزوں کا خاص اہتمام ہے۔

---

1437۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، دعوات عبدیت، کراچی، مکتبہ تھانوی، دفتر الابقاء، جلد 2، س، ن، ص 47۔

1438۔ بیاد حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، اشاعت خاص ماہنامہ الحسن، لاہور، جامعہ اشرفیہ، جلد دوم، ص 104۔

1439۔ ایضاً، 1987ء، جلد اوّل، ص 292۔



toobaafoundation.com

اس کے برعکس حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے ہاں اجتماعی اصلاح کو خاص طور پر موضوع بنایا گیا ہے۔ حضرت رائے پوریؒ نے گزشتہ صدی کے اوائل میں اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق جس طرح دینی رہنمائی فرمائی تھی وہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اپنے دور کے معروضی حالات کو سامنے رکھ کر نوجوان نسل تک دین اسلام کی سچی تعلیمات منتقل کی جائیں۔ بیسویں صدی میں برصغیر پاک و ہند عالم گیر تبدیلیوں کی زد میں رہا ہے۔ ایسے حالات میں دینی تعلیمات سے آگہی کے حوالے سے انسانیت بڑے تذبذب کا شکار رہی ہے۔ ایک طرف مذہب کے انکار کی تحریکیں تھیں جنہوں نے بہت سے فتنوں کو جنم دیا۔ دوسری طرف مذہب کی نمائندگی کرنے والوں نے مذہب کو اپنے ذاتی گروہی اور طبقات مفادات کے لئے استعمال کیا۔ اس تناظر میں نوجوان نسل بھی دین اسلام کی تعلیمات کے حوالے سے بڑے تذبذب کا شکار ہے۔ ایسے حالات میں ایک ایسے صحیح رہنما اور سچے رہبر اور مربی کی ضرورت تھی۔ حضرت رائے پوری کا جس سلسلہ تصوف سے تعلق تھا۔ اس کا ذکر و شغل، اس کا انقطاع الی اللہ، اس کی یکسوئی و بے نیازی اس کو مسلمانوں سے جدا اور بے فکر نہیں بناتی۔ بلکہ اور زیادہ اسلام اور مسلمانوں کے درد میں مضطرب اور بے قرار بناتی ہے۔ چنانچہ اسلام کی فکر مندی اور مسلمانوں کے حالات سے باخبری آپؒ کی طبیعت ثانیہ اور پورے نظام زندگی کی روح رواں بن گئی تھی۔ (1440)

حضرت رائے پوریؒ اور ولی اللہی فکر رکھنے والے اکابرین نے ہمیشہ اجتماعیت، اور جماعت بندی کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے اسے نصب العین کو عملی شکل دینے کے لئے ضروری قرار دیا۔ حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کے مطابق

> "جماعت سے مراد یہ ہے کہ چند لوگ جو ہم فکر ہیں وہ اپنی فکر کے مطابق جمع ہو جاتے ہیں۔ ان میں کوئی اونچ نیچ نہیں ہوتی۔ وہ اپنے نصب العین کو جانتے ہیں اور اس کی خاطر ہر خطرہ برداشت کرنے کو تیار ہیں۔ وہ ایک جسم کی طرح کام کرتے ہیں اس حیثیت میں وہ جماعت کہلاتے ہیں"۔ (1441)

"اسی تناظر میں شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے فرمایا کہ فکر و نظریے (نصب العین) کو معاشرے میں غالب کرنے کے لئے جماعت کا ہونا ضروری ہے۔ جماعت کے ذریعے ہی معاشرے میں تبدیلی آسکتی ہے۔ محض وعظ پر گزارا کرنے والی جماعتیں انقلاب نہیں لاسکتیں۔" (1442)

ان دونوں حضرات (مولانا تھانویؒ اور مولانا رائے پوریؒ) کی انفرادی اصلاح اور اجتماعی اصلاح کے مختلف پہلو اب ہمارے سامنے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں اس بات پر بہت غور و فکر کی ضرورت ہے کہ عصر حاضر کے بنیادی چیلنجز کیا ہیں اور ان کو حل کرنے کے لئے درست خطوط پر جدوجہد کرنے کی کتنی ضرورت ہے۔ یہ حقیقت ہم سب جانتے ہیں کہ انسانی معاشرہ مسلسل ارتقا پذیر ہے۔ انسانی سماج کا مطالعہ ہمارے سامنے اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ انسانیت کا ایک دور پتھر کا دور کہلاتا ہے۔ جب کہ دوسرا دور وہ ہے جس میں انسان زرعی پیداواری رشتوں کے ذریعے سے اپنے آپ کو آگے بڑھاتا ہے۔ پھر اگلا دور آتا ہے۔ جس میں تجارت کی بنیاد پر پیداواری رشتے وجود میں آتے ہیں اور ان پیداواری رشتوں کے ذریعے سماجی تعلقات کی ایک نئی نہج سامنے آتی ہے۔ یوں انسانی معاشروں کی تشکیل تجارتی بنیادوں پر قائم ہوتی ہے۔

---

1440۔ للّٰہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، حیات طیبہ، لاہور، القادر ناشران کتب اسلامی، 1984ء، ص 128۔

1441۔ سندھی، عبیداللہ، مولانا، قرآنی شعور انقلاب، رحیمیہ مطبوعات، لاہور 2009ء، 557۔

1442۔ مجلہ عزم (سیریز نمبر: 250)، ملتان، جنوری۔مارچ 2011ء، ص 15۔



toobaafoundation.com

اس کے بعد حالیہ دور کا آغاز ہوتا ہے۔ آج کا یہ دور نہ صرف صنعتی ترقی کا دور ہے بلکہ دنیا ڈیجیٹل دور میں داخل ہو کر نئے پیداواری رشتوں کا تقاضا کر رہی ہے۔ اس تناظر میں نئے فکری، سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی پیداواری رشتوں کے تقاضے ابھر رہے ہیں۔ اب دنیا بھر میں وہ معاشرے ترقی کرتے ہیں جو اپنے دور کے چیلنجز کو سامنے رکھ کر اس کے مطابق ایک فکر و نظریہ متعین کرتے ہیں۔ پھر اس کی اساس پر اپنے معاشروں کی سیاسی اور معاشی تشکیل کرتے ہیں۔[1443]۔

اسی تناظر میں مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے معاشرتی رجحانات کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ عصر حاضر کے ان چیلنجز کے حوالے سے ان حضرات کی فکر اور نظریہ کیا تھا۔

- حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ تکبر کا حاصل یہ ہے کہ کسی کمال دنیوی و دینی میں اپنے آپ کو بااختیار خود دوسرے سے اس طرح بڑا سمجھنا کہ دوسرے کو حقیر سمجھے تو اس میں دو جز ہوں گے۔ (1) اپنے آپ کو بڑا سمجھنا (2) دوسرے کو حقیر سمجھنا یہ تکبر کی حقیقت ہے۔ جو حرام اور معصیت ہے۔[1444]

  تکبر کے حوالے سے حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ

  > "کہ دنیا کے لوگ جس قدر بڑے ہیں، اہل دین کو بے وقوف سمجھتے ہیں۔ اہل علم و دین کی شان یہ ہے کہ ان کو تذلیل سے بچاتا ہے اور اہل تکبر کو کھینچتا ہے"[1445]

  مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ معاشرتی بگاڑ میں تکبر و نخوت کے کردار کے حوالے سے بیان فرمایا کہ:

  ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تکبر و نخوف وغیرہ کو بہت ہی برا سمجھا جاتا ہے۔

وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ (القرآن 49:11) یعنی برے نام رکھنا طعن تشنیع یہ بھی برا ہے فرمایا کہ پہلے جب بادشاہ کسی ملک، قوم یا شہر پر قبضہ کرتے ہیں تو وہاں کے معززین کو ذلیل کر دیتے ہیں زمینداروں میں یہ چیز بہت آگئی ہے۔ گاڑھوں کو بھی ذلیل سمجھتے تھے۔ گوجروں کو بھی ایسا ہی سمجھتے تھے اور چماروں کو تو کچھ سمجھتے ہی نہیں۔ اس کے رد عمل میں دوسری قوموں میں بھی طعن و تشنیع بہت آگیا ہے۔۔۔۔۔ اسی تکبر، نخوب، غرور اور تعلی طعن کا نتیجہ اور بھی ہو سکتا ہے بعض حضرات نے تو کتاب بھی لکھ دی جس میں بعض قوموں کی برتری اور عزت، شرافت اور بعض کو اس کے خلاف ثابت کیا۔ ایسے موقع پر تو اگر کچھ تھوڑی بہت گنجائش بھی ہو یہ نہ لکھنا چاہیے تھا۔[1446]

اس حوالے سے دیکھا جائے تو دونوں حضرات ہی معاشرتی بگاڑ میں تکبر اور نخوت کے کردار کے خلاف تھے۔

- اسلام میں حسن معاشرت کی ضرورت اور اہمیت کے حوالے سے فرمایا کہ شریعت محمدی میں حسن معاشرتی کی بڑی تاکید آئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسروں کے ساتھ خفیف سی بد تمیزی بلکہ بے تمیزی کی بھی اجازت نہیں دی بلکہ یہاں تک کہ خام لہسن اور پیاز کھانے والے کو مساجد اور ان جگہوں سے جہاں لوگوں کا ہجوم ہو جانے سے منع فرمایا تا کہ اس کے منہ کی بدبو سے دوسروں کو اذیت نہ ہو۔ جو شخص کھانے، درس یا درود و وظائف میں مشغول ہو اس کو سلام نہ کیا

---

1443۔ سہ ماہی شعور و آگہی، ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ ٹرسٹ، شمارہ نمبر 1، جلد نمبر 2، 2010ء، (جنوری تا مارچ) ص 96۔

1444۔ محمد اختر، حکیم، تعلیمات مجدد الملت، جامعہ اشرفیہ، لاہور 1998ء، ص 3

1445۔ ظفر، حکیم محمود اختر، چودھویں صدی کا عظیم مصلح، ص 5

1446۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات، مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، سید احمد شہید اکیڈمی، لاہور، 1977ء، ص 52، 51۔



toobaafoundation.com

جائے۔اسی طرح مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت کے باوجود جس شخص کو گندہ دہنی کا مرض لاحق ہو اس کو مسجد میں آنے سے منع کیا۔(1447)

اسی طرح حسن معاشرت کے حوالے سے مولانا رائے پوری کچھ یوں بیان کرتے ہیں کہ اپنے مسلک پر سختی اور لوگوں سے نرمی، یہ ہم نے اپنے بزرگوں میں دیکھی کہتے ہیں کہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم کے ایسے اخلاق تھے کہ مداہنیت ذرا بھر نہ تھی۔ مگر درست بات حالانکہ تلخ ہوتی ہے ایسے نرم طریق پر فرمایا کرتے کہ گویا والدہ گود میں دیکھی ہے اور اس کا نام حسن معاشرت ہے۔جو نہایت ضروری ہیں۔۔۔اسلام نے معاشرت کی کچھ ایسی باتیں بھی بتائی ہیں جو بغیر جغرافیائی اختلاف کے ہر جگہ یکساں قابل عمل ہے۔(1448)۔

مثلاً یہ کہ اپنے بھائی کے لئے وہی چاہو جو اپنے لئے چاہتے ہو۔(1449)

فرمایا اگر حدیث پر عمل ہو جائے تو دنیا کے جھگڑے مٹ جائیں اور برائے نام کوئی جھگڑا رہے۔(1450)

- فرقہ وارانہ فسادات کے مذہبی نقصان کے حوالے سے حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ ملکی اثرات حقائق کو بھی متاثر کرتے ہیں۔دوسری طرف فرنگی اقتدار کو باقی رکھنے کے لئے فرقہ بندیاں، ان میں تصادم، حکمت عملی کا اہم تقاضا تھا۔اس لیے شیعیت وغیرہ شیعیت کے جھگڑے، دیوبندی اور بریلی کی آویزشیں، تقلید و عدم تقلید کا ہنگامہ، شریعت و طریقت کی باہمی رقابت، بدعت و سنت کی مقابلہ آرائی، قبر پرستی، پیر پرستی اور خدا جانے کتنی اور بلائیں قدیم اور جدید تعلیم ایک دوسرے کے سامنے ٹھونک کر کھڑی تھیں، غیر منقسم ہندوستان میں سیاسی اختلافات نے مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا تھا نیز پنجاب سے ختم نبوت پر جو سفاکانہ حملہ ہوا اس کی شدت نے تو پورے ماحول کو تنور بنا رکھا تھا۔اس تیرہ و تار ماحول میں حضرت تھانویؒ نے کام کیا۔(1451)

مولانا رائے پوری فرقہ وارانہ فسادات کے مذہبی نقصانات کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ

> ”لوگوں کو بجائے مذہبی لڑائی کے اب زمیندار، کاشتکار، مزدور اور سرمایہ دار وغیرہ پر لڑنا چاہیے۔اس سے مذہب کو بدنام کرنے کا قصہ ختم ہو جائے گا۔ مشن کا فسادات دیکھنا دوسرے ملکوں میں ہندوستان کو بدنام کرنے اور انگریزوں کا حکمرانی کے جواز میں دلائل قائم کرنے کے سوا کوئی مقصد نہیں ہو سکتا فرمایا باہمی سمجھوتہ ہوتا نظر نہیں آتا لیکن جہاں فریق مخالف کو گرانا مقصد ہو وہاں پر سمجھوتہ کی صورت ہی کیا ہو........میرے ایک زمیندار نے بتایا کہ جہاں رعایا میں لڑائی نہ ہو وہاں لڑائی کرانا اور جہاں لڑائی ہو، اس کو جاری رکھنا یہ زمیندارہ کو مضبوط رکھنے کے لئے ضروری ہے“۔(1452)

---

1447۔ ظفر، محمود احمد، حکیم، چودھویں صدی کا عظیم مصلح، ص 41

1448۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، لاہور، سید شہید اکیڈمی، 1997ء، ص 60۔

1449۔ بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ وسننہ وایامہ، باب الایمان، حدیث نمبر 13، جلد اوّل مکتبہ ترجمان، دہلی 2004ء۔

1450۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 61۔

1451۔ کشمیری، انظر شاہ، مولانا حکیم الامت چودھویں صدی کے مجدد، جامع اشرفیہ، لاہور 1998ء، ص 8

1452۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 75۔



toobaafoundation.com

- تشبہ بالکفار اور عصری تقاضوں کے حوالے سے حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ کوئی انگریزوں کی بغل میں جا کر گھستا ہے کہ ان کے پاس ہماری فلاح وبہبود کے اسباب ہیں۔ان کی سی بول چال، ان کا سا لباس ان کی سی معاشرت اختیار کرتا ہے تو کوئی ہندوؤں کی بغل میں جا کر گھستا ہے کہ ان کے ساتھ رہنے میں ہماری فلاح وبہبود ہے ان کے ساتھ شریک ہو کر احکام اسلام کو پامال کرنے کو تیار ہوا ہو جاتے ہیں حتی کہ ایمان تک ان کی نظر کر دیا۔(1453)۔

حضرت تھانویؒ نے مزید فرمایا کہ :

> ''بعض امور شریعت میں تو انکار تک نوبت آگئی ہے لیکن عملی لحاظ سے سب سے زیادہ آج کل ضرب کاری ہماری معاشرے پر لگی ہے۔جس کی وجہ سے مسلمانوں کا قومی واسلامی تشخص ختم ہو چکا ہے۔خواہ کوئی بین الاقوامی فورم ہو یا کسی انٹرنیشنل سرکاری وغیر سرکاری تنظیم اور ادارہ کا اجتماع ہو حتی کہ اسلامی ممالک کے مندوبین مثلاً موتمر عالم اسلامی کا اجتماع ہو۔اسلامی ''Summit'' کانفرس ہو۔ان کے شرکا کے لباس وپوشاک، وضع قطع، طور طریق، بول چال، رہن سہن، نشست وبرخاست، بعام وقیام اور ظاہری شکل ومشابہت سے یہ پتہ لگانا مشکل ہے کہ ان میں سے کون مسلمان ہے اور کون نصرانی''۔(1454)

اس حوالے سے حضرت رائے پوری کی فکر کچھ یوں ہے ایک زمانہ میں بٹن لگانا بدعت تھا۔اسی طرح جوتوں میں دائیں بائیں کے امتیاز کے جوتے پہننا معیوب سمجھا جاتا تھا۔وہ تشبہ بالکفار قرار دیا جاتا تھا۔اس حوالے سے مولوی عبدالعزیز خان ایسا کرنے سے منع کرتے تھے۔اس کے بعد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے دائیں بائیں کے امتیاز کے جوتے پہننے شروع کر دیئے تو خود مولوی صاحب بھی پہننے لگے تو اب گویا یہ تبدیلی درست ہو گئی۔یہی حال اور اشیا کا ہے۔اب کے مولوی عبدالعزیز نے رسٹ واچ کلائی پر لگا رکھی ہے۔شاید کسی بزرگ کے دیکھ لی ہو، ورنہ اس سے پہلے جیبی گھڑی کا رواج تھا۔(1455)

- حضرت تھانویؒ کے زمانے میں بھی بعض علمائے تقلید میں غلو کرتے تھے اور غیر منصوص مسائل میں وہ سوائے امام ابوحنیفہ کے اور کسی قول کو کوئی وقعت نہیں دیتے تھے۔اس ضمن میں حضرت تھانویؒ نے ایک کتاب بھی لکھی جو ''الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد'' کے نام سے موسوم ہے۔جس میں آپ نے تقلید اور اجتہاد میں میانہ روی اور اعتدال پر زور دیا لیکن ایک فوری ضرورت کے پیش نظر آپ نے تقلید کے بارے میں ایک عملی قدم اٹھا کر یہ ثابت کر دیا کہ تقلید کوئی جامد چیز نہیں ہے۔اگر مفاد عامہ کی خاطر ضروری ہو تو ایک خاص مسئلہ میں ایک خاص امام کی رائے چھوڑ کر دوسرے امام کی رائے پر کسی اجتہادی رائے پر عمل کیا جا سکتا ہے۔(1456)

اسی طرح مولانا رائے پوریؒ نے غلو کے معاشرتی نقصانات کے حوالے سے فرمایا کہ مولانا حسین علی بدعتیوں کو علم غیب خدا کے سوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولیا کرام کو جاننے والا اور ماننے والا کی وجہ سے کافر قرار دیا کرتے تھے۔مولانا کے شاگرد اور

---

1453۔ صوفی، محمد سرور، مولانا حکیم الامت کے مجددانہ کارنامے، جامع اشرفیہ، لاہور 1998ء، ص 7

1454۔ ظفر، محمد احمد، حکیم، مجدد تھانوی اور صنف نازک، جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ، لاہور 1987ء، ص 9

1455۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص 126۔

1456۔ پروفیسر انوار اللہ، مولانا، حضرت حکیم الامت بحیثیت فقیہ، تالیفات اشرفیہ، ملتان 1990ء، ص 12، 13



toobaafoundation.com

مرید حضرات میں سے بعض حضرات نے ایک پارٹی بنالی۔ جواب بھی اسی شغل میں شدت سے مشغول ہے کہ وہ بدعتیوں کے ذبیحہ کو جائز نہیں سمجھتے اوران کی عورتوں کو دوبارہ مسلمان کرکے دوبارہ نکاح جائز سمجھتے ہیں اس پر مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا کہ :

"ہمارے نزدیک وہ کافر نہیں اور ہم ان پر کفر کا فتویٰ نہیں لگاتے۔ یہ غلو اور زیادتی ہے"۔(1457)

- مذہب کے نام پر معاشرتی نفاق اور اس کے نقصان کے حوالے سے مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ اہل اموال کو خوش کرنے کے لئے اور ان کی دنیوی غرض کی تسکین کے لئے دین کے مسائل میں ہیر پھیر کردیتے ہیں۔ جن سے اگرچہ امرا وقتی طور پر ایسے علما سے خوش ہو جاتے ہیں لیکن جلد ہی ان علما کا وقار بلکہ شخصیت امرا کی نظروں میں گر جاتی ہے اور پھر وہ ان علما پر دوسرے کو قیاس کرکے پوری جماعت اور اہل علم کے پورے طبقے ہی سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔(1458)

حضرت تھانویؒ نے فرمایا:

"نو تعلیم یافتہ جماعت میں خصوصیت سے ایک اور فتنہ عام یہ ہے کہ وہ احکام شریعت کی علت و غایت اپنی رائے سے تلاش کرکے ان کے وجود وعدم پر احکام کے وجود وعدم کو منحصر سمجھتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ منصوص احکام سے تصرف کرتے ہیں چنانچہ بعض کی نسبت مسموع ہوا کہ انہوں نے وضو کی علت غائی نظافت کو سمجھ کر جب اپنے کو نظیف دیکھا تو وضو کی حالت نہ سمجھی، اور بے وضو نماز شروع کردی۔"(1459)

حضرت مولانا رائے پوریؒ نے مذہبی نفاق کو زیر بحث لاتے ہوئے فرمایا:

آج زمانہ کہاں سے کہاں چلا گیا مولوی (انوار الحق) نے بہت کچھ انقلابی داؤ کیے مگر سیاست کے سامنے مذہب مات کھا گیا پورا تو پتہ نہیں مگر خیال ہے کہ ہندوستان کی اگلی نسلیں یہ دیکھ کر کہ مذہب آپس میں نفاق کا موجب ہے۔ مذہب کو ہی خیر باد کہہ دیں گے۔ حالانکہ مذہب نفاق نہیں سکھاتا یہ تو کچھ اور ہی چیز ہے جو نفاق سکھارہی ہے۔ مگر آنے والی ہندو مسلم نسلیں پھر بھی مذہب کو مطعون کریں گی اور مولوی بیچارہ پھر بھی پٹتا رہے گا یہ خیال ہے الہام نہیں۔(1460)

عیش پرستی اور لذت پرستی کے معاشرتی نقصانات کے حوالے سے حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ ایک مسجد کے باہر سماع ہو رہا تھا ڈھولک سارنگی بج رہی تھی۔ نماز کا وقت آگیا۔ باجے والے نماز کو مسجد میں گئے تو آلات کو بھی مسجد میں لے گئے، ایک صاحب نے اعتراض کیا، یہاں مسجد میں آلات معصیت۔ ان اہل سماع میں ایک مولوی صاحب بھی تھے وہ جواب میں کہتے ہیں کہ آپ بھی تو آلات زنا لیے مسجد میں آئے ہیں کیا بیہودہ جواب ہے کہتے ہیں جس چیز کو انہوں نے آلہ معصیت کہا ہے وہ آلہ معصیت کہاں ہے؟ آلہ معصیت تو وہ چیز ہے جو وضع کی جائے معصیت ہی کے لئے اور یہ معصیت کے لئے وضع نہیں کیا گیا۔ یہ تو ایک حلال ضرورت کے لئے وضع کیا گیا ہے۔(1461)

---

1457۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص146۔

1458۔ بیاد حکیم الامت مجدالملک حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ (اشاعت خاص) الحسن، جلد اوّل، ص301۔

1459۔ ایضاً، جلد2، ص98۔

1460۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص77۔

1461۔ ظفر، محمود احمد حکیم، چودھویں صدی کا عظیم مصلح، ص13



toobaafoundation.com

اس حوالے سے حضرت ثانیؒ نے فرمایا کہ ہندوستان کے بادشاہ اکثر عیش پرستی اور لذت پرستی میں مشغول رہے لیکن دین کے لئے کچھ نہیں کیا۔ محض ملک کی توسیع کے لئے فتوحات کرتے رہے اور احمد شاہ ابدالی کے بارے میں تو یہاں تک مشہور تھا کہ ''کھادا پیتا لاہے دا وہی احمد شاہے دا'' یعنی جو کھا پی لیا وہ اپنا ہے، باقی احمد شاہ کا ہے۔ اسی طرح اکبر نے تو بالکل نئے دین کی بنیاد رکھ دی تھی۔ دین کے لئے صرف علما اور اولیا کرام نے کام کیا ہے ہمارے بادشاہوں نے اس طرف کوئی توجہ نہیں کی اگر یہ حضرات توجہ کرتے ہوئے اسلام کی بہت ترقی ہوتی اور ہندوستان میں مسلمان اکثریت میں ہوتے۔ [1462]

- مسلمانوں کی بد عملی جو کہ اسلام کی راہ میں رکاوٹ کا باعث ہے اس حوالے سے حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ سود کے لین دین، تحریر و گواہی سب پر لعنت آئی ہے جو چیزیں ناپ تول کر بکتی ہیں اور ایک طرح یعین ایک جنس کی ہیں جیسے گیہوں، اس کے مبادلے میں دو باتیں ضروری ہیں ایک یہ کہ برابر برابر ہوں اگرچہ ادنیٰ و اعلیٰ کا تفاوت ہو دوسرے یہ کہ دست بدست اگر ایک امر میں بھی خلاف ہو تو سود ہو جائے گا، اسی طرح اگر نہ جنس ایک ہو نہ ناپ تول کر بکتی ہوں جیسے گھوڑا اور اونٹ تو نہ تو برابر ہونا ضروری ہے نہ دست بدست ہونا آج کل جو زیور خریدا یا بنوایا جاتا ہے اس کو تفاوت نرخ کی وجہ سے اکثر برابر بھی نہیں لیا جاتا اور اکثر اُدھار بھی رہ جاتا ہے جو بالکل سود ہے۔ [1463]

اس تناظر میں حضرت رائے پوریؒ بات کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''میں نے سنا ہے کہ موتی لال نہرو (جواہر لال نہرو کے باپ) اور اس کا تمام خاندان مسلمان ہونے لگا تھا۔ ایک مزار پر آئے، وہاں قبر پرستی دیکھی تو کہنے لگے کہ ان اور ہم میں کیا فرق ہے، ہم بت پوجتے ہیں اور یہ قبر پوجتے ہیں، چنانچہ مسلمان نہ ہوئے گویا مسلمان اپنی بد عملیوں کی وجہ سے اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔'' [1464]

- طبقاتی سوچ کے نقصانات کے حوالے سے حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ:

> ''جب تقلید کا دور آیا اور لوگوں نے اپنے مسلک کے علاوہ کسی اور کے قول کو تسلیم کرنے یا اجتہاد کرنے سے بالکل انکار کیا اور یوں مختلف اسلامی ممالک میں اسلامی احکام میں جمود آگیا اور اس جمود سے مخالف اسلام طاقتوں نے فائدہ اٹھایا اور انہوں نے ان اختلافات کو اور بھی ہوا دی اور یوں مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا۔ گویا حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی جن میں کسی وقت تعبیر اور تشریح کا اختلاف تھا اب مستقل مذہب بن گئے اور ہر ایک میں دوسرے کے لئے کوئی جگہ نہیں رہی اور ان میں سے ہر ایک کے پیروکار کسی جزیئے میں اپنے مسلک کو چھوڑنے پر بالکل تیار نہیں تھے۔'' [1465]

حضرت رائے پوریؒ نے طبقات سوچ کے نقصانات کے حوالے سے فرمایا کہ گڑھ شنکر ضلع جالندھر میں ایک دفعہ چار پانچ سو چمار مسلمان ہوئے۔ ایک مسلمان راجپوت صاحب لٹھ ٹیکتے ہوئے تشریف لائے اور انہیں کہنے لگے۔ تم مسلمان ہو کر ہمارے بھائی بننے

---

1462۔ للّٰہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص 101،100۔

1463۔ ظفر، محمود احمد، حکیم، چودھویں صدی کا عظیم مصلح، ص 50

1464۔ للّٰہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص 43۔

1465۔ پروفیسر، انوار اللہ، مولانا، حضرت حکیم الامت بحیثیت فقیہ، ص 12



toobaafoundation.com

لگے؟ میں لٹھ مار کر تمہارا سر پھوڑ دوں گا۔ انہوں نے عرض کیا، اچھا خان صاحب ہم مسلمان نہیں ہوتے اس پر حضرتؒ نے بڑے افسوس کے ساتھ بتایا کہ یہ تو ہمارے مسلمانوں کا حال ہے۔ (1466)

- حضرت تھانویؒ نے انسانی معاشرہ میں متنوع معاشی رجحانات اور پیشوں کے بارے میں فرمایا کہ:

سب سے بہتر دستکاری ہے۔ اس کو انبیا علیہم السلام نے اختیار فرمایا، زرینہ کی خرچی اور جھوٹے تعویز گنڈے، فال کھولنا وغیرہ کا نذرانہ سب حرام ہے۔ آج کل کے پیرزادے دونوں بلاؤں میں مبتلا ہیں۔ لوگوں کو خوب ٹھگتے ہیں۔ مانگنے کا پیشہ سب سے بدتر، ذلیل اور گناہ ہے۔ اس سے گھاس کھودنا، لکڑی کاٹ کر بیچنا ہزار درجہ بہتر ہے، تجارت بہت عمدہ چیز ہے، امانت اور راستی اس کا جزو اعظم ہے۔ تجارت کے منافع سے خیرات کرتے رہا کرو، اس کی بدولت وبال میں کمی آتی ہے سودے میں عیب چھپانے سے برکت اڑ جاتی ہے۔ (1467)

پیشوں کے حوالے سے حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا کہ:

> ''دنیا میں ہر شخص کی طبیعت کے مطابق محبت مختلف صورتیں اختیار کرتی ہیں۔ دیکھو کسی کو تجارت کرنے کا ذوق ہے کسی میں زراعت کا شوق ہے، کسی پر صنعت و حرفت میں ترقی کرنے کے جذبات غالب ہیں اور روپیہ کمانے کی محبت ہے یہ مختلف صورتیں اختیار کر رکھی ہیں۔'' (1468)

- حضرت مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ دین کا مقصود اصلی سیاست نہیں بلکہ اس کے ذریعے رضائے حق کا حصول ہے افتراق وانشقاق کے معاشرتی اور سیاسی نقصانات کے حوالے سے فرمایا کہ ہر قسم کی سیاسی جدوجہد شرعی احکام کے دائرے میں رہ کر کرنی چاہیے۔ سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے دین کے کسی معمولی سے معمولی حکم یا تقاضے کو بھی قربان کرنا جائز نہیں ہے...... شدید نفسانی تقاضوں کے باوجود اپنے آپ کو شریعت کے تابع رکھنا ہے، ورنہ سیاست ایسا خار دار ہے جس میں قدم قدم پر نام و نمود اور جاہ و مال کے فتنے پیدا ہوتے ہیں۔ نفس و شیطان کی تاویلات انسان پر یلغار کرتی ہیں۔ ان تمام محرکات سے مغلوب ہو کر اسی راستے پر چل پڑتے ہیں۔ جس پر دنیا جا رہی ہے اور رفتہ رفتہ اس کی سیاست اسلامی سیاست کی بجائے لادینی سیاست ہو کر رہ جاتی ہے۔ (1469)

حضرت ثانیؒ نے 17 اگست 1947 کو رائے پور میں اس حوالے سے کچھ یوں فرمایا:

> اگرچہ مسلم لیگ نے ملک میں نفرت پھیلا کر آزادی کی مسرتوں کو گدلا کر دیا اور پھر ملک کے تو تقسیم ہو جانے سے جو فساد برپا ہے وہ بھی دل کو دکھا رہا ہے۔ آزادی میں ہم کیا خوشی محسوس کریں کہ مسلم قوم تو مذہب سے دور ہو گئی، علما کے خلاف چلی اور آئندہ اول تو افتراق وانشقاق کے باعث ہمیشہ جرمنی اور فرانس کی طرح لڑائیاں رہیں گی اور اگر ملک نے ترقی کی تو مادی ترقی تو ہو گی مگر مذہب کے لئے تو اب کوئی جگہ نظر نہیں آتی۔ (1470)

---

1466۔ للّٰہی، محمد حسین صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص 44۔

1467۔ ظفر، محمود احمد، حکیم، چودھویں صدی کا عظیم مصلح، ص 49، 50

1468۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص 431۔

1469۔ مولانا، تقی عثمانی محمد، جسٹس، حکیم الامت کے سیاسی افکار، جامعہ اشرفیہ لاہور، 1987ء، ص 31

1470۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 214۔



toobaafoundation.com

- انسانی کمالات میں اس کے نظریات اور خیالات کا بڑا اہم کردار ہے۔اس حوالے سے حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ:

"کہ ایجادات عالم میں دن رات اس کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ جتنی ایجادات ہیں وہ اکثر ایک ایک شخص کی عقل کا نتیجہ ہیں، کسی نے کچھ سمجھا، کسی نے کچھ سمجھا۔ایک نے تار برقی کو ایجاد کیا۔ایک نے ریل کو ایجاد کیا، موجد اکثر ایک شخص ہوتا ہے اور اس کا ذہن وہاں پہنچتا ہے جہاں صدھا ہزارہا مخلوق کا ذہن نہیں پہنچتا۔علوم میں بھی یہ امر مشاہد ہے کہ بعض دفعہ ایک شخص کسی مضمون کو اس طرح صحیح حل کرتا ہے کہ تمام شراح و محشین کی تقریریں اس کے سامنے غلط ہو جاتی ہیں۔"(1471)

اسی حوالہ سے بات کرتے ہوئے حضرت ثانیؒ نے فرمایا:

انسان کے تمام کمالات کی بنیاد اس کے خیالات ہی ہیں۔ہر کام جو انسان کرتا ہے اس کا پہلے خیال ہی ہوتا ہے۔بعد میں وہ چیز یا کام وجود میں آتا ہے۔جتنے علوم اور ایجادات ہیں۔یہ سب خیال ہی کا نتیجہ ہیں۔خیال نے ترقی کی تو موٹریں، ریڈیو، جہاز وغیرہ وجود میں آئے۔دو معلوم چیزوں سے تیسری چیز معلوم کر لینا فکر اور مطالعہ کہلاتا ہے۔یورپ والوں نے فکر سے بہت کام لیا اس لیے مادی ترقی میں بڑھ گئے۔یہ الگ بات ہے کہ ان کا فکر دوسری طرف چلا اور مادی ترقی کی۔ایک اللہ کی فکر ہے اس سے روحانی ترقی ہوتی ہے۔پھر طبائع مختلف ہوتی ہیں۔بعض طبائع صفات الہیہ میں غور کرتی ہیں اور بعض علوم کی طرف چل پڑتی ہیں۔(1472)

- موجودہ دور میں نسب پر فخر کرنے کا بہت زور ہے ہر قوم اور ہر پیشہ ور اپنا نسب کسی خاص نبی علیہ السلام سے ملا کر فخر کرتا ہے حضرت تھانویؒ نے اپنے رسالے "وصل السبب فی فصل النسب" میں نسبت کی حقیقت اور اس پر فخر کرنے کی تحقیق درج کی ہے۔

آج دین سے وابستہ افراد کی بڑی تعداد نے صرف اور صرف اسلام کے نظام عبادات سے سروکار رکھتے ہیں۔عام مسلمانوں کے لئے دین و دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔جس کے نتیجے میں عام مسلمان اس کے عادی ہو گئے کہ وہ علما اسلام محض نظام عبادات کے بارے میں رجوع کرتے ہیں۔دوسرے معاملات دنیا میں خالص مادی یعنی مغربی مکاتب فکر سے ہدایت حاصل کرتے ہیں۔(1473)

حضرت رائے پوری ثانیؒ نسب پر فخر کی معاشرتی منفیتیں بیان کرتے ہیں کہ "ہندو پاک کے بعض لوگ اپنے نسب نامے عربوں سے جوڑتے ہیں اور کوشش کر کے جعلی نسب نامے بنواتے ہیں کوئی سید بنتا ہے، کوئی قریشی اور کوئی انصاری۔اس سے کیا حاصل؟ اصل چیز تو عمل ہے اور اس سے تو الٹا اسلام کی توہین ہوتی ہے۔اگر یوں کہا جائے کہ ہم لوگوں کے بڑے کافر تھے۔ان کو صحابہ رضی اللہ عنہ نے اسلام سکھایا اور اس طرح ہم کو اپنا بنا لیا تو اس میں اسلام کی بھی عزت ہے اور صحابہؓ کی بھی۔البتہ جو لوگ عربوں کی نسل سے واقعتاً ہیں وہ اگر اس کا اظہار کریں تو کوئی حرج نہیں، لیکن نسب پر فخر نہیں کرنا چاہیے۔"(1474)

---

1471۔ ظفر، محمود احمد، حکیم، چودھویں صدی کا عظیم مصلح، ص36

1472۔ للهی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر نفحات طیبہ، ص111۔

1473۔ سیف الرحمن، مولانا، اشرف علی تھانوی کی علمی خدمات، ص363۔

1474۔ للهی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص104۔



toobaafoundation.com

نظام وراثت میں تقسیم دولت کے کردار کے حوالے سے حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ:

"غیر مسلم قوموں میں لڑکی نہ میراث میں شریک ہے نہ اس کے حقوق کی ادائیگی کا اہتمام۔اس کوتاہی کی تلافی کے لئے دوسری قوموں نے شادی کے بعد دینے لینے کے غلط سلط طریقے ایجاد کیے تو دیکھا دیکھی مسلمانوں نے بھی ان رسوم کا خود کو پابند کر لیا حالانکہ اگر لڑکیوں کا شرعی حق ادا نہیں ہوا تو تلافی کی تمام صورتیں بے سود ہیں" (1475)۔

مزید فرمایا:

اگر کسی کو کوئی چیز یہ کہہ کر دو کہ یہ تمہاری ہے، زندگی بھر کے لیے دیتے ہو۔ مرنے کے بعد واپس لے لیں گے، تو وہ چیز اس کی ہو جاتی ہے اور مرنے کے بعد اس کے وارثوں کو ملے گی۔ تو اس امید باطل پر اپنی چیز مت دو ورنہ پھر حسرت ہو گی اگر ایک بیٹے کو کوئی چیز دو تو دوسرے کو بھی ویسی ہی دو ورنہ ناانصافی ہو گی۔ (1476)

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے نظام وراثت کا تقسیم دولت میں کردار کے حوالے سے فرمایا کہ:

"مال و دولت کی کثرت وراثت کے حکم وغیرہ پر عمل نہ کرنے سے ہے........لوگ حیلے حوالے کرتے ہیں۔ ٹھیک حصہ بانٹتے نہیں ورنہ یہ دولت ایک جگہ جمع ہو کر سرمایہ نہ بنا کرے۔ فرمایا! میرا جی چاہتا ہے کہ کوئی سمجھدار اچھا لکھنے والا نظام پر کچھ لکھے تاکہ لوگوں کی توجہ اس کی طرف مائل ہو۔" (1477)

- جبری مسلمان بنانے میں برائی کی شدت کے حوالے سے مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ:

ایک محقق انگریز نے لکھا کہ اسلام ہندوستان میں تلوار سے نہیں پھیلا بلکہ دو فرقوں نے اسلام پھیلایا۔ ایک صوفیہ نے، دوسرے تجار نے۔ لوگوں نے تبلیغ سے زیادہ ان کی صدق و امانت اور حالت معاملات کو دیکھ کر اسلام قبول کیا۔ (1478)

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے نواکھالی صوبہ بنگال کے واقعات فسادات پر بڑا افسوس کا اظہار کیا کہ عورتوں کا اغوا، عصمت دری اور بچوں کا اغوا جس کے متعلق اخباروں میں تذکرہ ہے اور جبرا مسلمان بنانے کے واقعات اسلام کو بدنام کرنے اور مذہبی بدنامی کے علاوہ ویسے بھی انسانی زاویہ نگاہ سے شدید ترین برائی ہے صوفی عبدالحکیم لودھی پوری کے اس سوال پر کہ جبر کسی کو کلمہ پڑھانے سے کوئی مسلمان ہو جاتا ہے۔

حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا:

"یوں جبر سے کلمہ پڑھا دینے سے شرعا کوئی مسلمان نہیں بنتا۔ جب شرعا اس فعل کا کوئی فائدہ نہیں، تو پھر یہ اشد جرم دین کو بدنام کرنے کے سوا اور کسی فائدے کو کیا شامل ہو سکتا ہے"۔ (1479)

- حضرت مولانا اشرف علی تھانوی گیارھویں کے بارے میں ایک واعظ کیا حضرتؒ نے دلائل واضح سے گیارھویں کی تردید کی اور اسے بدعت قرار دیا۔ اس میں ایک انسپکٹر پولیس بھی شریک تھے وعظ کے بعد کہا کہ ہمارے لئے بڑی مشکل ہے فلاں

---

1475۔ کشمیری، انظر شاہ، مولانا، حکیم الامت چودھویں صدی کے مجدد، ص10

1476۔ ایضاً، جلد اوّل، ص21۔

1477۔ رائے پوری حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص524، 523۔

1478۔ امرتسری، محمد حسن، مفتی، مولانا، ملفوظات حضرت تھانویؒ، تالیفات اشرفیہ، ملتان 1997ء، ص30

1479۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص78۔



toobaafoundation.com

فلاں عالم تو اس کو جائز کہتے ہیں تم اس کو بدعت کہتے ہوں حضرت تھانوی نے پوچھا کہ پہلے تردد رفع کرنا مقصود ہے یا اعتراض کرنا، کہا تردد رفع کرنا ہے حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ تردد تو دونوں جانب ہونا چاہیے سو جیسے مجھ سے اس وقت کہا کیا کبھی ان جائز کہنے والوں سے بھی اسی طرح کہا گیا کہ فلاں فلاں منع کرتے ہیں اور آپ جائز کہتے ہیں۔ پس دار وغہ جی خاموش ہو گئے۔(1480)

حضرت رائے پوریؒ نے اس حوالے سے فرمایا ہر بات میں پروپیگنڈہ کہہ کر پردہ ڈالنا بے معنی ہے آخر سہارنپور میں جب فساد کے موقع پر ایسے واقعات ہوئے جن کا ہمیں پورا پورا علم ہے کیا وہ بھی پروپیگنڈہ تھا یہ تو مسلمانوں کی جہالت کے کرشمے ہیں۔ حضرت مدنیؒ امرتسر، جالندھر میں جو حملہ ہوا۔ اس سے بھی میں تو اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہر جگہ کا ڈپٹی کمشنر اور اس کا کپتان پولیس فساد کراتا ہے تبھی تو پولیس نے حملہ کو نہیں روکا بلکہ لوگوں کو ایسے واقعات کے لئے شر دے دیتے ہیں۔ اگر پولیس چاہے تو فساد نہیں ہو سکتا مگر وہ خود شامل ہو جاتی ہے پھر کوئی پولیس افسر آ کر تحقیق کرتا ہے تو وہ پہلی پولیس کی حمایت ہی کرتا ہے۔(1481)

- حضرت تھانویؒ ایسے مجدد و مصلح تھے جنہوں نے معاملات، معاشرت، سیاست، عقائد و عبادات، دینیات، عمرانیات غرض کہ دین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے بارے میں حضرت تھانویؒ نے تجدید و اصلاح نہ کی ہو اس حوالے سے فرمایا کہ عائلی زندگی میں آپ پر معاش کی ذمہ داری کے ساتھ دوسروں کے حقوق کو بھی ادا کرنا ہے۔ الافاضات الیومیہ کی جلد نمبر ۲ میں فرمایا کہ:

> ”حکومت کرنے کو تو سب کا جی چاہتا ہے محکوم پر، اس کا مضائقہ نہیں مگر محکوم کے کچھ حقوق بھی تو ہیں ان کی بھی رعایت کی ضرورت ہے“(1482)

مزید فرمایا:

> ایک قوت الاکتساب (کمانے کی قوت) دوسرے کی کفاءت (برابری) میں زیادہ تفاوت نہیں، تیسری، دینداری، ان دونوں صورتوں میں زیادہ کاوش چھوڑ دے ورنہ وہی بات پیش آئے گی کہ جب خلق و دین میں کفاءت ہو تو نکاح کر دیا کرو، ورنہ زمین میں فساد کبیر ہوگا۔(1483)۔

معاشی اور عائلی ذمہ داریوں کی شرعی اہمیت و حیثیت کے حوالے سے حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا:

> "اہل و عیال کی پرورش واجب ہے اگر اس میں کوتاہی کریں تو گناہ گار بھی ہوں اور جس کے اہل و عیال نہ ہوں اس کو کم از کم اپنے لیے قوت لایموت تو ضروری ہے۔ اس سے آخر انسان کو چارہ کار نہیں اور جان کی حفاظت فرض ہے اور کوتاہی گناہ علماء اگر اشاعت دین میں کوتاہی کریں وہ بھی تو گناہ ہے۔ آخر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی دقتیں

---

1480۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، جلد اوّل، ص342۔

1481۔ رائے پوری حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص524،523۔

1482۔ امرتسری، محمد حسن، مفتی، مولانا، ملفوظات حضرت تھانویؒ، ص30

1483۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص78۔



toobaafoundation.com

پیش آئیں۔ انہوں نے سوائے اصحاب صفہ کے معاشی کاروبار میں بھی حصہ لیا۔ مگر دینی کام کو مقدم اور حاوی رکھتے ہوئے کہ کام کاج زندگی ضمیمہ تھا اور معاشی کام کاج کا دینی ضمیمہ نہیں تھا۔(1484)

رضائے الٰہی کے پیش نظر اہل وعیال کے حقوق ادا کرنے کے حوالے سے آپؒ نے فرمایا کہ:

"اگر تم طب پڑھنا ہی خدمت والدین اور حقوق زوجین کے خیال سے کرتے ہو اور یہ حقوق کی ادائیگی وغیرہ خوف خداوندی یا رضائے الٰہی کے پیش نظر رکھتے ہو تو تم کو جو کام جائز ہو سب درست ہے اور اپنے اندر مطالعہ کر کے اس نتیجہ پر پہنچو کہ یہ بات نہیں تو پھر سب کام چھوڑ کر اس قسم کی نیت کر سیکھو کہ اس کے بغیر جو کرو گے وہ عاقبت میں تمہیں کیا کام آئے گا خواہ ایسا کرنا کچھ بھی ہو اگر اس نیت سے نہیں تو سب بے کار ہے۔"(1485)

- معاشرتی اصلاح میں ذرائع ابلاغ کے کردار اس حوالے سے دونوں حضرات اس ضرورت کو سمجھتے تھے آج کل کا زمانہ پریس کا زمانہ ہے ہر قسم کے واقعات اخبارات میں آتے رہتے ہیں۔ حضرت تھانویؒ نے پہلے اخبار بینی کے خلاف ایک رسالہ لکھا جس میں کچھ شرائط کے ساتھ اخبار بینی کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ اس حوالے سے حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں:

"معاملہ میں حجت شریعہ کے لیے کسی افواہ کا عام ہونا یا کسی اخبار کا لکھ دینا ہرگز کافی نہ ہو گا بلکہ شہادت شرعیہ ضروری ہے ---اگر کسی اخبار میں کوئی قابل تردید غلط مضمون کسی شخص کے نام سے طبع ہوا ہو تو اس کے جواب میں صرف اس پر اکتفا کیا جائے کہ فلاں اخبار نے ایسا لکھا ہے اس کا جواب یہ ہے اس شخص کی ذات پر کوئی حملہ نہ کیا جائے کیونکہ ابھی تک کسی حجت شرعیہ سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ واقع میں یہ مضمون اس شخص کا ہے۔"(1486)

حبیب الرحمن رائے پوریؒ نے عرض کیا کہ حضرت! ریڈیو کا انتظام کر لیا جائے۔ ریڈیو کو سوا خبروں کے گانے وغیرہ کے لیے استعمال کرنے سے روک دیا جائے گا، اس پر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا:

"یہ بھی ایک روز کی لڑائی کا سامان ہو جائے گا اور لوگ گانے سننے کے اشتیاق میں اگر تم روکو گے تو لڑنے لگ جایا کریں گے۔ البتہ کچھ صبر کرو آگے چل کر لوگ خود کھل جائیں گے اور شاید ریڈیو اور سینما سب تعلیم کا ذریعہ بنا لیے جائیں گے۔ ہاں جب تک کچھ خشک ملا ہیں یہ وقت گذرے تم بھی اس ابتلاء سے بچے رہو گے مگر بعد میں تو ایسا ہی قصہ ہو جانا ہے۔" (1487)

- فی زمانہ ہمارے ملک کی جو حالت ہے وہ اظہر من الشمس ہے، ہر طرف انتشار و پریشانی، ہنگامے فسادات، قتل و خون ریزی، فرقہ بندی، صوبائی و لسانی جنگ و جدل، تخریب کاری و بدامنی کا دور دورہ ہے اتفاق و اتحاد کے بجائے عداوت و ناچاقی و جاسوسی ہمارا شیوہ ہو گیا ہے۔ مفکرات و خواہشات ہر سو نظر آتے، عورتوں کی بے پردگی اب عریانی اور بے حیائی تک پہنچ چکی ہے حصول تعلیم کی جگہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں سیاسی غنڈہ گردی عام ہے۔ الحاد و دہریت کا لٹریچر زیر مطالعہ ہے۔

---

1484۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص452

1485۔ ایضاً، ص485

1486۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، بوادر النوادر، لاہور، ادارہ اسلامیات 1985ء، ص696، 697

1487۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص84



toobaafoundation.com

مولانا تھانویؒ ان خباثتوں کو صرف ایک ہی تدبیر بتاتے ہیں وہ ہے "ترک معصیت اور انابت الی اللہ: جس پر عمل کرنے سے باہمی لڑائیوں اور فسادات سے ملک و قوم کو بچایا جاسکتا ہے۔ (1488)

اس حوالے سے مولانا رائے پوریؒ نے کچھ اسطرح کے خیالات کا اظہار کیا کہ

"اس وقت تو خواہ ہندو ہو یا مسلمان لڑنے والے فضول لڑتے اور اپنے ملک اور قوم کو نقصان ہی پہنچاتے ہیں۔ خود مصائب اٹھاتے ہیں۔ ان فسادات کا کوئی نتیجہ نہیں۔ ہاں مل کر انگریز کو نکال دیں تو پھر اس لڑائی کا اچھا برا کچھ تو نتیجہ نکلے۔ اب تو یہ سب بے وقوفی بے معنی اور سراسر اپنے ملک اور قوم کی کھلی تباہی ہے۔ اب سنا ہے ولایت سے کوئی وفد یا مشن آرہا ہے اور خیر سے وہ عید کے موقع پر آئے گا اور اس کے بعد ہی محرم لگا ہوا ہے۔ تو ملک کے فساد کے شباب کے موقع پر فوٹو لے گا اور تمام دنیا کو اپنے ہندوستان میں رہنے کے جواز پر ہمنوا کرنے کا سامان کر کے چلتا بنے گا اور فساد کرنے والے مدتوں پھر مقدمات کا شکار بنیں گے" (1489)

- موجودہ زمانے میں ہر شخص مسلمان ہو یا غیر مسلم جمہوریت کا راگ الاپ رہا ہے۔ بلکہ بڑے بڑے حاملانِ علم دین آج کل جمہوریت کو عین اسلام ثابت کرنے پر کمربستہ ہیں یہاں تک جو لوگ اوائل میں جمہوریت کو کفر کی ایک فرع سمجھتے تھے انہوں نے بھی جمہوریت کی راگنی الاپنا شروع کر دی۔

قیام پاکستان سے قبل مولانا مودودی نے کھل کر جمہوریت کی مخالفت کی چنانچہ مولانا لکھتے ہیں کہ:

"ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے جب میں دنیا پر نگاہ ڈالتا ہوں تو مجھے اس امر پر اظہار مسرت کی کوئی وجہ نظر نہیں آئی کہ ترکی پر ترک اور ایران پر ایرانی اور افغانستان پر افغان حکمران ہیں" (1490)

مسلمان ہونے کی حیثیت سے میں "حکم الناس علی الناس للناس" کے نظریہ کا قائل نہیں کہ مجھے اس پر مسرت ہو میں اس کے برعکس حکم اللہ علی الناس بالحق کا نظریہ رکھتا ہوں۔ (1491)

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے ایک واعظ میں جمہوری اور شخصی حکومتوں کے حوالے سے سیر حاصل بحث کی ہے اور قرآن و سنت اور عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اسلام میں شخصی حکومت ہے جمہوری حکومت کا کوئی وجود اسلام میں نہیں ہے چنانچہ آپؒ نے فرمایا کہ:

"اسلام میں جمہوری سلطنت کوئی چیز نہیں، اسلام میں محض شخصی حکومت کی تعلیم ہے اور جن مفاسد کی وجہ سے جمہوری سلطنت قائم کی گئی ہے وہ سلطنت شخصی میں تو محتمل ہی ہیں۔ شخصی حکومت میں یہ خرابیاں بیان کی جاتی ہیں کہ اس میں ایک شخص کی رائے پر سارا نظام چھوڑ دیا جاتا ہے کہ وہ جو چاہے کرلے، حالانکہ ممکن ہے کہ کسی وقت اس کی رائے غلط ہو اس لیے ایک شخص کی رائے پر سارا انتظام نہ چھوڑنا چاہیے بلکہ ایک جماعت کی رائے سے کام ہونا چاہیے میں کہتا ہوں کہ

---

1488۔ قیصر، عشرت علی خان، نواب، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی مجددانہ شان تربیت وارشاد، ص 10

1489۔ رائے پوری حبیب الرحمن، مولانا ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 86

1490۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش، پٹھان کوٹ، مکتبہ جماعت اسلامی، 1356ھ، حصہ 3، ص نمبر 125

1491۔ ایضاً



toobaafoundation.com

جس طرح شخصی سلطنت کے بادشاہ کی رائے میں کبھی غلطی کا احتمال ہے اسی طرح جماعت کی رائے میں بھی غلطی کا احتمال ہے۔"(1492)

اس کے برعکس حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا کہ

"آج کل شخصی حکومتیں ہر گز نہیں چل سکتیں۔ آج کل تو جمہوری اور شورائی حکومتیں ہی چل سکتی ہیں جن میں کچھ لوگوں کا مخالف رہنا عین اصولی بات ہے ۔۔۔۔۔۔ یہاں تو بھلا غیر مسلم ہیں۔ حجاز، عراق، شام، ایران وہاں تو غیر مسلم نہیں ہیں مگر وہاں بھی کوئی ترقی نہیں کر رہے۔ حجاز میں تو بھلا مانس ابن سعود اتنا بھی نہیں کر سکتا کہ زراعت کو پھیلا کر ملک کو غذا کی کمی اور احتیاج سے نجات کا سامان کرے، ہاں ہندوستان اگر ایک مرکز پر آزاد ہو جائے تو اپنی آبادی اور وسائل کے لحاظ سے بیس سال میں دنیا کو مات دے سکتا ہے۔ روس کی پندرہ کروڑ کی آبادی کی دنیا تاب نہیں لا سکتی۔ ہندوستان کے چالیس کروڑ میں سے آپ خیال کریں کتنے ذہین مہیا ہو سکتے ہیں اور اگر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تو افغانستان، ایران، عراق، شام، حجاز، نجد، یمن اور اردن وغیرہ کی بڑی سلطنتوں کی حرص و آز کا شکار ہوتے رہیں گے۔(1493)

- دین اسلام کی جامعیت کے حوالے سے حضرت تھانویؒ نے ایک واعظ میں فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ (القرآن 5:3)

کہ دین کو کامل کر دیا گیا ہے تو چاہیے کہ کوئی ایسی صورت نہ ہو جس کا حکم شریعت میں نہ ہو اور ظاہر ہے کہ احکام منصوصہ بہت کم ہیں۔ تو اب تکمیل دین کی صورت میں بجز اس کے اور کیا ہے کہ قیاس واستنباط کی اجازت ہو کہ ان ہی مسائل منصوصہ پر غیر منصوصہ کو قیاس کر کے ان کا حکم معلوم کریں۔(1494)

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کی مجلس میں مولوی حمید صاحب نے یہ دریافت کیا ہے کہ دین میں ہر شی کے ہونے سے یہ مراد ہے کہ حلال و حرام ہونے کا حکم دین میں موجود ہے یا کچھ اور مراد ہے۔ مثلاً تجارت، صنعت وغیرہ کی ترکیب اور ترقی کی تدبیر تو دین بیان نہیں کرے گا۔ بحث تو یہ ہو گی یہ کام اس طرح کرنے درست اور اس طرح کرنے نادرست ہے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے یہ تسلیم اور تصدیق فرماتے ہوئے فرمایا کہ

"ہاں دنیا کے کاموں کی تدابیر و ترکیب دین میں نہیں ہوتیں۔ ہر کام کی حلت و حرمت وغیرہ کا دین میں پورا ذکر ہے" (1495)

- حضرت تھانویؒ کے قلب میں اہل علم کی نہایت وقعت و عظمت تھی اور آپ اس وقعت اور عظمت کو لوگوں کے دلوں میں بھی قائم رکھنا چاہتے تھے۔ آپؒ نے ہمیشہ اہل حق علماء کی کاوشوں کا اعتراف کیا آپؒ سمجھتے تھے کہ علماء کی عظمت ہی سے لوگوں کے دلوں میں دین کی عظمت قائم ہو گی، علماء کا وجود تعلیم و تبلیغ دین اور بقاء و تحفظ اسلام کے لیے نہایت ناگزیر ہے اور اگر بے جا الزامات کے ذریعہ اہل علم کی تحقیر و توہین لوگوں کے دل میں راسخ کر دی جائے اور لوگ ان سے بیزار ہو کر استفادہ نہ کریں تو پھر علماء و تعلیماً اور بالآخر عملاً معاذ اللہ دین کے فنا ہونے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ اگرچہ جس دین کی

---

1492۔ ظفر، محمود احمد، حکیم، چودھویں صدی کا عظیم مصلح، ص35

1493۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص102

1494۔ ظفر محمود احمد، حکیم، چودھویں صدی کا عظیم مصلح، ص30

1495۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری، ص292



toobaafoundation.com

حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے وہ فنا نہیں ہو سکتا لیکن کیا اس سے اہل علم اپنے واجبات سے سبکدوش اور مواخذہ سے بری ہو سکتے ہیں۔ آپؒ ہمیشہ کسی نہ کسی عالم کے ساتھ رہنے کی تاکید فرماتے۔(1496)

اسی تناظر میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ

"اولاً مدلل کوشش سے قرآن شریف کے ترجمہ میں مرزائی تحریف کے مقامی سلسلہ کا رد جاری رکھو اور احراری اور جمعیت وغیرہ نیشلسٹ مسلم جماعتوں کے اتحاد کے متعلق ان تحریکوں اور جماعتوں کے مجتہدین سے گفتگو کرے اور میں مقلد حضرت مدنیؒ کا ہوں اور ان کے بعد احرار کو خصوصاً مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کا مولانا عطااللہ شاہ بخاریؒ کو حق سمجھتا ہوں باقی یہاں ایک کانگرس ہمارے ساتھ ہے جو کانگرس میں مجتہد ہے اگر کچھ کانگرس کے متعلق پوچھنا ہو تو اس سے پوچھو"۔(1497)

- معاشرتی زوال اور علماء حق سے بے اعتنائی کے حوالے سے معاملہ پیش آیا کہ علماء حضرات مدارس یا مساجد سے جو تنخواہ لیتے ہیں۔ مدارس اور مساجد کی آمدنی چونکہ عوام کے چندوں پر مشتمل ہوتی ہے لہٰذا بعض جدید مذاق کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ علماء ہمارے ٹکڑوں پر پل رہے ہیں اس وجہ سے انہیں ذلیل سمجھتے ہیں۔ حضرت تھانویؒ نے اس بات کا جواب جس انداز میں دیا وہ انہی کا حصہ ہے۔ فرمایا:

"اصولی اور عقلی مسئلہ ہے کہ جو کوئی کسی کی خدمت میں محبوس ہو اس کا نفقہ اس کے ذمہ ہوتا ہے اور یہ قاعدہ تمام دنیا کے عقلاء کا معمول یہ ہے حتیٰ کہ سلاطین تک کے لیے بھی یہی قانون نافذ ہے، بادشاہ کو جو خزانہ سے تنخواہ ملتی ہے وہ بھی محض اس لیے کہ وہ رعایا کے کام میں محبوس ہے کیونکہ بادشاہ وہ ہے جس کو ساری قوم حاکم بناتی ہے اور اس کو بیت المال کے خزانہ سے تنخواہ دی جاتی ہے"(1498)

یہی حقیقت اس چندہ کی ہے جس سے مولویوں کو تنخواہ ملتی ہے مگر مولویوں کے حق میں چندہ سے تنخواہ ملنے کو ذلت سمجھتے ہیں اور بادشاہ کے لیے ذلت نہیں سمجھی جاتی۔

اس تناظر میں حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا

"زمزم میں ایک علی گڑھی طالب علم کا خط شائع ہوا تھا جو اس نے لکھا تھا اور باوجود لیگی ہونے کے کہا تھا کہ یہاں علماء کو گالیاں دی جاتی ہیں کتا آتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ مولوی آرہا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ہماری جنگ مولوی سے نہیں خدا سے ہے مگر خدا ایسی سخت ہڈی ہے (نعوذ باللہ) کہ چبائے نہیں چبتی۔ ہم تو دنیا سے خدا کو نکالنا چاہتے ہیں اب آپ ہی خیال فرمائیں کہ بنی اسرائیل کو جو اس زمانہ کے مسلمان اور پیغمبروں کی نسبی اولاد تھے کفار کے ہاتھوں تباہ کرایا اور کفار کو اس کام کے انجام دینے میں عباد لنا کہا تو وہ قاعدہ یہاں جاتا نہیں رہے گا۔ ان کفار سے جن پر صدیوں مسلمانوں نے حکومت کی۔ اگر ایسے خدا سے جنگ کرنے والوں کو پٹوا نہ دیا جائے گا تو اور کیا ہو گا۔(1499)

علماء کی تقلید کے حوالے سے بات کرتے ہوئے فرمایا:-

---

1496۔ ظفر، محمود احمد، حکیم، چودہویں صدی کا عظیم مصلح، ص 11

1497۔ شیروانی، وکیل احمد، مولانا، حضرت تھانویؒ اور ان کے خلفائے کرام، جامعہ اشرفیہ فیروزپور روڈ، لاہور، ص 2

1498۔ ظفر، محمود، احمد، حکیم، چودہویں صدی کا عظیم مصلح، ص 17

1499۔ رضوی، اظہر علی، ڈاکٹر، ایک عظیم ماہر نفسی طب، العالمین پرنٹرز پریس، لاہور 1998ء، ص 12



toobaafoundation.com

"اگر لوگ علماء کے پیچھے چلتے تو کبھی یہ حالت نہ ہوتی اور نہ یہ فساد ہوتے۔ باقی رہا دین کا قصہ تو جب دین دار طبقہ کا اقتدار اور وقار ختم ہو گیا۔ اب دین بھی ان لوگوں میں نہیں رہ سکتا۔ میرا جی بالکل نہیں مانتا کہ ایسی قوم کے ابھرنے کی کوئی سبیل ہو سکتی ہے۔ ویسے خدا چاہے تو دشمنوں کو مسلمان بنا کر دین کا کام لے لے"([1500])

- حضرت تھانویؒ، نئے مسائل جو آلات جدیدہ کی ایجاد یا معاملات جدیدہ کے رواج سے پیدا ہوتے تھے ان میں مسئلہ کے ہر پہلو پر گہری نظر مکمل تحقیق اور اس کے ساتھ ابتلائے عامہ اور عوام کی سہولت کو سامنے رکھنا آپ کا مخصوص طرز تھا۔ آپ ہمیشہ یہ کوشش کرتے کہ معاملات میں جہاں تک اصول فقہیہ کے دائرہ میں رہتے ہوئے عوام کو کوئی گنجائش یا سہولت دی جا سکتی ہے وہ ضرور دی جائے، خصوصاً ان معاملات میں جن میں ابتلاء اور اضطرار عام ہو۔ ایسے جدید مسائل کو آپ نے بنام " حوادث الفتاویٰ "ایک مستقل کتاب بھی بنا دیا ہے جو امداد الفتاویٰ کے ساتھ شائع ہوئی ہے امداد الفتاویٰ چھ جلدوں پر مشتمل ہے جو عہد حاضر کے مسائل کے حل کے لیے ایک شمع ہدایت کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس حوالے سے حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوریؒ فرماتے ہیں کہ

"محکمہ زراعت کی ترقیاں ترقی پر رہیں گی۔ تو یہ گندم کو ترقی دینے اور دانہ کا وزن حجم وغیرہ بڑھانے سے ہی تو ہو گا۔ مگر ہم قدامت پسندی کے باعث ان علوم کے ترقی کے امکانات پر سوچتے نہیں"([1501])

معاشی بدحالی کے حوالے سے فرمایا کہ

"افسوس ہے کہ زمین اور کھیت برباد کئے جا رہے ہیں نہ اس کا کوئی معاوضہ دیا جاتا ہے نہ کوئی سنوائی ہوتی ہے"([1502])

- حضرت تھانویؒ معاشرتی زوال اور اشرافیہ کے کردار کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں ایک دفعہ حیدر آباد گئے تو وہاں ایک نواز جنگ نامی شخص کا مکتوب ملا۔ جس میں اس نے ملاقات کے لیے خود ہی وقت طے کر لیا اس کے مکتوب کے جواب میں لکھا جس نے ملنے کو زیارت سے تعبیر کیا گیا اس کو تو اپنے اوقات فرصت بتلا کر پابند کیا گیا اور خود آزاد رہے یہ کون سی فہم اور تہذیب کی بات ہے فرمایا! کہ اگر میں نواب سے ملنے کے لیے جاتا ہوں تو اپنے مسلک کے خلاف جاتا ہوں اگر نہیں جاتا تو آداب شاہی کے خلاف، کیونکہ قبول نہ کرنے میں ان کی سبکی اور اہانت ہے لہٰذا حکیم الامتؒ نے ملاقات کی صحیح صورت بیان فرما دی جو ان کے شایان شان بھی ہو اور ان کے لیے دینی نفع کا سبب بھی ہو فرمایا کہ :

"یہ امر بھی شان سلاطین کے خلاف ہے کہ وہ اپنی رعایا کے مدعو کیے ہوئے شخص سے ملاقات کریں اس میں کم فہم لوگ اس کو تنگ دلی کی طرف منسوب کریں گے۔ جس میں ان کی اہانت ہے کہ خود نہیں مدعو کر سکتے تھے خلاصہ یہ کہ خیر اسی میں ہے کہ نہ میں ان کے پاس جاؤں نہ وہ میرے پاس آئیں۔ اگر ان کا جی چاہے تو تھانہ بھون سے مجھ کو بلا لیں، میں خاص شرائط کر کے آؤں گا"([1503])

---

1500۔ رضوی، اظہر علی، ڈاکٹر، ایک عظیم ماہر نفسی طب، ص 13

1501۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری، ص 313

1502۔ ایضاً

1503۔ ایضاً، ص 478



toobaafoundation.com

دراصل اشراقیہ کے اس قسم کے رویے ہی معاشرتی زوال کا باعث بنتے ہیں۔اسی حوالے سے مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا کہ:

ملک خضر حیات کے ملازموں نے گیہوں بلیک سے کنڑول ریٹ سے زیادہ یعنی چودہ روپیہ من کے حساب سے غلہ ہندو تاجروں کو بیچ دیا اور وہ بیس روپیہ من کے حساب سے عام طور پر بلیک سے کھانے والوں کو دیتے ہیں اس حوالے سے حضرت ثانیؒ نے فرمایا

"یہ سنا تو کسی دن پہلے بھی تھا مگر جی باور نہیں کرتا تھا کہ وزیر اعظم ایسا کیسے کر سکتا ہے کہ پھر تو اندھیر مچ جائے مگر اب وہاں کے رہنے والے اور پورے واقف بتا رہے ہیں یہ تو حیرت ہوتی ہے کہ جب اتنی ذمہ داری والے لوگ ایسا کر رہے ہیں تو ملک کی انتظامی بیل کیسے منڈھ چڑھے گی۔۔۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمیندار لوگ عام طور پر ہر جگہ کے خود غرض اور جابر و ظالم ہیں خواہ یوپی کے ہوں یا پنجاب کے"(1504)

- ریاست بہاولپور کی طرف سے کسی موقع پر علماء حضرات کو جو وہاں مدعو تھے جن میں حضرت تھانویؒ بھی تھے،ڈیرھ ڈیرھ سو روپے بعنوان خلعت اور پچیس پچیس روپے بنام دعوت عطا کیے گئے اس وقت تو حضرت تھانویؒ نے دوسرے علماء کے ساتھ احتراماً قبول فرمالیا۔لیکن بعد کو خلوت میں وزیر صاحب سے عذر کیا کہا اس کو مجھ سے واپس لے لیا جائے کیونکہ بیت المال سے دیا گیا ہے جس کا میں مصرف نہیں انہوں نے عرض کیا کہ اب تو کاغذات میں بھی اندراج ہو گیا ہے،واپسی کی کوئی صورت نہیں حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ

"خیر اگر خزانہ میں واپسی نہیں ہو سکتی تو اس رقم کو مقامی علماء و طلباء میں صرف کر دیا جائے کیونکہ شرعاً بیت المال کے وہی مصرف قریب ہیں"(1505)

معاشرہ سے افلاس کے خاتمہ کے لیے حضرتؒ کی ایک اور حکمت عملی بیان کی جاتی ہے ایک مہتمم مدرسہ نے مدرسہ کے اخراجات کا ذکر کرتے ہوئے آمدنی بڑھانے کی درخواست کی کہ سخت پریشانی ہے۔فرمایا کہ:

"میں تو ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ اس کی وحی تو ہوئی نہیں کہ فلاں خاص پیمانہ پر ہو تو مدرسہ کہلائے گا ورنہ نہیں۔کام کم کر دو خرچ خود کم ہو جائے گا اور اگر بالکل آمدنی نہ ہو تو مدرسہ بند کر دو۔کوئی فرض نہیں کوئی واجب نہیں ظاہر ہے آمدنی کا ہونا اختیاری نہیں مگر خرچ کم کرنا اختیاری ہے"(1506)

اس حوالے سے مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے فرمایا کہ

مفلسی کے تدارک کے لیے آپ اسوہ رسول ﷺ کی حیات طیبہ سے مثالیں دیتے جیسا کہ حضور ﷺ کے سامنے ایک غریب سوالی آیا تو آپ نے اس کو کلہاڑی لے کر جنگل جانے اور لکڑیاں لانے کو فرمایا اور سوال سے باز رہنے کو فرمایا اور اس نے ایسا ہی کیا اور خوشحال ہو گیا اس حوالے سے حضرت ثانیؒ نے فرمایا کہ

---

1504۔ رائپوری،حبیب الرحمٰن،مولانا،مجالس حضرت رائپوری،ص440

1505۔ ایضاً،ص440

1506۔ مجذوب،عزیزالحسن،اشرف السوانح،تھانہ بھون،ناشر مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون مظفر نگر،یوپی،1354ھ،ص104



toobaafoundation.com

"اگر لوگوں میں مفلسی اور مفلسی کے مفاسد پائے جاتے ہوں اور کوئی ہمدرد حکومت ایسے طریقے اختیار کرے کہ لوگ مفلسی اور اس کے برے نتائج سے پورے یا ادھورے بچ جائیں تو اس میں دین کی کیا مخالفت لازم آتی ہے"(1507)

- قرض کے حوالے سے مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک کوتاہی کا ذکر فرمایا جس کے مرتکب اکثر لوگ ہوتے ہیں یہ ہے کہ

"سوائے اس قرض کے جو کسی تمسک یا تحریر سے میت کے ذمہ ثابت ہو اس کو تو ورثاء ادا کر دیتے ہیں لیکن دوسرا کوئی قرضہ جو میت کے ذمہ ہو اور دلیل شرعی سے ثابت ہو اس کو ترکہ سے ادا نہیں کرتے جیسا کہ میت کا جو ایسا ہی قرضہ اداروں کے ذمہ ہے اور لوگ اس سے بھی مکر جاتے ہیں دونوں باتیں صریحاً ظلم ہیں۔ خصوصاً میت پر اگر قرضہ ہو تو ورثاء کو یہ سمجھنا چاہیے کہ حدیث کی رو سے مقروض مرنے والے کی روح جنت میں جانے سے معلق رہے گی جب تک کہ اس کا قرض ادا نہ ہو تو کیا میت کے عزیز و اقارب اس بات کو برداشت کریں گے۔(1508)

رمضان میں خرچ کے حوالے سے بات کرتے ہوئے فرمایا کہ

"میں کسی کو کہہ کر نہیں دوں گا اور نہ کسی سے مانگتا ہوں۔ آخر تم قرض بھی تو لیتے ہو، قرض نہ لینا چاہیے میرا طریق ہے کہ جس طرح ہو بلا قرض گذر کرنا چاہیے تو اب تیس چالیس کافی ہوں گے پھر اور گنجائش ہوئی تو اور دیکھا جائے گا"(1509)

- معاشرتی ترقی میں معاشی جدوجہد کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ:

"غیر منقسم ہندوستان کا اسلام، ملکی اثرات و تمدن سے متاثر ہوا۔ مسلمانوں نے پیدائش سے لے کر موت تک بے تکلف وہ رسوم و رواج اختیار کر لیے جس کی وجہ سے مسلمان ان باطل رسوم میں گھر گئے۔ فرمایا! کہ ماحول کے غلط اثرات کے نتیجے میں جس طرح مسلمانوں کو اقتصادی تباہ کاریوں کا شکار ہونا پڑا اور قرضے پر لی ہوئی سودی رقم کے خوف ناک اثرات کے نتیجے میں جسطرح معاشی ڈھانچہ بدل گیا حضرتؒ نے اس زبوں حالی سے نکالنے کے لیے کامیاب تدابیر کا سراغ لگایا"(1510)

مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے قرض سے احتراز کی ضرورت کے حوالے سے بات کرتے ہوئے فرمایا:

فرمایا کہ

"اگر آپ خود جدوجہد کر کے اپنی زمینوں کی کاشت نہیں کراؤ گے، اس کا نتیجہ تو کاشتکاروں کا قبضہ ہونا ہی ہوگا۔ اگر تم سست پڑے رہو گے تو کون ہے جو محنت خود کرے اور اپنی محنت کا پھل تمہارے حوالے کر دیا کرے ہم نے تو شاہ زاہد حسین کو دیکھا ہے کہ خون پسینہ ایک کر کے اپنی کاشت کراتے تھے اگر وہ ایسا نہ کرتے تو آج ان کو اور ان کے لڑکوں کو کون پوچھتا۔ اب ان کے لڑکے سستی کرتے ہیں اس کا انجام بھی کیا اچھا ہو سکتا ہے"(1511)

---

1507۔ مجذوب، عزیز الحسن، اشرف السوانح، تھانہ بھون، ناشر مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون مظفر نگر، یوپی، 1354ھ، ص 383

1508۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص 383

1509۔ ایضاً، ص 500

1510۔ رائے پوری، حبیب الرحمن مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص 500

1511۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری، ص 81



toobaafoundation.com

- 1320ھ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حضرت مولانا عبدالرحیم رائے پوریؒ کو دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کا رکن بنایا گیا۔(1512) اگلے سال 1321ھ کی روداد میں دارالعلوم کی جانب سے ایک تجویز یہ پیش کی گئی کہ ایسے طلباء کو جو کم از کم انٹر پاس ہوں اور دارالعلوم میں داخلہ لینا چاہیں۔ ان کو دس پندرہ روپیہ ماہانہ کے وظائف دیئے جائیں۔ اسی طرح دارالعلوم سے فراغت کے بعد جو طلباء انگریزی تعلیم حاصل کرنا چاہئیں ان کے لیے بھی وظائف مقرر کئے جانے کی ضرورت ہے روداد کے الفاظ یہ ہیں کہ "دونوں صورتوں میں مسلمانوں کے لیے بہت سے فوائد ہیں"(1513)

اس اہم معاشرتی پہلو کا ذکر کرتے ہوئے آپؒ نے فرمایا کہ "یورپ میں لوگ ماہرین سے مشورہ لیتے ہیں جو بچوں کی استعداد کا اندازہ کرنے میں ماہر ہوتے ہیں اور پھر ان کے مشورہ کے مطابق بچوں کو تعلیم دیتے ہیں مگر ہمارے ہاں اس کا انتظام نہیں۔ یورپ والے زیادہ تر اسی لیے کامیاب ہوتے ہیں کہ جس استعداد کا بچہ ہوتا ہے اور جس طرف اس کا قدرتی رحجان ہوتا ہے وہ ویسی اور وہی تعلیم کراتے ہیں بیس پچیس سال پہلے میں نے اخبار میں ایک جرمن ماہر کا مضمون دیکھا تھا جو کہتا تھا کہ وہ بچے کو اپنے کھلونوں کے ساتھ دیکھ کر یہ بتا سکتا ہے کہ اس شخص کو اگر فلاں بات کی تعلیم دلائی جائے تو یہ کامیاب ہوگا۔ حفظ کے لیے بچے کی استعداد دیکھنی چاہیے۔"(1514)

- تفاخر نسبی و قومی کے معاشرتی نقصان کے حوالے سے حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ:

"شرف نسب بوجہ امر غیر اختیاری ہونے کے سبب فخر نہیں مگر اس کے نعمت ہونے میں شبہ نہیں۔ فخر عقلاً ان چیزوں پر ہوتا ہے جو اختیاری ہوں اور وہ علم و عمل ہے گو شرعاً اس پر بھی فخر نہ کرنا چاہیے پس صاحب نسب جاہل سے غیر نسب عالم افضل ہے"(1515)

اس حوالے سے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا:-

"کوئی جولاہا ہو یا موچی ہو، جب اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے تو سب کو قبول کر لیتی ہے اور جو لوگ ذاتوں اور قوموں پر فخر کرتے ہیں وہ محروم رہتے ہیں فرمایا! اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے" اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ"(القرآن، 13:49) اللہ کے ہاں تقویٰ کا اعتبار ہے خواہ کسی قوم سے ہو"(1516)

- مختلف زبانوں سے واقفیت کے حصول کی اہمیت کے حوالے سے حضرت تھانویؒ نے ہمیشہ حوصلہ افزائی کی ان کے بقول مسلک دیوبند کے پیشوائے اعظم حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عبرانی زبان میں توریت پڑھی۔ بہر حال اس سے اتنا معلوم ہوا کہ شاہ صاحب نے عبرانی زبان سیکھی تھی پھر جن کے پیشواؤں نے عبرانی زبان سیکھی تھی اگر ان ہی کے پیرو کاروں نے انگریزی سیکھنے کا عزم بالجزم حج سے واپسی کے بعد باوجود معمر ہونے کے اگر کر لیا ہو، تو کیا تعجب ہے۔(1517)

---

1512۔ ایضاً، ص 81

1513۔ محمد طیب، مولانا، تاریخ دارالعلوم دیوبند، کراچی دارالاشاعت، جلد اول، ص 207

1514۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری، ص 136

1515۔ ایضاً، ص 106

1516۔ للّٰہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ص 61

1517۔ ایضاً



toobaafoundation.com

جب اسلامی ریاست کے سفارتی امور کو نپٹانے کی ضرورت پڑی تو حضرت محمد ﷺ نے غیر ملکی زبانیں سیکھنے کا بھی حکم دیا۔ حضرت زید بن ثابت کو عبرانی زبان سیکھنے کا حکم ملا۔ اور اسی طرح دوسرے مسلمانوں نے بھی غیر ملکی زبانیں سیکھیں اور ان ممالک میں تبلیغ اسلام کو جاری رکھا یہودیوں کی درس گاہ بیت المدارس میں (1518) نبی ﷺ نے مسلمانوں کو عبرانی زبان اور دیگر علوم سیکھنے کا حکم دیا تھا۔

اس حوالے سے حضرت ثانیؒ نے فرمایا کہ

"جب ہم نے انگریزی تعلیم کو اپنا لیا تھا تو اب ہندی تو اس سے آسان ہے۔ اس کو اپنا لینا اور مہارت حاصل کر لینا تو کچھ مشکل نہیں اور نہ اس میں کوئی دینی نقصان ہے جبکہ بنگالی باوجود بنگالی لکھنے پڑھنے کے اور دوسرے صوبوں والے باوجود گجراتی وغیرہ کے سیکھنے کے مسلمان رہ سکتے ہیں تو ہم یوپی والے ہندی سیکھ کر اسلام میں کمزور کیوں ہو جائیں گے "(1519)

- انسانی معاشرہ کے لیے مزاج میں اعتدال کی اہمیت کے حوالے سے حضرت تھانویؒ افراط و تفریط کے دوراہوں کے درمیان علم اور اعتدال کے صحیح راستہ پر شمع ہدایت ثابت ہوئے جس نے افراط و تفریط کی ظلمتوں کو دور کیا تصوف کے صحیح اور حقیقی معنوں سے لوگوں کو روشناس کروایا۔ اور مدتوں کے بعد دوبارہ لوگوں کے ذہن میں یہ بات تازہ کی کہ بزرگی کا اصل معیار و مدار سنت نبوی ﷺ پر عمل ہوتا ہے اور سب سے بڑا بزرگ اور ولی اللہ وہ شخص ہے جس کی ہر نقل و حرکت اور ہر قول و فعل قرآن و حدیث کے میزان پر پورا اترتا ہو۔ خواہ اس کے کرامات کا ظہور ہو یا نہیں۔ (1520)

فرمایا

"کہ طفلانہ مزاج اور ناعاقبت اندیش اسلامی قیادت نے قوم کا مزاج بگاڑ دیا ہے۔ غصہ اور نفرت کے سوا کچھ نہیں ہے کوئی شخص اپنی مرضی کے خلاف سچی بات سننے کا روادار نہیں اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم کرے اور ان کو صحیح رہنمائی عطا فرمائے خطرہ ہے کہ سینکڑوں برس کے لیے معاملہ ہاتھ سے نکل نہ جائے۔ مسلمانوں کی رہی سہی ساکھ بالکل جاتی رہی"۔(1521)

- حضرت تھانویؒ نے مساجد کے آزادانہ نظام و آداب مساجد کے حوالے سے بھی "داب المساجد علی آداب المساجد" یہ رسالہ حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی کی "تصنیف آداب المساجد" کے طبع ثانی کے وقت حضرت تھانویؒ کی طرف سے اضافہ کردہ عبارت پر مشتمل ہے۔(1522)

"حضرت ثانیؒ کی مجلس میں مساجد کی تولیت کے حوالے سے مولانا حبیب الرحمٰن رائے پوریؒ نے بیان فرمایا تو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے اس کی تائید میں فرمایا کہ آپ سچ کہتے ہیں۔ مولانا حبیب الرحمٰن نے فرمایا:۔

"اب اس کی یاددہانی کی ضرورت دن بدن اور بڑھ گئی کہ مولوی قریبی زمانہ میں اگر وہ آزادی سے اپنے خیالات کی پیروی کرے گا۔ کسی مسجد اور مدرسہ میں جگہ نہ رہے گی۔ مساجد اور مکاتب بے دینوں کی تولیت ہوتے چلے جائیں گے۔۔۔۔ چندہ جمع کرکے

---

1518۔ گیلانی، مناظر احسن، سید، مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز، 2008ء، جلد اول، ص 39،40

1519۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری، ص 533

1520۔ عثمانی، محمود اشرف، مولانا، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی متفرق خصوصیات، جامع اشرفیہ لاہور 1999ء، ص 4

1521۔ ایضاً

1522۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، حیات المسلمین، کراچی، مکتبہ معارف القرآن، 2011ء، ص 3 تا 6



toobaafoundation.com

مساجد اور مکاتب تو علماء بناتے مگر متولی بے دین انگریزی دان یا روساء کو بناتے ہیں میرا خیال ہے کہ ابھی گنجائش ہے کہ یہ تھوڑی زمین باہر لے کر اس میں چھپر باندھ کر جھونپڑوں میں پڑھانا شروع کر دیں اور اگر مسجد بنائیں تو اس کی تولیت اپنے نام کی رکھیں ورنہ دین کا چرچا ختم ہو جائے گا"۔(1523)

حضرت تھانویؒ کے مزاج میں جو انتظام اور نظم وضبط تھا وہ بھی اسلامی قوانین اور شرعی اصولوں کی روشنی میں تھا۔آپؒ کی اصل توجہ اور اصل مقصود شریعت کی پیروی تھی چونکہ اللہ تعالیٰ کے احکامات (شریعت) خود متبعین کی زندگیوں میں انتظام پیدا کرنا چاہتی ہے لہٰذا آپ کی شخصیت اور مزاج شریعت کا ہی عکس تھا آپ نے ہمیشہ مسلمانوں کی زندگیوں کو شریعت شناس بنانے کی کوشش کی۔

اسی طرح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے بھی اپنی زندگی اسلامی قوانین کے نفاذ کی مساعی میں گذار دی۔

اس حوالے سے آپؒ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری نے فرمایا کہ:

"خالص اسلامی سیاست تو دورِ اول کے بعد نظر نہیں آتی اور مسلمانوں کی سیاست جس میں شرعی رعایت ہوتی ہے پہلے سے ختم ہو چکی ہے جس کا دیوالہ 1857ء میں خود مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل چکا ہے اگر اب مسلمان ان انتخاب سے علیحدہ ہو جائیں تو ان پر غیر مسلم کے بنائے ہوئے قوانین نافذ ہوں گے۔اور حال یہ ہے کہ خود مسلمانوں کو قانون سازی کا اختیار ملے تو وہ بھی اسلامی قوانین کو ملحوظ نہیں رکھتے۔جیسا کہ پنجاب کے مسلمانوں نے باوجود کوئی جبر نہ ہونے کے اپنی مرضی سے وراثت میں ہندو قانون جیسے رواج کہتے ہیں اختیار کیا"۔(1524)

- اللہ تعالیٰ نے کسی بڑی شخصیت سے جو کام لینا ہوتا ہے اس کے مناسب اس کو خصوصی مزاج اور طبیعت عطا فرماتے ہیں اور اس کا قلبی رجحان اسی کام کی طرف بڑھاتا ہے اس حوالے سے حضرت مولانا قاری طیبؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

  "اہل اللہ کی یہ مزاجی اور طبعی خصوصیات نہ صرف یہ کہ بندگی کے منافی نہیں ہوتیں، بلکہ نوع بزرگی کا مظہر ہوتی ہیں۔" (1525)

یہی معاملہ کچھ حضرت تھانویؒ کا تھا اللہ کے تکوینی نظام کے تحت آپ کو ان ساری دینی خدمات پر مامور کیا گیا حضرت تھانویؒ پر شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہؒ کی نسبت کا باطنی غلبہ تھا جس کے تقاضا سے آپؒ نے ساری زندگی خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں گذار دی اور اپنی خداداد صلاحیتوں سے اصلاح عقائد واخلاق، اصلاح معاشرہ، تصنیف وتالیف تزکیہ وتربیت سالکین کا وہ عظیم الشان کارنامہ انجام دیا جس کی اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو خصوصی توفیق بخشی تھی۔نسبت باطنی کے علاوہ آپؒ کو نسبت جہادی کا بھی حضرت حاجیؒ سے وافر حصہ ملا۔

معاشرتی تبدیلیوں کے تکوینی نظام کا فہم حضرت رائے پوریؒ میں بدرجہ اتم موجود تھا۔آپؒ نے فرمایا کہ

اس حوالے سے مولانا رائپوریؒ نے فرمایا کہ

"اللہ تعالیٰ کو جب تکوینی طور پر دنیا میں جو رنگ معاشرہ کا جاری کرنا منظور ہوتا ہے اس کے لیے موزوں امام اور اس کے ارد گرد اس کے مناسب حال معاونین کو جمع فرما دیتے ہیں۔وہ الہام ربانی کے ماتحت اس اجراء کار کے لیے استوار کرتے ہیں۔شدائد کی

---

1523۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری، ص 271 تا 272

1524۔ ایضاً، ص 259

1525۔ مکتوبات شیخ الاسلام، جلد دوم، حاشیہ مکتوب 37، ص 129



toobaafoundation.com

پرواہ نہیں کرتے۔ میں یہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تصانیف سے بیان کر رہا ہوں نیز حضرت امام غزالیؒ نے بھی لکھا ہے کہ ایسے مطیعین کچھ تجربات کی بنا پر ہی نہیں بلکہ کسی اندرونی تحریک سے متاثر ہو کر پورے زور سے ادھر چلتے ہیں اور ماحول کو موافق بنا کر چھوڑتے ہیں اگر یہ نہ ہو تو دنیا میں ترقی کی راہ ہی رک جائے۔ یہ ضروری نہیں کہ ان لوگوں کا راستہ محض حق ہی ہو غلط بھی ہوتا ہے۔ مگر یہ دنیا سب اسماء باری تعالیٰ کا ظہور ہے۔([1526])

- خدمت خلق کی معاشرتی و تربیتی اہمیت کے حوالے سے حضرت تھانویؒ نے اپنی کتاب "تعلیم الدین" میں بڑے اچھے انداز میں بحث کی ہے فرمایا کہ

"مفت خوری سے بہتر عالی ہمتی سے کمانا اور دوسروں کی خدمت کرنا ہے۔ البتہ جو لوگ ایسی خدمت دین میں مشغول ہیں کہ اگر معیشت میں لگیں تو وہ دینی کام برباد ہو۔ تو ان کو ترک کرنا، اسباب جائز بلکہ بعض اوقات اولی ہیں۔۔۔ جس طریقے سے آدمی کی بسر ہو رہی ہے بلاضرورت شدیدہ اس کو چھوڑ کر دوسرا طریقہ نہ اختیار کرے"([1527])

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے ملک کے تعمیری کاموں میں کام کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"خدمت خلق یہ تو بڑا کام ہے۔ باقی ذکر شغل پورے انہاک سے پورے نہ ہونا۔ اس کی فکر نہ کرو یہ ہو جائے گا۔ اس کام کو اگر وظیفہ بنا کر استقلال کے ساتھ مسلسل کیا جائے تو یہی۔۔۔۔۔۔ ذکر شغل کا کام دیتا ہے۔ دوسری روک کا بھی خیال نہ کرو حالات ٹھیک ہی ہیں جیسا خدا کو منظور ہو گا ہوتا رہے گا۔ اس میں زیادہ فکر نہ کرنا"([1528])

- شخصی اور جمہوری حکومت کے حوالے سے مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا رائے پوریؒ کی آرا بالکل مختلف ہیں۔

حضرت تھانویؒ شخصی حکومت کے حق میں ہیں جبکہ مولانا رائے پوریؒ کے ہاں جمہوری حکومت کی تعلیم ملتی ہیں۔ مولانا تھانویؒ نے اپنے ایک واعظ میں قرآن وسنت اور عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ:

"اسلام میں شخصی حکومت ہے جمہوری حکومت کا کوئی وجود اسلام میں نہیں جمہوری سلطنت میں کثرت رائے سے فیصلہ ہوتا ہے بادشاہ اپنی رائے سے فیصلہ نہیں کر سکتا بلکہ کثرت رائے سے مغلوب ہو کر غلط رائے کی موافقت پر مجبور ہوتا ہے اور شخصی حکومت میں بادشاہ اپنی رائے پر ہر وقت عمل کر سکتا ہے اور جمہوریت میں اگر کثرت رائے غلطی پر ہوئی، تو صحیح رائے پر عمل کرنے کی کوئی صورت نہیں سب مجبور ہیں غلط رائے کی موافقت پر اور یہ کتنا بڑا ظلم ہے" ([1529])

شخصی حکومت کو اہمیت دیتے ہوئے حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ:

"انتظام بدون شخصی حکومت کے نہیں ہو سکتا۔ دوسرے جو لوگ کثرت رائے پر فیصلہ کا مدار رکھتے ہیں وہ بادشاہ کو تنہا فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں دیتے۔ وہ پہلے ہی سے اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارا بادشاہ ایسا ضعیف الرائے ہے کہ اس کی تنہا

---

1526۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری، ص380

1527۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، تعلیم الدین، کراچی، دارالاشاعت، س ن، ص103

1528۔ ایضاً، ص540

1529۔ ظفر، محمود، حکیم، چودھویں صدی کا عظیم مصلح، ص34،35



toobaafoundation.com

رائے قابل اعتبار نہیں اور وہ نااہل ہے واقعی ایسا بادشاہ ہرگز شخصی حکومت کا بادشاہ نہیں ہو سکتا اسلام میں صائب الرائے شخص کو بادشاہ بنانے کا حکم ہے"(1530)

(واعظ تقلیل الاختلاط مع الانام ص48)

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے ملکی، سیاسی اور اقتصادی حالات کے ضمن میں فرمایا کہ

"آجکل شخصی حکومت مفید نہیں پڑتی۔ اس سلسلہ میں نواب رام پور کو میں بہت ہوشیار سمجھتا ہوں۔ فرمایا! نواب رام پور نے فوراًانڈین یونین کی شرکت منظور کرلی۔ وہاں کے بے سمجھ مسلمانوں نے ہڑبونگ کرکے نواب کو بغاوت کرنے کا مشورہ دیا اور ریاست کے دفاتر جلادیئے اور مولوی عبدالوہاب صاحب اور ان کے دوسرے ساتھیوں کو قتل کرنے کے درپے ہوئے۔ تو نواب نے فوراًانڈین یونین کو لکھا تو اس نے قابو پالیا اور مسلمان عام تباہی سے بچ گئے۔"(1531)

- ظلم کے انسداد کے حوالے سے حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ

## ظلم مذیل سلطنت ہے نہ کہ کفر

کفر سے سلطنت کو زوال نہیں ہوتا، ظلم سے زوال ہوتا ہے۔(1532)

1857ء کے بعد ہندو جو آئے دن مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلتے رہے اور اسلام کے نام لیواؤں پر جو انہوں نے عرصہ حیات تنگ کردیا۔ حضرت تھانویؒ تھانہ بھون میں بیٹھ کر ان حالات کا جائزہ لیتے رہے۔ تاریخ کے رپورٹر کے مطابق حضرت تھانویؒ نے علامہ اقبال سے تقریباً ½ 2 سال پہلے پاکستان کا تصور پیش کیا تھا۔(1533)

اس حوالے سے مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے فرمایا کہ

"باقی شخص سلطنتیں اور عام ظلم وفساد کا انسداد کرنے کے لیے صحیح غلط لوگ بھی پیدا کردیئے جاتے ہیں اور بعض اوقات دنیا میں کوئی زبردست سلسلہ قائم کرنا منظور ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے مناسب ماحول پیدا کرنے اور پہلے جمے ہوئے ظلم وفساد سے آلودہ سلسلہ کو اُکھاڑ پکھاڑ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ مناسب تحریکوں کے اسباب مہیا فرمادیا کرتے ہیں"(1534)

- حضرت تھانویؒ کے عہد میں امراض کے تابڑتوڑ حملے، وفاعی قوتوں سے محرومی، مزاحمت کے جذبات سے عاری دل ودماغ، خانقاہ نشین گنگوہ، سہارن پور، رائے پور اور دیوبند سے اسلام کا دھڑکتا دل، دارالعلوم دیوبند ضرور مصروف کار تھے لیکن مجددانہ کاروبار وہی شخصیت کرسکتی تھی جو خزاں آشنا ماحول پر دل سوزی وغم گساری کے مخلصانہ جذبات سے بہرہ ور ہو موصوف کو دینی وذہنی افلاس کے نتیجے میں مسلمانوں کے چند در چند مصائب کا احساس کس درجہ مضطرب کیے ہوئے تھا کہ

---

1530۔ ایضاً۔

1531۔ محمد اختر حکیم، تعلیمات مجدد الملتؒ، ص6

1532۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، ملفوظات کمالات اشرفیہ، ملتان ادارہ تالیفات، 1422ھ، ص85

1533۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، ملتان، ادارہ نشر المعارف چہلیک، 1956، ص547

1534۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری، ص381



toobaafoundation.com

کھانے سے پہلے کوئی مصیبت یاد آجاتی تو بھوک اڑ جاتی بہر طور ان مذکورہ بالا جماعتوں نے تبدیلی حالات میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔([1535])

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا کہ

"مسلمانوں کو بجائے دوسروں کی غلطیوں اور زیادتیوں کا ماتم اور شکوہ کرنے کے، اپنی غلطیوں کو ٹٹولنا چاہیئے اور سمجھنا چاہیئے کہ موجودہ ناخوشگوار حالات ان کی اپنی غلطیوں کا نتیجہ اور خمیازہ ہیں۔ وہ غلطی یہی ہے کہ ہم نے اسلام کو لائحہ زندگی بنانے اور اسلامی اصولوں کو جدید حالات میں کام میں لانے میں کوتاہی کی ہے۔ اس لیے اب اگر چاہتے ہیں کہ یہ حالات بدل جائیں تو دعا اور عمل سے خدا کی طرف رجوع کریں۔ اخلاق درست کریں اگر ایسا کر لیا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ انفرادی تقویٰ اختیار کیا تو افراد کو حسب مقدار تقوی فائدہ ضرور پہنچے گا اور اجتماع نے ایسا کر لیا تو اجتماعی مشکلات بالکل رفع ہو جائیں گی حقیقتاً یہ جو خلاف طبع حالات ہم کو روز بروز پیش آرہے ہیں اپنے ہی ہاتھوں کے کرتوت ہیں۔ اگر ہم نیک ہو جائیں تو حالات بھی موافق ہو جائیں گے۔"([1536])

- حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ایک وعظ مسمی بہ "الاستغفار" 11 صفر 1332ھ کو ایک جامع مسجد سہارنپور میں ہوا تھا فرمایا کہ:

> "سبب اصلی ہر بلا و مصیبت کا معصیت ہے اللہ تعالی کی نافرمانی کا جو اصلی سبب ہے پریشانیوں کا اس کو تو چھوڑتے نہیں اور بالائی تدبیریں کرتے ہیں یاد رکھو جب تک کہ مرض کے اصلی سبب کا استیصال نہ کیا جائے مرض نہ جائے گا بس جب تک کہ معصیت نہ چھوڑ دیں گے تدبیر یہ ہے کہ استغفار اور رجوع الی اللہ کیا جائے"([1537])

مزید فرمایا

کہ جن چیزوں کی حاجت خیر القرون میں نہیں ہوئی اور خیر القرون کے بعد حاجت پیش آئی ہو اور نصوص ان کے خلاف نہ ہوں وہ تو مسکوت عنہا ہو سکتی ہیں۔ مظالم حکام تو ہمیشہ ہی پیش آتے رہے لیکن پھر بھی نصوص میں جہاد یا صبر ہی کا حکم ہے تو اس اعتبار سے یہ جدید مخترعہ تدابیر (جیل جانا، بھوک ہڑتال وغیرہ) مسکوت عنہا نہ ہوں گے بلکہ منہا عنہا ہوں گے کہ باوجود ضرورت کے متقدمین نے ان کو ترک کیا، تو اجماع ہوا اس کے ترک پر اس لیے ممنوع ہیں اور ان مخترعہ طریقتوں کے متعلق فرمایا کہ ایسے وقت میں شریعت میں دو ہی صورتیں ہیں، قوت کے وقت مقابلہ و رعجز کے وقت صبر اور دعا خدا معلوم یہ تیسری صورت بخوشی گرفتار ہو جانے کی کہاں سے نکالی بس یورپ ہی سے سبق لیا ہے۔([1538])

درپیش مشکلات میں صبر اور حوصلہ کی اہمیت کے حوصلے سے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائےؒ نے فرمایا کہ

اس حوالے سے مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نے فرمایا کہ

---

1535۔ کشمیری، انظر شاہ، مولانا، حکیم الامت چودھویں صدی کے مجدد، ص 9

1536۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، ص 237

1537۔ قیصر، عشرت علی خان، نواب، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی مجددانہ شان تربیت و ارشاد، ص 8،9

1538۔ محمد اختر، حکیم، تعلیمات مجدد الملتؒ، ص 5



toobaafoundation.com

"انسان کو خصوصاً مسلمان کو مصائب پیش آتے ہیں ان کی شان یہ ہے کہ تمام لوگوں کے اعمال کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔ جو لوگ مصائب پر واویلا کرتے ہیں ان کو فائدہ کی بجائے نقصان ہوتا ہے۔ اور ان پر صبر کر کے نصیحت حاصل کرتے ہیں ان کی اصلاح اور ترقی ہوتی ہے۔ مسلمان کا کام مصائب سے اصلاح اور ترقی کا حصول ہے نیز ایک خوشی انعام پر شکریہ کے طور پر ترقی ہوتی ہے اور ایک کا موجب پہلا شعار مسلمان کا ہے اور دوسرا کفار کا۔"[1539]

- غلطیوں کی تاویل کا تباہ کن معاشرتی رویہ اس حوالے سے مولانا تھانوی نے وعظ الاستغفار میں فرمایا کہ:

"بجائے یہ کہ احکام شریعت کو بجالائیں بر خلاف اسکے ہو یہ رہا ہے کہ شہروں میں امن کمیٹیاں قائم کی جا رہی ہیں۔ ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر متحارب فرقوں کے جلوس نکالے جا رہے ہیں، بھائی بھائی کے نعرے لگ رہے ہیں۔ حکومت کے وزراء اور ارباب حل و عقد، سیاسی زعماء اور علماء دین سب موجود فسادات و بدامنی کے خلاف ہیں، لیکن کوئی بندہ خدا یہ نہیں کہتا کہ یہ تمام شر و فساد کس کے حکم اور مشیت سے برپا ہے۔ جو خالق خیر ہے، وہی خالق شر بھی ہے۔ جس نے زہر پیدا کیا ہے اس نے تریاق بھی پیدا کیا۔ لہٰذا جس کے حکم کے سبب ہماری شامت اعمال کے یہ مصیبتیں اور بلائیں نازل ہوئی ہیں۔ اسی سے ہمیں رجوع کرنا چاہیے"[1540]

اس حوالے سے مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے فرمایا کہ

"قوم کا اپنی غلطی پر اصرار یعنی اس کو صحیح کہنے کی عادت بنا لینا بڑا خطرناک مرض ہے جو مسلمانوں سے نہیں گیا۔ حالانکہ آجکل ہر بیدار قوم کا شیوہ ہے کہ جہاں ٹکر لگتی ہے اور نقصان پہنچتا تو وہ فوراً سوچنے کے لیے کمیشن بیٹھاتی ہے کہ یہاں کیا غلطی ہوئی اور غلطی کو ماننا ہی بہتر سمجھتی ہیں۔ مگر ہم ہیں کہ دوراز کار تاویل پر تاویل کرتے چلے جاتے ہیں۔ جس کا نتیجہ نقصان در نقصان کی شکل میں نکلتا ہے۔ یہ غلطیوں کی تاویل کرنا اور انہیں نہ ماننا کوئی قابل فخر بات نہیں، تباہ کن بات ہے۔ جسے ہم چھوڑتے نہیں"[1541]

- حضرت تھانویؒ نے دینی تقاضا کو مقدم رکھ کر دینی مصروفیات کی ضرورت پر ہمیشہ زور دیا۔

یہ تو امر کے ساتھ حضرت تھانویؒ کی روک ٹوک تھی۔ رہے علماء تو ان کی طرف سے بھی اگر کوئی ایسی بات حضرت تھانویؒ کے ساتھ کی جاتی جو دین کی اصل روح کے خلاف ہوتی یا جن میں تعلیم و تبلیغ دین کو بے دینی راہوں سے کرنا ہوتا یا ذریعہ کو مقصد بنانا ہوتا تو حضرت تھانویؒ کی رگ فاروقی فوراً پھڑک اٹھتی۔ خصوصی طور پر مدارس اسلامیہ کے بارے میں جہاں مدرسہ کا نفس بقا مقصود بالذات بنا لیا جاتا اور اس کی خاطر دین کے اصولوں کو بھی پاش پاش کرنے سے دریغ نہ کیا جاتا۔ حضرت ایسے موقع پر بے دھڑک فرما دیتے کہ:

"مدرسہ رہے یا نہ رہے لیکن کام تو اصول ہی سے ہوگا"[1542]

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کی مجلس میں سوال کیا گیا کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم تو کام میں لگ جاتے تھے۔ کوئی تجارت میں، کوئی زراعت اور صنعت میں، تو اب ہم کو بھی ایسا کرنا چاہئے۔ اس حوالے سے آپؒ نے فرمایا کہ

---

1539۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری، ص 687

1540۔ قیصر، عشرت علی خان، نواب، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی مجددانہ شان تربیت وارشاد، ص 10

1541۔ رائپوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائے پوریؒ، ص 653

1542۔ تھانوی اشرف علی، مولانا، الافاضات الیومیہ، جلد 4، ص 331



toobaafoundation.com

"ہم مونہہ بھر کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے نام لیتے ہیں۔ مگر ہم میں سے کس کو ایسی صحبت میسر ہے۔ جو فوراً اصلاح ہو جائے اور کام تو پھر کرنا ہی ہوتا ہے۔ ان کے کام مقدم نہیں تھے۔ وہ دینی ضرورت پر سب کام چھوڑ سکتے تھے۔ ہم معاشی ضرورت پر دینی کاموں کو ترک کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے دینی کام بھی ضرورت کے اعتبار سے دنیا کے ہی کام ہیں "([1543])

- علوم وفنون میں مہارت کے ساتھ صحبت صالح کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ :
  "ان صاحبوں کو اپنی اصلاح کے لیے اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ علماء محققین و عرفاء متحققین اہل دل کی صحبت و ملازمت کا التزام کریں اور ان کی خدمت میں کچھ عرصہ تک بالکل سکوت اختیار کر کے رہیں۔ خود ان کے اقوال متفرقہ وارشادات مختلف سے ان شاء اللہ ایک بڑی فہرست خیالات کی درست ہو جائے گی۔ اس کے بعد جو شبہات رہ جائیں ان کو ادب کے ساتھ ان کے حضور پیش کریں اور توجہ وانصاف کے ساتھ جواب سنیں "([1544])

فرمایا کہ

"موجود دور میں اپنی بقا کے لیے جدید علوم وفنون سے ایک لمحہ کے لیے نظرانداز نہیں کر سکتی۔ وہ علوم وفنون اغیار سے سیکھنے ہوں گے اور ان میں مہارت حاصل کرنے کے لیے آج کل پوری قوم کو لگانا پڑتا ہے۔ تاکہ اس میں سے ایک معتد بہ عنصر ماہرین کا اور باقی دوسرے مدارج کو پُر کرنے والے کافی تعداد میں نکل آئیں۔ صحبت کا اثر ایک لازمی امر ہے۔ تو یورپ میں سیکھنے جانے سے جیسے ترک اب وہ ترک نہیں رہے۔ بلکہ اسلام کے قوانین کو بالائے تاک رکھنے والے ہو گئے ہیں جن کو فتویٰ کی رو سے تو کافر اور غیر مسلم نہیں کہہ سکتے "([1545])

اس حوالے سے شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ فرماتے ہیں

- نو آبادیاتی نظام کے مذہب کش اثرات کے حوالے سے بات کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرے لیے اس مسئلہ میں بھی کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ ہندوستان کے جس حصے میں مسلمان کثیر التعداد ہیں وہاں ان کی حکومت قائم ہو جائے میرے نزدیک جو سوال سب سے اقدم ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے اس پاکستان میں نظام حکومت کی اساس خدا کی حاکمیت پر رکھی جائے گی یا مغربی نظریہ جمہوریت کے مطابق عوام کی حاکمیت پر۔ اگر پہلی صورت ہے تو یقیناً یہ پاکستان ہو گا۔ ورنہ بصورت دیگر یہ ویسا ہی ناپاکستان ہو گا جیسا ملک کا وہ حصہ ہو گا جہاں آپ کی اسکیم کے ماتحت غیر مسلم حکومت کریں گے ۔بلکہ خدا کی نگاہ میں یہ اس سے زیادہ ناپاک، زیادہ مبغوض وملعون ہو گا۔ کیونکہ یہاں اپنے آپ کو بات پر خوش ہوں کہ یہاں رام داس کی بجائے عبداللہ خدائی کے منصب پر بیٹھے گا تو یہ اسلام نہیں ہے بلکہ نرا نیشنلزم ہے اور یہ مسلم نیشنلزم بھی خدا کی شریعت میں اتنا ہی ملعون ہے جتنا ہندوستانی نیشنلزم۔([1546])

---

1543۔ رائپوری، حبیب الرحمٰن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری، ص485

1544۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، الافاضات الیومیہ، جلد1، ص230

1545۔ ایضاً، ص260

1546۔ ظفر، محمود احمد، حکیم، چودھویں صدی کا عظیم مصلح، ص33



toobaafoundation.com

آپؒ نے منشی جی کا قول نقل کرتے ہوئے اسی حوالے سے مزید فرمایا

"کہ انگریز نے مذہب کی آزادی کے مطلب کو اتنا وسیع کر دیا ہے کہ کوئی آپ کے سامنے اسلام کے نام پر دہریت کی تعلیم دے تو آپ روک نہیں سکتے۔ یہ سب انگریزیت کا اثر ہے۔"(1547)

موجودہ دور کے تقاضوں اور ترقی کے پیش نظر حضرت تھانویؒ مسلمانوں کی آسودگی و آسائش پر بہت مطمئین تھے خود فرماتے ہیں کہ :

"جب میں باہر نکلتا ہوں اور مسلمانوں کی بڑی عمارتیں دیکھتا ہوں تو دل خوش ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دنیاوی نعمتوں سے بھی محروم نہیں فرمایا"

فرمایا کہ

"اس مسرت و طمانیت پر یہ اشکال نہ ہو کہ رسول ﷺ نے پر شکوہ عمارات، رفیع الشان بنگلوں، امیرانہ کوٹھیوں کو قیامت کی علامات میں شمار کیا ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ اس مضمون کی حیثیت میں تیطادلون کا لفظ موجود ہے۔ جس کا صاف و سیدھا مطلب عمارات سے آسودگی و آسائش مقصود نہیں بلکہ اپنے رئیسانہ نخوت کے جذبات اور امیرانہ ٹھاٹ باٹھ کا مظاہرہ ہو پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ دوسری قوموں کے مقابل اگر مسلمانوں کی پسماندگی رلانے والا سانحہ ہے تو ان کی آسودگی و خوشحالی مسرور کرنے والا واقعہ ہے۔"(1548)

حضرت ثانیؒ نے فرمایا کہ

"اگرچہ مسلم لیگ نے ملک میں نفرت پھیلا کر آزادی کی مسرتوں کو مکدر کر دیا اور ملک تقسیم ہو جانے پر جو فساد برپا ہے وہ بھی دل کو دکھا رہا ہے۔ آزادی میں کیا خوشی محسوس کریں کہ مسلم قوم تو مذہب سے دور ہو گئی، علماء کے خلاف چلی اور اب آئندہ اول تو اس افتراق و انشقاق کے باعث ہمیشہ جرمنی اور فرانس کی طرح لڑائیاں رہیں گیئں اور ملک نے ترقی کی تو مادی ترقی تو ہو گی مگر مذہب کے لیے تو اب کوئی جگہ نظر نہیں آتی۔"(1549)

---

1547۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، مجالس حضرت رائپوری، ص175

1548

1549۔ ایضاً، ص260



toobaafoundation.com

# باب پنجم:

## مولانا تھانوی اور مولانا رائے پوری کے معاشرتی رجحانات کے عصری اثرات


| | |
|---|---|
| فصل اول | مولانا اشرف علی تھانویؒ کی نظر میں تحریک خلافت کا کردار |
| فصل دوم | مولانا اشرف علی تھانویؒ کا برصغیر میں مسلم قومیت کی تشکیل میں کردار |
| فصل سوم | شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی نظر میں برصغیر کی تحریک آزادی کا جائزہ |
| فصل چہارم | شاہ عبدالقادر رائے پوری کی فکر کے پاکستان کی دینی تحریکات پر اثرات |
| فصل پنجم | مولانا تھانوی اور مولانا رائے پوریؒ کے متعلقین کا پاکستان میں کردار |




toobaafoundation.com

# باب پنجم

## فصل اول

## مولانا اشرف علی تھانویؒ کی نظر میں تحریک خلافت کا کردار

مسلمانان برصغیر نے اپنی تاریخ میں کبھی بین الملکی رشتہ اخوت کی عالمگیر حقیقت کو اتنی اہمیت نہ دی ہو گی جتنی تحریک خلافت کے دوران دی۔ جنگ عظیم اول کے بعد ہندوستانی سیاست میں شدید طوفان آیا جس میں بیرونی سیاست کی موجیں بھی مل گئیں۔ خلافت کے مسئلے نے ہر ہندوستانی مسلمان کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ تحریک خلافت ہندوستان کی پہلی تحریک تھی جس میں عوام نے بے پناہ جوش و خروش سے حصہ لیا۔ برعظیم پاک و ہند کی تاریخ میں یہی ایک مختصر عرصہ تھا جس میں ہندوؤں اور مسلمانوں نے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کیا۔(1550)

### مولانا تھانویؒ کے اعتراضات

تحریک خلافت کے دوران تحریک کے مقاصد کے حصول کے لیے جو طریق کار اختیار کیے گئے اور اس تحریک پر گاندھی کے چھا جانے کے سبب مولانا اشرف علی تھانویؒ نے قائد اعظم محمد علی جناحؒ اور علامہ اقبالؒ کی مانند تحریک سے علیحدگی اختیار کی۔ مولانا تھانویؒ کو تحریک کے اغراض و مقاصد سے قطعاً کوئی اختلاف نہیں تھا۔ آپ نے خلافت کو اجماعی مسئلہ بتلایا جس سے اختلاف ممکن نہیں۔ (1551)

اعتراض نمبر 1:　　طریق کار سے اختلاف

مولانا تھانویؒ کو تحریک خلافت، ملت اسلامیہ کے تحفظ، مقامات مقدسہ کے تحفظ اور امداد سے کوئی اختلاف نہ تھا۔ اختلاف صرف طریق کار سے تھا چنانچہ اسی بنا پر آپ نے تحریک خلافت میں شرکت نہ فرمائی۔ اس سے قبل 1913ء میں جنگ بلقان کے موقع پر آپ نے ترکی کی امداد کے سلسلے میں اپنے کئی جلسوں میں مسلمانان ہند کو اپنے مجروح ترک بھائیوں، یتامیٰ اور بیوگان کی امداد کی ترغیب دلائی آپ کو ترک بھائیوں کی امداد، خلافت کی بقا اور سلطنت اسلامیہ کے تحفظ کا اتنا ہی فکر و خیال تھا جتنا کسی اور مسلمان کو ہو سکتا تھا۔(1552)

اعتراض نمبر 2:　　خلاف شرع تدابیر

مسلمان زعماء نے تحریک خلافت کے دوران اپنے مقاصد کے حصول کے لیے جو حربے اور طریق کار اختیار کئے مولانا نے ان کو شرعی نکتہ نگاہ سے جانچا اور خلافِ شرع پانے پر ان کی سختی سے مخالفت کی۔ مولانا تھانویؒ کو اس امر پر شدید اعتراض تھا کہ ایک اسلامی مقصد کے حصول کے لیے غیر اسلامی تدابیر اختیار کی جارہی ہیں۔ ایک مجلس میں اس حوالے سے فرمایا کہ

---

1550۔ احمد سعید، پروفیسر، مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریک آزادی، لاہور، مجلس صیانۃ المسلمین، 1984ء، ص 22

1551۔ ایضاً، ص 24

1552۔ عقیل، معین الدین، ڈاکٹر، تحریک خلافت اور قائد اعظم (مضمون)، مجلہ علم و آگہی، قائد اعظم نمبر، 1976، ص 53 تا 72



toobaafoundation.com

"تدابیر کو کون منع کرتا ہے۔تدابیر کریں مگر حدود شرعیہ میں رہ کر البتہ غیر شرعیہ اور ممنوعہ تدابیر سے منع کیا جاتا ہے چونکہ مسلمانوں نے تدابیر غیر شرعیہ کو اپنی کامیابی کا زینہ بنایا ہے تو اس صورت میں اول تو کامیابی مشکل ہے۔اگر ہو بھی گئی تو ہندوؤں کو ہو گی اور اگر مسلمانوں کو ہوئی تو ہندو نما مسلمانوں کو ہو گی"۔(1553)

اس حوالے سے مزید فرمایا کہ

"غیر شرعیہ تدابیر اختیار کر کے ان کو حکومت حاصل ہو بھی گئی تو فرعون، شداد اور نمرود کی حکومت اور اس حکومت میں کیا فرق ہو گا"(1554)

اعتراض نمبر 3: غیر اسلامی حرکات کا مرتکب ہونا

تحریک خلافت کے دوران ہندو مسلم اتحاد کو مضبوط بنانے کی غرض سے مسلمان بہت سی غیر اسلامی حرکات کے مرتکب ہوئے۔

1۔انہوں نے ماتھے پر قشقے لگائے اور (2) جے کے کفریہ نعرے بلند کیے (3) ہندوؤں کی ارتھی کو کندھے دیئے (4) مساجد میں کافروں کو بٹھا کر منبر رسول ﷺ کی بے حرمتی کی۔(5) رام لیلا کا انتظام کیا (6) ایک عالم دین نے آیات واحادیث میں گذری ہوئی زندگی کو ایک کافر بت پرست پر نثار کرنے کا اعلان کر ڈالا (7) ایک اور لیڈر نے انکشاف کیا کہ اگر ختم نبوت نہ ہوتی تو گاندھی مستحق نبوت تھا۔(1555)

یہ تمام قابل اعتراض امور مولانا کو سخت ناپسند اور ناگوار گذرے اس لیے آپ کے ملفوظات میں بار باران باتوں کی مذمت ملے گی۔

اعتراض نمبر 4: گاندھی کے اقوال کو حجت بنالینا

مولانا تھانویؒ کا تحریک خلافت کے کردار کے حوالے سے ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ مسلمان لیڈروں نے گاندھی کے اقوال کو حجت بنالیا تھا اور وہ لیڈر اس بات کے منتظر رہتے تھے کہ جونہی گاندھی کے منہ سے کوئی بات نکلے، اس کو فوراً قرآن وحدیث پر منطبق کر دیا جائے۔ اس تحریک کے دوران جو بھی تدابیر پیش کی گئیں وہ کسی مسلمان یا عالم کی نہیں بلکہ جملہ تجاویز وتدابیر گاندھی ہی کی تھیں۔ جیسے ہوم رول گاندھی کی تجویز، بائیکاٹ گاندھی کی تجویز، کھدر گاندھی کی تجویز اور ہجرت کا مسئلہ غرض کہ گاندھی نے جو بھی تدابیر بھی پیش کیں کم فہم علماء لبیک کہہ کر اس کے ساتھ ہو گئے۔ایسے بدفہموں نے اسلام کو سخت بدنام کیا ہے سخت صدمہ اور افسوس ہے کہ گاندھی کی باتوں کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔(1556)

اعتراض نمبر 5: شعائر اسلام کو ترک کرنا

سہارن پور میں ایک وعظ ہوا، ایک مقرر نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر سوراج مل گیا تو ہندو اذان نہ ہونے دیں گے تو کیا بلا اذان نماز نہیں ہو سکتی۔ کہتے ہیں کہ گائے کی قربانی بند کر دیں گے تو کیا بکرے کی قربانی نہیں ہو سکتی۔ کیا گائے کی قربانی واجب ہے۔(1557)

اس وعظ کے حوالے سے مولانا تھانویؒ نے اس طرز فکر پر گہرے دکھ اور رنج کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ

---

1553۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، الافاضات الیومیہ، مظفر نگر، خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون، 1932ء، حصہ ششم، ص278

1554۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، الافاضات الیومیہ، جلد چہارم، ص610

1555۔ الافاضات الیومیہ، جلد ششم، ص109

1556۔ الافاضات الیومیہ، جلد اول، ص89، 90

1557۔ احمد سعید، پروفیسر، مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریک آزادی، ص28



toobaafoundation.com

"اس مقرر کے بیان میں ایک بات باقی رہ گئی۔ اگر وہ یہ بھی کہہ دیتا تو کوئی جھگڑا ہی باقی نہ رہتا کہ اگر ہندوؤں نے اسلام اور ایمان پر زندہ رہنے دیا تو کیا بغیر ایمان اور اسلام کے زندہ نہ رہیں گے یہی وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کے دوست نما دشمن ہیں اس بدفہم سے کوئی پوچھتا کہ جب شعائر اسلام کو چھوڑنے کی مسلمانوں کو ترغیب دے رہا ہے تو پھر انگریزوں ہی میں جذب ہو جا عیسائیت ہی قبول کر لے۔ شعائر اسلام اور اسلام کو چھوڑنا ہی ہے تو اس میں کیا ہندو کیا انگریز بلکہ تیری محبوب دنیا ہندو سے زیادہ انگریز کے پاس ہے"([1558])

ہندو مسلم اتحاد کے جوش میں کچھ مسلمانوں نے مشہور متعصب ہندو لیڈر شردھانند (جس نے آگے چل کر مسلمانوں کے خلاف شدھی کی تحریک چلائی) کو جامع مسجد دہلی میں لے جا کر اس کا وعظ کروایا۔ مولانا تھانویؒ کو اس واقعہ پر سخت صدمہ پہنچا اور آپ نے مسلمانوں کو شرم دلائی کہ وہ یہ حرکت کر کے منبر رسول ﷺ کی سخت بے حرمتی کے مرتکب ہوئے ہیں۔([1559])

اعتراض نمبر 6: لفظ "جے شعائر کفر ہے"

تحریک خلافت کے دوران ہندو مسلمان دونوں مختلف جلوسوں اور جلسوں کے دوران اپنے لیڈروں کی جے بولا کرتے تھے۔ مولانا تھانوی کے نزدیک مسلمانوں کا یہ فعل بھی شرعی نکتہ نگاہ سے قابل اعتراض تھا۔ کیونکہ لفظ جے شعائر کفر تھا اس لیے مولانا کے نزدیک مسلمانوں کا شعائر کفر اختیار کرنا کسی بھی حالت میں مستحسن قرار نہیں دیا جا سکتا آپ نے تحریک کے حامی ایک صاحب سے یہ پوچھا کہ آپ جے کیوں بولتے ہیں؟ انہوں نے کہا اس میں حرج کی کیا بات ہے۔ جے کے معنی فتح کے ہیں۔ اس پر مولانا تھانویؒ نے فرمایا

"تم رام رام کیوں نہیں کہتے۔ جس طرح رام رام کہنا شعائر کفر میں سے ہے اسی طرح جے کہنا بھی شعائر کفر میں سے ہے"([1560])

اعتراض نمبر 7: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے منافی طرز عمل

تحریک خلافت میں مسلمانوں کا جوش ان کے ہوش پر غالب آ گیا تھا اس لیے ان سے بعض ایسی حرکات سرزد ہوئیں جو اسلام کے بالکل منافی تھیں۔ مولانا تھانویؒ کو تحریک خلافت کے قائدین اور شرکاء سے یہی گلہ تھا کہ انہوں نے بنیادی اصول کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اسی نقطہ پر گفتگو کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ

"یہ مسلمان بھی بڑی عجیب چیز ہیں جہاں کوئی نئی بات لے کر کھڑا ہوا فوراً لبیک کہہ کر اس کے ساتھ ہو لیتے ہیں۔ دوست دشمن کی قطعاً کوئی شناخت ہی نہیں اور نہ ہی اس کی پرواہ کہ ہمارا کام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے منافی تو نہیں"([1561])

مزید فرمایا

"حدود شرعیہ کی حفاظت کرو۔ حضرات صحابہ تو عین قتال کے وقت بھی حدود شرعیہ کی حفاظت اور رعایت فرماتے تھے۔ جوش کے کام جس قدر ہوتے ہیں ناپائیدار ہوتے ہیں اور کچھ دنوں میں ختم ہو جاتے ہیں اس کے برعکس جو کام تفکر

---

1558۔ الافاضات الیومیہ، جلد چہارم، ص86

1559۔ احمد سعید، پروفیسر، مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریک آزادی، ص28

1560۔ الافاضات الیومیہ، جلد چہارم، ص611

1561۔ محمد عیسیٰ، قاضی، کمالات اشرفیہ، الہ آباد، مطبع انوار احمدی، 1953ء ص104



toobaafoundation.com

وتدبر کے ساتھ تدریجاً انجام دیئے جاتے ہیں وہ محکم اور باثمر ہوتے ہیں جسطرح تیز بارش سے پیداوار نہیں ہوتی، ہلکی بارش سے کھیتی خوب لہراتی ہے"(1562)

## مولانا تھانویؒ کا طرز عمل

مولانا تھانویؒ اپنے اصولوں کی سختی سے پابند کرنے اور دوسروں سے کرانے کے لیے مشہور تھے۔اسی لیے تحریک خلافت سے متعلق ہر امر کے بارے میں آپ کا یہی خیال تھا کہ ہر کام قاعدے اور اصول کے تحت کیا جائے اور اگر ہر کام قاعدے سے کیا جائے۔حدود شرعیہ کالحاظ رکھا جائے تو پھر اپنے مقصد کے حصول کی خاطر جان بھی قربان کی جاسکتی ہے لیکن ان دونوں باتوں کی غیر موجودگی میں تحریک میں شرکت کا سوال خارج از بحث تھا اس لیے جو لوگ آپ کی تحریک خلافت میں عدم شمولیت پر اعتراض کیا کرتے تھے آپؒ انہیں یہی جواب دیتے کہ

"اگر تمہاری موافقت کی جائے تو ایمان جائے ہے کہ اس میں حدود شریعت کا تحفظ نہیں اگر مخالفت کی جائے تو جان جائے ہے۔اس لیے کہ مدافعت کی طاقت نہیں ہے اور ایمان اور جان ایسی سستی چیزیں نہیں ہیں کہ دونوں کو خطرے میں ڈال دوں۔جان خدا کی راہ میں دینے سے انکار نہیں مگر اصول اور قاعدے کے ساتھ ہو۔اگر اصول اور قاعدے کے ساتھ ہو تو ایسی ایک کیا کروڑوں جانیں قربان ہیں۔"(1563)

## ہندوؤں کے متعلق مولانا تھانویؒ کے خیالات

مولانا تھانویؒ کے نزدیک ہندو مسلمانوں کے اول درجہ دشمن تھے۔آپ کے ملفوظات میں جہاں کہیں ہندوؤں کا ذکر آیا ہے۔آپ نے ان کے لیے سخت ترین الفاظ استعمال کیے ہیں۔مولانا تھانویؒ کو اس بات پر ہندوؤں سے سخت گلہ اور شکوہ تھا کہ انہوں نے 1857ء کی جنگ آزادی مسلمانوں کے شانہ بشانہ لڑی اور وہ بھی اس میں برابر کے شریک تھے۔مگر جنگ آزادی کے خاتمے پر وہ نہ صرف انگریزوں سے مل گئے بلکہ انہوں نے مسلمانوں کی مخبریاں کر کے انہیں پھانسی پر چڑھوا دیا۔

## ہندو احسان فراموش قوم ہے

اس حوالے سے مولانا تھانویؒ نے فرمایا

"مسلمانوں کو تو اس سے سبق سیکھنا چاہیے کہ انگریزوں کی خدمت کے صلے میں جو مسلمانوں کے ساتھ سلوک کیا وہ ظاہر ہے۔غدر سب کے مشورے سے شروع ہوا، جو کچھ بھی ہوا مگر اس پر مسلمانوں کو تباہ و برباد کر دیا بڑے بڑے رئیس اور نواب ان کی (ہندوؤں) بدولت تختہ پر سوار ہوگئے پھر تحریک کانگرس میں مسلمانوں نے حصہ لیا بڑی بڑی قربانیاں دیں، اس کا صلہ شدھی کے مسئلہ سے ادا ہوا آئے دن کے واقعات اسی کے شاہد ہیں کہ ہر جگہ جہاں مسلمانوں کی آبادی قلیل دیکھی پریشان کر دیا۔مگر ان باتوں کے ہوتے ہوئے بھی بعض بدفہم اور بے سمجھ ان کو دوست سمجھتے ہیں"(1564)

---

1562۔ حقی، ابرار الحق، اسعد الابرار، مطبع ہاشمی بارہ بنکی، 1938ء، ص 115

1563۔ الافاضات الیومیہ، جلد چہارم، ص 65

1564۔ ایضاً، ص 525



toobaafoundation.com

## ہندو وعدہ خلاف قوم ہے

مولانا تھانویؒ ہندوؤں کے اس طرز عمل کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ

"ہندوؤں کی قوم عالی حوصلہ نہیں، ان کے وعدے وعید کا اعتبار نہیں۔ غدر مسلمانوں اور ہندوؤں کے اتفاق سے ہوا تھا مگر جب وقت آن پڑا تو حکومت کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے اور مخبریاں کرا کر ہزاروں رئیسوں اور مسلمانوں کو نذر دار کروا دیا۔ انگریزوں سے اگر دشمنی کی بنا یہ ہے کہ اسلام کے دشمن ہیں تو ہندو ان سے زیادہ مسلمانوں اور اسلام کے دشمن ہیں"(1565)

## ہندو اسلام دشمن قوم ہے

مولانا تھانویؒ اگرچہ انگریزوں کو بھی مسلمانوں اور اسلام کا دشمن قرار دیتے تھے۔ لیکن ہندوؤں کے مسلم کش رویے کو دیکھتے ہوئے آپ اس قطعی نتیجے پر پہنچے تھے کہ ہندو انگریزوں سے زیادہ اسلام اور مسلمانوں سے دشمن ہیں۔ مولانا یہ دیکھ کر سخت حیران ہوتے تھے کہ اگرچہ انگریز اور ہندو دونوں ملت کفریہ میں شامل ہیں۔ لیکن مسلمان انگریز دشمنی میں بہت آگے بڑھ ہوئے تھے مگر ہندوؤں کے بارے میں ان رویہ یکسر مختلف تھا اور وہ انہیں مسلمانوں کا دوست تصور کرتے تھے ایک مرتبہ فرمایا

بعض حضرات کی رائے ہے کہ کفار سے استخلاص وطن ضروری ہے میں نے کہا کہ یہ بالکل صحیح ہے۔ مگر یہ کونسی کتاب میں لکھا ہے کہ کفار سے مراد ایک ہی قوم ہے۔ دوسری قوم تو بہت پکی مسلمان ہے اور اس سے استخلاص وطن ضروری نہیں، میں تو کہتا ہوں کہ پہلی قوم سے زیادہ دوسری قوم مسلمانوں اور اسلام کی سخت دشمن ہے۔(1566)

## ہندو مسلمانوں کے جانی دشمن ہیں

مولانا تھانوی ہندوؤں کے اس وجہ سے مخالف تھے کہ انہوں نے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا تھا۔ اس حوالے سے ایک مجلس میں فرمایا

"بعض کفار پر تو مجھے بہت ہی غیظ ہے۔ ان کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا اور ہزاروں جانیں ضائع ہوئیں، ہجرت کا سبق پڑھایا، شدھی کا مسئلہ اٹھایا، مسلمانوں کو عرب جانے کی آواز اٹھائی، قربانی گائے پر انہوں نے اشتعال دیا یہ لوگ مسلمانوں کے جانی دشمن ہیں بلکہ ایمان، جان و مال و جاہ مسلمانوں کی سب چیزوں کے دشمن ہیں"(1567)

مزید ارشاد فرمایا کہ

"جب تک ہم کلمہ پڑھتے ہیں تمام غیر مسلم ہمارے دشمن ہیں اس میں گورے کالے کی کوئی قید نہیں"(1568)

---

1565۔ الافاضات الیومیہ، جلد چہارم، ص493،494

1566۔ الافاضات الیومیہ، جلد پنجم، ص242

1567۔ ایضاً، ص177

1568۔ ایضاً، ص356



toobaafoundation.com

## ظالم وجابر قوم

ہندوستان کے مختلف حصوں میں ہندو مسلمانوں پر آئے دن جو مظالم کیا کرتے تھے مولانا نے اکثر ان پر غیظ و غضب کا اظہار کیا اس حوالے سے مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ

"اگر ہندوؤں کو انگریزوں کی طرح قوت حاصل ہوتی تو ہندوستان میں ایک بچہ بھی زندہ نہ چھوڑتے "([1569])

ہندوؤں کے ظالمانہ اور جابرانہ طرز عمل پر مولانا تھانویؒ نے ان کی سخت مذمت کی اور انہیں "بے رحم، بے درد اور کم حوصلہ قوم" قرار دیا

## مسلمانوں کا ہندو طرز معاشرت اپنانا

مسلمانوں نے ہندو رسومات اور طرز معاشرت کو اپنانے کی جو روایت شروع کر دی تھی۔ مولانا تھانویؒ کو اس پر سخت افسوس تھا۔ مسلمانوں کی اس روش پر دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ

"بڑے شرم کی بات ہے کہ ہم نے کثرت سے ہندو رسومات اختیار کر رکھی ہیں۔ بھلا ہندوؤں نے بھی ہماری کوئی رسم لی ہے۔ قطع نظر گناہ سے غیرت بھی کوئی چیز ہے۔ ہمارے ہاں ان کی ساری رسوم موجود ہیں۔ حالانکہ مشرکین کی کوئی بھی بات نہیں لینی چاہیے "([1570])

## گاندھی، مولانا تھانویؒ کی نظر میں

اگر مولانا تھانویؒ کے ملفوظات پر ایک نظر ڈالی جائے تو سب سے نمایاں بات یہ نظر آتی ہے کہ آپؒ نے جس قدر غیظ و غضب کا اظہار کیا ہے شاید ہی کسی اور لیڈر کے خلاف کیا ہو۔ ہندوؤں کے مسلم کش رویے کے پیش نظر آپ کو ان پر قطعاً اعتبار نہیں تھا۔ اس لیے آپ نے جگہ جگہ ہندوؤں کے لیڈر گاندھی کے متعلق طاغوت، دجال، شیطان، مکار، عدو اسلام اور بد فہم کے الفاظ استعمال کیے۔([1571])

مولانا تھانویؒ کی رائے میں تحریک خلافت کے دوران جتنی تجاویز سامنے آئیں۔ وہ تمام تر گاندھی کی سوچ کا نتیجہ تھیں۔ مولانا کو مسلمانوں کے اس طرز فکر و عمل پر سخت افسوس تھا کہ گاندھی جب بھی کوئی نئی سکیم پیش کرتا ہے۔ مسلمانوں کے لیڈر اس کو قرآن و حدیث پر منطبق کرنا شروع کر دیتے ہیں۔([1572])

تحریک خلافت کے دوران مولانا تھانویؒ سے یہ سوال بار بار کیا گیا کہ مسلمان گاندھی کی اندھا دھند پیروی کیوں کر رہے ہیں۔ اس کے جواب میں آپ فرماتے کہ گاندھی چونکہ دنیا کی دعوت دے رہا ہے اس لیے دنیا کے پجاری اس کے ساتھ ہیں۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ سے یہ دریافت کیا کہ کیا مسلمانوں میں کوئی شخص گاندھی جیسا سیاست دان نہیں کہ لوگ اس کی پیروی کریں۔ آپ نے فرمایا کہ

---

1569۔ الافاضات الیومیہ، جلد ششم، ص102

1570۔ الافاضات الیومیہ، جلد سوم، ص347

1571۔ احمد سعید، پروفیسر، مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریک آزادی، ص35

1572۔ الافاضات الیومیہ، جلد اول، ص87



toobaafoundation.com

"اگر آپ غور سے کام لیتے تو یہ سوال کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی مجھ کو یقین بلکہ عین الیقین ہے کہ مسلمانوں میں ایک نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں گاندھی جیسے نہیں بلکہ اس سے کہیں زائد معلوم ہوتے ہیں لیکن اگر مسلمان ان کی پیروی نہ کریں تو ان کی کیا خطا ہے"(1573)

ایک مصنف نے حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے بارے میں ایک کتاب لکھی جس میں لکھا تھا کہ انبیاء کی کامیابی کا راز یہ تھا کہ ان میں استقلال تھا اور اس کی زندہ نظیر گاندھی موجود ہے مولانا نے مصنف کے اس جملے پر سخت گرفت کرتے ہوئے فرمایا

"نعوذ باللہ سیرت نبوی ﷺ پر کتاب اور نبی کو ایک مکذب نبوت سے تشبیہ "(1574)

گاندھی کی ہر معاملے میں یہ چال تھی کہ انگریزوں اور مسلمانوں کو بیوقوف بنانا چاہتا تھا۔ مسلمانوں کو انگریزوں سے لڑانے میں ماہر تھا گاندھی کے کردار کے حوالے سے حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ

"میں نے اسی لیے شباب تحریک کے زمانے میں کہہ دیا تھا کہ جو شخص توحید اور رسالت کا منکر ہو وہ اسلام اور مسلمانوں کا کبھی خیر خواہ اور ہمدرد ہو، یہ معمہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اب دیکھ لو مسلمانوں کے ساتھ اس کی خیر خواہی ادھر تو مسلمانوں کو حکومت کے آگے کر دیا اور ادھر شدھی کا معاملہ جاری کروا دیا غرض ہر طرح سے مسلمانوں کے جان ومال، ایمان، جائیداد، زر زمین اور مال سب کا مالک اپنی قوم کو بنانا چاہتا ہے"(1575 )

اسی حوالے سے مزید فرمایا

"اس زمانے میں ایک طاغوت ہے۔ عقل تو اس کو چھو کر نہیں گئی۔ سارے ملک میں فتنہ وفساد کا تخم بو دیا ہے اور مسلمانوں کی بھولی قوم اس کے مکر و فریب میں آگئی اور اس کو اسلام اور مسلمانوں کا خیر خواہ سمجھ بیٹھی حالانکہ اسلام اور مسلمانوں کا سخت دشمن ہے متواتر واقعات سے اللہ تعالیٰ نے اس کی دشمنی کو طشت از بام کر دیا ہے اور لوگوں کو یقین آگیا ہے کہ واقعی نہایت بدنیت، مکار اور چالاک شخص ہے"(1576)

## ہندو مسلم اتحاد مولانا تھانویؒ کی نظر میں

تحریک خلافت کے دوران ہندو مسلم اتحاد کے عارضی مظاہرے دیکھنے میں آئے تھے۔ چونکہ مولانا تھانویؒ کی ہندوؤں اور گاندھی کے متعلق آخری رائے یہ تھی کہ وہ مسلم قوم کے دوست اور ہمدرد نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا آپ کی طرف سے ہندو مسلم اتحاد کی تائید کا سوال خارج از بحث تھا۔ اس لیے آپ نے نہایت سختی کے ساتھ ہندو مسلم اتحاد کے مفروضے کی مذمت فرمائی۔ مولانا کی رائے میں اگر مسلمان خود اپنی اصلاح کر لیں۔ مذہب کا دامن مضبوطی سے تھام لیں تو پھر ان کو کسی سے امداد یا کسی سے اتحاد کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔(1577)اس حوالے سے ایک مجلس میں فرمایا کہ

---

1573۔ حقی، ابرار الحق، اسعد الابرار، ص14

1574۔ الافاضات الیومیہ، جلد چہارم، ص464

1575۔ الافاضات الیومیہ، جلد پنجم، ص89

1576۔ الافاضات الیومیہ، جلد ششم، ص106

1577۔ الافاضات الیومیہ، جلد پنجم، ص46



toobaafoundation.com

"مسلمانوں کی شان اس کے بالکل خلاف ہے کہ وہ دوسری قوموں کی روش اختیار کریں۔ یا ان کی تدابیر کو ذریعہ ترقی بنائیں یا ان سے کسی قسم کی مدد کے خواہاں ہوں۔ بڑی غیرت کی بات ہے۔ ان کو تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ مشروع تدابیر کو اختیار کرنا چاہیے۔ اپنے سلف کے کارناموں کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔"[1578]

مولانا تھانویؒ کے نزدیک ہندو مسلم اتحاد صرف اسی صورت میں قائم ہو سکتا تھا کہ دونوں قومیں تعداد میں مساوی اور برابر ہوں۔ ایک مولوی صاحب نے اس مسئلے پر آپ سے ایک سوال کیا کہ اگر ہندو مسلم باہم حاکم و محکوم نہ ہوں بلکہ باہمی مساوات ہو تو کیا اس وقت ہندوؤں کے ساتھ مل کر کام چلا سکتے ہیں اس پر حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ

"قواعد سے گنجائش تو معلوم ہوتی ہے مگر اس وقت تجربے کی بنیاد پر دیکھا جائے گا کہ اس اشتراک میں کس کا نفع ہے اور کس کا نقصان ہے۔ اگر مسلمانوں اور ہندوؤں کے ہاتھوں میں حکومت آ بھی جائے اور تیسری قوم بے دخل ہو جائے تو کامیابی تب بھی ہندوؤں کی ہو گی۔ مسلمانوں کی نہ ہو گی ایک تو ترکیب کے لحاظ سے اور دوسرے ان کی اکثریت کی بناء پر، تیسرے ان کے طبائع حالات پر نظر کر کے اور عقلی طور پر مقصود حکومت عادلہ کا ہے اور ہندوؤں اور مسلمانوں میں یہ احتمال ہے ہی نہیں کہ عدل ہو۔ جیسا کہ ہندوؤں کی کارگزاری سے اس وقت تک ظاہر ہے کہ وہ مسلمانوں کو ہندوستان سے مٹانا چاہتے ہیں یہ اپنے دلی مذاق سے باز نہ آئیں گے۔ اس کا نتیجہ خوں ریزی اور فساد ہے"[1579]

تحریک خلافت کے دوران مسلمان جس انداز میں گاندھی کی پیروی کر رہے تھے۔ مولانا تھانویؒ کے نزدیک وہ ہندوؤں کا تابع بننا تھا نہ کہ ہندو مسلم اتحاد کی کوئی صورت تھی۔ ہندو مسلم اتحاد کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ متعصب ہندوؤں نے مسلمانوں کو قریب قریب عضو معطل بنا رکھا ہے۔ مسلمان چاہتے ہیں کہ اتحاد ہو یہ تابع بنانا چاہتے ہیں۔ اتحاد تو اس وقت ہوتا ہے۔ جب دونوں قومیں مساوی ہوں۔ خدا معلوم مسلمان ہندوؤں کے اس قدر گرویدہ کیوں ہو گئے ہیں۔ جن کی نظروں میں گذشتہ واقعات ہیں وہ کبھی اس قوم پر اعتماد نہیں کر سکتے، مگر آج کل کے نوجوان اس قوم کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ ان کی دوستی کا نتیجہ مسلمانوں کے لیے خطرناک ہو گا۔[1580]

## قربانی گاؤ

تحریک خلافت کے دوران ہندو مسلم اتحاد کو مضبوط و پائیدار کرنے کے لیے قربانی گاؤ کا سوال خاص طور پر زیر بحث لایا گیا تھا۔ چند مسلمان لیڈروں اور نیم صحافی علماء نے قرآن مجید اور احادیث نبوی ﷺ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ گائے کی قربانی ضروری نہیں ہے۔

انہوں نے مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ ہندوؤں کی خوشنودی کی خاطر مسلمان گائے کی بجائے بھیڑ کی قربانی کیا کریں۔ چنانچہ جمعیۃ العلماء ہند کے 1921ء کے اجلاس میں ایک صاحب مولوی فاخر الٰہ آبادی نے ایک قرارداد پیش کی جس میں کہا گیا کہ مسئلہ گاؤکشی میں ہندوؤں کی دلجوئی کے لیے گائے کی بجائے بھیڑ بکری کی قربانی دی جائے۔[1581]

---

1578۔ الافاضات الیومیہ، جلد پنجم، ص 47

1579۔ الافاضات الیومیہ، جلد سوئم، ص 330 تا 329

1580۔ ایضاً، ص 327

1581۔ شیر کوٹی، انوار الحسن، تجلیات عثمانی، ملتان، نشر المعارف، 1957ء، ص 652



toobaafoundation.com

ایک مجلس میں قربانی گاؤ کے مسئلے کے حوالے سے فرمایا کہ

"اگر کسی کی رائے یہ ہو کہ مسلمان گاؤ کشی چھوڑ دیں تو چونکہ اس رائے کی وجہ ملت کفریہ کی رعایت ہے اس لیے ملت کفریہ کے مقابلے میں بلا شبہ گاؤ کشی اسلام کا شعار ہے لوگ کہتے ہیں کہ گائے اور گوشت کھانے کا اسلام سے تعلق نہیں" (1582)

مولانا تھانویؒ کا کہنا تھا کہ چونکہ قربانی شعائر اسلام میں سے ہے جسے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں نے اپنی جان کی قربانی دے کر قائم کیا ہے اس لیے اگر مسلمان ایک شعائر اسلام کو چھوڑنے پر تیار ہو گئے تو دین کی بیخ کنی شروع ہو جائے گی اور ایسا کرنا دوسری قوموں کو اس بات کی دعوت دینا ہو گا کہ سب احکام اسلام ایسے ہی ہیں۔ اس لیے ان کو کسی نہ کسی وجہ سے چھوڑا جا سکتا ہے۔ مولانا نے مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ اگر ہندوؤں کو خوش کرنے کی خاطر وہ قربانی گاؤ کو ترک کرنے پر آمادگی کا اظہار کریں گے تو پھر کل کو ہندوؤں کا مطالبہ یہ ہو گا کہ کلمہ چھوڑ دو۔ تاکہ دونوں قوموں میں اتفاق و اتحاد اور بڑھ جائے کیونکہ حقیقت میں تو یہ ساری دشمنی کلمہ پڑھنے کی بدولت ہے۔(1583) مولانا تھانویؒ چونکہ قربانی گاؤ کو شعائر اسلام میں سے سمجھتے تھے اس لیے آپ کے نزدیک اس کا گوشت کھانا بھی موجب ثواب ہے (1584) یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ بھی گائے کی قربانی کو شعائر اسلام میں سے سمجھتے تھے آپؒ نے اپنے ایک مکتوب میں لکھا کہ

"ذبح بقرہ در ہندوستان از شعائر اسلام است"(1585)

ترجمہ: "ذبیحہ گاؤ ہندوستان میں ایک بڑا اسلامی شعار ہے"

## ترک موالات

رولٹ ایکٹ کے خلاف احتجاج کے دوران گاندھی ترک موالات کا نسخہ ایجاد کر چکا تھا۔ 1919 کی خلافت کانفرنس میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ برطانوی حکومت سے ہر قسم کے تعلقات ختم کر دیئے جائیں۔ سرکاری ملازمتیں خصوصاً پولیس فوج اور وکالت ترک کر دی جائیں۔ اعزازی خطابات واپس کر دیئے جائیں۔ کالجوں اور سکولوں کو جو امداد حکومت سے ملتی ہے۔ اسے لینے سے انکار کر دیا جائے اور کچہریوں میں مقدمات درج نہ کروائے جائیں۔(1586)

جمعیۃ العلماء ہند نے بھی ترک موالات کو عین اسلامی قرار دیا اور اپنے اجلاس میں وہ مشہور فتویٰ جاری کیا جس پر 474 علماء کے دستخط تھے۔ اس فتویٰ میں کہا گیا کہ "لفظ موالات" اصلاح شرع میں بمعنی محبت اور باہمی امداد کے مستعمل ہوتا ہے۔ اعدائے دین سے باعتبار دونوں معنی حرام کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دشمنان اسلام سے موالات رکھنے کو منع فرمایا ہے خواہ وہ ظاہراً ہوں یا باطناً۔ بلا اجرت ہوں یا بااجرت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن کافروں نے دین کے معاملے میں تم سے قتال کیا ہے۔ تم کو اپنے ممالک سے نکال دیا ہے اور تمہارے اخراج میں مددی ان سے دوستی اور باہمی امداد سے خدا تم کو روکتا ہے اور جو لوگ ایسے کفار سے موالات رکھیں وہ سب ظالم ہیں۔ جو

---

1582۔ محمد عیسیٰ، قاضی، کمالات اشرفیہ، ص 176

1583۔ مجذوب، خواجہ عزیز الحسن، حسن العزیز، لاہور، ایم ثناء اللہ اینڈ سنز، 1963ء، جلد سوئم، ص 185

1584۔ الافاضات الیومیہ، جلد اول، ص 327

1585۔ مکتوبات امام ربانی، لکھنو، ندوۃ العلماء، 1914ء، جلد اول مکتوب نمبر 81

1586۔ زبیری، امین، سیاست ملیہ، آگرہ، عزیزی پریس، 1941ء، ص 156



toobaafoundation.com

مسلمان باوجود واقفیت اس مسئلہ کے ان سے موالات رکھے سخت گناہ گار ہوگا، گورنمنٹ ہند کی کونسلوں کی ممبری، پیشہ، وکالت، مختاری کاری وغیرہ سرکاری یا نیم سرکاری سکولوں میں تعلیم حاصل کرنا یا بچوں کو تعلیم دلوانا گورنمنٹ سے تعلیم میں مدد لینا۔ آنریری مجسٹریٹی قبول کرنا، خطابات قبول کرنا یہ ساری چیزیں موالات میں داخل ہیں۔(1587)

چنانچہ ہندوستانی مسلمانوں نے اس فتویٰ کی پیروی میں سرکاری ملازمتیں ترک کر دیں، اعزازات واپس کر دیئے۔ مسلمان طلباء نے سرکاری امداد سے چلنے والے سکولوں اور کالجوں کا بائیکاٹ کیا۔

ترک ملازمت کے سلسلے میں مولانا تھانویؒ کا خیال یہ تھا کہ ملازمت ترک نہیں کرنی چاہیے۔ اس سے طرح طرح کی پریشانیاں اور مشکلات پیدا ہوں گی اور معلوم نہیں انسان ان پریشانیوں اور مشکلات کا مقابلہ کر سکتا ہے یا نہیں۔(1588)

مولانا تھانویؒ سے تحریک کے دوران میں یہ فتویٰ طلب کیا گیا کہ آیا ناجائز نوکریاں چھوڑ دیں جائیں چاہے ذرائع معاش کے فقدان سے تنگی ہی کیوں نہ ہو مولانا نے جواب میں فرمایا کہ

> "یہ مقاطعہ بعض اوقات ترک واجب تک پہنچ جاتا ہے۔ مثلاً کسی کے پاس بہ جز ناجائز نوکری کے یا خاص تجارت کے دوسرا ذریعہ معاش نہیں اور ادائے حقوق اہل وعیال کے لیے اس پر اکتساب واجب تو اس مقاطعہ سے اس واجب کا ترک لازم آتا ہے اور ترک واجب موجب معصیت ہے"(1589)

## تحریک ہجرت کے بارے میں مولانا تھانویؒ کی رائے

تحریک خلافت کے دوران مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا عبدالباری فرنگی محل کی طرف سے ہجرت کے فتاویٰ جاری کئے گئے۔ اس سے پیشتر مولانا محمد علی اور شوکت علی نے لارڈ چمسفورڈ کو ایک میموریل اپریل 1919ء میں پیش کیا جس میں کہا گیا کہ کوئی بھی ایسی سرزمین جو اسلام کے لیے محفوظ نہ رہے تو ایسی صورت میں مسلمانوں کے لیے دو ہی راستے باقی رہ جاتے ہیں، اول جہاد، دوئم ہجرت چونکہ ہماری پوزیشن بہت کمزور ہے اس لیے ہمارے لیے ہجرت کا راستہ باقی رہ جاتا ہے۔(1590)

اگرچہ کوئی فتاویٰ تو نہ تھا لیکن اس سے یہ ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ حالات نے مسلمانوں میں اس نوع کی سوچ بھی پیدا کر دی تھی۔ باقاعدہ فتویٰ مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا عبدالباری کی طرف سے جاری ہوا۔ مولانا ابوالکلام نے اگرچہ جو فتویٰ جاری کیا۔ اس میں مسلمان ہند کے لیے جنگ اول کے بعد ہجرت کو واجب قرار دیا لیکن انفرادی ہجرت کو شرعی طور پر غیر صحیح بتلایا۔ دوسرے ہر شخص کے لیے ہجرت کو غیر ضروری بتلایا گیا۔ چونکہ ہندوستان سے ہر شخص ہجرت نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے فتویٰ میں کہا گیا کہ جو اشخاص ہندوستان میں مقیم رہیں ان پر انگریزوں سے ترک موالات لازم ہوگا۔(1591)

اس حوالے سے مولانا عبدالباری کا ایک خط "روزنامہ پیسہ" اخبار میں شائع ہوا جس میں انہوں نے لکھا کہ

---

1587۔ متفقہ فیصلہ علماء ہند، میرٹھ، مطبع ہاشمی، س۔ن، ص2تا9

1588۔ تھانوی اشرف علی، مولانا، الافاضات الیومیہ، جلد پنجم، ص21

1589۔ محمد شفیع، مفتی، افادات اشرفیہ در مسائل سیاسیہ، دیوبند، مکتبہ دینیہ، 1365ھ، ص26-27

1590۔ احمد سعید، پروفیسر، مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریک آزادی، ص47

1591۔ مہر، غلام رسول، تبرکات آزاد، لاہور، کتاب منزل، س۔ن



toobaafoundation.com

"میں ہندوستان کو اصلاً دارالاسلام سمجھتا ہوں اگرچہ حکومت کو ذمی یا معاہد نہیں بلکہ تسلط سمجھتا ہوں۔اس صورت میں بظاہر دارالحرب کے احکام جاری ہوتے ہیں۔میرے نزدیک ہجرت فرض عین نہیں ہے اور نہ مقصود بالذات بلکہ فرض دفاع کے لیے کی جاسکتی ہے۔لیکن اس وقت جو لوگ ہجرت کرنا چاہتے ہیں انہیں روکنے کا کوئی حق نہیں اور جو نہیں کرتے خدا نے ان پر جبر نہیں کیا"([1592])

مولانا خود ذاتی طور پر ہجرت کرنا چاہتے تھے مگر ان کے مشیروں نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا۔([1593])

اس فتوی نے اپنا اثر دکھایا اور ہزاروں مسلمان اپنی جائیدادیں فروخت کر کے افغانستان کی طرف روانہ ہونے لگے۔ایک محتاط اندازے کے مطابق اگست 1920ء تک چالیس (40) ہزار مسلمان افغانستان میں داخل ہو چکے تھے۔جب ہجرت کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا تو افغانستان کی حکومت نے داخلہ پر پابندی لگا دی اور مسلمانوں کو واپس ہندوستان لوٹنا پڑا۔یہی ایک قدم تھا جو مسلمانوں نے بغیر سوچے سمجھے اٹھایا۔([1594])

مولانا تھانویؒ نے ہجرت کے متعلق فتویٰ دیا کہ

"شریعت نے وجوب ہجرت کے لیے جو شرائط عائد کی ہیں وہ شرائط اب بھی موجود نہیں ہیں"([1595])

تحریک ہجرت کے سبب مسلمانوں کو جن تکالیف اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔مولانا تھانویؒ کو اس سے سخت صدمہ پہنچا۔اس لیے آپ نے بارہا اپنی مجالس میں ان لوگوں پر کڑی نکتہ چینی کی جنھوں نے تحریک ہجرت کے لیے لوگوں کو آمادہ کیا اس حوالے سے فرمایا کہ تحریک خلافت کے دونوں میں ہجرت کا ریزولیوشن پاس کرا دیا۔اس پر مسلمان لبیک کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ہزاروں مسلمانوں کو بے خانماں کروا دیا۔۔۔مولانا تھانوی ہجرت کو گاندھی کا سبق کہا کرتے تھے۔([1596])

حضرت تھانویؒ نے ہجرت کے فتاویٰ جاری کرنے والے حضرات پر سخت ناراضگی اور غصے کا اظہار کیا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مولانا اشرف علی تھانویؒ کی مانند مولانا احمد رضا خان (1856-1921) مولانا عبدالرؤف داناپوری (1876-1948ء) پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف (1859-1939ء) اور مولانا اسحق مانسہروی کے علاوہ متعدد سیاسی زعماء مثلاً علامہ اقبال، قائداعظم، مولانا حسرت موہانی اور ڈاکٹر انصاری نے تحریک ہجرت کو ناپسند کیا تھا۔([1597])

حکیم اجمل خان جو کہ تحریک خلافت کے صف اول کے زعماء میں سے تھے تحریک ہجرت سے مطمئین نہ تھے اس حوالے سے فرمایا کہ

"ترک وطن کی تحریک ہر طرح سے وطن پرستی کے مفہوم کی نفی تھی۔آزادی کی جنگ وطن ہی کی سرزمین پر لڑی جانی چاہیے"([1598])

---

1592۔ روزنامہ پیسہ اخبار، لاہور، 29 مئی 1920ء، ص 3

1593۔ ایضاً

1594۔ حسن ریاض، سید، پاکستان ناگزیر تھا، کراچی، ادارہ تصنیف وتالیف وترجمہ، 1968ء

1595۔ احمد سعید، پروفیسر، مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریک آزادی، ص 49

1596۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، الافاضات الیومیہ، جلد اول، ص 92

1597۔ احمد سعید، پروفیسر، مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریک آزادی، ص 51

1598۔ عبدالغفار، قاضی، حیات اجمل، علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی پریس 1950ء، ص 222



toobaafoundation.com

کانگرس کے سرکاری مورخ سیتارامیہ نے "تحریک ہجرت کو" غیر دانشمندانہ تحریک کا نام دیا۔([1599])اسی حوالے سے ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ

> "تحریک میں تعمیری نتائج پیدا کرنے کی کوئی صلاحیت نہیں تھی۔اس کے نتیجے میں صرف یہ ہوا کہ ان پر جوش اور مخلص اشخاص کو جنھوں نے اس تحریک کی دعوت پر لبیک کہا شدید مصائب کا سامنا کرنا پڑا"([1600])

## موپلا بغاوت کی وجوہات

مالا بار کے علاقے میں موپلا نامی ایک قوم آباد تھی۔ موپلے عربی النسل اور نہایت پر جوش اور پکے مذہبی قسم کے لوگ تھے۔ چونکہ وہ مذہب کے نام پر اپنی جانیں قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔لہٰذا گورنمنٹ ڈرتی تھی کہ یہ قوم تحریک خلافت کے اثر میں نہ آجائے چنانچہ جب چند لیڈروں نے مالا بار آنے کا ارادہ ظاہر کیا تو ان کے داخلے پر پابندی عائد کر دی بعد میں حکومت نے یعقوب حسن اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔ حکومت کی اس کاروائی سے حالات سدھرنے کی بجائے مزید بگڑ گئے۔دفعہ 144 نافذ کرنا پڑی۔ خلافت رضاکاروں کی وردیاں چھین لی گئیں۔موپلوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ جوش میں آ گئے اور صورت حال اس قدر سنگین ہو گئی کہ مارشل لاء لگانا پڑا۔ ہزاروں موپلوں کو قتل کر کے ان کے مکانات اور کھیتوں کو آگ لگا دی گئی۔ موپلے چونکہ نہتے تھے اس لیے انہوں نے گوریلا جنگ اختیار کی۔ادھر انگریزوں نے ہندوؤں کو موپلوں کی جاسوسی پر مقرر کر دیا جس کی وجہ سے موپلوں نے نہ صرف انگریزوں کے خلاف ہتھیار اٹھائے بلکہ ہندو بھی اس کی زد میں آ گئے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ ہندو زندگی کے ہر شعبے میں چھائے ہوئے تھے اور یہ مظالم انہیں کے ہاتھوں ہی ہوئے تھے۔اس لیے قدرتی طور پر ہندو بھی موپلوں کے رد عمل کا نشانہ بنے۔([1601])

اس تمام واقعہ میں موپلوں کو سخت جانی اور مالی نقصان اٹھانا پڑا۔ مولانا تھانوی کو اس کا سخت صدمہ اور افسوس تھا کہ موپلوں کو جوشلی تقریروں نے تباہ و برباد کر دیا۔اس حوالے سے ایک مجلس میں فرمایا کہ

> "مالا بار میں لیڈروں نے اشتعال انگیز اور جوشیلی تقریریں کیں اور موپلوں کی قوم کو بھڑکایا۔ جوشیلی اور غیور قوم تھی ویسے بھی عربی النسل تھے کیا نتیجہ نکلا۔ جو کچھ ہوا سب کو معلوم ہے۔ تباہ و برباد ہو گئے۔ ہزاروں عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہو گئے۔ بہت سے لوگ اب تک جیلوں میں پڑے سڑ رہے ہیں۔نہ کوئی اصول ہے نہ قاعدہ جب موپلوں پر مصیبت پڑی تو کوئی بھی لیڈر وہاں نہ گیا۔ جب موپلوں کی تباہی کا نقشہ سامنے آتا ہے۔اس قدر دل دکھتا ہے جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی تمام تر ذمہ داری ان بے عقل اور بدفہم لیڈروں پر ہی ہے"([1602])

## تحریک خلافت کے سلسلے میں مناظرے

مولانا تھانویؒ نے تحریک خلافت سے علیحدگی اختیار کر رکھی تھی۔ تحریک کے دوران مولانا تھانویؒ کو کیرانہ جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں کے ایک مولوی صاحب بڑی سرگرمی سے تحریک میں حصہ لے رہے تھے وہ مولوی صاحب جو کہ منطقی اور معقول آدمی تھے تحریک کے

---

1599۔ قریشی، اشتیاق حسین، برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ، کراچی، ادارہ تصنیف و تالیف و ترجمہ 1968ء، ص 358

1600۔ ایضاً

1601۔ احمد سعید، پروفیسر، مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریک آزادی، ص 52۔

1602۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، الافاضات الیومیہ، جلد ششم، ص 154



toobaafoundation.com

بارے میں مولانا تھانویؒ سے سوال کیا آپ نے مولوی صاحب سے کہا کہ پہلے میرے ایک سوال کا جواب دیں کہ منطق قاعدہ ہے کہ خیس اور نفیس کا مجموعہ خیس ہوتا ہے انہوں نے کہا بالکل صحیح ہے مولانا تھانویؒ نے دریافت کیا کہ اب جو جماعت مسلم اور غیر مسلم سے مرکب ہو وہ کافر ہو گی یا مسلم کہا وہ کافر ہو گی مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ

"ترکی میں جمہوریت قائم ہو چکی ہے اور خلافت ختم کر دی گئی ہے اور وہ مرکب ہے مسلم اور غیر مسلم سے اب وہ سلطنت اسلامی ہے یا غیر اسلامی"

مولوی صاحب نے کہا کہ ایسی سلطنت غیر اسلامی ہو گی۔

اس پر مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ "جب شرعی اصول سے وہ اسلامی سلطنت بھی ثابت نہ ہوئی تو پھر خلافت تو بڑی چیز ہے اس کی حمایت کیسی"

اس پر تو وہ مولوی صاحب بہت گھبرائے اور کہنے لگے کہ واقعی اسی کی نصرت تو جائز نہیں۔

اس پر مولانا تھانوی نے فرمایا

"تم نے تو اتنی جلدی فتویٰ دے دیا حالانکہ تم حامی ہو اور ہمیں مخالف سمجھا جاتا ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ نصرت واجب ہے باوجود کہ ترکی اسلامی سلطنت نہیں ہے، ترکی کی حمایت اور نصرت کی وجہ یہ ہے کہ غیر مسلم حکومتیں اس کو مسلم سمجھ کر مقابلہ کرتی ہیں اب اگر اس کو شکست ہو گی تو مسلمانوں اور اسلام کو شکست سمجھی جائے گی"(1603)

## مولانا تھانویؒ پر الزامات

تحریک خلافت سے علیحدگی اختیار کرنے کے سبب مولانا تھانویؒ پر بے شمار الزامات عائد کئے گئے ایک الزام یہ لگایا گیا کہ انگریزوں کے ساتھی ہیں اور گورنمنٹ سے تنخواہ پاتے ہیں۔ اس الزام کے متعلق مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ

"اس کا مطلب تو یہ ہے کہ اگر میں 600 روپے گورنمنٹ سے پاتا ہوں تو طمع ہے خوف نہیں ہے تو اگر طمع کی یہ حالت ہے تو تم 900 روپے دے کر اپنے موافق کر لو اگر قبول کر لوں تو صحیح ہے ورنہ غلط"(1604)

تحریک سے اختلاف کے سبب مولانا تھانویؒ پر ایک الزام یہ عائد کیا گیا کہ آپ عیسائیوں سے مل گئے ہیں لیکن اس وقت کے سمجھ دار لوگ یہ سمجھتے تھے کہ یہ شخص عیسائیت کا مخالف ہے۔

مولانا تھانویؒ فرماتے تھے کہ میں نے جو اپنا مسلک اور مشرب عدم مخالفت پر رکھا ہے تو اس کا مقصد اپنے مذہب کا تحفظ اور اپنی قوم کی فلاح و بہبود ہے۔ انگریزوں سے دوستی کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ

"ہم انگریزوں کے نہ معتقد ہیں اور نہ محب۔ اپنی مصلحت کی وجہ سے ان کی مخالفت مناسب نہیں سمجھتے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہم انگریزوں کے دوست نہیں ہم اپنے دوست ہیں جہاں انگریزوں کو معلوم ہے کہ ہماری مخالفت نہیں کرتا وہ یہ بھی یقین رکھتا ہے کہ ہم سے تعلق بھی نہیں رکھتا بعض بدفہم مسلمان مجھ کو بدنام کرتے ہیں کہ انگریزوں سے تعلق رکھتا ہے

---

1603۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، الافاضات الیومیہ، جلد ششم، ص 103

1604۔ الافاضات الیومیہ، جلد چہارم، ص 698



toobaafoundation.com

۔ارے عقل کے دشمنو انگریزوں سے کیا تعلق ہوتا تعلق تو تم سے ہے میں نے جو اپنا مسلک اور مشرب عدم مخالفت پر رکھا ہے تو اس میں اپنے دین کی حفاظت کی اور اپنی قوم کی حفاظت کی "(1605)

تحریک خلافت میں حصہ نہ لینے پر مولانا پر "موالاتی" کا لیبل چسپاں کر دیا گیا اس الزام کا جواب دیتے ہوئے آپؒ نے فرمایا کہ

ہم کو موالاتی بتلایا جاتا ہے حالانکہ آج تک انگریزوں سے نہیں ملے اور یہ "غیر موالاتی" کہلاتے ہیں شب و روز ان سے خلا ملا کئے۔ تعلیم بھی حاصل کی تو انگریزی، شکل و صورت، طرز معاشرت، اٹھنا بیٹھنا، بولنا چلنا سب انگریزی، یہ عجیب ترک موالات ہے "(1606)

ایک اور مجلس میں فرمایا کہ

"میں تو کہا کرتا ہوں کہ ہم لوگ موالاتی کہلاتے ہیں مگر بفضل تعالیٰ ہم تو اس حالت میں بھی تارک موالات رہے اور عدالتوں میں جانا بھی کسی طور پسند نہ کیا۔ یہ تو زبان سے کہتے ہیں کہ عدالتوں کا بائیکاٹ کرو اور پھر عدالتوں میں جا کر مقدمات کی پیروی بھی کرتے ہیں "(1607)

مولانا تھانویؒ پر ایک الزام یہ بھی عائد کیا گیا کہ چونکہ ان کے چھوٹے بھائی سی آئی ڈی میں ہیں اسی لیے انہوں نے حکومت سے ڈرار کھا ہے اس الزام کے متعلق خود ہی فرمایا کہ

"کسی کو کیا خبر کہ وہ تو خود ہی ڈرتے ہیں تو مجھ کو کیا ڈراتے میں تو کہتا ہوں کہ اپنے ضروری مصالح پر نظر کر کے اگر کوئی خطرات سے احتیاط کرے اور اہل قدرت سے ڈرے تو وہ ایسا ہے کہ جیسے سب شیر سے ڈرتے ہیں میرے متعلق یہ کہنا کہ میں گورنمنٹ سے ڈرتا ہوں بھائی میں تو سانپ، بچھو، بھڑ اور پسو سے بھی ڈرتا ہوں جتنی موذی چیزیں ہیں سب سے ڈرتا ہوں تو حکام سے نہ ڈرنے کے کیا معنی "(1608)

مولانا پر یہ الزام عائد کیا گیا کہ آپ کو حس نہیں اس لیے خاموش بیٹھے ہیں۔

---

1605۔ الافاضات الیومیہ، جلد ششم، ص 239

1606۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، الافاضات الیومیہ، جلد ششم، ص 239

1607۔ ایضا، جلد چہارم، ص 101

1608۔ ایضاً، جلد دوئم ص 139



toobaafoundation.com

# باب پنجم

## فصل دوئم

## مولانا اشرف علی تھانویؒ کا برصغیر میں مسلم قومیت کی تشکیل میں کردار

متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کی قریباً ایک ہزار سال حکومت رہی۔ جس کے دوران دوسرے فرقوں کے مغرور برہمنوں یعنی ہندوؤں پر زرو جواہر اور انعام واکرام کی بارشیں ہوتی رہیں۔ اکثر بادشاہوں اور صوبیداروں کو وزیر اعظم یعنی میر منشی اور مشیر مال برہمن ہوا کرتے تھے۔ اس اعزاز واکرام کے باوجود سرزمین ہند پر اسلامی سلطنت کا وجود ہمیشہ ان کے لیے ناقابل برداشت رہا اور وہ مار آستین بن کر ہندوراج کے قیام کے لیے کوشاں رہے۔[1609]

1857ء میں جب مسلمانوں نے جنگ آزادی شروع کی تو ہندو برہمن انگریزوں کے ففتھ کالم کا کردار ادا کرتے رہے اور اپنے رفقائے جنگ آزادی یعنی مسلمانوں کے خلاف مخبریاں کرتے رہے اور اپنی وفاداری کی آڑ میں انگریزوں کو بہکا کر مسلمانوں کو تختہ مشق بناتے رہے۔ ہندو دھرم کے احیاء اور مسلمانوں کا صفحہ ہند سے نام ونشان مٹانے کے لیے 1887ء میں کانگرس کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

20-1921ء میں جب چند مسلمان کانگرس میں شامل ہو گئے تو انہیں پرکاہ جتنی بھی وقعت نہ دیتے۔ پنڈت جواہر لال نہرو کے والد پنڈت موتی لال نہرو نے کھلم کھلا اعلان کر دیا کہ کانگرس ہندو جماعت ہے۔ چند مسلمانوں کے اس میں شرکت کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے بھی مسلمانوں کو کسی گنتی میں شمار نہ کرتے ہوئے برملا کہہ دیا کہ عام تحریک میں ہر قسم کے لوگ موجود ہوتے ہیں۔ کانگرسی لیڈر لالہ لاجپت رائے نے حقیقت پر سے پردہ اٹھاتے ہوئے صاف کہہ دیا کہ کانگرس میں مسلمان اس لیے کرائے پر لائے گئے ہیں تاکہ ان کی شرکت سے ہندو کانگرس کو نیشنل کانگرس ظاہر کیا جائے اور اس کے ذریعہ ہندوراج کے قیام کی مہم جاری رکھی جائے اس حقیقت کے انکشاف کے بعد مولانا محمد علی جوہر اور مسٹر محمد علی جناح کانگرس سے علیحدہ ہو گئے۔[1610] مگر کانگرسی علماء ہندوؤں کی چیرہ دستیوں اور مسلم کشوں کو مقامی مناقشات کا نام دیکر ہندوؤں کے انسانیت سوز مظالم کی اہمیت گھٹاتے اور اپنی اہمیت بڑھاتے رہے۔[1611]

مسلمانان پاک وہند نے سرسید احمد خان کے صائب سیاسی نظریات کو قبول کرتے ہوئے سیاست سے علیحدگی اختیار کر لی تھی مگر ان کی وفات کے بعد چند ایک واقعات نے مسلمانوں کو مجبور کیا کہ وہ سرسید کے راستے میں اتریں۔ چنانچہ 30 دسمبر 1906ء کو مسلمانوں نے "آل انڈیا" "مسلم لیگ" کے نام سے ایک سیاسی تنظیم قائم کرنے کا فیصلہ کیا اس سیاسی جماعت کے اہم مقاصد میں مسلمانوں کے سیاسی و دیگر حقوق کا تحفظ، انگریزوں کی وفاداری اور ہمسایہ قوموں سے اچھے تعلقات قائم کرنا شامل تھے۔[1612]

یہ وہ زمانہ تھا۔ جب بقول مورخ اسلام سید سلیمان ندوی:

---

1609۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، الافاضات الیومیہ، جلد سوئم، ص348

1610۔ احمد سعید، پروفیسر، مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریک آزادی، ص58

1611۔ ایضاً، ص59

1612۔ خان، عبدالرحمن، منشی، ماہنامہ الحسن، لاہور، جامعہ اشرفیہ، جلد اول، ص708



toobaafoundation.com

"ایک مرد درویش ایک پرانے قصبہ کی ایک کہنہ مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا۔ مسلمانوں کے سارے احوال اوران کی زندگی کے ہر شعبے پر نظر ڈال کر حق و باطل، نیک و بد اور صحیح و غلط کے درمیان تفرقہ کی لکیر بنانے میں مصروف تھا۔ اس کے سامنے دین کی صحیح تمثال تھی اور اس کو دیکھ دیکھ کر موجودہ زندگی کی تصویر میں جہاں جہاں غلطیاں تھیں۔ وہ ان کے درست کرنے میں مصروف تھا۔ اس نے پوری زندگی اس امر میں صرف کر دی کہ مسلم کی تصویر حیات کو اس شبیہہ کے مطابق بنادے جو دین حق کے مرقع میں نظر آتی ہے"(1613)

یہ ذات گرامی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تھی جنھوں نے اس غرض کے لیے 1928ء کے آغاز میں اپنی معرکۃ الآرا کتاب "حیات المسلمین شائع کی اور اس کے ساتھ ساتھ مطلوبہ پاکستان کا نقشہ بھی ذہناً تیار کرتے رہے۔

جون 1928 میں جب حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور خلافتی رہنما مولانا عبدالماجد دریابادیؒ دربار اشرفیہ میں تھانہ بھون پہنچے تو مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بلا جھجک، صاف صاف ان زعماء کے سامنے اپنے درج ذیل نکات پیش کر دیئے:

1۔ دل یوں چاہتا ہے کہ ایک خطہ پر اسلامی حکومت ہو۔

2۔ سارے قوانین وغیرہ کا اجراء احکام شریعت کے مطابق ہو۔

3۔ بیت المال ہو۔

4۔ نظام زکوٰۃ رائج ہو۔

5۔ شرعی عدالتیں قائم ہوں۔۔۔وغیرہ

دوسری قوموں کے ساتھ مل کر کام کرنے کے یہ نتائج کہاں حاصل ہو سکتے ہیں اس مقصد کے لیے تو صرف مسلمانوں ہی کی جماعت ہونی چاہیے اور اسی کی کوشش کرنی چاہیے۔(1614)

حضرت تھانویؒ نے اس یادگار تاریخی ملاقات میں، سب سے پہلے پاکستان کا جو نقشہ پیش کیا مولانا عبدالماجد دریابادی نے کچھ اسطرح تحریر کیا ہے کہ "حضرت تھانویؒ کو بعض معاصر علماء کی طرح جنگ آزادی" جنگ حقوق، آزادی وطن وغیرہ سے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی۔ ان کے سامنے مسئلہ سیاسی نہیں۔ تمام تر دینی تھا۔ وہ صرف اسلام کی حکومت چاہتے تھے اور 1928ء میں جب پہلی بار حاضری ہوئی تو حضرت نے دارالسلام کی اسکیم خاصی تفصیل سے بیان فرمائی تھی۔ پاکستان کا تخیل، خالص اسلامی حکومت کا خیال یہ سب آوازیں بہت بعد کی ہیں۔ پہلے پہل اس قسم کی آوازیں یہیں کان میں پڑیں۔ حضرتؒ کی گفتگو میں یہ جزو بالکل صاف تھا"(1615)

گویا دربار اشرفیہ میں حصول و بقا پاکستان کا لائحہ عمل اور نظام پاکستان کا مکمل نقشہ اس وقت منظر عام پر آیا۔ جبکہ پاکستان چاہنے والوں کو ابھی اس کا خواب و خیال بھی نہ تھا پھر لطف یہ ہے کہ حضرت تھانویؒ نے دارالاسلام یا پاکستان کا جو نقشہ جون 1928ء میں پیش کیا تھا۔ علامہ اقبال نے اس کے اڑھائی سال بعد 29 دسمبر 1930ء کو اپنے خطبہ الٰہ آباد میں اس کا مطالبہ صرف ان الفاظ میں کیا کہ:

"میں صرف ہندوستان اور اسلام کے فلاح و بہبود کے لیے ایک منظم اسلامی ریاست کا مطالبہ کرتا ہوں"

اس میں لفظ پاکستان اور اس کی تفصیل موجود نہ تھی۔

---

1613۔ خان، عبدالرحمن، منشی، ماہنامہ الحسن، لاہور، جامعہ اشرفیہ، جلد اول، ص 708

1614۔ مفتی، محمد شفیع، افادات اشرفیہ در مسائل سیاسیہ، دیوبند، مکتبہ دینیہ، 1365ھ، ص 53

1615۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، جامع المجددین، لاہور، مکتبہ الاشرفیہ، 1968ء، ص 31



toobaafoundation.com

1۔ حضرت تھانویؒ نے جن متذکرہ بالا پانچ نکات پر دارالاسلام یا پاکستان چاہا تھا۔ انہی پانچ بنیادی نکات کے لیے قائداعظم نے پاکستان کی جنگ لڑی۔

2۔ ان ہی اصولوں کی حکومت کے لیے مسلمانوں نے پاکستان کے حق میں ووٹ دیا۔

3۔ ان ہی اصولوں کے مطابق دربار اشرفیہ کے فیض یافتہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کی مساعی جمیلہ سے قرارداد مقاصد پاس ہوئی۔ جواب قانونی حیثیت حاصل کر چکی ہے۔

4۔ ان ہی اصولوں پر مجلس دستور نے نظام مملکت کی بنیاد رکھی کہ آئندہ کوئی ایسا قانون نہیں بنایا جائے گا جو کتاب وسنت کے خلاف ہو۔

5۔ ان ہی اصولوں کی تعلیم مجلس دستور ساز نے مملکت پاکستان کے مسلمانوں کے لیے قرار دی، یہ شرف ولیت صرف اور صرف حضرت تھانویؒ کو حاصل ہے۔ ان کے پانچ بنیادی نکات آئین پاکستان کا جزو بن چکے ہیں۔ اور بعض جنرل محمد ضیاالحق کی مساعی سے قانونی شکل اختیار کر چکے ہیں۔

6۔ انہی اصولوں پر چلنے میں پاکستان کی بقا کا راز مضمر ہے۔(1616)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بعض زعماء کی طرف صرف مسائل پیش کرنے کے عادی نہ تھے بلکہ ان حل بھی ساتھ بیان فرمادیتے تھے اوران کو عملی جامہ پہنانے میں خود بھی سعی فرماتے رہتے تھے جیسے:

1۔ متحدہ ہندوستان میں قاضیوں کے تقرر کی تحریک سب سے پہلے حضرت تھانویؒ نے شروع کی۔

2۔ پنجاب میں شرعی نظام وراثت کی بجائے رواج عام کا قانون نافذ تھا۔ جس کی رو سے بیٹی اور بہن کو میراث سے حصہ نہ ملتا تھا۔ جس کا منسوخ کرانے کا کسی کو احساس تک نہ تھا۔ حضرت تھانویؒ نے اس سلسلہ میں بھی سبقت حاصل کرتے ہوئے اس غیر شرعی قانون کو منسوخ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا اور تازیست اس مہم میں سر توڑ کوشش فرماتے رہے جو بالآخر 1945ء میں منسوخ ہو کر رہا۔(1617)

3۔ متحدہ ہندوستان میں بعض مقامات پر دینی تعلیم حکماً بند کر دی گئی جبری تعلیم کی بدولت مسلمانوں پر قرآنی تعلیم کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ حضرت تھانوی نے اپنی دعا اور مالی امداد سے جبری تعلیم کے قانون کو منسوخ کرانے کی ایک تحریک چلائی۔ جس کی بدولت تھوڑی مدت بعد بفضلہ تعالیٰ تمام دینی مدارس کھل گئے۔ اگر اس سلسلہ میں حضرت تھانویؒ پوری توجہ نہ فرماتے اور دوسرے رہنماؤں کی طرح کم ہمت اور کم حوصلہ ہوتے تو یقیناً نتائج روح فرسا رہتے۔

4۔ آپ کے عہد زندگی میں ہندوستان میں ایک ایسا قانون اوقاف نافذ تھا۔ جس کی رو سے مسلمانوں کے اوقات کے انتظامی معاملات میں غیر مسلم حکومت دخیل تھی۔ مسلمانوں پر مذہبی امور میں غیر مسلموں کے عمل دخل کے خلاف آپ نے جو تحریک چلائی ۔اس میں آپ نے دوسرے زعماء کی طرح صرف زبانی جمع خرچ پر اکتفانہ کیا بلکہ اس گوشہ نشین درویش نے چوٹی کے وکلاء سے بحث مباحثہ کے بعد اپنا موقف منوالیا اور اس سلسلہ میں جس قدر اخراجات ہوئے ان کا ایک تہائی حصہ حضرت تھانویؒ نے اپنی جیب خاص

---

1616۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، ملتان، ادارہ نشر المعارف چہلیک، 1956ء، ص 555

1617۔ ایضاً



toobaafoundation.com

سے ادا کیا۔ یہ مہم 1930ء سے شروع ہوئی۔ جب کہ پاکستان عالم خواب میں تھا اور حضرت تھانویؒ دار الاسلام کے قیام کے لیے تن من دھن سے کوشاں تھے۔

5۔ دوسری جنگ عظیم کے موقع پر گورنمنٹ نے فوجی امداد دینے کے لیے ایک بل اسمبلی میں پیش کیا۔ جس کی کانگرس نے شدید مخالفت کرتے ہوئے قائد اعظم اور مسلم لیگ کے خلاف آسمان سر پر اٹھا لیا اور مختلف ذرائع سے قائد اعظم کو بد نام کرنا شروع کر دیا۔(1618)

جن کے واویلا کا اثر دربار اشرفیہ تک جا پہنچا۔ کانگرس زدہ حضرات نے آرمی بل کی آڑ میں حضرت تھانویؒ کو قائد اعظم سے برگشتہ کرنے کی شدت سے کوششیں کرنی اور چالیں چلنی شروع کر دیں جس پر حضرت تھانویؒ نے فوراً اپنا ایک وفد بغرض وضاحت قائد اعظم کی خدمت میں دہلی بھیجا جسے ملاقات کے لیے آدھ گھنٹہ دیا گیا۔ جب بات طول کھینچنے لگی تو قائد وفد نے قائد اعظم سے کہا کہ اگر آپ کا کچھ حرج ہوتا ہو تو ہمیں اجازت بخشیں۔ قائد اعظم نے فرمایا کہ

"نہیں! دوسرے لوگ جو مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ وہ مجھ سے کیا کہیں گے۔ لیکن آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ وہ میں نہیں جانتا اس لیے آپ جس قدر چاہیں شوق سے گفتگو کریں۔ میں برابر سنوں گا"(1619) جب اس وفد نے واپس جا کر حضرت تھانویؒ کو تمام حالات سنائے۔ تو آپ کو نہ صرف تسلی بلکہ مسرت بھی ہوئی آپؒ نے قائد اعظم کے متعلق فرمایا کہ:

> "قوم کے اس مخلص رہنما کی نظر صرف آج کے حالات پر ہی نہیں، بلکہ آج سے نو دس سال بعد ہونے والے واقعات کو بھی وہ اپنی چشم فراست سے برابر دیکھ رہے ہیں" (1620)

مسلم لیگ کے مخالفین نے جب حضرت تھانویؒ کو آرمی بل کے سلسلہ میں قائد اعظم کی تائید میں پایا تو ان کے عزائم مشومہ پر اوس پڑ گئی۔ اندازہ لگائیے اور انصاف کیجئے کہ ایک غیر معروف دور افتادہ حصہ میں بیٹھا ہوا یہ دور بین مرد درویش کس طرح ہندوستان میں پاکستان کی داغ بیل ڈالنے کی آئینی سرگرمیوں میں مصروف تھا۔ تن واحد ہے، کوئی جماعت نہیں، چندہ نہیں، جلسہ نہیں، جلوس نہیں، پریس نہیں، اخبار نہیں۔ ماحول سارے کا سارا مخالف ہے حصول پاکستان کی جنگ ابھی شروع نہیں ہوئی۔ مگر حضرت تھانویؒ اس مقصد کے لیے مصروف جدوجہد ہیں۔(1621)

## سیاسی مسلک

سیاسی حالات نے ملک کو تین پارٹیوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ انگریز، کانگرس اور مسلم لیگ۔ انگریز برسر اقتدار تھا۔ کانگرس کی پشت پر ساری ہندو قوم اور اکثر مسلم سیاسی جماعتیں تھیں۔ مسلم لیگ کے ساتھ سوائے عافیت پسندوں کے اور کوئی نہ تھا۔ مسلمانوں کا شیرازہ بکھرا ہوا تھا۔ انگریز اور ہندو دونوں ان کی کمزوری کا فائدہ اٹھانا چاہتے تھے اس لیے حضرت تھانویؒ:

---

1618۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، ملتان، ادارہ نشر المعارف چھلیک، 1956ء ص 556

1619۔ خان، عبدالرحمن، منشی، ماہنامہ الحسن، جلد اول، ص 711

1620۔ ایضا، ص 712، 713

1621۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، ص 577



toobaafoundation.com

"انگریزی حکومت اور کانگرس کے درمیان رسہ کشی میں مسلمانوں کو بالکل غیر جانبدار اور یکسو دیکھنا چاہتے تھے اور سمجھتے تھے کہ جب تک مسلمان خود اپنے اندر پوری قوت نہیں پیدا کر لیتے ان کا کسی فریق کے ساتھ شامل ہو کر عملی حصہ لینا خود کشی کے مترادف ہو گا اور سارا زور اس پر دیتے تھے کہ مسلمان پہلے اپنے میں قوت و نظم پیدا کریں"(1622)

اس زمانہ میں حضرت تھانویؒ دارالعلوم دیوبند کے سرپرست تھے جس کے اکابر جمعیۃ العلماء ہند کے ممبر ہونے کی وجہ سے کانگرس کے ساتھ تھے۔ ان کو دیکھا دیکھی دارالعلوم کے طلباء نے بھی سیاست میں عملی حصہ لینا شروع کر دیا۔ جو حضرت تھانویؒ کو سخت ناگوار گذرا حضرت تھانویؒ کی رائے تھی کہ

"موجودہ سیاست کا اشغال خواہ فی نفسہ حق ہو یا باطل۔ مگر دارالعلوم کے طلباء و علماء کو اس میں شرکت بہر حال مدرسہ کے مقاصد اصلیہ کو متزلزل کر دینے والی ہے"(1623)

ارباب مدرسہ نے اس معاملہ میں آپ کی رائے سے اختلاف کیا۔ لہٰذا آپ نے مدرسہ کے مفاد کی خاطر مدرسہ کی سرپرستی سے استعفیٰ دے دیا۔ لیکن مدرسہ سے ہمدردی اور خیر خواہی کا تعلق برابر قائم رکھا۔

## جھانسی الیکشن

کانگرس اور مسلم لیگ کی میدانی جنگ کا آغاز جھانسی کے ایک ضمنی الیکشن سے ہوا۔ جو مسلم لیگ کو 1935 میں لڑنا پڑا۔ کانگرس مسلم لیگ کے مقابلہ میں بڑے بڑے علماء لے آئی اور لیگ کے کیمپ میں صرف مولانا شوکت علی مدیر "خلافت" اور مولانا مظہر الدین مدیر "الامان" نظر آتے تھے جنہیں صرف "اخباری مولوی" سمجھ کر دیوبندی کے علماء کے مقابلہ میں لوگوں نے کوئی اہمیت نہ دی اور وہ مولانا شوکت علی سے کہنے مگر کہ کانگرس کی حمایت میں تو بڑے بڑے عالم آئے ہوئے ہیں۔ مگر مسلم لیگ کی حمایت میں کوئی بڑا عالم نظر نہیں آتا۔ جب ہر طرف سے یہی سوال ہونے لگا۔ چنانچہ مولانا شوکت علی نے خیال کیا کہ جھانسی کی پہلی سیاسی جنگ میں حضرت تھانویؒ کا ایک پیغام ہی نقشہ جنگ بدل سکتا ہے۔ لہٰذا حضرت تھانویؒ کو تار دے کر پوچھا گیا کہ ووٹ کس کو دیا جائے مسلم لیگ کے امیدوار کو دیا جائے یا کانگرس کے امیدوار کو۔(1624)

حضرت تھانوی کانگرسیوں کے عزائم سے بخوبی آگاہ تھے مگر مسلم لیگ والوں سے بھی کچھ مطمئین نہ تھے۔ اس لیے آپؒ نے شرح صدر کے ساتھ مسلم لیگ کی حمایت کا کوئی فیصلہ نہ کیا تھا مگر کانگرس کے ضرور مخالف تھے۔ اس لیے تار ملنے پر آپؒ نے کسی نتیجہ پر پہنچنے کے لیے بغرض مشورہ مولانا شبیر علی تھانویؒ اور مولانا ظفر احمد عثمانی کو بلایا۔ مولانا ظفر احمد عثمانی نے یہ مشورہ دیا کہ آپ صرف یہ تار دے دیں کہ کانگرس کو ووٹ نہ دیا جائے لہٰذا بڑے بڑے پوسٹر شہر کے در و دیوار پر چسپاں کرا دیئے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دیکھتے دیکھتے میدان الیکشن کا نقشہ بدل گیا۔ کانگرسی علماء وہ اثر پیدا نہ کر سکے جو حضرتؒ کے ایک تار سے پیدا ہوا کانگرس کو شکست فاش ہوئی اور میدان مسلم لیگ کے ہاتھ میں رہا۔(1625)

---

1622۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، ص 577

1623۔ ایضاً

1624۔ دریابادی، عبدالماجد، حکیم الامت، لاہور، ایم شمس الدین، 1967ء، ص 276

1625۔ مجذوب، عزیزالحسن خواجہ، خاتمہ اسوانح، لاہور، ایم ثناءاللہ، 1963، ص 24



toobaafoundation.com

مولانا شوکت علی اور مولانا مظہر الدین یہ خوشخبری سنانے مولانا کے پاس تھانہ بھون حاضر ہوئے اور آپ سے فرمایا:

"گو ہمارے پاس نہ لاریاں تھیں اور نہ دوسرا ساز و سامان لیکن آپ کے تار نے الیکشن کا پانسہ پلٹ دیا" ان دونوں حضرات نے کامیابی کی خوشی میں تھانہ بھون میں جلسہ کرنے کی اجازت چاہی۔ مولانا نے نہ صرف جلسے کی اجازت دے دی بلکہ مولانا ظفر احمد عثمانی کو فرمایا کہ آپ میری طرف سے تقریر کریں۔ (1626)

## نیا مدو جزر

اس کے کے کچھ عرصہ بعد کانگرس بر سر اقتدار آگئی۔ جن صوبوں میں ہندووں کی اکثریت تھی، وہاں انہوں نے اپنی حکومت بنائی اور حکومت کے نشہ میں سر شار ہو کر انہوں نے مسلمانوں کو ختم کرنے کی مہم بڑی تیزی سے شروع کر دی۔ پنڈت نہرو نے بھی اس نشہ سے سر شار ہو کر مسلمانوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اعلان کر دیا کہ ملک میں صرف دو پارٹیاں ہیں۔ انگریز اور کانگرس۔ ملک کی بڑی بڑی سیاسی جماعتیں کانگرس کے ساتھ رہیں۔ جوں جوں ہندوؤں کا تشدد بڑھتا گیا مسلم لیگ قوت پکڑتی گئی۔ اب لوگ بڑی کشمکش میں مبتلا تھے کہ کس کا ساتھ دیں۔ چونکہ مسلمان لیگ اور کانگرس کے متعلق علماء کی رائے جاننے کے خواہش مند تھے اور مولانا تھانوی کی طرف بھی رجوع کر رہے تھے اس لیے مولانا تھانوی نے صورت حال سے آگاہی کی خاطر آل انڈیا مسلم لیگ اور جمعیۃ العلماء کو کچھ سوالات لکھ کر بھیجے تا کہ کسی بھی جماعت کے حق میں فتوی دینے سے قبل صحیح صورت حال معلوم ہو سکے۔ یہ سوالات مولانا ظفر احمد عثمانی نے مرتب کیے تھے اور مولانا تھانوی کی اصلاح کے بعد دونوں جماعتوں کو بھیجے گئے تھے۔ (1627)

سوال نامہ بنام جمعیۃ العلماء ہند

1۔ جمعیۃ العلماء ہند کے نزدیک مذہبی حیثیت سے کانگرس میں شرکت کیوں ضروری ہے اور کانگرس سے علیحدگی میں کیا ضرر ہے۔

2۔ کانگرس میں مسلمانوں کا داخلہ جس صورت انفرادی، غیر منظم اور غیر مشروط طریقہ پر اس وقت ہو رہا ہے اور مسلم نشستوں کے لیے کانگرس خود براہ راست امیدوار تجویز کرتی ہے کیا اس سے اسلام اور مسلمانوں کو خطرہ نہیں۔ اگر ہے تو اس خطرہ سے بچنے کی کیا صورت ہے۔

3۔ مسلم لیگ سے جمعیۃ العلماء کو کیوں اختلاف ہے جب کہ وہ مسلمانوں کو منظم کر رہی ہے اور اس کا مقصد بھی آزادی کامل کی تحصیل ہے جیسا کہ لکھنو کے اجلاس میں اس نے اعلان کر دیا ہے۔

4۔ اگر مسلم لیگ میں کچھ مفاسد اور منکرات شرعیہ موجود ہیں تو کیا یہ صورت ممکن نہیں کہ جمعیۃ العلماء مسلم لیگ میں شریک ہو کر اس کو مخلص اور فعال لوگوں سے بھر دے اور مسلمانوں کی تنظیم کو مکمل مفاسد اور منکرات سے پاک کر دے۔

5۔ کیا مسلم لیگ اور جمعیۃ العلماء ہند کے تصادم سے مسلمانوں میں تشتت وافتراق پیدا نہیں ہوتا اور یہ کیا تشتت مضر نہیں۔ اگر ہے تو تو جمعیۃ العلماء نے اس مرض کو انسداد کی کوئی صورت اختیار کی ہے یا نہیں۔

---

1626۔ احمد سعید، پروفیسر، مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریک آزادی، لاہور، مجلس صیانۃ المسلمین، 1984، ص 127

1627۔ خان ظفر علی، چمنستان، لاہور، مکتبہ کارواں، 1967، ص 81



toobaafoundation.com

## دوسروں کے شبہات اور اعتراضات

1۔ کانگرس کے ساتھ مل کر جو آزادی ہندوستان کو حاصل ہوگی اس کا انجام ایک مشترکہ حکومت کا قیام ہے جس میں عنصر کفر غالب اور عنصر اسلام مغلوب ہوگا۔ ایسی حکومت اسلامی حکومت یقیناً نہ ہوگی۔ تو اس کے لیے جد وجہد کرنا مسلمانوں کے ذمہ کس دلیل سے واجب ہے۔ نیز اس کی کیا ضمانت ہے کہ ہندو انگریزوں کو ہندوستان سے بالکل بے دخل کرنا چاہتے ہیں اور ان کے ساتھ میں مسلمانوں پر حکومت کرنا نہیں چاہتے۔ کانگرس کے اقتدار سے اس وقت ہندوؤں کے حوصلے جس قدر بڑھنے لگے اور مسلمانوں پر بازاروں، دیہاتوں، ملازمتوں سرکاری محکموں میں جو مظالم وہ برپا کرنے لگے ہیں جمعیتہ العلماء نے ان کے انسداد کی کیا تدبیر سوچی ہے اور اس کے لیے عملی قدم اٹھایا ہے یا نہیں؟

2۔ کانگرس وزارتوں نے زمینداروں کی اراضی کاشتکاروں کی مملوک بنا دینے کی جو تجویز سوچی ہے یقیناً صریح ظلم ہے اور جو لوگ کانگرس میں شریک ہیں وہ سب کے سب اس ظلم میں شریک ہیں۔ پھر اس سے بچنے کی جمعیتہ العلماء نے کیا تدبیر کی اور کون سا عملی قدم اٹھایا ہے۔

3۔ کانگرس میں بندے ماترم کا گیت گایا جاتا ہے جو مضامین میں شرکیہ پر مشتمل ہے اور قومی جھنڈے کو سلامی دی جاتی ہے جو قریب بہ شرک ہے۔ کانگرسی مسلمان بھی بندے ماترم کے گیت کے وقت کھڑے ہو جاتے ہیں اور قومی جھنڈے کو سلامی دیتے ہیں کیا ان افعال میں شرک کرنا گناہ نہیں؟ اگر ہے تو جمعیتہ العلماء نے اسی قسم کے دوسرے منکرات پر صدائے احتجاج بلند کی یا نہیں۔

4۔ صدر کانگرس اور اس کی ہم خیال جماعت جو اشتراکیت کی حامی اور مذہب اور خدا کی دشمن ہے۔ ان کی تقریر خدا اور مذہب کے خلاف شائع ہوتی رہتی ہے۔ جمعیت العلماء نے ان کے خلاف کو صدائے احتجاج بلند کی یا نہیں اور مسلمانوں کے ایسے کافروں کی تعظیم و تکریم سے روکا ہے یا نہیں۔

5۔ کانگرس کے ساتھ جو آزادی حاصل ہوگی اس کی کیا ضمانت ہے۔ اس میں مسلمانوں کے مذہبی و سیاسی حقوق کی پوری طرح حفاظت ہوگی۔ جب کہ کانگرس اور اس کے ذمہ واروں کے مذہب اور حقوق کا نام لینا بھی جرم سمجھتے ہیں اور اس کو فرقہ پرستی قرار دیتے ہیں نیز جمعیت العلماء نے کانگرس کے ساتھ تعاون کر کے مسلمانوں کے مذہبی اور سیاسی حقوق کے تحفظ میں اس وقت تک کیا کام کیا ہے۔

6۔ جمعیت العلماء نے اچھوت قوموں میں تبلیغ اسلام کے لیے کوئی عملی قدم اٹھایا ہے یا نہیں جس کی مذہباً و سیاستاً سخت ضرورت ہے۔

مولانا تھانوی کے مدرجہ بالا سوالات کے جوابات متعدد یاددہانیوں کے بعد جمعیت العلماء کی طرف سے موصول نہ ہوئے۔ [1628]

1628۔ خان ظفر علی، چمنستان، لاہور، مکتبہ کارواں، 1967، ص 128



toobaafoundation.com

## سوالات از مسلم لیگ

1۔ آپ کے نزدیک کانگرس میں مسلمانوں کی شرکت سیاسی حیثیت سے کیوں مضر ہے اوراس سے علیحد گی کیوں ضروری ہے اکثر لوگ پوچھتے ہیں تو ہم ناواقفیت کی وجہ سے جواب نہیں دے سکتے۔

2۔ کیابدون کانگرس کے تعاون کے ہندوستان کوآزادی مل سکتی ہے اگر مل سکتی ہے تو اس کی صورت جو آپ کے ذہن میں اس کو واضح فرمایا جائے

3۔ کیاکانگرس سے مسلمانوں کی علیحد گی آزادی ہندوستان کے مسئلے میں باعث تعویق،تاخیر نہ ہو گی۔

4۔ کیا مسلم لیگ تمام مسلمانوں کو یاان کی زیادہ تعداد کو کانگرس میں شریک ہونے سے روک سکتی ہے۔بظاہر یہ امر مستبعد ہے۔ کانگرس میں پہلے ہی سے مسلمان موجود ہیں اور جب سے وہ وزارت قبول کر کے بر سر اقتدار آئی ہے وہ زیادہ تعداد میں شریک ہو رہے ہیں۔پس اگر مسلم لیگ نے تھوڑے سے مسلمانوں کو روک بھی لیاتو کیا نفع کی امید ہے جب کہ زیادہ حصہ اس میں شریک ہو گا۔

5۔ کیا مسلم لیگ کے زیادہ تر ارکان انگریزوں کے حامی اور اندرونی طور پر ان کے بھی خواہ نہیں ہیں اور کیابقول سر اکبر حیدری مسلم لیگ ایک برطانوی زہر ہے۔(مدینہ اخبار 13 دسمبر 1937ء) اگر نہیں تو اس کا اطمینان بخش جواب دیا جائے۔

6۔ مخالفین کی طرف سے کہاجاتا ہے کہ مسلم لیگ ایک بے عمل جماعت ہے کانگرس کی طرح اس نے اب تک کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا ہے نہ مسلمانوں کے فائدے کے لیے کوئی کام کیا ہے اور اس وقت کانگرس کے مقابلے میں جو جد وجہد الیکشن لڑنے میں صرف کر رہی ہے مسلمانوں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا بلکہ انگریزوں کا نفع ہے کہ کانگرس کی قوت کمزور ہو کر آزادی ہندوستان کا مسئلہ تعویق میں پڑ جائے۔اس اعتراض کا کیاجواب ہے۔

7۔ مسلم لیگ نے اب تک مسلمانوں کی تنظیم اور ان کی مذہبی، تمدنی اور اقتصادی ترقی کے لیے کیا طریق عمل اختیار کیااور اسکے لیے کونسا عملی قدم اٹھایا۔

8۔ اگر کسی وقت ہر طرح اطمینان کر کے مسلم لیگ کو کانگرس میں شامل کرنے کی ضرورتی ہوئی تو کیا مسلم لیگ کو توڑ کر اس میں شامل کر لیا جائے گا یا مسلم لیگ کو قائم رکھا جائے گا۔

9۔ اگر علماء مسلم لیگ کے ممبر بنناچاہیں تو کیاان کو بھی الیکشن ہی کے ذریعے مسلم لیگ کا کوئی درجہ حاصل ہو گا جس سے ان کو مسلم لیگ کے اجلاس اور مجلس عاملہ وغیرہ میں اپنی رائے پیش کرنے کا حق حاصل ہو۔

10۔ مسلم لیگ میں علماء کی وقعت کس درجہ ہو گی اور بصورت اختلاف علماء کسی مسئلہ مختلف فیہ کو کس طرح طے کیا جائے گا۔اس کے لیے کوئی قاعدہ ذہن میں ہے۔

11۔ جمعیۃ العلماءِ ہند اور مسلم لیگ کے تصادم سے مسلمانوں میں جو تشتت وافتراق پیدا ہو گا آیا لیگ نے اس کے ضرر کو محسوس کیا ہے یا نہیں۔اگر کیا ہے تو اس کے انسداد کی کوئی صورت باہمی اتفاق کی سوچی ہے۔



toobaafoundation.com

12۔ مسلم لیگ نے اچھوت قوموں میں تبلیغ اسلام کی ضرورت کو محسوس کیا ہے کہ نہیں جو نہ صرف مذہباً بلکہ سیاستاً بھی نہایت اہم ہے اگر کیا ہے تو اس کے لیے کوئی عملی قدم بھی اٹھایا ہے کہ نہیں۔[1629]

آل انڈیا مسلم لیگ کی طرف سے نواب محمد اسمٰعیل خان ایم ایل اے صدر مسلم لیگ پارلیمانی بورڈ یو پی اور سید حسن ریاض نے باہمی مشورہ کے بعد ان سوالات کے جوابات تیار کیے۔۔ سید حسن ریاض نے اس حوالے سے اپنی کتاب "پاکستان ناگزیر تھا" میں اس معاملے پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا:

علماء ابتداء سے مسلم لیگ کے ساتھ تھے اور مکتب خیال کے علماء یہ خیال صحیح نہیں کہ جمعیت العلماء ہند جو کانگرس کے ساتھ تھی تو ہندوستان کے تمام علماء کانگرس کے ساتھ تھے۔ جمعیت العلماء ان تھوڑے سے مولویوں کے گروہ کا نام تھا جس کو خلافت ایجی ٹیشن میں سیاست سے لگاؤ پیدا ہوا اور بعد میں کانگرس کے رویے سے سیاسی سرگرمیاں جاری رکھنا ان کو سہل معلوم ہوا، وگرنہ ان کے علاوہ بھی ہندوستان میں بہت سے علماء تھے اور بڑے مرتبہ کے علماء۔ مسلم لیگ کی تحریک کے آغاز ہی میں مولانا اشرف علی تھانوی نے صوبہ مسلم لیگ یوپی کے صدر جو نواب اسماعیل خاں مرحوم تھے۔ ایک استفسار بھیجا جس میں غالباً گیارہ سوالات تھے۔ یوپی مسلم لیگ کی طرف سے اس کو اجواب دیا گیا۔ حضرت مولانا مرحوم کو بالکل اطمینان ہو گیا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے دائرہ اثر کے لوگوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ مسلم لیگ میں شریک ہوں۔ جس میں بہت سے صاحب مرتبہ علماء بھی تھے۔[1630]

## جواب از جانب زعمائے مسلم لیگ

مسلم لیگ والوں نے حضرت تھانوی کی مخلصانہ مساعی کے عملی اعتراف کے طور پر نہایت مفصل اور جامع ومانع جواب دیا۔ جس سے اس جدوجہد آزادی کا تمام پس منظر سامنے آجاتا ہے۔

جواب نمبر 1

مسلمان کانگرس میں ایک اقلیت بن کر رہ جائیں گے اور ان کی آواز اکثریت میں دب جائے گی جب کہ اگر یہی مسلمان مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اپنی آواز اٹھائین گے تو پوری دنیا میں سنی جائے گی اور جداگانہ اسلامی تنظیم کے ماتحت ہر عمل ان کے اختیارات میں ہو گا۔

جواب نمبر 2

مسلمان کانگرس میں اپنا اسلامی تشخص کھو کر شامل ہونگے، وہ بس صرف ہندوستانی ہونگے بغیر اسلامی تشخص کے۔ کیا برطانیہ اور فرانس نے اپنا قومی تشخص قائم رکھتے ہوئے اکٹھے ہو کر جرمنوں کے ساتھ جنگ نہیں کی اس طرح مسلمان مسلم لیگ میں شامل ہو کر اس کو مضبوط اور مستحکم کرلیں اور کانگرس میں شامل نہ ہوں تو یقیناً کانگرس کو مسلم لیگ سے اتحاد کرنا پڑے گا۔

جواب نمبر 3

کانگرس میں شامل ہونے سے مسلمانوں کے دلوں میں تحریک آزادی کے لیے وہ جوش وجذبہ نہیں رہے گا اور ان کو لگے گا کہ آزادی کے بعد بھی وہ کانگرس/ہندوؤں کے پیچھے پیچھے چلنے پر مجبور رہیں گے۔ بالکل ایسے ہی جیسے انگریزی حکومت کو ہندوستان کے

---

1629۔ احمد سعید، پروفیسر مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریک آزادی، ص103-104

1630۔ مفتی، محمد شفیع، افادات اشرفیہ در مسائل سیاسیہ، ص53تا56



toobaafoundation.com

تحفظ کی جنگوں میں ہندوستانیوں میں جنگ لڑنے کے جذبے کی کمی کی وجہ سے انہیں روپیہ پیسہ دے کر لڑنے پر آمادہ کرتی تھی۔ مسلمانوں کو اگر یقین ہو گیا کہ ان کا اسلامی تشخص برقرار رہے گا اور آزادی ہندوستان میں بھی آزاد قوم کی حیثیت سے رہیں گے تو مسلمان خالص وطنی آزادی کے جذبہ سے جنگ کریں گے۔

جواب نمبر 4

یقیناً مسلم لیگ مسلمانوں کو کانگرس میں شریک ہونے سے پہلے روک سکتی ہے اور باوجود اس کے کہ کانگرس برسر اقتدار ہے اور اس کی وزارت قائم ہے تجربہ سے ظاہر ہو گیا ہے کہ کانگرس کی حکومت قائم تھی۔ مسلم لیگ نے کانگرس کے مقابلے میں پانچ الیکشن لڑے ان میں سے چار میں مسلم لیگ کامیاب ہوئی اور صرف ایک بجنور میں ناکامی ہوئی اس ناکامی کی وجہ بھی حافظ ابراہیم صاحب کا ذاتی اثر اور مسلم لیگ کو کام کرنے کی کم مہلت تھی نیز یہ بھی کہ ابھی تک مسلم لیگ کی تنظیم مکمل اور طاقتور نہیں ہے۔ تاریخی تجربہ یہ بھی بتاتا رہا ہے کہ اقوام کی اکثریت اپنے مفاد اور وجود کے تحفظ کے حق میں رہتی ہے حکومت کے موید صرف وہ لوگ ہوتے جن کے مفاد براہ راست حکومت سے وابستہ ہوں مثال کے طور پر کانگرس کی سابقہ تحریکات، انگریزوں کی حکومت قائم تھی ہزارہا ہندو سرکاری ملازم تھے۔ زمیندار خطاب یافتہ اور ٹھیکیدار اور اجارہ دار وغیرہ تھے مگر قوم کی آواز وہی سنی گئی جو کانگرس کے پلیٹ فارم سے بلند ہوئی۔ نیز یہ کہ جب مسلم لیگ کا نظام مضبوط ہو جائے گا اور یہ ناممکن ہو جائے گا کہ کوئی مسلمان انفرادی حیثیت سے یا کانگرس کی طرف سے کھڑا ہو کر مجالس وفعان قوانین کا ممبر منتخب ہو سکے اور مسلم رائے عامہ کانگرس کا ممبر ہونا عیب اور مسلم لیگ کا ممبر ہونا اچھا سمجھنے لگے گی تو کوئی مسلمان کانگرس کا ممبر بننا پسند نہ کرے گا اور اس طرح مسلم لیگ مسلمانوں کو کانگرس میں جانے سے روک دے گی اور بالغرض اگر کوئی چھوٹی سے بے اثر جماعت کانگرس میں رہی بھی تو کانگرس کی نظر میں اس کی کوئی وقعت نہ ہوگی۔ چنانچہ 1929ء سے 1935ء تک یہی ہوا۔ کانگرس ہندوؤں اور مسلمانوں کے فرقہ وارانہ معاملات کے متعلق کانگرسی مسلمانوں سے گفتگو نہیں کرتی تھی بلکہ ہر معاملہ میں ان کو نظرانداز کر کے کانگرس کو مسلم لیگ اور مسلم کانفرنس سے رجوع کرنا پڑتا تھا۔ آخر میں یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ کانگرس میں مسلمانوں کی بڑی تعداد ہرگز شامل نہیں اس قسم کے تمام اعلانات جھوٹے اور بے بنیاد ہیں بعض چند افراد ہیں جو کانگرس میں شریک ہیں۔

جواب نمبر 5

1937ء سے مسلم لیگ میں مکمل انقلاب ہوا۔ کامل ذمہ دار حکومت کی بجائے پورا استقلال یا پوری خود مختاری مطمح نظر قرار پایا ہے۔ محدود رکنیت کی جگہ دو جنس کی شرط پر رکنیت تمام کی گئی ہے۔ گویا اب مسلم لیگ کانگرس سے زیادہ جمہوری انجمن ہے۔ ابتداء سے انتہا تک جتنی کمیٹیاں بنیں گی اور جتنے عہدے دیے جائیں گے وہ انتخابات کے ذریعے ہوں گے۔ اس صورت میں انگریزوں کے خوشامدیوں کو مسلم لیگ میں دخل کا کوئی امکان نہیں۔ مسلم لیگ کے تمام موجودہ ارکان کی معیاد رکنیت اکتوبر میں ختم ہو رہی ہے نئے انتخابات ہر امیر اور غریب کو عام ممبر بننے کے وقت اس عہد نامے پر دستخط کرنے پڑیں گے کہ وہ کامل آزادی کا طالب ہے اس کے بعد وہ انتخاب میں آئے گا اس کے بعد بھی اگر وہ منافقت کرے اور دل میں انگریزوں کا حامی رہے تو اس پر کسی کو قابو نہیں۔ جیسے کوئی شخص توحید رسالت وغیرہ کا اقرار کرے ہم اس کو مسلمان ماننے پر مجبور ہیں اس کے دل میں کیا ہے اس پر سوال کرنے کا ہمیں کوئی حق نہیں۔ اس طرح کے منافق لوگ خود کانگرس میں بھی موجود ہیں اور کانگرس ان کو اندر آنے سے نہیں روک سکتی۔ سر اکبر حیدری نے مسلم لیگ کو جو برطانوی زہر کہا ہے اس کے معنی بالکل اور ہیں کیا اکبر حیدری نے حیدرآباد میں کانگرس قائم کرنے کی اجازت دے دی



toobaafoundation.com

ہے اور کیا وہ کانگرس کو تریاق سمجھتے ہیں ہر ہندوستانی ریاست سیاسی تحریکات کو اپنی حدود کے اندر داخل ہونے سے روکتی ہے خواہ وہ قومی ہو یا فرقہ وارانہ۔ صاف بات ہے کہ حیدر آباد میں مسلمانوں کو سیاسی استیلاء حاصل ہے وہاں مسلمانوں کے حقوق مفاد اور آزادی خطرہ میں نہیں۔

حکومت انجمن سے کہیں زیادہ طاقت ور واقع ہوئی ہے حیدر آباد میں مسلم حکومت موجود ہے اس صورت میں یقیناً وہاں مسلم لیگ کی ضرورت نہیں اور اگر حیدر آباد میں مسلم لیگ قائم کی جائے گی تو وہ بجائے سیاسی انجمن کے خالص فرقہ وارانہ انجمن بن کر رہ جائے گی جو حکومت اور ہندوؤں کے درمیان تصادم کا باعث ہوگی۔

جواب نمبر 6

یہ غلط ہے کہ مسلم لیگ بے عمل جماعت ہے مسلم لیگ ابتداء یعنی 1906ء میں اس غرض سے قائم ہوئی تھی کہ برطانیہ سے ہندوستان کو جو مراعات ملیں ان میں سے مسلمانوں کو پورا حصہ دلائے اور نیز مزید مراعات حاصل کرنے میں اکثریت کے ساتھ تعاون کرے چنانچہ اس نے یہ کیا کہ کانگرس نے ہندوستان کے لیے سیاسی اختیار حاصل کرنے کے لیے جب کوئی تحریک شروع کی تو مسلم لیگ نے اس کی تائید کی۔ مسلم لیگ اور کانگرس کے متحدہ مطالبہ پر اصلاحات ہندوستان کو دی گئیں۔ کانگرس ان مسلمانوں کو کونسل میں بھیجنا چاہتی ہے جو خاص مسلم حقوق کے تحفظ کے خلاف کانگرس کی اطاعت کریں۔ اگر یہ بات کہ مسلمانوں کے کسی عہد کے ساتھ مجالس واضعان قوانین میں جائیں اس قدر غیر اہم ہے کہ اس سے مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تو کانگرس اپنے قدیم دستور کے خلاف اس مرتبہ الیکشن لڑنے پر اس قدر کیوں مصر ہے کہ اس کو کمزور ہونا منظور اور کمزور ہو کر آزادی ہندوستان کی تحریک کو تعویق میں ڈالنا منظور مگر مسلم لیگ کے مقابلے میں الیکشن لڑنا ضرور۔ واضح رہے کہ اس معاملہ میں کانگرس کا عمل جارحانہ ہے۔

جواب نمبر 7

مسلم لیگ نے اکتوبر 1937ء سے قبل ہندو اکثریت کے جارحانہ اقدامات کے مقابلہ میں مدافعت کر کے مسلمانوں کے دینی، مذہبی، سیاسی، اجتماعی اور اقتصادی تنظیم کی حفاظت کی ہے۔ اکتوبر 1937ء سے اس کا نیا دور شروع ہوا ہے اور اب وہ عام مسلمانوں کو مسلم لیگ کی تنظیم میں داخل کر کے مسمانوں کے اجتماعی اور سیاسی خلفشار کو ختم کرنا چاہتی ہے۔ رائے عامہ کی تربیت کرے، ہندوستان کے مسلمانوں کو آزادی کامل اور آزاد ہندوستان میں مسلم اور دوسری اقلیتوں کے لیے جمہوری تحفظ یعنی اکثریت کے فرقہ وارانہ جبر واستبداد کے امکان کے انسداد کے مقصد پر ہم خیال کرنا چاہتی ہیں۔

اسی غرض کے لیے ہر شہر قصبے اور ضلع میں مسلم لیگ قائم کی جارہی ہے۔ ہر عام مسلمان اس کا رکن بنایا جارہا ہے۔ نوجوانوں کی ایک بہت بڑی جمعیت بھرتی کی جارہی ہے۔ اقتصادی خوشحالی کے لیے مسلمان دستکاروں کے ہاتھ کی بنی ہوئی چیزوں کے رواج کی کوشش کی ہے سود منسوخ کرانا مد نظر ہے اور مسلم لیگ کا جو ارادہ ہے وہ اس کے سالانہ اجلاسوں کی قراردادوں سے مفصل معلوم ہوگا۔

جواب نمبر 8

اگر کانگرس کے سمجھوتہ ہوگیا اور اکثریت کے جبر واستبداد کا کوئی خطرہ نہ رہا تو مسلم لیگ اس وقت بھی قائم رہے گی اور اشتراک عمل مسلم لیگ اور کانگرس کے درمیان ہوگا مسلمان منتشر ہو کر کانگرس میں کبھی شریک نہ ہوں گے مسلم لیگ کی یہ قطعی رائے ہے۔



toobaafoundation.com

جواب نمبر 9

اگر علماء مسلم لیگ کے ممبر بننا چاہیں تو ان کو الیکشن کے ذریعہ مسلم لیگ کی با اختیار کمیٹیوں میں آنے سے گریز کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی یہ تو بہترین صورت ہے لیکن خاص حالات میں بہت ہی مقتدر علماء کے لیے جو الیکشن کے ذریعہ نہ آسکیں۔ ایک صورت اور بھی ہے جس کو انگریزی میں کو آپشن کہتے ہیں یعنی وہ بطریق اضافہ آسکتے ہیں۔

جواب نمبر 10

مسلم لیگ میں دینی امور کے متعلق علماء کی رائے کو وہی وقعت حاصل ہو گی جو اب تک مسلمانوں میں ان کی رائے کو حاصل رہی ہے۔ ان معاملات میں اگر علماء کے درمیان کوئی اختلاف ہو تو اس کے لیے وہی طریقہ اختیار کیا جائے گا جو حدیث و قرآن کی رو سے صحیح ہو گا۔

جواب نمبر 11

یقیناً مسلم لیگ نے جمعیۃ العلماء اور مسلم لیگ کے تصادم کے ضرر کو محسوس کیا ہے اور اس کے انسداد کی اس کے ذہن میں یہ صورت ہے کہ جمعیۃ العلماء اور مسلم لیگ کے درمیان تقسیم عمل ہو جائے یعنی خالص دینی امور کا انصرام جمعیۃ العلماء اپنے ذمے لے لے اور مذہبی، تمدنی، سیاسی اور دوسرے شعبہ ہائے حیات کے انصرام میں شرکت کے لیے حضرات علماء مسلم لیگ میں بحیثیت مسلمان شریک رہیں۔

جواب نمبر 12

بے شک راجپوتوں اور غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام مسلم لیگ کے نزدیک ایک اہم فرض ہے اور سیاسی حیثیت سے بھی یہ بہت ضروری ہے مگر اس اہم اسلامی خدمت کے اہل صرف حضرات علماء ہیں۔ بدنصیبی سے مسلم لیگ کو ان کا پورا تعاون حاصل نہیں رہا ہے اس لیے وہ اس خدمت سے قاصر رہی ہے۔ اگر علماء اس کام کو شروع کریں تو مسلم لیگ ان کے ساتھ پورا تعاون کرے گی [1631]

حضرت تھانوی مسلم لیگ کے جواب کی روشنی میں حالات حاضرہ کا ابھی جائزہ ہی لے رہے تھے کہ 5 فروری 1938ء کو مولوی منفعت علی وکیل و ممبر مسلم لیگ سہارن پور کی طرف سے حضرت کو ایک خط موصول ہوا جس میں تمام حالات پر روشنی ڈالنے کے بعد درخواست کی گئی کہ

"حضرت کے نزدیک دو جماعتوں یعنی لیگ اور کانگرس میں سے مسلمان کو کس جماعت میں شرکت کرنی چاہیئے۔" [1632]

مولانا ظفر احمد عثمانی کے بیان کے مطابق اس خط کے موصول ہونے کے بعد 10 فروری 1938ء کو حضرت تھانوی ایک مضمون لکھ کر خانقاہ میں تشریف لائے۔ صبح کی مجلس میں مولانا ظفر احمد عثمانی اور مولانا شبیر علی تھانوی و دیگر علماء خانقاہ کو بلا کر فرمایا کہ :

"رات میں نے سونا چاہا۔ مگر نیند نہیں آئی۔ بار بار قلب یہ تقاضا کرتا تھا کہ جواب لکھو۔ جب شدید تقاضا ہوا تو میں لکھنے بیٹھ گیا اور یہ مضمون قلم بند ہوا جسے "تنظیم المسلمین کا نام دیا گیا ہے"

---

1631۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، ص 587-588

1632۔ حسن ریاض، سید پاکستان ناگزیر تھا، کراچی، ادارہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، 1968ء، ص 375-376



toobaafoundation.com

اس کا خلاصہ حضرت تھانوی کے الفاظ میں یہ تھا کہ:

"از خود نہ کسی سے آویزش کی ضرورت ہے نہ آمیزش کی ضرورت۔ رضائے حق کو مطمع نظر رکھ کر اپنے کام میں لگے رہیں اور اس رضا کی شرط یہ ہے کہ ہر کام میں اس کا پورا لحاظ رکھیں کہ کوئی امر خلاف شرع نہ ہونے پائے یہی عبدیت کی روح اور حیات مسلم کی اصل الاصول ہے"(1633)

## مجلس دعوۃ الحق

حضرت تھانوی کی اصل سیاست یہ تھی کہ جس طرح بھی بن سکے مسلمانوں کو سچا مسلمان بنادیا جائے۔ اس لیے آپ کی حمایت لیگ سیاسی اغراض کے لیے نہ تھی بلکہ اس غرض کے لیے تھی کہ مسلمان لیگ کے اندر داخل ہو کر اپنی تنظیم اور لیگ کی اصلاح کی فکر کریں تاکہ یہ کانگرس کا مقابلہ کر سکے اور متعصبین اسلام کو ہندوستان سے نہ مٹا سکیں اور اسلام اپنے اصول و شعائر کے ساتھ ہندوستان میں باقی رہے۔ مسلم لیگ چونکہ نہ علماء کی جماعت تھی اور نہ بالکل دینداروں کی۔ اس لیے حضرت تھانوی کو اس کی قیادت سے کچھ دینی مفرتوں کا احتمال تھا جس کی وجہ سے آپ نے ایک تبلیغی جماعت بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی جو تبلیغ دین کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی سیاسی جماعت مسلم لیگ کی بھی نگرانی کرتی رہے۔ تاکہ وہ مسلمانوں کے حقوق کا گورنمنٹ سے مطالبہ کرتے وقت شریعت کے خلاف عمل نہ کر بیٹھے۔ چنانچہ اس غرض کے لیے حضرت تھانوی کے ایماپر "مجلس دعوۃ الحق" قائم ہوئی جس کے مقاصد درج ذیل تھے۔

(الف) حضرت تھانوی کے رسائل "تنظیم المسلمین و تعلیم المسلمین" میں جو عوام و خواص کو تنظیم و تبلیغ کی ہدایت کی گئی ہے۔ اس کے لیے ایک مرکز قائم کرنا اور تنظیم و تبلیغ کو وسیع پیمانہ پر ہندوستان میں پھیلانا۔

(ب) مسلم لیگ کے لیڈروں کو دینداری کی طرف متوجہ کرنا۔ کیونکہ مسلم لیگ کو اس وقت مسلمانوں میں بڑی حد تک مرکزی شان حاصل ہے اس کے لیڈروں کی اصلاح سے بہت کچھ عوام کی اصلاح متوقع ہے۔

(ج) مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے ارکان کے پاس ان کے جلسوں میں یا خاص اوقات میں چند مخلصین کا وفد بھیجتے رہنا۔ جو یہ بات ان کے ذہن نشین کرائے کہ مسلمانوں کو ہمیشہ اتباع احکام الٰہیہ سے ہی کامیابی اور ترقی ہوئی ہے۔ محض اسباب ظاہرہ یا دیگر اقوام جیسا مظاہرہ مسلمانوں کے لیے ہر گز کافی نہیں۔

(د) مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کو شعائر اسلامیہ کی پابندی کی تبلیغ کرنا اور ان سے درخواست کرنا کہ مسلم لیگ کے ہر ممبر پر قانونی طور سے شعائر اسلامیہ کی پابندی کو لازم کیا جائے کہ اس پر کامیابی موقوف ہے اور قلوب اہل السلام کا انجذاب بھی اسی سے ہو گا جو تنظیم کی بنیاد ہے۔

چنانچہ اس تبلیغی پروگرام پر نومبر 1938ء سے عمل درآمد شروع ہو گیا اور اس کی ابتدا قائد اعظم کو تبلیغ سے ہوئی۔(1634) ایک طرف تو حضرت تھانوی اور ان کے مخلصین کی جماعت اللہ کے دین کا بول بالا کرنے اور مسلمانوں کی دینی و دنیوی فلاح کی غرض سے مسلم لیگ والوں کو صحیح معنوں میں مسلمان بنانے میں مصروف تھی اور دوسری طرف خود حضرت تھانویؒ کو کافر قرار دینے

---

1633۔ مفتی، محمد شفیع، افادات اشرفیہ در مسائل سیاسیہ، ص 53-64

1634۔ ایضاً، ص 70



toobaafoundation.com

والا بریلویوں کا فتویٰ لوگوں میں تقسیم کیا جا رہا تھا مسلم لیگ والوں کو بے دین ثابت کیا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ قائد اعظم تک کو کافر کہا جا رہا تھا تاکہ کسی طرح لوگ مسلم لیگ میں شامل نہ ہوں۔ اس پر حضرت تھانویؒ نے ایک دوسرا اعلان بعنوان "الطریق الامم فی شرائط اتحاد الامم" جاری کیا اور اس میں لکھا کہ:

"بعض حضرات کانگرس کے مفاسد کے جواب میں اکثر اہل مسلم لیگ کے بعض اعمال دینیہ کی کوتاہیاں پیش کر کے بطور الزام ان کوتاہیوں کو اس کے اتحاد کرنے کے جواز سے مانع قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ کہاں اصل ایمان کا فقدان کہاں فروع اعمال کا نقصان۔ تو ایک کا قیاس دوسرے پر محض فاسد اور قیاس مع الفارق ہے خصوص جبکہ اس دوسرے نقصان کی اصلاح کی توقع بھی قریب ہو جس کو کوشش شروع بھی ہو گئی ہے۔"

ظاہر ہے کہ اہل مسلم لیگ کی کوتاہیاں خوارج کی بددینی کے درجے تک تو نہیں پھر جب کفار کے مقابلہ کے لیے خوارج کے اشتراک عمل جائز ہے تو مسلم لیگ کے ساتھ بدرجہ اولی جائز ہے۔ پس اس تحریر سے کانگریس اور مسلم لیگ کی حقیقت اور حکم میں صاف فرق ظاہر ہو گیا۔ اس پر بھی اگر کوئی شخص اپنے قیاس فاسد پر اصرار کرے تو کیا علاج۔ (1635)

حضرت تھانویؒ نے بے شمار موقعوں پر اس بات کی وضاحت کی کہ مسلم لیگ کی حمایت میں نے اس بنا پر کی چونکہ اس جماعت میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اس لیے کانگریس کی نسبت اس جامعت کی اصلاح ممکن اور آسان ہے 15 ستمبر 1938ء کو لکھنو میں اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ

"میں نے جو اعلان کیا ہے اس میں مسلم لیگ کی حمایت کی ہے مگر صاف طور پر لکھ دیا ہے کہ کانگرس اور مسلم لیگ دونوں جماعتیں قابل اصلاح بلکہ الاصلاح ہیں۔ ہاں مسلم لیگ نسبتاً کانگرس سے اچھی اور بہت اچھی ہے۔ لہذا اس میں اصلاح اور درستی کی نیت سے شریک ہونا چاہیے۔ میں کانگرس کو اندھے کے مشابہ سمجھتا ہوں اور مسلم لیگ کو کانے کے مشابہ اور ظاہر ہے کہ اندھے پر کانے کو ترجیح ہو گی۔ بس اسی بنا پر میں مسلم لیگ کا حامی ہوں۔" (1636)

## کانگرس کی مخالفت کی وجہ

اگرچہ ہندوستان کے بڑے بڑے علماء کانگرس کے ساتھ تھے مگر ان کی نظر وقتی اور ذاتی مصالح پر تھی۔ اس کے نتائج پر نہ تھی۔ بخلاف ان کے حضرتؒ کی نظر حق تعالی کے اس فیصلہ پر تھی کہ

وَلَا يَزَالُونَ يُقَٰتِلُونَكُمۡ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمۡ عَن دِينِكُمۡ إِنِ ٱسۡتَطَٰعُواْۚ (القرآن 217 : 2)

ترجمہ: کفار تو ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اگر قابو پا لیں تو تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں۔

جس کی روشنی میں آپؒ پر کانگرس کے عزائم واضح ہو چکے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ مولانا ظفر احمد عثمانی نے آپ نے سوال کیا کہ ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی جو 1857 میں لڑی گئی کیوں ناکام رہی جبکہ اس کی کمان حضرت سید اسماعیل شہیدؒ اور سید احمد بریلویؒ ایسے نفوس قدسیہ کے ہاتھ میں تھی۔ تو حضرت تھانویؒ نے فرمایا:

---

1635۔ مفتی، محمد شفیع، افادات اشرفیہ در مسائل سیاسیہ، ص 75

1636۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، ص 599-600



toobaafoundation.com

"1857ء کی جنگ آزادی میں اس لیے ناکامی ہوئی کہ اس تحریک میں ہندو شامل تھے۔ دونوں شانہ بشانہ لڑ رہے تھے مگر ہندوؤں نے دغا دیا۔ اب بھی ان سے وفا کی امید نہیں ہے۔ یہ وقت پر دھوکا دیں گے۔ مسلمان اپنے ہی پاؤں پر کھڑا ہو کر کامیاب ہو سکتا ہے۔ دوسروں کے سہارے کبھی نہیں"۔(1637)

اس لیے آپ وفاق ہند کے مخالف تھے اور چاہتے تھے کہ مسلم لیگ شرعی حدود کے اندر رہ کر اکیلے جنگ پاکستان لڑے۔ تاکہ کامیابی یقینی ہو۔ چنانچہ جب تک مسلم لیگ کانگرس کی ہمنوا رہی۔ آپ اس سے بالکل الگ رہے اور جب اس نے دوسروں کا سہارا چھوڑ کر اپنا پلیٹ فارم الگ بنایا۔ تب آپ نے اس کی حمایت شروع کر دی۔ آپ کانگرس کے مخالف اس لیے نہیں تھے کہ اس سے آپ کو کوئی ذاتی فائدہ تھا بلکہ آپ اس کی مخالفت کے لیے اس لیے مجبور تھے کہ وہ آزادی ہند کے بعد ہندوستان سے اسلام کو مٹانا چاہتی تھی۔ چنانچہ جونہی زمام اقتدار اس کے ہاتھ میں آئی۔ مسلمانوں پر ظلم و ستم کی پہاڑ ٹوٹنے شروع ہو گئے۔ ملازمتوں کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ مسجدوں کو مندروں میں بدلا جانے لگا اور ہر اس روایت کو حرف غلط کی طرح مٹانے کے درپے ہو گئی۔ جس کی صرف نسبت مسلمانوں سے تھی یعنی حضرت تھانویؒ نے جو باتیں 1928ء اور 1938ء میں ان کے عزائم کے متعلق بھری مجلس میں فرمائی تھیں 1948ء کے بعد حالات نے ان کے حرف بہ حرف تصدیق کر دی اور کانگرس کی اس مسلم کش پالیسی کے خلاف بالآخر انہی حضرات کو ہندوستان کی پارلیمان میں احتجاج کرنا پڑا جو تحریک آزادی کے زمانہ میں حضرتؒ کے مسلک کی مخالفت کرنے والوں کی صف اول میں نظر آتے تھے۔ اس سیاسی کشمکش کے دوران آپؒ نے ہمیشہ انتہائی احتیاط سے کام لیا مثلاً۔

- جن معاملات میں علماء کا اختلاف ہوتا تو اس میں مکمل تحقیق و تفتیش کے بغیر کوئی فتوی یا اعلان شائع نہ فرماتے۔
- مقدور بھر تحقیق کے بعد اگر اعلان کی ضرورت بھی ثابت ہوتی تو اس وقت بھی دوسری جانب کی پوری رعایت رکھ کر اعلان فرماتے جس سے اختلاف کی خلیج وسیع ہونے اور عوام کو علماء کے خلاف برسرپیکار آنے کا موقع نہ ملتا۔
- اعلان کے تحقیق حال اور مفاہمت کا سلسلہ برابر جاری رکھتے اور قابل قبول چیزوں کے قبول کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتے۔(1638)

حضرت تھانویؒ طبعاً درویش منش تھے۔ وہ سیاسی تحریکات میں حصہ نہ لیتے تھے مگر تحریکات کے سلسلہ میں جب آپ کے پاس استفسار آئے تو اس وقت بحیثیت مجدد الملت حکیم الامت آپ کو ان کی شرعی حیثیت واضح کرنی پڑتی جو کانگرس، جمیۃ العلماء، احرار، مومن کانفرنس اور نیشنلسٹ مسلمانوں کے لیے ناقابل برداشت ہوتی۔ یہ ایک ایسا دور تھا۔ جس میں سب کو کچھ نہ کچھ اپنے مرکز سے سننا پڑا۔ مگر حضرت تھانویؒ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مستحکم رہے اور اپنی رائے سے ایک انچ پیچھے نہ ہٹے۔ اسی مسلک حق کی بدولت پر آڑے وقت میں ارباب مسلم لیگ آپؒ سے مشورہ لیتے رہے اس پر عمل کرتے رہے۔ متذکرہ بالا پارٹیوں یا جماعتوں کی سعی و اتحاد کے باوجود حضرت تھانویؒ کی دعا پر خلوص اعانت مسلم لیگ تاریخ ساز الیکشن جیتتی رہی۔ جس پر قائداعظم کو بہت فخر تھا۔ اسی لیے ایک دفعہ قائداعظم کی مجلس میں بمبئی کے چند تاجروں نے یہ کہا کہ کانگرس میں علماء زیادہ ہیں اور مسلم لیگ میں علماء کوئی نہیں جس پر قائداعظم نے پر جوش لہجہ میں فرمایا کہ

---

1637۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، ص600

1638۔ حقی، ابرارالحق، مولانا، اسعدالابرار، بارہ بنکی، 1938ء، ص120، 121



toobaafoundation.com

"مسلم لیگ کے ساتھ ایک بہت بڑا عالم ہے جس کا علم و تقدس اور تقویٰ اگر ایک پلڑے میں رکھا جائے تو اس کا پلڑا بھاری ہوگا۔ وہ مولانا اشرف علی تھانویؒ ہیں۔ مسلم لیگ کو ان کی حمایت کافی ہے اور کافی موافقت کرے یا نہ کرے ہمیں پرواہ نہیں"۔(1639)

کانگرسی حکومتوں کی مسلم کش پالیسی اور ہندوؤں کے جبر و استبداد نے پاکستان کے لیے راہ صاف کرنی شروع کر دی۔ جمعیۃ العلماء، احرار، سرخ پوش، نیشنلسٹ اور مومن کانفرنس والے سب مل کر بھی تھانہ بھون کے مرد درویش کی آواز پر اثر انداز نہ ہو سکے اور مسلمان حضرت تھانویؒ کے اعلانات پر جوق در جوق مسلم لیگ میں شامل ہو کر جنگ پاکستان لڑنے کے لیے تیاریاں کرنے لگے۔ غرض کہ کانگرسیوں کے تمام ناجائز حربوں کے باوجود حضرت تھانویؒ مسلم لیگ کی حمایت سے باز نہ آئے۔ سیاسی معاملات میں حضرت تھانویؒ کے اس استقلال و استقامت کو دیکھ کر مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے مولانا عبدالماجد دریابادی کو لکھا کہ

"اللہ تعالیٰ ان (حضرت تھانویؒ) کے سایہ کو ملت اسلامیہ کے سر پر دیر تک صحت و سلامتی کے ساتھ قائم رکھے اور اس وقت کے طوفان کے اکیلے ملاح کو اتنا توقفہ دے کہ کم از کم یہ طوفان سر سے ٹل جائے۔"(1640)

## مولانا تھانوی کا تاریخی بیان

حضرت تھانویؒ کا یہ تاریخی بیان پٹنہ اجلاس میں مولانا ظفر احمد عثمانی نے پڑھ کر سنایا!

حضرات اس وقت مسلمانان ہندوستان جس دور سے گزر رہے ہیں اور جن مشکلات کا ان کو سامنا ہو رہا ہے باخبر طبقہ اس سے بخوبی واقف ہے اور خدا کا شکر ہے کہ عام مسلمانوں کے احساسات اس وقت بیدار ہو چکے ہیں۔ ان مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنی فہم و فراست کے موافق مدبران لیگ نے کچھ اسباب بھی اختیار کئے ہیں اور وہ ان اسباب میں کامیاب بھی ہو رہے ہیں جو اس کی دلیل ہے کہ ان کا پہلا قدم صحیح راستہ پر پڑا ہے غلط راستہ پر نہیں چلا۔ فرمایا:

ا۔ آپ کا یہ پہلا قدم مسلمانوں کی جداگانہ تنظیم ہے یہی وہ چیز ہے جس کے لیے قرآن پاک میں لفظ جند نا کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جند لشکر کو کہتے ہیں اور لشکر اجتماعی شان سے بنتا ہے انفرادی حالت میں کسی قوم کی خواہ وہ کتنی ہی شمار رکھتی ہو، لشکر نہیں کہا جا سکتا اور اللہ کا لشکر وہی ہو سکتا ہے جو اللہ کے نام پر منظم ہو، وطن پرستی یا قوم پرستی کے نام پر منظم نہ ہوا ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ ٱلْغَٰلِبُونَ

یقیناً ہمارا لشکر ہی غالب رہتا ہے۔

ب۔ مسلم لیگ کو دوسرا قدم اس طرح اٹھانا چاہیے کہ اس لشکر کو جسے اس نے اللہ کے نام پر منظم کیا ہے صحیح معنوں میں اللہ کا لشکر بنا دے اس کے بعد یقیناً وہی غالب اور وہی فتح مند ہوگی۔

ج۔ ایک شرط یہ ہے کہ یہ لشکر اشداء علی الکفار رحماء بینھم ۔ (القرآن، 26 : 28)

---

1639۔ خان، عبدالرحمن، مشنی، سیرت اشرف، ص 613

1640۔ ایضا، ص 614



toobaafoundation.com

کا مصداق ہو آپس میں مہربان ہمدرد ہوں اور کافروں کے مقابلہ میں سخت ہوں۔ اس لشکر کا کوئی فرد نہ انگریز پرست ہو نہ ہندو پرست، نہ ہوا پرست بلکہ سب خدا پرست ہوں۔

د۔ اللہ کا لشکر بننے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس لشکر کی وضع اور شان ایسی ہو جس کو دیکھ کر ہر شخص پہچان لے کہ یہ اللہ کا لشکر ہے اس کی وضع دشمنان خدا کی وضع سے ممتاز ہو۔ اس کی شان اللہ کے باغیوں کی شان سے الگ ہو۔ اس کا نشان اللہ کے نا فرمانوں کے نشان سے جُدا ہو۔

ر۔ اللہ کے لشکر کے لیے اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ سب کے سب نماز کے پورے پابند ہوں۔ جنگ آئینی ہو یا غیر آئینی مسلمان کو بجز خدا کے کسی کے امداد کی ضرورت نہیں اور تاریخ شاہد ہے کہ جب تک مسلمانوں کا ہر فرد اللہ کے لشکر کا سچا سپاہی بنا رہا مسلمان ہمیشہ غالب رہے کیونکہ خدا کی امداد اُن کے ساتھ تھی۔ امداد الٰہی کی شرط احکام الٰہی کا اتباع ہے۔ مسلمانوں کی ناکامی کا اصل سبب جب دنیا اور قلت تعلق مع اللہ کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ (1641)

منصوبہ پاکستان چونکہ اللہ والوں کا تیار کردہ تھا۔ اس لیے اُسے تائید ایزدی حاصل تھی جس کی وجہ سے ہر میدان میں دشمنان پاکستان کی سیاست اور ان کی تدابیر ناکام رہیں اور مٹھی بھر مخلص علمائے ربانی کامیاب و کامران رہے۔ صوبہ سرحد اور صوبہ سلہٹ میں ان ہی کی قربانیوں کی وجہ سے ریفرنڈم میں کامیابی حاصل ہوئی اور ان کی قربانیوں نے ان دونوں صوبوں کو پاکستان میں کرا کر اُسے دنیا کی پانچویں بڑی مملکت بنایا۔ اگر یہ دونوں صوبے پاکستان میں شامل نہ ہوتے تو پاکستان کی کوئی حیثیت نہ ہوتی۔ اس تاریخی اور شاندار فتح کی خوشی میں 27 رمضان المبارک یعنی 14 اگست 1947ء بروز جمعۃ المبارک جشن آزادی پاکستان کے موقع پر ملک کی سب سے بڑی ہستی یعنی قائداعظم محمد علی جناح گورنر جنرل پاکستان نے علماء ربانی کی تاریخی خدمات کے اعتراف کے طور پر پاکستان کی پرچم کشائی کا اعزاز علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا ظفر احمد عثمانی کو بخشا۔ جنھوں نے اپنے متبرک ہاتھوں سے آزاد پاکستان کا آزاد فضا میں پرچم لہرا کر دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کو اسلامی ممالک کی برادری میں شامل کرنے کی رسم کا افتتاح کیا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ مجدد الملت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے دنیا کے سامنے پاکستان کا جو نقشہ جون 1928ء میں پیش کیا تھا اس کی رسم افتتاح بھی دربار اشرفیہ کے خدام کے حصہ میں آئی۔ (1642)

---

1641۔ "خطاب بہ مسلم لیگ" (بھارت الیکٹرک پریس سہارن پور 1357ھ) ماہنامہ "طلوع اسلام" (دہلی) 1939ء، ص 65-66
روزنامہ "عصر جدید" کلکتہ 4 جنوری 1939ء، ص 1+6

1642۔ خان، عبدالرحمن، منشی، ماہنامہ الحسن، جلد اول، ص 715-716



toobaafoundation.com

# باب پنجم

## فصل سوم

## شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی نظر میں برصغیر کی تحریک آزادی کا جائزہ

ہندوستان کے شیوخ کبار جن میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت مجدد الف ثانی، شاہ کلیم اللہ جہان آبادی اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا نام بطور مثال کے لیا جا سکتا ہے۔اپنے گوشہ عزلت یا مرکز ارشاد و تربیت میں بیٹھ کر بڑی بڑی انقلاب انگیز اور عہد آفرین تحریکوں کی رہنمائی و سرپرستی فرمائی وقت کے فتنوں کا مقابلہ کیا ہے اور اپنے خلفاء و منتسبین کے ذریعہ اشاعت یا حفاظت اسلام کا نہایت وسیع اور موثر کام انجام دیا،ان کی تحریک و ترغیب تحریص و تشویق اور حکم و ہدایت سے اور ان کی نگرانی اور سرپرستی میں ان کے خدام و منتسبین نے وقت کے اہم تقاضے پورے کیے اور ان خطرات کا سد بات کیا جو اس وقت مسلمانوں ک درپیش تھے۔دور سے دیکھنے والوں کی نظر میدان کے انہیں سپاہیوں پر تھی جو سر گرم اور متحرک تھے لیکن جو لوگ حقیقت حال سے واقف تھے وہ جانتے تھے کہ اس کام کی اور ان کام کرنے والوں کی ڈوری کسی اور کے ہاتھ میں ہے جس کا اخلاص، سوز دروں اور حکمت و فراست ان سے کام لے رہی ہے اور ان کے اندر قوت عمل، جذبہ وایثار اور نظم و اتحاد قائم کیے ہوئے ہے اور وہی اس کام کی قوت و اثر کا سرچشمہ، ان کے قلوب کے لیے حرارت و توانائی کا اصل مرکز ہے۔(1643)

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری نے اگرچہ اپنے شیخ کی نیابت و وراثت میں اور ان شیوخ متقدمین کے ح تقلید و اتباع میں اپنے لیے ایک گوشہ عزلت کا انتخاب کیا تھا اور بظاہر صرف سلوک و تربیت سے تعلق رکھا تھا لیکن انہوں نے اس گوشہ گمنامی میں بیٹھ کر اپنے اسلاف کرام کی طرح متعدد دینی تحریکوں اور خدمت دین اور حفاظت اسلام کے مختلف اہم کاموں کی سرپرستی اور رہنمائی فرمائی تھی جن کی تاریخ و روداد کا بڑا حصہ آپ کے جذبہ اخفا اور کارکنوں کی بے توجہی سے اس وقت تک پردہ خفا میں ہے اور بہت جستجو اور تلاش و تحقیق سے اس کی کچھ کڑیاں دستیاب ہو سکتی ہیں اس حوالے سے "تحریک احرار" اور اس کے اغراض و مقاصد، آزادی کی جدوجہد، نمک ستیہ گرہ تحریک، گاندھی ارون پیکٹ، مجلس احرار ایک مذہبی جماعت، انگریز دشمنی، معاشی حقوق کی جدوجہد مجلس احرار کے کارہائے نمایاں، احرار کے خلاف عظیم سازش کے عنوانات کے تحت تحریک احرار کا تفصیلاً تذکرہ باب اول میں کیا جا چکا ہے۔

یہاں صرف تحریک احرار سے مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے تعلق کے حوالے سے تذکرہ کیا جائے گا۔

### مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری اور تحریک احرار

احرار کی تحریک اگرچہ مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی اور چوہدری افضل حق مرحوم کی سیاسی ذہانت اور مولانا شاہ عطاء اللہ شاہ بخاری کے اخلاص، جوش اور سحر بیانی کا نتیجہ تھی لیکن اس کے قالب میں جو دینی روح تھی وہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری ہی تعلق اور اخلاص و درد کا پرتو تھی، مولانا حبیب الرحمن و مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری نہ صرف حضرت رائے پوری سے بیعت و انتساب کا تعلق رکھتے تھے بلکہ ان کو حضرت سے اور حضرت کو ان دونوں سے بہت گہرا تعلق تھا، ان دونوں کے علاوہ احرار کے بیشتر علماء و رہنما

---

1643۔ ندوی، ابوالحسن علی، سید، مولانا، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، کراچی، مجلس نشریات اسلام، 1383ھ، ص 289۔



toobaafoundation.com

حضرت سے بیعت و تربیت کا تعلق رکھتے تھے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کو احرار کی تحریک و جماعت سے بڑی توقعات تھیں۔ اور اس کے رہنماؤں کا جذبہ و حریت و جہاد اور انگریز دشمنی اور ان کی جرات و ہمت، حضرت کے مزاج سے بہت مناسبت رکھتی تھی اور حضرت کو یہ امید تھی کہ اس جماعت کی کامیابی سے دین کا دائرہ اثر وسیع ہوگا اور عوام لادینی سیاسی تحریکات کے خراب اثرات سے محفوظ رہیں گے، جاننے والوں میں سے کوئی بھی اس بات کا انکار نہیں کر سکتا کہ حضرت کو تحریک احرار سے گہری دلچسپی اور اس کے رہنماوں اور کارکنوں سے عزیزانہ اور سرپرستانہ محبت و شفقت تھی اور وہ بھی حضرت کو اپنا روحانی سرپرست اور پشت پناہ سمجھتے تھے۔ (1644)

حضرت رائے پوری کی سیاسی بصیرت

حضرت رائے پوری اپنی خداداد سیاسی بصیرت سے احرار کے لیے یہی مناسب سمجھتے تھے کہ وہ وقتی اور مقامی تحریکوں اور اندھے جوش سے اپنے کو بچا کر اپنی جدوجہد جاری رکھیں اور نافہم عوام کے جذبات و مطالبوں سے بے پرواہ ہو کر خلوص اور ہوشیاری کے ساتھ اپنا کام کرتے رہیں اور صرف ملک کی آزادی، مسلمانوں کی سیاسی مستقبل کی بہتری اور اسلام تحریکوں اور سازشوں (جن میں قادیانیت کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے) کا مقابلہ کرنا پیش نظر رکھیں، اسی مقصد کے پیش نظر حضرت احرار کی مسجد شہید گنج ایجی ٹیشن میں شرکت (جو حضرت کے نزدیک احرار کو الجھانے کے لیے شروع کیا گیا تھا) مناسب اور قرین عقل نہیں سمجھتے تھے۔ (1645)

حضرت کے اس رجحان اور جماعت احرار سے تعلق کا اندازہ اس واقعہ سے ہوگا جو مولانا محمد علی جالندھری نے بیان کیا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں کہ

"پنجاب میں مجلس احرار مقبول ترین جماعت تھی، جنگ کے بادل امنڈ رہے تھے 1936ء کے انتخابات سر پر آرہے تھے اولاً حکومت پنجاب نے احرار لیڈروں سے سودا کرنا چاہا کہ انتخاب میں تم آگے آو، ہم تعاون کریں گے، آنے والی جنگ میں مجلس احرار نے برطانیہ کی اداد کرنے سے اس وقت تک انکار کر دیا جب تک مکمل آزادی کا اعلان نہ کیا جائے گورنر پنجاب نے شہید گنج کی مسجد گروا کر حالات تبدیل کر دیئے، مجلس احرار پر انتہائی امتحان کا وقت آیا۔ مسلمان انتہائی مشتعل تھے اور ایجی ٹیشن کرنا چاہتے تھے مگر یہ غلط راستہ تھا، حکومت کے کرید کردہ لیڈروں نے مسلمانوں کو پاگل بنا دیا تھا، احرار بزرگوں نے مسلمان قوم کو راستہ سے وک کر اپنی بے پناہ مقبولیت قربان کرنی گوارا کی لیکن غلط رہنمائی کر کے اپنا وقار باقی رکھنا منظور نہ کیا، پوری مسلمان قوم ناراض ہو گئی، گورنر کا منشا پورا ہوا، یہ سب کچھ ہونے کے بعد احرار کے لوگ اتفاقاً حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری سے کسی جگہ مشرف بزیارت ہوئے، بار بار ہنس کر فرمایا کہ "میں تو سمجھا تھا کہ کودے میرے شیر، کودے میرے شیر (یعنی ایجی ٹیشن کریں گے 9 مگر اللہ تعالی نے رہنمائی فرمائی۔" (1646)

---

1644۔ ندوی، ابوالحسن علی، سید، مولانا، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، کراچی، مجلس نشریات اسلام، 1383ھ، ص 291-290

1645۔ ایضاً، ص 291

1646۔ ایضاً، ص 292



toobaafoundation.com

## حضرت رائے پوری کی سیاسی بالغ نظری

اس حوالے سے مولانا منظور نعمانی بیان فرماتے ہیں کہ مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری دنیا کے جھمیلوں سے بے تعلق اور خانقاہ نشین درویش ہونے کے باوجود، دنیوی معاملات کو آا تنا بہتر سمجھتے تھے نیز خدام و محبین کے معاملات میں ان کی طلب پر ایسا صحیح اور صائب مشورہ دیتے تھے کہ ان امور کے کسی اچھے سے اچھے تجربہ کار اور دانش مند سے بھی اس سے زیادہ اور بہتر کی امید نہیں کی جاسکتی اسی طرح قومی وسیاسی تحریکات اور ملکی معاملات سے بظاہر بے تعلق ہونے کے باوجود ان کے بارے میں ایسی متوازن صحیح اور درست رائے رکھتے تھے جس سے خود وہ علمائے قوم بھی رہنمائی حاصل کریں جن کی عمریں انہیں میدانوں میں گزری ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ

"مجھے الحمد اللہ باتیں یاد نہیں رہتیں، جب تنہائی میں جاتا ہوں تو سب بھول جاتا ہوں، کچھ کچھ کوئی بات یونہی سی یاد رہ جاتی ہے، ورنہ مجھ سے بڑھ کر سیاسی آدمی ہندوستان میں کوئی نہ ہوتا" (1647)

سیاسی ذوق

آپ کے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری نے آپ کو وصیت فرمائی تھی کہ سیاسیات میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی کا ساتھ دیتے رہنا اور انہیں سے رجوع و مشورے کرتے رہنا۔ اس لیے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری سیاسی خیالات، جذبہ جہاد و حریت اور انگریز دشمنی میں حضرت شیخ الہند کے ساتھ ساتھ تھے اور جب تک شیخ الہند حیات رہے آپ انہیں کو اپنا سیاسی مقتدا مانتے رہے اور آپ کا رجحان اسی گروہ کے ساتھ رہا جو ملک کی آزادی کے لیے کوششیں کر رہا تھا 1935ء میں آپ کے ایک مستشد مولانا حبیب الرحمن رائے پوری نے "حزب الانصار" کے نام سے ایک جماعت قائم کی تھی جس کے مقاصد اور دستور العمل میں ملک کے لیے آزادی کامل کے حصول کی جدوجہد بھی شامل تھی آپ نے اس کی بھی سرپرستی فرمائی۔ (1648)

## تقسیم ملک سے اختلاف

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے نزدیک ہندوستان میں مسلمانوں کی بقاء و ترقی اور اسلام کی عزت و غلبے کا ای ہی راستہ تھا، وہ یہ کہ مسلمان اس ملک میں اعلی اخلاق، ذکر اللہ کی کثرت، جذبہ ایمانی اور بے لوث و بے غرض خدمت سے اپنے برادران وطن اور ہندو اکثریت کا دل جیت کر ان کے مابین محبوبیت کا مقام حاصل کر لیں، جس کے نتیجے میں قوموں اور قبیلوں کے قبیلوں کو مشرف باسلام کر کے اس ملک کی کایاپلٹ کی جاسکتی ہے اور یہ مقصد ملک کو دو حصوں میں تقسیم کرنے اور سیاسی طور پر مسلمانوں اور دوسرے برادران وطن کے ایک دوسرے سے نبرد آزما اور ایک دوسرے کے مقابل ہو کر صف آرا ہونے سے حاصل ہو ہی نہیں سکتا تھا، اس لیے آپ کا کھلا رجحان جمعیۃ العلماء اور مجلس احرار کی طرف تھا، کیونکہ ان دونوں جماعتوں کا موقف اور بنیادی فکر بھی یہی تھی۔ (1649)

---

1647۔ قاسمی، محمد سلیمان مفتی، مولانا، مختصر حالات زندگی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، کراچی، ادارہ المعارف 2009ء، ص 158

1648۔ ایضا، ص 159

1649۔ ایضا، ص



toobaafoundation.com

## تقسیم ملک کے مضمر پہلو

ویسے بھی انگریز نے ملک کو تقسیم کرنے کا جو نقشہ پیش کیا تھا اس کے کمزور اور نقصان دہ پہلو حضرت کی دور بین نگاہ سے سامنے تھے، جس یں مشرقی پنجاب ہندوستان کے حصے میں آرہا تھا اور اس کے نتیجے میں وہاں سے مسلمانوں کا انخلاء ضروری تھا، جبکہ اس پورے علاقے میں آپ اور آپ کے شیخ کے قائم کردہ مکاتب، بڑے بڑے مدارس اور خانقاہوں کا جال بچھا ہوا تھا، آپ خود پنجاب کے رہنے والے تھے اس کا چپہ چپہ اور پھرا ہوا تھا۔ تقسیم ملک کے بعد 8 جنوری 1957ء کو لاہور کی ایک مجلس میں تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ

"ہمیں تو تقسیم سے پہلے ہی معلوم تھا کہ تقسیم مسلمانوں کے لیے سراسر مضر ہے کیونکہ میرا تو یہ ملک دیکھا ہوا تھا اور تمام نقشہ میرے ذہن میں تھا۔ ہمارے قائد بیچارے صرف جغرافیائی حیثیت سے کچھ معلومات رکھتے تھے، ملک کا دورہ نہیں کیا تھا، ان کو کیا معلوم کہ تقسیم کس طرح صحیح ہوگی۔"([1650])

تقسیم ملک سے 30 اکتوبر 1946ء کی ایک مجلس میں فرمایا کہ

"میرا خیال ہے اگر ہندوستانیوں کو پورا شعور نہ آیا تو آخر ملک تقسیم ہوگا اس لیے کہ برطانیہ کا مفاد ملک کے ٹکڑے ہونے میں ہے، بلکہ ملک کے شاید کئی ٹکڑے ہو جائیں، کیونکہ ابھی ہندو مسلم کے علاوہ بھی کئی قومیں کھڑا کرنے کے درپے ہے۔"([1651])

تقسیم کے مضر و کمزور پہلو کے حوالے سے مزید ارشاد فرمایا:

"انگریز مسلمانوں کے سخت دشمن ہیں، انہوں نے قصداً تقسیم میں مسلمانوں کو نقصان پہنچایا، لیکن ہمارے مسلمان ایسے سیدھے ہیں کہ اسی انگریز سے جو دشمن ہے تقسیم کرائی" ([1652])

## تقسیم کا نفاذ اور اس کے نتائج

باوجود ان تمام حالات و خطرات کے مسلمانوں کی اکثریت پاکستان بنانے کے نعرے سے مسحور اور تقسیم ملک کے لیے کوشاں تھی، مسلم لیگ والوں کے ہر جلوس کا خاص نعرہ تھا" پاکستان لے کر رہیں گے، مر کر لیں گے، مار کر لیں گے، خون سے لیں گے"

چنانچہ لیگیوں کی دعائیں قبول ہوئیں اور ہندوستان تقسیم ہوا لیکن لیکن آپ، حضرت مدنی تقسیم کے مخالف تھے چونکہ مشیت الٰہی بھی چونکہ یہی تھی اس لیے بالآخر 14 اگست 1947ء کو پاکسان اور 15 اگست 1947ء کو ہندوستان میں ملک کی آزادی کے بعد تقسیم کا بھی اعلان ہوگیا اور اس کا عملی نفاذ کر دیا گیا، جس کے نتیجے میں مشرقی پنجاب مسلمانوں کے وجود سے خالی ہوگیا اور وہاں کی سرزمین اسلام اور مسلمانوں سے اور فضائیں اذانوں کی صداوں سے محروم ہوگئیں نیز دونوں طرف کے باشندوں کو قیامت خیز، لرزہ انداز اور دردناک مصائب کو حوادث سے دوچار ہونا پڑا۔ چنانچہ بستیاں کی بستیاں نذر آتش اور لاکھوں انسان ٹرینوں، بسوں، اور اسٹیشنوں پر بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح اور گاجر مولی کی طرح کاٹے

---

1650۔ ندوی، ابوالحسن علی، سید، مولانا، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص 147

1651۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مولانا، مختصر حالات زندگی، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص 161

1652۔ ندوی، ابوالحسن علی، سید، مولانا، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص 147



toobaafoundation.com

گئے اور صنف نازک کی عزت و ناموس پر جس طرح ڈاکے ڈالے گئے وہ تلخ ترین داستان اور ہر حساس و درد مند دل کا گہرا زخم ہے۔(1653)

## ایک بڑا المیہ

ملک تو تقسیم ہو گیا اور اسلامی و شرعی نظام قائم کرنے کا خواب دیکھنے والوں کی خواہش کے مطابق پاکستان بن گیا۔ لیکن ایک بڑا اور الجھن جو تقسیم نے پیدا کر دی تھی وہ یہ تھی کہ پاکستان بن جانے سے ہندوستان میں مسلمانوں کے حالات غیر یقینی ہو گئے تھے، اس ملک میں مسلمانوں کا مستقبل نہایت تاریک نظر آرہا تھا، جائیدادوں، اور زمین داروں کا کچھ بھروسہ نہ رہا تھا، ان کا انجام مشرقی پنجاب میں اچھی طرح دیکھ لیا گیا تھا۔ ہر وقت فساد کا خطرہ تھا قتل و غارت گری اور دہشت انگیزی کی عام فضا چھائی ہوئی تھی، جا بجا آگ لگائی جا رہی تھی، مسلمانوں کی املاک کی لوٹ مار اور ان کی عزت و ناموس پر حملہ ایک مشغلہ بن چکا تھا۔ الغرض مسلمان ایک خوف و بے چینی کی حالت میں تھے، ان کے سیاسی رہنما اور لیڈر پاکستان جا چکے تھے یا رخت سفر باندھ رہے تھے۔(1654)

## حضرت رائے پوری کی فراست

پاکستان ہجرت کر جانے کی لہر اگرچہ پورے ہندوستان میں پھیلی ہوئی تھی لیکن سب سے زیادہ سہارنپور کے سرحدی ضلع کا مسئلہ تھا، درحقیقت یہی ضلع ہندوستان میں مسلمانوں کے لیے فیصلہ کن بنا ہوا تھا اگر ضلع سہارنپور اکھڑتا اور یہاں سے مسلماوں کا انخلاء شروع ہو جاتا تو پھر مظفر نگر، میرٹھ اور بجنور و مراد آبادی کی باری تھی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کی فراست ایمانی اور دور رس نظر نے اس بات کو تاڑ لیا تھا کہ اس سیلاب کو روکنے کی کوشش نہ کی گئی تو پوری یوپی جو مسلمانوں کا تہذیبی اور تعلیمی مرکز ہے مشرقی پنجاب کی طرح خالی ہو جائے گا اور ہندوستان خدانہ کرے دوسرا اسپین بن جائے گا۔(1655)

## مسلمانوں کی پشت پناہی

حضرت رائے پوری اس زمانے میں بار بار ہر ہفتہ و عشرہ میں سہارن پور تشریف لاتے، مسلمانوں کو تسلی دیتے، ان کی ڈھارس بندھاتے اور سمجھاتے کہ تشدد سے پرہیز کریں، مار کھالیں مگر مقابلہ نہ کریں، ورنہ وہی حشر ہو گا جو مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کا ہوا۔

ایک مرتبہ مسلم لیگ والوں نے سہارنپور والوں کو ہتھیار تقسیم کئے اور کہا کہ تم ہندووں کا مقابلہ کرو اور شہر کو تباہ کر کے پاکستان چلے جاو، لوگ اس اقدام کے لیے تیار ہو گئے کسی طرح یہ خبر رائے پور پہنچ گئی۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نے حضرت مولانا حبیب الرحمن رائے پوری کو فوراً سہارن پور بھیجا کہ لوگوں کو سمجھاو، ہرگز مقابلہ نہ کریں اور پھر دوسرے روز حضرت خود بھی بڑے اہتمام سے سہارن پور تشریف لائے اور کرفیو کھلنے کے اوقات میں شہر کے سرکردہ لوگوں کو مدرسہ مظاہر علوم میں بلایا اور ان سے فرمایا: میرے جی میں ایک بات آئی ہے اس کے لیے آیا ہوں فرمایا کہ دہلی کے مسلمانوں نے ہندووں کا مقابلہ کیا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پورا شہر دہلی مسلمانوں سے خالی ہو گیا اس لیے گزارش ہے کہ چاہے آپ میں سے کچھ شہید بھی ہو جائیں تو بھی مقابلہ نہ کریں

---

1653۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مولانا، مختصر حالات زندگی، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص 161-162

1654۔ ایضاً، ص 162

1655۔ ندوی، ابوالحسن علی، سید، مولانا، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص 154



toobaafoundation.com

اور اپنے گھروں میں ڈٹے رہیں، حکومت کی پالیسی بھی یہی ہے کہ مسلمان یہیں رہیں گے، اگر آپ مقابلہ کریں گے تو نقصان و تباہی زیادہ ہو گی چنانچہ حضرت کے سمجھانے سے اہل سہارنپور اپنے اپنے گھروں میں جم کر بیٹھ گئے اور حملے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اسی طرح ضلع سہانپور کے اطراف و جوانب کی وہ مسلمان بستیاں جن کے قدم اکھڑ چکے تھے حضرت کی بار بار ہدایت اور سمجھانے سے مطمئن ہو گئے۔ (1656)

## سیاسی مسلک

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری عبادت و ریاضت اور تربیت سالکین کی مشغولی کے ساتھ ساتھ تحریک آزادی ہند اور ملک کو انگریزوں سے نجات دلانے میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کے ساتھ تھے اور آپ کے ساتھ یہ تعلق آخر دم تک قائم رہا۔ تحریک آزادی ہند، خلافت کمیٹی اور ریشمی رومال کی تحریک میں حضرت مولانا شیخ الہند بھی ہر اہم قدم اٹھاتے وقت آپ سے مشورہ کرتے تھے۔

حضرت شیخ الہند 1333ھ میں جب حرمین شریفین تشریف لے گئے تو اعلیٰ حضرت رائے پوری (مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری) کو دار العلوم دیوبند کا سرپرست بنایا اور تحریک آزادی ہند اور دوسری سیاسی ذمہ داریوں کا آپ کو اپنا قائم مقام بنایا اور اپنے کارکنوں کو تاکید فرمادی کہ آپ کو میرا قائم مقام سمجھیں اور تمام اہم کاموں میں آپ سے مشورہ لیں۔ چنانچہ آپ نے نہایت دلسوزی، استقلال، علامی ہمتی، اور نہایت رازداری سے اپنی ذمہ داری کو نبھایا نیز وفات سے پہلے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کو وصیت فرمائی کہ ملک و قوم کی آزادی کے لیے سیاسی طور پر حضرت الہند کے ساتھ رہنا اور اس سلسلے میں ان ہی سے رجوع کرنا۔ (1657)

## حضرت رائے پوری کا ہندوستان میں قیام کا فیصلہ

مولانا محمد ابراہیم بن محمد ادیا اپنی کتاب "خطبات آزادی وطن" میں مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کی تحریک آزادی کے حوالسے فکر کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

جہاں ہندوستان اتنی قربانیوں کے بعد آزاد ہوا ہے وہیں ایک بھیانک سانحہ روح فرسا حادثہ تقسیم کی شکل میں بھی پیش آگیا۔ اس کے ذمہ واقعی کون ہیں یہ تفصیل طلب ہے مگر یہ بات کھل کر سامنے آچکی ہے کہ تقسیم وطن کے ذمہ دار اگر مسلمان ہیں تو برادران وطن بھی ان سے کہیں زیادہ اس راہ کو ہموار کرنے والے ہیں۔ جب دہلی پارلیمنٹ ہاوس میں تقسیم کا فیصلہ ہو رہا تھا اس وقت چھ سوار کان جمع تھے سب نے منظور کر لیا۔ مگر جمعیت العماء کے پلیٹ فارم سے مولانا حفیظ الرحمن سیوہاروی نے اس وقت اس کی زبردست مخالفت کی اور رہتی دنیا تک اپنا وقار بنالیا۔ مگر یہ ایک تنہا آواز تھی جو صدا بصحرا ہو گئی، یہ ایک پروپیگنڈہ ہے کہ مسلمانوں نے پاکستان اور بنگلہ دیش کی شکل میں اپنا حق لے لیا۔ یقیناً اگر تقسیم کا مطالبہ کرنے والے مسلمانوں میں اہم قائدین، محمد علی جناح اور مولانا شبیر احمد عثمانی جیسی شخصیتیں تھی تو مخالفت کرنے والے قائدین و رہبران بھی بے شمار تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا حفیظ الرحمن سیوہاروی، مولانا سید محمد میاں، مفتی کفایت اللہ جیسے اہم گرامی قدر اصحاب علم و فضل ان میں شامل یں نیز جتنے مسلمانوں

---

1656۔ ندوی، ابوالحسن علی، سید، مولانا، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص 157

1657۔ انصاری، محمد حسین صاحبزادہ، ڈاکٹر، حیات طیبہ، لاہور، القادر ناشرانِ کتب اسلامی 1948ء، ص 65



toobaafoundation.com

نے نے اپنا وطن پاکستان بنایا، اس سے کہیں زیادہ مسلمانوں نے ہندوستان میں رہنا پسند کیا۔ یہیں مرنا، یہیں کی خاک میں دفن ہونے کو محبوب سمجھا، اکابر ثلثہ حضرت شیخ الاسلام حسین احمد مدنی، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کا سہارن پور میں مجتمع ہو کر یہ معرکۃ آلاراء فیصلہ کرنا کہ ہم جم کر یہیں رہیں گے ایک تاریخی یادگار ہے۔(1658)

## تحریک احرار کی سرپرستی

تحریک احرار کا قیام عظیم مجاہد آزادی رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی، سید الاحرار عطاءاللہ شاہ بخاری، مفکر احرار چودھری افضل حق اور دیگر حریت پسند مجاہدین نے 29 دسمبر 1929ء لاہور کے حبیب ہال میں کیا تھا۔ اس جماعت میں مولانا گل شیر شہید، شورش کشمیری، مولانا ظفر علی خان، مولانا مظہر علی اظہر، مولانا خلیل الرحمن لدھیانوی جیسے جانباز لوگ شامل رہے اور اس عظیم جماعت کو حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری جیسے عظیم بزرگوں کی سرپرستی حاصل رہی ہے۔ (1659)

حضرت ثانی نے مجلس احرار اسلام کے ذمہ دار حضرات کی قدم قدم پر رہنمائی فرمائی جہاں کہیں احرار کو غلط رخ پر الجھانے کی کوشش کی جاتی، حضرت رائے پوری فوراً تنبیہ کر کے ان کا سیاسی قبلہ درست فرما دیتے۔ چنانچہ تمام قائدین حضرات کی ہدایت پر پورا عمل فرماتے جیسا کہ مسجد شہید گنج کے واقعہ میں انگریزی حکمرانوں نے احرار کو فرقہ وارانہ نوعیت میں کھیٹنے کی کوشش کی تو حضرات ثانی کی بروقت رہنمائی نے احرار کو اس میں الجھنے سے باز رکھا۔(1660)

## امیر شریعت کی حضرت رائے پوری سے وابستگی

دوسری جنگ عظیم کے باعث ہندوستان کے ہنگامی قوانین نے سیاسی کارکنوں کے محاسبے کو اس قدر تنگ کیا ہوا تھا کہ اپنے قدموں کی آواز پر بھی دشمنوں کا گمان ہوتا تھا اور ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنا پڑتا تھا۔ ایسے حالات میں امیر شریعت (مولانا عطاءاللہ شاہ بخاری) نے لاہور پہنچ کر جماعتی کاموں کا جائزہ لیا اور ضروری احکامات دے کر اپنے مرشد مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کی خدمت میں حاضری کے لیے رائے پور (ضلع سہارنپور) چلے گئے۔ امیر شریعت نے 1937ء کے دم توڑتے ہوئے دنوں میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے ہاتھ پر لاہور میں مولانا عبداللہ فاروقی کے مکان پر بیعت کی تھی۔ امیر شریعت اور ان کے مرشد کے درمیان احترام کی ایک اونچی دیوان حائل تھی۔ لیکن اس کے باوجود حضرت رائے پوری نے امیر شریعت سے محبت کا رشتہ اس قدر مضبوط استوار کر لیا کہ پیر طریقت امیر شریعت سے محبت کا رشتہ اس قدر مضبوط استوار کر لیا کہ پیر طریقت کے دل میں اپنے مرید کے لیے بے پناہ لگاو تھا۔

کسی مذہبی یا سیاسی تحریک میں شامل ہونے یا شروع کرنے سے پیشتر اول اپنے ضمیر سے پھر پیر طریقت سے مشورہ کرتے جب دنوں راہیں ہم آہنگ ہوتیں تو نتائج سے بے نیاز ہو کر میدان میں نکل آتے" (1661)

---

1658۔ اُدیا، محمد ابراہیم بن محمد، مولانا، خطباتِ آزادی وطن، دیوبند، الامین کتابستان، 2015ء، ص26

1659۔ کاشمیری، شورش، سید عطاءاللہ شاہ بخاری سوانح وافکار، لاہور چٹان مطبوعات، 1970ء، ص98

1660۔ آزاد، عبدالخالق، مفتی، مشائخ رائے پور، لاہور، دارالتحقیق والاشاعت، 2006ء، ص77

1661۔ مرزا، جانباز، حیات امیر شریعت، لاہور، مکتبہ تبصرہ، 1970ء، ص273



toobaafoundation.com

## حضرت رائے پوری کی توجہات

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے بھتیجے اور خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبد الجلیل نے عزیزم کفیل احمد سلمہ سے ایک ملاقات میں فرمایا کہ:

"جن دنوں حضرت امیر شریعت پر سر سکندر حیات کا بنوایا ہوا مقدمہ بغاوت چل رہا تھا، حضرت رائے پوری کی دعائیں اور توجہات پوری طرح شاہ صاحب کے ساتھ تھیں۔ ایک مجلس میں کسی نے پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ حضرت اس مقدمہ میں شاہ صاحب کو پھانسی کی سزا ہو سکتی ہے"

حضرت رائے پوری نے بڑے پر جلال انداز میں فرمایا:

"اجی، کون شاہ صاحب کو پھانسی دے سکتا ہے انہیں پھانسی کی سزا نہیں ہو سکتی" (1662)

مولانا سید عطااللہ شاہ بخاری اور مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی سے جو قلبی تعلق تھا وہ کسی سے مخفی نہیں ان حضرات کے جیل جانے کے بعد ان کے خاندان اور پسماندہ افراد کی فکر رکھتے اور ان سب کی ذمہ داری محسوس فرماتے۔ (1663)

حضرت رائے پوری، مولانا سید عطااللہ شاہ بخاری کے متعلق بڑے بلند کلمات فرماتے تھے اور ان سے اور ان کی وجہ سے ان کے خاندان سے بڑی محبت و شفقت کا برتاو کرتے تھے ایک مرتبہ فرمایا کہ "تم بخاری کو یوں ہی نہ سمجھو کہ صرف لیڈر رہی ہیں انہوں نے ابتداء میں بہت ذکر کیا ہے یقین تو اللہ تعالی نے ان کو ایسا نصیب فرمایا ہے کہ باید و شاید، میاں حالات و کیفیات کیا چیز ہے اصل تو یقین ہی ہے اللہ تعالی جس کو عطا فرمادے" (1664)

مولانا محمد علی جالندھری فرماتے ہیں کہ

ایک دفعہ حضرت رائے پوری کے سامنے بخاری صاحب کے لڑکوں کا تذکرہ آیا فرمایا کہ شاہ صاحب کے لڑکے ہیں میں تو ان کا نوکر ہوں، یہ محبت اور خصوصیت ان کے اخلاص، خود فراموشی، دینی خدمت میں انہماک اور اس نفع کی بیان پر تھا جو ان کی ذات اور ان کی ایمان افروز تقریروں سے عظیم مجمعوں میں پہنچتا تھا اور خصوصیت کے پنجاب اور بالخصوص ملتان اور اس کے گرد و نواح میں جو عقائد کی اصلاح ہوئی تھی خود شاہ صاحب اپنی تقریروں اور کوششوں کی روح اور اپنی زبان کے اثر اور اس محنت و جفاکشی کے تحمل کا راز ایک مخلص اور مقبول بندہ کے ساتھ تعلق اور اس کی دعاوں اور محبت کو سمجھتے تھے اور اس پر ان کو بڑا ناز، بہت اعتماد تھا، احرار سے محبت کی وجہ سے ان کی شان قلندرانہ اور جرات رندانہ تھی۔ ہر نئے فتنہ اور جدید فرقہ کے مقابلہ میں سینہ سپر اور سر بکف ہوتے، قادیانیت، رفض و تفضیل اور متعدد ایسی گمراہ کن تحریکیں تھیں جن کے مقابلہ میں یہی سر پھرے میدان میں آتے۔ اس لیے حضرت رائے پوری اس جماعت کے کارکنوں کی بہت سی کوتاہیوں اور غلطیوں سے بھی چشم پوشی فرماتے اور ان کے جذبات اور ہمت کی قدر کرتے۔ (1665)

---

1662۔ بخاری، اُم کفیل، سیدہ، سیدی والی، ملتان، بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم مہربان کالونی، 2008ء، ص 121

1663۔ ندوی، ابوالحسن علی، سید، مولانا، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص 292

1664۔ ایضاً، ص 293

1665۔ ایضا، ص 294



toobaafoundation.com

## ہندی مسلمانوں کو ہندوستان میں جمانے کا عظیم الشان کارنامہ

یہ اللہ تعالی کا فضل خاص اور اس کی کارسازی تھی کہ اس سرحدی ضلع سہارن پور پھر اس کے ساتھ دوسرے اضلاع میں مسلمانوں کے اندر استقلال و ثبات پیدا کرنے، حالات کا مقابلہ کرنے اور اکھڑے ہوئے قدموں اور دلوں کو جمانے کے لیے اس نے تین شخصیتیں عطا فرمائیں جنھوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کی اس گرتی ہوئی عمارت کو تھامنے کے لیے تین ستونوں کا کام کیا۔ ایک حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، جو بالکل جمنا کے مشرقی کنارے اور یوپی کے آخری سرحدی لکیر پر بیٹھے ہوئے تھے دوسرے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا، جو سہارن پور میں تشریف فرما تھے۔ تیسرے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی جو دیوبند کے رکن اور پورے صوبے بلکہ ملک کے مسلمانوں کے اس وقت پشتیبان بنے ہوئے تھے۔

حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری اور آپ کے مخلص رفقاء نے اس ملک ہندوستان میں اسلام کی بنیاد رکھی تھی اور لاکھوں لوگوں کو مشرف بہ اسلام کیا تھا۔ تو صدیوں کے بعد اسی ہندوستان میں مسلمانوں کو زندہ اور باقی رکھنے کے لیے اسی سلسلہ کے ایک عظیم فرزند حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری اور آپ کے عالی ہمت رفقاء نے اپنے اسلاف کی سنت کو زندہ رکھا اور ہندوستان سے مسلمانوں کا وجود ختم نہ ہونے دیا۔[1666]

تین چار ماہ کی قتل و غارت گری اور قیامت خیز حالات میں جب قدرے ٹھہراو پیدا ہوا تو 19 نومبر 1947ء کو دیوبند سے مولانا سید حسین احمد مدنی، رائے پور سے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، سہارن پور میں حضرت شیخ الحدیث کے دولت خانہ پر جمع ہوئے اور تینوں حضرات نے تخلیہ میں مشورہ کے بعد اجتماعی طور پر فیصلہ کیا کہ ہمیں ہندوستان ہی میں رہنا ہے۔ جب سہارن پور کے مسلمانوں کو اطلاع ملی تو ان میں ایک مسرت کی لہر دوڑ گئی اور پھر سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں جم کر بیٹھ گئے۔[1667]

## دانشمندانہ فیصلہ

حضرت رائے پوری کا وطن اور سارا خاندان اور اہل ارادت و تعلق کی بڑی تعداد، جو مشرقی پنجاب سے اب پاکستان پہنچ چکی تھی اور سارے عزیزانہ تعلقات پاکستان میں تھے۔ ان سب باتوں کا تقاضا ہی تھا کہ آپ پاکستان منتقل ہو جائیں لیکن ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے مستقبل کو سامنے رکھ کر آپ نے بھی اپنے بارے میں ہندوستان میں رہنے کا فیصلہ فرمایا۔ یقیناً بڑی سعید ساعت تھی جب ان حضرات نے جن سے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کا قلبی اطمینان وابستہ تھا ہندوستان میں رہنے کا اجتماعی فیصلہ کیا اگر خدانخواستہ اس وقت کے غیر یقینی حالات میں یہ حضرات اپنے بارے میں دوسرا فیصلہ کرتے تو ہندوستانی مسلمانوں میں سخت انتشار پیدا ہوتا اور پھر کوئی طاقت مسلمانوں کو ہندوستان میں رہنے اور اپنی تعلیمی و تہذیبی مرکزوں کی حفاظت اور اس سرزمین سے وابستگی پر آمادہ نہ کر سکتی جس کے چپہ چپہ پر ان کی صلاحیت اور وقت عمل کے نشان اور تاریخی یادگاریں ہیں۔[1668]

---

1666۔ انصاری، محمد حسین صاحبزادہ، ڈاکٹر، حیات طیبہ، ص 140-141

1667۔ ایضاً، ص 141

1668۔ ایضاً



toobaafoundation.com

## مسلمانوں کی دیگر تحریکات کی سرپرستی

تحریک احرار کے علاوہ آل انڈیا کانگرس کے بعض مسلم ارکان، جمعیۃ العلماء ہند، جمعیۃ العلماء اسلام پاکستان اور مسلم لیگ کے بعض اہم ارکان جیسے صوفی عبدالحمید خان صاحب صدر مسلم لیگ پنجاب وغیرہ حضرت رائے پوری سے مخلصانہ اور خادمانہ تعلقات رکھتے تھے آپ ان حضرات کی بھی رہبری فرماتے تھے اور بوقت ضرورت نہایت قیمتی اور کارآمد مشوروں اور ہدایات سے نوازتے تھے۔

اسی طرح حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی کی تبلیغی جماعت کے اکابرین اور ارکان جیسے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا، مولانا محمد یوسف، مولانا محمد منظور نعمانی اور دوسرے اہم ارکان جماعت، حضرت رائے پوری سے مخلصانہ تعلق رکھتے تھے اور حضرت بھی تبلیغی جماعت کے بڑے اجتماعات میں وقتاً فوقتاً شرکت فرماتے تھے اور اس تحریک کی سرپرستی فرماتے تھے۔ اہم مشورے اور ہدایات بھی دیتے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نے تبلیغی نصاب اور فضائل کی بعض کتابیں حضرت ہی کے ایما اور فرمائش سے لکھیں جو آج ہر جگہ پڑھی سنی جاتی ہیں۔ (1669)

## حضرت رائے پوری ثانی کا حضرت مدنی سے گہرا تعلق

حضرت رائے پوری اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے درمیان بڑی یگانگت اور باہمی محبت کا تعلق قائم تھا ان دونوں حضرات کے درمیان یکجہتی اور اتحاد کا اتنا زیادہ تعلق پایا جاتا تھا کہ دونوں حضرات کے مریدوں میں باہم کوئی فرق نہیں سمجھا جاتا تھا۔ ایک شیخ سے بیعت ہونے والے مرید اپنی کسی مشکل میں دوسرے سے رہنمائی لے لیتے تھے گویا ان دونوں حضرات کو یک جان اور دو قالب سمجھا جاتا تھا۔ (1670)

## حضرت مدنی کی مکمل حمایت

جمعیۃ العلماء ہند کے دوسرے تمام اکابرین، مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا حفیظ الرحمن سیوہاروی، مولانا سید محمد میاں وغیرہ حضرات اکثر و پیشتر "رائے پور" تشریف لاتے اور ملکی اور قومی مسائل پر حضرت رائے پوری سے مشاورت کیا کرتے تھے بالخصوص حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے حضرت رائے پوری کا جو گہرا اور محبت کا رشتہ تھا وہ بالکل اسی طرح تھا جیسا حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری اور حضرت شیخ الہند کے درمیان محبت کا رشتہ اور تعلق تھا۔ اسی بنیاد پر حضرت رائے پوری ثانی اور حضرت مدنی کے متعلقین میں کوئی فرق نہیں سمجھا جاتا تھا لہذا دونوں حضرات اپنے متعلقین کو ساتھ مل کر سیاسی کام میں شرکت کا حکم دیا کرتے تھے۔ حضرت ثانی نے حضرت مولانا حبیب الرحمن رائے پوری اور مولان زاہد حسن کو خاص طور پر حضرت مدنی کے ساتھ کام کرنے کا حکم دے رکھا تھا آپ کے نزدیک دارالعلوم دیوبند کے مرکز میں حضرت مدنی جیسا کوئی آدمی اور نہ تھا۔ چنانچہ اس دور کا تجزیہ کرتے ہوئے حضرت رائے پوری ثانی فرماتے ہیں

---

1669۔ انصاری، محمد حسین صاحبزادہ، ڈاکٹر، حیات طیبہ، ص 131

1670۔ آزاد، عبدالخالق، مفتی، مشائخ رائے پور، ص 73



toobaafoundation.com

"ہمارے اس دور میں قحط الرجال ہے۔ کوئی جامع آدمی نہیں، دیوبند میں بھی بہت عرصہ سے صرف ایک ایک آدمی چلا آتا ہے مگر شکر ہے دیوبند ابھی خالی نہیں ہوا، حضرت مدنی جامع آدمی ہیں اور کوئی ہمیں نظر نہیں آتا۔ عرض کیا گیا کہ حضرت مدنی تو لوگوں کو حضرت (آپ کی) طرف بھیجتے ہیں فرمایا:

دوسروں کی دولت زیادہ معلوم ہوا کرتی ہے یہ حضرت مدنی کی نیک کمائی ہے۔ ورنہ ہم میں کیا رکھا ہے فرمایا: آدمی بڑی مشکل سے بنتا ہے"۔(1671)

اسی طرح 1946ء کے ہنگامہ خیز الیکشن کے دور میں آپ نے حضرت مدنی کی مکمل حمایت کرتے ہوئے اس بات کا اعلان کیا:

"اگرچہ 1921ء کے خلافت تحریک اور کانگریس کے دور کے بعد اپنے دیگر مشاغل کی وجہ سے عملاً کسی سیاسی جماعت میں شامل نہ تھا۔ مگر اب پورے شرح صدر کے ساتھ اعلان کرتا ہوں کہ میں حضرت مدنی کے ساتھ ہوں۔۔۔۔۔ اگر میرا ووٹ ہوتو میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی کو دوں، اور ہر اس شخص کو ووٹ دوں جس کی مولانا مدنی سفارش کریں"(1672)

الغرض فتوی بازی کے ماحول میں بھی حضرت رائے پوری نے کھل کر "جمعیۃ العلماء ہند" کے ساتھ سیاسی فکر و عمل کی تائید فرمائی اور حضرت مدنی کے کام کی پوری تائید و تصویب فرما کر پوری پوری سرپرستی فرمائی۔

ایک مرتبہ بعض حضرات نے حضرت رائے پوری کی مجلس میں مولانا مدنی کے سیاسی مسلک اور انہماک پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا کہ:

"اگر مجھ میں طاقت ہوتی تو میں ان کے سفروں میں خادم کی طرح ان کے ساتھ رہتا اور ان کی ادنی ادنی خدمتیں انجام دیتا"(1673)

## حقیقت حال

تقسیم ہند کا ہوش ربا، زلزلہ انگیز اور پر آشوب دور گزر گیا اور بہت سے لوگوں کے دلوں سے وہ کیفیات بھی محو ہو گئیں لیکن آج بہت سے لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ اس بوریہ نشین درویش اور اس کے عالی مقام ساتھیوں نے اپنی قوت روحانی، عزیمت ایمانی، اشک صبح گاہی اور خون جگر سے اس ملک کے مسلمانوں میں عزم و استقلال پیدا کرنے، حالات کا مقابلہ کرنے اور اکھڑے ہوئے قدموں، ڈگمگائے ہوئے دلوں کو جمانے، تھامنے میں کتنا نمایاں کردار ادا کیا، جس کے نتیجے میں آج ہندوستان کی مسجدوں کے میناروں سے اذانوں کی صدائیں اور مدارس کے ایوانوں سے قال اللہ و قال الرسول کی آوازیں نیز اولیاء اللہ کی قائم کردہ خانقاہوں سے ذکر کے نغمے گونجتے سنائی دیتے ہیں۔(1674)

---

1671۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، لاہور، سید احمد شہید اکیڈمی 1997ء، ص 232

1672۔ ندوی، ابوالحسن علی، سید، مولانا، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص 149

1673۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص 87

1674۔ ایضاً، ص 173



toobaafoundation.com

## عظیم الشان کارنامہ

اسی دوران ایک اور آزمائش اور ابتلاء یہ پیش آیا کہ مشرقی پنجاب کے مسلمانوں سے خالی ہو جانے اور مسلمانوں کے قتل و غارت گری کی خبریں سن کر جمنا کے اطراف کے تقریباً اسی گاوں ارتداد کا شکار ہو گئے اور ہندو بن گئے، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے اپنے بہت سے خدام حافظ عبدالرشید صاحب وغیرہ کو ان لوگوں کے پاس بار بار بھیجا اور ان کو کہلوایا کہ اللہ پر بھروسہ رکھو، ہم بھی یہیں بیٹھے ہیں تم بھی ڈٹے رہو اور اپنے دین کو نہ چھوڑو۔ چنانچہ وہ لوگ دوبارہ مسلمان ہو گئے اور اپنی جگہ جمے رہے۔

ادھر مشرقی پنجاب سے مسلمانوں کے انخلاء ہو جانے سے جو نقصان ہو گیا تھا۔ حضرتؒ کے نزدیک اس نقصان کی تلافی یہی تھی کہ برادران وطن سے تعلقات میں خوشگواری پیدا کی جائے اور کچھ اللہ کے بندے جو ذکر اللہ کی لذت سے آشنا ہوں، جان کی ہلاکت سے بے خطر و فقر و فاقے سے بے پرواہ ہو کر مشرقی پنجاب کی خالی مسجدوں اور مختلف گوشوں میں اللہ کا بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں۔ اسی مقصد کے پیش نظر حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ کو مع ان کے دو صاحبزادوں کے پاکستان سے بلوایا اور ان کو دوبارہ لدھیانہ میں آباد کیا، اسی طرح میاں محمد یوسف علی کو انبالہ بھیجا اور مولانا عبداللہ نو مسلم کو امرتسر میں قیام کرنے کا حکم فرمایا اور مولانا حبیب الرحمن نو مسلم کو ریاست پٹیالہ میں دورہ کرنے کا حکم فرمایا، چنانچہ رفتہ رفتہ مشرقی پنجاب کے شہروں میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان آباد ہو گئے اور الحمدللہ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ (1675)

## حضرت ثانی کی دردمندانہ صدائیں/حسرتیں

ہولناک حوادثات اور جگر خراش حالات سے ہر صاحب درد دل اور صاحب مروت انسان کو گہری تکلیف پہنچی، لیکن حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کو دُہری تکلیف تھی، ایک تو آپؒ کی آنکھوں کے سامنے مشرقی پنجاب میں آپؒ اور آپؒ کے شیخ کا لگایا ہوا باغ اُجڑ گیا، مکاتب برباد اور مسجدیں و خانقاہیں ویران ہو گئیں جہاں ہر وقت اللہ کے نام کی صدائیں اور ذکر و تلاوت کی آوازیں گونجتی سنائی دیتی تھیں اب وہاں کی فضا اللہ اکبر کی صدا کو ترسنے لگی، یہ آپؒ کے دِل کا ایسا زخم اور دردمند سینے کا ایسا داغ تھا جو کبھی مندمل نہ ہو سکا۔ دوسری طرف ہندوستان میں مسلم نہتی آبادی اور پاکستان میں ہندو اقلیت کے ساتھ جو ظلم و سفاکی ہوئی اس نے آپؒ کے دردمند اور انسان دوست دل کو مزید تڑپا دیا۔ آپؒ کے نزدیک ان بے گناہ انسانوں کو دوسری جگہ کے مجرموں اور قاتلوں کے جرم و انتقام میں قتل کرنے کا کوئی شرعی و اخلاقی جواز نہ تھا۔(1676)

8 دسمبر 1948ء کو مراد آباد میں قیام کے دوران ایک مجلس میں فرمایا کہ:

> ''مسلمان ہندوستان کی تقسیم کی وجہ سے کیسی پستی میں مبتلا ہو گئے، اگر میرے بس میں ہوتا تو تنفر اور افتراق پیدا کرنے والے لوگوں (مسلم بے دین لیڈروں) کو ایسی سزا دیتا جو وہ آخر زندگی تک یاد رکھتے، ان لوگوں نے ہمارے بزرگوں کا اسلام سے پُر کیا ہوا علاقہ تقسیم کرا کر تمام کا تمام برباد کر دیا اور اپنے اخلاق کا ایسا ریکارڈ قائم کیا کہ اسلام کی تبلیغ کے راستے فنا کر دیئے۔۔۔۔۔ عبرت کا مقام ہے اس ملک میں بھی مسلمان فاتحانہ طور پر داخل ہوئے تھے اور آج غلط رہنماؤں کی

---

1675۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص 173-174

1676۔ ایضاً، ص 174



toobaafoundation.com

وجہ سے ایسی ذہنی پستی پیدا ہو گئی ہے کہ روکنے سے نہیں رُکتے۔ خواہ مخواہ بھاگ رہے ہیں، اپنی املاک دوسروں کو فروخت کر رہے ہیں ملک کے سرسبز و شاداب حصوں سے خود بخود بے دخل ہوتے جا رہے ہیں کاش! لوگ علماء کی بات نہ مانتے" (1677)

5 جولائی 1949ء کو رائے پور کی ایک مجلس میں تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

پچھلے دنوں جو ہوا وہ ہندوؤں نے کیا، مگر افسوس مسلمانوں پر ہے کہ مسلمان ہوتے ہوئے اس نے پاکستان سے ہندوؤں کو نکالنے میں بعض جگہ ایسا کیا جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا، بلکہ اگر میں وہاں ہوتا اور لوگ میری سنتے تو میں ان ہندوؤں کے پاوں پکڑ کر روکتا، وہ اگر آنا چاہتے تو بھی روکتا، ان کی اور ان کے مال و آبرو کی حفاظت میں اپنی جان لڑا دیتا۔

آپؒ بار بار فرماتے تھے کہ ان نادانوں نے اشاعت اسلام اور اتنی انسانی روحوں کے مشرف بہ اسلام ہونے کا نادر و زریں موقع کھو دیا اگر غیر مسلم آبادی وہاں رہ جاتی تو وہ خود یا ان کی اولاد اسلامی تہذیب سے متاثر ہوتی اور اللہ ان کے سینے اسلام کے لیے کھول دیتا اور اسلام کی آغوش نئے نئے فرزندوں سے معمور ہو جاتی۔ (1678)

مولانا رائے پوری برصغیر کی تحریک آزادی کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ:

"تقسیم ملک کے وقت اگر مسلمان نرمی برتتے اور ہندوؤں کو گھروں سے نہ نکالتے تو وہ خود بخود مسلمان ہو جاتے لیکن مسلمانوں نے بھی بڑے مظالم کیے۔ ایک بار یہ بھی فرمایا کہ: میں پاکستان میں جہاں بھی گیا ہوں وہاں کے لکھے پڑھوں کو ہر جگہ کہا کہ جو کچھ ہوا اس کی وجہ جواز بتاؤ مگر کوئی نہ بتا سکا اور تو اور اس رو میں بعض لکھے پڑھے اور مبلغ کہلانے والے بھی بہہ گئے تھے۔ میں نے انہیں شرم دلائی" (1679)

اسی حوالے سے 28 اگست 1948ء ایک مجلس میں مزید فرمایا کہ:

اگر ہندوستان تقسیم نہ ہوتا تو چند سال میں ایسی ترقی کر جاتا کہ یورپ اور دنیا بھر کی سیاست میں اعلیٰ درجہ حاصل کر لیتا، اور لوگ جیسے اب یورپ و امریکا جاتے ہیں، دنیا جہان کے لوگ ہندوستان آیا کرتے، مگر کیا کریں حالات کسی کے قابو کے نہیں، لوگ ہماری مانتے نہیں، اُن کی مانتے ہیں جنھوں نے ملک و ملت کا نقصان ہی نقصان کرایا۔ (1680)

## انگریز مسلمانوں کا دشمن

اس حوالے سے مولانا رائے پوریؒ نے فرمایا کہ:

"انگریز مسلمانوں کے سخت دشمن ہیں انہوں نے قصداً تقسیم میں مسلمانوں کو نقصان پہنچایا، لیکن ہمارے مسلمان ایسے سیدھے ہیں کہ اسی انگریز سے جو دشمن ہے تقسیم کرائی۔ یہ پاکستان والے سمجھتے ہیں کہ ہمیں ملک مل گیا حالانکہ انگریز نے

---

1677۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص 175

1678۔ ایضاً

1679۔ للہی، صاحبزادہ محمد حسین، ڈاکٹر، مولانا، نفحات طیبہ، گوجرخان، ادارہ معارف الاسلام، 2003ء ص 97

1680۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص 176



toobaafoundation.com

قصداً تقسیم کر کے دیا ہے تاکہ آپس میں لڑتے رہیں، چنانچہ کشمیر کا جھگڑا درمیان میں چھوڑ کر چلا گیا، اب یہ (پاکستانی) کہتے ہمیں ملے ہندوستان والے کہتے ہیں ہمیں ملے اس طرح ہمیشہ جھگڑا ہوتا رہے گا۔" ([1681])

تقسیم کے حوالے سے مزید فرمایا:

"پٹھان کوٹ، حصار، فیروزپور سب جگہ مسلمانوں کی اکثریت ہے، مگر اس ظالم نے یہ سب اضلاع ہندوؤں کو دے دیئے حالانکہ مسلمانوں کو ملنے چاہئیں تھے جو افسر تقسیم پر متعین تھا اس نے صاف کہا تھا کہ لاہور لے کر کیا کرو گے۔ پٹھان کوٹ لو۔ یہاں سے سیدھا راستہ کشمیر کو جاتا ہے۔ دریا ایک بھی مسلمانوں کے پاس نہیں، سب کے منابع ہندوستان میں ہیں۔ اگر وہ ادھر سے پانی بند کرلیں تو ان کے پاس نہیں آسکتا اور ہمارے مسلمانوں ایسے سیدھے ہیں کہ کہنے لگے تقسیم تو ہو جائے پانی کا فیصلہ بعد میں کرلیں گے حالانکہ یہ پہلے کرنا چاہیے تھا۔" ([1682])

ایک انگریز کا خط ہندوستان کے جج کے پاس آتا تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ ہندوستان کا ملک اب ہمارے قابو سے باہر ہو چکا ہے اور اب موقع ہے مسلمانوں سے بدلہ لینے کا۔ یہ خط حضرت مدنیؒ (شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ) نے بھی پڑھا اور اخبار میں بھی شائع ہوا تھا۔ حضرت مدنیؒ نے تقسیم سے پہلے فرمایا تھا کہ فسادات ہوں گے اور اس قدر نقصان ہوگا۔ بالکل اسی طرح ہوا جیسا کہ حضرت مدنیؒ نے فرمایا تھا۔ ([1683])

## حضرت رائے پوریؒ کی دور اندیشی

حضرت رائے پوریؒ ہندوستان کی تقسیم کے حق میں نہ تھے اس حوالے سے اکثر خدشات کا اظہار کرتے فرمایا:

"ملک ہندوستان کے شاید ٹکڑے ہو جائیں، کیوں کہ ابھی سے انگریز، ہندو مسلم کے علاوہ کئی قوموں کو کھڑا کرنے کے درپے ہے اور مسلمانوں میں بھی مختلف قوموں کی بنا پر کئی ٹکڑے ہو سکتے ہیں کیوں کہ مسلمانوں میں سے بھی ہر قوم دوسری کو ذلیل سمجھتے ہے کہ ہمارا اقتدار اُن پر (قائم) رہے۔ یہی چیز (تقسیم در تقسیم) اور ٹکڑے بننے کا موجب ہو جائے گی۔

(مجلس 04/ذی الحج 1365ھ/30 اکتوبر 1946ئ بروز بدھ بمقام: رائے پور ([1684])

ایک خاص بات یہ بھی ارشاد فرمائی

"ایسا دل میں آتا ہے کہ شاید ہندوستان میں رہتے ہوئے مسلمان کبھی یہ خیال کریں گے کہ ہم جو یہاں رہ گئے تھے، ہم ہی پاکستان جانے والوں سے اچھے رہ گئے ہیں۔ اگر وہ اس وقت کاروباری حالت میں گھبرا رہے ہوں، مگر پاکستان چھوٹا ہے اور وہاں کابل یعنی افغانستان اور پٹھانستان کا سوال پیدا ہو گیا ہے جس کے باعث امن خطرے میں رہے گا۔" ([1685])

رائے پور کی ایک مجلس میں آزادی ہند کی مبارک بادی پر فرمایا کہ:

---

1681۔ قاسمی، محمد سلیمان، مفتی، مختصر حالات زندگی، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص 178

1682۔ للہی، صاحبزادہ محمد حسین، ڈاکٹر، مولانا، نفحات طیبہ، ص 64

1683۔ ایضاً، ص 65

1684۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، لاہور، شہید اکیڈمی، 1997ء، ص 196

1685۔ ایضاً، ص 343



toobaafoundation.com

"اگرچہ مسلم لیگ نے ملک میں نفرت پھیلا کر آزادی کی مسرتوں کو گدلا کر دیا اور پھر ملک کے تقسیم ہو جانے سے جو فساد برپا ہے وہ بھی دل کو دُکھا رہا ہے آزادی میں ہم کیا خوشی محسوس کریں کہ مسلم قوم تو مذہب سے دور ہو گئی ہے۔ علماء کے خلاف چلی۔ اب آئندہ اول تو اس افتراق واشقاق تقسیم کے باعث ہمیشہ جرمنی اور فرانس کی طرح لڑائیاں رہیں گی اور اگر ملک نے ترقی کی تو مادی ترقی تو ہو گی، مگر مذہب کے لیے تو اب کوئی جگہ نظر نہیں آتی"(1686)

شام کی مجلس میں راؤ فضل الرحمن خان صاحب نے اخباری بات سنائی کہ چند روز میں حکومت (برطانیہ) کا (کینٹ) مشن، لندن سے پھر ہندوستان کے فسادات کے معائنے کے لیے آ رہا ہے۔

اس پر حضرت نے ہنس کر فرمایا کہ:"تو وہ بندر بانٹ لے کر پھر آ رہا ہے"حضرت والا نے فرمایا:"ہم دونوں قومیں (مسلمان اور ہندو) اپنا پنیر خود بانٹ لیں گے، مگر بندر کو مہربانی کرنی چاہیے اور ہندوستان چھوڑ کر یہاں سے چلے جانا چاہیے۔ اب ہم ہرگز بندر سے پنیر نہیں بٹوائیں گے مگر وہ بندر تو ابھی تک پنیر بانٹ بانٹ کر اپنا پیٹ بھر رہا ہے اور بلیاں آپس میں لڑ رہی ہیں" (1687)

آزادی ہند کے حوالے سے تحریکوں کے بارے میں فرمایا:

"مذہبی اعتبار سے ہمارے سامنے موجود تحریکوں میں سے کسی میں کوئی خاص امید افزا پہلو نہیں ہے۔ اب تو دہریت چھاتی جائے گی کیوں کہ دین تو دینی لوگوں کے وقار سے ہوا کرتا ہے اب فقرا خواہ وہ کتنے ہوں۔ غلط ہوں اور علماء خواہ ان کو بھی غلطیاں لگ رہی ہوں۔ جب اُن کا وقار اور احترام لٹ گیا تو اب دین تو پیدا نہیں ہو گا کیونکہ دوسروں میں دین کہاں سے آئے گا۔ میں جب لیگ کو غور سے دیکھتا ہوں تو آگے انگریز کھڑا نظر آتا ہے۔ جمعیت والوں، یعنی حضرت مدنیؒ کے ہم معتقد ہیں۔ احرار میں بھی چند اچھے لوگ ہیں۔ مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی کی بات عقل کی معلوم ہوتی ہے، مگر کون مانتا ہے۔ سید عطاءاللہ شاہ بخاری، ماسٹر تاج الدین سب اچھے لوگ ہیں، مگر یہ غریبوں کی جماعت ہے۔۔۔۔۔ میرا تو یہ اعتقاد ہے کہ حضرت مدنی جیسے حضرات کو بلاوجہ ستانے کا خمیازہ قوم کو بھگتنا ہی پڑے گا۔" (1688)

تحریک آزادی کے حوالے فرمایا:

"ہندوستان اگر ایک مرکز پر آزاد ہو جائے تو اپنی آبادی اور مسائل کے لحاظ سے بیس سال میں دنیا کو مات دے سکتا ہے۔ روس کی پندرہ کروڑ کی آبادی کی دنیا نہیں لا سکتی۔ ہندوستان کے چالیس کروڑ میں سے آپ خیال کریں کتنے ذہین لوگ مہیا ہو سکتے ہیں اور اگر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے تو افغانستان، ایران، عراق، شام، حجاز، نجد، یمن اور شرق اُردن وغیرہ ممالک کی طرح بری سامراجی سلطنتوں کی حرص و آز کا شکار ہوتے رہیں گے۔"(1689)

ہندوستان کی آزادی کے حوالے سے فرمایا کہ:

"جب آئندہ کے حالات کا تصور کرتا ہوں تو سخت بے چین ہو جاتا ہوں۔ بعض اوقات میری نیند اُڑ جاتی ہے کیونکہ عام لوگوں پر دہریت کا غلبہ ہوتا جا رہا ہے۔ دہریت کی طرف تو ساری دنیا جا رہی ہے مگر روس (کے لادینی نظریات) مذاہب کے حق میں ہیضہ (کی بیماری) اور انگریز (یعنی مغرب کا لادینی سرمایہ دارانہ نظام) دِق (ٹی بی کی بیماری کی طرح) ہے۔

---

1686۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، لاہور، شہید اکیڈمی، 1997ء، ص343

1687۔ ایضاً، ص175

1688۔ ایضاً، ص100

1689۔ ایضاً، ص102



toobaafoundation.com

ہندوستان کی آزادی سے ہو سکتا ہے کہ ملک فارغ البال (خوش حال) ہو جائے، مگر مذہبی ترقی یا (مروج الفاظ میں) مذہبی بچاؤ کی کوئی تحریک اس وقت موجود نہیں اور برائے نام اگر موجود ہے تو وہ (جذباتی اور فرقہ وارانہ ماحول کی وجہ سے) ایسے حالات اور حیثیت میں نہیں کہ کارگر اور کامیاب ہوتی نظر آتی ہو" (1690)

حضرت رائے پوریؒ نے:

انگریز حکومت سے نجات حاصل کرنے کے لیے ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق پر زور دیا فرمایا کہ:

"(ہندوستان کے) اوپر تو انگریز کی قوت مسلط ہے، اس لیے ہندو یا مسلمان، جو آپس کی لڑائی میں بہادر بنتے ہیں، فضول ہے فساد ہونے کے بعد اس کے فوٹو اور ریکارڈ جب انگریز مہیا کر لیتا ہے تو پھر فساد کرنے والوں کو مقدمات میں پیس دیا جاتا ہے۔ جس کی مدد کرنا انگریز کی مصلحت ہوتی ہے، اُس کو اُبھار دیا جاتا ہے اور ہندوستانی حکام اور وزرا کی حکومت پر نالائقی کی مہر لگا دی جاتی ہے اور اپنے ہندوستان میں قیام کے جواز کا فتویٰ تصنیف کر لیا جاتا ہے۔ اگر اوپر انگریز مسلط نہ ہو تو اس فساد کا، خواہ یہ ظلم ہی ہے۔ کوئی نتیجہ تو نکلے کہ جس قوم کا جہاں زور جم جائے وہ جگہ اس کے تسلط میں آ جائے مگر اس وقت تو خواہ ہندو ہوں یا مسلمان، لڑنے والے فضول لڑتے اور اپنے ملک اور قوم کو ہی نقصان پہنچاتے ہیں۔ خود مصائب اٹھاتے ہیں، اس طرح کے فسادوں کا کوئی نتیجہ نہیں۔ ہاں! مل کر انگریز کو نکال دیں تو پھر اس لڑائی کا اچھا بُرا کچھ تو نتیجہ نکلے اب تو یہ سب بے وقوفی، بے معنی اور سراسر اپنے ملک اور قوم کی کھلی تباہی ہے۔" (1691)

تحریک آزادی اور سیاست میں برمحل فیصلوں کی اہمیت کے حوالے سے فرمایا:

(افغانستان کے حکمران) امیر حبیب اللہ صاحب نے انگریزوں سے نہیں بگاڑی اور انہوں نے ایک ایسا موقع بھی کھویا، جو پھر نہیں آ سکتا۔ وہ جنگ عظیم اول (1914ء تا 1918ء) میں جب کہ ہندوستان میں انگریزوں کی کل 12 ہزار فوج تھی چپکے بیٹھے رہنا ہے۔ جب کہ ہندوستان کا تمام انقلابی عنصر (راجہ) مہندر پرتاپ اور مولوی عبید اللہ (سندھی) کابل ہی میں تھے۔ جبیب اللہ خان نے قتل ہونا گوارا کیا، مگر انگریز کے خلاف خروج نہ کیا۔

پھر جب (امیر) امان اللہ نے خروج کیا ہندوستان میں کافی (انگریز) افواج واپس آ چکی تھی، مگر اس کا بھی فائدہ ہوا کہ افغانستان آزاد ہو گیا اور انگریز نے فوراً صلح کر لی۔ اس جنگ (عظیم دوم) کے بعد بھی اب انگریز نے ہندوستان کو بہلا رکھا ہے ورنہ ہندوستان کی ذرا سی کروٹ اس وقت انگریز کو تباہ کر سکتی ہے۔ مگر اس کی خوش قسمتی کہ یہاں آپس میں اختلاف ہے اگر اس وقت لیگ اور کانگریس میں سمجھوتہ ہو جائے تو انگریز فوراً ہندوستان سے باہر ہو جائے۔" (1692)

مزید فرمایا کہ:

---

1690۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری، لاہور، شہید اکیڈمی، 1997ء، ص 122

1691۔ اقتباسات از ارشادات حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری، لاہور، ماہنامہ رحیمیہ، (جنوری 2010ء تا جولائی 2020ء) ص 19-18

1692۔ ایضاً، ص 16



toobaafoundation.com

’’میں یہ نہیں کہتا کہ (سیاسی حوالے سے) اختلاف خیال نہ رکھو۔ جس کو اپنا اور مسلمانوں کا مفاد دیانت داری سے جس چیز اور سیاسی مسلک میں نظر آتا ہے وہ اپنے خیالات وہ رکھے، مگر یہ (ایک دوسرے پر) حملے، ہلڑ بازیاں سب و شتم (گالی گلوچ) تو انسانیت سے گری ہوئی اور شرم ناک بات ہے یہ نہیں ہونا چاہیے۔[1693]

1693۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص205



toobaafoundation.com

# باب پنجم

## فصل چہارم

## شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی فکر کے پاکستان کی دینی تحریکات پر اثرات

اس دور کا ایک بہت بڑا فتنہ انکار ختم نبوت سے پیدا ہوا اور منکرین ختم نبوت نے بر صغیر پاک و ہند کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی تبلیغ اسلام کے نام سے ہزاروں مسلمانوں کو مرتد کیا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے قادیانیت کے آغاز اور اس کے سب ادوار اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے خود بانی قادیانیت اور حکیم نورالدین وغیرہ کو قریب سے دیکھا تھا۔ آپؒ اس تحریک کے حقیقی مقاصد اور اس کے اندرونی حالات سے بخوبی آگاہ تھے اور انگریز کے اس خود کاشتہ پودا کو اسلام کی بیخ کنی اور تخریب کا ذریعہ سمجھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی سے عشق و محبت کا جو تعلق اور حضور کے خاتم النبیین ہونے پر جو اعتماد و یقین تھا۔ اس کی بنا پر آپؒ نبوت کے ہر مدعی کو نبوت محمدی کا رقیب و حریف سمجھتے تھے اور اس سے آپؒ کو ایسی نفرت اور غیرت آتی تھی جیسے ایک غیرت مند عاشق اور وفادار غلام کو آنی چاہیے۔ یہی جذبہ تھا جس نے آپؒ سے پہلے مولانا سید محمد علی مونگیریؒ، مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ، مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ اور مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی، اور دوسرے اکابرین اسلام کو مضطرب اور بے قرار بنا رکھا تھا اور انہوں نے قادیانیت کی مخالفت کو اپنے لیے افضل عبادت اور افضل جہاد سمجھا تھا۔ (1694)

### تحریک قادیانیت اور اکابر علماء دیوبند

بر صغیر میں جب انگریز نے اپنے استبدادی پنجے مضبوطی سے گاڑ لیے تو اس نے اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی اختیار کی۔ دیگر ضمیر و دین فروشوں اور فتویٰ بازوں کے علاوہ اسے ایک ایسے مدعی نبوت کی ضرورت پیش آئی جو اس کے ظالمانہ و کافرانہ نظام حکومت کو "سند الہام" مہیا کر سکے۔ اس کے لیے اس نے ہندوستان بھر کے ضمیر فروش طبقات سے اپنے مطلب کا آدمی تلاش کرنے کے لیے سروے شروع کیا۔ اللہ رب العزت کی قدرت کہ قادیانی فتنہ کے جنم لینے سے قبل دارالعلوم دیوبند کے مورث اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی پر بطور کشف کے اللہ تعالیٰ نے منکشف فرمادیا تھا کہ ہندوستان میں ایک فتنہ برپا ہونے والا ہے چنانچہ مکہ مکرمہ میں ایک دن مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ تشریف لے گئے تو آپؒ نے حضرت پیر صاحب سے فرمایا

> "ہندوستان میں عنقریب ایک فتنہ نمودار ہو گا تم ضرور اپنے وطن واپس چلے جاؤ اگر بالغرض تم ہندوستان میں خاموش بھی بیٹھے رہے تو وہ فتنہ ترقی نہ کرے گا اور ملک میں سکون ہو گا میرے (پیر صاحب) نزدیک حاجی صاحبؒ کی فتنہ سے مراد فتنہ قادیانیت تھی" (1695)

اس سے اتنی بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ مرزا قادیانی کے فتنہ انکار ختم نبوت سے قبل ہی حق تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کو فتنہ قادیانیت کے خلاف کام کرنے کے لیے متوجہ فرمادیا۔ اس پر حق تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ کہ سب سے پہلے فتنہ قادیانیت کی تردیدی و تکفیری مہم کے لے اللہ تعالیٰ نے جس جماعت کا انتخاب کیا وہ علمائے دیوبند کی جماعت تھی۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریز

---

1694۔ للہی، محمد حسین انصاری، صاحبزادہ، ڈاکٹر، حیات طیبہ، لاہور القادر ناشران کتب اسلامی، 1984ء، ص 132

1695۔ نظامی، خلیق احمد، تاریخ مشائخ چشت، لاہور، مشتاق بک کارنر، 1984ء، ص 684



toobaafoundation.com

کے منصوبہ کے مطابق مبلغ، مناظر، مجدد، مہدی، مسیح، ظلی و بروزی، تشریعی نبی اور پھر معاذ اللہ خدا ہونے کے دعوے کئے۔ اس کی سب سے پہلی کتاب جس وقت منظر عام پر آئی اور مرزا ابھی تعارف اور جماعت سازی کی ابتدائی مرحلے مکمل کرنے کے در پے تھا۔ اس وقت سب سے پہلے جس مرد خدا، عارف باللہ نے پڑھنے پڑھانے سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے باطن کی صفائی کی بنیاد پر مرزا کے کافر و مردود اور اسلام سے برگشتہ ہونے کا نعرہ مستانہ بلند کیا۔ وہ خانوادہ دیوبند کے سرخیل حضرت میاں شاہ عبدالرحیم سہارن پوریؒ تھے۔ میاں شاہ عبدالرحیم سہارنپوری کے پاس مرزا کی کتاب پر تبصرہ کرنے کے لیے قادیانی وفد حاضری ہوا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ سے پوچھتے ہو تو سن لو۔

> "یہ شخص تھوڑے دنوں میں ایسے دعوے کرے گا جو نہ رکھے جائیں گے، نہ اٹھائیں جائیں گے قادیانی وفد یہ سن کر جز بز ہونے لگا کہ دیکھو علماء تو علماء درویش کو بھی دوسرے لوگوں کا شہرت پانا گراں گذرتا ہے میاں صاحبؒ نے فرمایا: مجھ سے پوچھا ہے تو جو سمجھ میں آیا بتا دیا، ہم تو اس وقت زندہ نہ ہوں گے، تم آگے دیکھ لینا"(1696)

## قادیانیوں کے خلاف پہلا فتویٰ

مرزا غلام احمد قادیانی نے اب پر پُرزے نکالے۔ جماعت سازی کے لیے 1301ھ مطابق 1884ء میں لدھیانہ آیا تو مولانا محمد لدھیانویؒ، مولانا عبداللہ لدھیانویؒ اور مولانا محمد اسماعیل لدھیانویؒ نے فتویٰ دیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی مجدد نہیں بلکہ زندیق اور ملحد ہے۔(1697)

یہ اللہ رب العزت کا خاص کرم ہے کہ سب سے پہلے دیوبند مکتبہ فکر کے علمائے کرام کی جماعت کو مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کا فتویٰ دینے کی توفیق دی۔ یہ مولانا محمد لدھیانوی معروف احرار رہنما مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ کے دادا تھے ان حضرات کا فتویٰ مرزا قادیانی کے کفر کو الم نشرح کرنے کے لیے کھڑے پانی میں پتھر پھینکنے کے مترادف ہوا۔ اس باضابطہ فتویٰ کو مرتب کر کے متحدہ ہندوستان کے تمام سرکردہ جید علمائے کرام سے فتویٰ لینے کی سعادت بھی اللہ تعالیٰ نے دیوبند کو نصیب فرمائی۔ دارالعلوم دیوبند کے مدرس مولانا محمد سہولؒ نے 12 صفر 1331ھ کو فتویٰ مرتب کیا کہ:

1۔ مرزا غلام احمد قادیانی مرتد، زندیق، ملحد اور کافر ہے۔
2۔ یہ کہ اس کے ماننے والوں سے اسلامی معاملہ کرنا شرعاً درست نہیں مسلمانوں پر لازم ہے کہ مرزائیوں کو سلام نہ کریں اُن سے رشتہ ناطہ نہ کریں۔ ان کا ذبیحہ نہ کھائیں۔
3۔ مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھنا ایسے ہے جیسے یہود و نصاریٰ اور ہندو کے پیچھے نماز پڑھنا۔
4۔ مرزائی مسلمانوں کی مساجد میں نہیں آسکتے مرزائیوں کو مسلمانوں کی مساجد میں عبادت کی اجازت دینا ایسے ہے جیسے ہندوؤں کو مسجد میں پوجا پاٹ کی اجازت دینا۔
5۔ مرزا غلام احمد قادیانی، قادیان (مشرقی پنجاب، ہندوستان) کا رہائشی تھا، اس لیے اس کے پیروکاروں کو "قادیانی" یا فرقہ

---

1696۔ رائے پوریؒ، حبیب الرحمن، مولانا، ارشادات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، لاہور، سید احمد شہید اکیڈمی، 1997ء، ص 169

1697۔ اللہ وسایا، مولانا، آئینہ قادیانیت، لاہور، مکتبۃ الحرمین، 1431ھ، ص 119، 120



toobaafoundation.com

غلامیہ بلکہ جماعت شیطانیہ ابلیسیہ کہا جائے۔([1698])

اس فتویٰ پر دستخط کرنے والوں میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، حضرت مولانا مفتی محمد حسنؒ، حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ، مولانا عبدالسمیع، حضرت مفتی عزیزالرحمن دیوبندیؒ، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، حضرت مولانا اعزاز علی دیوبندیؒ، حضرت مولانا حبیب الرحمن ایسے دیگر اکابر علمائے کرام کے دستخط تھے جن کا تعلق دیوبند، سہارنپور، دہلی، کلکتہ، ڈھاکہ، پشاور، رام پور، راولپنڈی، ہزارہ، مراد آباد، وزیر آباد، ملتان اور میانوالی وغیرہ سے تھا۔اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کتنا وقیع اور جاندار فتویٰ تھا۔آج سو سال کے بعد جب کہ قادیانیت کا کفر عیاں و عریاں ہے۔ بایں ہمہ اس فتویٰ میں ذرہ برابر زیادتی کرنا ممکن نہیں۔ان اکابر نے سوچ سمجھ کر اتنا جاندار فتویٰ مرتب کیا، اس تمام جزئیات کو شامل کر کے اتنا جامع بنادیا کہ ایک صدی گذرنے کے باوجود اس کی آب و تاب و جامعیت جوں کی توں باقی ہے اس کے بعد 1332ھ میں دارالعلوم دیوبند سے ایک فتویٰ جاری ہوا جس میں قادیانیوں سے رشتہ ناطہ کو حرام قرار دیا گیا۔ یہ فتویٰ مفتی عزیزالرحمن کا مرتب کردہ ہے اس پر دیوبند سے حضرت مولانا سید اصغر حسینؒ، حضرت مولانا رسول خانؒ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا گل محمد خانؒ سہارنپور سے مطاہر العلوم کے مہتمم حضرت مولانا عنایت الٰہیؒ، حضرت مولانا جلیل احمد سہارنپوریؒ، حضرت مولانا عبدالرحمن کامل پوریؒ، حضرت مولانا عبداللطیف، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، تھانہ بھون سے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ رائے پور سے حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ دہلی سے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی غرض کہ کلکتہ، بنارس، لکھنو، آگرہ، مراد آباد، لاہور، امرتسر، لدھیانہ، پشور، راولپنڈی، ملتان، ہوشیار پور، حیدر آباد دکن، بھوپال، رام پور وغیرہ سے سینکڑوں علمائے کرام کے دستخط ہیں۔اس فتویٰ کا نام "فتویٰ تکفیر قادیان" ہے یہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سے شائع ہوا۔([1699])

## سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ (1892-1961ء)

سید عطا اللہ شاہ بخاری جامع الصفات انسان تھے۔ لیکن ان کی شخصیت کا ایک اہم پہلوان کی خطابت تھی خطابت ان کا فن نہیں فطرت تھی۔انہوں نے اپنی اجتماعی و سیاسی زندگی کا آغاز 1916ء سے کیا اور 1919 کے حادثہ جلیانوالہ کے خلاف صدائے احتجاج میں شامل ہونے پر برصغیر کے سیاسی افق پر انہیں بے پناہ شہرت ملی۔ مولانا محمد علی جوہر نے ان کی خطابت سے متاثر ہو کر فرمایا کہ

"بخاری مقرر نہیں ساحر ہے تقریر نہیں جادو کرتا ہے"([1700])

علامہ اقبال نے 1930ء میں موچی دروازہ لاہور کے ایک اجتماع میں سنا تو فرمایا کہ

"شاہ جی اسلام کی چلتی پھرتی تلوار ہیں"([1701])

علامہ محمد انور شاہ کشمیری نے شاہ جی پر نگاہ ڈالتے ہوئے فرمایا کہ

"عطاء اللہ عہد نبوت میں ہوتے تو ناقہ رسالت کے حدی خواں ہوتے، میں انہیں امیر شریعت منتخب کرتا ہوں"([1702])

---

1698۔ اللہ وسایا، مولانا، آئینہ قادیانیت، لاہور، مکتبۃ الحرمین، 1431ھ، ص 121

1699۔ للبیبی، محمد حسین انصاری، صاحبزادہ، ڈاکٹر، حیات طیبہ، ص 499

1700۔ نوائے وقت، 22 اگست، 2014

1701۔ ایضاً

1702۔ ایضاً



toobaafoundation.com

مرشد اول حضرت پیر سید مہر علی شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا

"قدرت نے آپ کو لِسان پیدا کیا ہے۔اس میدان میں آپ کبھی پیچھے نہیں رہیں گے"

مرشد ثانی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نے فرمایا:

"شاہ جی تو دلوں کے بادشاہ ہیں۔آپ اپنی تقریر کے ذریعے بہت عبادت کر لیتے ہیں"(1703)

انہوں نے آزادی وطن کی ہر تحریک اور برطانوی سامراج کے خلاف جدوجہد میں بھرپور حصہ لیا۔سید عطاءاللہ شاہ بخاری نے زندگی کے 10 برس جیل میں گزارے وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ "زندگی ہی کیا ہے۔تین چوتھائی ریل میں گزر گئی اور ایک چوتھائی جیل میں" اللہ تعالٰی نے ان کے تنہا وجود سے وہ کام لیا جو ایک جماعت اور ادارے کا تھا۔آج شاہ جی اس دنیا میں موجود نہیں مگر ان کے زریں کارنامے،ان کی اجلی سیرت کے نقوش،ان کا عقیدہ و فکر،ان کی جدوجہد کا تسلسل اور ان کی جماعت مجلس احرار ہم میں موجود ہے شاہ جی کے فرزند سید عطاء المہیمن بخاری قافلہ احرار کی قیادت کرتے ہوئے اپنے عظیم باپ کے عظیم مشن تحفظ ختم نبوت کی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔

## سید عطاءاللہ شاہ بخاریؒ کی حضرت رائے پوریؒ سے بیعت و ارادت

حضرت مولانا سید عطاءاللہ شاہ بخاریؒ پہلے حضرت پیر سید مہر علی شاہ سے بیعت تھے۔ان کی وفات کے بعد مختلف مشائخ کے ہاں گئے لیکن اطمینان نہ ہوا۔حضرت میاں شیر محمد شرقپوری کی خدمت میں بھی گئے۔میاں صاحب نے طویل مراقبہ کے بعد معذرت فرمائی۔پھر مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ کی وساطت سے حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن حضرت رائے پوریؒ نے انکار فرمایا کہ میں تو کوئی چیز نہیں آپ بڑے لوگ ہیں۔آخر بڑے اصرار کے بعد لاہور میں حضرت مولانا عبداللہ فاروقی کے مکان پر غالباً 1939ء میں حضرتؒ نے شاہ صاحب کو بیعت فرمایا۔پھر تھوڑے عرصے بعد اجازت و خلافت سے نوازا۔اعتقاد کا یہ حال تھا کہ جب ملتان میں حضرت کو اپنے ہاں مدعو کیا تو شاہ صاحب نے حضرت سے متعلق دوسری خدمات تو اپنے صاحبزادگان کے سپرد کیں لیکن فرمایا کہ پاخانہ میں خود صاف کروں گا۔

حضرت شاہ صاحب کاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں جہاں بھی گیا وہیں دو باتیں دیکھیں،یا انگریز کا خوف دیکھا یا انگریز کی حمایت دیکھی، بڑے بڑے مشائخ کے ہاں بھی یہ باتیں دیکھیں۔لیکن رائے پور میں صرف خوف خدا دیکھا۔(1704)

## مجلس تحفظ ختم نبوت

امیر شریعت سید عطاءاللہ شاہ بخاریؒ اور ان کے رفقاء قادیانیوں کے عزائم سے بے خبر نہیں۔چنانچہ جدید حالات میں قادیانیت کے خلاف کام کرنے کا لائحہ عمل مرتب کرنے کے لیے ملتان کی ایک چھوٹی سی "مسجد سراجاں "1949ء میں ایک مشاورت ہوئی۔جس میں امیر شریعتؒ کے علاوہ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا عبدالرحمن میانویؒ، مولانا تاج محمود لائلپوری اور مولان محمد شریف جالندھری شریک ہوئے۔غور و فکر کے بعد ایک غیر سیاسی تبلیغی تنظیم " مجلس

---

1703۔نوائے وقت،22اگست،2014

1704۔ ایضاً،ص124،125



toobaafoundation.com

تحفظ ختم نبوت" کی بنیاد رکھی گئی اور اس کا ابتدائی میزانیہ ایک روپیہ یومیہ تجویز کیا گیا۔ چنانچہ صدر المبلغین کی حیثیت سے فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات صاحبؒ کو جو قادیان میں شعبہ تبلیغ احرار اسلام کے صدر تھے۔

ملتان طلب کیا گیا۔ ان دنوں مسجد سراجاں ملتان کا چھوٹا سا حجرہ مجلس تحفظ ختم نبوت کا مرکزی دفتر تھا، وہی دار المبلغین تھا وہی دار الاقامہ تھا، وہی مشاورت گاہ تھی اور یہی چھوٹی سی مسجد اس عالمی تحریک "مجلس تحفظ ختم نبوت" کا ابتدائی کنٹرول آفس تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اس نحیف وضعیف تحریک میں ایسی برکت ڈالی کہ آج اس کی شاخیں پوری دنیا میں پھیل چکی ہیں اور اس کا مجموعی میزانیہ لاکھوں سے متجاوز ہے۔(1705)

## مجلس تحفظ ختم نبوت کی سرپرستی

"مجلس تحفظ ختم نبوت" کو یہ سعادت ہمیشہ حاصل رہی ہے کہ اکابر اولیا اللہ کی قیادت و سرپرستی اور دعائیں اسے حاصل رہی ہیں۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ آخری دم تک اس تحریک کے قائد و سرپرست رہے۔ آپؒ نے اس میدان میں نمایاں کام کیا۔

## عطااللہ شاہ بخاری کی اپنے مرشد سے وابستگی

مولانا عطااللہ شاہ بخاریؒ بھی اپنے مرشد (حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ) کا حد درجہ احترام وادب کرتے تھے۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے ایک جلسہ عام میں مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے مولانا بخاریؒ کا بھی ذکر کیا چونکہ آپؒ نے اپنی ساری زندگی ختم نبوت کی حفاظت میں صرف کر دی۔ پھر فرمایا کہ ایک بزرگ نے مجھ سے اپنا خواب بیان فرمایا کہ میں نے خواب میں دکھا کہ حضور ﷺ ایک جگہ تشریف فرماہیں دائیں بائیں سیدنا ابو بکرؓ اور سیدنا عمرؓ بیٹھے ہیں اور سامنے سید عطااللہ شاہ بخاریؒ اور دوسرے حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ بیٹھے ہیں حجور ﷺ کے پاس دو عمامے ہیں آپ نے ایک عمامہ سیدنا صدیق اکبرؓ کو دیکر بخاری کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ عمامہ اس کے سر پر رکھ دو اس نے ہماری ختم نبوت کی حفاظت کے لیے بڑی محنت کی اور دوسرا عمامہ حضرت رائے پوریؒ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ ان کے سر پر رکھ دو۔ تو سید عطاءاللہ بخاری نے عرض کیا کہ حضور ﷺ میں نے جو کچھ لیا ہے اپنے حضرتؒ (مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ) سے لیا ہے اگر مناسب خیال فرمائیں تو پہلے عمامہ ان کے سر پر رکھیں۔(1706)

کو مستقل طور پر قادیانیت کی بیخ کنی اور استیصال کے کام پر لگا دیا۔ "مجلس احرار اسلام" اور "مجلس ختم نبوت" میں در حقیقت آپؒ ہی کا جذبہ اور آپ ہی کی روح کام کر رہی تھی۔ آپؒ اس سلسلہ کی ہر کوشش کو وقت کا اہم فریضہ اور دین کی اہم خدمت سمجھتے تھے اور ہر طرح اس کی ہمت افزائی اور سرپرستی فرماتے تھے اور اپنی ہمت باطنی اور قلبی وروحی توجہ سے اس کام کی تقویت کو ضروری سمجھتے تھے اور ان کوششوں کے تذکرہ سے آپ کے اندر شگفتگی اور تازگی پیدا ہوئی تھی اور وہ آپ کی روح کی غذا بن گئی تھی۔(1707)

اس سلسلہ میں جو لوگ نمایاں حصہ لیتے تھے اور جنہوں نے رات دن ایک کر رکھا تھا جیسے سید عطااللہ شاہ بخاریؒ، ان سے حضرتؒ کو نہایت محبت تھی اور ان کی بڑی قدر کرتے تھے اور مولانا سید عطااللہ شاہ بخاریؒ کے بعد مولانا محمد علی جالندھری پیش پیش تھے۔ حضرتؒ ان سے بھی بڑی شفقت و محبت فرماتے تھے اور ان کا بڑا اکرام فرماتے تھے۔ اسی طرح مولانا حیات صاحبؒ (جن کو قادیانیوں اور

---

1705۔ لدھیانوی، محمد حسین انصاری، صاحبزادہ، ڈاکٹر، حیات طیبہ، ص 133

1706۔ ندوی ابوالحسن علی، سید، مولانا، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کراچی، مجلس نشریات اسلام، 1383ھ، ص 295

1707۔ گیلانی، امین سید، ہمارے دور کے چند علمائے حق، ملتان، ادارہ تالیفات اشرفیہ، 1439ھ، ص 300



toobaafoundation.com

لاہوری مرزائیوں کی کتابیں از بر تھیں، قاضی احسان احمد اور مولانا لال حسین اختر کو بلا بھیجتے اور ان کے مرزائیوں کے ساتھ جو مناظرے اور مباحثے ہوتے ان کی روداد سنتے تھے حضرت رائے پوریؒ کی آخری عمر میں رد مرزائیت کی طرف بہت زیادہ ہو گئی تھی اور صبح شام کی مجالس میں بھی مذکورہ بالا حضرات کے مباحثے سنتے تھے اس حوالے سے مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کی کتاب " شہادت القرآن" کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اسے کئی بار مجالس میں پڑھوایا تھا اور اس کے دوبارہ اشاعت کا اہتمام کیا۔ جو علماء ادھر ادھر کے مسائل اور فقہی اور اختلافی مسائل میں الجھے رہتے تھے حضرت کو ان سے بڑا صدمہ ہوتا تھا حضرتؒ ان ابحاث میں نہیں پڑتے تھے بلکہ اہم کام ردمرزائیت کو قرار دیتے تھے۔(1708)

حضرت رائے پوریؒ ہی کے حکم اور ایماء پر تحریک ختم نبوت میں مولانا محمد صاحبؒ جیل گئے۔ مولانا لال حسین اختر صاحب کے لیے اسی سلسلہ کی سعی وجہد کو وظیفہ اور سلوک قرار دیتے تھے اور اس کو انکی ترقی کا ذریعہ بتاتے تھے جنوری 1953ء میں ختم نبوت کی تحریک شروع ہوئی، حضرتؒ ہمہ تن اس کی طرف متوجہ رہے اور اس کی فکر اور اس کا اثر پورے طور پر آپ کی طبیعت قویٰ فکریہ اور اعضاء و جوارح پر مستولی ہو گیا۔ محمد افضل صاحب (سلطان فاؤنڈری والے) کہتے ہیں کہ تحریک کے زمانہ میں آپؒ ایک مرتبہ اپنے وطن ڈھڈیاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ پنجاب کے ایک مشہور عالم کہیں قرب وجوار میں تشریف لائے تھے۔ حضرتؒ کی موجودگی کی اطلاع پاکر زیارت کے لیے ڈھڈیاں آئے، اس وقت اس تحریک کا مرکز لاہور تھا اور یہاں گاؤں ہونے کی وجہ سے دیر میں خبریں پہنچتی تھیں۔ آپؒ کو خیال تھا کہ دورہ کرتے ہوئے آرہے ہیں، ان کو تازہ حالات کا علم ہوگا آپؒ نے بڑے اشتیاق سے اس تحریک کی رفتار اور لاہور کے حالات بارے دریافت کیا، انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا (جس سے بے توجہی اور لاعلمی کا اظہار ہوتا ہے) حضرتؒ بہت مایوس اور پژمردہ ہوئے۔ جس زمانہ میں تحریک ختم نبوت کے رہنماؤں پر مقدمہ چل رہا تھا اور مولوی مظہر علی اظہر احرار کے پیروکار اور وکیل تھے حضرت رائے پوریؒ بہت دیر ان سے احراری کارکنوں کے مقدمات کے حوالے سے گفتگو کرتے۔(1709)

## حضرت رائے پوریؒ کا فکر واہتمام

چونکہ قادیانی، تبلیغی مشن کے نام سے یورپ کے علاوہ عرب ممالک میں بھی کام کر رہے تھے اور عرب ممالک کے اکثر لوگ اس تحریک کی حقیقت سے ناواقف تھے اور عربی زبان میں کوئی کتاب قادیانیت پر نہ تھی، حضرت رائے پوریؒ نے خاص طور پر مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ کو حکم دیا کہ آپ عربی زبان میں قادیانیت پر ایک کتاب لکھ دیں۔ اس کے لیے ان کو خود اپنے پاس لاہور میں ٹھہرایا اور صوفی عبدالحمید خان صاحب کی کوٹھی کا ایک کمرہ ان کے لیے مختص کر دیا گیا اور مولانا محمد حیات صاحبؒ اور قاضی احسان احمد کو فرمایا کہ مرزا صاحب کی کتابیں اور ان کے رد میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ مولانا ندویؒ کو مہیا کریں۔ "تحریک ختم نبوت" کے زمانے میں چونکہ عرب ممالک عربیہ کے اخبارات میں یک طرفہ اطلاعات شائع ہو رہی تھیں اور تصویر کا صرف ایک ہی رخ پیش کیا جا رہا تھا، قادیانی جماعت کو محض ایک ایسے ستم رسیدہ فرقہ کی حیثیت سے دیکھا جا رہا تھا جو اکثریت اور جاہل متعصب مسلمانوں کی ہر طرح کی دست درازیوں کا نشانہ بنا ہوا تھا، میں نے اپنے عرب دوستوں کو حقیقت حال سے مطلع کرنے کے لیے ابتداً ایک خط کی شکل میں (جو بعد میں

---

1708۔ للّٰہی، محمد حسین انصاری، صاحبزادہ ڈاکٹر، حیات طیبہ، ص134

1709۔ ایضاً، ص134



toobaafoundation.com

ایک رسالہ کی شکل میں شائع ہو گیا قادیانیت اور پاکستان کی تحریک ختم نبوت کے متعلق کچھ لکھا تھا، جس کا سرمایہ علم صرف پروفیسر الیاس برنی کا ایک رسالہ "قادیانیت کا محاصبہ" اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا "قادیانی مسئلہ" تھا[1710]

چنانچہ مولانا ندویؒ نے صرف ایک ماہ میں 27 فروری 1958 کو عربی زبان میں قادیانیت پر ایک تحقیقی اور جامع کتاب "القادیانی و القادیانیہ" مرتب کی، جو خوبصورت عربی ٹائپ میں طبع ہو گئی اور مصر و شام نیز افریقہ کے ان حصوں میں جہاں قادیانیت نے فروغ حاصل کرنا شروع کیا تھا اس کتاب نے بڑی مفید خدمت انجام دی اور کہیں کہیں اس نے پشتہ کا کام دیا پھر ایک سال کے بعد اس عربی کتاب کا حضرت نے اردو میں ترجمہ کرنے کا حکم دیا اور ایک ماہ کے اندر اندر یہ کام بھی ہو گیا اور بہت سے اضافوں کے ساتھ "قادیانیت" کے نام سے یہ کتاب لاہور سے شائع ہوئی۔ اور اس نے سنجیدہ حلقوں کو بہت متاثر کیا اور اخبارات و رسائل نے اس پر بڑے دقیع تبصرے شائع کیے۔ قادیانی حلقہ نے اس کتاب کا وزن محسوس کیا۔ خود حضرتؒ نے مجلس میں کتاب پڑھوا کر سنی اس تفصیل سے حضرت رائے پوریؒ کے شغف اور اس فکر و اہتمام کا اندازہ ہو سکتا ہے جو آپؒ کو قادیانیت کے رد کے بارے میں تھی۔[1711]

## قیادت باسعادت

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے وصال کے بعد حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ اور حضرت مولانا خان محمدؒ خانقاہ سراجیہ کندیاں، اس کے سرپرست ہیں "مجلس تحفظ ختم نبوت" کے بانی اور امیر اول امیر شریعت سید عطاءاللہ شاہ بخاریؒ تھے۔ امیر شریعت کی وفات 1961ء میں ہوئی اور خطیب پاکستان مولانا قاضی احساس احمد شجاع آبادیؒ ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ ان کے وصال کے بعد حضرت مجاہد ملت محمد علی جالندھریؒ کو امارت سپرد کر دی گئی ان کے وصال کے بعد مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر امیر مجلس ہوئے۔ مولانا لال حسین اختر کے بعد عارضی طور پر حضرت مولانا محمد حیات صاحبؒ کو مسند امارت تفویض ہوئی مگر اپنے ضعف و عوارض کی بنا پر انہوں نے اس گراں باری سے معذرت کا اظہار فرمایا۔ یہ ایک ایسا بحران تھا۔ جس سے اس عظیم الشان تحریک کی پیش قدمی رک جانے کا اندیشہ لاحق ہو گیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا وعدہ حفاظت دین یکا یک ایک ایسی ہستی کو اس منصب عالی کے لیے کھینچ لایا جو اپنے اسلاف کے علوم و روایات کی امین تھی۔ اور جس پر ملت اسلامیہ کو بجا طور پر فخر حاصل تھا وہ شخصیت شیخ الاسلام حضرت العلامیہ مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کی تھی۔[1712]

تحفظ ختم نبوت اور رد قادیانیت، حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری کی وراثت و امانت تھی اور اس کا اہل علوم انوری کے وارث حضرت شیخ بنوری سے بہتر اور کون ہو سکتا تھا۔ چنانچہ امیر شریعتؒ کی امارت، خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کی خطابت، مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ کی ذہانت، مولانا لال حسین اختر کی رفاقت، مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کی بلندی عزم نے نہ صرف "مجلس ختم نبوت" کی عزت و شہرت کو چار چاند لگا دیئے بلکہ ان حضرات کی قیادت نے قصر قادیانی پر اتنی ضرب کاری لگائی کہ قادیانی تحریک کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت پر کذب و افتراء کی آئینی مہر لگ گئی۔[1713]

---

1710۔ ندوی، ابوالحسن علی، سید، مولانا، سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 302

1711۔ اللہ وسایا، مولانا، آئینہ قادیانیت، ص 125، 126

1712۔ ایضاً، ص 126

1713۔ للہی، محمد حسین انصاری، صاحبزادی، ڈاکٹر، حیات طیبہ، ص 131



toobaafoundation.com

## تحریکات دفاع صحابہؓ

چونکہ آپؒ کو صحابہ کرامؓ سے بہت محبت تھی اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ صحابہ کرامؓ ہی ہمارے مرشد ہیں اس لیے رفض وشیعیت اور صحابہ کرامؓ کو برا بھلا کہنے والی جماعتوں سے آپؒ کو سخت نفرت تھی۔ نیز آپؒ کے پاکستان میں تشریف لانے کا زیادہ زمانہ سکندر مرزا کے اقتدار کا زمانہ تھا۔ جو کہ شیعیت کے فروغ کا زمانہ تھا شیعیت کی تبلیغ اور صحابہ کرام کی توہین کا مشغلہ جاری تھا۔ اس لیے وہ جماعتیں اور انجمنیں جو رفض وشیعیت کی تردید میں کام کر رہی تھیں جیسے مجلس احرار، تحریک تنظیم اہل سنت، خدام اہل سنت وغیرہ ان سے آپ کو گہرا قلبی تعلق تھا ان جماعتوں کے ارکان وزعماء کی آپؒ بڑی دلجوئی اور ہمت افزائی فرماتے تھے اور اکثر اپنی مجالس میں صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدین کی مدح میں اشعار اور نعتیں سنتے تھے۔(1714)

## مسلمانوں کی دوسری تحریکات

اس کے علاوہ آل انڈیا کانگریس کے بعض مسلم ارکان جمعیۃ العلماء ہند اور جمعیۃ العلماء اسلام پاکستان اور مسلم لیگ کے بعض اہم ارکان جیسے صوفی عبدالحمید خان صاحب صدر مسلم لیگ پنجاب وغیرہ، حضرت سے مخلصانہ اور خادمانہ تعلقات رکھتے تھے۔ حضرت رائے پوریؒ ان حضرات کی بھی رہبری فرماتے تھے اور بوقت ضرورت نہایت قیمتی اور کارآمد مشوروں اور ہدایات سے نوازتے تھے اسی طرح حضرت مولانا محمد الیاس دہلویؒ کی تبلیغی جماعت کے اکابرین اور ارکان جیسے حضرت مولانا محمد الیاس دہلویؒ کی تبلیغی جماعت کے اکابرین اور ارکان جیسے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ، مولانا محمد یوسفؒ، مولانا محمد منظور نعمانی اور دوسرے اہم ارکان جماعت، حضرت سے مخلصانہ تعلق رکھتے تھے اور حضرتؒ بھی تبلیغی جماعت کے بڑے اجتماعات میں وقتاً فوقتاً شرکت فرماتے تھے اور اس تحریک کی سرپرستی فرماتے تھے۔ اہم مشورے اور ہدایات بھی دیتے تھے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نے تبلیغی نصاب کی اور فضائل کی بعض کتابیں حضرت ہی کے ایماء اور فرمائش سے لکھیں۔ جو آج ہر جگہ پڑھی سنی جاتی ہیں۔(1715)

## قیام پاکستان کے بعد

قادیانیوں کو یہ غلط فہمی تھی کہ پاکستان کے ارباب اقتدار پر ان کا تسلط ہے۔ ملک کے کلیدی مناصب ان کے قبضے میں ہیں، پاکستان کا وزیر خارجہ ظفر اللہ خان قادیان (ربوہ) کا ادنی مرید ہے اس لیے پاکستان میں مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا جعلی سکہ رائج کرنے میں انہیں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی ان کی امید کا خاص پہلو یہ بھی تھا کہ احرار اسلام کا قافلہ تقسیم ملک کی وجہ سے بکھر چکا تھا۔ تنظیم اور تنظیمی وسائل کا فقدان تھا قادیانیوں کا گمان تھا کہ اب حریم نبوت کی پاسبانی کے فرائض انجام دینے کی کسی کو ہمت نہیں ہوگی لیکن وہ یہ بھول گئے تھے کہ حفاظت دین اور "تحفظ ختم نبوت" کا کام انسان نہیں کرتے خدا کرتا ہے اور وہ اس کام کے لیے خود ہی رجال کار بھی پیدا فرما دیتا ہے۔(1716)

قیام پاکستان کے بعد، مجلس کے بانی اور عظیم اسلامی رہنما عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اپنے تمام ساتھیوں سمیت تمام سیاسی مشغولوں سے خود کو الگ کرتے ہوئے اسلام کی تبلیغ اور قادیانیت کی تردید کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی۔

---

1714۔ ایضاً، ص131،132

1715۔ اللہ وسایا، مولانا، آئینہ قادیانیت، ص124

1716۔ http://www.khatm-e-nubuwwat.com



toobaafoundation.com

تنظیم "عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت"، نمایاں خصوصیات کی حامل ہے۔

- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تمام سیاسی مقاصد اور جدوجہد سے پاک ہے۔
- اس کی مخصوص خصوصیت اسلام کی تبلیغ اور خاص طور پر پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے آخر عقیدے پر اعتقاد کا تحفظ ہے۔
- دنیا کی مختلف زبانوں میں لاکھوں روپے مالیت لٹریچر مفت شائع اور تقسیم کیا جاتا ہے۔
- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی سے ہفتہ وار "ختم نبوت" اور ملتان سے ماہانہ "لولاک" رسالہ شائع کرتی ہے۔ جس کی مفت مطالعہ اور نقل شدہ مواد کی سہولت پشاور سے پوری دنیا کو اس ویب سائٹ کے ذریعہ کی جاتی ہے۔

http://www.khatm-e-nubuwwat.com

- پاکستان میں پچاس مرکزی دفاتر اور بارہ دینی مدارس کے ساتھ ساتھ بیرونی ممالک میں بھی مکمل طور پر کام جاری ہے۔
- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام چناب نگر میں دو عظیم مساجد اور دو مدرسے کام کر رہے ہیں۔
- ملتان میں "عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت" کا مرکزی سکریٹریٹ "دار المبلغین" (مبلغین کا مرکز)، "دار التصنیف" (مرکز تحریر) اور ایک مدرسہ کے ذریعہ دن رات دنیا کے مسلمانوں کی خدمت کرتا ہے۔
- آنحضرت ﷺ کی رسالت کا تقدس اور پیغمبر اسلام اور آپ ﷺ کی ختم نبوت پر یقین کے لیے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت دنیا کے بہت سارے ممالک میں تبلیغ اور اصلاح کے دوروں اور کانفرنسوں کا اہتمام کرتی ہے جیسے برطانیہ، امریکہ، افریقہ وغیرہ۔[1717]

## آثار و نتائج

اکابر دیوبند کی "مجلس تحفظ ختم نبوت" کے حوالے سے مساعی اور اس کے آثار و نتائج پر بھی نظر ڈالنی چاہیے جو اس جماعت کی جہد مسلسل اور امت اسلامیہ کے اتفاق و تعاون کے نتیجہ میں وقوع پذیر ہوئے۔

اول: پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔ علاوہ ازیں قریباً تیس اسلامی ممالک قادیانیوں کو کافر، مرتد، دائرہ اسلام سے خارج اور خلاف قانون قرار دے چکے ہیں۔

دوم: تحفظ ختم نبوت کی تحریک پاکستان میں کامیاب ہوئی تو پوری دنیا پر قادیانیوں کا کفر و نفاق واضح ہو گیا۔ اور دنیا کے بعید ترین ممالک کے مسلمان بھی قادیانیوں کے بدترین کفر سے واقف ہو گئے۔

سوم: بہاولپور سے ماریشیش جوہانسبرگ تک کی بہت سی عدالتوں نے قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت ہونے کے فیصلے دیئے۔

چہارم: ایک وقت تھا کہ مسلمانوں کا ملازم پیشہ نوجوان طبقہ قادیانیوں سے بے حد مرعوب تھا۔ چونکہ قادیانی پاکستان میں اعلیٰ مناصب پر قابض تھے۔ اس لیے ایک طرف وہ اپنے ماتحت عملے میں قادیانیت کی تبلیغ کرتے اور دوسری طرف اچھے مناصب کے لیے صرف قادیانیوں کا انتخاب کرتے۔ اس سے مسلمانوں کے نوجوان طبقہ کی صریح حق تلفی ہوتی تھی اور بہت سے نوجوان اچھی ملازمت کے لالچ میں قادیانی مذہب کے ہمنوا ہو جاتے تھے۔ اب بھی اگرچہ کلیدی آسامیوں پر قادیانی فائز ہیں اور ملازمتوں میں ان کا حصہ

1717۔ اللہ وسایا، مولانا آئینہ قادیانیت، ص135تا137



toobaafoundation.com

مسلمانوں کی نسبت اب بھی زیادہ ہے مگر اب قادیانیوں کے سامنے مسلمان نوجوانوں کا احساس کمتری ختم ہو رہا ہے اور نوجوانوں کی طرف سے مطالبے ہو رہے ہیں کہ قادیانیوں کو ان کی حصہ رسدی سے زیادہ کسی اور ادارے میں نشستیں نہ دی جائیں۔

پنجم: شمالی (افریقہ) میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی کوششوں کی وجہ سے تیس ہزار قادیانیوں نے قادیانیت کے مذہب سے توبہ کیا اور اسلام قبول کیا۔

ششم: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی تبلیغ و خدمت کا مثبت اور اصلاحی طریقہ کار کی وجہ سے پوری دنیا سے قادیانیوں نے اپنے پچھلے مذہبی عقائد کو چھوڑ دیا اور اسلام قبول کیا۔

ہفتم: قیام پاکستان سے 1974ء تک "ربوہ" مسلمانوں کے لیے ایک ممنوعہ قصبہ تھا حتیٰ کہ ریلوے اور ڈاک خانہ کے سرکاری ملازموں کے لیے قادیانی ہونے کی شرط تھی۔ لیکن اب "ربوہ" کی سنگینی ٹوٹ چکی ہے۔ وہاں اکثر سرکاری ملازم مسلمان ہیں 1975ء سے مسلمانوں کی باجماعت نماز بھی ہوتی ہے اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے مدارس اور دفاتر و لائبریریاں بھی قائم ہیں۔

ہشتم: قادیانی اپنے مردوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے پر اصرار کیا کرتے تھے، لیکن اب مسلمانوں کے قبرستان میں ان کا دفن کیا جانا ممنوع ہے۔

نہم: پاسپورٹ، شناختی کارڈ اور فوجی ملازمتوں کے فارموں میں قادیانیوں کو اپنے مذہب کی تصریح کرنا پڑتی ہے۔

دہم: پاکستان میں ختم نبوت کے خلاف کہنا اور لکھنا تعزیری جرم قرار دیا جا چکا ہے۔

یازدھم: سعودی عرب، لیبیا اور دیگر اسلامی ممالک میں قادیانیوں کا داخلہ ممنوع ہے اور انہیں "عالم کفر کے جاسوس" قرار دیا چکا ہے۔

دوازدہم: مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کے خلاف لب کشائی کی پاکستان میں اجازت نہیں تھی مگر اب صورت حال یہ ہے کہ قادیانی اپنے آپ کو مسلمان کہہ نہیں سکتے۔

سیزدھم: قادیانی جو بیرونی ممالک میں یہ پروپیگنڈہ کیا کرتے تھے کہ پاکستان میں قادیانیوں کی حکومت ہے اور دار الخلافہ "ربوہ" ہے وہ اس جھوٹ پر نہ صرف پوری دنیا میں ذلیل ہو چکے ہیں بلکہ خدا کی زمین اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہو رہی ہے حتیٰ کہ قادیانی سربراہ کو لندن میں بھی چین نصیب نہیں۔ ربوہ کا نام مٹ کر اب "چناب نگر" ہے۔ آج قادیانی شہر کا نام مٹا ہے تو وہ وقت آیا چاہتا ہے جب قادیانیت کا نشان بھی مٹے گا۔ (ان شاء اللہ العزیز)(1718)

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ اور اکابر علماء دیوبند کی اس ذیل میں جو گرنقدر خدمات ہیں ہماری موجودہ نسل اس سے بخوبی آگاہ نہیں۔ اگر اس وقت اس نزاکت کو نہ سمجھا گیا تو اندیشہ ہے کہ کہیں آنے والی نسلیں مزید ناواقفیت کا شکار نہ ہو جائیں۔ اس حوالے سے اکابر علماء دیوبند کی خدمات کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری نے تحریک ختم نبوت کو باقاعدہ منظم کرنے کے لیے حضرت مولانا سید عطاء اللہ بخاری کو "امیر شریعت" مقرر کیا اور انجمن خدام الدین کے عظیم الشان اجلاس منعقدہ مارچ 1930ء میں ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر ہندوستان کے ممتاز ترین پانچ سو علماء کی بیعت ان کے ہاتھ میں کرائی۔

---

1718۔ جانباز، مرزا، حیات امیر شریعت، لاہور، مکتبہ تبصرہ، 1953ء، ص 133



toobaafoundation.com

ظاہر بین نظریں میں یہ دیکھ رہی تھیں۔ دارالعلوم دیوبند کا علامہ محمد انور شاہ کشمیری "امیر شریعت" کے ہاتھ پر بیعت کر رہا تھا۔ (1719)

مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے وصال کے بعد امیر شریعت سید عطاءاللہ بخاریؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت تھانویؒ نے نہایت شفقت سے حالات سے اور تشریف آوری کی غرض دریافت فرمائی۔ حضرت عطاءاللہ شاہ نے بے تکلفی سے عرض کیا حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری ہمارے روحانی پیشوا تھے۔ انہوں نے ہمیں رد قادیانیت کے کام پر لگا دیا چنانچہ مجلس احرار کا شعبہ تبلیغ اس کے لیے وقف ہے۔ حضرت کشمیری کے سانحہ ارتحال کے بعد آپؒ سے دعائیں لینے کے لیے حاضر ہوا ہوں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے دریافت کیا کہ آپ کی جماعت کا رکن بننے کے لیے کیا کوئی شرط بھی ہے؟ عرض کیا کہ ایک روپیہ سالانہ رکنیت کی فیس ادا کر کے ہر مسلمان جماعت کا رکن بن سکتا ہے۔ حضرت تھانویؒ نے ارشاد فرمایا یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ زندگی کے کتنے دن باقی ہیں تاہم مجھے پچیس سال کے لیے اپنی جماعت کا رکن بنا لیجئے اور اگر اس سے زیادہ جیتا رہا تو پھر رکنیت کی تجدید کر لوں گا یہ کہہ کر پچیس روپے عطا فرمائے اور پچیس سال کے لیے رکنیت قبول فرمائی۔ (1720)

بظاہر یہ ایک معمولی نوعیت کا واقعہ ہے لیکن مسلم ختم نبوت کے ساتھ علمائے دیوبند کے غیر معمولی شغف کا اندازہ ہوتا ہے حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ مجلس احرار اسلام کا رخ فتنہ قادیانیت کی طرف موڑنے کے لیے سید عطاءاللہ شاہ بخاریؒ کو امیر شریعت کے منصب پر کھڑا کرتے ہیں۔ حضرت تھانوی جب تک حیات رہے۔ ان کی توجہ اور دعا اور ہر قسم کی اعانت مجاہدین ختم نبوت کے ساتھ حال رہی۔ ان کے وصال کے بعد قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ اس قافلہ کے سالار بن گئے "احرار اسلام" کے اکابر حضرت رائے پوریؒ کے حلقہ ارادت میں منسلک اور حضرت کی عنایات و توجہات سے مستفید تھے، جن لوگوں کو حضرت رائے پوری کی صحبت میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا انہیں علم ہے کہ حضرت رائے پوریؒ قادیانی فتنہ کے بارے میں کس قدر گہرا احساس رکھتے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کی نسبت حضرت رائے پوری کی طرف منتقل ہو گئی ہے حضرت رائے پوریؒ مجاہدین ختم نبوت کی سرپرستی فرماتے، ان کی مالی خدمت کرتے، انہیں مفید مشورے دیتے ان سے کارگزاری کی باقاعدہ رپورٹ سنتے اور ان حضرات کی بے حد قدر دانی اور حوصلہ افزائی فرماتے۔ (1721)

## ختم نبوت زندہ باد

ایک مرتبہ مولانا لال حسین اخترؒ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی۔۔۔

حضرت مجھے کوئی وظیفہ بتائیے؟

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا!

ختم نبوت کا مسئلہ بیان کرتے رہو یہی وظیفہ ہے۔ حضرت مولانا لال حسین اختر چلے گئے۔۔۔ کچھ عرصہ بعد خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی۔۔۔ حضرت کوئی وظیفہ بتا دیجئے حضرت رائے پوریؒ نے پھر فرمایا

---

1719۔ لدھیانوی، محمد یوسف، مولانا، تحفہ قادیانیت، لاہور، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، 1993ء، ص58

1720۔ ایضاً، ص59

1721۔ گیلانی، امین، سید، ہمارے دور کے چند علمائے حق، ملتان ادارہ تالیفات اشرفیہ، 1439ھ، ص133



toobaafoundation.com

"ختم نبوت کا کام کرتے رہو، ختم نبوت کی حفاظت ہی سب سے بڑا وظیفہ ہے"([1722])

## عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی خدمات

قادیانیت عالم اسلام کے لیے ایک ناسور کی حیثیت رکھتی ہے مرزا غلام احمد قادیانی نے 1901ء میں نبوت کا دعویٰ کر کے کفر وارتداد کا راستہ اختیار کیا اور قادیانی امت کی بنیاد ڈالی جس کے مقاصد حسب ذیل ہیں۔

اسلام سے غداری اور حضرت محمد ﷺ کی امت مسلمہ کو محمد عربی ﷺ سے کاٹ کر ایک ہندی مرکز قادیان پر جمع کرنا۔

اہل اسلام کے درمیان افتراق وانتشار پیدا کرنا۔ مسئلہ جہاد جو کہ اسلام کی روح ہے اس کو منسوخ کرنا۔

چنانچہ آج قادیانیت امت مسلمہ کے لیے ایک زبردست چیلنج بن چکی ہے۔ اسرائیل میں ان کے مراکز قائم ہیں قادیانی جس ملک میں بھی ہیں وہ اسلام دشمن اور استعماری طاقتوں کے ایجنٹ ہیں اور اسلامی ممالک کے خلاف سازشیں کرنا ان کا اہم ترین حدف ہے۔

پاک وہند کے علمائے حق جو قادیانیت کے مالہ وماعلیہ سے پورے واقف ہیں ہمیشہ سے قادیانیت کی تردید میں سرگرم رہے۔ 1952ء میں امیر شریعت سید عطاءاللہ شاہ بخاری نے قادیانیت کے رد وتعاقب کے لیے " مجلس تحفظ ختم نبوت" کے نام سے ایک مستقل غیر سیاسی تنظیم کی بنیاد ڈالی۔([1723])

مجلس تحفظ ختم نبوت کے حوالے سے مولانا عطاءاللہ شاہ بخاریؒ غالباً 1955ء میں فیصل آباد دھوبی گھاٹ کے میدان میں ضعیفی اور علالت کے سبب بیٹھ کر تقریر فرمارہے تھے دوران تقریر کسی نے چٹ بھیج دی لکھا ہوا تھا کہ جو لوگ ختم نبوت کی تحریک میں شہید ہو گئے ہیں ان کا ذمہ دار کون ہے آپؒ نے فرمایا

> "سنو! ان شہداء کا میں ذمہ دار ہوں۔ نہیں نہیں آئندہ بھی جو حضور اکرم ﷺ کی عزت وناموس کی خاطر شہید ہوں گے ان کا بھی میں ذمہ دار ہوں۔۔۔ تم بھی گواہ رہو، اے اللہ تو بھی گواہ رہنا، شہدا کا میں خود ذمہ دار ہوں اور جب تک یہ مسئلہ حل نہیں ہوتا اگر میں زندہ رہا اور موقع ملا تو پھر بھی ایسا ہی ہوگا۔ اگر کل مسلمان حضور ﷺ کے جوتے کے ایک تسمے پر قربان ہو جائیں تو پھر بھی حق ادا نہ ہوگا"([1724])

قیام پاکستان کے بعد بھی سرکاری سطح پر قادیانیوں کو مسلمان تصور کیا جاتا تھا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دلوانے کے لیے 1953ء میں ایک عظیم الشان تحریک چلائی جس میں یہ تین مطالبات پیش کئے گئے۔

1۔ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔

2۔ ظفر اللہ خان قادیانی کو وزارت خارجہ سے ہٹایا جائے۔

3۔ تمام کلیدی اسامیوں سے قادیانیوں کو برطرف کیا جائے

لیکن وقت کی حکومت نے اس مقدس تحریک کو کچلنے کا فیصلہ کیا اور دس ہزار مسلمانوں کو شہید کیا۔

مئی 1974ء میں عالم اسلام کی عظیم شخصیت اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی قیادت میں دوسری مرتبہ تحریک چلی۔ جس کے نتیجے میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم ہونے کا آئینی دستوری فیصلہ کیا۔

---

1722۔ لدھیانوی، محمد یوسف، مولانا تحفہ قادیانیت، ص716

1723۔ گیلانی، امین، سید ہمارے دور کے چند علمائے حق، ص178

1724۔ لدھیانوی، محمد یوسف، مولانا تحفہ قادیانیت، ص717



toobaafoundation.com

1983ء میں امیر حضرت مولانا خان محمد کی قیادت میں تیسری بار تحریک چلی بالآخر صدر پاکستان جنرل محمد ضیا الحق نے 26 اپریل 1984ء کو ایک آرڈی نینس جاری کیا۔ جس سے قادیانیوں کی تبلیغی سرگرمیوں پر مکمل پابندی لگ گئی۔([1725])

---

1725۔ لدھیانوی، محمد یوسف، مولانا تحفہ قادیانیت، ص717



toobaafoundation.com

# باب پنجم

## فصل پنجم

### مولانا تھانویؒ اور مولانا رائے پوریؒ کے متعلقین کا پاکستان میں کردار

خانقاہ اشرفیہ امدادیہ تھانہ بھون وہ روحانی مرکز ہے جہاں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ مسند ارشاد پر جلوہ افروز تھے وہاں انسان سازی کا کام بڑی باقاعدگی اور سلیقہ سے ہوتا تھا اور اس زمانہ میں حضرت تھانویؒ کی ذات بابرکات سے خانقاہ اشرفیہ امدادیہ کو وہ مرجعیت حاصل تھی جو گیارہویں صدی کے آغاز میں حضرت مجدد الف ثانی کی ذات اقدس سے سرہند کو حاصل تھی، اللہ تعالیٰ نے حکیم الامت مولانا تھانویؒ سے تجدید دین کا کام جس عظیم الشان طریقہ پر لیا۔ وہ اہل نگاہ سے پوشیدہ نہیں اس تجدیدی واصلاحی کام خدمات کے لیے ضروری تھا کہ وقت کے علماء وفضلا اس مجدد اعظم کی طرف رجوع کرتے تاکہ اصلاحی مساعی عام ہو جائیں اور ہر مقام میں اس کا شیوع ہو جائے چنانچہ یہی ہوا کہ غیر منقسم ہندوستان کے علماء کبار کی اکثریت، بڑے اصحاب بصیرت اور ارباب فکر یہیں سے اپنے دامنوں کو علم و معرفت کے جواہرات سے بھر کر لے جاتے یہ ایک ایسی جامعیت تھی جو اس دور میں اللہ تعالیٰ نے حضرت تھانویؒ سے خاص کر دی تھی۔ ویسے تو حضرت تھانویؒ کے فیض علمی و روحانی سے ہزاروں افراد فیض یاب ہوئے اور سینکڑوں حضرات رشد وہدایت کی منازل طے کر کے آسمان علمیت وروحانیت پر آفتاب وماہتاب بن کر چمکے جن کی نورانیت سے پورا عالم اسلام منور ہو گیا ذیل میں چند ایسے ہی آفتاب علم و عمل حضرات کا مختصر تذکرہ تعارف پیش کیا جاتا ہے جو حکیم الامت تھانویؒ کے فیض علمی وروحانی سے خوب مالا مال ہوئے اور ساری کی ساری زندگی علمی ودینی خدمات میں مصروف رہ کر اس دار فانی سے چلے گئے اللہ تعالیٰ ہمیں ان پاک باز ہستیوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)([1726])

مولانا تھانوی کے متعلقین کو خلافت واجازت کا منصب عنایت کرنے کے حوالے سے درج ذیل امور کو پیش نظر رکھا جاتا۔

- ایسے حضرات جو آپؒ کی تعلیم و تربیت اور فیض صحبت سے اپنے اندر تلقین کی کافی صلاحیت رکھتے تھے ان کو بیعت کی شرائط مفقود ہونے کے باوجود تلقین بلا بیعت کی اجازت دے دی جاتی۔
- خلفاء ان لوگوں کو بنایا جاتا جو متقی ہوں، خود اپنی اصلاح کیے ہوئے ہوں۔
- ان کو طریق سے مناسبت پیدا ہو چکی ہو۔
- ان میں محض علمی مناسبت ہی نہ ہو بلکہ ان میں دوسروں کی بھی اصلاح کرنے کی اہمیت پیدا ہو گئی ہو۔
- آپؒ کے متعلقین اور اجازت وبیعت کے لیے ضروری نہ تھا کہ وہ پہلے بیعت ہو چکا ہو بلکہ ان اصحاب کو جن میں بیعت و تلقین کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ان کو مجاز بنا لیا جاتا۔
- خلفاء کی تربیت کے لیے طالبین کو بکثرت ان کے سپرد کیا جاتا تاکہ امر تربیت میں ملکہ تامہ حاصل ہو جائے۔
- جن خلفاء ومجازین کے حالات نہ پہنچتے یا مشتبہ حالات سننے میں آتے ان کے نام خلفاء ومجازین کی فہرست سے خارج کر دیئے جاتے۔

---

1726۔ بخاری، اکبر شاہ محمد، حافظ، حکیم الامت کے ممتاز تلامذہ وخلفاء الحسن لاہور، جامعہ اشرفیہ، 1998ء، جلد دوم، ص 84



toobaafoundation.com

- ہر خلیفہ یہ سمجھ لے کہ خلافت بوجہ استعداد نہیں دی گئی بلکہ برائے استعداد دی گئی ہے۔
- کوئی خلیفہ خود کو اہم سمجھ کر دوسروں کو حقیر نہ سمجھے۔
- ذکر و مجلس، تعلیم و تربیت کا اہتمام اپنی بستی میں لازمی ہے۔
- اپنے معاصرین میں سے کسی کی دینی خدمت اور لوگوں میں مقبولیت دیکھ کر حسد نہ کرے۔(1727)

## حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی اور ان کا خانوادہ

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے شاگرد رشید حضرت تھانویؒ کے خلیفہ ارشد، مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیعؒ ان علماء ربانی میں سے ہیں جنہوں نے لیگ کی اس وقت پشت پناہی کہ جبکہ جمعیت العلماء ہند احرار، نیشنلسٹ کانگرس کے جھنڈے تلے اس کے خلاف صف آرا ہو چکے تھے سارا دیوبند ایک طرف اور مفتی دیوبند ایک طرف۔ مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد اور مفتی محمد شفیع نے ملک کے طول و عرض میں طوفانی دورے کر کے لیگ کے حق میں رائے عامہ کو اس طرح بیدار کیا کہ مخالف کیمپ میں کھلبلی سی مچ گئی۔۔۔ پاکستان بننے کے بعد آپ حضرت مولانا مفتی محمد حسنؒ کے اصرار پر اپنا کتب خانہ اور کاروبار ہندوستان چھوڑ کر کراچی آ گئے چونکہ اس وقت زمام اقتدار ان لوگوں کے ہاتھ میں تھی جن کی معیت میں یہ جنگ پاکستان لڑ چکے تھے۔اس لیے انہوں نے آپ کی آمد پاکستان کا دلی خیر مقدم کیا۔اور آپ کے تبحر علمی اور فقہی بصیرت سے فائدہ اٹھانے کے لیے آپ کو مجلس دستور ساز پاکستان کے قائم کردہ بورڈ تعلیمات اسلامیہ کا رکن بنا دیا گیا۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ کی تحریک پر موجودہ قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے والے کمشن میں بھی آپ کو شامل کر لیا گیا۔ جس کے دوسرے ارکان خود سید صاحب جسٹس رشید اور جسٹس میمن تھے۔ علاوہ ازیں قائد اعظم کے یادگاری دار العلوم کی تعمیر اور اس کا نصاب مقرر کرنے والی کمیٹیوں میں بھی آپ کو شامل کر لیا گیا۔(1728)

عین اس وقت جبکہ یہ نعرہ لگایا جا رہا تھا کہ قرآن کے اندر اسلامی دستور ثابت کرنے والے کو ہزاروں روپیہ انعام دیا جائیگا۔ آپ نے شب و روز محنت کر کے دستور قرآنی کا خاکہ تیار کیا۔ دستوریہ کے ایک ایک ذمہ دار رکن کے پاس پہنچے۔انہیں ایک ایک بات اور نکتہ سمجھایا اور ان کے ذہنوں کو اسلامی آئین بنانے اور قبول کرنے کے لیے اس طرح تیار کیا کہ خود قرآنی آئین کے منکر مسٹر بروہی نے کتاب و سنت کے مطابق مرتب کردہ اسلامی آئین کی ایک ایک دفعہ ایوان دستوریہ میں پیش کر کے منظور کرائی۔ اور ان کے حق میں بعض ممبران دستوریہ نے ایسی اسلام آموز اور ایمان افروز تقریریں کیں کہ دستوریہ کے ہندو ممبران چیخ اٹھے کہ ہم یہاں اسلام پر لیکچر سننے نہیں آئے۔ اس تمام تیاری اور کامیاب جدوجہد کا سہرا مفتی اعظم پاکستان کے سر ہے جو پس پردہ نہایت خاموشی کے ساتھ اپنے شیخ کے مزاج کے مطابق ارکان دستوریہ کو تبلیغ و تلقین میں مصروف رہے۔(1729)

دار العلوم دیوبند کے نامور سپوت، ممتاز عالم دین، بلند پایہ محدث و فقیہ و مفسر قرآن مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی تصنیف و تالیف اور درس و تدریس کے علاوہ سیاست میں بھی سر گرم رہے۔ اگرچہ ان مزاج طبعی طور پر سیاسی نہیں تھا اور نہ ہی انہوں نے سیاست کو اپنا محور عمل بنایا، لیکن سیاست کو دین کا ایک اہم شعبہ اور مسلمانوں کی بہبود کی فکر کو ایک عالم دین کے فرائض ہی کا حصہ سمجھتے ہوئے محدود مقاصد

---

1727۔ سیف الرحمان، مولانا اشرف علی تھانویؒ کی علمی خدمات، ص107تا110

1728۔ خان، عبد الرحمن، منشی، سیرت اشرف، ملتان، ادارہ نشر المعارف، چھلیک، 1956، ص638

1729۔ ایضاً، ص639



toobaafoundation.com

کے تحت اس شعبے میں اس انداز کے ساتھ خدمات انجام دیں کہ عالم دین کے طور پر بھی اپنی شناخت کو قائم رکھا۔ مفتی محمد شفیع کی زندگی میں چار مواقع ایسے آئے کہ جب انہوں نے سیاست میں سرگرمی سے حصہ لیا پہلی مرتبہ تحریک خلافت کے زمانے میں، دوسری مرتبہ تحریک قیام پاکستان میں، تیسری مرتبہ قیام پاکستان کے بعد ملک میں اسلامی دستور نافذ کرنے کی جدوجہد میں اور چوتھی مرتبہ 1970ء کے انتخابات سے قبل سوشلزم کی ترویج کے خلاف۔ تحریک خلافت میں انہوں نے شیخ الہند، مولانا محمود الحسن کی سرپرستی میں کام کیا اور یہ ان کی نوعمری کا دور تھا۔ البتہ جب قیام پاکستان تحریک شروع ہوئی تو یہ ان عہد شباب تھا اور انہوں نے مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا علامہ شبیر احمد عثانی کی سرپرستی میں اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا نیز قیام پاکستان کے بعد آخری وقت تک ملک میں اسلامی دستور و قانون کے نفاذ کی علمی جدوجہد میں حصہ لیتے رہے۔ بعد ازاں کی زیادہ تر توجہ تعلیمی و تصنیفی مشاغل کی طرف ہو گئی اور وہ عملی سیاست سے کنارہ کش ہو گئے۔([1730])

مولانا مفتی محمد شفیع کا تعلق ہندوستان کے ایک علمی و دینی خاندان سے تھا۔ معلم ہونے کی وجہ سے ان کے دادا تحسین علی کے نام کے ساتھ میاں جی کا سابقہ استعمال ہوتا تھا۔ میاں جی تحسین علی نے راجی پور سے دیوبند نقل مکانی کی تھی۔ اور علمی خدمات اور روحانی دسترس کی وجہ سے ان کے معتقدین میں مسلمانوں کے ساتھ ہندو بھی شامل تھے۔ مفتی محمد شفیع کے والد، مولانا محمد یسیٰن دیوبند کے قرن اول کے طلبہ میں سے تھے۔ وہ مولانا رشید احمد گنگوہی سے بیعت تھے۔ ان کا سن پیدائش اور دارالعلوم دیوبند کی تعمیر کا سال ایک ہی ہے مولانا محمد یسیٰن، شیخ الہند، مولانا محمود الحسن کے شاگرد اور مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ہم جماعت تھے تعلیم سے فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند میں ان تقرر فارسی وریاضی کے استاد کی حیثیت سے کیا گیا اور وہ وفات تک مسلسل خدمات دیتے رہے۔ اس کے علاوہ انہیں علم فقہ اور علم حدیث پر بھی عبور حاصل تھا۔ مولانا یٰسین کو اپنے شیخ، مولانا گنگوہی سے بعض عملیات بھی ملے تھے اور وہ پورے دیوبند میں جنات کے اثرات بد کا علاج کرنے کے حوالے سے شہرت رکھتے تھے۔ مولانا محمد یٰسین کے دو بیٹے، محمد شفیع اور محمد رفیع، جب کہ تین صاحبزادیاں تھیں۔ محمد رفیع کا انتقال جوانی ہی میں ہو گیا تھا۔ مفتی محمد شفیع کی والدہ نے طویل عمر پائی۔ وہ بھی مولانا گنگوہی سے بیعت تھیں۔ صاحب باطن خاتون تھیں اور ہمہ وقت ذکر اللہ میں مصروف رہتیں۔ ان کا مزار دارالعلوم کراچی میں واقع ہے۔([1731])

مولانا مفتی محمد شفیع 25 جنوری 1897ء کو دیوبند میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند میں حصول تعلیم کے دوران ان کا رشتہ تلمذ علامہ انور شاہ کشمیری سے قائم ہوا نیز انہوں نے اپنے والد، مولانا محمد یٰسین اور شیخ الہند محمود الحسن سے بھی فیض حاصل کیا۔ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوتے ہی انہیں معاون مدرس مقرر کر دیا گیا۔ تدریس کی ابتداء میں ان کی دلچسپی ادب سے رہی۔ پھر کچھ عرصے بعد حدیث، منطق فلسفے اور کلام وہیت کی کتب بھی پڑھانا شروع کر دیں۔ مولانا مفتی محمد شفیع نے مفتی اعظم، مولانا عزیز الرحمن سے دارالافتاء میں فتویٰ کی تربیت حاصل کی۔ اور ان کے انتقال کے بعد انہیں مفتی اعظم بنادیا گیا۔ مفتی محمد شفیع کو اردو، عربی اور فارسی پر عبور حاصل تھا۔ انہیں شعرائے جاہلیت میں سے خاص طور پر امرئقیس، زہیر اور اعشیٰ اور شعرائے اسلامیین میں سے حضرت حسانؓ کے اشعار بہت پسند تھے۔ لہٰذا فرصت کے اوقات میں بے ساختہ کچھ اشعار موزوں ہو جاتے۔ جنہوں نے رفتہ رفتہ ایک مکمل بیاض کی صورت اختیار کر

1730۔ http://e.jang.com.pk/11-13-2016/karachi/mag4.asp

1731۔ http://e.jang.com.pk/11-13-2016/karachi/mag4.asp



toobaafoundation.com

لی،تاہم شاعری کو انہوں نے کبھی اپنا باقاعدہ مشغلہ نہیں بنایا۔ مفتی شفیع کی زندگی ہی میں ان کی تصانیف کی تعداد 250 سے 300 تک پہنچ چکی تھی۔ جن میں آٹھ جلدوں پر مشتمل قرآن پاک کی شہرہ آفاق تفسیر "معارف القرآن" بھی شامل ہے۔

مفتی محمد شفیع کی شادی دیوبند ہی کے ایک مذہبی خاندان سے تعلق رکھنے والی خاتون،امتہ المنان سے ہوئی۔ان سے مفتی شفیع کے 9 بچے ہوئے۔ جن میں پانچ بیٹے اور 4 بیٹیاں شامل ہیں۔ان کی سب سے بڑی صاحبزادی کا انتقال ہو چکا ہے،جب دوسری صاحب زادی عتیقہ حیات ہیں۔ان کے بعد محمد زکی عثمانی اور رضی عثمانی پیدا ہوئے اور ان دونوں صاحبزادوں کا انتقال ہو چکا ہے مفتی محمد شفیع کے تیسرے صاحب زادے مولانا ولی رازی ہیں اور ان سے چھوٹے دو بیٹے مفتی رفیع عثمانی اور مفتی محمد تقی عثمانی ہیں جبکہ دو بہنیں حبیبہ اور رقیہ ان تینوں بھائیوں سے بڑی ہیں۔(1732)

تحریک پاکستان کے دوران دارالعلوم دیوبند کے علماء دو حصوں میں تقسیم ہو گئے تھے علماء کا ایک حصہ علامہ شبیر احمد عثمانی کی قیادت میں مسلم لیگ کا حامی اور دوسرا دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کی سربراہی میں کانگریس کی حمایت کر رہا تھا۔ایسے میں مفتی محمد شفیع نے اکابرین دیوبند کی مخالفت سے بچنے کے لیے دارالعلوم دیوبند سے استعفیٰ دے دیا۔اس موقع پر مولانا اشرف علی تھانویؒ نے قیام پاکستان کے حوالے سے قائداعظم سے خط و کتابت کا سلسلہ بھی شروع کر دیا تھا چونکہ مفتی محمد شفیع،مولانا اشرف علی تھانویؒ سے بیعت تھے اور علامہ شبیر احمد عثمانی کی بھی حد درجہ عزت کیا کرتے تھے لہٰذا انہوں نے دارالعلوم دیوبند سے استعفیٰ دے کر آزادی کے ساتھ تحریک پاکستان کے لیے کام کرنا شروع کر دیا۔تب جمعیت علمائے اسلام کے سیکرٹری مولانا ظفر احمد انصاری بھی ان کے ہم رکاب تھے۔(1733)

مفتی محمد شفیع اور ان کے خاندان کی بھارت سے پاکستان ہجرت کا احوال کچھ یوں ہے کہ علامہ شبیر احمد عثمانی قیام پاکستان سے قبل ہی کراچی پہنچ چکے تھے۔اور ان کی شدید خواہش تھی کہ مفتی محمد شفیع بھی ہندوستان چھوڑ پاکستان آجائیں۔اسی سلسلے میں 1946ء میں مولانا احتشام الحق تھانوی دیوبند میں ان کے گھر یہ پیغام لے کر آئے کہ مولانا ظفر احمد انصاری نے ان کی پاکستان ہجرت کا بندوبست کیا ہے۔تب مفتی محمد شفیع دیوبند میں "دارالاشاعت" کا نظم و نسق سنبھالے ہوئے تھے۔دارالاشاعت سے مسلم لیگ کے حق اور کانگریس کی مخالفت میں مواد شائع ہوتا تھا۔یکم مئی 1948ء کو مفتی محمد شفیع کا گھرانہ موناباؤ کے راستے پاکستان ہجرت کے لیے روانہ ہوا۔ان کے خاندان کے لیے ٹرین کا پورا کمپارٹمنٹ مختص کیا گیا تھا۔ابتداء میں مفتی محمد شفیع اور ان کے چار صاحبزادے محمد رضی عثمانی، محمد ولی رازی ، محمد رفیع عثمانی، محمد تقی عثمانی اور دو صاحبزادیاں حبیبہ اور رقیہ پاکستان روانہ ہوئے جب کہ سب سے بڑے صاحب زادے زکی کیفی کو اس لیے دیوبند ہی میں چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ ہاں سے کتب خانے میں موجود کتب وقتاً فوقتاً پاکستان بھجواتے رہیں اور جب ساری کتب مملکت خداداد میں پہنچ جائیں تو وہ بھی اپنی دادی کے ساتھ پاکستان آجائیں۔اور مفتی محمد شفیع کی دو صاحبزادیوں کی شادیاں دیوبند ہی میں ہو چکیں تھی۔یہ ہجرت اس قدر خفیہ انداز میں کی گئی تھی کہ دیوبند کے علماء کو بھی اس بارے میں اعتماد میں نہیں لیا گیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کی مفتی محمد شفیع کا پاکستان میں مستقل سکونت اختیار کرنے کا ارادہ نہ تھا بلکہ وہ پاکستان میں چند ماہ قیام کر کے دیوبند جانا چاہتے تھے

---

1732۔ ایضاً

1733۔ ایضاً



toobaafoundation.com

یہ قافلہ مئی 1948ء کے پہلے ہفتے میں کراچی پہنچااور یہاں حکومت پاکستان کی جانب سے عبداللہ ہارون روڈ پر الاٹ کئے گئے ایک فلیٹ میں رہائش اختیار کی۔([1734])

بھارت سے پاکستان ہجرت کرنے کے بعد مولانا مفتی محمد شفیع نے دو کاموں کو اپنا مقصد حیات بنایا۔

1۔ ایک پاکستان میں شریعت اسلامیہ کے نفاذ کے لیے جدوجہد کرنا

2۔ دوسرا کراچی میں یہاں کے شایان شان دارالعلوم کا قیام

قیام پاکستان کے بعد ابتدائی دو برس تک تو قرارداد مقاصد اور اسلامی دستور کی جدوجہد میں وہ اس قدر مصروف رہے کہ انہیں دارالعلوم کے قیام میں کامیابی نہ مل سکی۔ چونکہ تب کراچی میں جو قیام پاکستان کے وقت دارالحکومت ہونے کے علاوہ لاکھوں مسلمانوں پر مشتمل آبادی کا شہر بھی تھا، کوئی ایسا مرکز نہ تھا کہ جو یہاں کی دینی ضروریات کی کفالت کر سکے۔ چنانچہ یہاں مفتی محمد شفیع نے بے سرو سامانی کے عالم میں محض دو اساتذہ اور چند طلباء کی مدد سے 1951ء میں کراچی کے علاقے، نانک واڑہ میں ایک پرانے سکول کی عمارت کو " مدرسہ اسلامیہ " قائم کیا۔ مذکورہ دارالعلوم کے قیام کے بعد نہ صرف پاکستان کے تمام صوبوں اور اضلاع سے بلکہ بھارت ، برما، انڈونیشیا، ملائیشیا، افغانستان، ایران، ترکی سمیت دوسرے اسلامی ممالک سے تعلق رکھنے والے طلباء بھی یہاں جمع ہونا شروع ہو گئے اور نہایت قلیل عرصے میں اس دارالعلوم نے عالم اسلام میں دین کے مضبوط قلعے کی حیثیت اختیار کر لی۔ طلباء کی کثرت کی وجہ سے یہ بظاہر یہ بڑی عمارت بھی تنگ محسوس ہونے لگی تھی اس موقع پر جنوبی افریقہ میں مقیم حاجی ابراہیم دادا بھائی نے کورنگی میں واقع 156 ایکڑ راضی مع دو منزلہ عمارت اور پختہ کنویں اور ڈیزل انجن وغیرہ کے ، دارالعلوم کے لیے وقف کر دی۔ اور 17 مارچ 1957ء میں یہ دارالعلوم کورنگی کی موجودہ عمارت میں منتقل ہو گیا۔ آج مفتی محمد رفیع عثمانی کی زیر سرپرستی جامعہ دارالعلوم کراچی، پاکستان میں علوم دینیہ کے ساتھ جدید تعلیم کا عظیم مرکز اور حکومت کا ایک روشن مینار ہے۔ مفتی محمد شفیع کا انتقال 6 اکتوبر 1976ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کا مزار دارالعلوم کراچی کے قدیم قبرستان میں ہے۔([1735])

## محمد ذکی عثمانی(1925ء تا 1975ء)

مفتی محمد شفیع کے سب سے بڑے صاحب زادے تھے۔ دیوبند سے فارسی کی تعلیم حاصل کی لیکن فکر معاش کی وجہ سے درس نظامی مکمل نہ کر سکے۔ وہ اپنے والد کا کتب خانہ جو "اشرف العلوم" بھی کہلاتا تھا۔ پاکستان منتقل کرنے کے بعد اپنی دادی کے ساتھ سب سے آخر میں کراچی پہنچے تھے لیکن چونکہ تمام کتب لاہور آئی تھیں، لہٰذا وہ ان کی بازیابی کے لیے کراچی سے لاہور روانہ ہو گئے وہاں انار کلی میں ایک دکان کرائے پر لے کر کتب خانہ قائم کیا جو بعد ازاں "ادارہ اسلامیات" کہلایا اس موقع پر کچھ کتابیں کراچی بھی منتقل کی گئی تھیں جن کی مدد سے کراچی میں "دارالاشاعت" قائم کیا گیا۔

اس وقت "ادارہ اسلامیات" کی تین شاخین ہیں، دو لاہور میں اور ایک کراچی میں وہ ایک باکمال شاعر تھے "ذکی کیفی" کے نام سے شاعری کیا کرتے تھے ان کا شعری مجموعہ کیفیات ان کی وفات کے بعد شائع ہوا محمد ذکی عثمانی کے تین صاحب زادے ہیں۔([1736])

---

1734۔ http://e.jang.com.pk/11-13-2016/karachi/mag4.asp

1735۔ http://e.jang.com.pk/11-13-2016/karachi/mag4.asp

1736۔ ایضاً



toobaafoundation.com

## محمد رضی عثمانی (1931ء تا 1990ء)

مولانا مفتی محمد شفیع کے دوسرے صاحب زادے محمد رضی عثمانی نے 16 برس کی عمر میں پاکستان ہجرت کی تب وہ درس نظامی کے چوتھے سال میں تھے تاہم پاکستان میں آنے کے بعد ان کی تعلیم ادھوری رہ گئی مولانا مفتی محمد شفیع نے 1949ء میں "دارالاشاعت" کی بنیاد رکھی تو ان کے صاحب زادے رضی عثمانی نے اس کام میں ان کی معاونت کی اور اپنے والد کی رحلت کے بعد اسے آگے بڑھایا۔ "دارالاشاعت" کا باقاعدہ افتتاح علامہ سید سلیمان ندوی اور مفتی محمد شفیع نے 1950ء میں کیا۔ آج اس ادارے کو ملک اور بیرون ملک ایک مستند مقام حاصل ہے اور یہ اسلامی علوم کی روشنی دنیا بھر میں پھیلانے کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔

رضی عثمانی کی حیات میں دارالاشاعت کے تحت معروف علماء کی تقریباً 700 کتابیں طبع ہوئیں۔ انہوں نے 1954ء میں مشہور عربی لغت "المنجد" کے ترجمے کا کام شروع کروایا۔ چونکہ یہ لغت ایک اسرائیلی اسکالر، لوئس مالوف نے تحریر کی تھی۔ لہٰذا اس کے ترجمے کی نگرانی کے لیے علماء کا ایک بورڈ قائم کیا گیا تھا جس کے نگران مفتی محمد شفیع اور رضی عثمانی تھے "المنجد" کا ترجمہ 1958ء میں مکمل ہوا۔ اس کے علاوہ رضی عثمانی کی زندگی کے آخری دور میں "دارالاشاعت" میں دینی کتب کے انگریزی تراجم کا سلسلہ شروع ہوا۔ جو اب تک جاری ہے تاحال 450 سے زائد دینی کتب کا انگریزی زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ رضی عثمانی کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے اور اس وقت ان کے اکلوتے بیٹے خلیل اشرف عثمانی "دارالاشاعت" کا نظم و نسق سنبھالے ہوئے ہیں۔ [1737]

## مولانا محمد ولی رازی (1935ء)

مفتی محمد شفیع کے تیسرے صاحبزادے معروف اسکالر، مصنف، کالم نگار، سابق صوبائی وزیر مولانا محمد ولی رازی ہیں۔ اگرچہ انہوں نے درس نظامی مکمل نہیں کیا، لیکن اردو کے علاوہ عربی، فارسی اور انگریزی زبان پر دسترس رکھتے تھے، 1952ء میں انہوں نے جامعہ پنجاب سے فارسی میں منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد انگریزی تعلیم کے حصول کے لیے جیکب لائن میں واقع ادارہ شرقیہ میں داخلہ لیا۔ کراچی یونیورسٹی سے اسلامک آئیڈیالوجی میں ایم۔اے پاس کیا اور 1980ء میں جامعہ کراچی میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ 2000ء میں مولانا ولی رازی کو جنرل پرویز مشرف کے دور حکومت میں سندھ میں وزیر برائے مذہبی امور بنا دیا گیا۔ اپنے دور وزارت میں انہوں نے صوبے کے پس ماندہ علاقوں میں مقیم مستحقین تک زکوۃ کی رقم پہنچانے کے لیے زکوۃ کمیٹیاں قائم کیں۔ مولانا رازی اس وقت تصنیف و تالیف سے وابستہ ہیں ایک مقامی روزنامے میں کالم لکھنے کے علاوہ جامعہ دارالعلوم کراچی کے انگریزی ماہ نامے "البلاغ" کی ادارت بھی ان کے ذمے ہے۔ ان کی تصانیف میں سے غیر منقوط سیرت النبیؐ "ہادی عالم ﷺ" نے عالمی شہرت حاصل کی۔ مولانا ولی رازی کا ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہیں صاحب زادہ فرید اشرف غازی ایک مقامی روزنامے میں مضمون نگار کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ [1738]

## مفتی رفیع عثمانی

مفتی محمد شفیع کے چھوٹے صاحبزادوں، مفتی محمد رفیع عثمانی اور مفتی محمد تقی عثمانی نے اپنے والد کی زیر نگرانی درس نظامی مکمل کیا اور فقہ میں تخصص کیا مفتی محمد رفیع عثمانی کو علمائے دیوبند کی متفقہ رائے سے مفتی اعظم مقرر کیا گیا۔ انہوں نے دارالعلوم کورنگی کی توسیع اور اس

---

1737۔ ایضاً

1738۔ http://e.jang.com.pk/11-13-2016/karachi/mag4.asp



toobaafoundation.com

کے علمی مرتبے کے اضافے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ وہ اس وقت جامعہ دارالعلوم، کراچی کے صدر ہیں اس کے علاوہ تصنیف و تالیف سے بھی وابستہ ہیں اور اب تک متعدد کتابیں تصنیف کر چکے ہیں۔ ان کی مشہور تصانیف میں "جہاد افغانستان" اور دیگر شامل ہیں۔ انہیں دنیا بھر میں خطابت کے لیے مدعو کیا جاتا ہے۔

مفتی محمد رفیع عثمانی کو حکومت پاکستان کی جانب سے مالیاتی نظام کی تبدیلی کے لیے تشکیل دیئے گئے کمیشن، وزارت مذہبی امور کی شرعی مجلس عاملہ اور وزارت تعلیم کی مجلس عاملہ کے رکن، اسلامی فقہ اکیڈمی سعودی عرب میں بطور ماہر، متحدہ علماء کونسل، پاکستان کے رکن، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے ممتحن اور جامعہ کراچی کے سنڈیکیٹ، وفاق المدارس العربیہ کی مجلس شوریٰ، وفاق المدارس العربیہ کی مجلس انتظامیہ اور وفاق المدارس العربیہ کی نصابی کمیٹی کے رکن کے طور پر بھی خدمات انجام دے رہے ہیں حکومت پاکستان کی جانب سے اقتصادیات کو اسلامی شکل دینے کے لیے تشکیل دیئے گئے کمیشن، اسلامی نظریاتی کونسل اور صوبائی زکوٰۃ کونسل کے رکن بھی رہ چکے ہیں۔(1739)

## مفتی محمد تقی عثمانی (1943ء۔پیدائش)

مفتی محمد شفیع کے سب سے چھوٹے صاحب زادے مفتی تقی عثمانی تصوف اور للہیت میں بڑا مقام رکھتے ہیں۔ انہیں نظام بینکاری میں مجددانہ خدمات انجام دیں۔ مفتی تقی عثمانی سینکڑوں کتب کے مصنف ہیں ان کے صاحبزادے ڈاکٹر عمران اشرف میزان بینک کے ڈائریکٹرز میں شامل ہیں جب کہ دوسرے صاحب زادے احسان اشرف جامعہ کراچی سے پی ایچ ڈی کر رہے ہیں 1958ء میں جامعہ پنجاب سے فاضل عربی کی سند حاصل کی 1959ء میں دارالعلوم کراچی سے سند شہادۃ العالیہ (درس نظامی کی تکمیل) حاصل کی (1961ء مٗں دارالعلوم کراچی سے افتاء میں تخصص کیا 1964ء میں جامعہ کراچی سے بی۔اے کیا۔ 1967ء میں جامع کراچی ہی سے ایل ایل بی کا امتحان پاس کیا اور 1970ء میں جامعہ پنجاب سے امتیازی نمبروں میں عربی میں ماسٹرز کیا۔ مفتی تقی عثمانی گذشتہ چالیس برس سے زائد عرصے سے دارالعلوم، کراچی میں اسلامی علوم کی درس و تدریس کے علاوہ 1967ء سے ماہ نامہ "البلاغ" (اردو) اور 1990ء سے ماہ نامہ البلاغ (انگریزی) کے مدیر اعلیٰ کے طور پر بھی خدمات انجام دے رہے ہیں اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً مختلف موضوعات پر ملک کے معروف اخبارات میں ان کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ مفتی محمد تقی عثمانی نے اردو کے علاوہ عربی اور انگریزی زبان میں بھی کتب تصانیف کی ہیں عربی میں لکھی گئی ان کی مشہور کتابوں میں "احکام الذبح"، "اصول الفقہ و آدابہ" "بحوث فی قضایا فقہیۃ" "موثرۃ ماہیہ" "النصرانیہ" "نظرۃ البیرہ، التعلیم السلامی" اور صحیح مسلم کی شرح تکملۃ فتح الملہم (چھ جلدیں) شامل ہیں۔ انگریزی تصانیف میں "این انٹروڈکشن ٹو اسلامک فنانس"، کنٹمپریری فتاویٰ"، ڈاسکوریز آن دی اسلامک وے آف لائف "ایزی گڈ ڈیڈز"، اسلام اینڈ ماڈرن ازم، آور سوشوا کا ممکس آرڈر، دی ہسٹورک آن انٹرسٹ، اور دی مینگز آف نوبل قرآن (قرآن پاک کا انگریزی ترجمہ) قابل ذکر ہیں۔ جب کہ اردو میں لکھی گئی کتابوں میں "آسان ترجمہ قرآن" "آسان نیکیاں، عدالتی فیصلے، اکابرین دیوبند کیا تھا۔ اندلس میں چند روز (سفر نامہ) دینی مدارس کا نصاب، دنیا میرے آگے (سفر نامہ)، اسلام اور جدت پسندی، اسلام اور سیاست حاضرہ، اسلامی بینکاری، میرے والد میرے شیخ، نفاذ شریعہ اور اس کے مسائل قابل ذکر ہیں۔(1740)

---

1739۔ ایضاً

1740۔ http://e.jang.com.pk/11-13-2016/karachi/mag4.asp



toobaafoundation.com

## مولانا مفتی محمد حسن امر تسریؒ

آپ امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے تلمیذ رشید اور مولانا تھانویؒ کے خلیفہ اعظم تھے فراغت کے بعد امر تسر میں درس وتدریس کی خدمات میں مشغول رہے اور ایک دینی مدرسہ قائم فرمایا جس میں کم وبیش اڑتالیس برس آپ نے درس وتدریس اور فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دی، قیام امر تسر میں روزانہ مسجد نور میں بعد نماز فجر درس قرآن کا سلسلہ جاری تھا جس میں دور دراز سے ہر خیال کے لوگ آپ کے درس قرآن میں شریک ہو کر روح کی تازگی حاصل کرتے۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے علماء اور روساء بھی آپ کے درس قرآن میں شریک ہو کر معارف قرآنیہ سے مستفید ہوتے تھے حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ فرماتے تھے کہ "کئی بار امر تسر کی حاضری میں درس قرآن پاک سننے کا موقع میسر آیا، ترجمہ کے ضمن میں لطائف و معارف کا اس قدر انبار ہوتا تھا کہ گویا سمندر موجیں مار رہا ہے۔ قیام پاکستان کے بعد توکلاً علی اللہ جامعہ اشرفیہ کے نام سے لاہور میں ایک دینی ادارہ قائم فرمایا جو بہت جلد مرکزی حیثیت اختیار کر گیا جس میں ملک وبیرون ملک کے ہزاروں طلباء نے اپنی علمی پیاس بجھائی اور جامعہ اشرفیہ سے فارغ التحصیل ہو کر دینی وعلمی خدمات میں مصروف ہوئے، حضرت مفتی صاحبؒ کے فیض علمی کے ساتھ ساتھ ہزاروں لوگ روحانیت کے مقام پر بھی فائز ہوئے جن میں امیر شریعت سید عطاءاللہ شاہ بخاریؒ، علامہ شمس الحق افغانیؒ، مولانا فقیر محمد پشاوریؒ، مولانا قاری فتح محمد پانی پتیؒ، مولانا مفتی محمد خلیلؒ، مولانا بہاؤالحق قاسمیؒ اور مولانا عبید اللہ صاحبؒ جیسے مشاہیر علم وفضل شامل ہیں۔ آپ اپنے مرشد حکیم الامت تھانویؒ کے علوم و معارف کے خزانہ تھے، ساری عمر اپنے شیخ کے تابع رکھی اور فنافی الشیخ کا اعلیٰ مقام حاصل کیا آپؒ فرماتے تھے کہ "حضرت حکیم الامتؒ کی کتابوں کے سوا کسی کتاب کو دیکھنے کی اور حضرتؒ کے اصولوں کے سوا کسی دوسرے کے اصول اپنانے کی جرات بھی نہیں کر سکتا" ساری زندگی درس وتدریس اور تبلیغ وارشاد میں گذاری۔ ایک سچے عاشق رسول ﷺ اور خادم دین تھے۔ علم و عمل، زہد و تقویٰ اور خشیت وللہیت میں اسلاف کا عین نمونہ تھے 16 ذی الحجہ 1380ھ مطابق یکم جون 1961ء کو رحلت فرمائی۔ (1741)

## جامعہ اشرفیہ اور مولانا عبید اللہؒ

قیام پاکستان کے فوراً بعد حضرت مولانا مفتی محمد حسن امر تسریؒ امر تسر سے لاہور تشریف لائے تو ہر طرف نفسا نفسی کا عالم تھا لیکن حضرت مفتی محمد حسنؒ نے ان تمام امور سے نظر فرماتے ہوئے سب سے پہلے جس چیز کا سوچا وہ ایک دینی درس گاہ کا قیام تھا حضرت مفتی صاحبؒ جیسے عالم ربانی کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق بخشی۔ آپ کے خدام میں ایک خادم نصیر پراچہ (مرحوم) بھی تھے جنہوں نے محلہ نیلا گنبد کی بلڈنگ دیکھی اور اس کے بارے میں حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ جگہ دینی درسگاہ کے لیے موزوں رہے گی۔ چنانچہ حضرت نے اس عمارت کو دیکھا تو اس جگہ کو جامعہ کے لیے پسند کیا اور یہاں 24 ستمبر 1947ء کو جامعہ اشرفیہ کی بنیاد رکھی۔ مولانا محمد عبید اللہ 1953ء سے 1961ء تک جامعہ اشرفیہ لاہور میں درس وتدریس کے ساتھ ساتھ ناظم تعلیمات کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔ مولانا محمد عبید اللہ، 1921ء کو مولانا مفتی محمد حسن صاحب کے گھر میں پیدا ہوئے۔ آپؒ جامعہ اشرفیہ لاہور کے مہتمم پر فائز رہنے کے ساتھ ساتھ ممبر اسلامی نظریاتی کونسل آف پاکستان، ممبر سلیکشن بورڈ وسنڈیکیٹ یونیورسٹی آف پنجاب، وائس چیئرمین انجمن حمایت اسلام، صدر مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان مدیر اعلیٰ ماہنامہ الحسن بھی رہے اور حکومت پاکستان نے آپؒ کو قومی وملی خدمات پر آپ کو تمغہ ستارہ امتیاز سے بھی نوازا۔ آپ 12 مارچ 2016ء کو وفات پا گئے آپ کی عمر 95 سال تھی۔ آپؒ 55 سال مہتمم کے منصب پر فائز رہے

---

1741۔ بخاری، اکبر شاہ، محمد، حافظ، حکیم الامت کے ممتاز تلامذہ وخلفاء، ص 2



toobaafoundation.com

۔اور آپؒ نے اس منصب کا حق ادا کیا۔ آپؒ کے اخلاص وللہیت کی وجہ سے جامعہ اشرفیہ لاہور بڑی تیزی کے ساتھ ترقی اور اپنی علمی و دینی منازل طے کرتے ہوئے آج پوری دنیا میں جانی دار العلوم دیوبند کی حیثیت سے مشہور و معروف ہے۔ اس وقت پوری دنیا میں جامعہ اشرفیہ لاہور کے فیض یافتہ دین حنیف کی خدمت میں مصروف ہیں اور حرمین شریفین میں بھی جامعہ کے فضلاء درس و تدریس کے فرائض سرانجام دینے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ جامعہ اشرفیہ سے تعلیمی فراغت پانے کے بعد سینکڑوں طلبہ نے ایم فل، پی ایچ ڈی، ایم بی ایس، انجینئرنگ اور قانون کی ڈگریاں حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ تحقیق و تصنیف، صحافت و خطابت اور دعوت وارشاد کے میدانوں میں قابل قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔

اس دوران جامعہ اشرفیہ لاہور کو عالم اسلام کی سرکردہ اور ممتاز شخصیات کی میزبانی کا شرف بھی حاصل رہا، شیخ الازہر، مفتی اعظم فلسطین، مسجد اقصیٰ کے سابق امام کے ساتھ ساتھ خصوصی دعوت پر ہر دلعزیز امام کعبہ فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبدالرحمن السدیس حفظہ اللہ 2007ء میں پاکستان تشریف لائے اور جامعہ اشرفیہ لاہور میں نماز فجر کی امامت فرمائی جسے پوری دنیا میں میڈیا کے ذریعہ براہ راست دیکھا اور سنا گیا۔ اسی طرح امام کعبہ فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر خالد الغامدی حفظہ اللہ نے دورہ پاکستان کے دوران 25 اپریل 2015ء بروز ہفتہ جامعہ اشرفیہ لاہور میں حضرت مولانا محمد عبید اللہ المفتی کی زیر سرپرستی تاریخ ساز "تحفظ حرمین شریفین" کانفرنس میں بھی شرکت کرتے ہوئے جامعہ اشرفیہ لاہور میں نماز ظہر کی امامت فرمائی اور پھر 9 مارچ 2018ء کو امام کعبہ ڈاکٹر صالح بن محمد آل طالب حفظہا اللہ نے جامعہ اشرفیہ میں نماز مغرب کی امامت کی۔ امام کعبہ کے دورہ پاکستان سے جہاں ایک طرف پاک شعوری عرب تعلقات میں مزید مضبوطی اور استحکام کا باعث بنا وہاں پوری دنیا میں جامعہ اشرفیہ سمیت دیگر دینی مدارس کی عظمت پوری دنیا پر واضح ہوئی۔

## حضرت علامہ سید سلیمان ندوی (1884-1953)

آپؒ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلفائے عظام میں سے تھے اور علامہ شبلی نعمانیؒ کے تلمیذ رشید تھے۔ ندوۃ العلماء لکھنو سے فراغت تعلیم حاصل کی۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بھائی ابو حبیب مجددیؒ کے فیض صحبت سے اپنے قلب میں پاکی محسوس کرتا تھا اور گویا یہ ابتداء تھی روحانیت کی جس کی تکمیل بعد میں اپنے زمانہ کے مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مبارک ہاتھوں سے انجام پائی۔ مختلف علوم کے حصول سے فارغ ہو کر چالیس برس کی عمر تک حضرت علامہ صاحبؒ علمی، تحقیقی اور تصنیفی مشاغل میں مصروف رہے۔ حضرت علامہ کی علمی قابلیت و جامعیت کا اعتراف آپ کے استاذ گرامی علامہ شبلی مرحوم نے اس طرح کیا کہ ندوہ نے کیا کیا؟ کچھ نہیں کیا، صرف ایک سلیمان ندوی کو پیدا کیا، بس یہی ایک کافی ہے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی آپؒ کے بارے میں فرماتے ہیں:

علامہ سید صاحبؒ فاضل اجمل اور عالم بے بدل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک شیخ کامل اور فن تاریخ میں امام وقت تھے۔ آپ کے علمی کارناموں کا ایک زمانہ قائل ہے آپ کی لکھی ہوئی سیرت پر عظیم تالیف "سیرت النبی ﷺ"، اپنی نظیر آپ ہے اس کے علاوہ قرآن وحدیث، فقہ وکلام، تصوف اور تاریخ اسلامی کے جس جس عنوان پر آپ نے قلم اٹھایا وہ اپنی مثال آپ ہے عربی، فارسی اور اردو کے ادیب و شاعر تھے۔ حکیم الامتؒ کی صحبت سے آپ کی زندگی میں اس قدر واضح انقلاب رونما ہوا کہ وہ ایک طرح دنیائے علم سے دنیائے معرفت کی طرف آ گئے اور حکیم الامتؒ کے رنگ میں رنگے گئے۔ غرض کہ آپ کی علمی، دینی، سیاسی، ملکی و ملی خدمت مسلم ہیں



toobaafoundation.com

اور ساری حیات خدمت اسلام میں گذاری۔ 22 نومبر 1953ء کو وفات پائی علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی۔ (1742)

## مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوریؒ

آپ اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے جامع دارالعلوم کانپور میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے تعلق قائم کیا اور بیعت و خلافت حاصل کی۔ کئی دینی درس گاہوں میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور پھر حضرت تھانویؒ کے مشورہ سے پھول پور میں مدرسہ روضۃ العلوم قائم کیا جس کی بنیاد حضرت تھانویؒ نے اپنے دست مبارک سے رکھی۔ 1349ھ میں حضرت پھول پوریؒ نے قصبہ سرائے میر میں ایک اور مدرسہ بیت العلوم بھی قائم کیا حضرت مولانا پھول پوریؒ آپ کی قدر کرتے تھے فرماتے تھے کہ "مولانا عبد الغنی ماشاءاللہ سپاہی آدمی ہیں بڑے مستعد ہیں پہلوان آدمی ہیں پھر علمی و عملی کمال جدا، مگر وضع سے مطلق معلوم نہیں ہوتا کہ یہ بھی کچھ ہیں" آپ کو اپنے شیخ حضرت تھانویؒ سے خاص لگاؤ اور عشق تھا۔ آپ نے درس و تدریس اور تبلیغ و اصلاح کے علاوہ کئی کتابیں بھی تالیف فرمائیں، جن معرفت الٰہیہ، معیت الٰہیہ، صراط مستقیم ہیں، براہین قاطعہ وغیرہ زیادہ معروف ہیں۔ 12 اگست 1963ء کو رحلت فرمائی اور پاپوش نگر کراچی کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔ (1743)

## مولانا خیر محمد جالندھریؒ

آپؒ حکیم الامت تھانویؒ کے خلیفہ ارشد اور برصغیر کے جلیل القدر علماء میں سے تھے۔ سند فضیلت حاصل کرنے کے بعد مدرسہ اشاعت العلوم بریلی میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری فرمایا پھر مدرسہ عربیہ منڈی صادق گنج ریاست بہاولپور میں بحیثیت صدر مدرس علمی خدمات انجام دیں اس کے بعد مدرسہ عربیہ فیض محمد جالندھر میں درس و تعلیم اور اصلاح و تربیت کا سلسلہ جاری فرمایا اسی دوران اعلیٰ دینی تعلیم کے لیے ایک معیاری مدرسہ کے قیام کا داعیہ ہوا۔ حضرت حکیم الامتؒ سے اس تجویز کا ذکر کیا انہوں نے اس کی تحسین فرمائی توکلاً علی اللہ مسجد عالمگیر اٹاری بازار جالندھر میں 9 مارچ 1931ء کو مدرسہ کا آغاز کر دیا گیا۔ حضرت حکیم الامتؒ نے اس کا نام مدرسہ خیر المدارس تجویز فرمایا، حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کے علم و فضل، اخلاص و تقویٰ اور حسن انتظام اور حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی سرپرستی کی بدولت خیر المدارس کو بہت جلد مقبولیت عامہ نصیب ہوئی۔ دور پنجاب کے طلباء کا مرجع بن گیا۔ یہ مدرسہ 1947ء تک جالندھر شہر میں تعلیمی خدمات انجام دیتا رہا اور قیام پاکستان کے بعد آپ نے ملتان شہر کے وجود کو شرف بخشا اور 18 اکتوبر 1947ء کو بیرون دہلی دروازہ ملتان میں خیر المدارس کا نشاۃ ثانیہ ہوئی اور ہزاروں طالبان علم اس چشمہ خیر سے سیراب ہو کر ملک و بیرون ملک دینی و علمی اور تبلیغ خدمات میں مصروف ہیں۔ حضرت مولانا جالندھریؒ ساری زندگی اپنے شیخ و مربی حضرت حکیم الامتؒ کے اصولوں پر عمل پیرا رہے اور درس و تدریس اور وعظ و ارشاد کے ذریعے دینی و علمی خدمات میں مصروف رہے، 22 اکتوبر 1970ء کو رحلت فرمائی اور خیر المدارس ملتان کے دارالحدیث کے عقب میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے درجات بلند فرمائے۔ (1744)

---

1742۔ بخاری، اکبر شاہ، محمد، حافظ، حکیم الامت کے ممتاز تلامذہ وخلفاء، ص 3،4

1743۔ ایضاً، ص 7

1744۔ بخاری، اکبر شاہ، محمد، حافظ، حکیم الامت کے ممتاز تلامذہ وخفاء، ص 7،8



toobaafoundation.com

## مولانا عبدالرحمن کاملپوریؒ

آپ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ کے تلمیذ رشید اور حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے خلیفہ ارشد تھے۔ قیام پاکستان تک مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں علمی وتدریسی خدمات انجام دیتے رہے اس عرصہ میں ہزاروں طالبانِ علم فیض یاب ہوئے اور علوم دینیہ سے اپنے سینوں کو منور کیا۔ تقسیم کے بعد جامعہ خیر المدارس ملتان اور دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار میں بطور شیخ الحدیث درس حدیث دیا، آپ ایک جید عالم، قابل مدرس اور محدث وفقیہ تھے۔ اپنے شیخ سے از حد محبت تھی اور ساری زندگی ان کے بتائے ہوئے اصولوں پر گزاردی آپؒ کے مقام کے بارے میں حکیم الامت کا ارشاد کافی ہے کہ عبدالرحمن کامل پوری نہیں بلکہ کامل پورے ہیں۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرماتے ہیں۔

"کہ قیامت کے روز اتنا کہہ دینا اپنے لیے کافی سمجھتا ہوں کہ میں نے مولانا عبدالرحمن کاملپوریؒ کو دیکھا ہے" الغرض آپ ساری زندگی درس وتدریس اور تبلیغ، ارشاد میں مصروف رہے اور دسمبر 1965ء کو وفات پائی۔ (1745)

## حضرت مولانا اطہر علی سلہٹیؒ

آپؒ ضلع سلہٹ سابق مشرقی پاکستان کے معروف علماء میں سے تھے۔ حضرت حکیم الامتؒ کے خلیفہء خاص تھے آپ نے جامعہ امدادیہ کشور گنج کے نام سے ایک عظیم الشان دینی ادارہ قائم کیا جہاں سے ہزاروں طلباء علم دین حاصل کر کے علمی وتدریسی خدمات میں مصروف ہیں ساری زندگی حضرت تھانویؒ کے حکم سے درس وتدریس کے ساتھ عقیدت مندوں کے اخلاق واعمال کی اصلاح میں مصروف رہے تحریک پاکستان میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا ظفر عثمانیؒ کے شانہ بشانہ کام کیا اور پھر نظام اسلام کے لیے آخر دم تک کوشاں رہے۔ 6 اکتوبر 1976ء کو رحلت فرمائی۔ (1746)

## مولانا ظفر احمد عثمانیؒ

آپ کا شمار برصغیر کے نامور علماء میں ہوتا ہے۔ حضرت تھانویؒ کے خواہر زادہ تھے پہلے ڈھاکہ یونیورسٹی میں شعبہ دینیات کے صدر رہے۔ اس کے بعد تادم آخر دار العلوم ٹنڈوالہٰ یار ضلع حیدر آباد پاکستان میں تدریسی خدمات انجام دیں اور شیخ الحدیث کے منصب پر رہے۔ حضرت تھانویؒ نے "اعلاء السنن" کا دقیق علمی کام انہی کے ذریعہ مکمل کروایا اور کام دیکھ کر بڑے مسرور ہوئے۔ اعلاء السنن کی گیارہ جلدیں فقہ و حدیث میں ان کی مہارت تامہ کی گواہی دیتی ہیں آپ تحریک پاکستان میں قائد اعظم کے خصوصی معاون رہے اور سلہٹ کے ریفرنڈم میں آپ نے فیصلہ کن کردار ادا کیا جس پر قائد اعظم نے خوشی کے جذبات کا اظہار کیا۔ پاکستان میں نظام اسلام کی جدوجہد میں نمایاں کردار ادا کیا 8 دسمبر 1947ء کو کراچی میں رحلت فرمائی۔ (1747)

---

1745۔ ایضاً، ص 8

1746۔ بخاری، اکبر شاہ، محمد، حافظ، حکیم الامت کے ممتاز تلامذہ وخلفاء، ص 9

1747۔ خان، عبدالرحمن، منشی، حکیم الامت کے ممتاز لامذہ وخلفاء، ص 9



toobaafoundation.com

## شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ

آپؒ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فضلاء میں سے تھے۔ حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے مخصوص اور معتمد علیہ تلامذہ میں سے تھے، حدیث و فقہ اور تفسیر میں امتیازی مہارت کے حامل تھے۔ علوم سے فراغت کے بعد بعض مدارس میں سلسلہ تدریس سے منسلک رہ کر بالآخر دارالعلوم دیوبند میں شیخ التفسیر کی حیثیت سے بلائے گئے اور کتب تفسیر کے ساتھ دورہ حدیث کی کتب بالخصوص ابوداؤد شریف اکثر و بیشتر آپ ہی کے درس میں رہتی تھی۔ اتباع سنت اور عظمت سلف کا خاص شغف تھا۔ علوم شرعیہ اور رد مذاہب باطلہ میں بہت سی کتب کے بہترین مصنف تھے محققانہ انداز سے بحث کرتے۔ علمی تصانیف کے سلسلہ میں مشکوٰۃ المصابیح کی شرح "التعلیق الصبیح" آپ کا تصنیفی شاہکار ہے جو پانچ جلدوں میں ہے "سیرت المصطفیٰ" کے نام سے کئی جلدوں میں محققانہ سیرت لکھی جس میں آزاد خیال مصنفوں پر علمی انداز سے تنقید کی۔ عربی ادب میں خاص مہارت تھی۔ تقسیم ملک کے بعد آپ نے پاکستانی قومیت اختیار کرلی اور جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث کی حیثیت سے حدیث رسول ﷺ کے چراغ جلاتے رہے ہزاروں طالبان علم کو اپنے فیض علمی سے سیراب و شاداب کیا۔ 8 رجب المرجب 1394ھ مطابق جولائی 1974ء کو لاہور میں وفات پائی۔ آپ کے صحیح جانشین مولانا محمد مالک کاندھلویؒ ہیں۔[1748]

## حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ

آپؒ بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے پوتے اور حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ مہتمم خاص دارالعلوم کے صاحبزادے تھے۔ آپ علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے مخصوص تلامذہ اور حکیم الامت تھانویؒ کے ارشد خلفاء میں سے تھے دارالعلوم ہی میں تدریس کی خدمت پر مامور ہوئے اور پھر دارالعلوم کے نائب مہتمم بنا دیئے گئے، اس کے بعد بہت جلد 1348ھ میں باقاعدہ دارالعلوم کے مہتمم منتخب کئے گئے۔ ایک صد سے زیادہ کتابیں لکھیں۔ متعدد نظمیں، قصائد اور مثنویاں لکھیں اور ساری زندگی درس و تبلیغ اور دارالعلوم کی خدمت میں صرف کردی۔ آپؒ پہلے شیخ الہند سے بیعت ہوئے پھر حضرت تھانویؒ کی طرف رجوع کیا اور جلد ہی خلافت سے نوازے گئے، آپ کا سلسلہ بیعت و ارشاد ہند و بیرون ہند عام پھیلا ہوا تھا اور ہزاروں لوگوں نے آپ سے کسب فیض کیا۔[1749]

آپؒ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فضلاء میں سے تھے۔ حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ، حضرت علامہ کشمیری کے ارشد تلامذہ اور حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے خاص الخاص محب اور محبوب تھے۔ ابتدائی تعلیم حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے حاصل کر کے دارالعلوم دیوبند سے تعلیم علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ فراغت کے بعد دارالعلوم ہی میں تدریس کی خدمت انجام دی۔ فن حدیث میں خاص دلچسپی اور لگاؤ تھا۔ کئی بار حضرت علامہ کشمیریؒ سے ترمذی اور بخاری کی سماعت فرمائی اور علامہ کشمیریؒ کے علوم کے ترجمان کی حیثیت سے خدمت حدیث سرانجام دیتے رہے۔ آپؒ کے علمی شاہکاروں میں فیض الباری شرح بخاری، ترجمان السنہ اور جواہر الحکم وغیرہ تالیفات قابل قدر کارنامے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمات کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں درس حدیث دیا پھر تقسیم ملک کے بعد دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالٰہ یار میں بطور شیخ الحدیث درس حدیث میں مشغول رہے آخری تقریباً پندرہ سال مدینہ منورہ میں

---

1748۔ بخاری، اکبر شاہ، محمد، حافظ، ماہنامہ الحسن، جلد دوم، ص92

1749۔ بخاری، اکبر شاہ، محمد، حافظ حکیم الامت کے ممتاز تلامذہ و خلفاء، ص10



toobaafoundation.com

گذارے جہاں آپ کا فیض علمی و روحانی بہت عام پھیلا اور ہزاروں لوگ مستفید و مستفیض ہوئے۔1965ء میں مدینہ منورہ میں رحلت فرمائی۔(1750)

## حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

آپ علامہ کشمیری کے مایہ ناز تلمیذ اور حضرت تھانویؒ کے خاص مجاز صحبت خلیفہ تھے، علمی دنیا میں آپ کا ایک خاص مقام ہے۔ادیب اور عربی و فارسی کی ادبی قوت بے مثال ہے۔عربی زبان میں بے تکان بولتے تھے، متعدد اعلیٰ کتب کے مصنف تھے ترمذی شریف کی نہایت ہی جامع اور بلیغ شرح آپ ہی نے لکھی ہے آپؒ نے تبلیغی مشن کے لیے بہت سے ممالک کا سفر کیا اور مصر میں علمائے دیوبند کا سب سے پہلے تعارف آپ نے کرایا۔بہت سے دینی مدارس میں درس حدیث دیا پھر آخر میں نیو ٹاون کراچی میں ایک بڑا ادارہ جامعہ العلوم الاسلامیہ کے نام سے قائم فرمایا۔جو ملک بھر میں ایک امتیازی شان کی دینی درس گاہ تسلیم کی جاتی ہے۔(1751)

## ڈاکٹر عبد الحئی عارفی

آپؒ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے مخصوص ترین خلفاء میں سے تھے اور اپنے شیخ کے ایک سچے محب و محبوب تھے، تباع سنت کا پیکر اور صدق و صفا کا مجسمہ تھے، خلوص وللہیت میں اپنی مثال آپ تھے۔ہر قول و فعل میں اپنے شیخ عالی مقام کے مقلد تھے ساری حیات حضرت حکیم الامت کے اصولوں پر گذاری اور انہیں کے علوم و معارف کی ترجمانی فرماتے رہے، حضرت حکیم الامتؒ کی جاری کردہ مجلس صیانۃ المسلمین کے سرپرست و نگران اعلیٰ رہے۔سینکڑوں حضرات آپ کی فیض صحبت سے مستفید ہوئے۔(1752)

حضرت تھانویؒ کو اپنے شاگردوں سے خصوصی انس تھا ان سب سے بڑی محبت کرتے تھے اور ہر ممکن ان کی عزت و وقار بڑھانے کی کوشش کرتے تھے اکثر فرمایا کرتے تھے " جتنا تعلق مجھ کو اپنے شاگردوں سے ہے اتنا معتقدین سے نہیں کیونکہ معتقدین سے اتنی طبیعت نہیں کھلتی جتنی شاگردوں سے کھلی ہوئی اور بے تکلف ہوتی ہے۔(1753)اور یہ اسی حقیقت کا اثر تھا کہ طلباء کو بھی حضرتؒ سے بدرجہ عشق محبت تھی۔

## مولانا شاہ عبد القادر رائے پوریؒ اور ان کے متعلقین کا پاکستان میں کردار

حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوریؒ کو ہمیشہ سے فکر تھی کہ خانقاہ اور مدرسہ کا سلسلہ میرے بعد بھی جاری رہے اس سلسلہ میں رمضان شریف 1382ھ سے پیشتر حضرت مولانا حافظ عبد العزیز صاحبؒ کو پاکستان سے رائے پور بلایا گیا حضرت مولانا عبد العزیز صاحبؒ حضرت شاہ عبد الرحیم رائے پوریؒ کے نواسہ تھے، عالم صالح متشرع ذاکر شاغل تھے۔حضرت ہی سے بیعت واجازت تھی اور حضرت ہی کے دامن عاطفت میں تربیت پائی۔

---

1750۔ ایضاً، ص10

1751۔ ایضاً، ص12

1752۔ ایضاً

1753۔ خان، عبد الرحمان، منشی، سیرت اشرف، جلد اول، ص94



toobaafoundation.com

چنانچہ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رائے پوری حضرت ثانیؒ کے بعد خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے مسند نشین اور اس کے جامع فکر و عمل اور جہد و کردار کے حامل قرار پائے حضرت ثانیؒ نے اپنی حیات مبارکہ کے آخری دور آپ کو اپنا جانشین مقرر کیا اور وہ امانت جو آپؒ نے حضرت عالیؒ سے حاصل کی تھی حضرت شاہ عبدالعزیز کے سپرد کر دی۔ (1754)

مولانا رائپوریؒ کے متعلقین کو اجازت و خلافت کا منصب عنایت کرنے کے حوالے سے درج ذیل امور کو پیش نظر رکھا جاتا۔

- جاہ و حشمت کی بجائے صلاحیت و استعداد کو ملحوظ رکھا جاتا۔
- آپؒ کے خلفاء میں عصری و دینی تعلیم یافتہ افراد کا حسین امتزاج ملتا ہے۔
- اجازت و خلافت کے حوالے سے اشخاص کے انفرادی ذوق کو پیش نظر رکھا جاتا۔ اگر کسی کی توجہ ذکر و اذکار کی طرف زیادہ اور تنظیمی عمل اور پروگرام کی طرف کم ہوتی ہے تو اس بناء پر خلافت کسے منصب سے محروم یا حکماً یا جبراً اس طرف مائل کرنے کی کوشش نہیں کی۔
- جن کو خلافت کا منصب عطا کی جاتا ہے پر نہ صرف خود اعتماد کیا بلکہ دوسروں کا بھی اعتماد بڑھایا۔ ان سے اہم کاموں پورت کی جاتی۔
- خلفاء میں خدمت خلق ے ے کو دیکھا جاتا۔
- اجازت و خلافت خلفاء میں کسی قسم کی امتیازی فکر نہ پیدا کرے۔
- خلفاء کو صرف روحانیت کی تکمیل کی بجائے دین کے جامع فلسفے کی تکمیل کے تناظر میں اجازت مرحمت فرمائی جاتی۔

مروجہ خانقاہوں میں بعض صوفیاء سرمایہ داروں کے ہاتھوں کھلونا بنے ہوئے ہیں۔ اجازت و خلافت کے سلسلے میں اس اصول کو بھی ملحوظ خاطر رکھا جاتا کہ سرمایہ پرستوں سے ہمیشہ دور رہیں۔ چنانچہ آپؒ کے خلفاء میں کوئی سرمایہ پرست نہیں(1755)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نے 6 شوال 1382ھ کو حضرت ثانیؒ کے ارشاد سے مجمع میں اعلان کیا کہ

''حضرتؒ نے حافظ صاحب (مولانا شاہ عبدالعزیز) صاحب کو یہاں کے قیام کے لیے تجویز فرمایا ہے اور حافظ صاحب نے اس کو قبول بھی فرمالیا اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے ہمیں تو بڑا فکر ہو رہا تھا کہ یہاں یہ سلسلہ ختم ہو جائیگا۔ اللہ کا شکر ہے امید ہے یہ جگہ آباد اور یہ سلسلہ قائم رہے گا'' (1756)

## حضرت کے جانشین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ

مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری کا آبائی وطن گمتھلہ ضلع کرنال ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت 16 جولائی 1905ء بروز جمعۃ المبارک کو اپنے آبائی علاقے میں ہوئی۔ آپ قطب عالم مولانا شاہ عبدالرحیم کے نواسۂ حقیقی ہیں اس طرح اپنے نانا حضرت عالی رائے پوریؒ کی کلی توجہات سے مستفید ہونے کا موقع ملا۔ آپ نے شعور کی آنکھ کھولی تو چاروں طرف اونچی نسبتوں کے حامل حضرات آپ پر شفقت فرماتے رہے۔ آپ کے والد گرامی حضرت چوہدری تصدق حسینؒ حضرت، گنگوہیؒ سے بیعت یافتہ اور انتہائی ذاکر و شاغل

---

1754۔ انصاری، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، حیات طیبہ، ص 163

1755۔ انس حسان، ولی اللہی فکر کے فروغ میں شاہ سعید احمد رائے رائے پوریؒ کا حصہ، ص 150

1756۔ ایضاً، ص 158



toobaafoundation.com

اور دینی فہم و بصیرت کے حامل تھے۔ آپ کا نام عبد العزیز بھی حضرت گنگوہیؒ کے ایماء پر حضرت عالی رائے پوریؒ نے تجویز فرمایا۔ (1757)

حضرت رائے پوری ثانی آپ کو سفر و حضر میں اپنے ساتھ رکھتے اور حد درجہ اعتماد کرتے تھے چنانچہ 1345ھ/1927ء میں جب حج کے لیے تشریف لے گئے تو آپ کو خاص طور پر اپنے ساتھ لے گئے اور وہاں مولانا عبید اللہ سندھیؒ سے (جو کہ اس وقت جلا وطنی کی زندگی گذار رہے تھے) خصوصی طور پر ملاقات کروائی۔ ان ملاقاتوں میں جو حضرت رائے پوری ثانیؒ اور مولانا سندھیؒ کے مابین ہوئیں ان میں صرف حضرت رائے پوری ثالثؒ ہی کو شرکت کی اجازت تھی جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ولی اللٰہی فکر کے فروغ کے لیے انہیں تیار کیا جا رہا تھا

1366ھ/1947ء میں جب برعظیم کی تقسیم کا عمل شروع ہوا تو مسلمانوں کے اقلیتی علاقوں میں فسادات کا سلسلہ شروع ہوا حضرتؒ کا علاقہ "گمتھلہ" سکھوں کی اکثریت والے علاقے میں واقع تھا جہاں فسادات کا سلسلہ شروع ہونا لازم تھا۔(1758)

اس حوالے سے مولانا ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں!

"1947ء کے پُر آشوب زمانہ میں ہمت و عزیمت کے ساتھ مشرقی پنجاب میں حالات کا مقابلہ کیا اور مسلمانوں کی تقویت کا ذریعہ بنے پھر جب اس علاقہ کا سرکاری طور پر انخلاء ہوا تو اپنے پورے قافلے کے ساتھ عزت و حرمت کے ساتھ پاکستان تشریف لے گئے اور سرگودھا شہر میں اقامت اختیار کی" (1759)

ایسے مشکلات کے ماحول اور پیچیدہ دور میں جہاں دین اسلام کے تمام شعبوں پر مشتمل تعلیمات کا غلبہ کے لیے کام کرنا ضروری ہو گیا تھا، وہاں ایک اور مشکل بھی ہوئی کہ اس دور میں غلبہ دین کے نام پر ایسی "اسلامی" جماعتیں بھی سامراج نے پیدا کر دیں جن کا اصل کام سرمایہ دارانہ نظام کے تسلط کے لیے راہ ہموار کرنا تھا اور اسلام کو اپنے مفادات کے حصول کے لیے محض آلہ کار کے طور پر استعمال کرنا تھا۔ ایسی اسلامی جماعتوں کی پیدائش اگرچہ اس صدی کے پچاس کے عشرے میں ہو چکی تھی اور اس دور میں سیاسی شعور رکھنے والے اکابرین شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنیؒ مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مولانا شاہ عبد القادرؒ رائے پوری نے اس فکر و فریب کا پول اچھی طرح کھول دیا۔ لیکن پاکستان بننے کے بعد اس ملک میں "اسلام" کے نام پر کام کرنے والی منافق جماعتوں نے بڑا اودھم مچایا۔ ایسے میں ضرورت تھی کہ دین اسلام کی حقیقی سیاسی اور معاشی تعلیمات کو اجاگر کیا جائے اور عوام دوستی پر مبنی دین اسلام کی حقیقی تعلیمات کے نفاذ کی جدوجہد کی جائے۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو حضرت رائے پوری ثالثؒ کا سیاسی کردار نہایت اہم رہا ہے آپ کا چونکہ زیادہ قیام پاکستان میں رہا چنانچہ یہاں کے معروضی تقاضوں کے مطابق آپ نے اس شعبہ میں مشائخ رائے پور اور حضرت شیخ الہندؒ کے سیاسی مزاج کو برقرار رکھا اور اس کے مطابق فکر و عمل کو آگے بڑھانے کے لیے جدوجہد اور کاوش کی۔(1760) علماء اور نوجوان گریجوایٹ حضرات میں تربیتی انداز میں عالمی طاغوتی قوتوں کے خلاف شعور بیدار کیا اور ہنگامہ خیز عملی سیاست کی نعرہ بازی سے الگ ہو

---

1757۔ آزاد، عبد الخالق، مفتی، مشائخ رائے پور، لاہور دار التحقیق والاشاعت، ص 92

1758۔ آزاد عبد الخالق، مفتی، مشائخ رائے پور، ص 117، 118

1759۔ محمد انس احسان، ولی اللٰہی فکر کے فروغ میں شاہ سعید احمد رائے پوری کا حصہ، ص 81

1760۔ ندوی، ابوالحسن علی، سوانح حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری، ص 205



toobaafoundation.com

کر بنیادی فکر و عمل کو سمجھنے کا جذبہ پیدا کیا اور مفاد پرستی اور لالچ و منافقت سے ہٹ کر خالص قومی جذبہ اور دینی فہم و بصیرت کو فروغ دیا (1761) اس حوالے سے ایک دفعہ حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا:

"جو لوگ مجھ سے تعلق رکھنا چاہتے ہیں وہ حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے مشن پر پورے خلوص، دلجمعی اور اعتماد کے ساتھ کام کریں اور ہر اس جماعت سے اپنا تعلق ختم کر لیں جو شیخ الہندؒ کے مشن پر نہ ہو"۔(1762)

اس طرح آپ نے اپنے مشائخ کے اصول پر اس مشکل اور منافقت کے دور میں صحیح سیاسی رہنمائی فرمائی اور نوجوانوں کی بروقت سرپرستی فرما کر صحیح رخ پر کام کرنے میں لگا دیا۔ سیاسی نظریات و افکار کے حوالے سے آپؒ شیخ الہندؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ مولانا عبید اللہ سندھیؒ (حضرات ثلاثہ) سے سچی محبت اور وابستگی رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے متعلقین میں سے کام کرنے والے حضرات کو اس لائن سے نہیں ہٹنے دیا جو مشائخ طے کر گئے تھے۔

سیاست کے ساتھ ساتھ شریعت کی حفاظت کے لیے جو دینی تعلیم و تعلم کے مراکز اور مدارس دینیہ کام کر رہے تھے ان کی سرپرستی بھی فرمائی چنانچہ 1940ء سے 1947ء تک آپؒ نے "مدرسہ مظاہر العلوم" کی سرپرستی فرمائی اسی طرح حضرت مدنیؒ کے وصال کے بعد قاری محمد طیب صاحب "مہتمم دارالعلوم دیوبند" نے خاص طور پر آپ کو دارالعلوم میں قیام کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

"حضرت مدنیؒ کے وصال کے بعد دیوبند میں تعلیم کا سلسلہ تو باقی ہے لیکن تربیت و تزکیہ اور باطنی اصلاح کا سلسلہ ختم ہوتا جا رہا ہے۔ آپ دیوبند قیام فرمائیں تاکہ بزرگوں کی تربیت کی یاد تازہ ہو جائے"۔(1763)

"جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے بانی حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کا آپ کے ساتھ بہت گہرا تعلق تھا۔ آپؒ نے کئی ماہ حضرت بنوریؒ کے اصرار پر جامعہ میں قیام فرمایا، حضرت رائے پوری ثالثؒ کی قلبی توجہات، دعاؤں اور سرپرستی اور حضرت بنوریؒ کے خلوص و سادگی اور حضرات اساتذہ کرامؒ کی اخلاص بھری قربانی نے جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کو اس دور میں پاکستان بھر کے مدارس اور جامعات میں بڑی منفرد اور ممتاز حیثیت عطا کر دی۔

اسی طرح لاہور میں "جامعہ مدنیہ" کے مہتمم و بانی حضرت مولانا حامد میاںؒ نے بذریعہ خط و کتابت آپؒ سے مشاورت کے سلسلہ کو جاری رکھا۔(1764) ہارون آباد ضلع بہاول نگر میں آپؒ نے یکم مئی 1970ء کو "جامعہ تعلیم القرآن" کا افتتاح فرمایا اور پھر آخر تک اس مدرسہ کو خصوصی سرپرستی فرماتے رہے۔(1765)

نئے مدارس کے قیام کے حوالے سے آپؒ کا نقطۂ نظر مفتی عبدالخالق آزاد کچھ یوں بیان کرتے ہیں۔

---

1761۔ آزاد، عبدالخالق مفتی، سوانح شاہ عبدالرحیم رائے پوری، ص68، 70

1762۔ آزاد عبدالخالق، مفتی، مشائخ رائے پور، ص135

1763۔ ایضاً، ص136

1764۔ ایضاً، ص124

1765۔ آزاد عبدالخالق، مفتی، سوانح شاہ عبدالرحیم، ص79، 81



toobaafoundation.com

''نئے مدارس کے قیام میں آپ کی جانب سے اس بات کی تنبیہ کی جاتی رہی کہ چندہ کے سلسلہ میں آج کل جو بے احتیاطی کی جاتی ہے یا کام کرنے والے بجائے اخلاص کرنے، اس کو کاروبار کا ذریعہ بنالیتے ہیں، آپ ایسے لوگوں کے بارے میں بڑی سختی فرماتے تھے'' (1766)

حضرت رائے پوری ثالثؒ نے جہاں دین اسلام کے شعبہ سیاست اور شریعت میں انتہائی تدبر اور دینی فراست کے ساتھ تربیت، نگرانی اور سرپرستی فرمائی ہے وہاں شعبہ طریقت و سلوک واحسان میں بھی ایک اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے۔ بلاشبہ آپ بھی اس حوالے سے قطبیت کے مقام پر فائز تھے ضبط و کتمان نے اگرچہ آپ کے باطنی کمالات کو ظاہر نہ ہونے دیا لیکن بڑے بڑے حضرات کی زندگی کا رخ بدل دیا (1767) حقیقت یہ ہے کہ آپ نے اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ''مجددانہ شان'' کے ساتھ اپنے قلب کی گرمی اور حرارت سے بہت سے قلوب میں محبت الٰہی کی جوت جگائی اور عظمت دین اور غلبہ اسلام کا وہ جذبہ اسلاف پیدا کیا۔ جو قدیم زمانہ سے نبوی وراثت کے طور پر سلسلہ بہ سلسلہ چلا آرہا ہے (1768) یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ آپؒ کی نورانیت، اثر آفرینی، قلب ذکیہ اور انفاس طیبہ کے قائل نظر آتے ہیں ایسی جاذبیت اور کشش کے حوالے سے حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ بیان کرتے ہیں کہ

''میں نے اپنی زندگی میں اتنا قوی التاثیر اور اتنا تیز نظر بزرگ نہیں دیکھا'' (1769)

مولانا یوسف بنوریؒ کے بعد ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہیدؒ بھی حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ سے جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے بارے میں مشاورت فرماتے رہے ڈاکٹر حبیب اللہ مختارؒ ایک صاحب علم اور جامعہ بنوری کے رئیس جامعہ اسلامیہ رہے مگر نومبر 1998ء کو کراچی میں ظالم دہشت گردوں نے ڈاکٹر حبیب اللہ مختار کو شہید کر دیا آپ حضرت رائے پوری ثالثؒ کے خلیفہ مجاز تھے آپؒ سے بیعت ہونے کے بعد آپؒ کی صحبت اور تربیت کے انداز کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''واقعی ایسے قوی التاثیر اور اونچے بزرگ تھے کہ انہوں نے مقناطیس کی طرح اپنی طرف جذب کر لیا، ان کی محبت بھی نرالی تھی، ان کا انداز بھی پیارا تھا، ان کی خاموشی بھی وعظ و نصیحت سے زیادہ اثرانگیز اور ان کی توجہ بھی بڑی پُراثر، پرکیف اور تیز تر تھی'' (1770)

اس طرح آپؒ نے سلوک واحسان اور راہ طریقت کا وہ اونچا اسلوب قائم رکھا جس سے دین اسلام کے بنیادی فکر و عمل کو غالب کرنے کے لیے نوجوان نسل پر مشتمل نیا خون مہیا ہو جاتا ہے یوں نئی نسل کے قلوب میں دین اسلام کی سچی تعلیمات کے رسوخ کی راہ ہموار ہوئی اس طرح آپ کے جذبہ ''احسان'' نے ہزاروں نوجوانوں کو حقیقی منزل عرفان واحسان ہر پہنچادیا۔ مفتی عبدالخالق آزاد لکھتے ہیں

''سن پچاس کے عشرہ میں سرمایہ پرستی کے عالمی نظام نے اپنے استحصالی کردار کے لیے اسلام کے نام پر جو منافق، مفاد پرست اور گمراہ جماعتیں پیدا کی تھیں 80ء اور 90ء کی دہائی میں ان کی بداخلاقیاں پورے معاشرے میں سرایت کر گئیں حتیٰ کہ مذہب کے نام پر کام کرنے والے افراد بھی شعوری یا لاشعوری طور پر انہی بداخلاقیوں کا شکار ہو گئے جو سرمایہ پرست طاقتیں چاہتی تھیں چنانچہ حضرت

---

1766۔ آزاد عبدالخالق، مفتی، مشائخ رائے پور

1767۔ آزاد عبدالخالق، مفتی، مشائخ رائے پور، ص 123

1768۔ آزاد، عبدالخالق، مفتی، شاہ عبدالعزیز رائے پوری، ص 24

1769۔ ایضاً، ص 27

1770۔ اداریہ ماہنامہ بینات، 1992ء، بابت محرم 1314ھ، طبع کراچی



toobaafoundation.com

اقدس رائے پوری ثالثؒ کے دور میں جب پرانا مذہبی طبقہ اسلام کے خوشنما نعروں سے متاثر ہو کر حب جاہ اور حب مال میں مبتلا ہو گیا، تو آپ نے انتہائی جدوجہد اور کاوش سے نوجوان نسل کے قلوب میں محبت الٰہی کا جذبہ پیدا کرنے اور شعور دینی کی تربیت دینے کا کٹھن کام کیا" [1771]

اس مشکل و کٹھن دور میں حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ نے حضرت شیخ الہندؒ کے فکر و عمل کی حفاظت اور اسے آگے بڑھانے کے لیے اس خطہ میں انگریز کے خود کاشتہ پودے "قادیانیت کے خلاف چلائی جانے والی تحریک "تحفظ ختم نبوت ﷺ" (1974) کی سرپرستی فرمائی۔ جس طرح ان کے مرشد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے اپنے دور میں قادیانیت کے خلاف مجلس "احرار اسلام" کی تائید و تصویب اور سرپرستی فرمائی تھی [1772]

حضرت شاہ عبدالعزیز رائپوریؒ خود صاحب بصیرت تھے اور اصحاب بصیرت کی قدر کرنا جانتے تھے یہی وجہ تھی کہ درج ذیل حضرات نے آپ سے بیعت و ارادت کا تعلق قائم کیا جن میں مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی (مفتی اعظم پاکستان) مولانا محمد ادریس میرٹھی (سابق صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان) مولانا مصباح اللہ شاہ، مولانا محمد بدیع الزمان صاحب (والد گرامی استاد محترم پروفیسر ڈاکٹر سعید الرحمن صاحب)، مولانا مفتی احمد الرحمن، حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید (داماد مولانا یوسف بنوریؒ) وغیرہ شامل ہیں [1773] مولانا عبدالخالق آزاد آپؒ کی ذات کی تجلیات کی ضیاء پاشیوں کے حوالے سے کہتے ہیں کہ

"جب حضرت اقدس رائے پوری ثالثؒ کا قیام جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں ہوتا، تو جامعہ کا ماحول ایک خانقاہ کی طرح دکھائی دیتا، اور کیوں نہ ہو جہاں شیخ رائے پور موجود ہیں وہی خانقاہ ہے" [1774]

حضرت رائے پوری ثالثؒ شہرت کے سخت پابند تھے، اور اس معاملے میں نرمی کے بالکل روادار نہ تھے ان کے باطنی کمالات اور کرامات شریعت کے تابع تھے اور اپنی مشفقانہ طبیعت کے باوصف آپؒ کرامات کے متلاشی افراد کو شریعت کی استقامت پر ابھارتے تھے آپ کی طبیعت عملیت پسندی اور حقیقت پسندی کی طرف مائل تھی اور آپ ہر اس عمل سے متنفر تھے جس میں شریعت کی پابندی کو ملحوظ خاطر نہ رکھا جاتا تھا [1775] اس حوالے سے آپ کی شریعت سے محبت اور اکابرین کے طریقے پر ثابت قدمی کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ کراچی میں آپؒ "جامعہ علوم اسلامیہ" میں مقیم تھے ایک دوست کی پرزور دعوت پر شادی میں تشریف لے گئے وہاں مکان کی سجاوٹ میں بجلی کے قمقموں کے ذریعہ انتہائی اسراف سے کام لیا گیا تھا حضرت چونکہ سرمایہ داروں کے اسراف اور فضول خرچی کو ناپسند فرماتے اور اسے خلاف شرع سمجھتے تھے اس لیے واپس تشریف لے آئے [1776]

---

1771۔ ایضاً

1772۔ آزاد، عبدالخالق، مفتی، سوانح شاہ عبدالرحیم رائے پوری، ص 86-87

1773۔ ایضاً، ص 76

1774۔ آزاد عبدالخالق مفتی، شاہ عبدالعزیز رائے پوری، ص 20-21

1775۔ آزاد، عبدالخالق مفتی، مشائخ رائے پور، ص 103

1776۔ محمد انس حسان، ولی اللہی فکر کے فروغ میں مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری کا حصہ، ص 83



toobaafoundation.com

۲۔ آپؒ کئی سال تک ہندوستان صرف اس وجہ سے تشریف نہ لے جاسکے کہ پاسپورٹ پر مرد وخواتین کی تصویر کا ہونا لازمی تھا آپ نے اپنے اس اصول کے خلاف عمل نہ کیا کیونکہ اسے خلافِ شرع سمجھتے تھے۔ بالآخر متعلقہ افسران نے اس کی اجازت دی تو آپ اہل خانہ سمیت ھندوستان تشریف لے گئے(1777)

۳۔ 1980ء میں جب جنرل ضیاء الحق نے آئین کو معطل کرکے وفاقی شرعی عدالت قائم کی تو آپ نے دیگر آئینی ترامیم کے ساتھ ساتھ ''عائلی قوانین'' کو اس کے دائرہ کار سے باہر رکھنے پر شدید تنقید کرتے ہوئے اسے خلاف شرع قرار دیا اور ڈاکٹر محمود الحسن عارف کو یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ اس غلط قانون کے خلاف مواد اکٹھا کریں اور قانونی میدان میں اس کی جنگ لڑیں (1778)

۴۔ بینک کی ملازمت کو غیر شرعی قرار دیتے تھے اگر کوئی بینک کی ملازمت کے حصول کے لیے دعا کی درخواست کرتا تو انتہائی عمدہ طریقے سے سود کی حرمت اور اس ملازمت کے استحصالی نظام کے لیے استعمال ہونا واضح کرتے۔(1779)

۵۔ سنتِ رسول کا اس درجہ اہتمام تھا کہ ایک مرتبہ مجبوری سے کھانے سے قبل ہاتھ نہ دھوسکے تو خدام سے فرمایا کہ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ آج تک یہ سنت مجھ سے چھوٹی ہو(1780)

٦۔ حضرت کی خدمت میں جب پانی دم کرنے کے لیے کوئی عرض کرتا تو پہلے ایک گھونٹ پانی پیتے اور پھر دم کرکے دیتے اس طرح سُؤرالمومن شفاء(36) (مومن کا جھوٹا شفا ہے) والی حدیث پر بھی عمل ہو جاتا اس طرح آپ کی اس حدیث کی روشنی میں عادت بھی تھی کہ ایک پلیٹ میں دو افراد مل کر کھانا کھائیں تاکہ دونوں ایک دوسرے کے لیے خیر کا باعث بن جائیں (1781)

دین اسلام کے ان تینوں شعبوں میں کام کرنے کیلئے آپ نے پاکستان کے مختلف شہروں اور صوبوں کے طویل اسفار کیے قریباً ہر شہر میں آپؒ کی ذات سے فیض حاصل کرنے والے آموجود ہوتے بلکہ آپ کے سفر کے منتظر رہتے تھے، جب بھی آپ کی صحبت سے استفادہ کا موقع ملتا، اس سے مستفید ہوتے، اس طرح پورے پاکستان میں آپ کا فیض جاری رہا۔

پاکستان کے علاوہ آپ ہندوستان میں بھی اپنے متوسلین اور متعلقین کی تربیت کے لیے سفر فرماتے رہے چنانچہ 1970ء سے قبل ہر دوسرے تیسرے سال آپ کا ہندوستان سفر ہوتا رہا اور رائے پور میں قیام رہتا تھا، اس کے علاوہ دیوبند، سہارنپور، دہلی، مراد آباد اور سنبھل وغیرہ شہروں میں بھی سفر رہا کرتے، 1970ء کے بعد ویزہ وغیرہ کی پابندیوں کی وجہ سے کافی عرصہ تک آپؒ کا ہندوستان سفر نہ ہو سکا اپنی زندگی کے آخری پانچ چھ سالوں میں آپ کو جیسے ہی ویزہ ملا، یکے بعد دیگرے تقریباً ہر سال سفر ہوتا رہا 1988ء میں رائے پور میں طویل قیام ہوا، اس قیام میں ہزاروں لوگ آپ کے فیضان سے مستفید ہوئے(1782)

حضرت رائے پوری ثالثؒ نے اپنی بصیرت سے بہت پہلے محسوس کر لیا تھا کہ ولی اللہی فکر کی روشنی میں تشکیل دیئے گئے منشور پر ''جمعیۃ علماء ہند'' کی فکر کے مخالف حضرات جو اس منشور کو روبہ عمل آتا نہیں دیکھنا چاہتے اس لیے جلد یا بدیر ''پاکستان کی جمعیۃ

---

1777۔ مجلہ عزم (سیریز نمبر 120)، مئی۔جون 1993، ص 17

1778۔ مجلہ عزم (سیریز نمبر 112)، ملتان جولائی۔اگست، ص 23

1779۔ ایضاً

1780۔ خطیب بغدادی، مشکوۃ شریف، کتاب الاشربہ، دار العلم، بیروت

1781۔ عزیمت (سیریز نمبر 9، شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن، ص 15-16

1782۔ آزاد، عبدالخالق، مفتی مشائخ رائے پوری، ص 141



toobaafoundation.com

علماء" سامراج کے ہاتھوں استعمال ہونے لگے گی۔ چنانچہ آپ نے اپنے فرزندار جمند کو تیار کیا کہ وہ نوجوانوں میں ولی اللہی فکر پیدا کرنے کیلئے "جمعیۃ طلباء اسلام" کے نام سے اپنی جداگانہ حیثیت سے کام کریں اور مروجہ سیاست سے الگ رہ کر شعوری بنیادوں پر حضرت شیخ الہند کے طرز پر کالج اور مدارس کے نوجوانوں میں اشتراک فکر و عمل کو مستحکم کریں۔ چنانچہ انہوں نے اس پر کام شروع کیا اور شیخ الہندؒ کے خواب کی تعبیر کے طور پر "جمعیۃ طلباء اسلام" قائم کی بہت جلد "جمعیۃ طلباء اسلام" کو مسلسل محنت اور جدوجہد سے مقبول بنادیا (1783)ڈاکٹر محمود الحسن عارف لکھتے ہیں کہ

"جمعیۃ طلباء اسلام کی اس وقت مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ملک کا شاید ہی کوئی کالج تعلیمی ادارہ ہوگا۔ جہاں اس تنظیم کی کوئی شاخ موجود نہ ہو۔ پورے ملک میں اس تنظیم کی اور اس کے انقلابی نعرے کی گونج سنائی دے رہی تھی" (1784)

اس دوران حضرت رائے پوری ثالثؒ اس جماعت کی مکمل سرپرستی اور رہنمائی فرماتے رہے۔ انہوں نے "جمعیۃ علماء اسلام" سے مایوس ہو کر اپنے متوسلین کو اس جماعت سے تعلق قائم کرنے کیلئے تیار کیا۔ تاہم نوجوانوں کی یہ جماعت چونکہ اس دور میں قائم کی گئی تھی جب "جمعیۃ علماء اسلام" اپنے 1970 کے اس منشور پر قائم تھی جو سرگودھا میں مرتب ہوا، جس میں حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری نے مؤثر کردار ادا کیا تھا بعد ازاں جمعیۃ علماء مروجہ مذہبی جماعتوں کے راستہ پر گامزن ہوئی تو یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ "جمعیۃ طلبہ اسلام" دراصل "جمعیۃ علماء اسلام" کی ہی شاخ ہے۔ نوجوانوں کی اس ابھرتی ہوئی جماعت کا راستہ روکنے کی مکمل کوشش کی گئی چنانچہ مولانا سعید احمد رائے پوریؒ نے اپنے شیخ اور مرشد ہی کے مشورے پر 1970ء میں تنظیم فکر ولی اللہی کے نام سے جماعت قائم کی جو دراصل "جمعیۃ طلباء اسلام" کی ارتقائی شکل تھی۔ حضرت رائے پوری ثالثؒ نے تادم حیات اس تنظیم کی پوری سرپرستی فرمائی۔

حضرت رائے پوری ثالثؒ نے تقریباً تیس سال تک خانقاہ رحیمیہ رائے پوری کی مسند کو رونق بخشی اور بالا خر 3 جون 1992ء کو آپ نے اس دارِ فانی سے کوچ فرمایا۔ نماز جنازہ آپ کے جانشین اور فرزند مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری نے پڑھائی اور وصیت کے مطابق آپ کے نانا مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کے برابر میں تدفین ہوئے۔ انتقال سے چار سال قبل 1408ھ/1988ء میں خانقاہ رائے پوری کی مسجد کے سامنے رائے پور کے وسیع میدان میں ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں آپ نے مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کو اپنا جانشین نامزد کیا، جو 30 سال مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ اور 30 سال مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ کی صحبت اٹھائے ہوئے تھے اور ولی اللہی فکر کا انتہائی گہرا مطالعہ اور مشاہدہ رکھتے تھے (1785)

## مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری

مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہ رجب 1344ھ بمطابق جنوری 1926ء اپنے آبائی وطن گمتھلہ ضلع کرنال میں پیدا ہوئے۔ آپ کے خاندان کا بزرگان دین سے بڑا قدیم تعلق تھا اور ولی اللہی فکر کے فروغ میں مساعی اور ولی اللہی جماعت سے وابستگی ان کے ہر ہر قول و عمل میں نظر آتی تھی۔

---

1783

1784۔ ماہنامہ الحق، ج 48، شمارہ 1، اکوڑہ خٹک اکتوبر 2012ء، ص 38

1785۔ محمد انس حسان، ولی اللہی فکر کے فروغ میں شاہ سعید احمد رائے پوری کا حصہ، ص 87



toobaafoundation.com

آپؒ کی ابتدائی تعلیم وتربیت مختلف مراحل میں ہوئی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری نے آپ کو سب سے پہلے ''بسم اللہ'' پڑھائی اوریوں آپ کی تعلیمی زندگی کی ابتداء ہوئی۔ابتدائی تعلیم کا پہلا مرحلہ اپنے وطن ''گمتھلہ'' میں حضرت عالی رائپوریؒ کے قائم کردہ مکتب تعلیم القرآن میں طے کیااس مکتب کی خاص بات یہ ہے کہ مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ اس کے پہلے مدرس تھے اس مکتب میں اسی زمانے میں حافظ مقصود احمد رائپوری بطور مدرس قرآن مقرر تھے آپ نے ان سے قرآن کریم حفظ کرنا شروع کیا۔کچھ عرصہ بعد آپ اپنے ننھیالی گاؤں سکروڈھ تشریف لے گئے اس قصبہ میں بھی حضرت عالی رائپوریؒ کی عنایات سے ایک بہترین مکتب اور مدرسہ قائم تھا آپ کے والد گرامی حضرت رائپوری ثالث کی اس قصبہ میں وقتاً فوقتاً آمد کی وجہ سے اس مکتب کی نگرانی بھی انہی کے سپرد تھی۔آپ نے اس مکتب میں بھی تعلیم حاصل کی، یہاں آپ کے اساتذہ حافظ ولی محمد صاحب اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب تھے حافظ ولی محمد صاحب سے آپؒ نے قرآن پاک کی دہرائی مکمل کی اور مولانا محمد یعقوب صاحب سے اردو نوشت وخواں اور فارسی میں مہارت حاصل کی(1786)

حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کو مولانا شاہ سعید رائپوریؒ کی استعداد اور صلاحیت پر بڑا اعتماد تھا اس لیے آپؒ کو 1950ء میں اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا حضرت ثانیؒ اپنی مجالس میں نام لے آپ کی تعریف فرمایا کرتے تھے چنانچہ فرمایا کرتے تھے

''مولوی سعید احمد تو واقعی سعید ہیں''

اسی طرح پاکستان میں اپنے متوسلین کو لکھے جانے والے خطوط میں آپؒ کا پورا تعارف کراتے ہوئے فرماتے ہیں

''حضرت مولانا مولوی عبدالعزیز گمتھلوی (رائے پوری) سلمہ حال وارد سرگودھا، ہمارے پیر کے صاحبزادہ (نواسہ) ہیں ان کے ہونہار صاحبزادے مولوی سعید احمد ہیں جو کہ واقعی اسم بامسمیٰ ہیں''(1787)

آپؒ نے 30 سال تک حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری کی صحبت میں وقت گذارا پھر 1962ء کے بعد تقریباً 30 سال کا عرصہ آپ نے اپنے والد گرامی حضرت شاہ عبدالعزیز کی خدمت کی اور صحبت اٹھائی اس طرح گویا آپ نے دو مشائخ رائے پور سے پورا پورا کسب فیض کیا (1788) 1962ء میں حضرت رائے پوری ثانیؒ کے وصال کے بعد ان کے جانشین اور آپ کے والد محترم مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ کی زیر پرستی ''جمعیت طلباء اسلام'' قائم کی جو ''حزب الانصار'' کا ہی ایک رخ تھی جس کی ایک بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس کے مقاصد میں طلباء کے اذہان میں اسلامی انقلاب لانا تھا دوسری بڑی خصوصیت یہ بھی تھی کہ اس جماعت کا سلسلہ نسبت حضرت شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا عبید اللہ سندھی اور شیخ الہند سے ہوتا ہوا امام انقلاب حضرت شاہ ولی اللہ تک جاملتا ہے(1789)

1970ء میں ''جمعیۃ علماء اسلام'' کے انتخابی منشور میں انقلابی دفعات شامل کرانے میں اہم کردار ادا کیا مولاناؒ ذہنی طور پر بائیں بازوں سے تعلق رکھنے والے ممالک اور جماعتوں کے زیادہ قریب تھے اور یہ وہی پالیسی ہے جس پر 1970ء 1971ء کے انتخابات میں ''جمعیۃ علمائے اسلام'' عمل پیرا رہی اور مولانا غلام غوث ہزاروی اپنے آخری سانس تک اسی پر عمل پیرا رہے۔لیکن

---

1786۔ آزاد، عبدالخالق، مفتی، مشائخ رائے پور دار المحققین والاشاعت، لاہور، 2006، ص 181

1787 . آزاد، عبدالخالق، مفتي، سوانح شاہ عبدالرحیم رائپوري، 92

1788۔ آزاد، عبدالخالق، مفتي، مشائخ رائپوري، ص 190 تا 191

1789۔ سہ ماہی مجلہ شعور وآگاھی، ج 5، شمارہ 3، س 114، جولائی تا ستمبر 2013، لاھور



toobaafoundation.com

وقت کے ساتھ ''جمعیۃ علمائے اسلام''(مفتی گروپ) نے اپنی یہ پالیسی بدل ڈالی اور وہ ان جماعتوں کے ساتھ جا بیٹھی جو دنیا میں روس کے مقابلہ کیلئے سامراج کی بالا دستی کی حامی ہیں جن میں مولاناؒ کے خیال میں ''جماعت اسلامی'' اور ''مصر کی اخوان المسلمین'' سر فہرست ہیں۔ مولانا سعید احمد رائپوریؒ چونکہ جمعیت علمائے اسلام کی نئی پالیسی کے حامی نہ تھے اور وہ اس کے خلاف مجالس میں گفتگو فرماتے تھے اس لیے دونوں میں فاصلے بڑھنے لگے اور بالآخر دونوں کے راستے جدا جدا ہو گئے۔

مولانا سعید احمد رائے پوری 1976 تک اپنے انقلابی یا ترقی پسند خیالات کے باوجود ''جمعیۃ علمائے اسلام'' کے رہنما اور جمعیت طلبائے اسلام کے سرپرست رہے اس وقت نہ توان پر فتویٰ لگا اور نہ ہی ان کے خلاف کوئی تحریک چلی۔ لیکن جب وہ اپنے انہی انقلابی خیالات کے ساتھ تنظیم فکر ولی اللہی'' کی بنیاد رکھتے ہیں اور وہ جہاد افغانستان کو سفید اور سرخ سامراج کی جنگ قرار دیتے ہیں تو ان پر فتوے لگنے شروع ہو جاتے ہیں اور ان کو بے دین اور گمراہ قرار دیا جانے لگتا ہے(1790)

1973 سے 1976ء تک ''جمعیت علماء اسلام'' کے ترجمان رسالے ''ترجمان اسلام'' کی مجلس ادارت میں آپ نے کام کیا۔ 1974ء میں آپ کی سرپرستی میں ''جمعیۃ علماء اسلام'' کے نوجوانوں نے ''تحریک تحفظ ختم نبوت'' میں بھرپور کردار ادا کیا۔ اسی طرح 1974ء ہی میں ''جمعیۃ طلباء اسلام'' کا ترجمان ''مجلہ عزم'' سیریز کی شکل میں شائع ہونا شروع ہوا جو اب تک نامساعد حالات کے باوجود اپنا تسلسل برقرار رکھے ہوئے ہے۔

1987ء میں آپ نے ''جمعیۃ طلباء اسلام'' کو اگلے مرحلے میں داخل کرتے ہوئے ''تنظیم فکر ولی اللہی کے نام سے جماعت بنائی جیسے حضرت رائے پوری ثالثؒ کی ممکن سرپرستی اور تائید حاصل تھی ان دونوں تنظیموں کا مقصد کالجز اور یونیورسٹیز کے طلباء کے ساتھ ساتھ سوسائٹی کے دیگر نوجوانوں کو بھی اس مشن میں شامل کرنا تھا تنظیم سازی اور نظم وضبط کے ساتھ دینی کام ان کی گھٹی میں پڑا تھا۔ اس لیے انفرادیت کی بجائے اجتماعیت کا فہم و شعور زیادہ تھا جو کہ عصر حاضر کے کم ہی بزرگوں میں پایا جاتا ہے وہ جس سلسلے اور فکر سے تعلق رکھتے تھے اس کا بھی یہی تقاضا تھا کہ کسی جماعت میں رہ کر اجتماعی کام کریں اور دنیا میں بحق انسانیت مثبت تبدیلی لائیں چنانچہ جب ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے تو پہلے ''جمعیۃ علمائے اسلام'' میں رہ کر کام کیا لیکن بعد میں ''تنظیم فکر ولی اللہی پاکستان'' کو آپؒ نے اپنی ان تھک جدوجہد اور اخلاص کی بدولت کامیاب بنایا یہی وجہ ہے کہ آج یہ تنظیم جاندار اور منظم اجتماعیت لیے ہوئے ہے۔

آپؒ نے ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ کے نام سے 2001ء لاہور میں ایک شاندار ادارہ قائم کیا جس میں خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے معمولات کے مطابق متعلقین کی تعلیم و تربیت کا اہتمام ہوتا ہے آپؒ نے کراچی، سکھر، ملتان اور راولپنڈی میں بھی اسی طرز پر اس ادارے کے ریجنل کیمپس قائم کیے جو نوجوان نسل کو صحیح اسلامی تعلیمات کا علم بہم پہنچانے کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کی ضرورتوں کے پیش نظر سیاسی عقل و شعور کی بھی عملی تربیت دیتے رہے ہیں تاکہ سوسائٹی میں ایک جاندار اور مثبت تبدیلی لائی جا سکے (1791)

---

1790۔ محمد انس حسان، ولی اللھی فکر کے فروغ میں مولانا شاہ سعید احمد رائپوری کا حصہ، ص120

1791۔ سہ ماہی مجلہ "شعور و آگہی"، ص66، ج5، شمارہ 3، جولائی تا ستمبر 2013، لاہور



toobaafoundation.com

2002ء میں "ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ" سے الحاق کرنے والے مدارس دینیہ کا ایک بورڈ "نظام المدارس رحیمیہ پاکستان" کے نام سے قائم کیا جس میں اب تک ملک بھر کے پچاس سے ساٹھ کے قریب مدارس ملحق ہیں حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ قافلہ ولی اللّٰہی کے اکیسویں صدی کے سالارِ اعظم تھے یہی وجہ تھی کہ سال بھر تبلیغی اور تربیتی ملکی دوروں کا سلسلہ جاری رہتا تھا ان دوروں کے دوران کالجز ویونی ورسٹیز کے طلباء اور سوسائٹی کے دیگر پڑھے لکھے نوجوانوں سے ملتے تھے انہیں اپنے مشن کا مقصد سمجھاتے اور اسلام کے غلبے کی جدوجہد میں اپنے ساتھ شریک ہونے کی دعوت دیتے تھے آپؒ کا اسلوب دعوت بڑا موثر اور فطری ہوتا تھا آپؒ کی مختصر سی گفتگو بھی دماغ میں بندھی بہت سی گرہیں کھول دیتی تھی۔ ایسے ہی ایک دعوتی سفر کے دوران ایک مجلس میں ایک طالب علم نے سوال کیا کہ حضرت آپ کی جماعت اور پاکستان کی دیگر دینی وسیاسی جماعتوں میں کیا فرق ہے؟ حضرتؒ نے جواب میں فرمایا تھا کہ !

"دیکھو! پاکستان میں جتنی بھی جماعتیں ہیں وہ تو صرف ایک مسئلے کی جماعتیں ہیں۔ تبلیغ کے مسئلے پر ایک جماعت ہے جہاد کے مسئلے پر ایک جماعت ہے۔ اسلامی سیاست کے نام پر ایک جماعت ہے لیکن الحمد اللہ! ہماری جماعت امت مسلمہ کے تمام مسئلوں کو حل کرنے والی جامع نظریے کی حامل ہے یہی فرق ہم میں اور دیگر جماعتوں میں ہے"(1792)

اسی طرح حضرت رائے پوری ثالثؒ کے وصال کے بعد خانقاہ رائے پور (ہندوستان) کا پہلا سفر 1419ھ/1999ء میں ہوا اس کے بعد 2006ء سے لے کر 2009ء تک یہ سلسلہ مسلسل جاری رہا۔ 1431ھ/2010ء میں حج کے سفر کی وجہ سے رائے پور کا سفر نہ ہو سکا اور آخری ڈیڑھ دو سال بیماری اور کمزوری کی وجہ سے رائے پور جانا نہ ہو سکا(1793)

آپؒ نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے حوالے سے بہت زیادہ فکر مند رہتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ آج کا نوجوان فکر معاش کی وجہ سے ملٹی نیشنل کمپنیوں کا غلام ہو کر رہ گیا ہے انہیں یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ اصل میں اس ملک کا وہی وارث ہے یہود ونصاریٰ، سرمایہ داروں اور وڈیروں نے اس کی غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے ملک پر قبضہ کر رکھا ہے اسی غرض سے وہ مختلف عنوانات کے تحت ملک بھر کے بڑے شہروں میں ہمیشہ تعلیمی اور تربیتی سیمینار منعقد کرواتے رہتے تھے اس حوالے سے وہ نوجوانوں کو یہ پیغام پہنچاتے تھے کہ

"جس طرح ماضی میں ان کے بزرگوں نے مظلوموں کو ظالموں کے چنگل سے نکالا ہے اور تاریخ انسانی میں اپنا نام پیدا کیا ہے، بالکل اسی طرح وہ بھی ایسا کارنامہ سرانجام دے سکتے ہیں اور تاریخ میں اپنا نام پیدا کر سکتے ہیں" (1794)

وہ خاص طور پر سلسلہ ولی اللّٰہی کے بزرگوں کے کارہائے نمایاں کو اجاگر کر کے نوجوان نسل کو ان کے ساتھ جوڑتے تھے چنانچہ اسی سلسلے میں انہوں نے 2004ء میں "شاہ ولی اللہ سیمینارز کی سیریز"، 2007ء میں جنگ آزادی کے 150 سال مکمل ہونے پر "جنگ آزادی 1857ء سیمینار" اور 2011ء میں مظلوم مزدوروں کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لئے راولپنڈی میں "یوم مئی سیمینار"، منعقد کروائے تھے۔ ان سیمینارز میں نوجوانوں کو آزادی وحریت، مظلوموں کی حمایت، دین کی سچی تعلیمات کے تناظر میں انقلابی جدوجہد کا پیغام دیتے تھے حضرتؒ فرماتے تھے کہ:

---

1792۔ سہ ماہی مجلہ "شعور وآگہی"، ص66، ج5، شمارہ3، جولائی تا ستمبر 2013، لاہور، ص66 تا 67

1793۔ محمد انس حسان، ولی اللّٰہی فکر کے فروغ میں مولانا شاہ سعید احمد رائپوری احصہ، ص120

1794۔ سہ ماہی مجلہ، شعور وآگہی، ص67، ج5، شمارہ3، جولائی تا ستمبر 2013



toobaafoundation.com

''ظلم وستم سے لوگوں کو بچانااور سودی معیشت سے لوگوں کی جان چھڑانااصل اسلام ہے''[1795]

آپؒ نے نوجوان نسل میں دین اسلام کی جامعیت کا بھرپور شعور اور دین کے غلبہ کا نظریہ منتقل کرنے کے لیے مختلف ''مدارس دینیہ'' اور مراکز علمیہ'' کی ہمیشہ سرپرستی فرمائی۔اس حوالے سے درج ذیل مدارس اور مراکز علمیہ کی تربیت، نگرانی اور سرپرستی پورے اخلاص وللہیت کے ساتھ فرماتے رہے۔

۱۔ جامعہ تعلیم القرآن (ریلوے مسجد ہارون آباد)

۲۔ جامعہ اشاعت العلوم (مرکزی جامع مسجد چشتیاں)

۳۔ مدرسہ انوارِ ہدایت (دین پور ضلع بہاولنگر)

۴۔ جامعہ نعمان بن ثابت (بوریوالہ)

۵۔ جامعہ مدنیہ (ڈیرہ اسماعیل خان)

۶۔ جامعہ خادم علوم نبوۃ (حسن ابدال)

۷۔ مدرسہ رحیمیہ دارالقرآن (اسلام آباد)

۸۔ جامعہ عثمانیہ (جھنگ)

۹۔ مدرسہ فتح الاسلام سعیدیہ (حیدرآباد)

مدینۃ الاولیاء ملتان میں ممتاز جامعہ بہاءالدین زکریاؒ کے شعبہ علوم اسلامیہ کے چیئرمین حضرت مولانا مفتی سعیدالرحمن مجاز حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ شعبہ علوم اسلامیہ کے طلباء میں دین کی تعلیم و تعلّم کا بھرپور شعور پیدا کرنے کی جدوجہد میں مصروف عمل ہیں۔آپ کی نگرانی اور تربیت کے نتیجہ میں ملک بھر کے نوجوان فیض یاب ہورہے ہیں۔[1796]

مولانا شاہ سعید احمد رائپوری نے پورے ملک میں ''نظام المدارس الرحیمیہ'' کے عنوان سے ایک سلسلہ پشاور سے کراچی تک قائم کیا۔آپؒ نے ولی اللہی لٹریچر کی اشاعت کے لیے مختلف اشاعتی ادارے اور مجلات ورسائل کی سرپرستی بھی کی جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ ترجمان اسلام (1973 - 1976)

۲۔ مجلہ عزم (1973ءتاحال)

۳۔ مجلہ العزیز (2008ءتاحال)

۴۔ ماہنامہ رحیمیہ (2009ءتاحال)

۵۔ سہ ماہی شعور و آگہی (2009ءتاحال)

ولی اللہی لٹریچر کی اشاعت کیلئے ''شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن'' اور ''رحیمیہ مطبوعات'' کی سرپرستی فرمائی۔

---

1795۔ ایضاً

1796۔ آزاد، عبدالخالق، مفتی مشائخ رائپورؒ، ص196تا198



toobaafoundation.com

جہاں تک آپؒ کے سیاسی ذوق اور مسلک و مشرب کا تعلق ہے تو وہ وہی تھا جو آپ کے شیوخ اور دیگر آزادی پسند علماء کا تھا آپؒ سیاسی طور پر حضرت مدنیؒ اور حضرت رائے پوری ثانیؒ کے نقطۂ نظر کے قائل تھے اور برصغیر کی تقسیم کو مسلمانوں کے لیے مضر خیال آتے تھے بعد کے حالات نے ثابت کیا کہ ان حضرات کا موقف بالکل درست تھا۔

آپؒ کو جمعیۃ علماء ہند اور مجلس احرار کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ان حضرات کی للہیت، خلوص اور سیاسی بصیرت سے آپؒ بہت متاثر تھے اور انہی کے سیاسی نقوش پر آپ کی سیاسی فکر پروان چڑھی تھی یہ وہ دور ہے جب برصغیر کے آزادی پسند حلقوں نے (جن میں ولی اللہی جماعت کے اکابرین پیش پیش تھے) انگریز سامراج کے ناک میں دم کر رکھا تھا آزادی و حریت کی تحریک، قومی تحریک کا رخ اختیار کر گئی۔ اس فکری و تحریکی ماحول میں انگریز سے نفرت کے جذبات جوبن پر تھے حضرتؒ نے جس سیاسی ماحول اور جن آزادی پسند رہنماؤں کی صحبت میں تربیت پائی تھی اس نے ان میں سیاسی مرعوبیت ختم کر دی تھی۔ ان کا ماننا تھا کہ دنیا میں جتنے بھی انقلاب آئے ہیں، وہ عدم تشدد کے اصول پر آئے ہیں(1797)

آپؒ نے دین کی جامعیت کے نظریے کو فروغ دیا اور دین کی جامعیت کا یہ فلسفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کی جماعت سے اخذ کیا (1798) چنانچہ آپؒ خود فرماتے ہیں۔

''شاہ ولی اللہ دہلوی کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ شریعت، طریقت اور سیاست تینوں کے امام ہیں بد قسمتی سے زوال کے دور میں ان تینوں شعبوں کو الگ الگ کر دیا گیا اس لیے آج کے دور میں اس نظریے کو زندہ کرنا ضروری ہے'' (1799)

اس سے بھی بڑا اور اہم کام اس ذیل میں آپ نے یہ کیا کہ دین کے اس جامع فلسفہ کے تناظر میں نوجوانوں کی تربیت کی۔ استاذِ محترم مفتی ڈاکٹر سعید الرحمن صاحب لکھتے ہیں کہ

''آپؒ نے جس دانائی اور تدبر سے اسلام کے تمام شعبوں، شریعت، طریقت اور سیاست کے مابین توازن پر مبنی اس فکر کو فروغ دیا۔۔۔ نہ صرف یہ، بلکہ آپ نے اس فکر سے منسلک نوجوانوں کی تربیت کی صبر آزما، مگر نتیجہ خیز جدوجہد کی وہ اس دور کا ''تجدیدی کارنامہ'' کہلانے کا استحقاق رکھتا ہے'' (1800)

حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ ان کا ایک انتہائی عمدہ وصف یہ تھا کہ انہوں نے انفرادی سوچ کی بجائے اجتماعی سوچ پیدا کی اور اسی سوچ کے تحت ایک مکمل اور منظم جماعت بھی تیار کی۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ دورِ حاضر میں وہ فکر یا جماعت کامیاب نہیں ہو سکتی جس میں جماعت سازی کے نبوی اصولِ تربیت سے انحراف برتا جائے گا۔ آپ نے ایک ایسی جماعت تیار کر دی جو ولی اللّٰہی فکر و نظریہ کے حوالے ان کی صحیح جانشین اور اس فکر کی اساس پر غلبہ دین کی جدوجہد کے اعتبار سے مکمل تربیت یافتہ جماعت ہے۔ آپ نے جماعت کی تربیت کے حوالے سے نبوی اصولِ تربیت پر عمل کرتے ہوئے شخصیت پرستی اور ذاتی تحسین کے جذبات و احساسات کو بھی غالب نہ ہونے دیا بلکہ اس کے برعکس انہوں نے بلند تر نصب العین کے تحت ولی اللّٰہی جماعت کا تعارف اور اسی سانچے میں ڈھلی ہوئی جماعت تیار کی، جسے ہم بلا مبالغہ

---

1797۔ محمد انس حسان، ولی اللہی فکر کے فروغ میں مولانا شاہ سعید احمد رائپوری کا حصہ، ص318۔329

1798۔ ایضاً، ص290

1799۔ ماھنامہ رحیمیہ، ج3، شمارہ3، ص7، مارچ 2011، لاھور

1800۔ سہ ماہی شعور و آگہی، ج5 شمارہ1، ص111، جنوری۔ مارچ 2013، لاھور



toobaafoundation.com

ولی اللّٰہی جماعت کے تیسرے دور کی دوسری کڑی قرار دے سکتے ہیں۔ آپ مکمل ایمانداری اور کامل یقین کے ساتھ ولی اللّٰہی فکر و عمل کی توانائی اپنی تربیت یافتہ جماعت میں منتقل کر کے خود بطور ''نفس مطمئنہ'' اپنے رب کے حضور پیش ہو گئے۔ جماعت کی تیاری و تربیت کے حوالے سے آپ نے دو اسلوب اپنائے۔

الف) نوجوانوں میں فکر و شعور پیدا کیا اور ولی اللّٰہی جماعت کی مساعی سے انہیں متعارف کروایا نیز اسی فکر کے بنیادی اساسی اصولوں پر ان کی تربیت فرمائی۔ اس حوالے سے انہیں بہت سی مشکلات و مسائل کا سامنا بھی کرنا پڑا لیکن کوئی چیز انہیں ان کے نصب العین اور جدوجہد سے ہٹا نہ سکی۔ انہوں نے ولی اللّٰہی فکر کے عظیم شارح مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے انقلابی قرآنی اصولوں پر نوجوانوں کو اجتماعی اور قومی سوچ کے تحت منظم کیا۔ مروجہ غلامانہ نظامِ تعلیم سے ہٹ کر ان کے لئے الگ نظامِ تعلیم و تربیت وضع کیا جس میں غلامانہ سوچ اور مرعوبیت کا نام و نشان تک نہیں۔ جماعت سازی کے حوالے سے آپ کے اس اسلوب کو ہم ''عمومی اسلوبِ تربیت'' کہہ سکتے ہیں۔

ب) دین کی جامعیت کے ولی اللّٰہی فلسفہ کی مکمل تربیت کے بعد آپ نے منتخب افراد کو اپنے فکر و عمل کا جانشین مقرر فرمایا۔ آپ نے ولی اللّٰہی فکر کا تعارف اور خانقاہِ رائے پور کی توسیع و ترقی کے لئے ان کو اجازت و خلافت سے سرفراز کیا۔ تاہم تربیت اور رہنمائی کا سلسلہ ہمیشہ جاری رکھا۔ نظریہ کی منتقلی اور تربیت کے حوالے سے خصوصی توجہ ہمیشہ مرکوز رکھی۔ نیز اپنے جامع اوصاف و کمالات اس جماعت میں منتقل کر دیے۔ جماعت سازی کے حوالے سے آپ کے اس اسلوب کو ہم ''خصوصی اسلوبِ تربیت'' سے موسوم کر سکتے ہیں۔

''عمومی اسلوبِ تربیت'' کے تحت تو آپ نے ہزاروں باصلاحیت نوجوانوں کے قلوب میں ولی اللّٰہی فکر کی جامعیت اور اس فکر کی اساس پر غلبہ دین کی جدوجہد کا نظریہ پیدا کیا جبکہ ''خصوصی اسلوبِ تربیت'' کے تحت علم و فکر کے ایسے چراغ روشن کیے جن کی روشنی میں نوجوانوں کی یہ منظم جماعت حریت و آزادی اور عدل و انصاف کا سبق پڑھ رہی ہے۔ مولانا قاری محمد شوکت علی جمال پوری (ہندوستان) نے بجا طور پر لکھا ہے کہ:

''یہ ایسی پاک نفوس پر مشتمل مقدس جماعت ہے جن کی زیارت باعث برکت ہے اور خیر کا سرچشمہ ہے۔''

آپ نے 1993ء سے 2012ء تک 30 منتخب حضرات کو اپنی طرف سے اجازت و خلافت کا منصب عنایت فرمایا۔

## مفتی عبدالخالق آزاد

مفتی عبدالخالق آزاد کے دادا محمد نواز خاں صاحب شاہ عبد القادر رائے پوریؒ سے خاص عقیدت رکھتے تھے۔ جبکہ والد محترم راؤ عبد الرؤف خاں صاحب (1920ء۔ 2003ء) کو خانقاہِ رائے پور سے خصوصی مناسبت تھی۔ وہ شاہ عبد القادر رائے پوری، مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری اور مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ جیسے بزرگوں کی معیت میں رہے، ان حضرات سے خصوصی استفادہ کیا اور ان کی فکر کو مکمل طور پر جذب کیا۔ تقسیم کے عمل کے بعد والد صاحب پاکستان تشریف لے آئے اور ''ہارون آباد'' میں سکونت اختیار کی۔ محترم عبد الرؤف خاں صاحب، مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز اور موجودہ حضرت مفتی عبدالخالق آزاد کے والد ماجد بھی ہیں۔ آپ کا پورا خاندان ولی اللّٰہی فکر اور خانقاہِ رائے پور سے خصوصی مناسبت رکھتا ہے اور اسی ماحول میں آپ کی پیدائش ہوئی اور آپ نے تربیت کے مراحل طے کیے۔



toobaafoundation.com

حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے وصال کے بعد خلفاء نے باتفاق رائے آپؒ کو جانشین تسلیم کیا اور حضرت کے تمام خلفاء و متوسلین نے آپ پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے آپ کی رہنمائی و سرپرستی میں ولی اللّٰہی فکر کے فروغ کے لئے کام کرنے کا عزم کر رکھا ہے۔ حضرتؒ کے انتقال کے موقع پر آپ نے جس حوصلہ اور بردباری سے کام لیا اور اب جس طریقے سے حضرت کی فکر کو آگے بڑھا رہے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ مکمل طور پر حضرت کی جانشینی کا حق ادا کر رہے ہیں۔ آپ کی جانشینی کا اعلان مفتی عبدالمتین نعمانی (مجاز و خلیفہ) نے فرمایا اور مجمع عام کے سامنے حضرت کے خلفاء اور اہل مشاورت کی تحریر کردہ یادداشت پڑھ کر سنائی:

”حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب باصلاحیت عالمِ دین ہیں۔ حضرت نے اپنی حیات میں خانقاہی امور کی انجام دہی کے لئے مفتی صاحب پر اعتماد کیا۔ انہوں نے حضرت کے حسب منشا ہر رمضان المبارک میں قرآنی علوم کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا۔ وہ ہندوستان میں خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے اسفار میں حضرت کے ساتھ رہے۔۔۔ حضرت نے اپنی زندگی میں اپنی نمازوں کی امامت بھی انہیں ہی سونپ دی تھی اور زندگی کے آخری سالوں میں وہ شب و روز حضرت کی تربیت و خدمت میں رہے۔ اس لئے ہم بھی ان پر اپنے اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔“ (1801)

اس حوالے سے مفتی عبدالغنی قاسمی لکھتے ہیں کہ:

”اسی طرح اپنی زندگی میں ہی انہیں سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کا جانشین مقرر کر دیا تھا۔ اپنے وصال سے 10 روز پہلے حضرت مفتی صاحب مدظلہ کو وصیت فرماتے ہوئے نہ صرف تمام امور سپرد فرمائے بلکہ اپنی جائیداد کی وراثت کو شریعت کے مطابق تقسیم کرنے جیسے امور بھی انہیں سپرد کیے اور اپنے اہلِ خانہ اور متعلقین کو ان کی بات ماننے کا حکم فرمایا تھا۔“ (1802)

تصنیف تالیف کا خصوصی ذوق رکھتے ہیں اور اس معاملے میں اس اعتبار سے انفرادیت رکھتے ہیں کہ خانقاہِ رائے پور کے مشائخ میں پہلے شیخ ہیں جو یہ ذوق رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ اب تک درج ذیل کتب تصنیف کر چکے ہیں۔

(1) مشائخِ رائے پور قدس اللہ اسرارہم
(2) سوانح حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم رائے پوریؒ
(3) نور البصر ﷺ (تسہیل و تخریج)
(4) خطبات و مقالات مولانا سندھی (ترتیب و تقدیم)
(5) شعور و آگہی (تدوین نو)

ان کے علاوہ شاہ صاحب کی بعض کتب کو تقدیم و حواشی کے ساتھ شائع کر چکے ہیں اور بہت سی کتب زیر تدوین ہیں۔ جن میں مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی نایاب کتاب ”التمہید“ کا ترجمہ و تعلیقات سرفہرست ہے۔ مضامین کی تحریر کا سلسلہ مجلہ عزم سے کیا اور اس کی ادارت میں شامل رہے۔ اس کے علاوہ ”رحیمیہ“ اور ”شعور و آگہی“ میں آپ کے تواتر اور تسلسل سے شائع ہونے والے وقیع علمی و تحقیقی مقالات آپ کے علم، مشاہدے اور تجزیے کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

**پروفیسر ڈاکٹر مفتی سعید الرحمن**

---

1801۔ مجلہ عزم: (سیریز نمبر 264)، ملتان، نومبر۔ دسمبر 2012ء، ص 71

1802۔ ماہنامہ رحیمیہ، لاہور، اکتوبر۔ نومبر 2012ء، ص 16



toobaafoundation.com

ولادت باسعادت

پروفیسر ڈاکٹر مفتی سعید الرحمن اپنے آبائی گاؤں رحمن آباد (چکوال) میں 1378ھ/1959ء میں مشہور عالم دین مولانا بدیع الزمانؒ (2000ء۔ 1931ء) کے ہاں پیدا ہوئے۔ ذات اور برادری کے اعتبار سے آپ ''اعوان'' ہوتے ہیں۔

آپ 1416ھ/ 1996ء سے 2019 تک شعبہ علوم اسلامیہ بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی ملتان میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ ''شعبہ علوم اسلامیہ'' کے نصاب کی تیاری اور ترقی میں دیگر اساتذہ کے ساتھ ساتھ آپ کا بڑا نمایاں کردار رہا ہے۔ تقریباً 8 پی۔ایچ۔ڈی اور 36 ایم۔ فل سطح کے تحقیقی مقالات آپ کی نگرانی میں طلباء نے مکمل کیے ہیں۔ ایم۔ اے سطح کے مقالات کی تعداد کافی زیادہ ہے۔ آپ ایک کامیاب استاد اور بہترین محقق ہیں۔

جن دنوں آپ ''جامعہ علوم اسلامیہ'' میں زیر تعلیم تھے انہی دنوں حضرت مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوری قدس سرہٗ بھی اکثر ''جامعہ'' میں تشریف لاتے رہتے تھے۔ دورانِ تعلیم ہی آپ ان کے گرویدہ ہو گئے اور ان سے اپنا روحانی تعلق قائم کر لیا۔ مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے بھی اسی دوران تعارف ہوا، جو ان دنوں ''جمعیت طلباء اسلام'' کو منظم کرنے اور ولی اللّٰہی فکر کو نوجوانوں میں منتقل کرنے کی مساعی میں مصروفِ عمل تھے۔ دورانِ تعلیم ہی آپ حضرت شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ کی سرپرستی اور حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی راہنمائی میں ولی اللّٰہی فکر اور جماعت سے وابستہ ہو گئے۔ اس پاداش میں آپ کو بہت سی مشکلات اور مسائل کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ تاہم آپ مکمل یکسوئی اور کامل لگن کے ساتھ اس فکر سے منسلک رہے۔ اسی دوران آپ سلوک واحسان کی منازل طے کرنے میں کامیاب ہوئے اور اپنے شیوخ سے مکمل طور پر مستفید ہوتے رہے۔ 1412ھ/1992ء میں مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ کے انتقال کے بعد براہِ راست مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے زیر تربیت رہے۔ مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کو آپ پر بہت اعتماد تھا۔ چنانچہ اکثر فرماتے تھے کہ:

''یہ (یعنی مفتی سعید الرحمن صاحب) ہمارے عہد کے مفتی کفایت اللہ دہلویؒ ہیں۔'' ([1803])

مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے دین کی جامعیت کے ولی اللّٰہی فلسفے کے تناظر میں آپ کی خصوصی تربیت فرمائی اور آپ کو اس فکر کے فروغ اور نوجوانوں میں اس فکر کی ترویج واشاعت کے لئے ہارون آباد کے قیام میں اجازت وخلافت کے اہم منصب پر فائز فرمایا۔

آپ کی عصری مصروفیات درج ذیل ہیں۔

(1) حضرت کی حیات میں ''ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ'' کی صدارت کے فرائض سرانجام دیے اور اب سرپرستی فرما رہے ہیں۔

(2) سہ ماہی ''شعور وآگہی'' کی مجلس ادارت میں شامل ہونے کے ساتھ ''مجلہ عزم'' اور ''رحیمیہ'' کی بھی سرپرستی فرما رہے ہیں۔

(3) بہاء الدین زکریا یونیورسٹی (ملتان) میں ''شعبہ علوم اسلامیہ'' کے چیئرمین کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ آپ کی سرپرستی میں ''شعبہ علوم اسلامیہ'' مسلسل ترقی کی طرف گامزن ہے۔

---

1803۔ ماہنامہ رحیمیہ، جلد نمبر 5، شمارہ نمبر 9، لاہور، ستمبر 2013، ص 3



toobaafoundation.com

(4) بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی (اسلام آباد) کے ''بورڈ آف شریعہ اینڈ لاء'' کے ممبر ہیں۔
(5) ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ملتان کیمپس) میں نوجوانوں کی فکری وشعوری تربیت کے لئے مسلسل جدوجہد کر رہے ہیں۔
(6) حضرت مفتی عبدالخالق آزاد کے رفیقِ کار اور ان کی سرپرستی میں ولی اللّٰہی فکر کو پھیلانے کے لئے بھرپور اور موثر کردار ادا کر رہے ہیں۔

تو من شدم من تو شدی
تو تن شدم من جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں
من دیگرم تو دیگری

آپ درج ذیل کتب تحریر کر چکے ہیں۔

(1) جریمۃ البغی فی الشریعۃ الاسلامیہ (عربی)
(2) ایمان کی چھاؤں میں (اردو)
(3) زہد: مفہوم اور تقاضے (اردو)
(4) تذکرہ موسیٰ پاک شہید (اردو)

ان کتب کے علاوہ ''استحسان بحیثیت ماخذ قانون (ایک تقابلی جائزہ)'' کے عنوان سے پی۔ایچ۔ڈی کا وقیع مقالہ بھی تحریر کر چکے ہیں جو ہنوز شائع نہیں ہو سکا ہے۔ ایک درجن سے زائد تحقیقی مقالات بھی تحریر کر چکے ہیں جو ملک کے علمی و تحقیقی مجلات میں شائع ہو کر دادِ تحسین پا چکے ہیں۔ دو درجن کے قریب علمی و تحقیقی کانفرنسز میں بھی شرکت کر چکے ہیں۔

## مفتی عبدالمتین نعمانی

آپ حضرت شاہ عبد القادر رائے پوریؒ کے مرید خاص اور مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کے خصوصی شاگرد تھے۔ انہوں نے حضرت رائے پوری ثانیؒ کے مشورے سے ''مدرسہ عربیہ اسلامیہ'' کے نام سے ایک دینی مکتب بھی قائم کیا تھا۔

آپ حضرت کے قائم کردہ ''نظام المدارس الرحیمیہ'' کے سربراہ بھی ہیں۔

مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ اور مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے آپ کا تعارف و تعلق تو بہت شروع سے تھا تاہم 1397ھ/1977ء میں مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی فکر سے آپ کا باقاعدہ تعارف ہوا۔ چنانچہ انہی کی ایماء اور کوشش سے آپ نے 1399ھ/1979ء میں فیصل آباد میں مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔ ''جامعہ علوم اسلامیہ'' میں جن دنوں آپ تعلیم حاصل کر رہے تھے انہی دنوں مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ اور مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ اکثر تشریف لایا کرتے تھے اور آپ کی فکری تربیت فرماتے رہتے تھے۔ درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد یہ تعلق اور مضبوط ہوتا چلا گیا۔ مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ کے وصال کے بعد مولانا شاہ سعید احمد رائے



toobaafoundation.com

پوریؒ کی توجہ و تربیت حاصل رہی۔ آپ حضرت کے ہر دورہ ہندوستان میں حضرت مفتی عبدالخالق آزاد کی طرح ہمراہ رہے اور خانقاہ میں بیانات کی ذمہ داری رہی۔[1804]

مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے آپ کی تربیت ولی اللّٰہی فکر کی روشنی میں فرمائی اور اپنی مسلسل توجہات اور نوازشات سے آپ کی فکری و شخصی تربیت کی۔ اس دوران آپ بھی اپنے شیخ کی فکر میں مکمل طور پر رنگ چکے تھے۔ چنانچہ 1419ھ/ 1999ء میں جب حضرت ہارون آباد تشریف لائے تو مفتی عبدالخالق آزاد اور آپ کو ایک ہی مجلس میں اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ حضرتؒ کو آپ پر بہت اعتماد تھا۔ چنانچہ فرماتے تھے کہ:

''ان جیسے بے باک اور نڈر علماء ہماری جماعت میں آتے رہے تو ہم پاکستان میں سرمایہ دارانہ نظام کی بساط لپیٹ دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔'' [1805]

حضرت شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے وصال کے بعد مفتی عبدالخالق آزاد کی جانشینی کا اعلان آپ ہی نے فرمایا تھا اور اب ان پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے ان کی سرپرستی اور رہنمائی میں ''تنظیم فکر ولی اللّٰہی'' کے انتہائی اہم ذمہ دار کی حیثیت سے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

## مفتی عبدالغنی قاسمی

آپ مولانا عبد الرشید نعمانی ؒ کے خصوصی شاگرد ہیں اور اپنا تخصص کا تحقیقی و علمی مقالہ ''شرح الایثار فی معرفۃ رواۃ الآثار'' کے عنوان سے انہی کی زیر نگرانی تحریر کیا جو تقریباً 1400 صفحات پر پھیلا ہوا ہے اور آپ کی علمیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ مولانا غلام مصطفی قاسمیؒ سے ولی اللّٰہی علوم میں سند یافتہ ہیں۔

1403ھ/ 1983ء میں جبکہ آپ مروجہ تعلیم مکمل کر چکے تھے آپ کے والد محترم کا انتقال ہو گیا اور مدرسہ کی تمام ذمہ داری آپ پر آن پڑی چنانچہ آپ تدریس کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ سرگودھا میں جب مولانا حلیف اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کو انتہائی ساجت سے ''مدرسہ انوار العلوم'' کی نظامت سونپی تو آپ کو نائب ناظم بنایا گیا اور آپ حضرت کی سرپرستی میں (1993ء تا 1996ء) یہ ذمہ داری ادا کرتے رہے۔ کچھ عرصہ حضرت کے حکم سے ہارون آباد میں ''جامعہ تعلیم القرآن'' بھی رہے۔ پھر جب ''ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ'' کا قیام عمل میں آیا تو حضرت کے حکم سے لاہور تشریف لے آئے۔ چنانچہ 1421ھ/ 2001ء سے اب تک ''ادارہ رحیمیہ'' میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

''ہم جو کچھ بھی ہیں اپنے حضرت کی وجہ سے ہیں۔ حضرت نے ولی اللّٰہی فکر کے تناظر میں ہماری جو تربیت فرمائی ہے اس کے لئے آخری سانس تک ہم عملی جدوجہد کرتے رہیں گے۔'' [1806]

---

1804۔ انس حسان، محمد، ولی اللّٰہی فکر کے فروغ میں شاہ سعید احمد رائے پوری کا حصہ، ص160۔161

1805۔ ماہنامہ رحیمیہ، جلد5، شمارہ9، لاہور، ستمبر 2013، ص3

1806۔ ایضاً



toobaafoundation.com

حضرتؒ کے زبردست مزاج شناس ہیں اور ان کی خدمت اور حکم کی تعمیل میں کبھی کوتاہی نہیں برتی۔ نوجوانوں میں بہت مقبولیت رکھتے ہیں اور ان کی فکری رہنمائی کے ساتھ ساتھ موجودہ حضرت کی سرپرستی میں ولی اللّٰہی اصولِ تدریس کی روشنی میں کامیاب تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ لکھنے پڑھنے کا عمدہ ذوق رکھتے ہیں۔ اپنے تحقیقی مقالہ کے علاوہ مسائلِ دینیہ کے عنوان سے 1403ھ/ 1983ء سے عام فہم انداز میں دینی مسائل کا حل پیش کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سے تحقیقی مضامین اور کتب بھی زیرِ ترتیب ہیں۔

## مفتی عبدالقدیر

مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ اکثر چشتیاں تشریف لاتے رہتے تھے اور آپ کے ساتھ حضرتؒ بھی ہوتے تھے۔ اس لئے آپ کا تعارف بہت پہلے سے حضرتؒ سے تھا۔ 1403ھ/ 1983ء میں آپ کا نکاح بھی مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ نے پڑھایا تھا۔ 1399ھ/ 1979ء میں جبکہ آپ ''مشکوٰۃ'' سے فارغ ہوئے تھے مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ پھر ان کی صحبت سے مستفید ہوتے رہے اور رمضان المبارک میں انہیں تراویح و نوافل میں قرآن کریم پڑھ کر سناتے رہے۔ اس دوران مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ بھی آپ کی روحانی، فکری اور نظریاتی تربیت فرماتے رہے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی کتب اور ان کی فکر کا تعارف کروایا۔ 1412ھ/ 1992ء میں مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ کے وصال کے بعد حضرتؒ کی خدمت میں رہے اور ان کی فکر کی ترویج و اشاعت کے لئے بعض مشکلات کے باوجود جدوجہد جاری رکھی۔(1807)

حضرتؒ نے احسان و سلوک کی تکمیل اور فکر و نظریے کی پختگی کے بعد 1414ھ/ 1994ء میں آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔

وقیع مطالعہ اور وسیع کتب خانے کے مالک ہیں۔ انسانیت اور اجتماعیت کے فکر کی عملی تصویر ہیں۔ حضرتؒ کی فکر کے شارح اور ان کی جدوجہد کا ثمرہ ہیں۔(1808)

آپ نے مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی شہرۂ آفاق تفسیر ''المقام المحمود'' پر حواشی و تعلیقات تحریر فرمائیں ہیں، جو آپ کی اصابتِ فکر اور صلابت رائے کا بین ثبوت ہے۔ اسی طرح ''حجۃ اللہ البالغہ'' کی عظیم شرح ''رحمتہ اللہ الواسعہ'' کے شارح نے آپ کے پاس محفوظ مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی قلمی تقریر سے بہت استفادہ کیا ہے۔

تخصص کے تحقیقی مقالے کے علاوہ ''العزیز'' کے نام سے دینی مجلہ بھی نکالتے ہیں جو بہت جلد ولی اللّٰہی علوم و معارف کے حوالے سے بلند مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

## مفتی مختار حسن

---

1807۔ ماہنامہ رحیمیہ، جلد 5، شمارہ 9، لاہور، ستمبر 2013، ص 164

1808۔ ایضاً، ص 165



toobaafoundation.com

آپ کا مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ سے بیعت کا تعلق استوار ہوا اور ان کے وصال کے بعد مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے ان کے آخری وقت تک تعلق رہا اور اب مفتی عبد الخالق آزاد کی سرپرستی ورہنمائی میں چل رہے ہیں۔ حضرتؒ سے آپ کو والہانہ محبت تھی اور حضرت بھی ہمیشہ آپ کی حوصلہ افزائی اور قابلیت وصلاحیت کی تعریف فرماتے رہتے تھے۔

ہارون آباد کے قیامِ رمضان کے موقع پر حضرتؒ نے ولی اللٰہی فکر کے فروغ و اشاعت کے لئے آپ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اس فکر کو نئی نسل میں منتقل کرنے کے حوالے سے آپ کی مساعی قابلِ تحسین ہیں۔علوم ولی اللّٰہی سے خصوصی مناسبت رکھتے ہیں اوران کے اصولوں پر قرآنِ کریم کی عمدہ تفسیر فرماتے ہیں۔ حضرتؒ کی تیار کردہ جماعت کے اہم فرد ہیں اوران کے فکر کی ترویج واشاعت کے لئے دن رات کوشاں ہیں۔([1809])

## مولانا محمد الیاس میواتی

آپ نے حضرت مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ اور مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی صحبت میں تربیت پائی۔ مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے رفیق کاراوران کی فکر کے حامل ہیں۔ مشائخ رائے پور کے تاریخی تسلسل اور جدوجہد کے عینی شاہد ہیں۔ طبیعت میں حددرجہ تواضع و انکساری ہے۔ حدیثِ جبرائیل کے مصداق ہر وقت اس کیفیت میں رہتے ہیں کہ خدا ان کو دیکھ رہا ہے۔ ذکر و اذکار اور خشیت الٰہی کا غلبہ ہے اور اس حوالے سے مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ سے بہت مشابہت رکھتے ہیں۔ مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے ہندوستان کے اسفار میں ہمیشہ ان کے ساتھ جڑے رہتے تھے۔ اکثر پاکستان بھی تشریف لاتے رہے ہیں۔ حضرتؒ کی جدوجہد و مساعی کے معترف ہیں۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں:

"انہوں(حضرتؒ) نے عصر جدید کے ابھرنے والے تقاضوں کا احساس و ادراک کرتے ہوئے دورِ خیر القرون اور اسوۂ صحابہؓ کو سامنے رکھتے ہوئے دینی غلبے کی حکمت عملی مدون فرمائی، جس میں ظالمانہ سامراجی نظام اور اشتراکیت کی لادینیت سے بچنے کا مکمل طریقہ موجود ہے۔" (154)

حضرت شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے آپ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔()[1810]

## مفتی عبد السلام

1390ھ/ 1971ء میں مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور ان کے وصال کے بعد مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے تعلق قائم رکھا۔ 1402ھ/ 1982ء میں مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے پہلی ملاقات مری کے مقام پر ہوئی تھی اوراسی ملاقات میں آپ کے گرویدہ ہو گئے تھے۔ حضرت کو آپ پر بہت اعتماد تھا اور اس کا اظہار بھی اکثر کرتے رہتے تھے۔ آپ کو بھی حضرت سے بے حد محبت تھی اوران کے وصال کی خبر سن کر بلک بلک کررونے لگے تھے اور طبیعت کی تمام رونق جاتی رہی تھی۔

1417ھ/ 1997ء میں شہر فرید کے قیام کے موقع پر آپ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا گیا۔

حضرتؒ کی شخصیت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

---

1809۔ انس حسان، محمد ولی اللٰہی فکر کے فروغ میں شاہ سعید احمد رائے پوری کا حصہ، ص166

1810۔ ماہنامہ رحیمیہ، جلد5، شمارہ نمبر2، لاہور، فروری 2013، ص11



toobaafoundation.com

”حضرتؒ نے اپنے اکابرین کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے عوامی وسماجی رابطہ بحال کیا۔ آپ نے تصوف کے میدان میں مجددانہ کردار ادا کرتے ہوئے اس کے اجتماعی اثرات کو معاشرے میں عمومی سطح پر وسعت دی۔ ان کی تمام زندگی ولی اللّٰہی فکر اور جماعت کے تعارف میں گزر گئی۔“(1811)

## مولانا محمد اختر

1407ھ/ 1987ء میں مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ کے ہندوستان کے سفر میں ان سے بیعت ہوئے۔ ان کے وصال کے بعد مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے تعلق رکھا۔ حضرتؒ جب ہندوستان تشریف لے جاتے تو آپ کے مدرسہ میں ضرور تشریف لے جاتے اور قیام فرماتے اور فرماتے تھے کہ:

”ریڑھی مدرسہ ہمارا مدرسہ ہے۔ یہاں ہم اپنے دل کی بات کھل کر کہہ دیتے ہیں۔“ (1812)

آپ مکمل یقین اور اعتماد کے ساتھ ولی اللّٰہی فکر واصول پر جماعت کی تیاری کا عمل جاری رکھا۔ انہیں دیکھ کر اکابرین کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔“ (1813)

حضرتؒ کے وصال کے بعد موجودہ حضرت پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے ان کے شانہ بشانہ حضرت کی فکر کو نئی نسل میں منتقل کرنے میں ان کے شریک ہیں۔ آپ کی جانشینی کے موقع پر لکھتے ہیں کہ:

”۔۔۔حضرت والا رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء نے باتفاق رائے آپ آں جناب (مفتی عبدالخالق آزاد) کو جانشین تسلیم کیا ہے اور اس کا اعلان کر دیا گیا ہے، ہمیں بے حد خوشی ہے۔ ہم آپ کی خدمت میں مبارک باد پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے امت کی اصلاح کا کام لے۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے مشن پر کتاب و سنت کی روشنی میں قائم و دائم رکھے۔“ (1814)

## مولانا ڈاکٹر حافظ محمد افضل

آپ کی ولادت 1376ھ/ 1957ء کو راولپنڈی کے مقام پر ہوئی۔

قرآتِ سبعہ عشرہ اور درسِ نظامی کی تعلیم جامعہ خیر المدارس (ملتان) سے حاصل کی۔ اس کے بعد 1404ھ/ 1984ء میں ”الجامعۃ الاسلامیہ“ (مدینہ منورہ) اور 1405ھ/ 1985ء میں ”معہد رابطۃ العالم الاسلامی“ (مکہ مکرمہ) سے تعلیم حاصل کی۔

زمانہ طالب علمی ہی میں خانقاہِ رائے پور سے متعارف ہو چکے تھے چنانچہ پہلے مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ اور ان کے وصال کے بعد حضرتؒ کی تربیت میں رہے۔ سلوک واحسان کی منازل طے کیں اور لاہور میں قیام کے دوران حضرتؒ سے خوب مستفید ہوئے۔ حضرتؒ نے آپ پر اعتماد کرتے ہوئے اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔

---

1811۔ انس حسان، محمد، ولی الٰہی فکر کے فروغ میں شاہ سعید احمد رائے پوری کا حصہ، ص168

1812۔ مکتوب گرامی مطبوعہ، ماہنامہ رحیمیہ، ج5، شمارہ 10، لاہور، جنوری 2014

1813۔ انس حسان، محمد، ولی اللّٰہی فرکے فروغ میں شاہ سعید احمد رائے پوری کا حصہ، ص169

1814۔ مکتوب گرامی مطبوعہ، ماہنامہ رحیمیہ، ج5 شمارہ 30، لاہور، مارچ، 2013، ص11



toobaafoundation.com

اچھے اخلاق کے مالک ہیں۔ عربی زبان وادب پر مکمل عبور حاصل ہے۔ طبیعت میں استغناءاور عاجزی ہے۔ حضرتؒ کی تربیت نے شخصیت کو نکھار کر رکھ دیا ہے۔ حضرتؒ آپ پر بہت اعتماد کرتے تھے۔

آپ کا تحقیقی کام درج ذیل ہے۔

(1) عقید طحاویہ کا اردو ترجمہ (زیر طبع ہے)

(2) السیرۃ النبویہ فی ضوء المصادر الاصلیہ

(3) تحقیق کتاب عوامل النحو للجرجانی

(4) تحقیق دیوان الامام الدہلوی (پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ)[1815]

## صاحبزادہ سید رشید احمد

آپ کے والد محترم کا تعلق مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ اور مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے بہت گہرا اور اعتماد کا تھا۔ بیعت کا پہلا تعلق والد محترم سے تھا جو ان کے وصال تک قائم رہا۔ تاہم اس دوران 1402ھ/1982ء میں ملتان میں کچھ عرصہ قیام فرمایا تو حضرتؒ سے پہلی ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد ساہیوال کے اجتماع میں بھی ملاقات ہوئی اور ''جامعہ مدنیہ'' کے قیام کے دوران تو حضرتؒ کی صحبت اور ان کی فکر سے مناسبت کے نقوش اور بھی گہرے ہوتے چلے گئے۔ چنانچہ 1418ھ/ 1998ء میں آپ سے باقاعدہ بیعت ہو گئے اور آپ کے فکر کے ساتھ جڑ گئے۔ احسان و سلوک کے اساسی مراحل پہلے ہی سے طے کر رکھے تھے لہٰذا دین کی جامعیت کے تکمیلی مراحل حضرت کی تربیت میں طے کیے۔ 1420ھ/ 2000ء میں اجازت وخلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔

(1) خانقاہِ یٰسین زئی کی دینی وعلمی خدمات پر کتاب لکھی ہے جو ابھی تک طبع نہیں ہوئی۔

(2) پی۔ایچ۔ڈی کا تحقیقی مقالہ جسے شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

(3) اپنے دادا کے نام پر ''الحلیم''(سہ ماہی) کے نام سے مجلہ بھی نکال رہے ہیں، جو گذشتہ چار سال سے شائع ہو رہا ہے۔[1816]

## سید مطلوب علی زیدی

سید مطلوب علی زیدی اپنے شیخ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ

''ہمارے حضرت کا تصور یہ تھا کہ انہوں نے اپنے اکابرین کا تعارف کروایا اور ان کی عملی جدوجہد کی روشنی میں علماءِ دین کو اپنا محاسبہ کرنے کی دعوت دی۔ لادینی اور بے دینی کے اسباب و محرکات اور ان کے نتائج و اثرات پر غور و فکر کرنے اور ان کے سدباب کے لئے عملی جدوجہد کرنے پر انہیں ابھارا۔ نیز جماعتِ اسلامی اور مسلم لیگ کے غلط نظریہ تاریخ اور ان کے منافقانہ طرزِ عمل کا تعاقب کیا۔ لیکن بعض سامراج دوست عناصر نے اپنی مسندیں بچانے کے لئے ان کی فکر کو غلط انداز میں

---

1815۔ انس حسان، محمد ولی اللہ فکر کے فروغ میں شاہ سعید احمد رائے پوری کا حصہ، ص170

1816۔ ایضاً، ص171۔172



toobaafoundation.com

پیش کیااور انتہائی منظم طریقہ کار سے انہیں تنہا کرنے کی کوشش کی گئی لیکن آپ کے پایہ استقامت میں ذرا سی بھی جنبش نہیں آئی۔" (1817)

1413ھ/ 1993ء میں اپنے آپ کو مکمل طور پر حضرت کی خدمت کے لئے وقف کر دیااور ان کے فکر کے فروغ کے لئے ہر وقت اور ہر سفر میں ان کے ساتھ رہتے تھے۔ اتباعِ شیخ کااس درجہ غلبہ تھا کہ جو بھی چیز اس کے مقابلے میں آئی اس کی پرواہ نہیں کی۔ حضرتؒ کے دوش بدوش آپ نے جس طرح نوجوانوں میں فکر و شعور کی بیداری کیلئے جدوجہد کی اور اس راہ میں جو صعوبتیں برداشت کیں وہ الگ ایک تاریخ ہے۔

"شعور و آگہی" کے نام سے ایک کتاب مرتب کی ہے جو مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے افادات و ملفوظات پر مشتمل ہے۔ عمدہ شعری ذوق رکھتے ہیں۔ مختلف شعراء کے کلام کا انتخاب "انتخاب مطلوب" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ اس کے علاوہ مضامین بھی اکثر شائع ہوتے رہتے ہیں۔ جو کچھ پڑھتے اور لکھتے ہیں "مقصدیت" کو پیش نظر رکھ کر پڑھتے اور لکھتے ہیں۔(1818)

## ڈاکٹر لیاقت علی شاہ

آپ کی پیدائش 1369ھ/ 1950ء میں سید صادق علی شاہ صاحب کے ہاں سکھر میں ہوئی۔ والدِ محترم ذات کے "معصومی سید" اور پیشے سے سول انجینئر تھے۔ آپ کا خاندان انتہائی دین دار اور وضع دار رہا ہے۔

حضرتؒ سے پہلا تعارف 1388ھ/ 1969ء میں ہوا۔ ان کی فکر اور دعوت سے متاثر ہو کر "جمعیۃ طلباء اسلام" میں شمولیت اختیار کی اور انہی کے ایماء پر 1405ھ/ 1985ء میں مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوری قدس سرہٗ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان کے وصال کے بعد حضرتؒ کی سرپرستی اور رہنمائی میں چلتے رہے۔ حضرتؒ کی تربیت کے نتیجے میں نوجوانوں میں دینی فہم و شعور کے حوالے سے بھرپور کام کر رہے ہیں۔

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (سکھر کیمپس) کے ناظم اور انتہائی متحرک انسان ہیں۔ حضرت کی تیار کردہ جماعت کے اہم فرد ہیں اور حضرت آپ پر بہت اعتماد فرماتے تھے۔ 1976ء میں "جمعیت طلباء اسلام" کے ملکی سطح کے انتخاب کے موقع پر ناظم انتخابات کی ذمہ داری سونپی گئی۔ اصحاب جبہ و دستار کے حوصلہ شکن دباؤ کے سامنے ڈٹ گئے اور انتخابات میں من پسند نتائج کے منصوبے کو ناکام بنا کر ایک نئی تاریخ رقم کرنے میں اپنا کردار ادا کیا۔

آپ نے حضرتؒ کا انتہائی مشکل اور پریشان کن حالات میں بھرپور ساتھ دیا اور کسی لمحہ آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ 1433ھ/ 2012ء میں حضرتؒ نے آپ کو اپنے فکر کے فروغ اور اشاعت کے لئے اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔(1819)

## مولانا قاضی محمد یوسف

---

1817۔ ایضاً ص 174

1818۔ انس حسان، محمد ولی اللہ فکر کے فروغ میں شاہ سعید احمد رائے پوری کا حصہ، ص 174

1819۔ ایضاً، ص 175



toobaafoundation.com

آپ کی پیدائش 1386ھ/ 1967ء میں اٹک میں ہوئی۔ والد محترم کا اسم گرامی قاضی شمس الدین احمد تھا جو انتہائی متبحر عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک قابل طبیب بھی تھے۔

مدرسہ اشرفیہ تعلیم القرآن(حسن ابدال)میں اپنے والد محترم سے درسِ نظامی کی ابتدائی کتب پڑھیں۔ موقوف علیہ تک کی تعلیم دارالعلوم(حسن ابدال)سے حاصل کی اور پھر 1407ھ/ 1987ء میں جامعہ مدنیہ لاہور سے دورہ حدیث کیا۔ 1408ھ/ 1988ء میں فاضل عربی/فاضل اردو کی سند حاصل کی اور پھر ریاض سعودیہ عرب سے عربی لینگویج کورس بھی کیا۔ 1411ھ/ 1991ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم۔اے اسلامیات کیا نیز طبیہ کالج راولپنڈی اور نیشنل طب کونسل سے طب کی باقاعدہ تعلیم بھی حاصل کر رکھی ہے۔

عصری مصروفیات درج ذیل ہیں۔

گورنمنٹ ڈگری کالج واہ کینٹ میں بطور استاد فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔''جامعہ خادم علوم نبوۃ''کے متہم ہیں اور جامعہ عائشہ صدیقہ میں مدرس ہیں۔مسجد خلفاء راشدین میں امامت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

اپنا خاندانی مطب بھی چلا رہے ہیں۔

1401ھ/ 1981ء میں حضرتؒ سے پہلی ملاقات گوجرانوالہ میں ہوئی۔چنانچہ گوجرانوالہ میں دوران تعلیم اپنے اساتذہ حضرت مولانا صاحبزادہ محمد داؤد (متہم دارالعلوم ختم نبوت) اور حضرت مولانا اللہ یار(استاد الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم)کی وساطت سے حضرت سے وابستہ ہوئے۔سلسلہ بیعت خانقاہِ سراجیہ کندیاں شریف سے بھی رہا، تاہم 1415ھ/ 1995ء میں حضرتؒ سے بیعت کا تعلق قائم ہوا اور پھر آپ ہی کے ہو کر رہ گئے۔

رمضان المبارک1428ھ/ 2008ء میں حضرتِ اقدسؒ نے مولانا ناصر عبد العزیز اور قاری تاج افسر دامت برکاتہم العالیہ کے ہمراہ آپ کی خلافت کا اعلان فرمایا۔ انتہائی ذاکر و شاغل انسان ہیں۔ گفتگو میں ٹھہراؤ اور گہرائی کی خصوصیت رکھتے ہیں۔ کامیاب استاد و منتظم اور طبیب و خطیب ہیں۔ حضرتؒ کی فکر کی روشنی میں اپنی زندگی کو ڈھال رکھا ہے۔ وضع داری اور ملنساری کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔[1820]

## پروفیسر ڈاکٹر قاری تاج افسر

آپ کی پیدائش 1384ھ/ 1965ء میں ''اصغر'' نامی گاؤں ضلع اٹک میں محترم عبداللہ خان صاحب کے ہاں ہوئی۔

آپ1430ھ/ 2009ء میں بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے ڈاکٹر سعید الرحمن قدس سرہٗ کی زیر نگرانی ''قراءت'' پر پی۔ ایچ۔ ڈی کی ہے۔ مدرسہ رحیمیہ دارالقرآن(اسلام آباد)کے اہتمام کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی (اسلام آباد)میں اسسٹنٹ پروفیسر کی حیثیت سے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

---

1820۔ انس حسان، محمد ولی اللہی کے فروغ میں شاہ سعی احمد رائے پوری کا حصہ، ص176



toobaafoundation.com

1410ھ/1990ء میں جب آپ ایم۔اے کر رہے تھے تو حضرتؒ سے پہلی ملاقات ہوئی۔ حضرتؒ کی محنت اور جدوجہد سے ولی اللّٰہی فکر کو مکمل فہم و شعور سے سمجھا اور اس پر برابر غور و فکر کیا۔ 1413ھ/ 1993ء میں حضرتؒ سے باقاعدہ بیعت وارادت کا تعلق استوار ہوا۔

حضرتؒ کو آپ کی قابلیت اور صلاحیت پر مکمل اعتماد تھا اور ہمیشہ آپ کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ 1428ھ/ 2008ء میں حضرتؒ نے اجازت و خلافت کے منصب پر فائز کیا۔

حضرتؒ کی فکر کو نوجوانوں میں منتقل کرنے کے حوالے سے مسلسل جدوجہد کر رہے ہیں۔ حضرتؒ کی تیار کردہ جماعت کے ان افراد میں سے ہیں جنہوں نے اپنی قابلیت اور صلاحیت کے باعث بہت جلد بلند مقام پایا ہے۔ اعلیٰ علمی شخصیت ہونے کے باوجود انکساری اور عاجزی کے اوصاف سے متصف ہیں۔ایک درجن سے زائد تحقیقی مضامین ملکی سطح کے بہترین مجلات میں شائع ہو کر اہل علم کی دادِ تحسین پا چکے ہیں۔ لکھنے، پڑھنے اور اسے اعلیٰ اسلوب میں پیش کرنے کے حوالے سے عمدہ ذوق پایا ہے۔ (1821)

## مولانا محمد ناصر عبدالعزیز

آپ کی پیدائش 1384ھ/ 1965ء میں محترم محمد یوسف مرحوم کے ہاں جھنگ میں ہوئی۔ والد محترم مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوری قدس سرہٗ کے معتقد تھے۔ آپ کا نام مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ نے شاہ عبد العزیز دہلویؒ کے نام پر رکھا اور یوں آپ کو ان دونوں بزرگوں کی نسبت حاصل ہوئی۔

آپ1388ھ/ 1969ء میں مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ کے قائم کردہ مدرسہ جامعہ عثمانیہ جھنگ کے اہتمام و انصرام کے فرائض بھی سرانجام دے رہے ہیں۔

آپ کے والد محترم مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ کے ہاتھ پر بیعت تھے اور آپ بچپن ہی سے والد صاحب کے ہمراہ اکثر ان کی خدمت میں سرگودھا جاتے رہتے تھے۔ تاہم 1405ھ/ 1985ء میں مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ کے ہاتھ پر جامعہ خیر المدارس میں بیعت ہوئے۔ اس دوران مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے بھی تعلق رہا۔ خود فرماتے ہیں کہ:

''بچپن سے ہی حضرت شاہ عبد العزیزؒ کے ہاں سرگودھا جانا ہوتا یا جھنگ میں حضرتؒ کی تشریف آوری ہوتی تو ایک خاص بات یہ دیکھنے میں آتی کہ حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ العزیز کے ارد گرد نوجوانوں کو جمع پاتا۔ حضرت سنجیدہ گفتگو میں محو ہوتے اور اس دوران باوقار مزاح اور ظرافت کا اسعید ظہار بھی ہوتا۔ یوں حضرت کی مجلس سے انس بڑھتا گیا۔''
(1822)

---

1821۔ انس حسان، محمد ولی اللٰہی کے فروغ میں شاہ سعید احمد رائے پوری کا حصہ، ص175

1822۔ مجلہ عزم (سیریز نمبر264)، ص40، نومبر۔دسمبر 2012



toobaafoundation.com

## مولانا عبداللہ عابد سندھی

''جمعیۃ طلباء اسلام'' کے دور میں خیر پور میں عید ملن پارٹی تھی، اس موقع پر حضرتِ اقدسؒ سے پہلی ملاقات ہوئی۔ بعدازاں ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا اور حضرتؒ تدریجاً آپ کی فکری تربیت کرتے رہے۔ 1408ھ/ 1988ء میں مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ سے بیعت وارادت کا تعلق قائم ہوا جو ان کے وصال تک رہا۔ ان کے وصال کے بعد حضرتِ اقدسؒ کی سرپرستی میں رہے اور ان کے ساتھ مل کر نوجوانوں کی فکری تربیت میں بھرپور اور موثر کردار ادا کیا۔ حضرتؒ نے جس نہج پر نوجوانوں کی تربیت فرمائی اور اس میدان میں جو کچھ صعوبتیں برداشت کیں ان کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ:

حضرتؒ نے ولی اللّٰہی فکر کو نوجوانوں میں جس محنت سے منتقل کیا اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''(حضرتؒ) کو اکثر میلوں پیدل اور ناموافق سواری پر جانا ہوتا تھا، مگر عموماً انفرادی ملاقاتیں ہوتیں جو رات گئے تک جاری رہتیں، ایک ایک نوجوان سے گھنٹوں نظام ظلم کی کارستانیوں پر بات ہوتی۔ ولی اللّٰہی افکار کی روشنی میں بنیادی انسانی حقوق، دین کی جامعیت اور اخلاقِ اربعہ اور اس کی اہمیت سے آگہی دیتے اور انسان دوستی، خدا پرستی کی سوچ سے ان کے اذہان کو جلا دیتے''۔ آپ نے حضرتؒ کی سرپرستی میں دین کی جامعیت اور ولی اللّٰہی فلاسفی کی تربیت پائی۔ مشکل اور کٹھن حالات میں ہمیشہ ان کا ساتھ دیا اور ان کی فکر سے جڑے رہے۔ حضرتؒ نے 1433ھ/ 2012ء میں اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ [1823]

## مولانا محمد اشرف اُنڑ

حضرتؒ آپ پر بہت اعتماد فرماتے تھے اور ولی اللّٰہی فلاسفی میں آپ کے خصوصی ذوق کی ہمیشہ حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ دین کی جامعیت کے حوالے سے آپ کی تربیت میں حضرتؒ نے خصوصی دلچسپی لی اور تربیت کے تمام مراحل سے گزرنے کے بعد آپ کو 1433ھ/ 2012ء میں اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ حضرتؒ سے آپ کو عشق ہے اور ان کی شخصیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

ولی اللّٰہی علوم سے گہری مناسبت رکھتے ہیں اور اس حوالے سے تحقیقی کام کرنے والا فرد ان کے علم و تجربہ سے مستغنی نہیں رہ سکتا۔ شاہ صاحب سے متعلق کتب کا عمدہ ذخیرہ رکھتے ہیں اور ان کی کتب کی عبارتیں زبانی یاد ہیں۔ بے مثال حافظے اور لاجواب عاجزی کا مظہر ہیں۔ دین کی جامعیت کے فلسفے پر مکمل عبور رکھتے ہیں۔ تعلق اور وضع داری کا دامن کبھی نہیں چھوڑتے۔ حضرتؒ کی شخصیت اور ان کی فکر کے عاشق ہیں اور اس کے فروغ کے لئے مسلسل جدوجہد کر رہے ہیں۔

## حاجی محمد بلال بلوچ

''جمعیۃ طلباء اسلام'' کے قیام ہی سے حضرتؒ سے منسلک ہو گئے تھے چنانچہ آپ نے جمعیۃ علماءِ اسلام کے پلیٹ فارم سے بھرپور عملی کردار ادا کیا۔ 1404ھ/ 1984ء میں مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ سے سرگودھا میں بیعت ہوئے۔ ان کے وصال کے بعد مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی تربیت میں رہے اور ان سے ولی اللّٰہی فلسفہ کو مکمل طور

---

1823۔ مجلہ عزم، سیریز نمبر 265)، ملتان جنوری۔مارچ 2013، ص 14



toobaafoundation.com

پر سیکھااور سمجھا۔ حضرتؒ کے سندھ کے اسفار میں ہمیشہ ان کے ساتھ رہے اور مشکل وقت میں ان کا ساتھ دیا۔ حضرتؒ کی شخصیت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''حضرتؒ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے جماعت اور خانقاہ کو ساتھ ساتھ چلایا۔ ولی اللّٰہی فکر و فلاسفی کو نوجوانوں میں منتقل کرنے کے لئے آپ نے جو جدوجہد فرمائی وہ قابلِ تحسین ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ اگر کوئی نوجوان مجھ سے سو میل دور ہے تو میں اس کے پاس جانے اور اپنی فکر سمجھانے کے لئے جانے کو تیار ہوں۔''

حضرتؒ نے آپ کی روحانی تربیت میں بھرپور کردار ادا کرتے ہوئے سلوک کی منازل طے کروائیں۔ اس دوران آپ حضرتؒ سے مکمل طور پر جڑے رہے۔ چنانچہ 1433ھ/ 2012ء میں حضرتؒ نے آپ کو خانقاہِ رائے پور کے سلسلے کو آگے بڑھانے اور ولی اللّٰہی فکر کے فروغ کے لئے اجازت و خلافت مرحمت فرمائی۔

موجودہ حضرتؒ کی سرپرستی میں نوجوانوں میں فکر و شعور کے کام کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔(1824)

## مفتی محمد انور شاہ

حضرتؒ سے پہلی ملاقات 1417ھ/ 1997ء میں مانسہرہ میں ہوئی۔ اسی سال ان سے بیعت ہوئی اور ہارون آباد میں ان سے ''حجتہ اللہ البالغہ'' پڑھی اور پھر تعلق میں اضافہ زور افزوں ہوتا رہا۔ آپ نے حضرتؒ کے فکر کو بڑی ہمت، جانفشانی اور محنت سے اخذ کیا اور اس حوالے سے بہت قربانی اور ایثار کا مظاہرہ فرمایا۔ 1433ھ/ 2012ء میں حضرتؒ نے اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔(1825)

## پروفیسر حافظ ظفر حیات

آپ کے جد امجد میں ایک بزرگ میاں محمد موسیٰ قدس سرہٗ ہو گزرے ہیں جو اورنگزیب عالمگیر کے ہم سبق تھے۔ وہ سرگودھا کے قریب ایک گاؤں میں آباد ہو گئے تھے جو انہی کے نام سے ''چک موسیٰ'' کہلایا۔ اسی گاؤں میں آپ کی ولادت 1376ھ/ 1957ء میں میاں خدا بخش مرحوم کے ہاں ہوئی۔

حضرتؒ سے دورانِ تعلیم ہی متعارف ہو چکے تھے۔ تاہم بیعت وارادت کا تعلق حضرت خواجہ خان محمدؒ سے رکھتے تھے۔ 1398ھ/ 1978ء میں مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوری قدس سرہٗ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور ان کے وصال کے بعد حضرتؒ سے جڑ گئے۔ حضرتؒ نے سلوک کی تکمیل کے بعد 1420ھ/ 2000ء میں اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

حضرتؒ کی تربیت نے آپ کی پوشیدہ اور چھپی ہوئی صلاحیتوں کو ابھارا اور نکھارا ہے۔ آپ کی فکر سے گہری مناسبت رکھتے ہیں اور دین کی جامعیت کے فلسفے پر درک رکھتے ہیں۔ نوجوانوں میں حضرتؒ کی فکر سے فروغ کے لئے بڑی محنت فرما رہے ہیں۔(1826)

---

1824۔ انس حسان، محمد، ولی اللّٰہی کے فروغ میں شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کا حصہ، ص 184

1825۔ ایضاً

1826۔ ایضاً



toobaafoundation.com

## صوفی محمد سرور جمیل

مولاناشاہ عبد القادر رائے پوریؒ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ ملاقات تو نہ ہو سکی البتہ ان کے جنازہ میں شریک ہوئے تھے۔ ان کے وصال کے بعد ان کے جانشین مولاناشاہ عبد العزیزرائے پوریؒ کی خدمت میں پہلی مرتبہ 1392ھ/ 1973ء میں فیصل آباد میں حاضر ہوئے اور بیعت ہوئے۔ بعد ازاں 1417ھ/ 1997ء میں حضرتؒ سے تجدید بیعت کی۔ اس کے بعد رمضان المبارک 1417ھ/ 1997ء میں آپ کو اور مفتی عبدالسلام کو ایک ہی مجلس میں اجازت وخلافت دی گئی۔

## حاجی محمد یوسف جاوید

1379ھ/ 1960ء میں مولاناشاہ عبد القادر رائے پوریؒ سے بیعت کا تعلق قائم ہوا۔ خان محمد یوسف صاحب (خلیفہ حضرت رائے پوری ثانیؒ) اس بیعت کا واسطہ بنے۔ حضرت رائے پوری ثانیؒ کے وصال کے موقع پر ان کے پاس تھے۔ مولانا شاہ عبد العزیزرائے پوریؒ اور مولاناشاہ سعیداحمدرائے پوریؒ سے بھی تعلق رہا۔ حضرتؒ نے 1433ھ/ 2012ء میں مفتی عبدالخالق آزاد کے توسط سے اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔(1827)

صوفی منش انسان ہیں اور مشائخ رائے پور کی صحبت اٹھائے ہوئے ہیں۔ عمدہ اخلاق اور سادہ مزاج رکھتے ہیں۔ ذکرواذکار اور نوافل وغیرہ میں مشغول رہتے ہیں۔ تصنع اور بناوٹ سے بہت دور ہیں اور بلندروحانی درجہ رکھتے ہیں۔ حضرتؒ سے بہت محبت اور عقیدت رکھتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

''حضرت مولاناشاہ سعیداحمدرائے پوری رحمتہ اللہ علیہ کا کیا کہنا، وہ تو ولی ابن ولی تھے۔ جن کی تربیت اور پرورش حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ نے کی اور خلافت سے نوازا۔ آپ میں حب دنیااور حب جاہ و مال کا نام و نشان تک نہ تھا۔ آپ انتہائی سادگی اور عاجزانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ نے انسان دوستی،عدل وانصاف اور عمدہ اخلاق کا درس دیا۔''(1828)

## حاجی محمد یعقوب

حاجی محمد یعقوب،مولاناشاہ عبد العزیزرائے پوریؒ اور حضرت شاہ سعیداحمدرائے پوریؒ کی فکر کی مماثلت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''شاہ عبدالعزیزاور شاہ سعیداحمد صاحب کا فکرایک تھا۔ حضرتؒ کا زیادہ کام نوجوانوں میں تھا جبکہ مولاناشاہ عبد العزیزصاحب پر خانقاہی رنگ زیادہ غالب تھا۔ بڑے حضرت (شاہ عبد العزیزصاحب) ہمیشہ آپ کی اور آپ کی جماعت کی سرپرستی فرماتے تھے۔ بعض لوگوں نے حضرتؒ پر جو فتوے لگائے یا اعتراضات کیے ان کو حضرتؒ کا مشن سمجھ ہی نہیں آیا۔ میں نے بارہا

---

1827۔ انس حسان، محمد، ولی اللٰہی فکر کے فروغ میں شاہ سعیداحمدرائے پوری کا حصہ، ص188

1828۔ ماہنامہ رحیمیہ، جلد نمبر5، شمارہ نمبر8، لاہور، اگست 2013، ص10



toobaafoundation.com

حضرتؒ کو اور موجودہ حضرت سے کہا کہ جو چیزیں ہم ان پڑھوں کو سمجھ آ گئیں وہ ان بڑے حضرات کو کیوں سمجھ نہیں آتیں؟" (1829)

## مولانا منظور احسنؒ

زمانہ طالبِ علمی میں روحانیت کی طرف میلان ہوا تو مولانا احمد علی لاہوریؒ سے رجوع کیا۔ انہوں نے ایک خط دے کر شاہ عبد القادر رائے پوریؒ کے پاس بھیج دیا۔ چنانچہ 1377ھ/ 1958ء میں ان کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے اور 1379ھ/ 1960ء میں خانقاہ رائے پور (ہندوستان) بھی گئے۔ ان کے وصال کے بعد خانقاہِ رائے پور سے جڑے رہے۔ اس حوالے سے پروفیسر سعید اختر لکھتے ہیں کہ:

"شاہ عبد القادر رائے پوریؒ کی رحلت کے بعد مولانا منظور احسنؒ حضرت شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے اور بڑی سرعت سے اپنے خلوص، لگن اور سچی وابستگی سے حضرت کے مقربین خاص میں شمار ہونے لگے اور حضرت کی خصوصی توجہات کا مرکز بن گئے۔ اسی دوران آپ کی حضرت شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے گہری وابستگی اور رفاقت ہو گئی اور یوں آپ کو حضرت شاہ عبد العزیز رائے پوری کی روحانیت اور حضرت شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے سیاسی فکر و تدبر کے نمائندہ کی حیثیت حاصل ہو گئی۔" (1830)

حضرت شاہ عبد العزیز قدس سرہٗ اور حضرت شاہ سعید احمد قدس سرہٗ آپ کے ہاں اکثر قیام فرماتے تھے اور اس دوران ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا تھا۔ اپنے شیوخ کی بہت خدمت کی اور ان کی فکر کو مکمل طور پر اخذ کیا۔

آپ نے خانقاہِ رائے پور کے مشائخ ثلاثہ کے علاوہ مولانا حسین احمد مدنیؒ، مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور مولانا احمد سعیدؒ جیسے مشائخ کی زیارت بھی کر رکھی تھی اور ان کے بڑے معترف تھے۔ چنانچہ سلوک و احسان کی تکمیل کے بعد حضرتؒ نے شہر فرید میں 1413ھ/ 1993ء میں آپ کو منصب خلافت عطا فرمایا گیا۔ آپ حضرتؒ کے اولین خلفاء میں سے تھے اور حضرت کو آپ پر بہت اعتماد تھا۔

ایک طویل عرصہ ولی اللّٰہی فکر و شعور کے فروغ اور نوجوانوں کو اکابرین و مشائخ رائے پور سے جوڑنے کے بعد 1421ھ/ 2001ء میں داعی اجل کو لبیک کہا اور 63 سال کی عمر میں جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ نماز جنازہ حضرتؒ نے پڑھائی۔ آج کل ان کے شاگرد و جانشین مولانا قاری محمد امجد صاحب ان کی فکر کی ترویج کے لئے پہلے حضرتؒ اور اب موجودہ حضرت کی سرپرستی و رہنمائی میں کام کر رہے ہیں۔ (1831)

---

1829۔ ماہنامہ رحیمیہ، جلد نمبر 5، شمارہ نمبر 8، لاہور، اگست 2013، ص 10

1830۔ مجلہ عزم، (سیریز نمبر 192) ملتان، اکتوبر 2001، ص 14

1831۔ انس حسان، محمد، ولی اللّٰہی فکر کے فروغ میں شاہ سعید احمد رائے پوری کا حصہ، ص 192



toobaafoundation.com

انہوں نے ''جمعیۃ طلباءِ اسلام'' کے پر آشوب دور میں اس سے وابستہ نوجوانوں کی حوصلہ افزائی کے لئے ملک کے دور دراز مقامات کے پر صعوبت سفر کرنے میں کبھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔ نوجوانوں کو مانوس کرنے اور ان کی دلداری کا خصوصی ملکہ رکھتے تھے۔ (1832)

## مولانا حسین احمد علویؒ

آپ کا مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ سے حاجی یوسف خاںؒ (خلیفہ مجاز حضرت رائے پوری ثانیؒ) کے توسط سے رابطہ ہوا اور پھر زندگی بھر رہا۔ مولانا شاہ عبد العزیزؒ کو آپ پر بہت اعتماد تھا اور ان کی فکری و روحانی تربیت نے آپ کی زندگی کا نقشہ ہی بدل کر رکھ دیا۔ مفتی عبدالقدیر لکھتے ہیں کہ:

''حضرتؒ سے تعلق و ارادت یہاں تک بڑھا کہ حضرتؒ (مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ) اپنی خاص تحریرات علوی صاحب سے لکھواتے تھے، چنانچہ شاہ عبد العزیز رائے پوری قدس سرہٗ نے سلوک پر اپنا مرتب کردہ رسالہ ''عزیز السلوک'' آپ سے لکھوایا اور فرماتے ہیں کہ آپ ٹائم دیں تو آپ کو تصوف کے ایسے مقام پر پہنچاؤں جہاں بہت کم لوگ پہنچتے ہیں۔'' (1833)

مولانا رائے پوری ثالثؒ کے وصال کے بعد حضرتؒ سے تعلق و ارادت رہا۔ اس دوران سلوک و ارشاد کی تربیت کے ساتھ ساتھ دوستانہ ماحول میں حضرتؒ سے علمی مباحثات کا سلسلہ بھی رہتا تھا۔ حضرتؒ کی فکری رہنمائی و سرپرستی نے ولی اللّٰہی فکر میں رسوخ پیدا کیا۔ مفتی عبدالقدیر کے مطابق:

''آپ نے اپنے شغف علمی اور وسعت مطالعہ کی وجہ سے حضرت سے وابستہ جماعت علماء میں صاحب مطالعہ ولی اللّٰہی عالم شمار ہوتے، حضرت کا آپ پر اس قدر اعتماد تھا کہ چشتیاں و علاقہ کے دوستوں کو آپ سے استفادہ کی تلقین کرتے۔'' (1834)

## راؤ عبد الرؤف خاںؒ

1366ھ/ 1947ء میں تقسیم کے عمل کے بعد پاکستان تشریف لائے اس سے قبل آپ کے والد ماجدؒ پاکستان آ چکے تھے اور ہارون آباد میں اپنی زمین پر کاشتکاری کرتے تھے۔ آپ نے آباد کاری کے دوران اسی علاقے میں زمین الاٹ کروائی اور کارخانے لگائے۔ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز قدس سرہٗ کے حکم سے 1389ھ/ 1970ء میں ''جامعہ تعلیم القرآن'' (ہارون آباد) قائم کیا اور پوری زندگی اس کا اہتمام و انتظام سنبھالا۔ (1835)

روحانی طور پر بلند مقام رکھتے تھے۔ مشائخ ثلاثہ کی صحبت اٹھائے ہوئے تھے اس لئے خانقاہ کے مزاج کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ سادگی اور عاجزی کا پیکر تھے اور حبِ جاہ و مال چھو کر نہیں گزرا تھا۔ مشائخ رائے پور کے فکر، مشن

---

1832۔ مجلہ عزم، (سیریز نمبر 186) ملتان، مارچ 2001، ص 6

1833۔ مجلہ عزم (سیریز نمبر 251) ملتان، اپریل۔ جون 2001، ص 45

1834۔ ایضاً

1835۔ انس حسان، محمد ولی اللّٰہی فکر کے فروغ میں شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کا حصہ، ص 194



toobaafoundation.com

اور دعوت کیلئے ہمہ وقت سرگرم اور متفکر رہتے تھے۔ ''مجلہ عزم'' میں آپ کے وصال کے موقع پر یہ تعزیتی پیغام شائع ہوا تھا:

''وہ خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے انتہائی معتمدین میں سے تھے اور ہمہ وقت خانقاہ کے مشن کے لئے متفکر اور سرگرم تھے۔'' [1836]

1836۔ مجلہ عزم، (سیریز نمبر 209)، ص 31، نومبر۔دسمبر 2003ء، ملتان ص 195



toobaafoundation.com

# خلاصہ ابواب

اللہ تعالی نے دین اسلام کیلئے ہمیشہ اپنے بندوں میں سے ہیرے موتی جیسی شخصیات ہی منتخب کی ہیں جو اللہ تعالی کی منشاو مرضی کے عین مطابق کام کرتے ہیں انہی میں سے یہ دو شخصیات میرا موضوع ہیں۔

## باب اول

فصل اول میں دینی فکر کا تعارف اور اس میں معاشرت اور اصلاح نفس کی اہمیت کا ذکر ہے اور اسلام کی جامعیت واضح کی گئی ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی فراہم کرتی ہے یہ سب کچھ دلائل سے واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

فصل دوم میں برصغیر میں بیسویں صدی کی سیاسی و سماجی صورت حال کے بارے میں ذکر ہے۔اس عرصہ (بیسویں صدی) میں جنم لینے والی مختلف اسلامی و سیاسی تحاریک کے بارے میں ذکر ہے جیسا کہ پان اسلامزم تحریک، ریشمی رومال، تحریک خلافت اور تحریک عدم تعاون کا ذکر ہے۔

فصل سوم میں دینی فکر کو درپیش مختلف چیلنجز کا ذکر ہے اور ان کو حل کرنے کی سعی کا ذکر ہے۔

فصل چہارم میں بیسویں صدی میں قائم دینی فکر کے ادارے اور جماعتیں، خانقاہیں جیسے دیوبند، سہارنپور، علی گڑھ، جامع ملیہ ،ندوۃ العلماء وغیرہ کا ذکر اور ان کے کردار کے بارے میں ذکر ہے اس کے علاوہ تبلیغ تحریک اور جماعت اسلامی کا ذکر ہے۔

## باب دوم

اس باب میں حضرت مولانا تھانویؒ کے حالات زندگی انکی دینی فکر کا ذکر ہے۔

فصل اول میں مولانا تھانویؒ کے حالات زندگی، تعلیم و تربیت کا ذکر ہے۔

فصل دوم دینی فکر میں شریعت اور طریقت کا باہمی تعلق واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

فصل سوم میں مولانا تھانویؒ کے صوفی منہج کی خصوصیات، تصوف اور اسکے مقاصد و مدارج کا ذکر ہے۔اصلاحات، اعمال، اشغال اور خصائص کا ذکر ہے۔

فصل چہارم میں مولانا تھانویؒ کی نظر میں صوفیانہ مغالطے کے بارے میں ذکر ہے

## باب سوم

یہ باب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے صوفیانہ رجحانات اور ان کی ذات کے بارے میں ہے۔

فصل اول میں حضرت رائپوریؒ کے حالات زندگی، تعلیم و تربیت کا ذکر ہے۔

فصل دوم میں حضرت رائپوریؒ کی دینی فکر میں تصوف کے مقاصد و مدارج کے بارے میں ذکر ہے۔

فصل سوم میں حضرت رائپوریؒ کا منہج تصوف، اصلاحات، اذکار و اشغال اور سلاسل کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے۔اور تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

فصل چہارم میں حضرت تھانویؒ نظر میں تصوف کے مطلوبہ اور غیر مطلوبہ آثار کے بارے میں ذکر ہے۔

فصل پنجم میں حضرت مولانا تھانویؒ اور حضرت رائپوریؒ کے صوفی مناہج کا تحلیلی جائزہ لیا گیا ہے اور ان دو شخصیات کی مختلف اقدار کا موازنہ کیا گیا ہے ان کی قدر مشترک اور اختلافی اقدار کے بارے میں ذکر ہے۔



toobaafoundation.com

باب چہارم

اس باب میں حضرت تھانویؒ اور حضرت رائپوریؒ کے معاشرتی رجحانات کے بارے میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

فصل اول میں حضرت تھانویؒ کی دینی فکر میں معاشرتی اصلاح اور اس کے تقاضے پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اس بارے میں انکے وضع کردہ اصول اور طریقے بیان کیے گئے ہیں۔

فصل دوم میں مولانا تھانویؒ کے معاشرتی اصلاح کے منہج میں مطالعہ کتب کی اہمیت کا ذکر ہے اور انکی کتب تصوف کا تعارف کرایا گیا ہے۔

فصل سوم میں مولانا رائپوریؒ کی دینی فکر اور اس میں معاشرتی اصلاح کے تقاضے بیان کیے گئے ہیں۔

فصل چہارم میں مولانا رائپوری کے نزدیک معاشرتی فساد کی وجوہات اور انکے تدارک کے بارے میں ذکر ہے۔

فصل پنجم میں مولانا تھانویؒ اور مولانا رائپوری کے معاشرتی رجحانات کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

باب پنجم

اس باب میں ان انمول موتیوں کے معاشرتی رجحانات کے عصری اثرات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

فصل اول میں مولانا تھانویؒ کا تحریک پاکستان میں کردار اور نظریات کے بارے میں بات کی گئی ہے۔ اور ایک الگ مسلم ریاست کے بارے میں انکی کیا شرائط تھیں۔

فصل دوم میں مولانا تھانویؒ کے برصغیر میں مسلم قومیت کی تشکیل میں کردار بارے بات کی گئی ہے۔ مسلم لیگ اور مولانا شبیر احمد عثمانی کے ذریعے جمیعۃ علماء اسلام کا قیام اور مولانا ظفر عثمانی کے کردار بارے بات کی گئی ہے۔

فصل سوم میں مولانا رائپوریؒ کے تحریک پاکستان بارے نظریات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مجلس احرار کے رہنماؤں کا تعارف اور مولانا رائپوریؒ سے ان کے تعلیمات نیز مولانا مدنی سے انکے تعلق بارے بات کی گئی ہے۔

فصل چہارم میں مولانا رائپوری کی فکر کے تحریک پاکستان اور دینی تحریکات پر اثرات۔ مجلس تحفظ ختم نبوت اور عطاءاللہ شاہ بخاری سے ان کا تعلق زیر بحث آیا ہے۔

فصل پنجم میں مولانا تھانویؒ اور مولانا رائپوریؒ کے متعلقین کا پاکستان میں کردار دارالعلوم کراچی کا قیام، جامعہ اشرفیہ کا قیام مفتی شفیع اور ان کے خانوادے کا ذکر ہے۔ مولانا رائپوریؒ کے خلفاء بالخصوص شاہ عبدالعزیز اور شاہ سعید احمد رائپوریؒ کی تحاریک اور ان کے کردار بارے بات کی گئی ہے۔



toobaafoundation.com

## مولانا اشرف علی تھانویؒ کا تعلیمی و تربیتی طرز فکر

اشرف علی تھانویؒ کسی فرد یا شخص کا نام نہیں بلکہ ایک علمی، روحانی اور تربیتی ادارے کا نام ہے۔ حضرت تھانویؒ قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر اور معرفت و سلوک میں غیر معمولی امتیاز و تفوق کے علاوہ نفسیات شناس بھی تھے۔ انسانوں کی نفسیات میں انہیں گہرا ادراک حاصل تھا جسے وہ اصلاح و تربیت اور دعوت و تبلیغ کے لیے نہایت ناگزیر سمجھتے تھے۔

- مولانا تھانویؒ نے تعلیمی و تربیتی طرز فکر اور اصلاح معاشرہ کو عبادات کے مقاصد میں شمار کیا ہے۔ ان کے طریقہ تربیت میں اس کے غیر معمولی اہتمام کے سبب "مجدد معاشرت" کا لقب اختیار کیا۔
- ان کی نظر میں معاملات اور نفلی عبادات سے زیادہ معاشرت کے اہتمام کی ضرورت ہے کہ اس میں کوتاہی دوسروں کے لیے باعث ایذاء ہے۔
- ان کے طریقہ تربیت میں منطقی ترتیب کو بطور خاص ملحوظ رکھا گیا۔ چنانچہ انہوں نے معاشرتی اصلاح کا آغاز اپنے قریبی رشتہ داروں سے کیا اور ان کے ہاں ہونے والی تقریبات میں منکرات و بدعات پر کسی طور پر مداہنت اور سمجھوتہ نہیں کیا۔
- مولانا تھانویؒ کے منہج اصلاح میں انسان کو غیر ضروری ذہنی دباؤ سے محفوظ رکھنے کو اہمیت دی گئی۔ ان کے ہاں غیر اختیاری امور اور کیفیات کے حصول کے درپے ہونے کی بجائے اپنے اختیار میں آنے والے افعال کے درست کرنے کو اور وساوس کو خاطر میں نہ لانے پر زور دیا گیا ہے۔
- مولانا کے طریقہ تربیت میں اعتدال کی کیفیت نمایاں تھی، چنانچہ ان کی نظر میں انسانی طبیعت اور مزاج کو عقل کے اور عقل کو شریعت کے تابع رہنا چاہیے اسی بنا پر ان کو خلاف عقل باتوں اور کج فہمی کے انداز سے سخت بیزاری تھی۔ مولانا تھانویؒ کے طریقہ تربیت میں نظم و ضبط کو اساسی اور امتیازی حیثیت حاصل تھی، چنانچہ آپ کی نظر میں سلطنت کفر کے ساتھ تو چل سکتی ہے مگر بدانتظامی سے نہیں چل سکتی۔
- طالبین حق کی رشد و ہدایت کے لیے مولانا تھانویؒ کا خانقاہی مجالس میں انداز مجالست و مخاطبت کا نقشہ کچھ یوں ہے:
- مجلس میں حضرت تھانویؒ تصحیح عقائد اور زادِ راہِ آخرت کی باتیں کرتے۔
- اتباع شریعت و اتباع سنت کے لیے اہتمام اور اس کی حدود متعین فرماتے۔
- اصلاح باطن اور تزکیہ نفس کے طریق واضح کرتے۔
- حسنات و رذائل کی تشریح کی جاتی۔
- اعمال ظاہر و باطن میں اختیاری و غیر اختیاری، مقصود و غیر مقصود کی حدیں قائم کی جاتیں۔
- آداب زندگی اور آداب انسانیت کی تعلیم دی جاتی۔
- حقوق اللہ، حقوق العباد، حقوق النفس ادا کرنے کے طریقے بتائے جاتے۔
- اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عظمت و محبت دل میں اتاری جاتی۔
- مجاہدہ اور حصول تقویٰ کا معیار قائم کیا جاتا۔
- روزمرہ کی زندگی اور خانگی حالات اور ازدواجی تعلقات میں خوش گواری پیدا کرنے کی باتیں کی جاتیں۔
- ملکی اور سیاسی حالات پر روشنی ڈالی جاتی



toobaafoundation.com

## مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری کا تعلیمی و تربیتی طرز فکر

خانقاہ رائپوری کے مشائخ کی فکر میں ہم آہنگی اور مماثلت دراصل ولی اللہی فکر کا تاریخی تسلسل ہے۔ جو آج بھی ہمہ جہت بنیادوں پر جاری ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ اپنے متوسلین کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں کہ وہ حب مال، حب جاہ، خود نمائی و تکبر، حسد، کینہ، بغض و بداخلاقیوں کے نظام اور اس غلط ماحول سے برات کا اظہار کریں اور دین اسلام کے اعلیٰ اخلاق خدا پرستی پر مبنی عدل وانصاف کو دنیا میں غالب کرنے کے لیے اپنے تئیں جدوجہد اور کوشش کرنے کی نیت و عزم کریں۔ اس تناظر میں اپنے وابستگان کی تعلیم و تربیت کے لیے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ وہ ہر وقت تصحیح نیت اور غلبہ دین کے نظریے کو بیدار رکھ کر اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی بسر کرنے کے لیے جدوجہد اور کوشش کریں۔

- مولانا رائپوریؒ کی تربیتی و مذہبی فکر میں جمود، تنگ نظری اور مسلکی تعصب نہیں پایا جاتا تھا۔
- آپؒ نے قدیم علوم کے ساتھ ساتھ جدید علوم کی تحصیل کو بھی ضروری قرار دیا۔
- تعلیمی طرز فکر کے تناظر میں آپؒ نے جدید علوم اور اجنبی زبانوں کی تحصیل سے بھی کبھی منع نہیں کیا۔
- حضرت رائپوریؒ کے مطابق تعلیم کا نظام ہمیشہ ریاست کے نظام کے تابع ہوتا ہے۔ چنانچہ جب تک ریاست کا نظام درست نہیں ہوگا اس وقت تک نظام تعلیم بھی درست نہیں ہوگا۔ آپؒ طبقاتی اور دوہرے نظام تعلیم کو انگریز کا ورثہ سمجھتے تھے۔
- آپؒ کے نزدیک خانقاہی نظام حجرہ نشینی اور صرف ذاتی اصلاح کی سوچ پیدا نہیں کرتا بلکہ اجتماعی سوچ اور تربیت کا درس دیتا ہے۔
- آپ کے تربیتی و تعلیمی طرز فکر میں اجتماعی نظم و نسق کو بہت اہمیت حاصل تھی۔
- نوجوانوں کی اصلاح و تربیت کے حوالہ سے آپ کو اجتہادی ملکہ حاصل تھا اور اس معاملے میں آپ ان کی استعداد و صلاحیت اور رجحان کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے۔
- آپ نوجوانوں میں اعلیٰ فنی تعلیم کا شعور بیدار کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ عورت اور مرد کی تعلیم کے قائل تھے اور تعلیم کے شعبوں میں عورتوں کو ڈاکٹری تعلیم دینے کے قائل تھے۔
- مدارس دینیہ کے نوجوانوں کے لیے وہ طویل نصاب کے قائل نہیں تھے بلکہ اس کے برعکس وہ چاہتے تھے کہ نصاب مختصر اور دینیات پر حاوی ہونا چاہیے ان کے مطابق مدارس دینیہ کے نصاب میں یونانی فلسفہ اور منطق کو نکال کر قرآن و حدیث کو جگہ دی جائے نوجوانوں میں تعلیم و تربیت کے انقلابی اثرات پیدا کرنے کے حوالے سے آپ بہت متفکر رہتے تھے۔ آپ غلبہ دین کے لیے جدید علوم و فنون سیکھنے اور عقل و شعور سے کام کرنے کے لیے نوجوانوں کو تیار کرتے رہے۔ ان کے مطابق کوئی سلطنت موجودہ دور میں اپنی بقاء کے لیے جدید علوم و فنون سے ایک لمحہ صرف نظر نہیں کر سکتی اور وہ علوم و فنون ہمیں اغیار سے سیکھنے ہوں گے۔ آپ کے ملفوظات میں جدید علوم و فنون کی تحصیل اور ان فنون کو اجتماعی ترقی کے لیے استعمال کرنے کا ذکر جگہ جگہ ملتا ہے۔
- تعلیمی و تربیتی معاملے میں حضرت ثانیؒ کا رویہ کالج اور مدرسہ کے نوجوانوں کے ساتھ مساوی تھا۔ وہ نوجوانوں کے ذاتی افعال اور خرابیوں سے قطع نظر کرتے ہوئے وسیع تر مفادات کے لیے انہیں اپنے قریب کر کے ان کی اصلاح کے قائل تھے آپ



toobaafoundation.com

نوجوان پر تنقید کرنے کی بجائے اس نظام کی خرابی واضح کرنے پر یقین رکھتے تھے جس نے نوجوان نسل کی اخلاقی تربیت میں بگاڑ پیدا کیا ہے۔

- حضرت رائپوریؒ کے ہاں تعلیمی و تربیتی تناظر میں روایتی خانقاہوں کا سا مزاج نہیں تھا بلکہ خانقاہ رائے پور رسوم و قیود سے آزاد تھی یہی وجہ تھی کہ آپ کے ہاں عصری علوم کے حاملین اور مدارس دینیہ کے فاضلین اور نوجوانوں کو برابر درجہ دیا جاتا ہے۔
- حضرتؒ کی فکر اسلامی تاریخ کو رواداری، اعتدال اور اعلیٰ انسانی اقدار کے محافظ کے طور پر پیش کرتی ہے۔ آپ کے ہاں حقیقت پسندی اور عملیت پسندی کو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ آپ نے نوجوانوں میں صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین سے محبت کے جذبے بیدار کیا۔ ان کے نزدیک اصلاح نفس کے لیے اولیاء اللہ کی صحبت بہت ضروری ہے۔
- آپؒ کے نزدیک تعلیم کے ساتھ تربیت اور نظم و نسق بھی بہت ضروری ہے تاکہ طلبہ میں اجتماعی سوچ اور فکر پیدا ہو۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ کی صوفیانہ فکر:۔

- حضرت تھانویؒ کو اسلامی تصوف سے خصوصی لگاؤ تھا۔ اس میدان میں اپنی تجدیدی و اصلاحی خدمات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا ہے انہوں نے مسائل تصوف کا استنباط قرآنی آیات سے کیا۔
- سلوک و احسان کے ماحول کو خانقاہی حوالہ سے نہ صرف قائم رکھا بلکہ قرآن و سنت کی روشنی میں اس کی اصلاح کر کے خارجی اثرات سے اسے پاک کیا اور ہزاروں علماء کرام اور مسلمانوں کو اس کی علمی تربیت فراہم کی۔
- آپؒ کے نزدیک اگر صوفیاء کے اشغال و مجاہدات شریعت کی حدود کے منافی نہ ہوں تو یہ روحانی ترقی میں مفید ہے۔
- اسلامی تصوف اور شریعت میں تلازم و تطابق پایا جاتا ہے۔
- قربِ الٰہی سے ہی روحانی مقام و مرتبہ میں اضافہ ہوتا ہے۔
- تصوف، اباحیت (یعنی شریعت کی طے کردہ حدود کو پامال کرنے) اور سینہ بہ سینہ رازوں کا نام نہیں ہے بلکہ یہ روح شریعت ہے۔
- انبیاء، صوفیاء اور اولیاء کی تعلیم میں افراط و تفریط کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔
- بیان القرآن میں سلوک و احسان کے مسائل کو قرآنی آیات سے مستنبط کر کے یہ واضح کیا کہ سلوک و احسان کوئی باہر سے آنے والی چیز نہیں بلکہ اس کی علمی جڑیں قرآن کریم میں ہی پیوست ہیں۔
- حضرت تھانویؒ نے ان بدعات اور خلاف سنت رسومات کو جو بعض جہلا یا پیشہ ور متصوفین نے تصوف کے نام سے معاشرے میں مروج کر دی تھیں۔ چھانٹ کر الگ کیا، نفس کشی، توہم پرستی، شخصیت پرستی، قبر پرستی، چلے کشی، مراقبات، کیفیات، خواب، مبشرات مکاشفات، کرامات، تصرفات اور کچھ غیر مسنونہ اوراد و وظائف پر مبنی خانقاہی میراث جو صدیوں سے چلی آ رہی ہے، کی اصل حقیقت واضح کر کے انہیں کتاب و سنت کی کسوٹی پر پرکھ کر فیصلہ دیا۔


toobaafoundation.com

## حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کی صوفیانہ فکر

حضرت ثانیؒ کی صوفیانہ فکر کی اساس اجتماعیت پر تھی ان کے نزدیک تصوف انسان میں اجتماعی اخلاق پیدا کرتا ہے اور ان میں سے انفرادیت پر مبنی بداخلاقی کے اوصاف ختم کر کے انہیں سوسائٹی کی اجتماعی ترقی کے لیے کارآمد بناتا ہے۔

آپؒ نے شریعت، طریقت اور سیاست میں عدل و توازن قائم کر کے انہیں دین کا جامع فلسفہ قرار دیا۔

- تصوف اور تزکیہ نفس کے حوالے سے آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے تزکیہ نفس کی حامل ایسی جماعت اپنے پیچھے چھوڑی ہے جو آج بھی چلتے ہوئے کارواں کی شکل میں اپنی خدمات انجام دے رہی ہے۔
- حضرت ثانیؒ خانقاہ کے ماحول میں دین کی جامعیت کے فلسفے کو عملی شکل میں نافذ کرنے کے حوالے سے خانقاہی نظام کی ناگزیریت اور اہمیت وافادیت کے قائل ہیں۔
- ان کے نزدیک اصلاح نفس کے لیے اولیاء اللہ کی صحبت بہت ضروری ہے اولیاء اللہ کی صحبت میں رہ کر پہلے مرحلے میں اپنی اصلاح کریں اور پھر سوسائٹی کی اجتماعی اصلاح کی جدوجہد کرے۔
- حضرت رائپوریؒ کا تجدیدی کارنامہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے تصوف کی رائج اصطلاحات کے حقیقی مفہوم، اثرات اور تصوف کے مقاصد و مدارج کی وضاحت کی اور تصوف کے مطلوبہ اور غیر مطلوبہ آثار کی نشاندہی کی۔ بدعمل صوفیا کو ہدف تنقید بنایا۔ آپؒ کے فلسفہ تصوف میں انسانیت دوستی کا وصف نمایاں نظر آتا ہے حضرتؒ کے مطابق اسلام انسانیت دوست دین ہے اور جب سے ہم نے انسانیت کی بجائے گروہی مفادات کی سوچ اپنائی ہے تب سے ہم حقیقی منصب سے محروم ہو گئے ہیں برصغیر میں نوآبادیاتی نظام کی استحصالی فکر کو دریافت کیا اور اپنے انسان دوستی فلسفہ سے انگریزوں کے خلاف منظم جدوجہد کی۔
- آپؒ نے روحانیت اور معاشیات کے باہمی ربط کو واضح کیا کہ جب تک معاشی حالت اچھی نہ ہو گی اس وقت تک اخلاقی، سماجی اور روحانی ترقی بھی نہیں ہو گی۔

## مولانا اشرف علی تھانویؒ کی معاشرتی فکر

حضرت تھانویؒ نے معاشرت کو دین کا ایک اہم جزو خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ آج کل معاشرت کو تو دین کی فہرست ہی سے نکال دیا ہے چند چیزوں کا نام دین سمجھ رکھا ہے حالانکہ قرآن اور حدیث میں اس کے متعلق کافی تعلیم موجود ہے۔

- حسن معاشرت کا ادنی درجہ یہ ہے کہ لوگوں کو اذیت اور وحشت سے محفوظ رکھے۔
- معاشرتی فکر کے تناظر میں پابندی وقت کو بہت اہمیت دی فرمایا کہ میں نے نظام الاوقات کے سلسلے میں کبھی کسی کو پریشان نہیں کیا وقت کو خراب نہ کریں تو بہت کام ہو جائیں گے۔
- معاشرتی آداب میں مبہم گفتگو کو پسند نہیں کرتے تھے فرمایا کہ تکلفات اور رسومات نے تو معاشرت کا ناس کر رکھا ہے۔ ہر کام کو انتظام و قواعد اور اصول سے کرنے پر بے حد زور دیتے کہ انتظام برکت کی چیز ہے۔
- مولانا تھانویؒ کی نظر میں معاشرتی امور و معاملات نفلی عبادات سے زیادہ اہم تھے ان کے منہج اصلاح میں اصلاح کا آغاز اپنے قریبی رشتہ داروں سے ہوتا ہے۔



toobaafoundation.com

- ان کے ہاں غیر اختیاری امور اور کیفیات کے حصول کے درپے ہونے کی بجائے اپنے اختیار میں آنے والے افعال کے درست کرنے کو اور وساوس کو خاطر میں نہ لانے پر زور دیا گیا۔
- مولانا کے منہج اصلاح میں اعتدال کی کیفیت نمایاں تھی۔ ان کی نظر میں انسانی طبیعت اور مزاج کو عقل کے اور عقل کو شریعت کے تابع رہنا چاہیے۔
- نظام وضبط بہت ضروری ہے کہ سلطنت کفر سے چل سکتی ہے بدانتظامی سے نہیں۔
- مولانا تھانویؒ احتساب نفس کو بنیادی اہمیت دیتے کہ آدمی اپنی خامیوں کو تلاش کرے۔

## مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کی معاشرتی فکر

- حضرت رائپوریؒ نے برصغیر کے فرقہ وارانہ ماحول کا قریب سے مشاہدہ کیا اور مختلف تجربات سے گزرتے ہوئے دین کے نام پر معاشرتی نفاق اور اسکے نقصانات تک رسائی حاصل کی۔
- آپ نے تکبر و نخوت، نسب کی معاشرتی منفعتیں اور بدعات کی بھرپور مذمت کی۔
- آپؒ کے نزدیک اسلام نے معاشرت کی کچھ ایسی باتیں بھی بتائیں ہیں جو بغیر جغرافیائی اختلاف کے ہر جگہ یکساں قابل عمل ہیں۔
- آپ نے فرقہ وارانہ اور معاشرتی فسادات اور طبقاتی سوچ کے نقصانات کے حوالے سے شعور بیدار کیا۔
- انہوں نے برصغیر کی آزادی کے لیے سرگرم تحریکات اور شخصیات کی براہ راست رہنمائی اور سرپرستی کی۔
- مذہب کے نام پر کفر سازی اور گروہیت کے رجحانات معاشرہ کی تخریب کا باعث ہیں۔
- معاشرے میں انسانی کمالات میں اس کے کردار اور خیالات کا کردار، عصری علوم و فنون سے آگہی اور تعلیمی میدان میں نوجوانوں کے رجحانات کی رعایت از بس ضروری ہے۔
- آپؒ نے معاشرتی زوال کی ایک وجہ علماء حق سے بے اعتنائی کو قرار دیا۔
- آپ کے نزدیک قرض سے احتراز اور معاشرہ سے افلاس کے خاتمہ کے لیے ٹھوس حکمت عملی کی ضرورت ہے۔
- شخصی حکومتوں کی جگہ شورائی اور جمہوری حکومتوں کا قیام روح عصر کا تقاضہ ہے۔ جس سے انحراف نے مسلمانوں کو زوال کے دن دکھائے۔
- حضرتؒ نے معاشرتی نفاق اور معاشرتی غلو کے حوالے سے علماء کو تقلید اور اجتہاد میں میانہ روی اور اعتدال پر زور دیا۔
- عصر حاضر میں اقتصادی کش مکش نے مذہبی بحثوں کی جگہ لے لی ہے اور مسلمانوں کی بد عملی جو کہ اسلام کی راہ میں رکاوٹ کا باعث ہے ان کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔
- آپؒ معاشرتی اصلاح میں ذرائع ابلاغ کو خاص اہمیت دیتے تھے۔
- معاشرتی ترقی و فلاح کے لیے اللہ کے تکوینی نظام اور صبغۃ اللہ اور معاشرتی تبدیلیوں کا فہم حضرت رائے پوریؒ میں بدرجہ اتم موجود تھا۔
- حضرت رائپوریؒ خدمت خلق کی معاشرتی اور تربیتی اہمیت کے پیش نظر ملک کے تعمیری کاموں میں اپنا کردار ادا کرنے کی تاکید کرتے۔



toobaafoundation.com

- آپؒ نے دینی تقاضا کو مقدم رکھ کر دینی مصروفیات کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم معاشی ضرورت پر دینی کاموں کو ترک کر دیتے ہیں حالانکہ ہمارے دینی کام بھی ضرورت کے اعتبار سے دنیا کے ہی کام ہیں۔

## مولانا تھانویؒ اور مولانا رائے پوریؒ کے صوفیانہ و معاشرتی رجحانات کا تقابلی جائزہ

- حضرت مولانا تھانویؒ کی تعلیمات میں نظم وضبط، انفرادی معاشرت کی اصلاح اور چھوٹی چھوٹی باتوں کا خاص خیال رکھا جاتا تھا، ایسی باتوں کے عملی اہتمام کو دیگر بڑے بڑے اہل اصلاح و تقویٰ کے ہاں بھی قابل التفات نہیں سمجھا جاتا لیکن حضرت تھانویؒ کے ہاں ان چیزوں کا خاص اہتمام تھا، اس کے برعکس حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کے ہاں اجتماعی اصلاح کو خاص طور پر موضوع بنایا گیا۔
- حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ایک اسلامی ریاست کا خواب دیکھنے والوں میں شامل تھے تاہم انہیں اپنی زندگی میں اپنے خواب کی تعبیر دیکھنے کا موقع نہ ملا اور وہ 1943ء میں وفات پاگئے۔ جبکہ حضرت رائپوری نے ہندوستان میں مسلمانوں کی تقسیم کے مضر اثرات کا مشاہدہ کیا ان کا کہنا تھا" انگریز مسلمان کے سخت دشمن ہیں انہوں نے قصداً تقسیم میں مسلمانوں کو نقصان پہنچایا۔ لیکن ہمارے مسلمان ایسے سیدھے ہیں کہ اسی انگریز سے جو دشمن ہے تقسیم کرائی"
- حضرت تھانویؒ شخصی حکومت کے حق میں ہیں فرمایا کہ جمہوری حکومت کا اسلام میں کوئی وجود نہیں۔ مولانا رائپوریؒ نے ملکی، سیاسی اور اقتصادی حالات کے ضمن میں فرمایا کہ آجکل شخصی حکومت مفید نہیں پڑتی۔
- خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون کی دینی تربیت گاہ کی بنیاد شیخ طریقت مولانا محمد محدث تھانویؒ نے رکھی تھی۔ ان کا شمار اقطاب ثلاثہ میں ہوتا ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ (1899-1817ء) اور حضرت حافظ ضامنؒ تینوں اس خانقاہ میں ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ جبکہ خانقاہ رائے پور کے بانی مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ ہیں۔ جنہوں نے مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے ولی اللہی فکر کو سیکھا۔ مولانا تھانویؒ اور مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ دونوں کا صوفیانہ مشرب حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے جڑا ہوا ہے۔ مولانا تھانویؒ براہ راست حاجی صاحبؒ کے مرید اور خلیفہ تھے اور مولانا رائے پوریؒ، مولانا شاہ عبدالرحیمؒ کے جانشین تھے جو حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے اور بعدازاں مولانا گنگوہیؒ کے جانشین تھے۔
- مولانا تھانویؒ ہندوؤں کے مخالف تھے اور مسلم لیگ کے حامی تھے جبکہ مولانا رائپوریؒ انگریزوں کے مخالف اور کانگرس کے حامی تھے مولانا رائپوریؒ صرف اس صورت میں ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے اگر یہ دونوں مل کر انگریز کو ہندوستان سے نکال دیں۔ مولانا تھانویؒ کے نزدیک ہندو ایک احسان فراموش، وعدہ خلاف اور اسلام دشمن قوم ہے۔ "1857ء کی جنگ آزادی کے خاتمے پر یہ غدار انگریزوں سے مل گئے بلکہ انہوں نے مسلمانوں کی مخبریاں کر کے انہیں پھانسیاں تک دلوائی۔ غیر منقسم ہندوستان میں سیاسی اختلافات نے مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا۔
- مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کو پاکستان کی کئی دینی تحریکات کی سرپرستی ورہنمائی کا موقع ملا جن میں " مجلس تحفظ ختم نبوت اور ردِ قادیانیت"، مجلس احرارِ اسلام، تحریکات دفاع صحابہؓ (تحریک تنظیم اہل سنت، خدام اہل سنت)" جمعیۃ العلماء اسلام پاکستان، پر آپؒ کی فکر نے نمایاں اثرات چھوڑے جبکہ مولانا تھانویؒ کو 1943ء میں وفات پاجانے کی وجہ سے پاکستان کی دینی تحریکات کی سرپرستی کا موقع نہ ملا۔


toobaafoundation.com

- جامعہ اشرفیہ کے بانی مفتی محمد حسن ہیں جنہوں نے 14 ستمبر 1947ء میں اس کا سنگ بنیاد رکھا جبکہ ادارہ رحیمیہ کی بنیاد شاہ عبدالرحیم کے کئی جانشینوں کی طرح، مولانا شاہ سعید احمد رائپوریؒ نے 2001ء میں ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ کے نام سے لاہور میں قائم کیا۔
- پاکستان میں مولانا تھانویؒ کے متعلقین جن میں مفتی محمد شفیع اور انکا خانوادہ، مولانا رضی عثمانی، مولانا تقی عثمانی، مولانا محمد عبداللہؒ، حاجی ولی اللہؒ، مولانا عبدالرحمن شرقیؒ، مولانا حافظ فضل الرحیم اشرفی، حاجی عبداللہ اور مولانا عبدالرحیم مسلسل جامعہ اشرفیہ میں دین کی خدمت میں مصروف ہیں۔ جبکہ ادارہ رحیمیہ میں مولانا رائے پوریؒ کے متعلقین جن میں مولانا شاہ عبدالعزیزاور مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے بعد، اب مفتی عبدالخالق آزاد اور مفتی سعید الرحمن، مفتی عبدالمتین نعمانی، مفتی عبدالغنی قاسمی، مفتی عبدالقدیر ولی اللہی فکر کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔
- مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، شاہ عبدالرحیم رائپوری کے بعد سلسلہ نقشبندیہ کے دوسرے شیخ تھے جبکہ مولانا اشرف علی تھانویؒ، امداداللہ مہاجر مکیؒ کے بعد سلسلہ چشتیہ سے وابستہ تھے۔
- مولانا تھانویؒ کی مختلف موضوعات پر 1000 (ہزار) سے زائد تصانیف ہیں جبکہ حضرت رائے پوریؒ کی باقاعدہ کتب منظر عام پر نہیں تھی البتہ ان کے ارشادات، ملفوظات اور مجالس رائے پوریؒ سے استفادہ کیا گیا۔



toobaafoundation.com

# نتیجہ بحث

1. میں نے اپنے اس مقالہ میں حضرت اشرف علی تھانویؒ اور مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی صوفیانہ و معاشرتی فکر کا تحقیقی جائزہ لیا ہے۔ ان حضرات کی بدولت، ان کی تعلیم و تبلیغ، افکار اور ان کے اخلاق و کردار کی بدولت لاکھوں مسلمانوں نے اکتساب علم کیا اور معاشرے کی اصلاح ہوئی، خاص طور پر دینی فکر کی جو کرنیں پھیلی ہیں وہ کسی فاتح جرنیل کا نہیں بلکہ روحانی اور معاشرتی فکر کی اصلاح کرنے والے انہی حضرات و مشائخ کا صدقہ ہے۔
2. میں نے بیسویں صدی میں برصغیر کی دینی فکر کے حوالے سے ان اسلامی و سیاسی تحاریک، دینی فکر کے ادارے، جماعتوں اور خانقاہوں کو اپنے مقالہ میں شامل کیا ہے جن کی فکر کی جڑ کتاب و سنت و اصول دین کی پیروی ہے۔
3. مولانا تھانویؒ اور مولانا رائے پوریؒ کی صوفیانہ و معاشرتی افکار کو بیان کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ یہ حضرات تصوف و معاشرت کے حوالے سے ان تمام رسومات، نظریات اور مباحث کو یکسر مسترد کرتے ہیں جس میں کسی اصول دین سے انحراف کا کوئی شائبہ تک بھی ہو بالفاظ دیگر وہ ایسی طریقت قطعاً تسلیم نہیں کرتے اور نہ خود اختیار کرتے ہیں، جو شریعت کے عین مطابق نہ ہو۔
4. اسلام میں اصطلاح (Term) طریقت و معاشرت کوئی ایسا نظریہ یا عمل نہیں جو خدانخواستہ ہمارے دین کے اصولوں سے انحراف کرے۔ اپنے مقالہ میں ان فعال ترین شخصیات کی صوفیانہ و معاشرتی فکر کو موضوع بنانے اور ان کا خصوصی جائزہ لینے کا مقصد یہ ہے کہ عوام الناس اور بعض محققین کی نظر میں ان صوفیانہ و معاشرتی افکار کے حوالے سے جو غلط فہمیاں ہیں ان کا ازالہ ہو سکے اور ان افکار کی اصل روح، اصول و ضوابط، تعمیر و تشکیل اور اس کے پائیدار مثبت اور بامقصد اثرات سے لوگ واقفیت حاصل کر سکیں کہ کس طرح ان حضرات کی صوفیانہ و معاشرتی فکر اور خدمات سے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی اصلاح ہوئی اور لاکھوں لوگوں کی تقدیریں بدل گئیں، لاکھوں کو دین اسلام کی روشنی سے منور کیا۔
5. بیسویں صدی میں برصغیر کے مسلمانوں کے اخلاق حمیدہ کی تعلیم و تربیت انہی حضرات کے ذریعہ سے ہوئی۔ آج مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے متعلقین نہ صرف پاکستان میں بلکہ پوری دنیا میں دینی و اصلاحی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اور ان حضرات کی فکر کے فروغ میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں، میں نے اپنے مقالہ میں چند قابل قدر متعلقین کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ جو اسلام کی اشاعت اور غیر اسلامی تصوف کی بیخ کنی اور معاشرتی اصلاح کے حوالے سے خاطر خواہ اقدامات اور کارہائے نمایاں سرانجام دے رہے ہیں۔
6. مولانا تھانویؒ اور مولانا رائے پوریؒ کے صوفیانہ و معاشرتی رجحانات کا خلاصہ یہ ہے کہ ان حضرات کی تعلیمات کا ماخذ قرآن حکیم اور حدیث نبوی ﷺ ہے۔ چنانچہ انہوں نے مناسب موقعوں پر قرآن حکیم کی آیات اور احادیث کو دلیل کے طور پر پیش کیا، انہوں نے شریعت کی پابندی پر زور دیا۔ بتایا کہ شریعت کی پابندی سے ہی ایک طالب روحانیت اور معاشرت کے اعلیٰ مدارج کو عبور کر سکتا ہے۔ ان بزرگوں نے اللہ اور رسول ﷺ سے محبت اور آپ کی پیروی، مخلوق سے محبت اور ان کی خدمت، حسن اخلاق، سخاوت اور حلال رزق حاصل کرنے کی تلقین کی ہے۔
7. اس مقالہ میں مولانا تھانویؒ اور مولانا رائے پوریؒ کا منہج تصوف، اصطلاحات، اعمال و خصائص، اذکار و اشغال، صوفیانہ مغالطے، تصوف کے مطلوبہ اور غیر مطلوبہ آثار اور دینی فکر میں طریقت و معاشرت کے حوالے ان حضرات کے افکار کا جائزہ



toobaafoundation.com

لیا گیا ہے۔ معاشرتی اصلاح کے حوالے سے مولانا تھانویؒ کے ہاں نظم وضبط اور جزئیات کی تعلیم کا تصور ملتا ہے آپ انفرادی اصلاح پر زور دیتے تھے۔

8. مولانا رائے پوریؒ کے ہاں اجتماعی اصلاح کو خاص طور پر موضوع بنایا گیا ہے۔ مقالہ میں معاشرتی رجحان کے حوالے سے معاشرتی اصلاح اور اس کے تقاضے، معاشرتی فسادات کی وجوہات کا تحلیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ حضرت تھانویؒ کی ہزاروں کی تعداد میں تصانیف ہیں جن کو انہوں نے دینی و معاشرتی اصلاح کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے مرتب کیا۔ جبکہ مولانا رائے پورؒ کی صوفیانہ و معاشرتی اصلاح کے لیے حضرتؒ کے ارشادات، ملفوظات، دینی تعلیمات اور مجالس حضرت رائے پوریؒ کے حوالے سے مواد موجود ہے۔

9. بیسویں صدی میں معاشرتی وصوفیانہ فکر، ولی اللہی فکر کے فروغ میں خانقاہ تھانہ بھون اور خانقاہ رائے پور میں بھی دینی تعلیم کا انتظام تھا۔ وہ خود بھی لوگوں کو روحانی و دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ معاشرتی فکر کی تعلیم دیتے تھے۔ انہوں نے جب بھی خلاف شریعت اور معاشرتی بگاڑ کے حوالے سے کوئی عمل دیکھا تو اس کو ختم کرنے کے لیے لسانی و قلمی جہاد کیا، اور لوگوں کی روحانی، اخلاقی اور معاشرتی بہتری کے لئے جدوجہد کرتے رہے۔ وہ حجروں میں بیٹھ کر ذکر کی تلقین کرنے کے ساتھ معاشرے اور حکومت کی کار گزاریوں کا جائزہ لیتے تھے اور لوگوں کو محبت کا عملی درس دیا اور خدمت خلق کی تلقین کی۔

10. معاشرے کے تکوینی نظام اور صبغۃ اللہ کے اصول کے تحت، اللہ تعالی نے جس سے جیسی خدمت اور کام لینا ہوتا ہے اسے ویسے ہی رنگ میں ڈھال دیتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی نیک بندے کو کسی کام کے لیے چن لیتا ہے تو لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دیتا ہے۔ پھر محبت کرنے والے محبت کرتے ہیں اور ان کی سوانح مرتب کرتے ہیں، ان کے ملفوظات جمع کرتے اور ان کی کرامات قلم بند کرتے ہیں۔ ان کی باتیں زمانے والوں اور آنے والوں تک پہنچاتے ہیں۔ پھر وہ سوانح، ملفوظات، معمولات، مجالس ایک زندہ حقیقت بن جاتے ہیں۔ جو پڑھنے والوں کی اصلاح کرتے ہیں، ان کو بناتے اور سنوارتے ہیں اور ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے اور چراغ سے چراغ جلتے رہتے ہیں۔

11. دور حاضر میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی تعلیمات و فکر کو سہل انداز میں اور عصری مذاق کے مطابق نوجوان نسل اور تشکیک زدہ افراد کے سامنے پیش کرنا بہت ہی ضروری ہے۔ ان حضرات کی فکر کے احیاء کے بغیر امت مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ کا مقصد کبھی بھی پورا نہیں ہو سکتا۔

12. اس وقت تغیر پذیر عالمی، سیاسی، سماجی، ثقافتی اور اقتصادی حالات و واقعات ملت اسلامیہ کے لیے امتحان کی گھڑی ہیں۔ مغرب میں آج بے چینی، لاقانونیت، اخلاقی پستی اور بدکاری کا بڑھتا ہوا طوفان اپنے عروج کی جن سطحوں کو چھو رہا ہے۔ اس کے اثرات نے اسلامی معاشرے کو اپنے پنجوں میں جکڑ رکھا ہے ہمارے نوجوان بری طرح اس ثقافتی یلغار کا شکار ہو رہے ہیں اور عالم کفر لادینی اور بے اصول شیطانی طاقتوں کے زیر اثر پروان چڑھ رہا ہے۔

13. بلاشبہ قوموں کی ترقی کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے ان رہنمایان قوم کے فکر و فلسفہ اور عملی سیرت و کردار کو اپنے سامنے رکھیں۔ ان کے زندگی بخش افکار صالحہ کی اساس پر تعمیر نو اور تشکیل جدید کا راستہ اپنائیں خصوصاً انتشار زدہ حالت میں افکار کی یکسوئی، اعمال کی وحدت اور کردار کی پختگی تبھی حاصل ہوتی ہے جب سچے رہنماؤں کا صحیح تعارف حاصل ہو۔ معاشروں کے درست خطوط پر تشکیل کے لیے جہاں انسانیت کی آفاقی اقدار و روایات اور صحیح فلسفہ و فکر سے آگہی اور ان سے



toobaafoundation.com

شعوری وابستگی کی ضرورت واہمیت ہوتی ہے، وہیں پر عصری تقاضوں کا فہم اور روح عصر کے مطابق صحیح حکمت عملی کی تشکیل بھی انتہائی ناگزیر حیثیت رکھتی ہے۔ اس لیے کہ زمینی حقائق اور معروضی تقاضوں کا صحیح ادراک، روح عصر کو سمجھے بغیر نہیں ہو سکتا۔ معروضی حقائق سمجھے بغیر کی جانے والی جدوجہد اور کوشش پورے طور پر نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوا کرتی۔ اس لیے قوموں کی کامیابی میں عصری تقاضوں کا شعور رکھنے والی قیادت ہی بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔(1837)

14. بیسویں صدی میں برصغیر کے ان علمائے ربانیین نے جب کہ اس خطے کے انسان ظلم و جبر، غلامی اور پستی کا شکار ہو گئے تھے، عصری تقاضوں کو بہ خوبی سمجھا۔ انہوں نے روح عصر کو سامنے رکھتے ہوئے، اس خطے کی اقوام کو زوال سے نکالنے کے لیے دین اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں درست حکمت عملی اور صحیح طریقہ کار وضع کیا یوں بلاشبہ ان حضرات نے ایک تجدیدی کردار ادا کیا۔(1838)

15. "نظام معروف" کے قیام اور "نظام منکر" کے انسداد کے لیے ایسی متوازن اور مدبر قیادت کا ہونا ناگزیر ہے، جس پر اللہ کے دین کے حوالے سے اعتماد کیا جا سکے۔(1839)

16. حقیقت یہ کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ جیسے صوفیا و مشائخ نے اللہ کی زمین کو علم و آگہی و معرفت و طریقت، زہد و تقویٰ، مذہبی رواداری اور انسان دوستی کی ایسی لازوال خوشبو سے مہکا دیا کہ آج تک یہ دھرتی ان خوشبوؤں سے معطر ہے اور مسلسل مہک رہی ہے۔

17. جب تک ان حضرات کی صوفیانہ و معاشرتی تعلیمات ہماری رہبری کرتی رہیں گی ہماری قومی یک جہتی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

18. دنیا کے گوشے گوشے میں ہمارے ان مذکورہ بالا حضرات کی تعلیمات امن و سلامتی کی ضامن ہیں۔ اس بات کی صداقت میں کوئی شک نہیں کہ ان کے صوفیانہ و معاشرتی رجحانات کے فروغ سے ہی دنیا میں امن و سلامتی اور بھائی چارہ کا ماحول قائم ہو سکتا ہے۔(1840)

19. ان حضرات کی تعلیمات، ارشادات، ملفوظات، کے ذریعے بین المذاہب رواداری، معاشرتی ہم آہنگی پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ خلق خدا کو دین اسلام کی طرف راغب کیا جا سکتا ہے۔

20. موجودہ دور میں ان حضرات کی دینی فکر کو اجاگر کرنے کی اشد ضرورت ہے تاکہ عالمی سطح پر اسلام کا صحیح تشخص ان کی صوفیانہ و معاشرتی خدمات کے ذریعے پیش کیا جا سکے۔

21. موجودہ دور کی بڑی بڑی تنظیمیں اور این جی اوز اجتماعی طور پر بھی ان میں سے کسی ایک حضرت کی دینی فکر کے برابر خدمات انجام نہیں دے سکیں۔

---

1837۔ سندھی، عبیداللہ، مولانا، (اردو ترجمہ: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری)، برصغیر میں تجدید دین کی تاریخ، لاہور، رحیمیہ مطبوعات، 2016ء، ص 90

1838۔ سندھی، عبیداللہ، مولانا، (اردو ترجمہ: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری)، برصغیر میں تجدید دین کی تاریخ، ص 90

1839۔ ایضاً، ص 64

1840۔ احمد رضا، ڈاکٹر، اسلامی اخلاق اور تصوف، مقالہ برائے ایم۔اے، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، 2018ء، ص 641



toobaafoundation.com

22. موجودہ عہد میں اگر ان صوفیا و مشائخ اور ان کے خانقاہی نظام کے حوالے سے گفتگو کی جائے تو بات واضح ہے کہ آج کے دور میں ان حضرات اور ان کی خانقاہوں کی ضرورت پچھلی صدیوں سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ آج خانقاہی نظام کا احیاء ہو جائے تو اس کی اثر پذیری کا دائرہ بھی پچھلی صدیوں کی بہ نسبت بے حد وسیع ہو سکتا ہے۔[1841]

23. اس مقالہ میں مولانا تھانویؒ اور مولانا رائے پوریؒ کی دینی فکر کی تشکیل میں ان کے صوفیانہ و معاشرتی رجحانات کا تجزیہ کرنے کے بعد واضح ہوا کہ ان کے بنیادی رجحانات روایتی نوعیت کے نہ تھے کہ جس سے خانقاہی نظام کو تقویت ملتی بلکہ شریعت، طریقت اور سیاست میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

24. مذکورہ حضرات کے فکری رجحانات میں کافی حد تک یکسانیت پائی جاتی ہے۔ اس حوالے سے متنوع اور غیر یکساں پہلوؤں کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے۔ ان حضرات کے فکری رجحانات کی بنیاد اسلامی اصولوں پر استوار کی گئی ہے۔ تربیتی و تعلیمی طرز فکر کو واضح کرنے کے لیے ان کی خانقاہی زندگی کا تذکرہ کر دیا گیا ہے۔

25. حضرت تھانویؒ اور حضرت رائے پوریؒ کی صوفیانہ اور معاشرتی فکر کے حوالے سے مماثلتی اور متنوع پہلوؤں کو باب سوم کی فصل پنجم اور باب چہارم کی فصل پنجم میں تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔

دراصل یہی میری اس تحقیق کا ایک اہم مقصد بھی ہے۔ مولانا رائے پوریؒ اور مولانا تھانویؒ کے متعلقین ان کے مجازین بیعت اور مجازین صحبت، خلفاء، جانشین اور تلامذہ بھی ان سے محبت کرتے ہیں اور آج تک اس سلسلے کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ان حضرات کی تحریک آزادی کے حوالے سے سیاسی فکر و بصیرت، خدمات، مسلم قومیت کی تشکیل میں کردار، مختلف سیاسی و دینی تحاریک کی سرپرستی اور ان کے کردار و اثرات کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔ ان حضرات کی شریعت طریقت و سیاست کے حوالے سے قابل قدر خدمات کا اعتراف بھی اس مقالہ کا حصہ ہے۔ انہی حضرات کی جدوجہد، رہنمائی اور دعاؤں کے صدقے اللہ تعالیٰ نے ہمیں پاکستان کی شکل میں ایک نعمت عطا کی۔ اب ہمارا، ہماری آنے والی نسلوں کا یہ کام ہے کہ ان صوفیائے کرام کی دینی فکر کو اپنی روزمرہ زندگی کے معمولات میں بھی مقدم جانیں اور دین و شریعت، تصوف اور معاشرت کے حوالے سے ان حضرات کی جو خدمات ہیں ان کی پیروی کریں میں نے اپنے مقالہ کے ذریعے ایک پیغام دینے کی کوشش کی ہے۔ میرے خیال میں ہمارے بعد آنے والوں کو اسی پیغام کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسی جذبہ سے سرشار فرمائے۔ آمین

آخر میں میں اپنی اس تحقیق کا اختتام شاعر مشرق حکیم الامت حضرت علامہ اقبال کی اس دعا کے ساتھ کرتی ہوں کہ :

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا[1842]

---

1841۔ ایضاً، ص 613

1842۔ اقبال، ڈاکٹر، علامہ، بانگ درا، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1978ء، ص 205



toobaafoundation.com

# سفارشات

اس حقیر کاوش کی روشنی میں درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

1. جدید تہذیب نے انسان کو خدا سے محروم کر کے روحانی فاقہ میں مبتلا کر دیا ہے۔ لہذا آج کے پُر فتن دور میں دین کے جامع تصور کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ ہے اس بنا پر مختلف ادوار اور ایسے بزرگ واکابرین کی دینی فکر کو موضوع بحث بنانے کی روایت کو پروان چڑھایا جائے۔ اور ایسے محققین کی حوصلہ افزائی کی جائے جو اپنے حقیقی محسنوں کی سچی فکر کو بازیاب کرنا چاہتے ہیں۔ جس کے مطالعے سے آئندہ آنے والی نسلوں کے اندر ایمانی شعور، دینی جذبہ اور اخلاقی بیداری پیدا ہو سکے۔
2. ہمارے ہاں دینی فکر کے حوالے سے جو بھی کام کیا جا رہا ہے اس میں حقیقت پسندی اور عملیت پسندی کا فقدان ہے۔ جب تک ان مشائخ کی صوفیانہ اور معاشرتی فکر کو روحانی و دینی اور سماجی مسائل کے حل کے طور پر پیش نہیں کیا جائے گا اس وقت تک اس کی افادیت مسلم نہیں ہو گی۔
3. خانقاہ رائے پور اور خانقاہ تھانہ بھون (خانقاہ اشرفیہ) نے جو تربیتی و تنظیمی کام کیے اور خلفا کا ایک باعمل و فکری تسلسل چھوڑا اس کا عصری خانقاہوں کے ساتھ تقابلی انداز میں جائزہ لینا بھی وقت کی ضرورت ہے۔ تاکہ دینی فکر کے حوالے سے کام کرنے والی ان خانقاہوں کے حقیقی اور مکمل تعارف سے شناسائی ہو۔
4. مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے سیاسی فکر و فلسفہ کے حوالے سے بھی کافی کام ہو سکتا ہے۔ مولانا رائے پوریؒ کے ہندوستان کی تقسیم کے حوالے سے افکار و نظریات کو ماضی اور حال کی تحقیقات کے تناظر میں دیکھنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ مولانا رائے پوریؒ کے ارشادات، ملفوظات، مجالس اور مکاتیب کی تحقیق، تخریج اور تصویب پر کام کیا جا سکتا ہے تاکہ ان کی فکر کے حوالے سے بنیادی مواد مہیا کیا جا سکے۔
5. مولانا اشرف تھانویؒ اور مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے فکری تسلسل کی روشنی میں انہی کے خلفا اور مشائخ کے فکر و فلسفہ پر بھی کام ہونا چاہیے۔ ان خانقاہوں کے مشائخ کے فکر و فلسفہ پر کام کرنے کے ساتھ ان کا تنقیدی و تنقیحی مطالعہ بھی ضروری ہے۔
6. مولانا تھانویؒ اور مولانا رائے پوریؒ کی معاشرتی فکر کے مطالعے سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ برصغیر کے دیگر صوفیا کی معاشرتی فکر کے حوالے سے کام کی گنجائش موجود ہے اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہو گا کہ وہ لوگ جو ان صوفیا کا تعارف چلہ کشی اور رہبانیت کے طور پر پیش کرتے ہیں ان پر واضح ہو جائے گا کہ ان صوفیا کا سماجیات کے تصور کے فروغ اور اصلاح معاشرہ کے حوالے سے بھی ایک اہم کردار تھا۔
7. مذکورہ بالا حضرات کی صوفیانہ و معاشرتی فکر و رجحان کی اصل غرض وغایت کو دنیا کے سامنے واضح کیا جائے تاکہ سچے، اہل علم اور حقیقی صوفیا و مشائخ کو دعوت و تبلیغ اسلام اور احیائے سنن اور اصلاح عالم کے عظیم کام پر دوبارہ لگایا جا سکے۔ تاکہ وہ اپنے عمل و کردار کو نمونہ بنا کر کشف و کرامات اور علوم ظاہری و باطنی سے غیر اسلامی ادیان وعقائد وافکار پر دین حق کا اظہار کر کے اسلام کی حقانیت کو دنیا پر ثابت کر دیں۔
8. حکومت وقت کو چاہیے کہ ایسے حضرات ومشائخ کے افکار و رجحانات کو عوامی سطح پر فروغ دیں۔



toobaafoundation.com

9. حکومت ایسے کامل مشائخ وحضرات کی ایک مجلس شوریٰ قائم کرے تاکہ وہ ہر خانقاہ کے سجادہ نشین کو قرآن وسنت کے معیار پر پرکھے اور اس کو اس مسند پر کام کرنے کی اجازت دے۔

10. عصری ضرورت کے تحت ایسے دارالعلوم وادارے بنائے جائیں جہاں قرآن وسنت اور فقہ کے علاوہ ہر چہار طریقوں کے اسباق بھی پڑھائے جائیں اور ریاضتیں ومجاہدے کرائے جائیں۔ جب سالک تمام اسباق میں کامیاب وکامل ہو جائے تو اسے کسی علاقہ یا ملک کے لیے نامزد کر دیا جائے اور اس کے تمام اخراجات حکومت وقت اپنے ذمہ لے تاکہ وہ عوام الناس کو لوٹنے اور پیسے بٹورنے کی بجائے صحیح معنوں میں دعوت وتبلیغ اسلام اور اظہار دین حق کا کام انجام دے سکے۔[1843]

11. دین کی بقا کے لیئے جدوجہد کرنا اور جماعت بنانا مسلمانوں پر فرض ہے، نئی جماعت بنانا آسان کام نہیں ہے، کوئی چلتا ہوا قافلہ مل جائے تو کیا کہنے۔ دراصل مولانا تھانویؒ اور مولانا رائپوریؒ کے متعلقین کی جماعت یہی چلتا ہوا قافلہ ہے جس میں شامل ہو کر دین اور اس کی فکر کی ترویج واشاعت کرنا ہماری خوش قسمتی ہے۔ اگر منزل امامت دین کی ہو تو خواہ سینکڑوں قافلے ہوں یا ہزاروں کوئی مضائقہ نہیں۔ خلوص واخلاص ہو گا تو وقت آنے پر وہ باہم جڑتے چلے جائیں گے اگر چلنا ہی نہیں تو منزل کیسی؟

12. اگر کوئی دین پر عمل کرنا چاہے تو یہ ناممکنات میں سے نہیں ہے انسان دینی فکر اور رسم ورواج کو ساتھ ساتھ لے کر چل سکتا ہے یہ مشکل ضرور ہے ناممکن نہیں کیونکہ بعض چیزیں مبادی یا اصول کی حیثیت سے ایسی محکم ذہن میں راسخ ہو گئی ہوتی ہیں ان کو وہاں سے ہٹا کر ایک نئے اصل سے بنیاد رکھنا مشکل ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں ہے۔ ہم نے دین کی حیثیت سے اسلام کو نافذ کرنے کے لیے پاکستان حاصل کیا تھا یہاں مذہب کی حیثیت سے اسلام رہ گیا ہے دین کی حیثیت سے نہیں ہے۔

13. پاکستان میں دین واسلام کی بقا کے لیے حکومت اور علماء کا فرض ہے کہ وہ حدود دین، اسلام کی حفاظت کی تدابیر سرانجام دیں۔ اگر غور کیا جائے تو دین اسلام کی حدود کی حفاظت مملکت اسلامی کی حفاظت سے بھی زیادہ اہم ہے اب اگر مملکت اسلامی کے چپہ چپہ کے پاسبانی ضرور ہے تو اس سے زیادہ اسلامی قوانین اور احکام کی پاسبانی بلکہ ہر ہر حکم و قانون کی پاسبانی ضروری ہے۔

---

1843۔ افغانی، دین محمد، مولانا، تجدید الاسلام، ص 45-44



toobaafoundation.com

# اشاریات

## آیات


| نمبر شمار | متن آیات | سورۃ نام | آیت نمبر | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|---|
| 8 | وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا۟ شُهَدَآءَ عَلَى ٱلنَّاسِ | البقرہ | 143 | 6 |
| 12 | يُرِيدُ ٱللَّهُ بِكُمُ ٱلْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ ٱلْعُسْرَ | البقرہ | 185 | 9 |
| 13 | لَا يُكَلِّفُ ٱللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا | البقرہ | 286 | 9 |
| 18 | وَقُلْنَا يَٰٓـَٔادَمُ ٱسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ ٱلْجَنَّةَ | البقرہ | 35 | 11 |
| 24 | وَلَهُنَّ مِثْلُ ٱلَّذِي عَلَيْهِنَّ | البقرہ | 228 | 14 |
| 26 | وَقُولُوا۟ لِلنَّاسِ حُسْنًا | البقرہ | 83 | 16 |
| 40 | وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ ٱلْخَوْفِ وَٱلْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ ٱلْأَمْوَٰلِ وَٱلْأَنفُسِ وَٱلثَّمَرَٰتِ ۗ وَبَشِّرِ ٱلصَّٰبِرِينَ | البقرہ | 155 | 19 |
| 60 | يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ | البقرہ | 183 | 24 |
| 61 | فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ ٱلْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي ٱلْحَجِّ | البقرہ | 197 | 25 |
| 1 | قُلِ ٱللَّهُمَّ مَٰلِكَ ٱلْمُلْكِ تُؤْتِي ٱلْمُلْكَ مَن تَشَآءُ وَتَنزِعُ ٱلْمُلْكَ مِمَّن تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَآءُ ۖ بِيَدِكَ ٱلْخَيْرُ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ | آل عمران | 26 | XII |
| 4 | ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلْإِسْلَٰمَ دِينًا ۚ | آل عمران | 5 | 3 |
| 48 | لَقَدْ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا۟ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ | آل عمران | 164 | 23 |
| 72 | أَوَلَمَّآ أَصَٰبَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ ۗ | آل عمران | 165 | 27 |
| 21 | يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَآءً ۚ | النساء | 1 | 13 |
| 23 | وَعَاشِرُوهُنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ ۚ | النساء | 19 | 14 |
| 25 | وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَٰنًا وَبِذِي ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَٰمَىٰ وَٱلْمَسَٰكِينِ وَٱلْجَارِ ذِي ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْجَارِ ٱلْجُنُبِ وَٱلصَّاحِبِ بِٱلْجَنۢبِ | النساء | 36 | 15 |
| 29 | وَقُولُوا۟ لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا | النساء | 8 | 16 |
| 31 | وَقُل لَّهُمْ فِيٓ أَنفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا | النساء | 63 | 16 |
| 63 | بَلِ ٱللَّهُ يُزَكِّي مَن يَشَآءُ | النساء | 49 | 25 |
| 10 | فَٱذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَٰتِلَآ إِنَّا هَٰهُنَا قَٰعِدُونَ | المائدہ | 24 | 6 |




toobaafoundation.com

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| 12 | 3 | المائدہ | ٱلۡيَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِينَكُمۡ وَأَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِي | 19 |
| 22 | 6 | المائدہ | مَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيَجۡعَلَ عَلَيۡكُم مِّنۡ حَرَجٖ وَلَٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمۡ | 45 |
| 85 | 60 | الانفال | وَأَعِدُّواْ لَهُم مَّا ٱسۡتَطَعۡتُم مِّن قُوَّةٖ | 75 |
| 6 | 30 | التوبہ | وَقَالَتِ ٱلۡيَهُودُ عُزَيۡرٌ ٱبۡنُ ٱللَّهِ وَقَالَتِ ٱلنَّصَٰرَى ٱلۡمَسِيحُ ٱبۡنُ ٱللَّهِ | 9 |
| 10 | 88 | التوبہ | وَأُوْلَٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلۡخَيۡرَٰتُۖ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ | 17 |
| 16 | 119 | التوبہ | وَكُونُواْ مَعَ ٱلصَّٰدِقِينَ | 35 |
| 24 | 103 | التوبہ | خُذۡ مِنۡ أَمۡوَٰلِهِمۡ صَدَقَةٗ تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيهِم بِهَا | 58 |
| 19 | 84 | یونس | فَعَلَيۡهِ تَوَكَّلُوٓاْ إِن كُنتُم مُّسۡلِمِينَ | 39 |
| 25 | 57 | یونس | يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدۡ جَآءَتۡكُم مَّوۡعِظَةٞ مِّن رَّبِّكُمۡ وَشِفَآءٞ لِّمَا فِي ٱلصُّدُورِ وَهُدٗى وَرَحۡمَةٞ لِّلۡمُؤۡمِنِينَ | 65 |
| 10 | 105 | ہود | يَوۡمَ يَأۡتِ لَا تَكَلَّمُ نَفۡسٌ إِلَّا بِإِذۡنِهِۦۚ فَمِنۡهُمۡ شَقِيّٞ وَسَعِيدٞ | 16 |
| 27 | 11 | الرعد | إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُواْ مَا بِأَنفُسِهِمۡ | 71 |
| 6 | 42 | ابراہیم | وَمَا تَفَرَّقُوٓاْ إِلَّا مِنۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ ٱلۡعِلۡمُ بَغۡيَۢا بَيۡنَهُمۡۚ | 7 |
| 16 | 24 | ابراہیم | مَثَلٗا كَلِمَةٗ طَيِّبَةٗ | 30 |
| 19 | 7 | ابراہیم | لَئِن شَكَرۡتُمۡ لَأَزِيدَنَّكُمۡۖ وَلَئِن كَفَرۡتُمۡ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٞ | 41 |
| 16 | 23 | الاسراء | وَقُل لَّهُمَا قَوۡلٗا كَرِيمٗا | 27 |
| 16 | 28 | الاسراء | فَقُل لَّهُمۡ قَوۡلٗا مَّيۡسُورٗا | 32 |
| 2 | 3 | مریم | إِنَّ ٱلدِّينَ عِندَ ٱللَّهِ ٱلۡإِسۡلَٰمُۗ | 3 |
| 20 | 48 | مریم | وَأَعۡتَزِلُكُمۡ وَمَا تَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ وَأَدۡعُواْ رَبِّي | 42 |
| 16 | 44 | طہ | فَقُولَا لَهُۥ قَوۡلٗا لَّيِّنٗا | 33 |
| 24 | 76, 75 | طہ | وَمَن يَأۡتِهِۦ مُؤۡمِنٗا قَدۡ عَمِلَ ٱلصَّٰلِحَٰتِ فَأُوْلَٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلدَّرَجَٰتُ ٱلۡعُلَىٰ جَنَّٰتُ عَدۡنٖ تَجۡرِي مِن تَحۡتِهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَاۚ وَذَٰلِكَ جَزَآءُ مَن تَزَكَّىٰ | 55 |
| 18 | 5 | المومنون | وَٱلَّذِينَ هُمۡ لِفُرُوجِهِمۡ حَٰفِظُونَ | 38 |
| 23 | 04 | المومنون | وَٱلَّذِينَ هُمۡ لِلزَّكَوٰةِ فَٰعِلُونَ | 52 |
| 23 | 21 | النور | وَلَوۡلَا فَضۡلُ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهُۥ مَا زَكَىٰ مِنكُم مِّنۡ أَحَدٍ أَبَدٗا | 53 |
| 26 | 30 | النور | قُل لِّلۡمُؤۡمِنِينَ يَغُضُّواْ مِنۡ أَبۡصَٰرِهِمۡ وَيَحۡفَظُواْ فُرُوجَهُمۡۚ ذَٰلِكَ أَزۡكَىٰ لَهُمۡۚ | 68 |



toobaafoundation.com

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| 69 | وَتُوبُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلۡمُؤۡمِنُونَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ | النور | 31 | 26 |
| 62 | وَإِن قِيلَ لَكُمُ ٱرۡجِعُواْ فَٱرۡجِعُواْۖ هُوَ أَزۡكَىٰ لَكُمۡ | النور | 28 | 25 |
| 34 | وَإِذَا خَاطَبَهُمُ ٱلۡجَٰهِلُونَ قَالُواْ سَلَٰمًا | الفرقان | 63 | 16 |
| 43 | وَٱلَّذِينَ إِذَآ أَنفَقُواْ لَمۡ يُسۡرِفُواْ وَلَمۡ يَقۡتُرُواْ وَكَانَ بَيۡنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا | الفرقان | 67 | 20 |
| 77 | اشداء على الكفار رحماء بينهم | الشعراء | 28 | 486 |
| 14 | وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى ٱلۡقُرۡءَانَ مِن لَّدُنۡ حَكِيمٍ عَلِيمٍ | النمل | 6 | 10 |
| 64 | أَلَا بِذِكۡرِ ٱللَّهِ تَطۡمَئِنُّ ٱلۡقُلُوبُ | القصص | 13 | 25 |
| 57 | إِنَّ ٱلصَّلَوٰةَ تَنۡهَىٰ عَنِ ٱلۡفَحۡشَآءِ وَٱلۡمُنكَرِ | العنكبوت | 45 | 24 |
| 37 | وَإِن جَٰهَدَاكَ عَلَىٰٓ أَن تُشۡرِكَ بِي مَا لَيۡسَ لَكَ بِهِۦ عِلۡمٞ فَلَا تُطِعۡهُمَاۖ وَصَاحِبۡهُمَا فِي ٱلدُّنۡيَا مَعۡرُوفٗا | لقمان | 15 | 17 |
| 15 | الٓمٓ تَنزِيلُ ٱلۡكِتَٰبِ لَا رَيۡبَ فِيهِ مِن رَّبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ | السجدہ | 2-1 | 10 |
| 28 | وَقُولُواْ قَوۡلٗا سَدِيدٗا | الاحزاب | 70 | 16 |
| 67 | إِنَّمَا يَخۡشَى ٱللَّهَ مِنۡ عِبَادِهِ ٱلۡعُلَمَٰٓؤُاْۗ | فاطر | 28 | 26 |
| 66 | قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِي ٱلَّذِينَ يَعۡلَمُونَ وَٱلَّذِينَ لَا يَعۡلَمُونَۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُوْلُواْ ٱلۡأَلۡبَٰبِ | الزمر | 9 | 25 |
| 56 | وَوَيۡلٞ لِّلۡمُشۡرِكِينَ ٱلَّذِينَ لَا يُؤۡتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَهُم بِٱلۡأٓخِرَةِ هُمۡ كَٰفِرُونَ | الصٰفٰت | 7, 6 | 24 |
| 6 | لِكُلّٖ جَعَلۡنَا مِنكُمۡ شِرۡعَةٗ وَمِنۡهَاجٗا | الفتح | 5 | 5 |
| 11 | إِنَّ أَكۡرَمَكُمۡ عِندَ ٱللَّهِ أَتۡقَىٰكُمۡ | الحجرات | 13 | 9 |
| 20 | يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقۡنَٰكُم مِّن ذَكَرٖ وَأُنثَىٰ وَجَعَلۡنَٰكُمۡ شُعُوبٗا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓاْ | الحجرات | 13 | 12 |
| 22 | إِنَّ أَكۡرَمَكُمۡ عِندَ ٱللَّهِ أَتۡقَىٰكُمۡۚ | الحجرات | 13 | 13 |
| 76 | اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰكُمۡ | الحجرات | 13 | 414 |
| 73 | فَلَا تُزَكُّوٓاْ أَنفُسَكُمۡۖ هُوَ أَعۡ بِمَنِ ٱتَّقَىٰٓ | النجم | 32 | 27 |
| 2 | هُوَ ٱلَّذِيٓ أَرۡسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلۡهُدَىٰ وَدِينِ ٱلۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ وَلَوۡ كَرِهَ ٱلۡمُشۡرِكُونَ | الصف | 9 | 2 |
| 47 | هُوَ ٱلَّذِي بَعَثَ فِي ٱلۡأُمِّيِّـۧنَ رَسُولٗا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمۡ | الجمعة | 2 | 23 |
| 74 | يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ قُوٓاْ أَنفُسَكُمۡ وَأَهۡلِيكُمۡ نَارٗا وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلۡحِجَارَةُ | التحريم | 6 | 30 |
| 36 | خَلَقَ ٱلۡمَوۡتَ وَٱلۡحَيَوٰةَ لِيَبۡلُوَكُمۡ أَيُّكُمۡ أَحۡسَنُ عَمَلٗا | الملک | 2 | 17 |
| 54 | وَأَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِۦ وَنَهَى ٱلنَّفۡسَ عَنِ ٱلۡهَوَىٰ فَإِنَّ ٱلۡجَنَّةَ هِيَ ٱلۡمَأۡوَىٰ | النازعات | 41- 40 | 24 |



toobaafoundation.com

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| 22 | 18, 17 | النازعات | ٱذۡهَبۡ إِلَىٰ فِرۡعَوۡنَ إِنَّهُۥ طَغَىٰ فَقُلۡ هَل لَّكَ إِلَىٰٓ أَن تَزَكَّىٰ | 46 |
| 23 | 3-1 | عبس | عَبَسَ وَتَوَلَّىٰٓ أَن جَآءَهُ ٱلۡأَعۡمَىٰ وَمَا يُدۡرِيكَ لَعَلَّهُۥ يَزَّكَّىٰ | 49 |
| 3 | 3 | البروج | وَمَن يَبۡتَغِ غَيۡرَ ٱلۡإِسۡلَٰمِ دِينٗا فَلَن يُقۡبَلَ مِنۡهُ وَهُوَ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَo | 5 |
| 23 | 14 | الاعلیٰ | قَدۡ أَفۡلَحَ مَن تَزَكَّىٰ | 44 |
| 23 | 19-14 | الاعلیٰ | قَدۡ أَفۡلَحَ مَن تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ ٱسۡمَ رَبِّهِۦ فَصَلَّىٰ بَلۡ تُؤۡثِرُونَ ٱلۡحَيَوٰةَ ٱلدُّنۡيَا وَٱلۡأٓخِرَةُ خَيۡرٞ وَأَبۡقَىٰٓ إِنَّ هَٰذَا لَفِي ٱلصُّحُفِ ٱلۡأُولَىٰ صُحُفِ إِبۡرَٰهِيمَ وَمُوسَىٰ | 51 |
| 26 | 19-14 | الاعلیٰ | ومن تزکی فانما یتزکی لنفسه والی الله المصیرo | 70 |
| 23 | 10, 9 | الشمس | قَدۡ أَفۡلَحَ مَن زَكَّىٰهَا وَقَدۡ خَابَ مَن دَسَّىٰهَا | 50 |
| 24 | 18, 77 | الیل | ٱلَّذِي يُؤۡتِي مَالَهُۥ يَتَزَكَّىٰ | 59 |



toobaafoundation.com

# احادیث

| نمبر شمار | متن احادیث | کتاب کا نام | حدیث نمبر | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|---|
| 1 | انما بعثت لا تمم مکارم الاخلاق | کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال | 5 | 377 |
| 2 | الحکمۃ ضالۃ المومن حنیث و جدھا فھو احق بھا | ترمذی | 52 | 85 |
| 3 | الا و ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت ، صلح الجسد کلہ واذا فسرت ، فسد الجسد کلہ۔ الا وھی القلب | صحیح بخاری | 52 | 30 |
| 4 | ان اللہ تجاوز عن امتی ماوسوست بہ صدو رھا | مشکوۃ شریف | 18 | 382 |
| 5 | تعالو ا با یعونی علیٰ ان لا تشر کو ایا للہ شیاً ولا تسر فو ا، ولا تزنوا، ولا تقتلو اا ولاد کم، ولاتاتون ببھتان تفترونہ بین ایدیکم و ارجلکم، ولا تعصونی فی معروف | صحیح بخاری | 55 | 266 |
| 6 | الدین الجزاء فی الخیر والشر | صحیح بخاری | 1623 | 2 |
| 7 | المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ | صحیح بخاری | 10 | 379 |
| 8 | من احدث فی امرنا ھذا مالیس فیہ فھورد | صحیح بخاری | 2497 | 386 |



toobaafoundation.com

## اصطلاحات


| | |
|---|---|
| استغراق | 191 |
| امور اختیاری و غیر اختیاری | 131 |
| بازگشت "بازگشت" | 28 |
| توجہ و تصرف | 193 |
| خلوت در انجمن | 28 |
| ذکر و شغل | 334 |
| سفر در وطن | 27 |
| سلطان الاذکار | 303 |
| سماع | 196 |
| شریعت، طریقت حقیقت اور معرفت | 290 |
| شطحات | 301 |
| عزلت و گوشہ نشینی | 306 |
| غفلت و معصیت | 183 |
| کشف | 405 |
| لطائف ستہ | 263 |
| مجاہدہ | 294 |
| مراقبہ | 181 |
| مصاحبت شیخ | 307 |
| نسبت | 188 |
| نظر بر قدم | 27 |
| نگاہداشت | 28 |
| ہوش در دم | 27 |
| وقوفِ زمانی | 28 |
| وقوف عددی | 28 |
| وقوف قلبی | 29 |
| یادداشت | 28 |




toobaafoundation.com

# اعلام شخصیات


| | |
|---|---|
| ابن عربی | 627 |
| ابوالاعلیٰ مودودی | 109, 110 |
| ابو الحامد سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی | 95 |
| ابوالکلام آزاد | 33, 38 |
| ابو جہل | 314 |
| ابو حبیب مجددی | 526 |
| احسن علوی | 140, 144 |
| احمد الرحمان | 229 |
| احمد حسن | 167 |
| احمد رضا خان بریلوی | 84, 107 |
| احمد سرہندی | 75, 111 |
| احمد شاہ ابدالی | 409, 435 |
| احمد علی سہارنپوری | 79 |
| احمد علی لاہوری | 234 |
| ادریس کاندھلوی | 160, 507 |
| اسامہؓ | 347 |
| اسرار احمد | 609 |
| اشتیاق حسین قریشی | 36, 49 |
| اشرف علی خان | 126 |
| اطہر علی سلہٹی | 160 |
| اکبر بادشاہ | 147, 410 |
| اکبر علی خان | 126 |
| امبید کر | 32 |
| امجد علی اعظمی رضوی | 95 |
| امیر امان اللہ خان | 46, 47 |




toobaafoundation.com

| | |
|---|---|
| 46 | امیر حبیب اللہ خان |
| 239 | امیر خسرو |
| 46 | امیر عنایت اللہ خان |
| 98 | انوار اللہ خان |
| 35 | انور پاشا |
| 70 | انور شاہ کاشمیری |
| 227 | انیس الرحمن |
| 68 | اے سمتھ |
| 69 | ایس کے دوبے |
| 84 | اینٹونی میکڈانل |
| 97 | الیاس برنی |
| 37 | آرنلڈ |
| 41 | آغا خان سوم |
| 63 | آغا شورش |
| 411 | بخت نصر |
| 229 | بدیع الزمان |
| 202 | بشیر احمد |
| 31 | بہادر شاہ ظفر |
| 539 | بہاء الدین زکریا ملتانی |
| 524 | بہاؤ الحق قاسمی |
| 99 | البوکریک |
| 120 | بے نظیر بھٹو |
| 74 | بیرسٹر ولیم کنسٹلر |
| 574 | بھگوان داس |
| 121 | پرویز مشرف |
| 120 | پیر آف دیول شریف |
| 120 | پیر آف دھنکہ شریف |
| 120 | پیر آف رانی پور |




toobaafoundation.com

| | |
|---|---|
| 120 | پیرآف گولڑہ شریف |
| 120 | پیر طالب المولیٰ |
| 63, 70, 72 | پیر مہر علی شاہ |
| 103 | تیمیہ |
| 100 | ٹامس سڈ ہنسیم |
| 206 | ثابت علی |
| 70, 72, 77 | ثناءاللہ امرتسری |
| 33, 38 | جارج پنجم |
| 92, 206 | جامی |
| 85 | جان ہیوٹ |
| 95 | جبل پوری |
| 207 | جعفر علی خان |
| 36, 37 | جمال الدین افغانی |
| 73 | جنرل غلام محمد |
| 54, 435 | جواہر لال نہرو |
| 58, 60 | چوہدری افضل حق |
| 56 | چوہدری خلیل الزمان |
| 71 | چوہدری ظفراللہ خان |
| 202 | حاجی احمد |
| 226 | حاجی الطاف |
| 113, 131, 163, 171 | حاجی امداداللہ مہاجر مکی |
| 223, 232 | حاجی ظفرالدین |
| 210 | حاجی محمد صدیق |
| 19, 440 | حبیب الرحمن رائے پوری |
| 58, 62, 72 | حبیب الرحمن لدھیانوی |
| 229 | حبیب اللہ مختار |
| 58 | حسام الدین امرتسری |
| 40, 53 | حسرت موہانی |




toobaafoundation.com

| | |
|---|---|
| حسین احمد مدنی | 9, 48, 130 |
| حسین شاہ | 236 |
| حسین علی | 127 |
| حضرت مجدد الف ثانیؒ | 75, 147 |
| حکیم اجمل خان | 38, 40 |
| حکیم فتح اللہ شیرازی | 92 |
| حکیم محمد مصطفی بجنوری | 396 |
| حکیم مختار احمد | 209 |
| حکیم نصرت حسین | 48 |
| حکیم نورالدین | 505 |
| حمیدالدین فراہی | 90 |
| حمیداللہ | 97, 608 |
| خالد بن سعید | 33 |
| خان بہادر رب نواز خان | 45 |
| خدایار خان | 208, 209 |
| خسرو خان | 112 |
| خلیفہ عبدالحکیم | 97 |
| خلیق احمد نظامی | 42 |
| خلیل احمد سہارنپوری | 127, 166 |
| خواجہ عزیزالحسن مجذوب | 147, 157 |
| خواجہ ناظم الدین | 70, 72 |
| خیر محمد جالندھری | 160, 511 |
| داؤد غزنوی | 58, 60 |
| ذاکر حسین | 81 |
| ذوالفقار علی بھٹو | 70, 72, 120 |
| رشید احمد گنگوہی | 77, 113 |
| رضی الدین | 97 |
| ریاست علی ندوی | 87 |





toobaafoundation.com

| | |
|---|---|
| 53 | رئیس احمد جعفری |
| 201 | زین الدین |
| 53 | سر ابراہیم |
| 31, 33 | سر سید احمد خان |
| 110 | سراج الحق |
| 46 | سردار نصر اللہ خان |
| 79 | سعادت علی |
| 202 | سعد اللہ |
| 159 | سعید احمد اٹاوی |
| 73, 512 | سکندر مرزا |
| 118 | سلطان باہو |
| 124 | سلطان شہاب الدین علی فرخ شاہ |
| 36 | سلطان عبد الحمید ثانی |
| 57 | سوامی شردھانند |
| 53 | سیٹھ چھوٹانی |
| 19 | سید ابرار علی |
| 225, 96 | سید ابو الحسن ندوی |
| 484 | سید احمد بریلوی |
| 167 | سید احمد حسن امروہی |
| 133 | سید احمد دہلوی |
| 68 | سید امیر علی |
| 36, 37 | سید جمال الدین افغانی |
| 87, 92 | سید سلیمان ندوی |
| 120 | سید طاہر علاؤالدین |
| 97 | سید عبد اللطیف |
| 488, 495 | سید عطاء اللہ شاہ بخاری |
| 228 | سید عطاء المنعم |




toobaafoundation.com

| | |
|---|---|
| 224 | سید محمد جمیل |
| 45 | سید محمد میاں |
| 239 | سید مسعود علی آزاد فتح پوری |
| 97 | سید مناظر احسن گیلانی |
| 110 | سید منور حسن |
| 34 | سید وزیر حسن |
| 18, 47 | سیف الرحمن |
| 72 | شاہ احمد نورانی |
| 226 | شاہ زاہد حسن |
| 9, 19, 248 | شاہ سعید احمد رائے پوری |
| 223 | شاہ سکندر علی |
| 9, 205, 213 | شاہ عبدالرحیم رائے پوری |
| 92 | شاہ عبدالرزاق بانسوی |
| 9, 248 | شاہ عبدالعزیز رائے پوری |
| 160 | شاہ عبدالغنی پھولپوری |
| 311 | شاہ غلام علی |
| 137, 149 | شاہ فضل الرحمن |
| 158 | شاہ لطف الرسول بارہ بنکیؒ |
| 95 | شاہ محمد ظفرالدین فاضل بہاری |
| 226 | شاہ محمد مسعود |
| 246 | شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ |
| 33 | شبلی نعمانی |
| 56, 77 | شبیر احمد عثمانی |
| 459 | شردھانند |
| 524 | شمس الحق افغانیؒ |
| 33, 49, 56 | شوکت علی |
| 98 | شیخ ابراہیم الوہابی |




toobaafoundation.com

| | |
|---|---|
| شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی | 44, 45, 132 |
| شیخ جلال الدین نیسری | 126 |
| شیخ عبدالحق | 45 |
| شیخ عبدالرحیم | 45, 46 |
| شیخ مجدد الف ثانی | 125 |
| شیخ محمد اکرم | 37 |
| شیخ محمد محدث تھانویؒ | 123, 139 |
| صاحبزادہ فیض الحسن | 58 |
| صادق الیقین کرسوی | 158 |
| صدر یحییٰ خان | 120 |
| صوفی برکت علی | 120 |
| صوفی عبدالمجید خان | 234 |
| ضیاالحق | 473 |
| ضیاءالدین اصلاحی | 87 |
| الطاف الرحمن | 232, 236 |
| طاہر القادری | 120 |
| طفیل احمد منگلوری | 37 |
| ظفر احمد عثمانی | 135, 475 |
| ظفرالدین | 95, 223 |
| ظفر علی خان | 33, 34 |
| ظل احمد نظامی | 91 |
| عابد حسین | 83 |
| عاشق الٰہی میرٹھی | 322 |
| عبدالباری فرنگی | 49 |
| عبدالباری ندوی | 87, 97 |
| عبدالجلیل | 117, 317 |
| عبدالحق حقانی | 77 |




toobaafoundation.com

| | |
|---|---|
| 124 | عبدالحق فاروقی |
| 19 | عبدالخالق آزادرائے پوری |
| 160 | عبدالرحمن کاملپوری |
| 208 | عبدالرحین |
| 96, 222 | عبدالرشید |
| 252, 336 | عبدالرشید نعمانی |
| 72 | عبدالستار خان نیازی |
| 239 | عبدالستار شاہ کرنالی |
| 87 | عبدالسلام ندوی |
| 95, 133 | عبدالعلی |
| 124, 160 | عبدالغنی |
| 205, 322 | عبدالقادر جیلانی |
| 58 | عبدالقیوم پوپلزئی |
| 223 | عبدالمجید حریری بنارسی |
| 236, 239 | عبدالمنان |
| 204 | عبدالوحید |
| 208, 224 | عبدالوہاب |
| 9, 45, 59 | عبیداللہ سندھی |
| 46 | عبیداللہ قدسی |
| 33, 608 | عزیزاحمد |
| 224 | عزیزالحق |
| 346 | عطامحمد |
| 112 | علاؤالدین خلجی |
| 190, 195 | علیؓ |
| 115, 138 | علی ہجویری |
| 98 | عمادالملک سید حسین بلگرامی |
| 96 | عمران خان |
| 80 | غلام احمد پرویز |




toobaafoundation.com

| | |
|---|---|
| غلام اسحاق خان | 120 |
| غلام غوث ہزاروی | 229 |
| غلام مرتضیٰ پانی پتی | 123, 124 |
| غلام نقشبندی لکھنوی | 92 |
| فاروق اعظمؓ | 124 |
| فتح محمد پانی پتی | 524 |
| فتح محمد تھانوی | 131, 132 |
| فریدالدین مسعود گنج شکر | 116 |
| فضل احمد | 202, 203 |
| فضل الرحمن | 79, 84 |
| فضل حق بارہ بنکیؒ | 158 |
| فقیر محمد پشاوری | 524 |
| فیلڈ مارشل ایوب خان | 120 |
| قاضی احسان احمد شجاع آبادی | 58, 72 |
| قاضی تلمذ حسین گورکھ | 97 |
| قاضی حسین احمد | 110 |
| قاضی فضل الرحمن | 79 |
| قاضی محب اللہ بہاری | 92 |
| قائداعظم محمد علی جناح | 487 |
| قیصر و کسریٰ | 7 |
| کلیم اللہ | 202, 205 |
| کریم بخش | 208 |
| گلزار احمد | 257 |
| لارڈ کرزن | 32 |
| لارڈ میکالے | 78, 101 |
| لارڈ ہارڈنگ | 57 |
| لال حسین اختر | 71, 510 |
| لیڈی لارڈ ہارڈنگ | 57 |




toobaafoundation.com

| | |
|---|---|
| مالک کاندھلوی | 528 |
| متین احمد | 227 |
| مملوک علی | 77 |
| محمد احسن | 202 |
| محمد اختر | 233 |
| محمد ادریس میرٹھی | 229, 533 |
| محمد اسحٰق بردوانی | 157 |
| محمد اقبال | 40, 63 |
| محمد الیاس | 80, 105, 107 |
| محمد انوری | 19, 213 |
| محمد بشیر | 226 |
| محمد جعفر تھانسیری | 213 |
| محمد حسن | 159, 210 |
| محمد حسین انصاری | 19 |
| محمد حسین بٹالوی | 63, 70 |
| محمد خان دولتانہ | 73 |
| محمد خلیل | 204, 205 |
| محمد خلیل بھرتوی | 205 |
| محمد رشید کانپوریؒ | 158 |
| محمد رفیق | 205 |
| محمد زکریا کاندھلوی | 170 |
| محمد سلیمان قاسمی | 201 |
| محمد سلیمان منصور پوری | 322 |
| محمد سلیمان تونسوی | 201 |
| محمد شفیع ملتانی | 283 |
| محمد صادق | 202 |
| محمد طاہر | 74, 118 |
| محمد طیب قاسمی | 160, 229 |




toobaafoundation.com

| | |
|---|---|
| محمد عبداللہ مہاجر مکی | 127 |
| محمد علی بوگرہ | 73 |
| محمد علی جوہر | 33, 34 |
| محمد علی خادم | 223 |
| محمد علی مکھڑی | 201 |
| محمد قاسم نانوتوی | 130 |
| محمد منظور نعمانی | 497 |
| محمد میاں | 45, 493 |
| محمد ناصر | 552 |
| محمد یحییٰ | 206, 218 |
| محمد یسیٰن | 519 |
| محمد یعقوب | 77, 128 |
| محمد یعقوب نانوتویؒ | 130 |
| محمد یوسف بنوری | 160, 229 |
| محمود احمد غازی | 99 |
| محی الدین قادری | 97 |
| مخدوم امین فہیم | 120 |
| مرزا امجد بیگ | 124 |
| مرزا بشیر الدین محمود | 70 |
| مرزا جان جاں | 311 |
| مرزا غلام احمد قادیانی | 70, 212 |
| مسٹر رمزے مکڈونلڈ | 61 |
| مسعود احسن علوی | 140 |
| مصطفی کمال | 55 |
| مظہر الحق راموئ | 159 |
| مظہر الدین | 77 |
| مظہر علی اظہر | 58, 60 |
| مظہر نانوتوی | 79 |




toobaafoundation.com

| | |
|---|---|
| مقتدا یار خان | 209 |
| معین الدین ندوی | 87 |
| مفتی کفایت اللہ | 77 |
| مفتی محمد برہان قادری جبل پوری | 95 |
| مفتی محمد حسن امرتسری | 159 |
| مفتی محمد خلیل | 524 |
| مفتی محمد شفیع دیوبندی | 159, 402 |
| مفتی محمود | 72, 207 |
| ملا امان اللہ بنارسی | 92 |
| ملا بحر العلوم | 92 |
| ملا دانیال | 91 |
| ملا عبدالسلام اودھی | 91 |
| ملا عبدالقیوم | 98 |
| ملا قطب الدین | 91, 92 |
| ملا محمد سعید سہالوی | 91 |
| ملک خضر حیات | 414 |
| منظور احمد نعمانی | 217 |
| مہاتما گاندھی | 49 |
| مہدی حسن | 37 |
| موتی لال نہرو | 375 |
| موسیٰ علیہ السلام | 254 |
| مولوی حبیب اللہ بہاولپوری | 257 |
| مولوی عبدالحق | 84, 94, 97 |
| مولوی عبدالرحمن | 207, 233 |
| مولوی عنایت اللہ دہلوی | 97 |
| مولوی فضل امام خیر آبادی | 94 |
| مولوی فضل حق خیر آبادی | 94 |
| مولوی مسعود علی محوی | 97 |




toobaafoundation.com

| | |
|---|---|
| 376 | مونچھ |
| 208 | میاں سید نذیر حسین |
| 110, 113, 201 | میاں محمد |
| 110 | میاں محمد طفیل |
| 92 | میر زاہد |
| 280, 618 | نذیر احمد |
| 322 | نسیم فریدی |
| 112, 197 | نظام الدین اولیا |
| 56 | نواب اسماعیل خان |
| 40 | نواب سلیم اللہ خان |
| 131 | نواب قطب الدین خان دہلوی |
| 207 | نواب کلب علی خاں خلد مکانی |
| 38, 68 | نواب محسن الملک |
| 33, 39 | نواب وقار الملک |
| 120 | نواز شریف |
| 53 | ہارون جعفر |
| 322 | واقدی |
| 61 | وائسرائے لارڈ ارون |
| 38 | وائسرے لارڈ منٹو |
| 49, 97 | وحید الدین خان |
| 97 | وحید الدین سلیم پانی |
| 229, 533 | ولی حسن ٹونکی |




toobaafoundation.com

# اماکن


| | |
|---|---|
| 54, 55 | اترپردیش |
| 35, 39 | اٹلی |
| 60 | احمدآباد |
| 617 | احمدپورشرقیہ |
| 422, 442 | اردن |
| 32 | اڑیسہ |
| 9, 411 | اسرائیل |
| 279 | اسلام آباد |
| 86 | اعظم گڑھ |
| 35, 511 | افریقہ |
| 209, 211 | افضل گڑھ |
| 46, 47 | افغانستان |
| 49 | امرت سر |
| 39, 51 | امریکہ |
| 222 | انبالہ |
| 31, 41, 60, 65 | انڈیا |
| 14, 33, 35 | انگلستان |
| 9, 13, 14 | ایران |
| 61, 64, 99 | ایشیاء |
| 39, 376 | آسٹریلیا |
| 158 | بارہ بنکی |
| 52 | باسفورس |
| 159, 209 | بجنور |
| 104 | بخارا |
| 157 | بردوان |
| 13, 34 | برصغیرپاک وہند |




toobaafoundation.com

| | |
|---|---|
| 32, 33, 35 | برطانیہ |
| 36, 44 | برعظیم |
| 396, 521 | برما |
| 587 | بریسال |
| 94, 95 | بریلی |
| 52, 103 | بصرہ |
| 52, 116 | بغداد |
| 309 | بقیع |
| 108 | بلتستان |
| 35 | بلغاریہ |
| 35 | بلقان |
| 41 | بلوچستان |
| 44, 49 | بمبئی |
| 82, 83, 92 | بنارس |
| 32 | بنگال |
| 94, 120 | بنگلہ دیش |
| 21, 24 | بہار |
| 7, 84 | بہاولپور |
| 79, 221 | بہٹ |
| 52 | بیت المقدس |
| 108, 299 | بھارت |
| 222 | بھاول نگر |
| 11, 57 | بھری |
| 118, 209 | بھلوال |
| 84, 96 | بھوپال |
| 201, 205 | بھیرہ |
| 383 | بھیسانی |
| 97, 123 | پانی پت |




toobaafoundation.com

| | |
|---|---|
| پٹنہ | 376 |
| پٹیالہ | 409, 499 |
| پٹھان کوٹ | 501 |
| پٹھانستان | 501 |
| پشاور | 46, 56, 507 |
| پنجاب | 41, 47, 54 |
| پورنہ | 91 |
| پولینڈ | 65 |
| پیر کوٹ | 118 |
| پھول پور | 526 |
| ترچنا | 97 |
| ترکی | 3, 35 |
| تونسہ | 119 |
| تیونس | 35 |
| تھانہ بھون | 13, 123, 125, 127 |
| تھریس | 36, 51 |
| ٹنڈوالہ یار | 527 |
| جاپان | 39 |
| جالندھر | 63, 160, 410 |
| جدہ | 48, 79, 80 |
| جرمنی | 35, 376 |
| الجزائر | 35 |
| جزیرۃ العرب | 52 |
| جلال آباد | 47 |
| جلال پور جٹاں | 119 |
| جلیانوالہ | 47 |
| جموں | 83, 108 |
| جنجیال | 45 |




toobaafoundation.com

| | |
|---|---|
| جنڈیالہ شیر خان | 118 |
| جہان پور | 84 |
| جہانیاں | 118 |
| جہلم | 202 |
| جیزہ | 48 |
| جھاوریاں | 205, 232 |
| چاٹگام | 159, 224 |
| چاچڑاں | 118 |
| چترال | 44 |
| چشتیاں | 118, 539 |
| چکوال | 200, 542 |
| چورہ | 119 |
| چیاں والی | 45 |
| حاجی پور | 118 |
| حجاز | 46, 52 |
| حجرہ شاہ مقیم | 117 |
| حصار | 101, 109 |
| حیدر آباد | 18, 45 |
| حیدر آباد سندھ | 45 |
| خوشاب | 206 |
| خیر آباد | 92, 94 |
| دراس | 44, 97 |
| دربھنگہ | 157 |
| درہ دانیال | 52 |
| درہ فرخ | 124 |
| دکن | 44, 131 |
| دمشق | 211 |
| دہلی | 33, 38, 49 |




toobaafoundation.com

| | |
|---|---|
| دیرہ دون | 235 |
| دین پور | 539 |
| دیناج پور | 60 |
| دیوبند | 507, 513, 514 |
| دیول شریف | 120 |
| دھنکہ شریف | 120 |
| ڈانڈی | 60 |
| ڈونگہ بونگہ | 234 |
| ڈیرہ غازی خان | 116 |
| ڈھاکہ | 32, 38 |
| ڈھڈیاں | 203, 204 |
| ڈھکواں | 203 |
| راج پور کھیڑی | 235 |
| رام پور | 91, 95, 207 |
| رام داس | 205, 454 |
| رانی پور | 120 |
| راولپنڈی | 48, 222 |
| ربوہ | 70, 512 |
| رنگون | 56, 91, 94 |
| روس | 36, 44, 47 |
| روہیل کھنڈ | 44 |
| ساہیوال | 119 |
| سپین | 4, 77 |
| ستگھرہ | 117 |
| سرائے میر | 96 |
| سرحد | 41, 44, 68 |
| سرگودھا | 201, 203, 204 |
| سرہند | 113 |




toobaafoundation.com

| | |
|---|---|
| سرویا | 35, 36 |
| سکھر | 537, 550 |
| سہارن پور | 79, 135, 451, 458 |
| سوت | 91, 135 |
| سوترت | 91 |
| سیال | 92, 119 |
| شاملی | 131 |
| شاہ پور | 201, 205 |
| شاہ کوٹ | 118 |
| شاہدرہ | 139 |
| شرقپور | 119 |
| طائف | 48, 147 |
| عراق | 52, 111 |
| علی پور | 119 |
| علی گڑھ | 33, 34, 37,3 8 |
| غازی پور | 90 |
| فتح پور | 239, 395 |
| فرانس | 35, 37 |
| فرنگی محل | 49, 91 |
| فلسطین | 52 |
| فیروزپور | 222, 501 |
| فیصل آباد | 222, 516 |
| فیض آباد | 223 |
| قصور | 42, 118, 218 |
| کابل | 45, 45, 47 |
| کارگل | 108 |
| کانپور | 32, 34, 35 |
| کاندھلہ | 123 |




toobaafoundation.com

| | |
|---|---|
| کرنال | 222, 239 |
| کرنول | 97 |
| کشمیر | 63, 77 |
| کشور گنج | 527 |
| کلکتہ | 32, 54 |
| کوٹلہ | 118 |
| کیرالہ | 97 |
| کھیڑی | 221 |
| کیمبل پور | 200 |
| کھیوڑہ | 202 |
| گجرات | 60, 118 |
| گڑھ شنکر | 410 |
| گڑھ مہاراجہ | 118 |
| گلاوٹھی | 208 |
| گلگت | 108 |
| گنگوہ | 77, 113, 127 |
| گوالیار | 159 |
| گورکھپور | 55 |
| گولڑہ شریف | 120, 467 |
| گھنگ | 119 |
| لاہور | 536, 537 |
| لائل پور | 210, 227 |
| لداخ | 108 |
| لدھیانہ | 60, 72 |
| لکھنو | 53, 84 |
| للیانی | 201 |
| لندن | 34, 36 |
| مالٹا | 48, 132 |




toobaafoundation.com

| | |
|---|---|
| مانچسٹر | 60 |
| مانسہرہ | 554 |
| مٹھن کوٹ | 119 |
| محمد پور | 123 |
| محمود آباد | 34 |
| مدراس | 44, 97 |
| مدینہ منورہ | 48, 116, 160 |
| مراد آباد | 84, 127 |
| مراکش | 35 |
| مرزاپور | 221 |
| مری | 338, 390 |
| مشرقی پنجاب | 117, 215 |
| مصر | 16, 2, 9 |
| مظفر نگر | 123, 127 |
| مغربی پنجاب | 200, 222 |
| مغل پورہ | 60 |
| مکھڈ شریف | 200, 201 |
| مکہ مکرمہ | 48, 123 |
| ملتان | 314, 326, 330 |
| میرٹھ | 91, 126 |
| میسور | 16 |
| ناسک | 25 |
| ناگ پور | 33 |
| نجد | 21, 210 |
| نواح کالی کٹ | 97 |
| نواکھلی صوبہ بنگال | 243 |
| نورپور | 117 |
| الہ آباد | 40, 53, 66 |





toobaafoundation.com

| | |
|---|---|
| ہارون آباد | 532, 538 |
| ہزارہ | 507 |
| ہندوستان | |
| ہنگری | 39 |
| وزیرستان | 65 |
| سیالکوٹ | 92, 510 |
| یمن | 1, 7, 236 |
| یوپی | 44, 123 |
| یونان | 14, 35, 36 |




toobaafoundation.com

# مراجع ومصادر


۱۔ القرآن الکریم

۲۔ آزاد،عبدالخالق،مفتی

- شاہ عبدالرحیم رائے پوری،مکی دارالکتب،لاہور،۱۹۹۸ء

۳۔ **ابن ماجہ ، سنن ابن ماجہ ، دارالفکر ، بیروت ، ۲۰۰۳ء**

۴۔ الٰہ آبادی، محمد عیسیٰ،مولانا،کمالات اشرفیہ،مطبع انوار احمدی،الٰہ آباد،۱۴۲۲ھ

۵۔ اصغر حسین،سید،مولانا،حیات شیخ الہند،ادارہ اسلامیات،لاہور،۱۹۷۷ء

۶۔ ایل،محمدادریس،تحریک ریشمی رومال،المحمود اکیڈمی،لاہور،۱۹۸۷ء

۷۔ افغانی،شمس الحق،علامہ،سرمایہ دارانہ اوراشتراکی نظام کااسلامی معاشی نظام سے موازنہ،مکتبہ انوارالقرآن،پشاور، ۱۹۹۹ء

۸۔ انوری،محمد،مولانا،ملفوظات رائے پوری،ادارۃالمعارف،کراچی،۱۹۸۰ء

۹۔ انصاری،حامد،مولانا،اسلام کانظام حکومت،الفیصل ناشران وتاجران کتب،لاہور۱۹۹۹ء

۱۰۔ **القزوینی، محمد بن یزید ، السنن لابن ماجہ، دارالسلام للنشرو التوزیع، الریاض، ۱۹۹۹ء**

۱۱۔ **القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح ، دارالسلام للنشرو التوزیع، الریاض،۱۹۹۹ء**

۱۲۔ باری علیگ، کمپنی کی حکومت،دارالشعور،لاہور،۱۹۹۹ء

۱۳۔ **بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح للبخاری ، دارالسلام للنشرو التوزیع، الریاض، ۱۹۹۹ء**

۱۴۔ بجنوری،محمد مصطفی،حکیم،مولانا،معمولات سفر،مکتبہ میاں محمد علوی،کیرانہ،انڈیا،۱۹۸۵ء

۱۵۔ بچھرالوی،عبدالمجید،مولانا،مزیدالمجید،کتب خانہ اشرفیہ،دہلی،۱۹۷۱ء

۱۶۔ **ترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع الصحیح، دارالسلام للنشرو التوزیع، الریاض،۱۹۹۹ء**

۱۷۔ تھانوی،اشرف علی،مولانا

- آداب المعاشرت،علمی کتاب اردو بازار،جامع مسجد،دہلی،اشوکا پریس،۱۹۵۳ء
- ملفوظات حکیم الامت،ادارہ تالیفات اشرفیہ،ملتان،۱۴۲۲ھ
- اصلاح الخیال،مکتبہ اشرف العلوم،دیوبند،۱۹۰۱ء
- **اصلاح القلوب و رسائل سیاسیہ** ، مکتبہ تھانوی،کراچی،۱۹۹۴ء
- افادات اشرفیہ،دارالاشاعت دیوبند،۱۹۴۴ء
- مواعظ اشرفیہ،مکتبہ تھانوی دفترالابقاء،کراچی،۱۳۳۶ھ بمطابق ۹جولائی ۱۹۱۸ء
- شریعت وطریقت،مکتبہ الحق،بمبئی،س۔ن
- **الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد** ، قدیمی کتب خانہ،کراچی،س۔ن
- بہشتی زیور،مدینہ پبلشنگ کمپنی،کراچی،۱۹۵۱ء
- بیان القرآن،ادارہ تالیفات اشرفیہ،ملتان،۱۹۹۹ء
- اجتہادو تقلید کاآخری فیصلہ،زم زم پبلیشرز،۲۰۰۹ء




toobaafoundation.com

- تسہیل تربیت السالک، زم زم پبلیشرز، ۲۰۰۹ء
- اشرف التفاسیر (سورۃ الفاتحہ تا سورۃ بنی اسرائیل) ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، ۲۰۰۲ء
- اشرف الارشاد فی حقوق العباد ، ادارہ اشاعت السلام، کراچی، ۱۹۹۰ء
- اصلاح انقلاب امت، مکتبہ البشریٰ، کراچی، ۲۰۱۶ء
- ذکر الرسول ﷺ ، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۲۰۰۴ء
- اسلام اور سیاست، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۲۰۱۱ء
- حقیقت تصوف، مکتبہ رشیدیہ، لاہور، ۱۹۹۷ء
- حیات المسلمین ، ادارہ المعارف، کراچی، ۱۹۹۲ء
- تفسیر بیان القرآن، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ۱۴۰۴ھ
- اصلاح دل (مکتوبات و ملفوظات اشرفیہ) ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۲۰۰۱ء
- راحت القلوب، اشاعت العلوم فرنگی محل، لکھنؤ، س۔ن
- خطبات حکیم الامت، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۲۰۰۴ء
- التکشف عن مہمات التصوف ، مکتبہ تھانوی، کراچی، ۲۰۱۰ء
- قصد السبیل، دار الاشاعت، کراچی، ۱۴۰۱ھ
- اشرف السوانح، ایم ثناء اللہ خان اینڈ سنز، ۲۶ ریلوے روڈ، لاہور، ۱۳۵۴ھ/۱۹۷۷ء

۱۸۔ خدا بخش، پروفیسر، جنوبی ایشیاء میں مسلمانوں کی مذہبی و صوفیانہ تحریکیں، ایورنیو بک پیلس، لاہور، ۲۰۰۴ء

۱۹۔ خان، عبد الرحمن، منشی

- سیرت اشرف، آرٹ پریس، ملتان، ۱۹۹۲ء
- امپیریل گزٹ، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۲۰۰۰ء

۲۰۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ

- حجۃ اللہ البالغہ، قدیمی کتب خانہ، کراچی، س۔ن
- التفہیمات الالہیہ، اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ دھلوی، حیدر آباد، ۱۹۹۷ء
- انفاس العارفین، اسلامی کتب خانہ، ملتان، ۱۹۸۸ء

۲۱۔ رائے پوری، حبیب الرحمن، مولانا

- مجالس رائپوری (شاہ عبد القادر رائپوری)، سید احمد شہید اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۲ء

۲۲۔ سیوہاروی، حفظ الرحمن، مولانا، اسلام کا اقتصادی نظام، شیخ الہند اکیڈمی، کراچی، ۲۰۱۰ء

۲۳۔ سندھی، عبید اللہ، مولانا

- شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ، سندھ ساگر اکادمی، لاہور، ۲۰۰۲ء
- قرآنی شعورِ انقلاب، رحیمیہ مطبوعات، لاہور، ۲۰۰۹ء
- شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک، سندھ ساگر اکادمی، لاہور، ۲۰۰۸ء
- خطبات و مقالات (مرتب: مفتی عبد الخالق آزاد)، دار التحقیق والاشاعت، لاہور، ۲۰۰۲ء



toobaafoundation.com

- شعور وآگہی، طیب پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۱ء

۲۴۔ سواتی، عبدالحمید، صوفی، مولانا عبیداللہ سندھی کے علوم وافکار، ادارہ نشرواشاعت، گوجرانوالہ، ۲۰۰۷ء

۲۵۔ سہارنپوری، خلیل احمد، **مولانا المهند علی المفند**، دارالفلاح، ملتان، ۲۰۱۰ء

۲۶۔ سردار عالم خان، احیائے دین کا مقدمہ، الفیصل ناشران، لاہور، ۲۰۱۱ء

۲۷۔ سنجری، حضرت، امیر حسن، فوائد الفواد، الفیصل ناشران، لاہور، ۲۰۰۱ء

۲۸۔ سلیم، محمد، ڈاکٹر

- بیسوی صدی کے برصغیر کے چند مسلم رجال وعلم وفن، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور ۲۰۰۵ء
- بیسویں صدی میں برصغیر کے چند مسلم مشاہیر، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور ۲۰۰۵ء

۲۹۔ شاہجہانپوری، ابوسلمان، ڈاکٹر

- حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کی سیاسی ڈائری، مجلس یادگار شیخ الاسلام، کراچی، ۲۰۰۲ء
- مولانا محمود حسن ایک سیاسی مطالعہ، مجلس یادگار شیخ الاسلام، کراچی، ۱۹۸۸ء
- مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی (ایک سیاسی مطالعہ)، جمعیۃ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء
- امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی (حیات وخدمات)، دارالکتاب، لاہور، ۲۰۰۷ء
- بزرگان دارالعلوم دیوبند، جمعیۃ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۹ء
- ہندوستان کی ملی تحریکیں، قندیل پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۹ء

۳۰۔ صباح الدین، عبدالرحمن، اسلام میں مذہبی رواداری، دارالشعور، لاہور، ۲۰۱۰ء

۳۱۔ شیخ، ابن العربی، ابن فتوحات مکیہ، دارالکتب العربیہ، قاہرہ، ۱۹۷۱ء

۳۲۔ عارفی، عبدالحیی، ڈاکٹر، فہرست تالیفات حکیم الامت، مکتبہ دارالعلوم، کراچی، ۱۹۹۴ء

۳۳۔ عبدالماجد، حکیم الامت نقوش وتاثرات، اڈیٹر صدق لکھنؤ، ۱۹۵۳ء

۳۴۔ عثمانی، محمد تقی، مفتی، اسلام اور سیاست، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۲۰۰۷ء

۳۵۔ عثمانی، ظفر احمد، **تسہیل بیان القرآن**، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۲۰۱۱ء

۳۶۔ عزیزالرحمن، مولانا، تذکرہ مشائخ دیوبند، قرآن محل، کراچی، ۱۹۶۴ء

۳۷۔ عبدالستار گریوال، ید بیضاء، دارالکتاب، لاہور، ۲۰۰۵ء

۳۸۔ علی گڑھی، جلیل احمد، مولانا، آثار رحمت، جامعہ اشرفیہ، لاہور، ۱۹۸۷ء

۳۹۔ غلام محمد، مولانا، ڈاکٹر، حیات اشرف (سوانح عمری) مکتبہ تھانوی، کراچی، ۱۹۶۲ء

۴۰۔ غفاری، نور محمد، ڈاکٹر، اسلام کا معاشی نظام، مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری، لاہور ۱۹۹۲ء

۴۱۔ غازی، محمود احمد، مسلمانوں کا دینی وعصری نظام تعلیم، الشریعہ اکادمی، گجرانوالہ، ۲۰۰۹ء

۴۲۔ فریدالوحیدی، سید، مولانا حسین احمد مدنی (ایک تاریخی وسوانحی مطالعہ)، مکتبہ محمودیہ، لاہور، ۱۹۹۵ء

۴۳۔ فاروقی، ضیاء الحسن، فکر اسلامی کی تشکیل جدید، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ۱۹۹۹ء

۴۴۔ فیوض الرحمن، قاری، ڈاکٹر، مشاہیر علمائے دیوبند، مکتبہ عزیزیہ، لاہور، ۱۹۶۲ء

۴۵۔ فاروقی، نثار احمد، پروفیسر، خانقاہی نظام کی اہمیت، شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن، ملتان، ۲۰۰۶ء




toobaafoundation.com

۴۶۔ قادری، فرید الدین، صاحبزادہ، سندھ کے اکابرین قادریہ کی علمی و دینی خدمات، قادری پبلشرز، ۲۰۰۹ء
۴۷۔ قریشی، محمد اقبال، مولانا
- **اشرف الاداب فی بیان المعاشرت والا خلاق** ،ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۱۹۹۹ء
۴۸۔ قاسم محمد، سید، اسلام کی احیائی تحریکیں اور عالم اسلام، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ۲۰۱۲ء
۴۹۔ قریشی، حسین محمد، فلسفہ تصوف (حضرت الامام شاہ ولی اللہ کی نظر میں)، جمعیۃ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۲ء
۵۰۔ قاضی جاوید
- افکار شاہ ولی اللہ، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۰۶ء
- برصغیر میں مسلم فکر کا ارتقاء، نگارشات پبلشرز، لاہور، ۱۹۸۶ء
۵۱۔ قاسمی، شمس القمر، رحیمیہ مطبوعات، لاہور، ۲۰۱۰ء
۵۲۔ قاسم محمود، اسلام کی احیائی تحریکیں، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ۲۰۱۲ء
۵۳۔ قریشی، اشتیاق حسین، ڈاکٹر، برصغیر پاک و ہند کی ملت اسلامیہ، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ
کراچی یونیورسٹی، کراچی، ۱۹۹۹ء
۵۴۔ لاہوری، علی محمد، منشی، معمولات اشرفیہ، مکتبہ میاں محمد علوی کیرانہ، ، س۔ن
۵۵۔ مکی، امداد اللہ مہاجر، حاجی، مکتوبات امدادیہ، مکتبہ میاں محمد علوی کیرانہ، س۔ن
۵۶۔ محمد اکرم، شیخ
- آب کوثر، ادارہ ثقافت اسلامی، لاہور، ۲۰۰۶ء
- موج کوثر، ادارہ ثقافت اسلامی، لاہور، ۲۰۰۷ء
- رود کوثر، ادارہ ثقافت اسلامی، لاہور، ۲۰۰۹ء
۵۷۔ منگلوری، طفیل احمد، سید، مسلمانوں کا روشن مستقبل، حماد الکتبی، لاہور، س۔ن
۵۸۔ محمد سرور، پروفیسر
- افادات و ملفوظات (امام عبید اللہ سندھی)، سندھ ساگر اکادمی، لاہور، ۲۰۰۵ء
- ارمغان شاہ ولی اللہ، سندھ ساگر اکادمی، لاہور، ۲۰۰۳ء
۵۹۔ مدنی، حسین احمد، مولانا
- نقش حیات، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۹ء
- تحریک ریشمی رومال، کلاسک دی مال، لاہور، ۱۹۸۸ء
۶۰۔ محمد میاں، سید، مولانا
- علماء ہند کا شاندار ماضی، مکتبہ رشیدیہ، کراچی، ۱۹۹۱ء
- تحریک ریشمی رومال، مکتبہ محمودیہ، لاہور، ۲۰۰۹ء
- جمعیۃ العلماء کیا ہے؟ شعبہ نشر و اشاعت جمعیۃ علماء اسلام پاکستان، لاہور، ۱۹۸۰ء
۶۱۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید
- اسلامی ریاست، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور، ۱۹۹۶ء



toobaafoundation.com

- تجدید واحیائے دین، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور، ۱۹۹۷ء
- تحریک آزادی ہند اور مسلمان، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور، ۱۹۸۴ء

۶۲۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر
- رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، دارالاشاعت، کراچی، ۱۳۸۰ھ
- نگارشات ڈاکٹر حمید اللہ (مجموعہ ہائے مضامین)۔ بیکن بکس، ملتان، ۲۰۱۲ء
- رسول اللہ ﷺ کی حکمرانی وجانشینی۔ بیکن بکس، ملتان، ۲۰۰۵ء

۶۳۔ محمد میاں، اسیران مالٹا، مکتبہ رشیدیہ، کراچی، ۱۹۹۱ء

۶۴۔ میر ٹھی، عاشق الٰہی، تذکرۃ الرشید، مکتبہ مدنیہ، لاہور، ۱۴۰۶ھ

۶۵۔ مجددی، محمد اقبال، تذکرہ علماء ومشائخ پاکستان وہند، پروگریسو بکس، لاہور، ۲۰۱۳

۶۶۔ محمد حسین، ڈاکٹر، مولانا، نغمات طیبہ تلخیص حیات طیبہ، ادارہ معارف الاسلام، گوجرخان، س۔ن

۶۷۔ ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف وسلوک، نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۹۰ء

۶۸۔ ندوی، سید سلیمان، مولانا، یاد رفتگاں، مکتبہ اشرفیہ کراچی، ۱۹۹۹

۶۹۔ نظامی، محمود، ملفوظات اقبال، فیض عام علیگڑھ، انڈیا، س۔ن

۷۰۔ ندوی، محمد زید، مظہری، تربیت السالک، دارالشاعت، کراچی، ۱۹۹۷ء

۷۱۔ نظامی، خلیق احمد
- تاریخ مشائخ چشت، اکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۱۲ء
- شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، ادارہ اسلامیات، لاہور ۱۹۷۸ء

۷۲۔ ندوی، ابوالحسن، سید
- تاریخ دعوت وعزیمت، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۸۴
- تزکیہ واحسان یا تصوف وسلوک، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۹۰ء

۷۳۔ نسائی، احمد بن شعیب، السنن ، دارالسلام للنشر و التوزیع، الریاض، ۱۹۹۹ء

۷۴۔ ناصر، محمد، مولانا، شیخ الہند اور تحریک آزادی، سلسلہ مطبوعات ۲۹، شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن، س۔ن

الاعظمی، محمد الیاس، ڈاکٹر، دارالمصنفین کی تاریخ خدمات، خدابخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ، 2002ء

احرار، رئیس، عزیز الرحمن، مکتبہ مجلس احرار اسلام، ملتان، 1963ء

احمد سعید، پروفیسر، مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریک آزادی، لاہور، مجلس صیانۃ المسلمین، 1984ء

اختر، حکیم محمد شاہ، خزائن شریعت وطریقت، کتب خانہ مظہری، کراچی، 2009ء

اسرار احمد، ڈاکٹر، سابقہ اور موجودہ مسلمان امتوں کا ماضی، حال اور مستقبل، مکتبہ خدام القرآن، لاہور، 1993ء

اصلاحی، امین احسن، حقیقت دین، فاران فاونڈیشن، لاہور، 2013ء

اعظمی، اعجاز احمد، مولانا، تصوف! ایک تعارف، مکتبہ ضیاالکتب خیر آباد (ضلع مؤ، یوپی)، 2008ء

افضل حق، چوہدری، تاریخ احرار، مکتبہ احرار اسلام پاکستان، کوٹ تغلق شاہ، ملتان، 1968ء

اقبال، علامہ، ڈاکٹر، حکیم الامت، ضرب کلیم، ایس مبارک علی کتب، اندرون لوہاری گیٹ، لاہور، 1941ء




toobaafoundation.com

اقبال، علامہ، ڈاکٹر، حکیم الامت بانگ درا، یونائیٹڈ چوک انار کلی، لاہور، 1945ء
امینی، محمد تقی، لا مذہبی دور کا تاریخی پس منظر، فضل سنز اردو بازار، کراچی، 1987ء
ایبک، ظفر حسن، خاطرات، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، 1985ء
ایچ۔بی۔خان، علماء دیوبند اور ہندوستانی سیاست، قومی ادارہ برائے تحقیقی وثقافت اسلام آباد، س۔ن
ایم، جے، اکبر، ہندوستان اپنے حصار میں، خدا بخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ، س۔ن
آر۔سی۔محمد، دی دہلی سلطنت، جلد 6، دی ہسٹری اینڈ کلچر آف دی انڈین پیپل، بمبئی، 1960ء
آزاد، ابوالکلام، مولانا مسئلہ خلافت، سجاد پبلیکیشنز، حسین منزل پیسہ اخبار، لاہور، 1960ء
آزاد، عبدالخالق، مفتی، سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کا طریقہ تربیت اور معمولات، مطبوعہ رحیمیہ، لاہور، 2006ء
بپن چندرا، بھارت کا سوتنتر تا سنگھرش، ہندی کا دھیم کاریانوے ندیشالے، نئی دہلی، 1996ء
بچھرایونی، عبدالمجید، دمزید المجید، مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون ضلع مظفر نگر، یوپی، 1996ء
برق، غلام جیلانی، ڈاکٹر، الحاد مغرب اور رہم، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور، س۔ن
بشیر احمد، مرزا، سلسلہ احمدیہ، نظارت تالیف وتصنیف قادیان، 1939ء
بھٹی، امان اللہ، پروفیسر، ڈاکٹر، اسلام اور خانقاہی نظام، دار السلام، کراچی، 2008ء
بھٹی، محمد عظمت اللہ، ڈاکٹر، المشرق، مشرق ریسرچ اکیڈمی، گجرات س۔ن
التہانوی، محمد اعلی بن علی، کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، مکتبہ الحق، بمبئی، 1962ء
تھانوی، اشرف علی، مولانا، الافاضات الیومیہ، مظفر نگر، خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون، 1932ء، حصہ ششم
جامی، عبدالرحمان بن احمد، بامقدمہ مہدی توحیدی پور، نفحات الانس من حضرات القدس، مکتبہ مصطفوی، تہران، 1337ھ
جاوید احمد، مولانا، اسلام کا معاشرتی نظام، کراچی، الفاروق جامعہ فاروقیہ رمضان المبارک 1438ھ
جمیلہ مریم، اسلام ایک نظریہ ایک تحریک، سنت نگر میٹرو پرنٹرز لاہور، 1986ء
جواہر لال نہرو، میری کہانی پبلیشرز ندارد، س۔ن، حصہ اول
چراغ، محمد علی، اکابرین تحریک پاکستان، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، 1990ء
حامدی، خلیل احمد، تحریک اسلامی کے عالمی اثرات، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، 1990ء
حبیب احمد، چوہدری، تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء البیان، چوک انار کلی، لاہور، 1966ء
حریری، غلام احمد، پروفیسر، اساس اسلام، لاہور، یولیمر پبلکیشنز اُردو بازار، 1986ء
حسن ریاض، سید پاکستان نا گزیر تھا، شعبہ تصنیف وتالیف راچی یونیورسٹی، 1987ء
حسن ریاض، سید، پاکستان نا گزیر تھا، کراچی، ادارہ تصنیف وتالیف وترجمہ، 1968ء
حسین، سید اصغر، حیات شیخ الہند، ادارہ اسلامیات، انار کلی لاہور، 1977ء
حقی، ابرار الحق، اسعد الابرار، مطبع ہاشمی بارہ بنکی، 1938ء
خالد، سلیم منصور، البدر، ادارہ مطبوعات طلبہ، لاہور، 1980ء



toobaafoundation.com

خان، وحید الدین، مولانا کاروان ملت، مکتبہ الرسالہ، نئی دہلی، 1992ء

خان عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، ریناآرٹ پریس، لاہور، 1977ء

خسرو، بملا، مراۃ الاصول فی الشرح مرقاۃ الوصول، بیروت، دار الصدر، 2011ء

دریاآبادی، عبدالماجد، مولانا، حکیم الامت، مکتبہ مدینہ، لاہور 1950ء

رحیم الدین، شیخ، مولانا، ملفوظات ڈاکٹر اسرار احمدؒ، مکتبہ خدام القرآن، لاہور، 2015ء

رئیس، شیخ الطاف الرحمن، مولوی، احوال علمائے فرنگی محل، مطبع مجتبائی، لکھنو، س۔ن

زبیری، امین، سیاست ملیہ، آگرہ، عزیزی پریس، 1941ء

سالک، عبدالمجید، ذکر اقبال، چمن بک ڈپو، دہلی، 1955ء

سجادی، سید جعفر، فرہنگ مصطلحات فاء، چھاپ خانہ مصطفوی، تہران، 1339ھ

سراج طوسی، ابونصر عبداللہ بن علی، کتاب اللمع فی التصوف، لنڈن پبلیشرز، لنڈن، 1916ء

سندھی، عبیداللہ، مولانا، ذاتی ڈائری، مکی دار الکتب چوک اردو بازار، لاہور، 1995ء

سہارنپوری، محمد شاہد، سید، علمائے مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات کتب خانہ اشاعت العلوم، سہارنپور، 1980ء

سید، ابرار علی، ڈاکٹر، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا طریقہ اصلاح، بیت العلوم، لاہور، 2007ء

سیفی، محمد ظفر عباس، محمدی، مخزن طریقت، مکتبہ محمدیہ سیفیہ، لاہور، 2008ء

شارب، ظہور الحسن، ڈاکٹر، تذکرہ اولیائے پاک وہند، اسلام بک ڈپو، لاہور، 1999ء

شاز، راشد، غلبہ اسلام، علی گڑھ، انسٹی ٹیوٹ آف مسلم امہ افیرز، 1987ء

الشاطبیؒ، ابی اسحاق، ابراہیم بن موسیٰ بن محمد، ج1، دار الفوائد و دار ابن رجب، 2005ء

شاہ، امتیاز حسین، تذکرہ اولیائے ملتان، اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور 2008ء

شبستری، شیخ محمود، شرح گلشن راز (شارح محمد بن محی لاھیجی) مکتبہ خانہ مصطفی، تہران، 1337ھ

شہید، سید قطب، اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل، میٹرو پرنٹرز، لاہور، 1981ء

شیرکوٹی، انوار الحسن، تجلیات عثمانی، ملتان، نشر المعارف، 1957ء

شیروانی، وکیل احمد، مفتی، مختصر تعارف صیانت المسلمین، جامع اشرفیہ، لاہور، س۔ن

صولت ثروت، ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، اسلامک پبلیکیشنز، 1988ء

ظہیر، احسان الٰہی، علامہ، التصوف المنشاء والمصادر، مکتبہ امام بدیع الدین سندھی، 2014ء

عارضی، محمد عبدالحیٔ، ڈاکٹر، مآثر حکیم الامت، ادارہ اسلامیات، لاہور، 1986ء

عباسی، محمد عدیل، قاضی، تحریک خلافت، نئی دہلی، ترقی اردو بورڈ، 1978ء

عزیز، احمد، پروفیسر، ہندوپاک میں اسلامی کلچر، ایجوکیشنل پبلیکیشنگ ہاؤس، دہلی، 1991

عزیز احمد، پروفیسر، برصغیر اسلامی کلچر (اردو ترجمہ ڈاکٹر جمیل جالبی) ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1990ء

عقیل، معین الدین، ڈاکٹر، مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور 1984ء



toobaafoundation.com

عقیل، معین الدین، ڈاکٹر، تحریک خلافت اور قائد اعظم (مضمون)، مجلہ علم و آگہی، قائد اعظم نمبر، 1976
علوی، حسین احمد، مولانا، مقاصد طریقت، شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن، 2008ء
علی، محمد حسن، مولانا، دار العلوم منظر اسلام اور مدرسہ دیوبند، انجمن انوار القادریہ، کراچی، 1981ء
غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، مسلمانوں کا دینی و عصری نظام تعلیم، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، 2005ء
غلام، محمد، مولانا، ڈاکٹر، حیات اشرف، مکتبہ تھانوی، کراچی، 1951ء
فاروقی، برہان، احمد، قرآن اور مسلمانوں کے زندہ مسائل، علم و عرفان پبلیشرز، لاہور، 1999ء
فاروقی، ضیاالرحمان، یورپ کے سنگین مجروم، اشاعت المعارف، کراچی، س۔ن۔
فاروقی، عمادالحسن، آزاد، دنیا کے بڑے مذاہب، نئی دہلی، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ جامعہ نگر، 1986ء
فیض، ملا محسن، کلمات مکنونہ، مکتبہ خانہ مصطفوی، تہران، 1316ھ
قادری، شاہ احمد رضا، مولانا، شریعت و طریقت، مکتبہ المدینہ، ملتان، 2003ء
قادری، محمد دین، کلیم، تذکرہ مشائخ قادریہ، اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور، 2008ء
قادری، محمد دین، کلیم مدینۃ الاولیاء، اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور 1989ء
القادری، محمد طاہر، ڈاکٹر، شیخ الاسلام، اسلام، لاہور، منہاج القرآن پرنٹر، اکتوبر 2006ء
قاسمی، اخلاق حسین، سید، فوائد الفواد کا علمی مقام، مکتبہ اسعدیہ، کراچی، 2006ء
قاسمی، شمس القمر، روداد برصغیر، رحیمیہ مطبوعات، لاہور، 2010ء
قاسمی، شوکت علی، مولانا، دارالعلوم دیوبند اور مدارس اسلامیہ، مرکزی دفتر رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند، 2018ء
قدسی، عبیداللہ، آزادی کی تحریکیں، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1985ء
قدوسی، اعجاز الحق، تذکرہ صوفیائے پنجاب، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، کراچی، 2007ء
قونوی، محمد بن اسحاق، مصباح الانس، مکتبہ فردوسی، تہران، 1323ھ
کاندھلوی، زکریا، محمد، مولانا شریعت و طریقت کا تلازم، مکتبہ الشیخ، کراچی، 1979ء
کریمی، محمد جرجیس، مولانا، اسلام کی امتیازی خصوصیات، دہلی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، 2012ء، بجنوری، توحید عالم، مولانا۔
الکلاباذی، ابو اسحاق محمدؐ بن ابراہیم، شرح تعرف فی المذہب التصوف، نول کشور، لکھنؤ ہند، 1912ء
کیلانی، عبدالرحمان، مولانا، شریعت و طریقت، مکتبہ السلام، لاہور، 2006ء
لاہوری، غلام سرور، مفتی، حدیقۃ الاولیاء، تصوف فاؤنڈیشن، لاہور، 2000ء
للہی، محمد حسین، صاحبزادہ، ڈاکٹر، نفحات طیبہ، ادارہ معارف الاسلام، گوجرخان، 2004ء
مبارک علی، ڈاکٹر، برصغیر میں مسلمان معاشرہ کا المیہ، فکشن ہاؤس مزنگ روڈ، لاہور، 2005ء
مجذوب، خواجہ عزیز الحسن، حسن العزیز، لاہور، ایم ثناءاللہ اینڈ سنز، 1963ء، جلد سوئم
مجذوب، عزیز الحسن، خواجہ، اشراف السوانح، نیو اسلامی آرٹ پریس، ملتان، 1985ء
محمد رفیق، شیخ، تاریخ پاکستان، لاہور پرنٹنگ پریس، لاہور، 1970ء



toobaafoundation.com

محمد زبیر، ابوالخیر، ڈاکٹر صوفیائے نقشبندیہ، ضیاءالقرآن پبلی کیشنز، کراچی، 2007ء
محمد سرور، ڈاکٹر اسلام کا جدید ریاستی نظام، مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار، لاہور، 1989ء
محمد سلیم، سید، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، فاران نشریات، لاہور۔ س۔ن
محمد شفیع، مفتی مجالس حکیم الامت، دارالاشاعت، کراچی، 1396ھ
محمد شفیع، مفتی، افادات اشرفیہ در مسائل سیاسیہ، دیوبند، مکتبہ دینیہ، 1365ھ
محمد عیسیٰ، قاضی، کمالات اشرفیہ، الہ آباد، مطبع انوار احمدی، 1953ء
محمد قطب، اسلام اور جدید مادی افکار، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، 1980ء
محمود الرحمن، جنگ، ذادی کے اردو شعراء، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت اسلام آباد، 1986ء
محمود حسن، سید، حکیم الامت تھانویؒ، مکتبہ بیت العلم، کراچی، س۔ن
مرزا جانباز، حیات امیر شریعت، المکتبہ تبصرہ، لاہور، 1970ء
مرزا جانباز، کاروان احرار، المکتبہ تبصرہ، لالہ زار کالونی نیو شاد باغ، لاہور، 1993ء
مریم جمیلہ، اسلام ایک نظریہ حیات، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، لاہور 1993ء
مست الانصاری، ابواسماعیل عبداللہ بن ابو منصور، شرح منازل السائرین، شارع المجود الفرکاوی القادری، مطبعۃ المیمینہ قاہرہ، مصر، 1953ء
المشرقی، عنایت اللہ خان، علامہ، الاصلاح التذکرہ پبلیشرز، المشرق ہاؤس اچھرو، لاہور، 1980ء
مظاہری، محمد عبدالرحمن، مولانا، اعلیٰ حضرت احمد رضا خان، حیات اور کارنامے، ربانی بک ڈپو، دہلی، 2006ء
مکتوبات امام ربانی، لکھنو، ندوۃ العلماء، 1914ء، جلد اول مکتوب نمبر 81
منگوری، طفیل احمد، سید، مسلمانوں کا روشن مستقبل، نظامی پریس، بدایوں، 1930ء
مودودی، ابوالاعلی، سید، مولانا، دستور جماعت اسلامی پاکستان، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، 1950ء
مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تنقیحات، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، لاہور، 1939ء
مودودی، ابوالاعلی، مولانا، دینیات، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، 1960ء
ناسک، صلاح الدین، تحریک آزادی لاہور، عزیز پبلشرز، اردو بازار، لاہور، 1975ء
ندوی، ابوالحسن، سید، ہندوستانی مسلمان، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، لکھنو، 1967ء
ندوی، ابوالحسن، علی، مولانا، عصری حاضر میں دین کی تفہیم و تشریح، دار عرفات، لکھنو، 1978ء
ندوی، ابوالحسن علی، سید، مولانا، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، لکھنو، 1979ء
ندوی، ابوالحسن علی، مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں، لکھنو مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، 1977ء
ندوی، ابوالحسن علی حسنی، سید، ندوۃ العلماء کا مسلک، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنو، یوپی، انڈیا، 2010ء
ندوی، سلیمان، سید، مولانا، حیات شبلی، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، 1996ء
ندوی، سلیمان، سید مکاتیب شبلی، مطبع معارف، اعظم گڑھ، 1996ء



toobaafoundation.com

ندوی، عبدالباری، مولانا، تجدید تصوف وسلوک، لاہور، مکتبہ الاشرفیہ، 1949ء

ندوی، عبدالباری، مولانا، جامع المجددین، لاہور، المکتبہ الاشرفیہ، 1950ء

ندوی، محمد غفران، مولانا، دارالعلوم ندوۃ العلماء، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنو، س۔ن

ندوی ابوالحسن علی، مولانا، انسانی علوم کے میدان میں اسلام کا انقلابی وتعمیری کردار، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنو، 1988ء

نظامی، خلیق احمد، پروفیسر، علی گڑھ کی خدمات، انجمن ترقی اردو (ہند)، نئی دہلی، 1994ء

نعمانی، شبلی، مولانا، مقالات شبلیؒ، مطبع معارف، اعظم گڑھ، 1931ء

نور احمد، سید، مارشل لاء تک، مکتبہ عالیہ، لاہور، 1993ء

نیازی، سید نذیر، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، بزم اقبال، لاہور 1958ء

ہجویری، علی بن عثمان، کشف المحجوب، نوائے وقت پرنٹرز، لاہور، 1304ھ

ہدایت، رضا قلی خان، تذکرۃ المحققین (ریاض العارفین)، تہران، 1316ھ

ولی، نورالدین شاہ نعمت اللہ، دیوبند نعمت اللہ شاہ، مکتبہ فردوسی، تہران، 1352ھ

Ayesha Iqbal, Democracy and Authoritarianism in South Asia, A comparative and Historical Perspective, Cambridge University Press, 1995.

Ishtiaq Hussain Qureshi: The Struggle for Pakistan, University of Karachi, Pakistan, 1982.

K.K. Aziz, The Making of Pakistan, Islamic Book Service, Lahore, 1989.

M-Mujeeb, The Indian Muslims, Manoharlal Pub., Pvt. Ltd. 2004.

Prof. Muhammad Muzaffar Mirza: The Great Quaid, Feroz Sons (Pvt.) Ltd. Lahore, 1995.

Qureshi, Ishtiaq Hussain, Vlema In Politics, Renaissance Publishing House, Delhi, 1985.

S.K. Dubey, Ethnicity, Regionalism and Problems of Natural Identity in India, Sage Publication, New Delhi, 1987.

Tara Chand, The Influence of Islam on India Culture, The Indian Press Limited, Allahabad, 1936.

V.D. Mahajan, Muslim Rule in India, Schan Publication, Dehli, 1970.

Vincent. A. Smith, C.I.E, The Oxford History of India, Oxford University Press, Karachi, 1983.

Waheed-uz-zaman, Towards Pakistan, Publishers United Ltd. Lahore, 1985, P 13 with reference to B.R Ambedkar: Pakistan or Partition of India, Bombay, 1946.

Zia-ud-Din Barni, Tarikh-i-Firozshahi, Sang-e-Meel Publication, Lahore, 2006.




toobaafoundation.com

# رسائل و جرائد و اخبار

١۔ ماہنامہ انوار العلوم، لاہور روڈ، قصور

٢۔ سہ ماہی شعور و آگہی، ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ، جوبلی ٹاؤن کوئینز روڈ، لاہور

٣۔ ماہنامہ رحیمیہ، ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ، ہاؤس نمبر ٣٣/اے، کوئینز روڈ، شاہراہ فاطمہ جناح، لاہور

٤۔ مجلہ عزم، ادارہ عزم، ملتان

٥۔ ماہنامہ الحق، دار العلوم حقانیہ، پھاٹک سروس روڈ، اکوڑہ خٹک

٦۔ سہ فکر و نظر، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد

٧۔ ماہنامہ وفاق المدارس، ملتان

٨۔ ماہنامہ الحسن، جامعہ اشرفیہ، فضلیہ کالونی، لاہور

٩۔ ماہنامہ الرحیم، شاہ ولی اللہ اکیڈمی، سیکٹر ١٦/اے، فیڈرل بی ایریا، کراچی

١٠۔ ماہنامہ نصرت العلوم، جامعہ نصرت العلوم، گوجرانوالہ

١١۔ روزنامہ نوائے وقت

١٢۔ روزنامہ جنگ

Websites

- www.marfat.com
- www.siratemustaqem.com
- www.makatbah.org
- www.kitabosunnat.com



toobaafoundation.com

# ضمیمہ


toobaafoundation.com

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ



toobaafoundation.com

خانقاہ تھانہ بھون



toobaafoundation.com

مرقد حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ



toobaafoundation.com

## مولانا اشرف علی تھانوی کے مجازین بیعت کی فہرست

باعتبار حروف تہجی

1۔ مولوی افضل علی صاحب تھلواڑہ ڈاک خانہ کمپلا ضلع بارہ بنکی

2۔ اظہر علی صاحب شہیدی مسجد کشور گنج ضلع میمن سنگھ

3۔ ابوالبرکات صاحب (للعوام) مسجد محلہ نالہ ضلع سلطان پور

4۔ نواب احمد علی خان صاحب محلہ قلعہ نواباں سہارنپور

5۔ مولانا اسعد اللہ صاحب رامپوری مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

6۔ مولانا ابرار الحق صاحب مدرسہ اسلامیہ ہردوئی

7۔ مولانا احمد علی صاحب کا فل

8۔ مولانا ابوالحسن صاحب جونپور۔ تاریخ وفات 7 ربیع الثانی 1350ھ

9۔ مولانا ابو بکر صاحب ارکانی۔ تاریخ وفات 22 جمادی الثانی 1353ھ

10۔ مولانا حکیم الٰہی بخش صاحب اعوان محلہ ہزاری دروازہ شہر شکارپور سندھ

11۔ ماسٹر ضامن علی صاحب سندہلوی گورنمنٹ ہائی سکول کانپور

12۔ مولانا جلیل احمد صاحب علیگڑھی مدرسہ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

13۔ مولانا حبیب اللہ صاحب سکھر

14۔ مولانا حامد حسن صاحب امروہی مدرس مدرسہ عربی جامع مسجد تھانہ بھون

15۔ منشی حق داد خان صاحب محلہ مولوی گنج لکھنو شہر

16۔ حکیم خلیل احمد صاحب کھالہ پار محلہ پل حمران سہارن پور

17۔ مولانا خلیل الرحمن صاحب اعظم گڑھ۔ تاریخ وفات رجب 1341ء

18۔ خیرات احمد خان صاحب سوندھیا ضلع گیا۔ تاریخ وفات 26 ذی قعدہ 1349ھ

19۔ مولانا خیر محمد صاحب مہتمم مدرسہ خیر المدارس بیرون دھلی دروازہ (ملتان شہر)

20۔ مولانا رسول خان صاحب اورنٹیل کالج لاہور متوطن ہزارہ تحصیل مانسہرہ (ڈاک خانہ شنکیاری مقام اچھڑیاں)

21۔ صوفی رحیم بخش صاحب مقیم دھلی۔ تاریخ وفات ذی الحج 1347ھ

22۔ مولانا رفیع الدین صاحب محلہ سبزی منڈی متصل مسجد سوداگر (الٰہ آباد۔ تاریخ وفات 14 جمادالثانی 1363ھ

23۔ مولانا سید سلیمان ندوی صاحب مورخ اسلام اعظم گڑھ

24۔ مولانا سراج احمد خان صاحب امروہوی محلہ چلہ امروہہ ضلع مراد آباد

25۔ ماسٹر شبیر محمد صاحب کبیر والہ ضلع ملتان

26۔ شہاب الدین صاحب خیاط کٹھور ضلع میرٹھ

27۔ حاجی شیر محمد صاحب گھوٹکی ضلع سکھر (مہاجر مدینہ طیبہ)



toobaafoundation.com

28۔ حاجی شمشاد علی صاحب کلانوری اشرف المطابع تھانہ بھون

29۔ مولانا صغیر محمد صاحب وزیرستان شمالی مقام ہرمزڈاک خانہ عبدالحمید ضلع ڈور

30۔ مولانا صغیر محمد صاحب مدرسہ عزیزیہ مغلٹولی شہر کمرلہ بنگال

31۔ مولانا عبدالرحمن صاحب بریلوی مدرسہ اشاعت علوم بریلی

32۔ مولانا عبدالمجید صاحب شاہ جہاں پور۔تاریخ وفات 4ربیع الاول 1354ھ

33۔ مولانا عبدالحیی صاحب سہارنپور مقیم حیدرآباد۔تاریخ وفات 27رمضان 1348ھ

34۔ مولانا عبدالرحمن صاحب بکھرا۔تاریخ وفات نصف ذیقعدہ 1340ھ

35۔ مولانا عبیدالحق صاحب موھن پور

36۔ مولانا عبدالودود صاحب آخون زادہ پوسٹ کالوخان پشاور

37۔ حکیم عبدالخالق صاحب ساکن ٹانڈہ چوک فرید امرتسر۔تاریخ وفات 1345ھ

38۔ خواجہ عزیزالحسن صاحب انسپکٹر مدارس لکھنو۔تاریخ وفات 27شعبان 1363ھ

39۔ مولانا عبدالمجید صاحب خانیوال

40۔ مولانا عبدالعلیم صاحب پنڈیرہ ڈاکخانہ بڑاشام بازار ضلع بردودان

41۔ سید فیروز شاہ صاحب مندوری ضلع پشاور۔تاریخ وفات 3شوال 1353ھ

42۔ سید فخرالدین شاہ صاحب گھوٹکی ضلع سکھر سندھ

43۔ حکیم فضل اللہ صاحب شکارپور سندھ

44۔ مولانا فقیر محمد صاحب معرفت حاجی محمد شریف صاحب صحاف دکاندار موضع توتی قوم مہمندیہ سرحد

45۔ ماسٹر قبول احمد صاحب اسسٹنٹ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول سیتاپور

46۔ حکیم کرم حسین صاحب سیتاپور اودھ۔تاریخ وفات 10ذی الحج 1362ھ

47۔ مولانا کفایت اللہ صاحب مدرس مدرسہ سعیدیہ مہمند ھدف شاہ جہان پور

48۔ مولانا شاہ لطف رسول صاحب فتح پور ضلع بارہ بنکی۔تاریخ وفات شعبان 1344ھ

49۔ مولانا محمد عیسیٰ صاحب محی الدین پوری پروفیسر عربی محلہ محتشم گنج (الٰہ آباد۔تاریخ وفات 25ربیع الاول 1363ھ

50۔ مولانا حکیم محمد مصطفےٰ صاحب بجنوری محلہ کرم علی میرٹھ شہر

51۔ مولانا محمد اسحاق صاحب مدرسہ مدرسہ عالیہ ڈھاکہ

52۔ محمد عبداللہ خان صاحب بیرون امالی دروازہ ریاست بھوپال

53۔ محمد عثمان خان صاحب تاجر کتب متصل جامع مسجد دھلی

54۔ مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاندپور ضلع بجنور

55۔ مولانا محمد صاحب چاٹگام

56۔ حکیم محمد یوسف صاحب بجنور



toobaafoundation.com

57۔ منشی محمد سلطان صاحب مدراس۔ تاریخ وفات شوال 1343ھ

58۔ مولانا محمد عیسیٰ صاحب بنارس۔ تاریخ وفات 9 رجب 1344ھ

59۔ حافظ محمد عمر صاحب نہوڑی مقیم علی گڑھ۔ تاریخ وفات 7 رمضان المبارک 1344ھ

60۔ شیخ معشوق علی صاحب قنوجی۔ تاریخ وفات شوال 1345ھ

61۔ مولانا محمد صادق صاحب مالی گاؤں ضلع ناسک۔ تاریخ وفات 13 ذی الحج 1347ھ

62۔ حاجی محمد یوسف صاحب رنگون۔ تاریخ وفات 8 محرم الحرام 1352ھ

63۔ مولانا محمد موسیٰ صاحب مدرس حرم نبوی، باب النساء، مدینہ منورہ مہاجر مدنی

64۔ مولانا محمد سعید صاحب مقام کیر نور تعلقہ پلنی ضلع مدھرا مدراس

65۔ مولانا مقصود اللہ صاحب مدرسہ امدادیہ خانقاہ اشرفیہ موضع تلگا سینہ ڈاک خانہ اورابونیہ ضلع بریسال

66۔ مولانا محمد حسن صاحب مہتمم جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

67۔ مولانا ممتاز احمد صاحب ڈاک خانہ بارہ چٹی موضع سونڈھیا ضلع گیا

68۔ مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

69۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مہتمم دارالعلوم لانڈھی کراچی

70۔ مولانا محمد نبیہ صاحب ٹانڈہ بادلی ضلع مرادآباد

71۔ مولانا محمد صابر صاحب محلہ گھیر مناف امروہہ ضلع مرادآباد

72۔ مولانا مسیح اللہ خان صاحب مفتاح العلوم جلال آباد ضلع مظفر نگر

73۔ ماسٹر محمد شریف صاحب انگلش ٹیچر مکان 709 نواں شہر ملتان چھاؤنی

74۔ مولانا محمد اللہ صاحب نواکھالی مدرسہ مدرسہ اشرف العلوم بڑا کٹرہ ڈھاکہ

75۔ محمود الغنی صاحب سہارنپوری بعدہ کراچی

76۔ مولانا نور بخش صاحب نواکھالی مدرسہ صوفیہ پوست بھیروارھانٹ ضلع چاٹگام

77۔ مولانا نذیر احمد صاحب متوطن کیرانہ ضلع مظفر نگر بعدہ خان جہان پور

78۔ مولانا نذیر احمد صاحب فاروق منڈی ضلع سرگودھا

79۔ حکیم نور احمد صاحب کانپور

80۔ مولانا نور حسین صاحب اڈرانہ ضلع جہلم

81۔ مولانا ولی احمد صاحب قصبہ برھان پور ضلع کیمبل پور

82۔ حافظ ولی محمد صاحب محلہ کاغذیاں قنوج ضلع فرخ آباد

83۔ مولانا واحد بخش صاحب مدرس اول مدرسہ عربیہ احمد پور شرقیہ ریاست بہاول پور

84۔ مولانا وصی اللہ صاحب ندوا سرائے موضع فتح پور نال نرجا ضلع اعظم گڑھ

85۔ مولانا ولی محمد صاحب گورداسپوری مدرسہ آثار الولی صدر راولپنڈی



toobaafoundation.com

## مولانا اشرف علی تھانوی کے مجازین صحبت کی فہرست

1۔ مولانا انوار الحسن صاحب انریری مجسٹریٹ کاکوری ضلع لکھنو
2۔ میر امام الدین صاحب محاسب صدارت العالیہ حیدر آباد دکن
3۔ مولانا اشفاق الرحمن صاحب دار العلوم ٹنڈو والٰہ یار ضلع حیدر آباد سندھ
4۔ انوار احمد صاحب وکیل ڈاک خانہ قدم کنواں پٹنہ
5۔ حکیم بہاؤالدین صاحب ہر دوئی محلہ بورڈنگ ہاؤس سہارنپور
6۔ بخشش احمد صاحب مدرسہ سعیدیہ قاضی پور خورد گورکھ پور
7۔ سید حسن صاحب ڈپٹی کلکٹر سیدواڑہ نگرام ضلع لکھنو
8۔ مولانا حمید حسن صاحب دیوبندی مفتی ریاست مالیر کوٹلہ
9۔ مولانا سید حسن صاحب مدرس دار العلوم دیوبند
10۔ حاجی داؤد ہاشم صاحب پارک لین رنگون
11۔ مولانا ریاض الحسن صاحب پوسٹ بکس 307 مکہ مکرمہ
12۔ حافظ زاہد حسن صاحب امروہوی کوہ رانی کھیت
13۔ سعید احمد خان صاحب بوہرہ ڈاک خانہ بلرام ضلع ایٹہ
14۔ مولانا سلطان محمود صاحب مدرس اول فتح پوری۔ دہلی
15۔ مولانا سعید احمد صاحب لکھنوی صدر مدرس مدرسہ تکمیل العلوم احاطہ کمال خان کانپور
16۔ مولانا سخاوت حسین صاحب مقام گوہاٹی پور ڈاکخانہ سونگڈہ ضلع کٹک صوبہ اڑیسہ
17۔ شفیع محمد صاحب قریشی پروفیسر گورنمنٹ کالج حیدر آباد سندھ
18۔ شاہ محمد صاحب طوطہ کان ڈاک خانہ بٹ خیلہ مالاکنڈ ایجنسی ضلع مردان
19۔ شفیق احمد صاحب گنگوہی مدرس مدرسہ سلیمانیہ ہوا محل بھوپال
20۔ مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی $\frac{452}{5}$ ہارون منشن ہربنس روڈ کراچی سندھ (دار العلوم ٹنڈو والٰہ یار سندھ)
21۔ مولانا ظہور الحسن صاحب ناظم کتب خانہ امداد الغرباء سہارنپور
22۔ حافظ علی نظر بیگ صاحب مغل پورہ کہنہ مراد آباد
23۔ مولانا عبد الرحمن صاحب وکیل پٹنہ
24۔ منشی عبد المجید صاحب تحصیلدار پنشنر مقبول گنج لکھنو
25۔ مولانا عبد المجید صاحب مدرس مدرسہ ناصر العلوم گھوسی ضلع اعظم گڑھ
26۔ مولانا عبد الکریم صاحب گم تھلوی مدرسہ حقانیہ شاہ آباد کرنال
27۔ مولانا عبد الغنی صاحب رسولی ضلع بارہ بنکی



toobaafoundation.com

28- منشی عبدالولی صاحب نائب ناظم ریاست کپور تھلہ معرفت کتب خانہ امدادالغرباء سہارنپور

29- شیخ عبدالکریم صاحب پنشنر سیشن جج جوناگڑھ

30- منشی علی شاکر صاحب قانون گو، گولا ضلع کھیری کلیم پور

31- منشی علی سجاد صاحب پنشنر ڈپٹی کلکٹر تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

32- منشی عبدالصبور صاحب نائب منشی حصہ اول ڈویژن دفتر سارده شاہجہانپور

33- مولانا عبدالصمد صاحب بنارسی مدرسہ کرنیل گنج کانپور

34- عبدالغفور صاحب ٹھیکیدار اشرف منزل حالی روڈ جودھ پور

35- علی ساجد صاحب ڈاکٹر ہاشمی ہومیو پیتھک مولوی گنج لکھنو

36- مولانا سید عبدالکریم صاحب لکھنوی طوطہ کان ڈاک خانہ بٹ خیلہ مالاکنڈ ایجنسی براستہ مردان صوبہ سرحد

37- شیخ عبدالغفار صاحب رئیس ضلع اعظم گڑھ

38- منشی عرفان احمد صاحب کلرک ڈاک خانہ تار گھر سہارنپور

39- عزیزالرحمن صاحب نبیرہ مولوی عبدالاحد صاحب مرحوم خلیق منزل گلی چوڑی دالان دھلی

40- مولانا حکیم عبدالرشید محمود صاحب انصاری گنگوہ ضلع سہارنپور

41- حکیم فیاض علی صاحب مقیم نصراللہ گنج گورنمنٹ بھوپال

42- حافظ لقاءاللہ صاحب پانی پتی

43- شاہ محمد حلیم صاحب فیض اللہ پور ڈاکخانہ محمد پور ضلع اعظم گڑھ

44- ماسٹر منظور احمد صاحب تحصیلی اسکول رڑکی ضلع سہارنپور

45- مولانا مسعود علی صاحب شبلی منزل اعظم گڑھ

46- مولانا محمد نعیم صاحب بخاری ضلع بدخشاں قصبہ ترگنی کابل افغانستان

47- مولانا محمد یوسف صاحب بنوری جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

48- مولانا محمد میاں صاحب نبیرہ مولانا محمد حسین صاحب دائرہ شاہ حجۃ اللہ الٰہ آباد

49- مولانا محمد داؤد یوسف محلہ نائی داڑہ راندیر ضلع سوت

50- حکیم محمد سعید صاحب گنگوہی سرائے پیرزادگان محلہ چوک گنگوہ ضلع سہارنپور

51- منشی محمد یعقوب صاحب کلانوری انگلش کلرک سررشتہ تعلیم روہتک

52- حافظ محمد اسماعیل صاحب ولد حاجی جیون بخش محلہ بلی ماراں حویلی حشام الدین حیدر دہلی

53- خواجہ محمد صادق صاحب امرتسری، لاہور

54- حافظ محمد طٰہٰ صاحب کورٹ انسپکٹر گورکھپور

55- مولانا منفعت علی صاحب وکیل 2275 ڈی لیلٰی روڈ صدر کراچی

56- محمد نجم احسن صاحب وکیل پرتاب گڑھ



toobaafoundation.com

57۔ شیخ محمد حسن صاحب انور بک ڈپو بندر روڈ کراچی

58۔ قاضی محمد مصطفی صاحب پنشنر ڈپٹی کلکٹر بھدوٹی اسٹیٹ بنارس

59۔ مولانا محمد طاہر صاحب دار العلوم دیوبند

60۔ ماسٹر مظہر احمد صاحب محلہ فتح گڑھ بھوپال

61۔ مولانا محمود الحق صاحب وکیل بردوئی

62۔ محمد جلیل صاحب پنشنر جج اعظم گڑھ

63۔ مولانا ابوالفداء نور محمد صاحب صدر مدرس دینیات حیدر آباد دکن

64۔ خواجہ وحید اللہ صاحب پنشنر تار گھر سرکاری گڑھ باران ریاست (کوٹہ راجپوتانہ)[1844]

---

1844۔ خان، عبدالرحمن، منشی، سیرت اشرف، جلد دوم، ص355تا374



toobaafoundation.com

## مولانا تھانوی رحؒ کی تصانیف کی تفصیل

### تفسیر علوم القرآن

ترجمہ قرآن کریم تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی، تفسیر بیان القرآن مکمل (12 حصے) تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی، خلاصہ بیان القرآن ادارۃ القرآن کراچی، تسہیل بیان القرآن (2 جلد) ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، اشرف التفاسیر تفسیری نکات کا مجموعہ (4 جلد)، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، پارہ عم مترجم تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی، تفسیر پارہ عم تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی، سورہ یٰسین مترجم ادارہ اسلامیات لاہور، جمال القرآن نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، تجوید القرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، تنشیط الطبع فی اجراء السبع راشد کمپنی دیوبند یوپی، الہادی للحیران فی وادی تفصیل البیان، مطبع مجتبائی دہلی / مطبع قیومی کانپور، التواجہ فی ما تیعلق بالتشابہ، علمی پرنٹنگ پریس ناشر شیخ غلام علی، وجوہ المثانی مع توجیہ الکلمات والمعانی (عربی)، ظہور القرآن من صدور الصبیان، اشرف البیان لمافی علوم الحدیث والقرآن، العنوان فی آیتی سورۃ الامتحان، تمہید الفرش فی تحدید العرش، دفع الانتساب عن آیۃ الاستخلاف، نور الناظرین یعنی تقریرات متعلقہ جلالین شریف، القائد السکینہ فی تحقیق ابداء الزینہ، الترقیق الجلی فی تحقیق النون الخفی، مطبع مجتبائی دہلی / مطبع قیومی کانپور، الترتیب اللطیف فی قصۃ الکلیم والحنیف، در مطبع مجتبائی واقع دہلی 1344ھ، تقدیس القرآن المیز عن تدنیس التصاویر، علی پرنٹنگ پریس لاہور، رسالۃ ملاحۃ البیان فی فصاحۃ القرآن، مطبع مجتبائی دہلی / مطبع قیومی کانپور، تشابہات القرآن لتراویح رمضان ، سبق الغیات فی نسق الآیات، رفع البناء فی نفع السماء، زیادات علیٰ کتب الروایات، ذنابات لمافی الزیادات، تقریر بعض البنات فی تفسیر بعض الآیات، احسن الاثاث فی النظر الثانی فی تفسیر المقامات الثلث، تبصیر الزجاج، آداب القرآن، یادگار حق القرآن، اصلاح ترجمہ دہلوی، اصلاح ترجمہ حیرت، التفسیر فی الفسیر، رفع الخلاف فی حکم الاوقاف۔

### اصلاحیات

آداب المعاشرت ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، آداب زندگی عظیم اینڈ سنز لاہور، حیات المسلمین تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی ،اصلاح المسلمین ادارہ اسلامیات لاہور، اصلاح خواتین مکتبہ رحمانیہ لاہور، اصلاح انقلاب امت کامل (2 جلد) ادارۃ المعارف کراچی، اسلامی زندگی مکتبہ رشیدیہ کراچی، اصلاح الرسوم مکتبہ حقانیہ ملتان، صفائی معاملات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، حقوق الوالدین محمد عبدالرحیم ناشر و تاجر کتب لاہور، حقوق الاسلام مکتبہ رشیدیہ کراچی، اغلاط العوام (یعنی عوام کے غلط مسائل) زمزم پبلشرز کراچی اصلاح الخیال کتب خانہ جمیلی لاہور، حقوق العلم ادارہ اسلامیات، التنبیہ الطربی فی تزیہ ابن عربی، ارشاد لہائم فی حقوق البہائم، اخبار الزلزلہ، شہادۃ الاقوام بصدق الاسلام ، الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد، تنویر السراج فی لیلۃ المعراج، سجادہ نشینی، بناء القبہ علی نباء الجبہ ،الخطوب المذیبہ للقلوب المنیبہ، الاستحضار للاحتضار مع تقلبات الاطوار، شذرات الحکم، وصل السبب فی فصل النسب، البدائع

### سیرت و سوانح

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی، شم الطیب تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی، سیرت رسول اکرم ﷺ نذیر سنز پبلشرز لاہور، الترتیب اللطیف فی قصۃ الکلیم والحنیف، قصہ سیدنا یوسفؑ، احسن التفہیم لمقولہ سیدنا ابراہیمؑ، تحسین دار العلوم تبزئین انوار النجوم، تحصین دار العلوم من تسخین نار السموم، شریف الدرایات، ثقایات الصیب حاشیہ روایات الطیب ، المتن الامدادی مع الشرح الارشادی، حکایات موعظت، انوار المحسنین، احکام التجلی من التعلی والتدلی، معارف حضرت مولانا شیخ محمد محدث تھانویؒ، معارف



toobaafoundation.com

حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہیدؒ، معارف حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانویؒ، جواہرات یعقوبیؒ، معارف یعقوبیؒ، معارف گنج مراد آبادیؒ، معارف شیخ الہندؒ، طریقہ مولد شریف مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور، کرامات صحابہؓ دارالاشاعت کراچی، شان صحابہؓ ادارہ اسلامیات لاہور، امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق اسلامی کتب خانہ لاہور، معارف الاکابر ادارہ اسلامیات لاہور، معارف امدادیہؒ ادارہ اسلامیات لاہور، معارف نانوتویؒ دارالاشاعت کراچی، معارف گنگوہیؒ ادارہ اسلامیات لاہور، جمال الاولیاء اسلامی کتب خانہ لاہور ، ارواح ثلاثہ یعنی حکایات اولیاء مکتبہ رحمانیہ لاہور، قصص الاولیاء یعنی نزہتہ البساتین دارالشاعت کراچی، امیر الروایات فی حبیب الحکایات کتب خانہ امداد الغربا سہارنپور، قصص الاکابر مکتبہ اشرفیہ لاہور، سیرت منصور حلاجؒ مکتبہ دارالعلوم کراچی، السنۃ الجلیہ فی الچشتیہ العلیہ اسرار کریمی الہ آباد، نقشہ نعل مبارک سرور کائنات ﷺ صدیقی ٹرسٹ کراچی، تعلیم الطالب مع شجرہ طیبہ چشتیہ عالیہ صدیقی ٹرسٹ کراچی،، نیل الشفا بنعل المصطفی ﷺ، سواد خوبی، ذکر محمود، یادگار دربار پرانوار حضرت خواجہ صاحب اجمیریؒ، یادیاراں، لامع علامات الاولیاء یعنی تلخیص جامع کرامات الاولیاء، کرامات امدادیہ،، کمالات امدادیہ، علوم امدادیہ

## منطق

تلخیص المرقات، تسہیل المعانی، تلخیص البدایہ، تلخیص المنار، المدار، تذئیل شرح عقائد، عشرہ طروس، تیسر المنطق، تلخیص ہدایۃ الحکمۃ

## سلوک و تصوف

التکشف عن مہمات التصوف کتب خانہ مظہری کراچی، التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف (4) جلد ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، تربیت السالک (2 جلد) دارالاشاعت کراچی، اصلاحی نصاب (10 رسائل کا مجموعہ) دارالاشاعت کراچی، کلید مثنوی معنوی شرح مثنوی مولانا رومؒ (24 جلد) ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، مسائل مثنوی ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، قصد السبیل الی المولی الجلیل کتب خانہ اعزازیہ دیوبند (یوپی)، تسہیل قصد السبیل کتب خانہ مجیدیہ ملتان، بوادر النوادر ادارہ اسلامیات لاہور، عرفان حافظؒ نفیس اکیڈمی کراچی، مسائل السلوک من کلام ملک الملوک (مسائل تصوف قرآن کی روشنی میں) ادارہ اسلامیات لاہور، شریعت و طریقت ادارہ اسلامیات لاہور ، مقالات صوفیہ دارالاشاعت کراچی، جواہر حکیم الامتؒ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، معارف اشرفیہ (8 جلد) ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، اصول تصوف ادارہ اسلامیات لاہور، تحفۃ الشیوخ کتب خانہ مظہری کراچی، تمییز العبشق من الفسق کتب خانہ مظہری کراچی، تائید الحقیقہ بالآیات العتیقہ، رونمائے مثنوی (منظوم)، الابتلاء لاھل الاصطفاء، ملخص الانوار والتجلی، رفع الشکوک ترجمہ مسائل السلوک، اصلاح المزاج باصلح العلاج، انوار النظر فی آچار الظفر، ارضی الاقوال فی عرض الاعمال، تکمیل التصرف فی تسہیل التشرف ، دخول و خروج بر نزول و عروج، النکت الدقیقہ، انوار الوجود فی اطوار الشھود (عربی)، التجلی العظیم فی احسن تقویم، معارف العوارف (اول۔دوم)، معارف المعارف، الیم فی السم، الطم فی السم، حق السماع، التحریض علی صالح التعریض ، الارشاد الی مسئلۃ الاستعداد شجرۃ المراد، الحصحصہ فی حکم الوسوسہ، ثلثین بشکل جدول، رحمۃ المتعلمین، ترجمہ آداب العبودیت، جہاد اکبر، الجلاء والشوف فی الرضاء والخوف، حسن العلاج لسوء المزاج، البصائر فی الدوائر، رفع الضیق عن اہل الطریق، شمس الفضائل الطمس الرزائل، القول الفصل فی بعض آثار الوصل،، الاعتدال فی متابعۃ الرجال، روح تصوف، عبور البراری فی سرور الذراری، ظہور العدم بنور القدم، عنوان التصوف مبادی التصوف، شیخ ابن عربی کا مسلک، آداب الشیخ والمرید



toobaafoundation.com

## فقہ و فتاویٰ

1۔ بہشتی زیور مکمل (11 حصے) دارالاشاعت کراچی، بہشتی زیور (مکمل و مدلل) مکتبہ مدنیہ لاہور، مسائل بہشتی زیور مکتبہ رحمانیہ لاہور، بہشتی گوہر کتب خانہ اشرفیہ کراچی، بہشتی گوہر (مدلل) نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، بہشتی ثمر (اول دوم) تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی، فتاویٰ اشرفیہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، احکام القرآن (اول تا پنجم) ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، ایضاً (ششم تا یاز دہم) ادارہ اشرف التحقیق جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور، امداد الفتاوی مکمل (6 جلد) مکتبہ رشیدیہ کراچی، اشرف الاحکام یعنی تتمہ امداد الفتاوی مطبع قیومی کانپور 1334ھ، دین کی باتیں مکتبہ رشیدیہ کراچی، تقلید و اجتہاد ادارہ اسلامیات لاہور، حیلہ الناجزۃ للحلیۃ العاجزہ (عورتوں کا حق تنسیخ نکاح) دارالاشاعت کراچی، فتاویٰ میلاد مع طریقہ میلاد مکتبہ قاسمیہ لاہور، القول البدائع فی اشتراط المصر اشرف العلوم شعبہ دارالاشاعت دیوبند، القول الصواب فی مسئلۃ الحجاب مکتبہ اشرف العلوم دیوبند، بہشتی جوہر، امداد الاحکام، جمیل الفتاویٰ، حوادث الفتاویٰ، ترجیح الراجح، اکمل الادیان فی اسہل اللسان، الفعل المحرم فی فصل المحرم، مسائل اہل الخطر، القول الدہلی، تعدیل اہل الدھر فی درجۃ تقابل المہر، کلمۃ القوم فی حکمۃ الصوم، زکوٰۃ الفرض فی نبات الارض، حق السماع، التحقیق الفرید فی حکم الٰہ تقریب الصوت البعید، تصحیح العلم فی تقبیح العلم، تحقیق تعلیم انگریزی، مسائل اہل الحلہ فی مسئلۃ الظلہ، تحذیر الاخوان عن الربوا فی الہندوستان، کشف الغشوہ عن وجہ الرشوہ، الحق الصراح فی تحقیق اجرۃ النکاح، رد التوحد فی طلاق ذات التعدد، نافع الاشارہ الی منافع الاستخارہ، المدار، آداب الاخبار، اخبار بنی، رفع الارتیاب عن مسئلہ ثبوت الانساب، رافع الضنک عن منافع البنک، افکار دینی، ارسال الجنود الی ارسال النہود،

## عقائد

تعلیم الدین تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی، فروع الایمان (ایمانی اعمال) ادارۃ المعارف کراچی، جزاء الاعمال (یعنی گناہوں کا بدلہ دنیا میں) تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی، مائۃ دروس (ایک سو اہم اسباق) ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، احکام اسلام عقل کی نظر میں دارالاشاعت کراچی، اکسیر فی اثبات التقدیر مکتبہ اشرفیہ العلوم شعبہ دارالاشاعت دیوبند، مسئلہ تقدیر (اردو ترجمہ) ادارہ اشرفیہ لاہور، حفظ الایمان مکتبہ اسعدیہ کراچی، بسط البنان و تغییر العنوان کتب خانہ مجیدیہ ملتان، اسلام کے بنیادی احکام قدیمی کتب خانہ کراچی، شوق آخرت ادارہ اسلامیات لاہور، شوق وطن کتب خانہ مظہری کراچی، احکام التجلی من التعلی والتدلی ادارہ اسلامیات لاہور، الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی والمسیح، تذئیل شرح عقائد، شق الحبیب فی حق الغیب، الحکم الحقانی فی حزب الآغاخانی، تغیر العنوان فی بعض عبارات حفظ الایمان الفتوح فیما یتعلق بالروح، ظہور العدم بنور القدم، الحق، تدویر الفلک فی تطہیر الملک، طلوع البدر فی سطوح القدر، بسط البنان لکف اللسان عن کاتب حفظ الایمان، الخطاب الملیح فی تحقیق المھدی والمسیح

## علوم حدیث

اعلاء السنن (21 جلد) ادارۃ القرآن و العلوم اسلامیہ کراچی، المسلک الذکی یعنی تقریر ترمذی ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، الادراک والتوصل الی حقیقۃ الاشتراک والتوسل علمی پرنٹنگ پریس لاہور، موخرۃ الظنون عن مقدمہ ابن خلدون مطبع مجتبائی دہلی / مطبع قیومی کانپور انتخاب بخاری (2 جلد) ادارہ اسلامیات لاہور، چہل حدیث ادارۃ المعارف کراچی، اشرف الکلام فی احادیث خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادارہ



toobaafoundation.com

اسلامیات لاہور، جامع الآثار، تابع الآثار، الثواب الحلی، اطفاء الفتن ترجمہ احیاء السنن، تکمیل التصرف فی تسہیل التشرف، ازالۃ للوسن بالف من السنن، حقیقۃ الطریقہ من السنۃ الانیقہ، "احیاء السنن" کا احیاء، الاستدراک الحسن

## دعا۔اذکار۔عملیات۔وظائف

اعمال قرآنی تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی، قرآنی علاج مکتبہ خلیل لاہور، عملیات و تعویذات کے شرعی احکام مکتبہ خلیل لاہور، فضائل استغفار ادارہ اسلامیات لاہور، ایصال ثواب اور اس کے احکام و مسائل ادارہ اسلامیات لاہور، بیاض اشرفی ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان عملیات خاص حضرت تھانویؒ صدیقی ٹرسٹ کراچی، معمولات اشرفی مکتبہ اشرفیہ لاہور، اوراد رحمانی (عملیات اسماء الحسنیٰ) مکتبہ رشیدیہ کراچی، مناجات مقبول (مترجم) تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی، مناجات مقبول (عربی) دارالاشاعت کراچی، حزب البحر مترجم (مشہور الہامی دعا) کتب خانہ مظہری کراچی، زادالسعید (مجموعہ درود شریف) دارالاشاعت کراچی، سال بھر کے مسنون اعمال ادارہ اسلامیات کراچی اشرفی نماز ظفر سنز لاہور

## ملفوظات

خیر الاختبار فی خبر الاختیار، سفر نامہ گنگوہ، کلمۃ الحق (اول دوم)، سنۃ المعصوم، اسعاد الطالبین، تصحیح الخیال، ارمغان عید، دنیا کی پستی اور دین کی مستی، سرمایہ ہستی، جمیل الکلام، ارمغان جاوداں، ملفوظات ہفت اختر، ملفوظات خبرت، خیر العبور فی سفر گور کھپور، خیر الحدود فی السفر الثالث الی گور کھپور، سفر نامہ پانی پت، ذم الخلائق مع العلائق، الصناعات فی العبارات، المفتاح المعنوی فیوض الخالق، نیل المراد فی سفر گنج مراد آباد، سفر نامہ کوٹہ معروف بہ فیض کالوٹہ، فضل العزیز، رحمۃ العزیز (اول دوم)، بصر الناظر، انوار الحقائق، وصیۃ الوصی، حسن یوسف (اول دوم)، بزم جمشید، فرائد الفوائد، علوا النازل، نظر عنایت، جبر الکسیر، شرف مصطفی ﷺ ادارہ تالیفات اشرفیہ ہارون آباد ضلع بہاولنگر، ملفوظات ادارہ اشرفیہ جمشید کوارٹر مرزا قلیچ بیگ روڈ کراچی، مرات الآیات والحدیث شعبہ نشر و اشاعت ادارہ اشرفیہ التحقیقی جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور، افاضات اشرفیہ، حکم الحکیم، الممتن الامدادی مع الشرح الارشادی مقالات حسنہ ملقب بہ لمعان الدین، القول الجلیل، الطاحون لمن فر من الطاعون، السلسبیل لعابری السبیل، القطائف من اللطائف ملحوظات، ریاض الفوائد، ارشاد الرشید، ادب الاعتدال،، ادب الطریق ملقب بہ ادب الرفیق، ادب الترک، ادب العشیر، ادب الاسلام ملقب بہ ذم شبہ اہل الاصنام، ادب الاعلام ملقب بہ الکنز النامی، ملفوظات برائے خواتین صدیقی ٹرسٹ کراچی، نماز کے اہم مسائل ادارہ اشرف التحقیق لاہور، ملفوظات حضرت تھانویؒ میمن اسلامک پبلشرز کراچی، انمول خزانہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، آئینہ تربیت (خلاصہ تربیت السالک) ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، فرنگی تعلیم و تہذیب (ملفوظات حکیم الامت) صدیقی ٹرسٹ کراچی، مجالس حکمت و خمخانہ باطن ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، جدید ملفوظات، محظوظات، محفوظات ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، مقالات حکمت (اول دوم) ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، فیوض الخلائق و کلمۃ الحق ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، معارف و مسائل رمضان ادارہ تالیفات اشرفیہ ہارون باد ضلع بہاولنگر، مقالات تصوف ادارہ تالیفات اشرفیہ ہارون آباد ضلع بہاولنگر، فیوض الرحمن ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، اشرف الملفوظات فی مرض الوفات ادارہ تالیفات اشرفیہ ہارون آباد ضلع بہاولنگر، جواہر الحسن ادارہ تالیفات اشرفیہ ہارون آباد ضلع بہاولنگر آداب اسلام ادارہ تالیفات اشرفیہ ہارون آباد ضلع بہاولنگر، تہذیب الاخلاق (کامل) ادارہ تالیفات اشرفیہ ہارون آباد ضلع بہاولنگر



toobaafoundation.com

اسلام کی تعلیمات اعتدال ادارہ تالیفات اشرفیہ ہارون آباد ضلع بہاولنگر، عظمت صحابہؓ اور درفض ادارہ تالیفات اشرفیہ ہارون آباد ضلع بہاولنگر، سفارش کی فضیلت ادارہ تالیفات اشرفیہ ہارون آباد ضلع بہاولنگر، محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادارہ تالیفات اشرفیہ ہارون آباد ضلع بہاولنگر، ملفوظات حکیم الامت (کامل 32 جلد) ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ ملفوظات حکیم الامتؒ (10 جلد) ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، حسن العزیز (ملفوظات حکیم الامت) (5 جلد) مکتبہ تالیفات اشرفیہ سہارنپور، ملفوظات مقالات حکمۃ ومجادلات معدلۃ ادارہ تالیفات اشرفیہ لاہور، الکلام الحسن ادارہ اسلامیات لاہور، جدید ملفوظات (3 جلد) اشرف العلوم شعبہ دارالعلوم کراچی، ملفوظات کمالات اشرفیہؒ کتب خانہ اشرفیہ کراچی، جدید ملفوظات حکیم الامتؒ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، خیر الافادات (ملفوظات حضرت تھانویؒ) ادارہ اسلامیات لاہور، مجالس حکیم الامتؒ دارالاشاعت کراچی، انفاس عیسیٰ (اول دوم) ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، مولانا اشرف علی تھانویؒ کا علماء کرام سے خطاب کتب خانہ مظہری کراچی، جمیل الکلام، اسعد الابرار ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، مزید المجید مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر یوپی، ملفوت اطہر خیر الافادات ادارہ تالیفات اشرفیہ کراچی، الرفیق فی سواء الطریق (اول دوم) ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

## علم الکلام

اشرف الجواب (کامل 3 حصے) مکتبہ اسعدیہ کراچی، المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ (مکمل) دارالاشاعت کراچی، الانتباہات المفیدہ عن الاشتباہات الجدیدہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، تعلیم الدین مع تکمیل الیقین، قائد قادیان، القول الفاصل بین الحق والباطل، التادیب لمن لیس لہ فی العلم والادب نصیب، ارسال الجنود الی ارسال النہود، تقطیف اثمرات فی تخفیف السطرات ، تقدیس القدسی عن تدنیس اللبسی نہایت الادراک فی اقسام الاشراک، عمارۃ العالم بامارۃ الآدم، بلوغ الغایۃ فی تحقیق خاتم الولایۃ، النعیم فی الجحم، رفع الزحمۃ عن معنی وسع الرحمۃ، الکلمۃ التامہ فی النبوۃ العامہ، تدویر الفلک فی تطہیر الملک، القول الانفع فی تحقیق امکان الابدع، القصر المشید للعصر الجدید، نعم العون فی تحقیق توبہ فرعون

## متفرقات

الساعات للطاعات، النخب من الخطب، موائد العوائد فی زوائد الفوائد، الصحف المنشورہ فی فضائل اعانۃ انگورہ، الروضۃ الناظرہ فی تحریکات الحاضرہ، المحفوظ الکبیر للحافظ الصغیر، تلیین العرائک فی تہجین اسٹرائک، الکلم الطیب، الانسداد لفتنۃ الارتداد، جزل الکلام فی عزل الامام، نضیری بشرح کلام نظیری، سبعہ سیارہ، اللطائف للطائف، تمخیص المرقات، عقائد بانی کالج ، چار جوئے بہشت، بیت الدیان، باب الریان عیش الحیان، تشنیف الاسماع بترصیف للاسجاع، لوح الالواح، احسن التفہیم لمقولہ سیدنا ابراہیمؑ، المواہب، سراج الزیت الی منہاج البیت، کلمۃ القوم فی حکمۃ الصوم، صیانت المسلمین عن خیانۃ المسلمین، تعدیل التقویم، خاتمہ بالخیر، اخبار راہل المجد عن آثار اہل النجد، بیان وفود فی اعوان ابن سعود، نموذج بعض معتقدات ابن العوج، رسالہ لبست مسائل (فارسی)، داب المساجد جد علیٰ آداب المساجد، تنبیہات وصیتا لکلم الدالہ علی الحکم الضالہ، ظل صفہ، العذر والنذر، غرائب الرغائب، جمع الصکوک فی قمع الشکوک، احقر کے مسلک کی شرح، احکام ایتلاف، قند دیوبند، معاملۃ المسلمین فی مجادلتہ غیر المسلمین، حکایات الشکایات، خطاب الندوہ، درجتہ الحسام فی اشاعت الاسلام، نصح الاخوان فی صروف الزمان، التواریع عن فساد التوازیع، رافع الضنک عن منافع البینک، اماثل الاقوال لافاضل الرجال، الشکر والدعا علی النصر و بالنصر یوم اللقاء، نصیحت نامہ بجواب وصیت نامہ، تعلیم نسواں، ثبات الستور لذوات الخذور، المختارات فی مہمات التفریق



toobaafoundation.com

والخیارات، حکم الازدواج مع اختلاف دین الازواج، المرقومات للمظلومات، رفاق المجتہدین للنظر فی وفاق المجتہدین، کسوۃ النسوۃ، خطاب مسلم لیگ، رسالہ سوال وجواب متعلق جسم، مثالی وروح اعظم و تجلی، کثرۃ الازدواج لصاحب المعراج ، حفاظت اسلام کا موثر طریق عمل ، حکیم اجمل خاں کے بیان پر تنقید و تبصرہ، رفع الغلط لدفع الشطط، اشعار الغیور بمافی اشعار ابن منصور، العدل مع اہل لعدول، خصوص الکلم فی حل فصوص الحکم ، صم شاروالابل فی دم شارد الابل، موخرۃ الظنون، اصلاح المعتوہ فی تعریف الحرام والمکروہ، القول الاہلی فی وقف جامع دہلی، القول الحکم فی تحقیق مالایلزم، توحید الحق، رائحۃ العبیر فی لائحۃ عالمگیر([1845])

---

1845۔ ابرار علی، سید، ڈاکٹر، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا طریقہ اصلاح، ص 229۔252



toobaafoundation.com

toobaafoundation.com

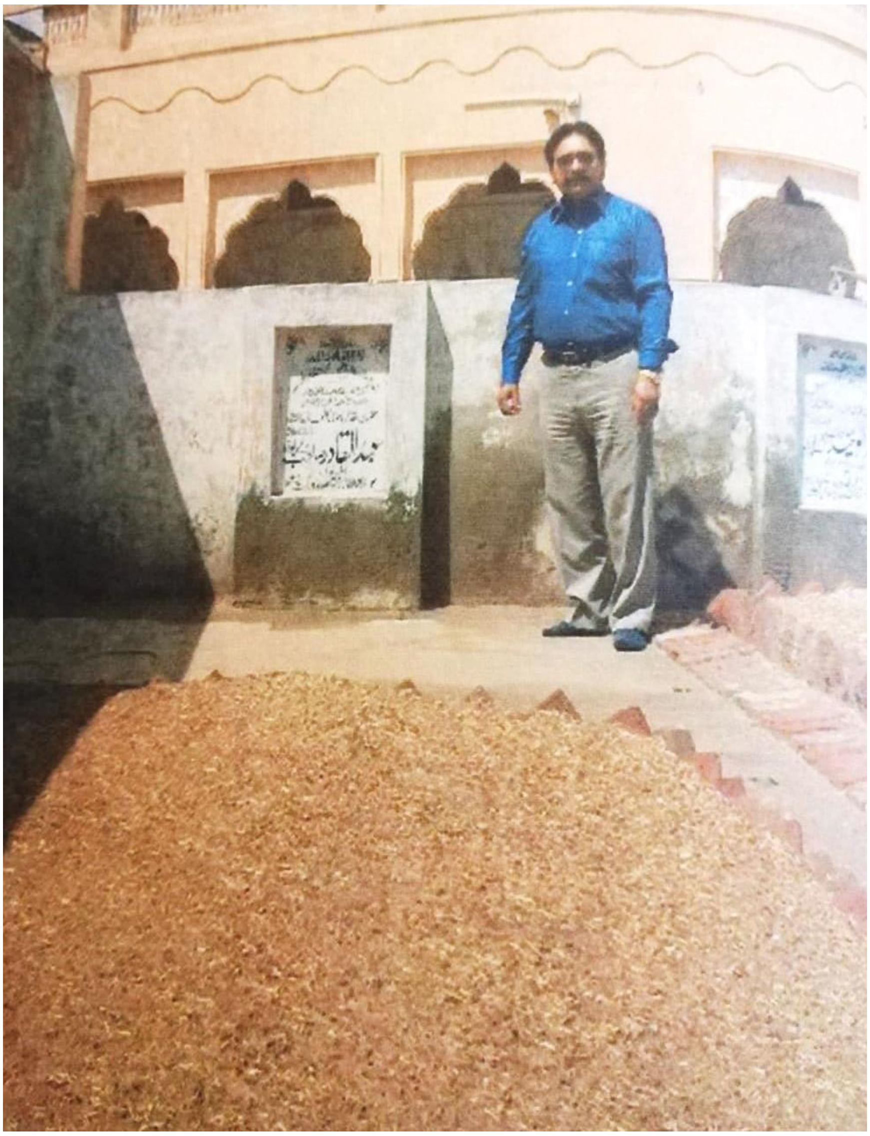

مرقد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ



toobaafoundation.com

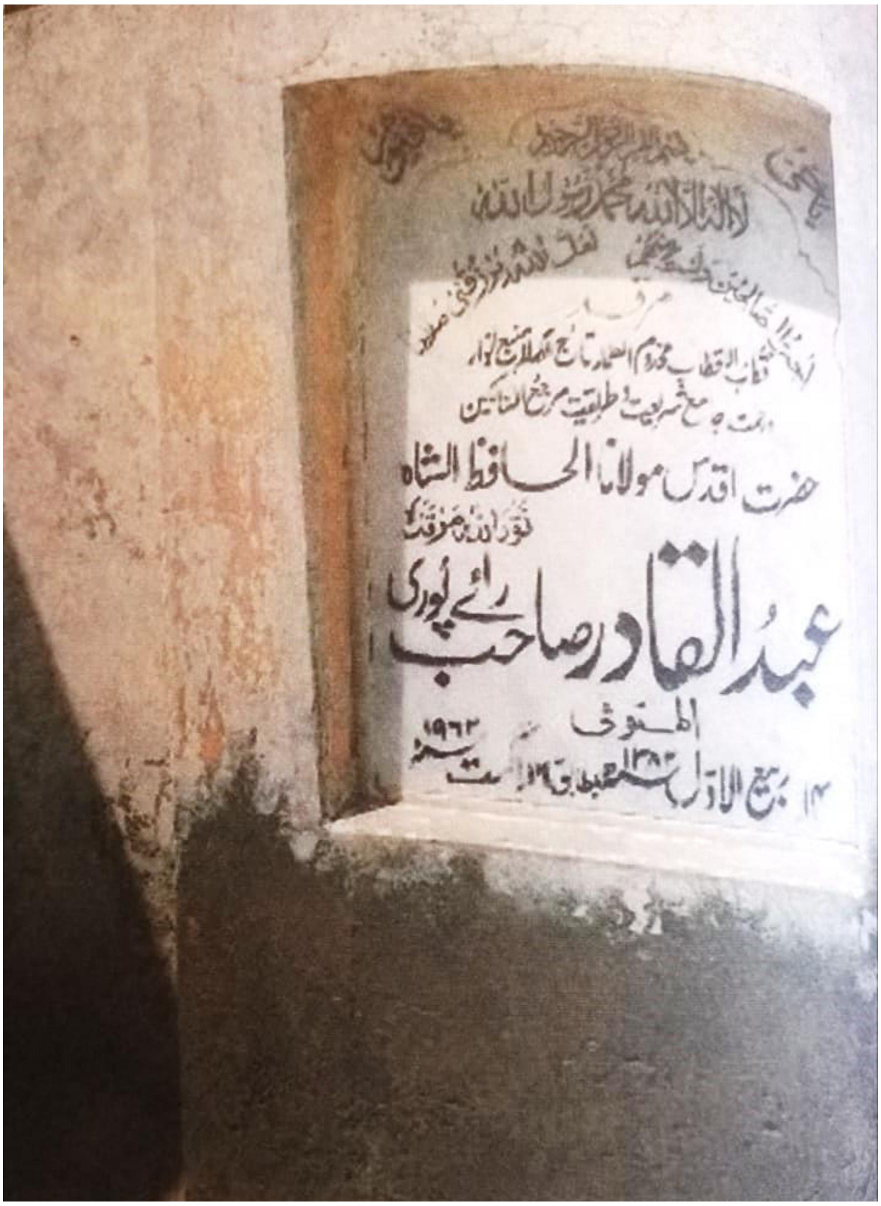




toobaafoundation.com

## حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلفاء کرام کی فہرست

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے سینکڑوں لوگوں کو سلوک متعارف کی منازل طے کرا کر اجازت و خلافت دی۔ یہاں ڈاکٹر محمد حسین انصاری للّٰہی کے حوالہ سے صرف مشہور خلفاء کے نام درج کئے جاتے ہیں۔

1۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ جانشین حضرت رائے پوری ثانیؒ

2۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری مہاجر مدنی قدس سرہ

3۔ حضرت مولانا سید عطاء اللہ صاحب بخاریؒ متوفی ۱۸۳۱ھ/۱۶۹۱ء

4۔ حضرت مولانا محمد اشفاق احمد صاحب رائے پوریؒ متوفی ۰۷۳۱ھ/۱۵۹۱ء

5۔ حضرت مولانا سعید احمد صاحبؒ خلف الرشید و جانشین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رائپوریؒ قدس سرہ۔

6۔ حضرت مولانا حافظ محمد خلیل صاحبؒ ڈھڈھیاں شریف ضلع سرگودھا

7۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ فاروقی متوفی ۷۷۳۱ھ

8۔ حضرت مولانا محمد صاحب انوری لائلپوریؒ متوفی ۹۸۳۱ھ۰۷۹۱ء

9۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

10۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ مدیر الفرقان لکھنؤ

11۔ حضرت مولانا عبدالجلیل صاحبؒ ڈھڈھیاں شریف ضلع سرگودھا

12۔ حضرت مولانا عبدالوحید صاحبؒ ڈھڈھیاں شریف ضلع سرگودھا

13۔ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحبؒ ڈھڈھیاں شریف حال چک ۴۷ ایم ایل دریاخان

14۔ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ چک نمبر ۱۱ متصل چیچہ وطنی

15۔ حضرت مولانا حافظ عبداللہ صاحب شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ، ساہیوال

16۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب جالندھریؒ مزار شیخوپورہ شہر

17۔ حضرت مولانا خدابخش صاحبؒ ساکن فاضلکا ضلع فیروزپور متوفی ۹۵۳۱ھ/۰۴۹۱ء

18۔ حضرت مولانا فضل احمد صاحب رائے پوریؒ چک نمبر ۱۱ متصل چیچہ وطنی

19۔ حضرت مولانا احمد الدین صاحب رائے پوری رائپور گھبراں ضلع جالندھر متوفی ۹۵۳۱ھ/۴۰۹۱ء

20۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب دھرم کوٹیؒ چک نمبر ۱۶۲ ایم بی ضلع خوشاب

21۔ حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب متوفی ۱۸۳۱ھ/۱۶۹۱ء

22۔ حضرت مولانا سید نیاز احمد شاہ صاحب گیلانیؒ تلمبہ ضلع ملتان

23۔ حضرت مولانا سعید احمد صاحبؒ ڈونگہ بونگہ ضلع بہاولنگر

24۔ حضرت مولانا حافظ صاحبزادہ عبدالرحمن صاحب مدظلہ دین پوری متوفی ۰۹۳۱ھ

25۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب سلیم پوریؒ میاں چنوں

26۔ حضرت مولانا پیر عبداللطیف صاحب رائے پوری متوفی ۷۹۳۱ / ۷۷۹۱ء



toobaafoundation.com

27۔ حضرت مولانا قمر الدین صاحب فیروز پوری

28۔ حضرت مولانا عبد المنان صاحب پنجابی مدظلہ گوجرانوالہ، مقیم راولپنڈی

29۔ حضرت مولانا حافظ عبد المنان صاحب دہلویؒ

30۔ حضرت مولانا سید مسعود علی صاحب آزاد فتحپوریؒ متوفی ۴۹۳۱ھ

31۔ حضرت مولانا سید محمد اسحاق صاحب سنسار پوریؒ

32۔ حضرت مولانا عبد العزیز صاحبؒ ساہیوال

33۔ حضرت الحاج ہیڈ ماسٹر منظور محمد صاحب گوجرہ ضلع فیصل آباد

34۔ حضرت مولانا سید معروف علی ہمدانیؒ کوٹ مراد خان تصور

35۔ حضرت مولانا سید غلام محی الدین صاحب ہمدانی قصوریؒ حال خیر پور ٹامیںوالی بہاولنگر

36۔ حضرت مولانا حافظ صاحبزادہ محمد اکرم صاحب للہیؒ کھیوڑہ ضلع جہلم

37۔ حضرت مولانا قاضی عبد القادر صاحب جھاوریاں ضلع سرگودھا

38۔ حضرت مولانا حافظ عبد الغفور صاحب کلور کوٹ ضلع میانوالی

39۔ حضرت مولانا مخدوم عبد الغفور صاحب ساکن جلہ مخدوم ضلع سرگودھا

40۔ حضرت مولانا سید عطاء المنعم شاہ صاحبؒ کوٹ تعلق ملتان

41۔ حضرت مولانا انیس الرحمن صاحب لدھیانویؒ متوفی ۴۹۳۱ھ/۴۷۹۱ء

42۔ حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحب مراد آبادی مدرس دار العلوم دیوبند

43۔ حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی

44۔ حضرت سید انور حسین شاہ صاحب نفیس رقم گیسودرازیؒ جامعہ مدینہ کریم پارک لاہور

45۔ حضرت مولانا عبد الغفور صاحبؒ راوی روڈ لاہور

46۔ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ دین پور ضلع بہاولنگر

47۔ حضرت صوفی عبد الرحمن صاحب لدھیانوی متوفی ۶۹۳۱ھ/۶۷۹۱

48۔ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ

49۔ حضرت مولانا حافظ عبد الرشید صاحب مدظلہ رائے پور شریف

50۔ حضرت مولانا قاری شبیر احمد صاحب لکھنوی

51۔ حضرت چوہدری عبد الخالق صاحب مدظلہ ساکن کریام ضلع جالندھر حال ملتان

52۔ حضرت خان محمد یوسف خان صاحب ساکن نور ارتھ ضلع ساہیوال

53۔ حضرت صوفی فتح محمد صاحب محلہ شاہ گل دہلی

54۔ حضرت صوفی انعام اللہ صاحب مدظلہ لکھنو

55۔ حضرت صوفی حکیم شیر محمد صاحب جھنگ



toobaafoundation.com

56۔ حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب کیمبلپوری

57۔ حضرت ڈاکٹر محمد امیر صاحب گورداسپوری متوفی ۸۸۳۱ھ/۸۶۹۱ء مزار کوہاٹ شہر

58۔ حضرت حاجی صوفی برکت صاحب لودھی پوری

59۔ حضرت حاجی حافظ محمد علی صاحب چک نمبر ۴۷ دریاخان ضلع میانوالی

60۔ ڈاکٹر محمد حسین انصاری تمیمی

61۔ ساکن للہ شریف ضلع جہلم[1846]

---

1846۔ انصاری، محمد حسین، حیات طیبہ، ص163-66، القادر ناشران کتب اسلامی، لاہور۔



toobaafoundation.com

# ABSTRACT

The Religious Thought of the Subcontinent in the 20th Century:
A Comparative and Contomprary Study of the Mystical and Social trends of
Maulana Ashraf Ali Thanwi and Shah Abdul Qadir Raipuri.

Maulana Ashraf Ali Thanwi (1863-1943) and Maulana Shah Abdul Qadir Raipuri (1873-1962) are among of the most eminent religious figures known for their contributions in the revival of Islam and the reawakening of the Muslim Ummah in the 20th Century. The 20th Century was a very significant and an unforgettable era, the events of which changed the world in unprecedented ways.

This paper makes an attempt to enlighten the Religious thought of the subcontinent in the 20th Century, in the light of the Transcendental and the social trends of Maulana Ashraf Ali Thanwi and Hazrat Maulana Shah Abdul Qadir Raipuri. The introduction of factors affecting, challenges faced and the Institutions supporting the Religious thought in the Political and social situations of the 20th Century are discussed.

The Living conditions, the religious thoughts and the Methods of Sufism of Maulana Ashraf Ali Thanwi and Maulana Shah Abdul Qadir Raipuri are discussed with special reference to the Mystical fallacies of Maulana Thanwi and the commemorations successions and the Desirable / Undesirable effects of Sufism of Maulana Raipuri.

In addition to Mysticism, the Social trends of Maulana Thanwi and Maulana Raipuri are compared highlighting the importance of Social reform in the religious thought and the causes of social unrest as a result of these efforts put forward by Maulana Thanwi and Maulana Raipuri. The Modern effects of their Social trends played an important role in the formation of Muslim Nationality in the Subcontinent Independence movement of the Subcontinent is also not devoid of the effect of their various religious concepts. These modern effects are so long-lasting that their work is being continued by the successors till today.


| | |
|---|---|
| Chapter 1: | The Study of the religious thoughts of the Subcontinent in the 20th Century. |
| Sub Chapter 1: | The introduction of Religious thought and the importance of society and self-improvement in it. |
| Sub Chapter 2: | The Political and Social situation of the subcontinent and the comprehensive rehabilitation process in the 20th century. |
| Sub Chapter 3: | The challenges faced by the religious thought in the 20th Century. |



toobaafoundation.com

Sub Chapter 4: The Institutions and parties of Religious thought in the 20th century.

Chapter No 2: An overview of the Transcendental / Mystical tendencies of Maulana Ashraf Ali Thanwi.

Sub Chapter 1: The living conditions of Maulana Ashraf Ali Thanwi.

Sub Chapter 2: The inter-relationship between Sharia and Tariqa in the religious thought of Maulana Ashraf Ali Thanwi.

Sub Chapter 3: The Method of Sufism, Terminologies, Actions, Occupancies and characteristics of Maulana Ashraf Ali Thanwi.

Sub Chapter 4: The Mystical fallacies in the eyes of Maulana Ashraf Ali Thanwi.

Chapter No 3: An overview of the Mystical tendencies of Shah Abdul Qadir Raipuri.

Sub Chapter 1: The living conditions of Shah Abdul Qadir Raipur.

Sub Chapter 2: The Objectives and levels of Sufism in the Religions thought of Shah Abdul Qadir Raipur.

Sub Chapter 3: The method of Sufism, Terminologies, Commemorations, Occupations and successions of Shah Abdul Qadir Raipuri.

Sub Chapter 4: The Desirable and Undesirable effects of Sufism in the eyes of Shah Abdul Qadir Raipuri.

Sub Chapter 5: An Analytical review of Sufi Manhaj of Maulana Thanwi and Maulana Raipuri.

Chapter No 4: The Study of Social trends of Maulana Thanwi and Maulana Raipuri.

Sub Chapter 1: The Social reform and its requirements in the religious thought of Maulana Ashraf Ali Thanwi.

Sub Chapter 2: The importance of reading books in the method of Social reform of Maulana Ashraf Ali Thanwi.

Sub Chapter 3: The requirements for social reform in the Religious thought of Maulana Shah Abdul Qadir Raipuri.



toobaafoundation.com

Sub Chapter 4: The Causes of Social unrest in the view of Shah Abdul Qadir Raipuri.

Sub Chapter 5: A Comparative study of the social trends of Maulana Thanwi and Maulana Raipuri.

Chapter No 5: The Modern effects of the social trends of Maulana Thanwi and Maulana Raipuri.

Sub Chapter 1: The role of the Khilafah Movement in the eyes of Maulana Ashraf Ali Thanwi.

Sub Chapter 2: The role of Maulana Ashraf Ali Thanwi in the formation of Muslim Nationality in the Subcontinent.

Sub Chapter 3: An overview of the Independence Movement of the Subcontinent in the eyes of Maulana Shah Abdul Qadir Raipuri.

Sub Chapter 4: The effects of the thought of Shah Abdul Qadir Raipuri on the religious movement of Pakistan.

Sub Chapter 5: The role of the successors of Maulana Thanwi and Maulana Raipuri in Pakistan.



toobaafoundation.com

# “The Religious thought of the Subcontinent in the 20th Century: A Comparative and Contemporory Study of the Mystical and Social trends of Maulana Ashraf Ali Thanwi (RA) and Shah Abdul Qadir Raipuri (RA).

**Submitted in partial fulfillment of the requirement for the**

**Degree of Doctor of Philosophy in Islamic Studies**


**Submitted By**

**Shazia Bano**
**Roll No: PH-ISC-04**
**Session: 2016-2020**

**Supervised By:**

**Dr. Kalsoom Paracha**
**Assistant Professor**

**Department of Islamic Studies & Comparative Religions**

**THE WOMEN UNIVERSITY,**
**MULTAN – PAKISTAN**




toobaafoundation.com